تنظیم المدارس (اہلسنت) کے نصاب کے عین مطابق

أَنوارُ السُّنَن

فِي شرح

آثارُ السُّنَن

تالیف

استاذ المحدثین حضرت مولانا مُحمّد بن سُبحان علی صدّیقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۲۲ھ

مترجم وشارح:

حضرت علامہ مفتی عبد المصطفیٰ مُحمّد مُجاہد القادری عفی عنہ

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	....	انوار السنن فی شرح آثار السنن
تالیف	....	استاذ المحدثین حضرت مولانا محمد بن سبحان علی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح	....	علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری دامت برکاتہم العالیہ
نظر ثانی	....	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
صفحات	....	1000
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	مئی 2017ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	-/800 روپے

ضروری گزارش

اُن تمام احباب کا شکر گزار ہوں جو ہمارے ادارے کی کتب کو دل سے پسند کرتے ہیں۔ اس کتاب "انوار السنن فی شرح آثار السنن" کو نئے ترجمہ و تخریج سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کو اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی و کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو براہِ کرم ادارہ کو مطلع کریں تاکہ ان اغلاط کی اگلے ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔ آپ تعاون فرما کر ادارہ کی مزید ترقی کا سبب بنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس تعاون کو قبول فرمائے۔ آمین

شرفِ انتساب

عبدالمصطفیٰ اپنی اس ادنیٰ کاوش کو فقیہ الامت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ جن کے فیضان سے آج تک امت مسلمہ حرج سے بچی ہوئی ہے اور صحیح معنوں میں شریعت کی عامل ہے اللہ تعالیٰ مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قیامت تک قائم ودائم رکھے اور امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب امت مسلمہ کی حتمی بخشش ومغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے اور جلوۂ والضحیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دکھائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ، مغفرت ومدفن جنت البقیع
عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفرگڑھ۔

نعت شریف

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب ابھر گئی
پوچھو تو آہ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

چھوڑ کے اس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبسو
پھر کہو سر پہ دھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

باغ عرب کا سرو ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمری جان غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

تو نے تو کر دیا طبیب آتش سینہ کا علاج
آج کے دود آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

فکر معاش بدبلا ہول معاد جاں گزا
لاکھوں بلا میں پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائے کیوں

حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

غفلت شیخ و شاب پر ہنستے ہیں طفل شیر خوار
کرنے کو گدگدی عبث آنے لگی بہائی کیوں

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشت حرم سے آئی کیوں

حسرت نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مرض کو رضا مرگ جواں سنائی کیوں

ترتیب

أَبْوَابُ الْوُضُوْءِ

أَبْوَابُ نَوَاقِضِ الْوُضُوْءِ

كتاب الصلوٰة

أبواب الأذان

اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلٰوة

أبواب مالا يجوز في الصلوٰة وما يباح فيها

اَلْجُزْ الثَّانِی

اَبْوَابُ صَلٰوةِ الْوِتْر

اَبْوَابُ قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

أَبْوَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِر

أَبْوَابُ الْجُمُعَةِ

عید کی نماز کے ابواب

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْعِیْدَیْنِ

سورج گرہن کی نماز کے ابواب

اَبْوَابُ صَلٰوۃِ الْکُسُوْف

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بنایا اور اس میں طرح طرح کی چیزوں کو بنا کر بسایا پھر انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر ان چیزوں پر تسلط عطا فرمایا پھر جس وقت انسان کائنات میں ظلم وستم، کبیرہ گناہوں، رب تعالیٰ کی نافرمانیوں اور شرک جیسے گناہوں میں مبتلا ہوا تو رب تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرما کر کسی نبی کو صحیفہ اور کسی نبی کو کتاب عطا فرمائی اور اس صحیفہ اور کتاب میں اپنے بندوں کو اپنے رب تعالیٰ کی معرفت، اطاعت اور رسول و نبی کی اطاعت کا حکم اور کبیرہ گناہوں سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آخر میں رب تعالیٰ نے نبی مکرم، نور مجسم، شفیع محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاریب کتاب قرآن مجید عطا فرمائی پھر قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا: اے لوگو! اگر میری معرفت چاہتے ہو، میری اطاعت کرنا چاہتے ہو تو پہلے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں باندھ لو جیسے میرے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جائیں ویسے گردن جھکا کر عمل کرتے جاؤ تمہیں میری معرفت بھی نصیب ہو جائے گی تمہیں میری اطاعت بھی نصیب ہو جائے گی۔ چنانچہ جو رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا وہ قرآن مجید کہلایا اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور اقوال سے صادر ہوا وہ احادیث کہلائیں چنانچہ قرآن مجید کو احادیث مبارکہ کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ قرآن مجید میں بہت سارے احکام ایسے ہیں جن کو احادیث مبارکہ کا سہارا لئے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا جس طرح کہ قرآن مجید میں نماز کا حکم تو ہے مگر اس کی ادائیگی کا طریقہ بیان نہیں فرمایا گیا، قرآن مجید میں روزے رکھنے کا حکم تو ہے مگر اس کے شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کا مفصل بیان نہیں فرمایا گیا اگر نماز کی ادائیگی کا طریقہ سکھایا تو وہ ہمیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے سکھایا اور اگر روزوں کے شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کا طریقہ سکھایا تو وہ ہمیں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے سکھایا۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو احادیث مبارکہ کا سہارا لئے بغیر سمجھنا ناممکن ہے اسی طرح احادیث مبارکہ کو ائمہ مجتہدین وفقہاء کرام کے اقوال کے بغیر سمجھنا بھی ناممکن ہے کیونکہ احادیث میں بعض احکام منسوخ ہیں، بعض احکام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں، بعض احکام فرض ہیں، بعض احکام واجب ہیں، بعض احکام سنت ہیں، بعض احکام مستحب ہیں اور بعض احکام مباح ہیں لوگ جہالت کی وجہ سے آج بھی منسوخ احکام پر عمل کرتے ہیں، فرض کو مستحب اور مستحب کو فرض اور واجب کو سنت اور سنت کو واجب قرار دیتے ہیں پھر بعض لوگ صرف قرآن مجید کی اطاعت کے قائل ہیں مگر حدیث کے انکاری، بعض لوگ صرف قرآن وحدیث کی اطاعت کے قائل ہیں مگر اجماع کے انکاری اور بعض لوگ قرآن وحدیث واجماع کے قائل ہیں مگر قیاس شرعی کے منکر حالانکہ قرآن وحدیث اور اجماع امت قیاس شرعی سب کو اصول اسلام قرار دیا گیا ہے یہ سب کچھ یا تو جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں یا جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ائمہ مجتہدین وفقہاء کرام نے امت کو حرج اور بڑے گناہوں سے بچانے کے لئے احادیث کی شروحات و مطالب لکھے اور امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا۔ چنانچہ شیخ ابوالخیر محمد ظہیر احسن نیموی متوفی 1322ھ نے فقہ حنفی کے مطابق احادیث وآثار کا مجموعہ جمع کیا اور انہوں نے اس کتاب کا نام آثار السنن رکھا۔ اس کتاب

کے اندر تمام مباحث یعنی کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ وغیرہم بیان کرنا چاہتے تھے مگر زندگی نے ساتھ نہ دیا اور سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ 1322ھ کو انتقال کر گئے۔ الحمدللہ عزوجل! عبدالمصطفیٰ کو رب تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا: آج اس عظیم الشان فقہ حنفی کے مذہب پر مدلل کتاب کی شرح لکھ رہا ہے۔ میں نے اس شرح کا نام انوار السنن فی شرح آثار السنن رکھا ہے جس میں مذاہب اربعہ بیان کئے ہیں اور فقہ حنفی کے مذہب پر مزید دلائل بھی بیان کئے ہیں اور جہاں پر نبی کریم ﷺ کے فضائل بیان ہوئے ہیں انہیں مزید دلائل کے ساتھ بھی بیان کیا ہے تاکہ میرے محبوب مکرم ﷺ کی شان مقدس و ذکر خیر ہر کتاب میں جھلکتا رہے اور عشاق کے لئے درد کی دوا بنا رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ میری اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرمائے اور بروز حشر تک علماء، طلباء اور فقہ حنفی سے محبت رکھنے والوں کے لئے نافع بنائے اور قیامت تک کے لئے اس کا فیضان جاری فرمائے اور میری، میرے والدین، سسر ساس، بہن بھائی، عزیز واقرباء، اساتذہ کرام، پیرومرشد اور ساری امت مسلمہ کی مغفرت، ایمان پر خاتمہ، مرتے وقت زیارت رسول عربی ﷺ، قبر میں زیارت رسول قرشی ﷺ، حشر میں شفاعت رسول ہجی ﷺ اور جنت الفردوس میں پڑوس رسول مطلبی ﷺ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ، مغفرت ومدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

تقریظ جلیل

استاذ العلماء والفقہاء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی دامت برکاتہ

نحمدہٗ و نصلی وسلم علیٰ رسول الکریم وعلیٰ آلہ صحبہ اجمعین .

بلاشبہ احادیث نبوی ﷺ سرکار دو عالم ﷺ کے دور سے قیامت تک تمام مسلمانوں کی اہم ضرورت ہے۔ قرآن مجید کے بعد جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے متقدمین، محدثین، مجتہدین، فقہاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث کی خدمت کے لئے نوازا۔ آج بھی چودہ سو سال کے بعد اس عظیم خدمت کے لئے علماء محققین خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم کا یہ احسان عظیم ہے۔ فاضل عظیم حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المصطفیٰ القادری سلمہ ربہٗ کو اس عظیم خدمت کے لئے قبول فرمایا۔ علامہ موصوف تقریباً پچاس کتب کے مصنف ہیں۔ صحیح بخاری کا ترجمہ تین جلدوں میں، نعمۃ الودود بارہ جلدوں میں، انبیاء کرام اور ان کی قوموں کے احوال آٹھ جلدوں وغیرہ منصۂ شہود پر موجود ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء ربانیین نے قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کے حوالے سے نمایاں خدمات سرانجام دیں جیسے محقق علی اطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی، صدر الا فاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی وغیرہ اسی سلسلۂ علماء کے عرصہ میں عظیم عالم دین شمس المحدثین حضرت مولانا محمد بن سبحان علی صدیقی متوفی ۱۳۲۲ھ فقہ حنفی کی مؤید احادیث نقد و جرح کے ہمراہ ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کرنے کا آغاز کیا جس کا نام انہوں نے آثار سنن تجویز کیا لیکن اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اس کتاب کا ترجمہ، تخریج، شرح کی عظیم خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف کو نوازا۔ بندہ ناچیز نے اس کی شرح انوار السنن کے کچھ حصہ کا مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ شرح درس نظامی کے طلباء، علماء، خطباء اور عام قارئین کے لئے عظیم سرمایہ ہے اللہ تعالیٰ علامہ موصوف کے علم، عمل، ہنر، تقریر و تحریر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

خادم علماء ربانیین

فقیر محمد نور بخش سعید

جامعہ نور الہدیٰ کچی پکی ضلع مظفر گڑھ

25 جمادی الاخریٰ 1438ھ بمطابق 25 مارچ 2017ء بروز ہفتہ

تقریظ جلیل

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام مصطفیٰ قادری دامت برکاتہ

الحمد لله الذی انزل الفرقان مصدقالما بین هدی و بشری للمتقین قرآنا عربیا غیر ذی عوج موعظة وذکری للمومنین، واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریك له شهادة ندخل بها الفردوس آمنین واشهد ان سیدنا محمداً عبده ورسوله الصادق الامین المنزل علیه الکتاب منه آیات محکمات هن ام الکتاب واخر متشابهات صلی الله علیه وسلم وعلٰی آله واصحابه الذین اوتو العلم درجات ۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد! حدیث کی خدمت صرف اس زمانہ میں نہیں ہو رہی بلکہ یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ مقدسہ سے جاری وساری ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ لیا کرتے تھے بلکہ حدیث کو لکھنے کا حکم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: لکھا کرو! قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے تو حق کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا۔ (سنن ابوداؤد: ج:2، ص:158) اس سے پتہ چلا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا حکم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آج تک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت محدثین کرام، فقہاء کرام اور مفتیان کرام کرتے چلے آئے ہیں۔ بہت مبارک کے مستحق ہیں علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری دامت برکاتہ جنہوں نے فقہ حنفی کی مستند کتاب آثار السنن کی شرح لکھی یقیناً ان کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے امت کو وہ خزانہ عطا فرمایا ہے جو شاید کوئی بھی نہ دے سکے۔ ماشاءاللہ موتی پرودیئے ہیں اور قاری کے لئے بہت نفع بخش ہیں۔ میں نے ان کی کتاب انوار السنن فی شرح آثار السنن کو پڑھا ہے ہر بات کی شرح لکھی ہے اور مسلک احناف کو دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور جہاں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی حدیث آتی ہے اسے مزید حوالہ جات کے ساتھ نکھار کر بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تخریج حدیث بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی درازی عمر بالخیر فرمائے اور مرتے دم تک یونہی دین متین کی خدمت کی سعادت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاه سید المرسلین و صلی الله علیه وسلم

احقر

غلام مصطفیٰ قادری

جامعہ غوثیہ ملتان شریف

انوار السنن فی شرح آثار السنن

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین

امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الصلوٰۃ والسلام علیك یا نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درود شریف کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ آدمی ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 484)

قیامت کا دن افراتفری کا دن ہوگا ہر شخص پریشانی کے عالم میں ہوگا کسی کو بھی دوسرے کی فکر نہ ہوگی ہر آدمی کو صرف اپنی فکر ہوگی مگر مصطفیٰ کریم ﷺ کو اپنی امت کی فکر ہوگی اور جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بکثرت درود پڑھتا ہوگا اس کو قربت مصطفیٰ کریم ﷺ نصیب ہوجائے گی پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی شفاعت فرمائیں گے اور سیدھا جنت میں لے جائیں گے۔ انشاءاللہ عزوجل۔

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

سنت

سنت کا معنیٰ طریقہ اور سیرت ہے۔

علامہ مجدالدین محمد جزری ابن الاثیر متوفی 606ھ لکھتے ہیں: جس چیز کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور جس چیز سے منع فرمایا اور جس چیز کو قول اور فعل سے پسندیدہ قرار دیا بہ شرطیکہ ان امور کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو وہ امور سنت ہیں۔(النہایہ: جز: 1 ص: 409)

اثر

یہ حدیث کا مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور افعال کو اثر کہتے ہیں۔

آثار السنن کی نسبت

آثار السنن کو جو نسبت حاصل ہے وہ فقہ حنفیہ سے ہے دراصل یہ کتاب فقہ حنفیہ پر ہی تصنیف کی گئی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ونام ونسب

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عراق کے فقیہ نعمان بن ثابت بن زوطا کوفی 80ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کئی بار آپ نے کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: جز:1، ص:126)

حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ کے والد ثابت آپ کی ولادت کے وقت نصرانی تھے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ کے والد ثابت مذہب اسلام پر پیدا ہوئے۔ (تاریخ بغداد: جز:13، ص:325)

اسماعیل بن حماد سے ہی روایت ہے کہ آپ کے دادا نعمان بن مرزبان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑے گہرے مراسم تھے ایک مرتبہ نعمان بن مرزبان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فالودہ لے کر گئے جسے انہوں نے بے حد پسند فرمایا۔ جب ثابت پیدا ہوئے تو نعمان انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے کر گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثابت اور ان کی اولاد کے حق میں دعا فرمائی تھی۔ اسماعیل بن حماد کہتے ہیں: ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول فرمائی ہے۔

(تاریخ بغداد: جز:13، ص:326)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی 973ھ لکھتے ہیں: نعمان لغت میں اس خون کو کہتے ہیں جس پر بدن کا سارا ڈھانچہ قائم ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ جسم کی پوری مشینری کام کرتی ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی بھی دستور اسلام کے لئے محور اور عبادات ومعاملات کے تمام احکام کے لئے بہ منزلہ روح ہے نیز فرماتے ہیں کہ نعمان کے معنیٰ سرخ اور خوشبودار گھاس کے بھی آتے ہیں چنانچہ آپ کے اجتہاد اور استنباط سے بھی فقہ اسلامی اطراف عالم میں مہک اٹھی ہے۔ (الخیرات الحسان، ص:48)

بشارت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بھی ہے جو کہ یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اسی مجلس میں سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس سورت کی آیت "وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" کی تلاوت فرمائی تو حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا: حضور! یہ دوسرے کون ہیں؟ جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں سکوت اختیار فرمایا جب بار بار یہ سوال کیا گیا تو

آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دست اقدس رکھ کر فرمایا: اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو ضرور تلاش کرلیں گے۔ (صحیح بخاری: جز:2،ص:727)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی 568ھ لکھتے ہیں: ہمارے استاذ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یقین کے ساتھ فرماتے تھے کہ اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہی اہل فارس میں سے کوئی آدمی بھی آپ کے علمی مقام کو نہ پاسکا بلکہ آپ کا مقام تو الگ رہا آپ کے تلامذہ کے مقام کو بھی آپ کے معاصرین میں سے کوئی آدمی حاصل نہ کرسکا۔

(مناقب امام اعظم: جز:1،ص:590)

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا میں عرض گزار ہوا: حضور! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم ابوحنیفہ کے نزدیک۔ (کشف المحجوب: ص:216)

عبادت وریاضت

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شب بیداری کا سبب یہ تھا کہ ایک بار ایک آدمی نے آپ کو دیکھ کر کہا: یہ وہ آدمی ہیں جو عبادت میں پوری رات جاگ کر گزارتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو فرمانے لگے: ہمیں لوگوں کے گمان کے مطابق بننا چاہئے اس وقت سے آپ نے رات کو جاگ کر عبادت کرنی شروع کردی حتیٰ کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور چالیس سال تک لگاتار اس معمول پر قائم رہے۔ (الخیرات الحسان: ص:82)

فضل بن وکیع کہتے ہیں کہ میں نے تابعین میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کسی آدمی کو شدت خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا دعا مانگتے وقت خوف خداوندی سے آپ کا چہرہ زرد ہوجاتا تھا اور کثرت عبادت کی بناء پر آپ کا بدن کسی سال خوردہ مشک کی طرح مرجھایا ہوا لگتا تھا۔ ایک بار آپ نے رات کو نماز میں قرآن مجید کی آیت کریمہ "بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر" کی تلاوت فرمائی پھر اس کی قرات سے آپ پر ایسا کیف طاری ہوا کہ بار بار اس آیت کو دہراتے رہے حتیٰ کہ مؤذن نے صبح کی اذان کہہ دی۔

(الخیرات الحسان: ص:83)

زہد وتقویٰ کا عالم

حسن بن زیاد حلفاً بیان فرماتے تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کوئی وظیفہ یا کسی کا ہدیہ یا تحفہ قبول نہ فرمایا یہ زہد کا حال تھا اور تقویٰ کا عالم یہ ہے کہ ایک بار اپنے شریک کے پاس تجارت کے لئے کپڑے کے تھان بھیجے جن میں سے ایک تھان میں کوئی نقص اور عیب تھا آپ نے اپنے شریک سے کہا کہ جب اس تھان کو فروخت کرنا تو اس کا عیب بیان کردینا۔ شریک نے اس تھان کو فروخت کردیا اور گاہک سے اس کا عیب بیان کرنا بھول گیا اور بعد میں یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس آدمی کے ہاتھ وہ تھان فروخت کیا تھا۔ امام اعظم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے تیس ہزار درہم کی مالیت کے ان تمام تھانوں کی قیمت صدقہ کردی۔ (الخیرات الحسان: ص:98)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث

امام الائمہ سید الفقہاء ذکی الامت رأس الافقہاء مجاہد کبیر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کے ماہر تھے۔

محدث ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 365ھ امام اسد بن عمر متوفی 190ھ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: اصحاب الرائے میں امام ابوحنیفہ کے بعد اسد بن عمرو سے زیادہ حدیثیں اور کسی کے پاس نہ تھیں۔ (لسان المیزان: جز:1، ص:384)

حضرت ملا علی قاری حنفی امام محمد بن سماعہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ اوپر احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔ (الجواہر: ج:2، ص:474)

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید بن قطان نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس امت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بر حق سے جو کچھ بھی وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ (علم حدیث: ص:167)

امام مسعر بن کدام متوفی 155ھ فرماتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی مگر وہ ہم پر غالب رہے اور زہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں بھی ہم پر فائق رہے اور ہم نے ان کے ساتھ فقہ طلب کی تو اس میں ان کا کمال تم سے مخفی نہیں ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ: ص:27)

فقہ میں مقام ومرتبہ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام تھے۔ ورع میں پائے کے تھے، عالم تھے، عامل تھے، عبادت گزار تھے اور بہت بڑی شان کے مالک تھے۔ ضرار بن صرد نے کہا کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے بڑا فقیہ کون ہے تو کہا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فقیہ ہیں اور سفیان حدیث کے بڑے حافظ ہیں۔ ابن مبارک نے کہا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ افقہ الناس کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے فقیہ ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے کیونکہ وہ امام ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ص:127)

امام قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام، عابد، زاہد، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے عہدہ قضاء کی طرف بلائے گئے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے آپ کو امام المسلمین کہا۔ مشرق ومغرب میں آپ کی نظیر کوئی نہیں ہے۔ آپ نے شہروں کو آثار وفقہ کے ساتھ مزین کیا ہے۔ (آثار البلاد واخبار العباد: جز:1، ص:102)

علم شریعت کی تدوین

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی 973ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے فقہ کی تدوین کی ہے اور اس کو ابواب اور کتب میں مرتب کیا ہے جیسا کہ آج موجود ہے پھر ان کی پیروی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤطا میں کی ہے اس سے قبل لوگ حافظ پر بھروسہ کرتے تھے اور سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے وضع کی ہے۔

(الخیرات الحسان: ص:28)

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: سب سے پہلے انہوں نے علم شریعت کی تدوین کی ہے اور ابواب میں اس کی ترتیب دی ہے پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں ان کی پیروی کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے اس کام کو نہیں کیا کیونکہ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام نے علوم شریعت میں ابواب اور کتابوں کی ترتیب کا کوئی بھی اہتمام نہ کیا وہ تو صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے جب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم کو منتشر دیکھا اور اس کے ضائع ہونے کا خوف کیا تو ابواب میں اس کو مدون کردیا۔ (تبییض الصحیفہ: ص:36)

اراکین شوریٰ

علامہ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: اصحاب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے ساتھ مسائل میں مذاکرہ کیا کرتے تھے یہ تھے امام ابویوسف، زفر، داؤد، طائی، اسد بن عمر، عافیۃ الاودی، قاسم بن معن، علی بن مسعر، مندل بن علی اور حبان بن علی اور جب وہ کسی مسئلہ میں بحث و تمحیص شروع کرتے تو اگر عافیہ ان میں شریک نہ ہوتے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ اس مسئلہ میں بحث عافیہ کے آنے تک ختم نہ کرو جب عافیہ آجاتے اور ان کی رائے سے وہ متفق ہوجاتے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: اب اس مسئلہ کو لکھ لو اور اگر عافیہ اتفاق نہ کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: یہ مسئلہ مت لکھو۔ (تاریخ بغداد: جز:12، ص:108)

مناقب کردری میں ہے: جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اسے آپس میں خوب گردش دیتے حتیٰ کہ بالآخر اس کی تہہ تک پہنچ کر اس کو روشن کرلیتے۔ (مناقب کردری: جز:2، ص:3)

کتنے مسائل طے فرمائے؟

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تراسی ہزار 83000 مسائل طے فرمائے ان میں سے اڑتیس ہزار عبادت سے متعلق اور باقی معاملات سے متعلق تھے۔ (ذیل الجواہر: جز:2، ص:472)

وصال پرملال

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحمار متوفی 132ھ کے عہد حکومت میں عراق کے جابر گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے سیاسی طور پر اپنے اقتدار کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے اور عوام کا تعاون حاصل کرنے کے لئے عہدہ قضاء پیش کرنا ضروری سمجھا مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت وقت کے ظلم و جور اور بے اعتدالیوں و بدعنوانیوں کے پیش نظر اس عہدہ کے قبول کرنے سے صاف انکار کردیا۔

چنانچہ عبیداللہ بن عمرو الرقی کا بیان ہے کہ ابن ہبیرہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوفہ کی قضاء کے متعلق گفتگو کی مگر انہوں نے انکار کردیا چنانچہ ابن ہبیرہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک سو دس کوڑے کی سزا تجویز کی کہ روزانہ دس کوڑے سزا دی جائے پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عہدہ کو تسلیم نہ کیا۔ (تاریخ بغداد: جز:13، ص:326)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عہدہ کو قبول نہ کرنے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ میں کس طرح اس عہدہ کو قبول کروں جبکہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا اور میں اس حکم پر مہر تصدیق ثبت کروں گا بخدا میں ہرگز اس عہدہ کو قبول نہ کروں گا۔ (مناقب صدر الائمۃ: جز:2، ص:240)

اور یوں صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا: ابن ہبیرہ کی دنیوی سزا مجھ پر آخرت کے ہتھوڑوں اور گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے بخدا میں یہ عہدہ ہرگز نہیں قبول کروں گا اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالے۔ (مناقب کردری: جز:2، ص:26)

پھر قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند وغیرہ کا ایک وفد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملا اور سب نے حکومت کے عزائم اور ارادوں سے انہیں آگاہ کیا اور حالات کی انتہائی نزاکت سے باخبر کیا اور سب نے ایک زبان ہو کر مخلصانہ انداز میں یوں کہا کہ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیے ہم سب آپ کے بھائی اور ہم خیال ہیں اور سب اس عہدہ کو پسند نہیں کرتے مگر کیا کریں مجبور ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن ہبیرہ اگر مجھے واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم دے تو میں اس پر بھی آمادہ نہیں ہوں۔ (خیرات الحسان: ص:58، مناقب کردری: ج:2، ص:27)

اور مناقب موفق میں سزا دینے کا طریقہ یوں لکھا گیا ہے کہ ہر روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باہر نکالا جاتا اور منادی کرائی جاتی جب لوگ جمع ہو جاتے تو ان کے سامنے انہیں دس کوڑے سزا دی جاتی پھر انہیں گھمایا جاتا اسی طرح بارہ دن سزا دی جاتی رہی اور ایک سو بیس کوڑے لگائے گئے اور بازاروں میں انہیں پھرایا جاتا رہا۔ (مناقب موفق: ج:2، ص:175)

حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: ابوجعفر نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عہدۂ قضاء قبول کرنے کی دعوت دی مگر وہ نہ مانے تو اس نے انہیں قید کر دیا۔ (تاریخ بغدادی: ج:13، ص:328)

اور یہ قضاء بھی معمولی قضاء نہیں بلکہ قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا چنانچہ رقم ہے کہ سارے بلاد اسلامیہ کے قاضی ان کے ماتحت ہوں مگر وہ صاف انکار کر گئے۔ (الخیرات الحسان: ص:61)

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: منصور نے جب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر عہدہ قضاء پیش کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور اس نے تیس کوڑے سزا انہیں دی حتیٰ کہ خون ان کے بدن سے نکل کر ان کی ایڑیوں پر بہتا رہا۔ (ذیل الجواہر: ج:2، ص:492)

امام موفق الدین لکھتے ہیں کہ ابوجعفر نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہدہ قضاء سے انکار کرنے پر انہیں کپڑوں سے بالکل ننگا کر کے تیس کوڑے سزا دی اور خون ان کی ایڑیوں پر بہتا رہا۔ (مناقب صدر الائمہ: ج:1، ص:215)

تاریخ بغدادی میں ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب اسے یاد کرتے تو رو دیتے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سزا کو یاد کر کے ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے تھے کیونکہ ان کو بھی سزا سے سابقہ پڑا تھا۔ (تاریخ بغدادی: ج:13، ص:327)

جیل خانہ میں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رویہ اور طرز عمل اختیار کیا گیا وہ بیان سے باہر ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ان پر کھانے پینے اور قید میں انتہائی تنگی کی گئی۔ (مناقب موفق: ج:2، ص:174)

علامہ کردری لکھتے ہیں: پھر منصور نے یہ حکم دیا کہ ان کو مصلوب کر کے ان کو پیٹا بھی جائے تاکہ زہر بسرعت ان کے اعضاء میں سرایت کر جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (مناقب کردری: ج:2، ص:25)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو زہر دیا گیا جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا چنانچہ رقم ہے:

ایک جماعت یوں روایت کرتی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا تاکہ وہ اسے پئیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: مجھے اس کے اندر جو کچھ ڈالا گیا ہے اس کا علم ہے اور میں اس کو پی کر خودکشی نہیں کر سکتا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو زمین پر لٹا کر زبردستی زہر پلوایا گیا اور اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ (الخیرات الحسان: ص:16)

صدر الائمہ موفق بن احمد مکی متوفی 568ھ لکھتے ہیں: خیزران میں آپ کو دفن کیا گیا اور دفن کے بعد بیس دن تک لوگ آپ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے قبر پر آکر نماز پڑھی اور سب سے آخر میں آپ کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ (مناقب امام اعظم: جز:2، ص:179)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

مسلک حنفی کی برتری

مسلک حنفی میں سب سے زیادہ رعایت پائی جاتی ہے۔ کتاب اللہ کی موافقت، سنت مصطفی ﷺ کی موافقت اور اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب سے زیادہ عنصر اگر کسی مسلک میں پایا جاتا ہے تو وہ فقہ حنفی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک صوفیا کے نزدیک بلند مقام ومرتبہ کا حامل ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استنباط رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی کے تابع ہے اور جس کسی مسئلہ میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حکم بیان فرمایا تو وہ آپ ﷺ کی تلقین اور ارشادات سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ رئیس الصوفیاء حضرت ابو الحسن سیّد علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 465ھ فرماتے ہیں:

میں ایک بار شام میں تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ ﷺ کے مزار کے سرہانے سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں خود کو مکہ مکرمہ میں دیکھا اسی وقت آپ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی کہ آپ ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور ایک معمر بزرگ کو اپنے پہلو میں یوں لے رکھا ہے جیسے بچوں کو شفقت سے لیتے ہیں میں فرط محبت سے دوڑ پڑا اور آپ ﷺ کے پائے اقدس کو چومنے لگا میں سوچ رہا تھا کہ یہ معمر بزرگ کون ہیں آپ ﷺ میرے دل کے اس خیال پر مطلع ہوئے فرمانے لگے: یہ سارے شہر کے لوگوں کا امام ہے یعنی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ اس خواب کو دیکھنے سے میرا یہ خیال قوی ہو گیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان پاک ہستیوں میں سے ہیں جو اوصاف طبع سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی وقائم ہیں کیونکہ ان کے چلانے والے خود آپ ﷺ کی ذات مقدسہ ہیں اور اگر وہ خود چلتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب اور جب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قائد آپ ﷺ ہیں تو فانی الصفت ہوئے اور آپ ﷺ کی صفت بقاء سے قائم ہوئے اور جب آپ ﷺ سے خطا محال ہے تو جو آپ کے چلانے سے چل رہا ہے اور اپنی صفت فنا کر کے آپ کی صفت سے قائم ہے اس سے خطاء ہونا مشکل ہے۔ (کشف المحجوب: ص:216)

آثار السنن کے مصنف کی سوانح عمری

اللہ تعالیٰ جس سے اپنے دین کا کام لینا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ اور قرب عطا فرماتا ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں کوئی ایسا کام کر گزرتا ہے جو ہمیشہ کے لئے باقی جاری وساری رہتا ہے اور اس کے لئے صدقہ جاریہ بنا رہتا ہے کثیر علماء ومتقدمین وعلماء متاخرین ایسے ہیں جو ایسا کام کر گزرے ہیں جن کا تذکرہ خیر آج تک جاری وساری ہے اور انشاء اللہ بروز حشر تک جاری وساری رہے گا ان علماء میں ایک فقہ حنفی کے پایہ کے عالم اور حدیث کی کتاب آثار السنن کے مصنف بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک ایسا کام لیا کہ جب ایک علم حاصل کرنے والا گہرائی کا علم حاصل کر کے آخری سال تک پہنچتا ہے تو وہ اس کتاب کو ضرور پڑھتا ہے اور اس کتاب سے فقہ حنفی پر دلائل اپنے قلوب و اذہان میں ذخیرہ کرتا ہے۔ یقیناً آثار السنن فقہ حنفی کی صحیح روایات کا مجموعہ ہے۔

اسمِ گرامی

محمد

کنیت

ابوالخیر

شہرت

ظہیراحسن

تخلص

شوق نیموی

والد محترم کا نام

آپ کے والد محترم کا نام عارف باللہ شیخ سبحان علی صدیقی۔ یہ بہت پایہ کے بزرگ تھے۔

نیموی کے منسوب ہونے کی وجہ؟ اور گاؤں

نیموی نیمی کی جانب منسوب ہے یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو ہندوستان کے مشہور شہر عظیم آباد سے چار فرسخ کے فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے۔

پیدائش

علامہ نیموی 4 جمادی الاولی 1278ھ کو صوبہ بہار کے نواح میں صالح پور جو کہ ایک گاؤں ہے میں اپنی خالہ کے گھر پر پیدا ہوئے۔

شخصیت

آپ پایہ کے عالم، بردبار، وسیع النظر، عالی مرتبت، وسیع المطالعہ، صدیقی النسب، یکتائے روزگار اور امام العصر کے منصب پر فائز تھے۔ آپ گندمی رنگ، جسم کمزور، میانہ قد اور گھنی داڑھی والے تھے۔

تالیفات

آپ کی مشہور ترین کتاب کا نام آثار السنن ہے آپ اس کتاب کے اندر تمام مباحث یعنی کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ وغیرہ وغیرہ بیان کرنا چاہتے تھے مگر زندگی نے ساتھ نہ دیا جس کی وجہ سے خالق حقیقی کو جا ملے۔ آپ کی کتب کے دیگر نام حسب ذیل ہیں:

1- الحبل المتین فی الاخفاء آمین
2- جلاء العین فی ترک رفع الیدین
3- وسیلۃ العقبیٰ فی احوال المرضیٰ والموتی
4- لامع الانوار
5- اوشحۃ الجید فی بیان التقلید
6- ازاحۃ الاغلاط

7-مثنوی سوز و گداز

شیوخ

آپ کے شیوخ واساتذہ کے نام یہ ہیں:

1-علامہ حافظ محمد عبداللہ غازی پوری

2-مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی

3-علامہ محمد عبدالحئی لکھنوی انصاری

4-مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی

بیعت کا شرف

آپ نے بیعت کا شرف علامہ شاہ فضل الرحمٰن گنج پوری سے حاصل کیا۔

وصال پرملال

آپ کا وصال 17 رمضان المبارک بروز جمعہ 1322ھ کو عظیم آباد میں ہوا پھر آپ کو آبائی گاؤں نیمی میں منتقل کیا گیا اور اگلے ہفتہ کو سپرد خاک کیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْجُزْءُ الْاَوَّلُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ

نَحْمَدُكَ يَامَنْ جَعَلَ صُدُوْرَنَا مِشْكَاةً لِّمَصَابِيْحِ الْاَنْوَارِ . وَ نَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَةِ مَعَانِى الْاٰثَارِ . وَنُصَلِّىْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى حَبِيْبِكَ الْمُجْتَبَى الْمُخْتَارِ وَرَسُوْلِكَ الْمَبْعُوْثِ بِصِحَاحِ الْاَخْبَارِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْاَخْيَارِ وَاَصْحَابِهِ الْكِبَارِ وَمُتَّبِعِيْهِمُ الَّذِيْنَ اخْتَارُوْا سُنَنَ الْهُدٰى وَاسْتَمْسَكُوْا بِاَحَادِيْثِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ .

اَمَّا بَعْدُ !

فَيَقُوْلُ الْخَادِمُ لِلْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ نِ النِّيْمَوِيُّ اِنَّ هٰذِهٖ نُبْذَةٌ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ وَالْاٰثَارِ وَجُمْلَةٌ مِّنَ الرِّوَايَاتِ وَالْاَخْبَارِ اِنْتَخَبْتُهَا مِنَ الصِّحَاحِ وَالسُّنَنِ وَالْمَعَاجِمِ وَالْمَسَانِيْدِ وَعَزَوْتُهَا اِلٰى مَنْ اَخْرَجَهَا وَاَعْرَضْتُ عَنِ الْاِطَالَةِ بِذِكْرِ الْاَسَانِيْدِ وَ بَيَّنْتُ اَحْوَالَ الرِّوَايَاتِ الَّتِىْ لَيْسَتْ فِى الصَّحِيْحَيْنِ بِالطَّرِيْقِ الْحَسَنِ وَسَمَّيْتُ هٰذَا الْكِتَابَ مُسْتَخِيْرًا بِاللّٰهِ تَعَالٰى بِاٰثَارِ السُّنَنِ اَسْاَلُهٗ اَنْ يَّجْعَلَهٗ خَالِصًا لِّوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَوَسِيْلَةً اِلٰى لِقَآءِهٖ فِىْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ .

ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں اے وہ مقدس ذات جس نے ہمارے سینوں کو روشن چراغوں کے واسطے طاق بنا دیا۔ اور ہمارے قلوب کو معانی آثار کی معرفت کے نور سے روشن فرما دیا ہم اس مقدس ذات پر درود و سلام بھیجتے ہیں جو کہ تیرے مجتبیٰ اور مختار محبوب ﷺ ہیں اور تیرے اس مقدس رسول ﷺ پر جنہیں صحیح خبریں دے کر مبعوث فرمایا گیا ہے اور آپ ﷺ کی سب سے بہتر ذریت، کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ایسے متبعین پر جو ہدایت کی راہ اختیار کر چکے اور سید الابرار ﷺ کی احادیث کو مضبوطی سے تھام کر استدلال فرمایا۔

امابعد! نبی کریم ﷺ کی حدیث کا خادم محمد بن علی نیموی کا یہ کہنا ہے کہ یہ احادیث اور آثار کا مختصر سا مجموعہ ہے اور روایات و اخبار کا خزانہ ہے۔ جس کا میں نے صحاح سنن، معاجم اور مسانید سے انتخاب کیا ہے۔ اور ان احادیث کا سہرا ان محدثین کے سر باندھا ہے جو ان احادیث کو بیان کر گئے اور میں نے اسناد اور راویوں کے احوال کے ذکر کو طول دینے سے گریز کیا۔ جو حسن طریقہ کے ساتھ بخاری اور مسلم میں موجود نہیں۔ اور میں نے استخارہ کر کے اس کتاب کو آثار السنن سے موسوم کیا میں رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا گو ہوں وہ اس کتاب کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے قبول فرمالے اور جنات النعیم میں اپنی لقاء کا وسیلہ بنا دے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

طہارت کا بیان

طہارت کا معنیٰ

طہارت کا معنیٰ پاکیزگی ہے۔اور یہ نجاست کی ضد ہے۔

علامہ سیّد محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی متوفی 1225ھ لکھتے ہیں: طہر اور طہارت کا معنیٰ ہے نجاست کی ضد یعنی پاک ہونا۔عورت کے ایام طہر کو اطہار کہتے ہیں۔اور طہر حیض کی نقیض ہے طاہر کا حقیقی معنیٰ ہے جو آدمی نجاست سے آلودہ نہ ہو اور طاہر کا مجازی استعمال اس آدمی کے واسطے ہوتا ہے جو عیوب سے پاک ہو۔(تاج العروس:ج:3،ص:362)

طہارت کی اقسام

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: طہارت کی دو قسمیں ہیں: 1-صغریٰ،2-کبریٰ طہارت صغریٰ وضو ہے اور کبریٰ غسل ہے جن چیزوں سے صرف وضو لازم ہوتا ہے انہیں حدیث صغر کہتے ہیں اور جن سے غسل فرض ہو انہیں حدیث اکبر۔(بہار شریعت:ج:1،ص:282)

طہارت کے مراتب

امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: طہارت کے چار مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ

ظاہر بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست سے پاک کرنا یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ

ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (شراب،زنا،چوری وغیرہ) سے پاک کرنا یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ

دل کو اخلاق مذمومہ (بخل،تکبر،ریاکاری وغیرہ) اور خصال رذیلہ مبغوضہ (گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا یہ عباد صالحین میں سے خواص مومنین کی طہارت ہے۔

چوتھا مرتبہ

باطن قلب کو ماسویٰ اللہ سے پاک کرنا بایں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت

ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسویٰ اللہ سے گزر نہ جائے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ○ (انعام:91)

آپ فرما دیجئے! اللہ (ہی نے کتاب کو اتارا ہے) پھر انہیں ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ رب تعالیٰ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ج (احزاب:4)

اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے لئے اس کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: طہارت نصف ایمان ہے اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم سے پاک نہیں فرمائے گا اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے اسی لئے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے سو یہ ایمان کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کرلے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کر لے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ (احیاء العلوم: ج:2، ص:304 تا 306)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمِيَاهِ

باب: پانیوں کا بیان

یہ باب پانیوں کی اقسام کے بارے میں ہے۔

1-عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِی الْمَآءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لَا يَجْرِیْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کبھی بھی کوئی آدمی کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے جو کہ چلتا ہوا پانی نہ ہو اس کے بعد وہ اس پانی میں غسل کرے گا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 366، سنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1 ص، 25، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 63، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1064، متن عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث: 5، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 63، سنن النسائی: رقم الحدیث: 57، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 15، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1256، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 66، مسند احمد: رقم الحدیث: 7525)

2-وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يُبَالَ فِی الْمَآءِ الرَّاكِدِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کئے جانے سے روکا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 367، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1749، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 337، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 67، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 23، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1250، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 423، مسند احمد: رقم الحدیث: 14668، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 95، مصنف ابن شیبہ: رقم الحدیث: 1508، معرفۃ السنن والآثار: رقم الحدیث: 229)

3-وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے برتن میں کتا پی جائے تو پھر اس کو سات بار دھونا چاہیے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2179، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 358، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1076، سنن النسائی: رقم الحدیث: 63، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 78، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 97، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 167، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 419، متن عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث: 6، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 536)

4-وَعَنْهُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيْلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهٗ . رَوَاهُ مَالِكٌ و آخرون وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ

اور انہی (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! ہم سمندری سفر اختیار کرتے ہیں جبکہ ہم ذرہ سا پانی اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں اگر اس پانی سے وضو کر لیں تو پھر پیاس کی حالت میں رہتے ہیں تو کیا ہم وضو سمندر کے پانی سے کر لیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کا پانی تو پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار تو حلال ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 69، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 83، سنن النسائی: رقم الحدیث: 59، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 386، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1243، سنن دارمی: رقم الحدیث: 735، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 281، مسند الربیع: رقم الحدیث: 161، معرفۃ السنن والآثار: رقم الحدیث: 107)

5-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنُوْبُهٗ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَالْآخَرُوْنَ وَهُوَ حَدِيْثٌ مَعْلُوْلٌ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسے پانی، چوپایوں اور درندوں کے متعلق سوال کیا گیا جو اس پانی کے اوپر دوبارہ دوبارہ آیا کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلے ہو تو پھر وہ نجاست کو اٹھایا نہیں کرتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 517، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 64، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 67، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1، ص: 144، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 261، سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 19، مسند احمد: جز: 2، ص: 27، مستدرک: جز: 1، ص: 133)

6-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أَرْبَعِيْنَ قُلَّةً لَمْ يَنْجُسْ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: جس وقت پانی چالیس قلعوں تک پہنچے تو اس وقت وہ نجس نہیں ہوا کرتا۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 26، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 28، مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث: 818، معرفۃ السنن والآثار: رقم الحدیث: 497، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 1583، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 262، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1535)

7-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَتْ مِنْ جَنَابَةٍ فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَضْلِهٖ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ . رَوَاهُ أَحْمَدُ . وَفِيْ إِسْنَادِهٖ لِيْنٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ازواج النبی ﷺ میں سے کسی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے جنابت والا غسل فرمایا تو ان کے باقی ماندہ پانی سے نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا چنانچہ اس کا انہوں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: یقیناً پانی کو کچھ بھی نجس نہیں کرتا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 448، مستدرک: رقم الحدیث: 565، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11714، الموطا: جز: 1، ص: 83، جامع الاحادیث: جز: 17، ص: 279، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1185، سنن النسائی: رقم الحدیث: 323، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 106، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1242، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 91)

8–وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَھِیَ بِئْرٌ یُطْرَحُ فِیْھَا لُحُوْمُ الْکِلَابِ وَالْحِیَضُ وَالنَّتْنُ فَقَالَ الْمَآءُ طَھُوْرٌ لَّا یُنَجِّسُهٗ شَیْءٌ۔ رَوَاہُ الثَّلَاثَةُ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهٗ اَحْمَدُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِیُّ وَضَعَّفَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ بضاعہ کنویں سے وضو فرمایا کرتے ہیں حالانکہ یہ تو ایسا کنواں ہے جس کے اندر کتوں والے گوشت، حیض والے خون سے بھرے کپڑے اور دیگر بدبو رکھنے والی اشیاء کو پھینکا جاتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی تو پاک کرنے والا ہے کوئی شے بھی اس کو نجس نہیں کرتی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 409، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 41897، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 60، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 61، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 62، سنن النسائی: رقم الحدیث: 324، مسند احمد: رقم الحدیث: 11818، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 95، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1513، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 77)

9–وَعَنْ عَطَآءٍ اَنَّ حَبَشِیًّا وَّقَعَ فِیْ زَمْزَمَ فَمَاتَ فَاَمَرَ ابْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَنُزِحَ مَآؤُھَا فَجَعَلَ الْمَآءُ لَا یَنْقَطِعُ فَنُظِرَ فَاِذَا عَیْنٌ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ حَسْبُکُمْ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

عطاء سے روایت ہے کہ ایک حبشی آدمی زمزم والے کنویں میں گر کر مر گیا اس پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حکم فرمایا تو اس کا پانی نکال دیا گیا نکالنے میں پانی ختم ہی نہیں ہو رہا تھا پس نظر کی گئی کہ وہاں تو چشمہ چالو ہے۔ حجر اسود والی سائیڈ پر (یہ دیکھ کر) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم کو کافی ہے۔ (مسند احمد: جز: 3، ص: 15، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 67، سنن النسائی: رقم الحدیث: 325، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 66، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 405، سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 405، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 31، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1733)

10–وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ اَنَّ زَنْجِیًّا وَّقَعَ فِیْ زَمْزَمَ یَعْنِیْ فَمَاتَ فَاَمَرَ بِهٖ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَاُخْرِجَ وَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُنْزَحَ قَالَ فَغَلَبَتْھُمْ عَیْنٌ جَآءَتْھُمْ مِنَ الرُّکْنِ فَاَمَرَ بِھَا فَدُسَّتْ بِالْقَبَاطِیِّ وَالْمَطَارِفِ حَتّٰی نَزَحُوْھَا فَلَمَّا نَزَحُوْھَا انْفَجَرَتْ عَلَیْھِمْ۔ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ۔

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ایک حبشی آدمی زمزم کنویں میں گر پڑا یعنی گرتے ہی مر گیا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حکم ارشاد فرمایا تو اس کا پانی نکال لیا گیا پس کنویں کے پانی کو نکالنے کے متعلق حکم ارشاد فرمایا۔ راوی نے فرمایا: ان کے اوپر اس چشمہ کا غلبہ پڑ گیا جو حجر اسود کی طرف سے آ رہا تھا پس اس چشمہ کے متعلق حکم فرمایا تو سوتی اور منقوش چادروں کو دھنسا

ڈالا گیا حتیٰ کہ کنویں کے پانی کو نکال دیا۔ تو جس وقت کنویں کے پانی کو نکال دیا تو اس وقت پانی ان کے اوپر کثیر آپڑا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1183، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 68، آثار السنن: رقم الحدیث: 10)

11- وَعَنْ مَيْسَرَةَ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِي بِئْرٍ وَقَعَتْ فِيْهَا فَارَةٌ فَمَاتَتْ قَالَ يُنْزَحُ مَاؤُهَا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِي الْبَابِ اٰثَارٌ عَنِ التَّابِعِيْنَ ۔

میسرہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چوہے کے گر جانے والے کنویں کے متعلق ارشاد فرمایا: اس کے سارے پانی کو نکال دیا جائے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1189، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 33، آثار السنن: رقم الحدیث: 11)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر اور یہ کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی تو اس ممانعت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے فرمایا ہے کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بیئر بضاعہ والی حدیث ہے اور یہ دونوں احادیث احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں احادیث ہمارے مذہب کے خلاف ہیں رہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اسے صحیح فرمایا ہے مگر وہ متناً وسنداً مضطرب ہے اور قلة فی نفسه مجهولة المقدار ہے اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے اور رہی بیئر بضاعہ کی حدیث تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری تھا اگر وہ یہ کہیں کہ تمہاری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص ہے اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے بلکہ تمہارے واسطے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے کیونکہ تم کثیر پانی اسے کہتے ہو جو دہ دردہ سے زائد ہو اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حدیث سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر ہے یہ حدیث عام ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے ''پانچ ہے'' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے بہ شرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالف نہ ہو اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے کیونکہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ فتویٰ دیا کہ کنویں کا سارا پانی نکال دیا جائے حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنویں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا اور اس فتویٰ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے انکار نہ کیا اس لئے یہ اجماع ہو گیا اور خبر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور ان کا قول حجت ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی اصحاب نے دلائل سمعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے جمع شدہ پانی کے بارے میں یہ حدیث عام ہے اور اس میں سب

کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے اس لئے پانی سے مراد وہ بیئر تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی یا اس کی تخصیص قلتین سے ہوگی۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔(شرح عینی: جز: 3، ص: 168 تا 169)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: اگر پانی جاری ہو یا دہ دردہ ہو تو اس پانی میں نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہ ہوگا اور طہور ہی رہے گا۔ عامۃ المشائخ کا یہی قول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ ابواللیث نے کہا ہے اور شرح الوقایہ میں مذکور ہے کہ ہم نے دہ دردہ کا اعتبار اس لئے کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کنواں کھودا اس کی حریم چالیس ہاتھ ہے پس ہر جانب سے اس کی حریم دس ہاتھ ہوگی اور کوئی دوسرا آدمی کنواں کھودے تو وہ اس کے چاروں طرف سے دس ہاتھ چھوڑ کر دوسرا کنواں کھودے گا اور اسی حدیث سے دہ دردہ کی مقدار کا تعین کیا گیا ہے۔(شرح النقایہ: جز: 1، ص: 44)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ حدیث قلتین پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث کو حفاظ کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے ان میں حافظ ابن عبدالبر ہیں۔ قاضی اسماعیل بن اسحاق ہیں اور ابوبکر بن العربی ہیں اور مالکی علماء ہیں۔ امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ امام غزالی اور الرویانی نے اسے ترک کر دیا حالانکہ وہ امام شافعی کی بہت زیادہ اتباع کرتے ہیں اور امام بخاری کے استاذ علی بن المدینی نے کہا: قلتین کی حدیث ثابت نہیں ہے اس لئے کہ جب زمزم کے کنویں میں ایک حبشی گر کر مر گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ حکم دیا کہ زمزم کا تمام پانی نکالا جائے اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو وہ اس سے استدلال کرتے اور باقی صحابہ کرام اور تابعین عظام اس سے استدلال کرتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث شاذ ہے اور کسی مخصوص حادثہ کے متعلق ہے اور اس حدیث کو اس حدیث کی طرح رد کر دیا جائے گا جس طرح آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے پینے سے وضو ٹوٹنے کی حدیث کو رد کر دیا گیا ہے۔ پھر امام ابوداؤد نے بھی قلتین کی حدیث کو رد کر دیا ہے کیونکہ اس حدیث کی سند اور متن مضطرب ہے۔ ایک روایت میں ہے اس پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔ ایک روایت میں ہے وہ پانی حامل نجاست نہیں ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ایک روایت میں ہے جب پانی دو قلہ یا تین قلہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب پانی چالیس قلہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ حامل خبث نہیں ہوتا اور اس حدیث کو امام دارقطنی نے ضعیف کہا ہے اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ایک جماعت نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ جب پانی چالیس قلہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا اور ایک روایت میں ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ پانی حامل خبث نہیں ہے اور امام دارقطنی نے کہا: متعدد لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے چالیس ڈول کو روایت کیا ہے اور بعض نے چالیس دف، چھلنی کو روایت کیا ہے اور یہ اضطراب ضعف کو واجب کرتا ہے اس لفظی اضطراب کے علاوہ اس کے معنی میں بھی اضطراب ہے کیونکہ وہ پانی حامل خبث نہیں ہے اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہ پانی نجاست کو اٹھانے یا برداشت کرنے سے ضعیف ہے اس لئے پانی نجس ہو جائے گا نیز قلہ کا لفظ ان معنوں میں مشترک ہے۔

گھڑا، مشک اور پہاڑ کی چوٹی۔ نیز ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ حدیث جب پانی دوقلہ کی مقدار ہو تو وہ حامل خبث نہیں ہے منقطع ہے کیونکہ اس کی سند مجہول ہے اور امام ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی جب پانی کی مقدار قلال ہجر سے دوقلہ ہو تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی اور اس کی مقدار دو فرق بیان کی گئی ہے اور ایک فرق آٹھ کلوگرام ہے اور ابن جریج نے کہا: قلال ہجر نو مشک کے برابر ہیں یا ڈھائی مشک کے برابر ہیں یہ اس کا خلاصہ ہے جس کو امام ابن ہمام نے ذکر کیا ہے۔ (شرح العنایہ: ج:1، ص:46)

طہور کا معنیٰ

طہور اس پانی کو کہا جاتا ہے جو فی نفسہ پاک ہو اور نجس اشیاء کو پاک کرنے والا ہو۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ طہور اس پانی کو کہا جاتا ہے جس سے طہارت کا عمل بار بار حاصل ہو جس طرح صبور اس آدمی کو کہتے ہیں جو بار بار صبر کرے اور شکور اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو بار بار شکر کرے اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے حتیٰ کہ ان کے نزدیک جس پانی سے ایک بار وضو کر لیا گیا ہو اس پانی سے بھی وضو کرنا جائز ہے اور جمہور کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہے وہ اگرچہ فی نفسہ پاک ہے مگر اس سے پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

کھڑے یا جاری پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

حدیث مبارکہ میں کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے روکا گیا ہے اس ممانعت سے مراد ماء قلیل ہے ماء کثیر بہنے والے پانی کا حکم رکھتا ہے۔ جو پیشاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا بعض علماء نے ماء کثیر میں بھی پیشاب کرنے سے روکا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بڑے حوض میں ایسی نجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے جیسے شراب، پیشاب تو اس کی ہر جانب سے وضو جائز ہے اور اگر دیکھنے میں آتی ہے جیسے پاخان یا کوئی مرا ہوا جانور تو جس طرف وہ نجاست ہو اس طرف وضو نہ کرنا بہتر ہے دوسری طرف وضو کرلے۔ (درمختار ورد المحتار: ج:1، ص:375)

کتے کے جوٹھے پانی کے متعلق مذاہب اربعہ

کتے کے جوٹھے پانی اور برتن کو پاک کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جس برتن کے اندر کتا منہ ڈال دے تو وہ نجس ہو جاتا ہے اور اسے سات بار دھونا واجب ہے۔ (شرح للنووی: ج:1، ص:137)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: کتے اور خنزیر کے جوٹھے برتن کے بارے میں بالاتفاق مذہب یہ ہے کہ اسے سات بار دھونا واجب ہے ان میں سے پہلی مٹی سے دھویا جائے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک یہ روایت ہے کہ اسے آٹھ بار دھونا واجب ہے اور ہر بار مٹی سے دھویا جائے مگر پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

(شرح لابن قدامہ: ج:1، ص:46)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے فرمایا: ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طاہر العین ہے اور اس کے جوٹھے برتن کو دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عبدالملک اور سحون نے یہ کہا کہ کتا نجس ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ فرمایا: اس کے جوٹھے برتن کو سات بار دھونا متعین نہیں ہے بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے۔ قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سحون نے کہا ہے کہ کتا نجس العین ہے۔ (شرح لابی مالکی: ج:2، ص:58)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: فقہاء احناف کے نزدیک کتے کے جوٹھے برتن کو سات بار دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے کتے کے جوٹھے برتن کو سات بار دھونے کی روایت کی ہے انہی سے کتے کے جوٹھے برتن کو تین بار دھونے کی قولاً اور فعلاً روایت ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1- امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو پھر اس برتن کو تین بار دھو ڈالو۔

شیخ تقی الدین نے ''امام'' میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

2- امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو اور اس کو تین بار دھوؤ۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کتے کے جوٹھے برتن کو تین بار دھونے کا حکم فرما دیتے تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات بار دھونے کی روایت منسوخ ہوگئی کیونکہ سات بار دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور راوی جب کسی روایت کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے کیونکہ صحابی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم کو سنے اور اس کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے اس سے ان کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ سات بار دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔ (شرح العینی: ج:3، ص:41)

میتہ کا معنیٰ اور مذاہب اربعہ

جو جانور طبعی موت مر جائے نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ شکار کیا گیا ہو اسے (میتہ) مردار کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں جو جانور بغیر ذبح کے مر جائے اسے میتہ کہتے ہیں اس کو شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں زہریلے مادے پیدا ہو جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کر لیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور خون کے ساتھ زہریلے اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں علاوہ ازیں طبائع سلیمہ مردار جانور کا گوشت

کھانے سے متنفر ہوتی ہے سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی لہٰذا مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے۔ مردار جانور حرام ہے مگر اس کے عموم سے بالاتفاق مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں۔ امام ابن ماجہ 273ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے لئے دو مردار حلال کیے گئے ہیں: مچھلی اور ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3218)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام قسم کے سمندر کے جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت جو کہ حدیث نمبر چار (4) ہے۔

سمندری جانوروں کے متعلق مذاہب اربعہ

سمندری جانور کی حلت اور حرمت کے بارے میں مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سارے اقسام کے سمندری جانور حلال ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے: "**احل لکم صید البحر و طعامه**" تمہارے لئے سمندر کا شکار اور طعام حلال کیا گیا ہے۔ البتہ سمندری خنزیر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توقف اختیار فرمایا ہے۔ مدونہ کی کتاب العید میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم اسے خنزیر کہتے ہو اور ایک قول یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے توقف نہیں کیا بلکہ اسے خنزیر کہنے سے انکار کیا ہے سمندر کے جو جانور خشکی میں بھی رہتے ہیں جیسے مینڈک، کچھوا اور کیکڑا ان میں اختلاف ہے مدونہ میں لکھا ہے کہ یہ بغیر ذبح کے حلال ہیں اور ان کا مردار حلال ہے اور ابن نافع اور باجی نے محمد بن دینار سے یہ روایت کیا ہے کہ انہیں بغیر ذبح کے کھانا جائز نہیں ہے اور ان کا مردار کھانا جائز نہیں ہے اور ابن قاسم نے یہ فرق کیا ہے کہ جن جانوروں کے رہنے کی اصل جگہ پانی ہے وہ اگر خشکی میں ہوں تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جن کے رہنے کی اصل جگہ خشکی ہے وہ اگر پانی میں ہوں تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ ابن رشد نے کہا: یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تفسیر ہے اور جو جانور بغیر کسی خارجی سبب کے پانی میں مر کر سطح آب پر آ جائے تو وہ حلال ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (شرح لابی مالکی: ج: 5: ص: 278)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: سمندر کے تمام جانور حلال ہیں خواہ وہ طبعی موت سے مرے ہوں یا ان کو شکار کیا جائے اور مچھلی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ہمارے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مینڈک حرام ہے کیونکہ حدیث میں اسے قتل کرنے کی ممانعت ہے اور مینڈک کے علاوہ باقی جانوروں کے متعلق تین قول ہیں:

1- تمام سمندری جانور حلال ہیں یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ 2- حلال نہیں ہیں۔

3- جب جانور کی نظیر خشکی میں حلال ہے وہ سمندر میں بھی حلال ہے اس قول کی بناء پر سمندری گھوڑے، ہرن، بکریاں کھائی جائیں گی اور سمندری کتا، خنزیر اور گدھا نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ سمندر کے تمام جانور حلال ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ مچھلی کے سوا کوئی اور جانور حلال نہیں ہے۔

جو مچھلی سمندر میں کسی خارجی سبب کے بغیر مر جائے وہ ہمارے مذہب میں حلال ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، عطاء، مکحول، نخعی، امام مالک، امام احمد، ابوثور، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء اسلام کا بھی یہی مؤقف ہے اس کے برخلاف حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن زید، طاؤس اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ مچھلی حلال نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "احل لکم صید البحر و طعامه" سمندر میں شکار کرنا اور اس کا طعام تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سمندر کا شکار وہ ہے جسے تم شکار کرتے ہو اور سمندر کا طعام وہ ہے جسے سمندر پھینک دیتا ہے اور اسی حدیث سے بھی فقہاء شافعیہ نے استدلال کیا ہے۔ سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے یہ حدیث صحیح ہے اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس چیز کو سمندر پھینک دے وہ یا جس چیز سے سمندر ہٹ جائے اسے کھالو اور جو چیز سمندر میں مر کر سطح آب پر ابھر آئے اسے مت کھاؤ۔ پس یہ حدیث ائمہ حدیث کے اتفاق سے ضعیف ہے اس حدیث سے استدلال جائز نہیں ہے جبکہ یہ قرآن مجید اور حدیث کے معارض بھی ہے۔ (شرح للنواوی: ج:2: ص:148)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہیں جیسے سمندری پرندے، کچھوا اور پانی کا کتا ہاں جس جانور میں خون نہ ہو وہ بغیر ذبح کے بھی حلال ہے جیسے کیکڑا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: کیکڑے کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ذبح سے مقصود خون نکالنا ہوتا ہے اور جس میں خون نہیں ہے اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور باقی پانی کے جانوروں کو ذبح کرنا ضروری ہے اور ایک قوم نے کہا: ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمندر پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا حلال ہے اس لئے مچھلی اور کیکڑا وغیرہ بغیر ذبح کے حلال ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر کے تمام جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کردیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کردیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو حیوان خشکی میں رہتا ہے اس کا بہنے والا خون ہوتا ہے اس لئے وہ پرندوں کی طرح بغیر ذبح کے حلال نہیں ہوتا اور جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ خشکی میں نہ رہنے والے سمندری جانوروں پر محمول ہیں جو سمندری جانور صرف پانی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی اور اس کی مثل وہ بغیر ذبح کے حلال ہیں اور ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے رہے دو مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ اور ان کے اصحاب نے ساحل سمندر پر عنبر نام کا ایک جانور مرا ہوا دیکھا وہ ایک ماہ تک اس کا گوشت کھاتے رہے اور اس کا تیل لگاتے رہے حتیٰ کہ خوب فربہ ہوگئے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے کیا تمہارے پاس اس میں سے ہمارے کھلانے کے لئے کچھ ہے ہماری دلیل قرآن مجید کی

آیت کا عموم ہے (یعنی تمہارے لئے سمندر کا شکار اور طعام مباح کر دیا گیا ہے) اسی طرح حدیث میں بھی عموم ہے (یعنی سمندر میں مرا ہوا حلال ہے) عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سمندری کتے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے۔ ابو عبداللہ نے کہا: ہم سمندری کتے کو ذبح کریں گے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کے پیٹ میں پائی جائے تو وہ بھی حلال ہے جیسے سمندر میں مری ہوئی مچھلی اگر سطح آب پر آ جائے تو حلال ہے۔ (شرح لابن قدامہ: ج:9،ص:339)

حنفیہ کا مذہب

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کو کھانا جائز ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سمندر کے تمام جانور مباح ہیں ان کے قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے مچھلی اور ٹڈی کا استثناء کیا گیا ہے اور حضرت عبدالرحمان بن عثمان کا بیان ہے کہ ایک طبیب نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک دواء کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ اس دواء میں مینڈک ڈالا جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے مینڈک کو قتل کرنے سے روکا ہے اور جب حدیث سے مینڈک کی تحریم ثابت ہوگئی تو مچھلی کے سوا پانی کے باقی جانوروں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ ہمارے علم میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو مینڈک اور باقی دریائی جانوروں میں فرق کرتا ہو۔ (تفسیر جصاص: ج:2،ص:479)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: مچھلی کے سوا باقی دریائی جانور خبیث ہیں اور قرآن مجید میں ہے: "یحرم علیھم الخبائث" نبی کریم ﷺ خبیث چیزوں کو تم پر حرام کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانور خبیث ہیں۔ (ہدایہ اخیرین: ص:442)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ عنبر نامی مچھلی کے جواب کے متعلق لکھتے ہیں: اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ انہوں نے اسے حالت اضطرار میں کھایا تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ "یحرم علیھم الخبائث" کے نازل ہونے سے قبل کا ہے اور جب یہ آیت نازل ہوگئی تو خبیث جانور حرام ہو گئے اور مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانور خبیث ہیں اسی لئے وہ عنبر نامی جانور بھی خبیث ہے اور حرام ہے۔ (المبسوط: ج:11،ص:249)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے فرمایا: حرمت علیکم المیتۃ تم پر مردار حرام کیا گیا ہے۔ اور جو مچھلی کسی خارجی سبب (مثلاً شکار) سے مری ہو یا جو مچھلی سمندر کے باہر پھینکنے سے مر گئی ہو اس آیت کے عموم سے بالاتفاق خاص کر لی گئی ہے اور جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر ابھر آئی ہو وہ مختلف فیہ ہے اور جو مختلف فیہ ہو اس کو اس آیت کے عموم سے خاص نہیں کیا جا سکتا لہٰذا وہ اس عموم میں شامل رہ کر بدستور حرام رہے گی اور یہ نہایت قوی دلیل ہے۔

(شرح العینی: ج:21،ص:105)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ النَّجَاسَاتِ

نجاستوں کا بیان

بَابُ سُؤْرِ الْهِرِّ

باب: بلی کے جوٹھے کا بیان

یہ باب بلی کے جوٹھے کے حکم میں ہے۔

12-عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَّكَانَتْ عِنْدَ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَسَكَبْتُ لَهٗ وَضُوْءًا قَالَتْ فَجَآئَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ فَاَصْغٰى لَهَا الْاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَآنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَا بِنْتَ اَخِيْ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ. رواه الخمسة وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ.

کبشہ بنت کعب بن مالک رضی اللہ عنہا کا بیان ہے جبکہ وہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کے عقد میں تھیں کہ ان کے پاس حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تشریف لے کر آئے تو میں ان کے واسطے وضو کے برتن میں پانی ڈالنے لگی کہ اتنے میں ایک بلی آئی تو انہوں نے اس بلی کے واسطے برتن کو جھکا دیا حتیٰ کہ اس بلی نے پانی کو پی لیا۔ مجھے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کو میں دیکھی جا رہی ہوں تو انہوں نے فرمایا: اے بھتیجی! کیا تم متعجب ہو رہی ہو۔ میں کہنے لگی: ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلی نجس نہیں ہے یہ تو ایسے جانوروں میں سے ہے جو تمہارے پاس آیا جایا کرتے ہیں۔ یا چکر لگانے والیوں میں سے ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 399، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 63، مستدرک: رقم الحدیث: 567، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 68، سنن النسائی: رقم الحدیث: 68، سنن للبیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1092، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 155، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 226، سنن الدارمی: رقم الحدیث: 736، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 45)

13-وَعَنْ دَاوٗدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارٍ التَّمَّارِ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ اِلٰى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّيْ فَاَشَارَتْ اِلَيَّ اَنْ ضَعِيْهَا فَجَآءَتْ هِرَّةٌ فَاَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ اَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ

عَلَيْكُمْ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

داؤد بن صالح بن دینار تمار اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان کی مالکن نے ہریرہ دے بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہا (کے پاس جب آئیں) تو انہوں نے نماز ادا فرماتے ہوئے پایا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے رکھ دینے کا اشارہ فرمایا۔ اچانک بلی نے آکر اس میں سے تھوڑا کھالیا چنانچہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہا نے فراغت پائی تو ادھر ہی سے تناول فرمانے لگ گئیں جدھر سے بلی نے کھالیا تھا پس فرمانے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ نجس نہیں ہے یہ تو تم لوگوں کے پاس آنے جانے والوں میں سے ہے اور یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ملاحظہ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باقی ماندہ پانی سے وضوفرمالیا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1 ص:299، سنن الصغیر للبیہقی: جز:1 ص: 148، جامع الاحادیث: جز:10 ص:106، جامع الاصول: جز:7 ص:102، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:1099، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث:2659، مسند ابی اسحاق بن راہویہ: رقم الحدیث:1003، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث:2221)

14- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُغْسَلُ الْاِنَآءُ اِذَا وَلَغَ فِیْهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُوْلَاهُنَّ اَوْ اُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ وَاِذَا وَلَغَتْ فِیْهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً ۔ رواه التِرْمَذِیُّ و صححه ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا: برتن کو سات دفعہ دھویا جائے جب اس کے اندر کتا منہ مارلے اور جس وقت اس کے اندر بلی مارے تو پھر صرف ایک بار دھویا جائے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:363، صحیح مسلم: رقم الحدیث:279، سنن النسائی: رقم الحدیث:636، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:65، مؤطا: جز:1 ص:34، شرح السنۃ: رقم الحدیث:288، مسند احمد: رقم الحدیث:9929، مسند ابی عوانہ: جز:1 ص:207)

15- وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُهُوْرُ الْاِنَآءِ اِذَا وَلَغَ فِیْهِ الْهِرُّ اَنْ یُّغْسَلَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِیُّ هٰذَا صَحِیْحٌ ۔

انہی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب برتن میں بلی منہ مار جائے تو اس کا پاک کرنا یہ ہے کہ اس برتن کو ایک یا دو بار دھویا جائے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث:1008، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 573، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:1008، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:1103، سنن دارقطنی: جز:1 ص:238، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث:2649، شرح معانی الآثار: جز:1 ص:19)

16- وَعَنْهُ قَالَ اِذَا وَلَغَ الْهِرُّ فِی الْاِنَآءِ فَاَهْرِقْهُ وَاغْسِلْهُ مَرَّةً ۔ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَالْمَوْقُوْفُ اَصَحُّ فِی الْبَابِ ۔

انہی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ فرمایا: جس وقت برتن کے اندر بلی منہ مار جائے تو ایسے پانی کو گرا دو اور ایسے برتن کو ایک بار دھولو۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث:206، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:207، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:65، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:1104، مسند الصحابۃ: جز:1 ص:129، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:2 ص:62)

مذاہب فقہاء

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جوٹھا بلا کراہت پاک ہے طرفین کے نزدیک مع الکراہت پاک ہے اور راجح قول کے مطابق کراہت تنزیہی ہے۔

علامہ شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ (عالمگیری: جز: 1 ص: 24)

اور مزید فرمایا کہ بلی نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں منہ ڈال دیا تو ناپاک ہو گیا اور اگر زبان سے منہ چاٹ لیا کہ خون کا اثر جاتا رہا تو ناپاک نہیں۔ (عالمگیری: جز: 1 ص: 24)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ سُوْرِ الْكَلْبِ

باب: کتے کے جوٹھے کا بیان

17- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُهُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَّغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُوْلَاهُنَّ بِالتُّرَابِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کسی ایک کے برتن میں کتا منہ ڈالے پانی پی جائے تو اس کو سات بار دھولے اور پہلی بار مٹی کے ساتھ دھوئے۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 288، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 279، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 65، سنن النسائی: رقم الحدیث: 636، مسند احمد: رقم الحدیث: 9929، موطا امام مالک: ج: 1 ص: 34، مسند ابی عوانہ: ج: 1 ص: 207، سنن البیہقی: ج: 1 ص: 240، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 569)

18- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِيْ كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَّعَفِّرُوْهُ الثَّامِنَةَ بِا التُّرَابِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار دینے کا حکم ارشاد فرمایا پھر ارشاد فرمایا: لوگوں کا کتوں سے کیا واسطہ ہے۔ پھر شکاری کتے اور بھیڑ بکریوں کے کتوں کے متعلق رخصت عنایت فرما دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کتا برتن میں منہ مار جائے تو اس وقت سات بار دھوؤ اور آٹھویں دفعہ مٹی کے ساتھ مانجھ لو۔

(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1 ص: 398، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5073، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 10 ص: 238، سنن ابو داؤد: ج: 1 ص: 105، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 359، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1083، سنن دار قطنی: ج: 1 ص: 222، سنن دارمی: رقم الحدیث: 737)

19-وَعَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِی الْاِنَاءِ اَهْرَاقَهُ وَغَسَلَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کتا برتن میں منہ مار جاتا تو آپ اس کو بہا ڈالتے اور اس برتن کو تین بار دھولیا کرتے ۔(سنن دار قطنی: رقم الحدیث:202،سنن دار قطنی: رقم الحدیث:203)

20-وَعَنْهُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِی الْاِنَاءِ فَاَهْرِقْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ ۔ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کتا برتن کے اندر منہ مار جائے تو پھر تم اسے بہا ڈالو پھر اس برتن کو تین بار دھو ڈالو۔(سن دار قطنی: رقم الحدیث:193،شرح معانی الآثار:جز:1،ص:24)

21-وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قَالَ لِیْ عَطَاءٌ يُغْسَلُ الْاِنَاءُ الَّذِیْ وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْهِ قَالَ كُلُّ ذٰلِكَ سَبْعًا وَّخَمْسًا وَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ فِیْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

ابن جریج کا بیان ہے کہ مجھے عطاء نے بیان فرمایا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ مار جائے تو ایسے برتن کو پھر دھویا جائے فرمایا: یہ دھونا سات، پانچ یا تین بار ہوگا۔

کتے کے جوٹھے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال قرطبی مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جب پانی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔ زہری، امام مالک اور امام اوزاعی کا قول یہ ہے کہ یہ پانی طاہر ہے اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے جب اس کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے اور سفیان ثوری، ابن الماجشون اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ابن مسلمہ نے یہ کہا ہے کہ اس پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے انہوں نے اس پانی کو مشکوک قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، لیث، امام شافعی اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ پانی نجس ہے۔ ابن القصار مالکی نے کہا کہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس کے جوٹھے برتن کو سات بار دھونے کا حکم دیا ہے اور اگر اس میں نجاست ہوتی تو آپ اسے ایک بار دھونے کا حکم دیتے کیونکہ نجاست کو دھونے میں عبادت یہ ہے کہ اس کو زائل کیا جائے نہ یہ کہ اس کو کئی بار دھویا جاتا ہے حالانکہ غرض ایک بار دھونے سے پوری ہو جاتی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب کتا کھانے میں منہ ڈال دے تو وہ کھانا کھایا جائے گا اور حدیث پر عمل کرنے کے لئے اس برتن کو سات بار دھویا جائے گا اور ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ کتوں کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ شریعت میں یہ ثابت ہے کہ طاہر وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے کو بغیر کسی ضرورت کے ہمارے لئے مباح کر دیا گیا ہو جبکہ اس سے نفع نہ اٹھانا بھی ہماری قدرت میں ہو اور نجس وہ چیز ہے جس سے نفع اٹھانے سے ہمیں منع کر دیا گیا ہو جبکہ اس سے نفع اٹھانا ہماری قدرت میں ہو اور اس پر دلائل قائم ہیں کہ بغیر کسی ضرورت کے کتوں سے نفع اٹھانا جائز ہے جیسے شکاری کتے ہیں اور کھیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہیں اور کتے کے جوٹھے برتن کو سات بار دھونے کا حکم تغلیظاً ہے کیونکہ مہمانوں اور گزرنے والوں کے خوف کی وجہ سے انہیں کتوں کو رکھنے سے

منع کیا گیا تھا۔(شرح ابن بطال: جز:1،ص:275تا276)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: کتے نجس ہیں کیونکہ طہارت یا تو حدث سے حاصل ہوتی ہے یا نجس سے یہاں پر حدث تو ہے نہیں اس لئے یہ متعین ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن نجس ہو جائے گا اسی لئے اسے سات بار دھونے کا حکم دیا ہے کیونکہ کتا جب پانی کے برتن میں منہ ڈالے گا تو اس کا لعاب اس برتن میں لگے گا اور لعاب اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت بھی نجس ہے اور اس کا جوٹھا بھی نجس ہے۔(شرح العینی: جز:3،ص:57)

گھر اور کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

گھر اور کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے کے متعلق مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: گھروں کی چوکیداری کے لئے کتوں کو رکھنے میں اختلاف ہے سو کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی جائز کہا گیا ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے میں اس پر دلیل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی قوت منفعت کی وجہ سے اس پر متنبہ کیا ہے کہ ہر جس چیز میں کتا رکھنے سے فائدہ ہو اس میں کتا رکھنا جائز ہے اور جہاں کتا رکھنے سے کوئی منفعت نہ ہو وہاں ناجائز ہے۔(شرح لابی مالکی: جز:4،ص:253)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: آیا گھروں اور محلوں کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا جائز ہے اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ناجائز ہے کیونکہ احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ کھیت، شکار اور جانوروں کے علاوہ کتا رکھنا منع ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے کو تین صورتوں میں کتا رکھنے پر قیاس کیا ہے کیونکہ علت مشترک ہے اور وہ ہے ضرورت۔(شرح للنواوی: جز:2،ص:20)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ محلّہ کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا جائز ہے اور اس کی وجہ اشتراک علت کی بناء پر حدیث میں مذکور تین صورتوں پر قیاس ہے جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔(شرح لابن حجر عسقلانی: جز:5،ص:7)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا حدیث مبارکہ کی ممانعت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور اباحت کا بھی احتمال ہے۔ فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ گھر کی حفاظت بھی حدیث میں مذکور تین چیزوں کے حکم میں ہے سوا س پر قیاس کیا جائے گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی اور چیز کو ان تین چیزوں پر قیاس کرنا اس چیز کی اباحت کو مستلزم ہے جسے حدیث نے حرام کیا ہے۔(شرح لابن قدامہ: جز:4،ص:173)

حنفیہ کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: شکار کے لئے مویشیوں، گھروں اور کھیتوں کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا بالاجماع جائز ہے مگر گھر کے اندر کتا نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں اور دشمنوں کا خوف ہو تو پھر جائز ہے۔ (فتح القدیر: جز: 6، ص: 346)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اجناس میں ہے کتا نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں وغیرہ کا خوف ہو تو پھر جائز ہے۔ (عالمگیری: جز: 5، ص: 361)

کتوں کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی وشتانی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا یہ موقف ہے کہ جن کتوں کا حدیث میں استثناء ہے ان کے سوا سارے کتوں کو قتل کرنا جائز ہے اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ سیاہ کتے کے سوا باقی تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح لابی مالکی وشتانی: جز: 4، ص: 252)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: کاٹنے والے کتے کو قتل کرنے پر اجماع ہو چکا ہے اور جو کتے بے ضرر ہیں ان میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں: اولاً شارع علیہ السلام نے ہر قسم کے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا اور سیاہ شریر کتے کے سوا باقی کتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ سنن الترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کتے امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا۔ حسن اور ابراہیم سیاہ شریر کتے کے شکار کو بھی مکروہ کہتے تھے۔ امام احمد بن حنبل اور بعض شافعیہ کا بھی یہی موقف ہے وہ کہتے ہیں کہ جب سیاہ کتے شکار کریں تو وہ حلال نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سیاہ شکاری کتے کا اشتعار کیا ہوا بھی حلال ہے۔ (شرح العینی: ص: 202)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ نَجَاسَةِ الْمَنِيِّ

منی کا نجس ہونا

یہ باب منی کے نجس ہونے کے حکم میں ہے۔

22—عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَاءِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کپڑے پر لگ جانے والی منی کے متعلق دریافت کیا تو

انہوں نے فرمایا: میں اس کو رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے دھو دیا کرتی تھی اس کے بعد آپ ﷺ نماز کے واسطے باہر تشریف لے جاتے جبکہ آپ ﷺ کے کپڑوں میں دھونے کا اثر ابھی پانی کی صورت میں بچا رہتا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 117، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 373، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 267، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 289، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 536، مسند احمد: رقم الحدیث: 24207، مسند اسحاق بن راھویہ: رقم الحدیث: 1134، سنن البیہقی: ج: 2: ص: 419)

23- وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَدْنَيْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ اَفْرَغَ بِهٖ عَلٰى فَرْجِهٖ وَغَسَلَهُ بِشِمَالِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْاَرْضَ فَدَلَكَهَا دَلْكًا شَدِيْدًا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ كَفِّهٖ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى عَنْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ۔ اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ ۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے پانی کو غسل جنابت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے قریب کیا پس آپ ﷺ نے اپنے دونوں دست اقدس دو یا تین بار دھوئے پھر اپنے دست اقدس کو برتن کے اندر داخل فرمایا پھر پانی لئے الٹے دست اقدس سے استنجاء فرمایا پھر الٹے دست اقدس کو زمین پر رکھے ہوئے زور سے ملنے لگ گئے پھر وضو فرمایا جس طرح کہ نماز کی خاطر وضو فرمایا کرتے پھر اپنے سر اقدس پر ہاتھ بھرے ہوئے تین چلو پانی کے ڈالے پھر سارے بدن اقدس پر پانی بہایا پھر اپنی جگہ سے الگ ہو گئے اس کے بعد اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 253، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 257، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 476، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1: ص: 513، السنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1: ص: 119، المعجم الکبیر: ج: 23، ص: 423، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43523، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 7: ص: 287، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 785)

24- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ مجھے بوقت شب جنابت کا عالم ہو جاتا ہے؟ اس پر انہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو کرو اور اپنے مقام نجس کو دھو دیا کرو اس کے بعد سو جاؤ۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 5: ص: 333، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1: ص: 102، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 39885)

25- عَنْ اَبِي السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلْ اَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ كَيْفَ يَفْعَلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی رکے ہوئے پانی کے اندر غسل نہ کرے اس حال میں کہ وہ جنابت کی حالت میں ہو۔ اس پر کہا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تو ایسی حالت میں پھر کیا کرے؟ تو

انہوں نے فرمایا: وہ اس سے پانی حاصل کرلے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1، ص:505)

26- وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ أُخْتَهُ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُهَا فِيهِ فَقَالَتْ نَعَمْ إِذَا لَمْ يَرَ فِيهِ أَذًى. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ہمشیرہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربت والے کپڑوں میں نماز ادا فرمالیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں جبکہ اس میں کسی غلاظت کو نہ دیکھتے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:366، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:540، سنن النسائی: رقم الحدیث:293، الآحاد والمثانی: ج:5، ص:240)

27- وَعَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ أَنَّهُ اعْتَمَرَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي رَكْبٍ فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَرَّسَ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ قَرِيبًا مِنْ بَعْضِ الْمِيَاهِ فَاحْتَلَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ كَادَ أَنْ يُصْبِحَ فَلَمْ يَجِدْ مَعَ الرَّكْبِ مَاءً فَرَكِبَ حَتّٰى جَاءَ الْمَاءَ فَجَعَلَ يَغْسِلُ مَا رَأَى مِنْ ذٰلِكَ الْاِحْتِلَامِ حَتّٰى أَسْفَرَ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ أَصْبَحْتَ وَمَعَنَا ثِيَابٌ فَدَعْ ثَوْبَكَ يُغْسَلُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاعَجَبًا لَكَ يَا عَمْرُو بْنَ الْعَاصِ لَئِنْ كُنْتَ تَجِدُ ثِيَابًا أَفَكُلُّ النَّاسِ يَجِدُ ثِيَابًا وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتُهَا لَكَانَتْ سُنَّةً بَلْ أَغْسِلُ مَا رَأَيْتُ وَأَنْضِحُ مَا لَمْ أَرَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معیت جس قافلہ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے اس میں عمرہ کی سعادت حاصل کرنے گئے۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بوقت رات پانی کے چشمہ کے پاس ایک راستہ میں پڑاؤ فرمایا۔ چنانچہ اس مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو احتلام لاحق ہو گیا قریب تھا کہ صبح ہو جاتی نگران کو اہل قافلہ سے پانی میسر نہ ہوسکا وہ سوار ہو گئے حتیٰ کہ پانی کے نزدیک پہنچ گئے تو دکھائی دینے والے نشانات کو دھونے لگ گئے حتیٰ کہ صبح کی روشنی پھیل گئی۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ نے صبح کر دی جبکہ ہمیں تو کپڑے بھی میسر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کو چھوڑ دیجئے بعد میں دھولیا جائے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تیرے پاس متعدد کپڑے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے باقی سارے لوگوں کے پاس متعدد کپڑے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں یوں کروں تو پھر تو یہ سنت قائم ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوسکے گا بلکہ میں جس منی کو دیکھوں تو اسے دھو ڈالوں گا اور جسے نہ دیکھ پاؤں گا تو اس کے اوپر پانی چھڑک لوں گا۔ (الموطا: رقم الحدیث:114، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:28618، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5065، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:295، موطا مالک: ج:2، ص:68)

28- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ فِي الْمَنِيِّ إِذَا أَصَابَ الثَّوْبَ إِذَا رَأَيْتَهُ فَاغْسِلْهُ وَإِنْ لَمْ تَرَهُ فَانْضَحْهُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کپڑوں پر لگ جانے والی منی کے متعلق فرمایا جو کپڑوں کے اوپر لگ جائے

اگر تم اسے دیکھ لو تو پھر دھوڈالو وگرنہ سارے کپڑوں کو دھوڈالو۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1 ص: 53، الطحاوی: ج: 1 ص: 53)

29-وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِی الْمَنِیِّ یُصِیْبُ الثَّوْبَ اِنْ رَاَیْتَهٗ فَاغْسِلْهُ وَاِلَّا فَاغْسِلِ الثَّوْبَ كُلَّهٗ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کپڑے پر لگ جانے والی منی کے متعلق فرمایا: اگر تم اسے دیکھو تو پھر دھو ڈالو وگرنہ سارے کپڑے کو دھوڈالو۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 297)

30-وَعَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ سُئِلَ جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَنَا عِنْدَهٗ عَنِ الرَّجُلِ یُصَلِّیْ فِی الثَّوْبِ الَّذِیْ یُجَامِعُ فِیْهِ اَهْلَهٗ قَالَ صَلِّ فِیْهِ اِلَّا اَنْ تَرٰی فِیْهِ شَیْئًا فَتَغْسِلُهٗ وَلَا تَنْضَحْهُ فَاِنَّ النَّضْحَ لَا یَزِیْدُهٗ اِلَّا شَرًّا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا جبکہ میں ان کی خدمت میں حاضر تھا اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کپڑوں میں نماز پڑھ لیتا ہے تو انہوں نے فرمایا: ایسے کپڑے میں نماز ادا کر لے مگر یہ کہ اس میں کوئی چیز دیکھ لو تو پھر اسے دھوڈالو مگر اس کے اوپر چھڑ کنا مت کیونکہ اس میں چھڑکنا خرابی کو بڑھادے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8928، شرح معانی الآثار: ج: 1 ص: 53)

31-وَعَنْ عَبْدِ الْكَرِیْمِ بْنِ رَشِیْدٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قَطِیْفَةٍ اَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ لَّا یَدْرِیْ اَیْنَ مَوْضِعُهَا قَالَ اغْسِلْهَا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ ۔

عبدالکریم بن رشید سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جنابت لگنے والی چادر کے متعلق دریافت کیا گیا جبکہ وہ جانتا ہی نہ ہو کہ کس مقام پر لگ گئی ہے اس پر انہوں نے فرمایا: اس کو دھوڈالو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 907)

ان تمام احادیث مبارکہ کی شرح اگلے باب معارض کے بعد ایک ساتھ کی جائے گی۔

بَابُ مَا یُعَارِضُهٗ

باب: اس کے معارض احادیث کا بیان

32-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَنِیِّ یُصِیْبُ الثَّوْبَ قَالَ اِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُخَاطِ وَالْبُزَاقِ وَاِنَّمَا یَكْفِیْكَ اَنْ تَمْسَحَهٗ بِخِرْقَةٍ اَوْ بِاِذْخِرَةٍ ۔ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ وَّرَفْعُهٗ وَهْمٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑوں کو لگ جانے والی منی کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تو ناک کی رینٹھ اور تھوک کی مانند ہے اور تم کو کفایت کر جائے گا کہ تم اس کو کپڑے کے ٹکڑے یا

گھاس کے ساتھ صاف کردو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 4345، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 11321، سنن دار قطنی: ج: 1، ص: 134، مسند الصحابۃ: ج: 9، ص: 105)

33-وَعَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَحُتُّ الْمَنِيَّ مِنْ ثِيَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَاِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ ۔

محارب بن دثار ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرچ ڈالتی تھیں اور آپ ﷺ ہوتے بھی نماز کی حالت میں تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: رقم الحدیث: 1354)

34-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ فِي الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ قَالَ اَمِطْهُ عَنْكَ بِعُوْدٍ اَوْ اِذْخِرَةٍ فَاِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُخَاطِ اَوِ الْبُصَاقِ ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَصَحَّحَهُ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ هٰذَا اَقْوَى الْاٰثَارِ لِمَنْ ذَهَبَ اِلٰى طَهَارَةِ الْمَنِيِّ وَلٰكِنَّهُ لَا يُسَاوِي الْاَخْبَارَ الصَّحِيْحَةَ الَّتِيْ اُسْتُدِلَّ بِهَا عَلَى النَّجَاسَةِ وَمَعَ ذٰلِكَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ التَّشْبِيْهُ فِي الْاِزَالَةِ وَالتَّطْهِيْرِ لَا فِي الطَّهَارَةِ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کپڑوں پر لگ جانے والی منی کے متعلق فرمایا: تم اس کو کسی لکڑی یا گھاس کے ساتھ ہٹا دو وہ تو صرف ناک کی رینٹھ یا تھوک کے قائم مقام ہے۔ نیموی کا کہنا ہے کہ یہ اثر سب سے مضبوط تر ہے ان لوگوں کے متعلق جو منی کے پاک ہونے کے قائل ہو گئے مگر یہ اثر ان صحیح احادیث کے مساوی قرار نہیں پا سکتے جن سے منی کے ناپاک ہونے پر استدلال کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا بھی احتمال ہے کہ تشبیہ دور کر دینے اور پاک کر دینے میں نہ کہ پاک ہونے کے متعلق ہو۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 418، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 11321، معرفۃ السنن والآثار: ج: 4، ص: 99، سنن دار قطنی: ج: 1، ص: 125، کنز الاعمال: ج: 9، ص: 349، مسند الشافعی: رقم الحدیث: 1593، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 85)

مذاہب فقہاء

منی کی طہارت اور عدم طہارت میں مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا منی طاہر ہے یا نجس۔ امام مالک، لیث، اوزاعی، ثوری اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ منی نجس ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منی تر ہو یا خشک اس کو دھونا ضروری ہے اور ان کے نزدیک خشک منی کو کھرچنا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تر منی کو دھویا جائے گا اور خشک منی کو کھرچ دینا کافی ہے اور امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابو ثور نے یہ کہا کہ منی طاہر ہے اسے کپڑے سے کھرچ دیا جائے اور اگر نہ کھرچے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک منی کو کھرچنا جائز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے تم منی کو کسی کپڑے سے یا کسی تنکے سے کھرچ دو اور اگر اسے نہ دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال: ج: 1، ص: 350)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: آدمی کی منی کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی منی نجس ہے البتہ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو تو اس کی تطہیر کے لئے اسے کھرچنا کافی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے تھے کہ منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، داؤد ظاہری، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے اور جو فقہاء منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے اگر منی نجس ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو صرف کھرچنا کافی نہیں ہے اور جن احادیث میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استحباب اور تنزہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر محمول ہیں یہ آدمی کی منی کا حکم ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ عورت کی منی نجس ہے اور مرد کی منی نجس نہیں ہے اور اس سے زیادہ شاذ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی منی طاہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان خبائث میں داخل ہے جو حرام ہیں۔ آدمی کے علاوہ باقی جانداروں کی منی میں یہ تفصیل ہے کتے اور خنزیر کی منی بالاتفاق نجس ہے اور باقی حیوانات کی منی میں تین قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی پاک ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی نجس ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی منی پاک ہے اور جن کا گوشت حرام ہے ان کی منی ناپاک ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 1 ص: 140)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: منی طاہر ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ خون کی مثل نجس ہے اور مذہب میں پہلی روایت مشہور ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (شرح لابن قدامہ: ج: 2 ص: 287)

حنفیہ کا مذہب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ فرماتے ہیں:

منی نجس ہے اور ان آثار سے امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی جس چادر اور جس کپڑے سے منی کھرچنے کا ذکر کیا ہے وہ آپ کے سونے کے کپڑے تھے نماز پڑھنے کے کپڑے نہیں تھے نماز پڑھنے کے کپڑوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ جن کپڑوں میں پاخانہ اور پیشاب کی نجاست ہو ان کو پہن کر سونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1 ص: 62)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے منی کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نظافت پر محمول کیا ہے اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث

میں تعارض ہوتا حالانکہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے مگر یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی اور بطور عبادت نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کا موید ہے۔ بعض علماء نے کہا: جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں ہے اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جیسے رینٹھ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ رینٹھ نکلنے سے بالکل حدث لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو اسی طرح بعض علماء نے کہا: اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ جمے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے جبکہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں اور یہ احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ منی انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لئے پاک ہونی چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنان خدا مثلاً فرعون، ہامان اور ابوجہل کی ولادت کی بھی اصل ہے اس لئے نجس ہونی چاہئے نیز جما ہوا خون انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہئے۔ (شرح العینی: جز:3،ص:145)

نبی کریم ﷺ کے فضلات کا پاک ہونا

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی منی طاہر تھی اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اسی لئے تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کے فضلات طاہر ہیں۔ (شرح لابن حجر عسقلانی: جز:1،ص:272)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے جسم کی صفائی اور پاکیزگی اور آپ ﷺ کی ریح اور پسینہ کی خوشبو اور آپ ﷺ کا نجاستوں اور جسمانی فضلات سے پاکیزہ ہونا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسی خصوصیات سے نوازا ہے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین کی بناء صفائی پر ہے۔ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا: نبی کریم ﷺ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں جو آدمی آپ سے مصافحہ کرتا اسے سارا دن خوشبو آتی رہتی۔ نبی کریم ﷺ جس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے وہ بچہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں میں الگ پہچانا جاتا ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر سوئے اور آپ ﷺ کو پسینہ آیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ آئیں اور انہوں نے ایک شیشی میں آپ کا پسینہ جمع کیا رسول اللہ ﷺ نے ان سے ان کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ سب سے اچھی خوشبو ہے ہم اسے اپنی خوشبو میں رکھیں گے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی کسی راستہ پر جاتے تھے تو آپ کے پیچھے چلنے والا آپ کو آپ کی خوشبو

سے پہچان لیتا تھا اور اسحاق بن راہو یہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ کی یہ خوشبو کسی خارجی خوشبو کے لگائے بغیر ہوتی تھی اور مزنی اور حربی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا تو مشک کی خوشبو پھیل گئی بعض روایات میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لئے جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ ﷺ کے بول و براز کو نگل لیتی اور اس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی اور امام محمد بن سعد کاتب واقدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ بیت الخلاء جاتے ہیں تو ہمیں وہاں آپ کی کوئی چیز بھی دکھائی نہیں دیتی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو چیز بھی خارج ہوتی ہے زمین اسے نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز بھی دکھائی نہیں دیتی ہر چند کہ یہ حدیث مشہور نہیں ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے ان دو احادیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بول و براز طاہر ہیں بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ امام ابونصر بن صباغ نے شامل میں بیان کیا ہے۔ ابوبکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب بدیع میں اس مسئلہ کے متعلق علماء کے دو قول ذکر کئے ہیں آپ کے بول و براز طاہر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم سے کوئی ایسی چیز خارج نہیں ہوتی تھی جو غیر پسندیدہ اور غیر خوشبودار ہو کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا میں یہ دیکھنے لگا کہ آیا میت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے وہ نکلتی ہے یا نہیں تو میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ میں نے کہا: آپ ﷺ حیات اور موت میں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ سے ایسی خوشبو نکل کر پھیلی جس کی مثل ہم نے اس سے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا تھا جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے آپ کو بوسہ دیا تھا۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جنگ احد کے دن نبی کریم ﷺ کے زخم کا نکلا ہوا خون پی لیا اور اس کو چوسا بھی سہی اور نبی کریم ﷺ نے اس عمل کو ان کے لئے جائز قرار دیا اور ان سے فرمایا: تمہیں آگ کبھی نہ چھوئے گی۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فصد کے بعد آپ ﷺ کا خون پی لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں لوگوں سے افسوس ہوگا اور لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا۔ اور ان کے اس فعل پر انکار نہیں کیا جس عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا اس سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پیٹ میں کبھی بھی درد نہ ہوگا اور ان میں سے کسی کو بھی آپ ﷺ نے منہ دھونے کا حکم نہیں دیا اور نہ دوبارہ پینے سے منع کیا جس عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پیا تھا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی نے امام مسلم اور امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں کیوں درج نہیں کیا جبکہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق ہے اس عورت کا نام برکہ ہے اور اس کی نسبت میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ام ایمن ہیں جو نبی کریم ﷺ کی خادمہ تھیں نبی کریم ﷺ کا لکڑی کا ایک پیالہ تھا جسے آپ تخت کے نیچے رکھتے تھے اور رات کو کسی وقت اس میں پیشاب کرتے تھے ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کیا صبح آپ نے وہ پیالہ طلب کیا تو اس میں کچھ بھی نہ تھا آپ نے برکہ سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا انہوں نے کہا: رات کو میں پیاس سے اٹھی اور میں نے اس سے پی لیا مجھے علم نہ تھا کہ اس میں آپ کا پیشاب ہے۔ اس حدیث کو ابن جریج وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے آپ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ صاف ستھرے پیدا ہوئے آپ کے جسم کے ساتھ کوئی بھی نجاست نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کبھی نہ دیکھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا آپ کو اور غسل نہ دے کیونکہ جو آدمی بھی میری

شرم گاہ کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ سو جاتے حتیٰ کہ آپ کے خراٹوں کی آواز آتی پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور وضو نہ فرماتے عکرمہ نے فرمایا: کیونکہ آپ محفوظ تھے۔ (شفاء: جز:1، ص:39 تا 42)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ فَرْكِ الْمَنِيِّ

منی کو کھرچنے کا بیان

یہ باب منی کو کھرچنے کے حکم میں ہے۔

35-عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّ رَجُلاً نَّزَلَ بِعَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهٗ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِنَّمَا كَانَ يَجْزِيْكَ اِنْ رَّاَيْتَهٗ اَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهٗ فَاِنْ لَّمْ تَرَهٗ نَضَحْتَ حَوْلَهٗ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَفْرُكُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْكًا فَيُصَلِّيْ فِيْهِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَحُكُّهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِيْ ۔

علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک آدمی مہمان ہوا تو وہ صبح سویرے اپنے کپڑوں کو دھونے لگ گیا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم کو یہ کفایت کر جاتا کہ اگر تو اسے دیکھ لیتا تو اس کی جگہ کو دھوڈالتا اور اگر نہیں دیکھ پایا تھا تو پھر اس کے گرد اگرد چھڑکاؤ کر دیتا۔ یقیناً میں دیکھی رہی ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ رہی ہوں۔ پس اس میں آپ ﷺ نماز بھی ادا فرمایا کرتے۔ اور ایک روایت مسلم کی یوں ہے: یقیناً میں دیکھ پا رہی ہوں میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے منی کو سوکھ جانے کے دوران اپنے ناخن کے ساتھ کھرچ رہی ہوں۔ (الجمع بین الصحیحین: جز:4، ص:117، السنن الکبریٰ: جز:2، ص:416، صحیح مسلم: رقم الحدیث:434، صحیح مسلم مکنز: رقم الحدیث:694، مسند الصحابۃ: جز:9، ص:100)

36-وَعَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَابِسًا وَّاَغْسِلُهٗ اِذَا كَانَ رَطْبًا ۔ رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاَبُوْ عَوَانَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ ڈالتی تھی جس وقت وہ سوکھ جاتی اور اسے دھوڈالتی تھی جس وقت وہ تر ہوتی۔ (السنن الکبریٰ: رقم الحدیث:4335، المعجم الاوسط: جز:6، ص:57، سنن ابی داود: جز:1، ص:453، سنن دارقطنی: جز:1، ص:125، سنن نسائی: رقم الحدیث:302، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:49، مسند ابی عوانہ: جز:1، ص:174)

37-وَعَنْ هُمَامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ ضَيْفٌ عِنْدَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاُجْنِبَ فَجَعَلَ يَغْسِلُ مَآ اَصَابَهٗ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا بِحَتِّهٖ ۔ رَوَاهُ ابْنُ الْجَارُوْدِ فِي الْمُنْتَقٰى وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ہمام بن حارث کا بیان ہے کہ ایک آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مہمان تھا تو اس کو احتلام ہو گیا پس اس نے کپڑوں پر لگی منی کو دھونا شروع کر دیا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہمیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کھرچ ڈالنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

منی کے کھرچنے کے بارے میں پچھلے باب میں مذاہب فقہاء بیان کر دیئے ہیں۔لہٰذا وہاں پر دیکھ لیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَاجَآءَ فِي الْمَذِيِّ

باب: جو مذی کے بارے میں وارد ہوا

یہ باب مذی کے حکم میں ہے۔

38-عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلاً مَّذَّاءً فَكُنْتُ اَسْتَحْيِيْ اَنْ اَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ وَيَتَوَضَّأُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بکثرت مذی رکھنے والا شخص تھا اور میں اس بات سے حیاء رکھتا تھا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کروں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے عقد میں تھیں چنانچہ میں نے مقداد بن اسود کو کہا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنی شرم گاہ دھو ڈالے اور وضو کر لے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 152، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 5888، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 681، مسند البزار: رقم الحدیث: 650)

39-وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَلْقَى مِنَ الْمَذِيِّ شِدَّةً وَّكُنْتُ اُكْثِرُ مِنَ الْاِغْتِسَالِ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا يُجْزِيْكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِمَا يُصِيْبُ ثَوْبِيْ مِنْهُ قَالَ يَكْفِيْكَ بِاَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِّنْ مَّاءٍ فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ حَيْثُ تَرٰى اَنَّهٗ اَصَابَهٗ ۔ رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ اِلَّا النَّسَائِيَّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں کثرت کے ساتھ مذی کو پاتا تھا اور اس کے سبب اکثر اوقات غسل کر لیا کرتا تھا چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو اس سے وضو کر لینا کفایت کرے گا۔میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو اس میں سے میرے کپڑوں کے اوپر لگ جائے تو اس کا کیا کروں؟ ارشاد فرمایا: تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم ہاتھ سے پانی لے کر اس جگہ پر چھڑک دو جہاں تم دیکھو کہ لگی ہوئی ہے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 115، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 506، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 210، الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 1013، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 2، ص: 410، المعجم الاوسط: ج: 4، ص: 279)

40-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ هُوَ الْمَنِيُّ وَالْمَذِيُّ وَالْوَدِيُّ فَاَمَّا الْمَذِيُّ وَالْوَدِيُّ فَاِنَّهُ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ وَاَمَّا الْمَنِيُّ فَفِيْهِ الْغُسْلُ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ منی، مذی اور ودی ہی تو ہے بہر حال مذی اور ودی کی صورت میں آدمی اپنی فرج کو دھوئے گا اور وضو کرے گا اور رہی منی اس میں پھر غسل واجب ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 576، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 250، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 989)

مذاہب فقہاء

ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک مذی نجس ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مذی نجس ہے لیکن اس سے غسل واجب نہیں ہوتا صرف وضو واجب ہوتا ہے۔ (شرح للنواوی: جز: ۱، ص: 143)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مذی کے اخراج سے وضو جاتا رہے گا۔ (عالمگیری: جز: ۱، ص: 9)

احتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگر چہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ ہی مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگر چہ احتلام یاد ہو اور لذت انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔ (عالمگیری: جز: ۱، ص: 15)

مذی، ودی اور منی کی تعریف

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مذی وہ چکنی تری ہے جو عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کے وقت مرد کے آلہ سے نکلتی ہے اور اس کے نکلنے کے بعد جسم میں کمزوری طاری نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے نکلنے کا احساس ہوتا ہے اور یہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی زیادہ نکلتی ہے اور ودی وہ چکنی تری ہے جو پیشاب کے بعد آلہ سے نکلتی ہے اور منی وہ سفید پانی ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے خروج کے بعد جسم پر نقاہت اور کمزوری طاری ہوتی ہے۔ (شرح العینی: جز: 2، ص: 324)

علامہ علاؤ الدین سمرقندی متوفی 539ھ لکھتے ہیں: منی وہ گاڑھا سفید پانی ہے جس کے نکلنے کی وجہ سے ذکر کی تندی اور انسان کی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔ مذی وہ سفید رقیق (پتلا) پانی جو دل لگی کے وقت نکلتا ہے۔ ودی وہ سفید پانی جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے۔

(تحفۃ الفقہاء: جز: ۱، ص: 27)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَاجَآءَ فِي الْبَوْلِ

باب: جو پیشاب کے بارے میں وارد ہوا

یہ باب پیشاب کے حکم میں ہے۔

41-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ اَمَّآ اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبور کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے رہا ان میں سے ایک تو وہ پیشاب سے نہ بچا کرتا تھا اور رہا دوسرا تو وہ چغل خور تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سرسبز ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے فرمائے اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک کو نصب فرما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیونکر کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان کے عذاب میں کمی کی جاتی رہے گی۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 2196، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 292، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 183، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 70، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 20، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 56، سنن دارمی: رقم الحدیث: 739، مسند احمد: رقم الحدیث: 1980، سنن النسائی: رقم الحدیث: 31، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 347)

42-وَعَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب کی بناء پر ہوتا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 4310، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 342)

43-وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَوْلِ فَقَالَ اِذَا مَسَّكُمْ شَيْءٌ فَاغْسِلُوْهُ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّ مِنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ . رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَقَالَ فِي التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم نے پیشاب کے بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا: جس وقت تم کو کچھ لگ جائے تو پھر تم اسے دھو ڈالو کیونکہ میرا ظن یہ ہے کہ اسی سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

(البحر الزخار: رقم الحدیث: 2337)

پیشاب کا نجس ہونا

پیشاب نجس ہے اس پر سب ائمہ کا اجماع ہے۔

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: انسان کے بدن سے جو ایسی چیز نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو نجاست غلیظہ ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، حیض ونفاس واستحاضہ کا خون، منی، مذی اور ودی۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 46)

چغلی اور پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: پیشاب سے نہ بچنا اس لئے گناہ کبیرہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے اور چغلی کرنا اس لئے گناہ کبیرہ ہے کہ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ فساد ڈالنے کی خاطر بعض کا کلام بعض کو پہنچانا اور جو چیز فتنہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کو کسی کبیرہ کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ سے گناہ کبیرہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنا ان کے لئے کوئی بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 141)

عذاب قبر حق اور ثابت ہے

عذاب قبر حق اور ثابت ہے۔ اس پر علماء کی تصریحات ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا قول

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اس کے برخلاف خوارج، جمہور معتزلہ، بعض مرجئہ (بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جز میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ محمد بن جریر اور عبد اللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب دینے کے لئے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے یہ رائے فاسد ہے کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لئے متصور ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ میت کا جسم اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آتی تھی آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔ علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں کہ منکرین عذاب کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کو قتل کیا گیا یا سولی کے اوپر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال و جواب یا عذاب دینے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے اسی طرح جس آدمی کو درندے یا پرندے کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو آدمی جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے بارے میں سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔ ابن الباقلانی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس آدمی کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول

اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خرق عادت اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:9،ص:318)

علامہ کمال الدین ابن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے روح لوٹانے میں تردد کیا ہے۔ انہوں نے کہا: حیات کے لئے روح لازم نہیں ہے یہ صرف امر عادی ہے بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے اور جن کا قول یہ ہے کہ جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کا الم ہوتا ہے اس قول میں یہ احتمال ہے کہ روح ایک جسم ہے اور بدن سے مجرد ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام ماتریدی اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ روح مجرد ہے لیکن امام ماتریدی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہو گی تو اس میں درد ہو گا اگرچہ اس میں روح نہیں ہو گی اور اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لئے کافی ہے۔ (المسائرہ مع المسامرہ،ص:243)

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی کا قول

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی 881ھ لکھتے ہیں: علامہ قونوی نے کہا کہ کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔

(شرح المسائرہ مع المسامرہ،ص:243)

علامہ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی کا قول

علامہ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اسے قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھا لیں یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہونا ہے ہر حال میں عذاب ہو گا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔ (شرح الصدور،ص:76)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی کا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: انسان کے جسم کا جزء اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے اس کی حیات سے سارے بدن

کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو خواہ اسے قبر میں دفن کر دیا جائے یا اسے درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزءِ اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس جز کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تا کہ اس سے سوال کیا جائے پھر اسے ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ رب تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے اس لئے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان کی پوری تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جز کس جگہ واقع ہے اور کون سا جز اس کے بدن کا جزءِ اصلی ہے اور کون سا جز زائد ہے اور وہ جز اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس جز کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر بھی قادر ہے۔ (مرقاۃ: ج: 1 ص: 203)

شاخ کا گاڑ رکھنا اور عذاب میں تخفیف ہونا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہوں ــــ اور مسند ابو داؤد طیالسی میں ہے آپ نے ایک قبر پر ایک ٹکڑا اور دوسری قبر پر دوسرا ٹکڑا رکھ دیا پھر فرمایا: جب تک شاخ کے ان دونوں ٹکڑوں میں نمی رہے گی ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔ ہمارے علماء نے کہا: اس حدیث سے درخت کو گاڑنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے اور قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور جب درخت کی وجہ سے قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو مومن کے قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف کیوں نہ ہوگی ہم نے اپنی کتاب التذکرہ میں اس کو مفصل بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ میت کو جو ہدیہ کیا جائے اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے۔ (التذکرہ: ج: 1 ص: 141)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اسی سے یہ کلیہ معلوم ہوا کہ ہر چیز جس میں درختوں کی نمی ہو اس کو قبر پر رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی اسی طرح ہر وہ چیز جس میں برکت ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تلاوت قرآن مجید بلکہ اس سے تخفیف کا ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ (فتح الباری: ج: 1 ص: 320)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے تر رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی۔ اور قرآن مجید میں جو ہے: ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر زندہ چیز تسبیح کرتی ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے یا اس کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا ہی اس کی تسبیح ہے۔ محققین یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تصریح ہے اس لئے اسے ماننا ضروری ہے اور اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے تو پھر شاخ کی تخصیص کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض چیزوں کی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو ہی علم ہے رسل ملائکہ میں سے صرف حضرت جبرائیل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو تقسیم رزق کے ساتھ کیوں خاص کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کے ساتھ کیوں خاص کیا ان کی وجوہات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لئے تر شاخ کے تسبیح کرنے اور خشک شاخ کے تسبیح نہ کرنے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (شرح العینی: ج:3، ص:117)

مزید علامہ عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عذاب میں تخفیف کی وجہ ہو سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاخ گاڑنے کی برکت کی وجہ سے ہو اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو۔ علامہ نووی نے کہا: یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی شفاعت قبول کر لی گئی۔

(شرح العینی: ج:3، ص:113)

قبر پر پھول ڈالنا اور شاخ رکھنے کا حکم

علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر لکھتے ہیں: قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھولوں اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

(مغنی المحتاج: ج:1، ص:364)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں میں یہ عرف ہے کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کی بناء پر ہے اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:73)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔ (مرقات: ج:1، ص:351)

عذاب دیئے جانے والے کون تھے؟

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ جن دو آدمیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آیا وہ کافر تھے یا مسلمان تھے۔ ابو موسیٰ المدینی نے کہا: وہ کافر تھے ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو النجار کی دو قبروں کے پاس سے گزرے جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آوازوں کو سنا ان کو پیشاب اور چغلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔

بعض علماء نے کہا کہ وہ مسلمان تھے اور انہوں نے کہا: اس حدیث کی بعض سندوں سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قبروالے مسلمان تھے۔

(شرح العینی: ج:3، ص:179)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَاجَآءَ فِيْ بَوْلِ الصَّبِيِّ

باب: جو بچہ کے پیشاب کے متعلق وارد ہوا ہے

یہ باب بچہ کے پیشاب کے حکم میں ہے۔

44-عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَّمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے ایسے بچہ کو جو ابھی تک کھانا نہ کھاپاتا تھا لئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو اس بچہ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی جھولی میں بٹھالیا چنانچہ اس بچہ نے آپ ﷺ کے کپڑوں کے اوپر پیشاب کردیا پس آپ ﷺ نے پانی طلب کرواکر اس پر چھڑک دیا اور اسے دھویا نہیں۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 301، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 71، معجم الکبیر: ج: 25، ص: 435، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1485، موطا امام مالک: رقم الحدیث: 145، سنن دارمی: رقم الحدیث: 745، مسند احمد: ج: 6، ص: 356، سنن البیہقی: ج: 2، ص: 414)

45-وَعَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَاَتْبَعَهٗ اِيَّاهُ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بچہ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں ایک بار لایا گیا تو اس بچہ نے آپ ﷺ کے اوپر پیشاب کردیا اس پر آپ ﷺ نے پانی طلب کرواکر بہادیا۔ (مسند احمد: ج: 6، ص: 52، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 523، الجمع بین الصحیحین: رقم الحدیث: 3203، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 120، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 201، سنن الکبری للبیہقی: رقم الحدیث: 4321)

46-وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُوْلَهُمْ فَاُتِيَ بِصَبِيٍّ مَرَّةً فَبَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ صُبُّوْا عَلَيْهِ الْمَآءَ صَبًّا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں بچوں کو لایا جاتا تو آپ ﷺ ان کے واسطے دعا فرمایا کرتے چنانچہ ایک بار ایک بچہ کو لایا گیا تو آپ ﷺ کے اوپر اس بچہ نے پیشاب کردیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح سے اس کے اوپر پانی بہاڈالو۔ (مسند احمد: ج: 2، ص: 46، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 516، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 563، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 431)

47-وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَوْلُ الْغُلَامِ يُنْضَحُ عَلَيْهِ وَبَوْلُ الْجَارِيَةِ يُغْسَلُ قَالَ قَتَادَةُ هٰذَا مَالَمْ يَطْعَمَا فَاِذَا طَعِمَا غُسِلَ بَوْلُهُمَا ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالْاٰخَرُوْنَ

وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکا کے پیشاب کے اوپر پانی کو بہا دیا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو دھو ڈالا جائے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تب ہے جبکہ وہ کھانا نہ کھا پاتے ہوں جب وہ دونوں کھانا کھانے لگ جائیں تو پھر ان کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

(مسند احمد: جز:1، ص:137، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:525، سنن الترمذی: رقم الحدیث:610، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:378)

48-وَعَنْ اَبِی السَّمْحِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ خَادِمَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِیْءَ بِالْحَسَنِ اَوِ الْحُسَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَبَالَ عَلٰى صَدْرِهٖ فَاَرَادُوْا اَنْ يَّغْسِلُوْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُشَّهٗ فَاِنَّهٗ يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ وَحَسَّنَهُ الْبُخَارِیُّ .

حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کا خادم تھا اس دوران حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما لائے گئے تو آپ ﷺ کے سینہ مطہرہ پر انہوں نے پیشاب کر ڈالا پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو دھونے کا ارادہ کیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے اوپر پانی چھڑکاؤ کر دو۔ اس لئے کہ لڑکی کے پیشاب کو دھو دیا جاتا ہے اور لڑکا کے پیشاب کے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔

(سنن دار قطنی: جز:1، ص:130، الآحاد والمثانی: رقم الحدیث:2637، سنن ابن ماجہ: جز:2، ص:145، المعجم الکبیر: رقم الحدیث:958)

49-وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ اَبِيْهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى بَطْنِهٖ اَوْ عَلٰى صَدْرِهٖ حَسَنٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْ حُسَيْنٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَبَالَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَوْلَهٗ اَسَارِيْعَ فَقُمْنَا اِلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْهُ فَدَعَا بِمَآءٍ فَصَبَّهٗ عَلَيْهِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ آپ ﷺ کے بطن اقدس یا صدر اقدس پر حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما جلوہ فگن تھے۔ تو آپ ﷺ پر انہوں نے پیشاب کر دیا حتیٰ کہ میں نے ان کے پیشاب کی دھاروں کو بھی دیکھا ہم آپ ﷺ کی جانب کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو چنانچہ آپ ﷺ نے پانی طلب کروا کر اس کے اوپر بہا ڈالا۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:581، الآحاد والمثانی: رقم الحدیث:2151، مسند احمد: جز:39، ص:65، مسند الصحابۃ: جز:48، ص:231)

50-وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِيْنِيْهِ اَوِادْفَعْهُ اِلَیَّ فَلْاَكْفُلْهُ اَوْ اُرْضِعُهٗ بِلَبَنِیْ فَفَعَلَ فَاَتَيْتُهٗ بِهٖ فَوَضَعَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ فَبَالَ عَلَيْهِ فَاَصَابَ اِزَارَهٗ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ اِزَارَكَ اَغْسِلْهُ قَالَ اِنَّمَا يُصَبُّ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے مجھے عنایت فرمادیجئے۔ یا کہا: میرے حوالے فرمادیجئے تاکہ میں اس کی پرورش کرسکوں۔ یا کہا: میں اسے اپنا دودھ نوش کرواؤں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خواہش کو پورا فرمادیا۔ میں اس کے بعد اسے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئی تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مطہرہ پر بٹھالیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اس نے پیشاب کرڈالا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کو لگ گیا۔ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند عطا فرمایئے تاکہ میں اسے دھودوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لڑکا کے پیشاب کے اوپر پانی کو بہایا جاتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 582، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 4829، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 2526)

51- وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّهَا اَبْصَرَتْ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَصُبُّ الْمَآءَ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ مَالَمْ يَطْعَمْ فَاِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ

قَالَ النِّيْمَوِيُّ لِاَجَلِ اَمْثَالِ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ ذَهَبَ الطَّحَاوِيُّ اِلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّضْحِ فِيْ بَوْلِ الْغُلَامِ صَبُّ الْمَآءِ عَلَيْهِ تَوْفِيْقًا بَيْنَ الْاَخْبَارِ

حضرت حسن بصری کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ محترمہ نے دیکھا کہ وہ کھانا نہ کھا چکنے والے لڑکے کے پیشاب کے اوپر پانی بہا ڈالتیں۔ تو جب وہ کھانا کھانے لگ جاتا تو اسے دھوڈالتیں اور وہ لڑکی کے پیشاب کو دھوڈالا کرتیں۔

نیموی کا کہنا ہے کہ ان روایات کی بناء پر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ لڑکا کے پیشاب میں چھڑکاؤ کرنے سے مطلب یہ ہے کہ اس کے اوپر پانی کو بہادو تاکہ احادیث مبارکہ میں تطبیق واقع ہوجائے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 379، المعجم الکبیر: ج: 23، ص: 366، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43598، کنزالاعمال: رقم الحدیث: 27279، جامع الاصول: رقم الحدیث: 5053)

مذاہب فقہاء

اگر دودھ پیتے بچے نے کپڑے کے اوپر پیشاب کردیا تو اسے دھویا جائے گا یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے کا پیشاب طاہر ہے اور دودھ پیتی لڑکی کا پیشاب نجس ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک دودھ پیتا لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کا پیشاب نجس ہے اور اگر وہ کپڑے پر پیشاب کردیں تو اس کپڑے کو دھویا جائے گا اور امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک دودھ پیتے لڑکے نے اگر کپڑے کے اوپر پیشاب کردیا تو اس کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے اس پر صرف پانی کو چھڑک دینا کافی ہے۔

(شرح لابن قدامہ: ج: 2، ص: 286)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: شیرخوار لڑکے اور لڑکی کے پیشاب آلودہ کپڑوں کے بارے میں تین مذہب ہیں:

1- شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ لڑکے کے پیشاب میں پانی چھڑکنا کافی ہے لڑکی کے پیشاب میں کافی نہیں۔

2- دونوں کے پیشاب میں پانی چھڑکنا کافی ہے یہ اوزائی کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

3- فقہاء احناف اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب آلودہ کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔

(شرح لابن حجر عسقلانی: جز:1، ص:755)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ فقہاء شافعیہ نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلودہ کپڑے میں فرق کیا ہے اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے۔ متقدمین اصحاب الحدیث ابن وہب مالکی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔

(شرح للنواوی: جز:1، ص:139)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لئے نضح کا لفظ آیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: نضح کا معنیٰ پانی چھڑکنا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں نضح کا معنیٰ دھونا ہے اور نضح کے دھونے کے معنیٰ میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی میں نے اس کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیاء محسوس کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا وہ سوال کریں انہوں نے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے اور امام ابوداؤد نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک آدمی اپنی زوجہ کے قریب جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس کے لئے کیا شرعی حکم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں اس لئے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرنے میں حیاء آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی اس چیز کو پالے تو اپنی فرج کو نضح کرے اور جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کرے۔

ان دونوں احادیث میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے ایک حدیث میں ذکر کو دھوئے دوسری حدیث میں ہے ذکر کو نضح کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نضح کا معنیٰ بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں ہے بلکہ دھونا ضروری ہے۔ (شرح العینی، جز:3، ص:131)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ بَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ

باب: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کا حکم

یہ باب ماکول الحم جانوروں کے پیشاب کے حکم میں ہے۔

52- عَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا اُكِلَ لَحْمُهٗ. رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ، وَضَعَّفَهٗ وَفِی الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَاِسْنَادُهٗ وَاہٍ جِدًّا.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں۔ (جامع الاحادیث، رقم الحدیث: 16016، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3950، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 470، معرفۃ السنن، رقم الحدیث: 1339)

مذاہب فقہاء

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کی طہارت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک طاہر ہے اور بعض کے نزدیک نجس ہے۔

چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: عطاء، نخعی، زہری، ابن سیرین، حکم اور شعبی کا مذہب یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب طاہر ہے۔ امام مالک، ثوری، محمد بن الحسن، زفر، حسن بن صالح، امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام شافعی اور ابوثور رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ تمام قسم کے پیشاب نجس ہیں۔ امام مالک اور امام احمد وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینین کے لئے اونٹوں کے پیشاب اور ان کے دودھ کو پینا جائز قرار دیا تھا اگر اونٹوں کا پیشاب نجس ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس کے پینے کی اجازت نہ دیتے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اونٹوں کے پیشاب پینے کی عام اجازت نہ دی تھی بلکہ صرف عرینین کو ان کے خاص مرض کی وجہ سے اجازت دی تھی اور آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم تھا کہ ان کا علاج اسی طرح ہو سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال: ج: 1، ص: 356)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ نَجَاسَةِ الرَّوْثِ

باب: گوبر کا نجس ہونا

یہ باب گوبر کے نجس ہونے کے حکم میں ہے۔

53- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِيَهٗ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْ فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهٗ بِهَا فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَی

الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رفع حاجت کی خاطر تشریف لے کر گئے تو مجھے حکم ارشاد فرمایا: میں تین پتھروں کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کروں چنانچہ میں نے دو پتھروں کو پالیا اور تیسرے پتھر کو ڈھونڈا تو سہی مگر وہ نہ ملا تو میں نے گوبر کو اٹھالیا پس وہ آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اس پر آپ ﷺ نے دو پتھروں کو تو لے لیا مگر گوبر کو پھینک دیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو نجس ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 3685، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 17، سنن النسائی: رقم الحدیث: 42، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 314، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9952، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 14، ص: 223)

مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن زکریا نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ابن حزم نے اپنی کتاب محلی میں داؤد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ آدمی کے سوا ہر حیوان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے اس کا یہ قول انتہائی فاسد ہے جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب اور گوبر ہمارے نزدیک نجس ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف وغیرہما کے نزدیک بھی اور امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے انہیں پاک کہا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ان کا گوبر نجس ہے۔ (شرح المہذب: ج: 3، ص: 378)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: گوبر کی نجاست کی صفت میں علماء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ نجاست غلیظہ ہے یہی امام زفر کا قول ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گوبر طاہر ہے۔ (شرح العینی: ج: 2، ص: 462)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ تمام گوبر نجس ہیں۔ امام مالک، ثوری اور زفر کا مذہب یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا گوبر ان کے پیشاب کی طرح پاک ہے۔ (شرح ابن بطال: ج: 1، ص: 356)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِیْ اَنَّ مَالَا نَفْسَ لَهٗ سَآئِلَةٌ لَّا یَنْجُسُ بِالْمَوْتِ

باب: جس جاندار میں بہنے والا خون نہیں وہ مرنے سے ناپاک نہیں ہو جاتا

یہ باب اس بارے میں ہے کہ جس جاندار میں بہنے والا خون نہیں وہ مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

54- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْمِسْهُ ثُمَّ لْیَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَآءً وَّفِی الْاٰخَرِ شِفَآءً ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے پینے والی چیز میں مکھی گر پڑے تو اس کو ڈبکی دیدو پھر اسے نکال لو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفاء ہے۔ (المعجم الاوسط:

رقم الحدیث:2398، بلوغ المرام من أدلة الاحکام:رقم الحدیث:14، سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:3346، جامع الاحادیث:رقم الحدیث:2949، جامع الاصول:ج:7،ص:412، سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:3496، سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:1123)

مکھی وغیرہ کا پانی میں ڈوب کر مر جانے کا حکم

مکھی یا اس جیسے جانور جن کے اندر بہتا ہوا خون نہیں اگر پانی میں ڈوب کر مر جائیں تو پانی ناپاک نہیں ہوتا یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ نَجَاسَةِ دَمِ الْحَيْضِ

باب: حیض کے خون کا ناپاک ہونا

یہ باب حیض کے خون کے ناپاک ہونے کے حکم میں ہے۔

55-عَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَآءَتِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِحْدَانَا يُصِيْبُ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَآءِ ثُمَّ تَنْضَحُهُ ثُمَّ تُصَلِّي فِيْهِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی: ہم میں سے کسی ایک عورت کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جایا کرتا ہے تو وہ ایسے کپڑے کے ساتھ کیا معاملہ کرے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے رگڑے پھر پانی کے ساتھ دھو ڈالے پھر چھینٹے مارے پھر اسی میں نماز پڑھ لے۔ (صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:275، صحیح مسلم:رقم الحدیث:291، سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:362، معجم الکبیر:رقم الحدیث:290، مسند احمد:رقم الحدیث:26932، سنن النسائی:رقم الحدیث:292، سنن الترمذی:رقم الحدیث:138، سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:629)

56-عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُوْنُ فِي الثَّوْبِ قَالَ حُكِّيْهِ بِضِلْعٍ وَّاغْسِلِيْهِ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وابن خزيمة وابن حبان وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑوں میں لگے ہوئے حیض کے خون کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کپڑے کو ایک لکڑی کے ساتھ کھرچ ڈالو اور بیری کے پتوں کے پانی کے ساتھ دھو دو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:1،ص:522، سنن الکبریٰ للنسائی:ج:1،ص:128، المعجم الکبیر:رقم الحدیث:447، جامع الاحادیث:رقم الحدیث:11632، جامع الاصول فی احادیث الرسول:ج:7،ص:98، سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:308، سنن ابوداؤد:ج:2،ص:287، سنن دارمی:ج:1،ص:256)

مذاہب فقہاء

حیض کا خون ناپاک ہے اور اس کا دھونا بھی باقی نجاستوں کی طرح واجب ہے۔ البتہ خون میں کتنی مقدار معاف ہے اس میں اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خون اور باقی نجاسات میں درہم کی مقدار قلیل نجاست ہے اور درہم سے زیادہ مقدار کثیر نجاست ہے انہوں نے اس کا قیاس اس پر کیا ہے کہ جب پاخانہ کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء کیا جائے تو مقعد کی کروٹوں اور اطراف میں ایک درہم کے برابر نجاست لگی رہتی ہے اور اتنی مقدار معاف رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک درہم کی مقدار نجاست قلیل ہے اور اس سے زیادہ کثیر ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قلیل خون معاف ہے اور باقی نجاسات کی قلیل مقدار کو دھویا جائے گا اور ابن وہب نے ان سے روایت کیا ہے کہ حیض کا خون بھی کثیر خون کی طرح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خون بھی دھویا جائے گا مگر پسو کا خون معاف ہے کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے کہ حیض کا قلیل خون بھی کثیر کی طرح ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے حیض کے خون کے بارے میں فرمایا: اس کو کھرچ ڈالو پھر اس کو پانی سے مل لو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیل خون اور کثیر خون میں فرق نہیں کیا اور نہ ہی آپ نے حیض کے خون کی مقدار کے متعلق کوئی سوال کیا اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: تم اپنے خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو اور اس حکم میں آپ نے درہم کی مقدار خون یا اس سے کم یا زیادہ کا فرق نہیں کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جو دوسری روایت ہے کہ حیض کا قلیل خون معاف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قلیل کا خون معاف ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ انسان کا غالب حال یہ ہے کہ اس کو پھنسی اور زخم ہوتا ہے اور اس پر پسو اور مچھر کا خون لگ جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہنے والے خون کو حرام کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ جو خون بہنے والا نہ ہو وہ معاف ہے اور تمام نجاستوں میں صرف بہنے والے خون کا استثناء کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ قلیل خون کو بھی حرام کر دیتا تو لوگ خون کو گوشت کی رگوں سے بھی تلاش کر کے نکالتے لیکن ہم گوشت کو پکاتے ہیں اور ہنڈیا کے اوپر پیلاہٹ ہوتی ہے اور انسان کا غالب حال یہ نہیں ہے کہ اس کے کپڑوں اور بدن پر پاخانہ یا پیشاب لگا ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس لئے صرف خون کی قلیل مقدار معاف ہے اور باقی نجاستوں کی قلیل مقدار معاف نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:1، ص:346)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء نے قلیل نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے کیونکہ صاحب الاسرار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نجاست کی مقدار ایک درہم مقرر کی ہے اور ان کی اقتداء کرنا ہمارے لئے کافی حجت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نجاست کو ایک ناخن کے برابر مقرر کیا ہے اور المحیط میں مذکور ہے کہ ان کا ناخن ہماری ہتھیلی کے برابر ہے پس یہ اس پر دلیل ہے کہ ایک درہم سے کم نجاست نماز سے مانع نہیں ہے اور محیط میں یہ بھی مذکور ہے کہ درہم کبیر ہتھیلی کی چوڑائی کی مثل ہے اور صلاۃ الاصل میں مذکور ہے کہ درہم کبیر ایک مثقال تک پہنچتا ہے اور علامہ سرخسی کے نزدیک ان کے زمانہ کا درہم معتبر ہے۔ (شرح العینی: ج:3، ص:211)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْاَذٰی یُصِیْبُ النَّعْلَ

باب: جونجاست جوتے کو لگ جائے

یہ باب جوتے کو نجاست لگ جانے کے حکم میں ہے۔

57-عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَطِئَ الْاَذٰی بِخُفَّیْهِ فَطُهُوْرُهُمَا التُّرَابُ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَّعِنْدَهٗ لَهٗ شَاهِدٌ بِمَعْنَاهُ مِنْ حَدِیْثِ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی کے جوتوں کو نجاست لگ جائے تو ان کو پاک کرنے والی مٹی ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:۱، ص:402، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: رقم الحدیث:214، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:2946، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث:5061، سنن ابوداؤد: ج:1، ص:469، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4046، مسند البزار: ج:2، ص:434، مسند الصحابۃ: ج:6، ص:186)

مذاہب فقہاء

اگر جوتی پر گیلی نجاست لگی ہو تو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک پانی سے دھوئے بغیر وہ پاک نہیں ہوگی اور بعض ائمہ کے نزدیک مٹی لگنے سے وہ جوتی پاک ہو جاتی ہے۔ (شرح العینی: ج:4، ص:119)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: موزے یا جوتے میں دلدار نجاست لگی جیسے پاخانہ، گوبر، منی تو اگرچہ وہ نجاست تر ہو کر چپٹے اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔ (عالمگیری: ج:1، ص:44)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ طُهُوْرِ الْمَرْاَةِ

عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کا حکم

یہ باب عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کے حکم میں ہے۔

58 - عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّتَوَضَّاَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طُهُوْرِ الْمَرْاَةِ ۔ رواه الخمسة وَاٰخَرُوْنَ وحسنه التِرْمَذِیُّ وَصَحَّحَهٗ ابن حبان ۔

حضرت حکیم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے کہ آدمی عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1، ص:448، جامع الاحادیث: ج:39، ص:431، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:75، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج:7، ص:69، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:367، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:191)

59-وَعَنْ حُمَيْدٍ نِ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ سِنِيْنَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ وَيَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيعًا . رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

حمید حمیری کا بیان ہے کہ میں نے ایک آدمی سے ملاقات کی جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں چار سال کا عرصہ حاضر رہے۔ جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی مصاحبت اختیار کی کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے روکا کہ عورت مرد کے باقی ماندہ (پانی سے) غسل کرے اور مرد عورت کے باقی ماندہ (پانی سے) غسل کرے اور دونوں کو چلوؤں سے اکٹھا پانی لینا چاہیے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبری: ج:367، السنن الکبری للنسائی: ج:1، ص:117، الموطا: ج:1، ص:83، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 42839، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث:5034)

60-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے باقی ماندہ پانی سے رسول اللہ ﷺ غسل کر لیا کرتے تھے۔ (سنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:155، معجم الکبیر: ج:23، ص:426، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: ج:1، ص:5، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38679، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 191، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 142، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 108، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 487، مسند احمد: رقم الحدیث:808)

61-وَعَنْهُ قَالَ اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَوَضَّأَ مِنْهَا أَوْ يَغْتَسِلَ فَقَالَتْ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنُبُ . رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَآخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِخْتَلَفُوْا فِي التَّوْفِيْقِ بَيْنَ الْأَحَادِيْثِ فَجَمَعَ بَعْضُهُمْ بِحَمْلِ النَّهْيِ عَلَى التَّنْزِيْهِ وَبَعْضُهُمْ بِحَمْلِ أَحَادِيْثِ النَّهْيِ عَلَى مَا تَسَاقَطَ مِنَ الْأَعْضَاءِ لِكَوْنِهِ صَارَ مُسْتَعْمَلًا وَالْجَوَازِ عَلَى مَا بَقِيَ مِنَ الْمَاءِ وَبِذٰلِكَ جَمَعَ الْخَطَّابِيُّ .

انہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ نے ایک ٹب سے غسل فرمایا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے تشریف لا کر اس سے وضو یا غسل کرنے کا ارادہ فرمایا تو وہ عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ ﷺ! میں جنبی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً (اس سے) پانی تو ناپاک نہیں ہو جاتا۔

نیموی کا کہنا ہے کہ احادیث کے مابین علماء کا تطبیق دینے میں اختلاف واقع ہوا ہے بعض نے نہی کو تنزیہی پر محمول کر کے تطبیق دی اور بعض نے نہی والی احادیث کو اعضاء سے گر جانے والے پانی پر محمول کر کے مستعمل ہو جانے کی وجہ سے اور جواز کو بچے ہوئے پانی پر محمول کیا اور خطابی نے بھی یونہی تطبیق دی ہے۔ (بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: رقم الحدیث:9، تہذیب الآثار: رقم

الحدیث:2030، تہذیب الآثار لابن عباس: رقم الحدیث:29، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 7364، جامع الاصول: رقم الحدیث:5035، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:62، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:859، سنن الترمذی: رقم الحدیث:60، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1261)

مذاہب فقہاء

عورت کے استعمال کے بعد مرد کا اس پانی کو استعمال کرنا امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہے اور جمہور علماء وائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: بعض احادیث میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی ممانعت ہے اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور بر تقدیر ثبوت وہ اس حدیث سے منسوخ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے جسے فرق کہا جاتا تھا۔

(شرح العینی: ج:3،ص:291، شرح ابن حجر عسقلانی: ج:1،ص:785)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ تَطْهِیْرِ الْدِّبَاغِ

باب: دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنا

یہ باب دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنے کے حکم میں ہے۔

62-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ تُصُدِّقَ عَلٰی مَوْلَاةٍ لِمَیْمُوْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ فَقَالُوْا اِنَّهَا مَیْتَةٌ فَقَالَ اِنَّمَا حُرِّمَ اَکْلُهَا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ ایک لونڈی کو بکری بطور صدقہ کے دی گئی تو وہ مرگئی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: تم نے اس کی کھال کو کیوں نہ لے لیا تم اسے دباغت اور اس سے نفع حاصل کر لیتے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: یقیناً یہ تو مردار ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا صرف کھانا ہی حرام ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:3610، موطا: رقم الحدیث:1078، صحیح مسلم: رقم الحدیث:363، مسند احمد: رقم الحدیث: 2365، سنن النسائی: رقم الحدیث:4235، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4120، سنن دارمی: رقم الحدیث:1988)

63-وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

انہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت کھال کو دباغت دے دیا جائے تو وہ اس وقت پاک ہو جاتی ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1،ص:401، الموطا: رقم الحدیث:

984، بلوغ المرام من أدلة الاحکام: رقم الحدیث: 18، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 2390، تہذیب الآثار لابن عباس: رقم الحدیث: 1192، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 1867، جامع الاصول: رقم الحدیث: 5080، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3594)

64—وَعَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ يَجُرُّوْنَهَا فَقَالَ لَوْ اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَقَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ يُطَهِّرُهَا الْمَآءُ وَالْقَرَظُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ السَّكَنِ وَالْحَاكِمُ .

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے پاس سے گزرے جس کو لوگ گھسیٹے جارہے تھے اس پر ارشاد فرمایا: اگر تم اس کی کھال کو اتار لیتے (اور نفع حاصل کر لیتے) لوگ عرض گزار ہوئے: یہ تو مردار ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کو پانی اور قرظ (درخت کے پتے) پاک کر ڈالیں گے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 400، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 3، ص: 82، المنتقی من المسندۃ: ج: 1، ص: 221، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 111، المعجم الاوسط: ج: 3، ص: 114، المعجم الکبیر: ج: 1، ص: 167)

65—وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِمَآءٍ مِّنْ قِرْبَةٍ عِنْدَ امْرَاَةٍ فَقَالَتْ اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ اَلَيْسَ قَدْ دَبَغْتِهَا قَالَتْ بَلٰى قَالَ دِبَاغُهَا ذَكَاتُهَا . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک سے پانی طلب کروایا جو کہ ایک عورت کے پاس موجود تھا تو وہ عرض گزار ہوئی: یہ مشک تو مردار (کھال کی) ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اسے دباغت نہ دی تھی؟ وہ عرض گزار ہوئی: کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا: اسے دباغت ہی اس کو پاک کرنا ہے۔ (المعجم الکبیر: ج: 7، ص: 47، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5083، سنن نسائی: رقم الحدیث: 4170، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 21، سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 127، مسند احمد: رقم الحدیث: 19214، مسند الصحابۃ: ج: 46، ص: 33)

66—وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَتَبَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهٖ بِشَهْرٍ اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَهُوَ مَعْلُوْلٌ بِالْاِنْقِطَاعِ وَالْاِضْطِرَابِ .

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے ایک ماہ پہلے یہ لکھ بھیجا کہ تم لوگ کھال اور پٹھوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1277، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 3، ص: 85، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 104، المعجم الصغیر: رقم الحدیث: 1050، تہذیب آثار للطبری: ج: 7، ص: 330، تہذیب سنن ابوداؤد: ج: 2، ص: 283، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5086، جامع الکبیر: ج: 1، ص: 18615)

مذاہب فقہاء

دباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء درج ذیل ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مردار کی کھال کو رنگنے اور رنگنے سے اس کے پاک ہونے میں سات

مذاہب ہیں:

1- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ کتے اور خنزیر کے سوا ہر کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور جو ان میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں کھال کا ظاہر بھی اور باطن بھی اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے خواہ وہ کھال حلال جانور کی ہو یا نہیں۔

2- حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ رنگنے سے کوئی کھال پاک نہیں ہوتی۔

3- امام اوزاعی، ابن المبارک، ابوثور اور اسحاق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ حلال جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔

4- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔

5- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں مگر کھال کا ظاہری حصہ پاک ہوتا ہے باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا اور اس کو خشک چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور تر چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اوپری حصہ پر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

6- داؤد ظاہری غیر مقلدین اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ بہ شمول کتے اور خنزیر، رنگنے سے تمام کھالیں ظاہر اور باطن پاک ہو جاتی ہیں۔

7- زہری اور فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ رنگے بغیر بھی ہر مردار کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے۔

کن چیزوں سے رنگنا جائز ہے اور کن چیزوں سے جائز نہیں؟

ہر اس چیز کے ساتھ مردار کی کھال کو رنگنا جائز ہے جو کھال کے فضلات کو پاک اور صاف کر دے اور اس سے کھال کا فساد ختم ہو جائے مثلاً انار کے چھلکوں، قرظ کے پتوں، نوشادر سے فقہاء شافعیہ کے نزدیک دھوپ میں سکھانے سے کھال پاک نہیں ہوتی اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دھوپ میں رکھنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے اور راکھ اور مٹی سے کھال پاک نہیں ہوتی آیا نجس دواؤں سے کھال پاک ہوتی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

کھال سے نفع حاصل کرنا

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور اسے فروخت کرنے کے متعلق دو قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے اور آیا کھال کا کھانا جائز ہے اس میں تین قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کسی حال میں جائز نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حلال جانوروں کی کھال کو کھانا جائز ہے اور حرام جانور کی کھال کو کھانا جائز نہیں ہے۔ جب مردار کی کھال رنگنے

سے پاک ہو جائے تو فقہاءِ شافعیہ کے نزدیک اس کے بال پاک نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک مردار کے بال نجس ہیں۔
(شرح للنواوی: ج:1،ص:159)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: خنزیر کے سوا ہر مردار جانور کی کھال سکھانے سے پاک ہو جاتی ہے خواہ اس کو کھاری نمک وغیرہ کسی دوا سے پکایا ہو یا فقط دھوپ یا ہوا میں سکھالیا ہو اور اس کی تمام رطوبت فنا ہو کر بد بو جاتی رہی ہو کہ دونوں صورتوں میں پاک ہو جائے گی اس پر نماز درست ہے۔ (درمختار و ردالمختار: ج:1،ص:393تا395)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جمہور فقہاء اور ائمہ فتویٰ نے یہ استدلال کیا ہے کہ رنگنے کے بعد مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور ابن القصمار نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک کا آخری یہی قول ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہوں نے رنگنے سے پہلے بھی مردار کی کھال سے نفع کے حصول کو جائز کہا ہے باوجود اس کے کہ وہ نجس ہے رہے امام احمد بن حنبل تو انہوں نے کہا ہے کہ مردار کی کھال حرام ہے اور رنگنے سے پہلے اور رنگنے کے بعد اس سے نفع حاصل کرنا حرام ہے آگے پھر علامہ عینی نے امام احمد کی دلیل حدیث عبداللہ بن عکیم والی روایت کی پھر آگے لکھتے ہیں امام ترمذی نے کہا امام احمد کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے اور وہ کہتے تھے کہ یہ آخر الامر ہے پھر انہوں نے اس حدیث کو ترک کر دیا کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے۔ (شرح العینی: ج:21،ص:196)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اٰنِيَةِ الْكُفَّارِ
باب: کفار کے برتنوں کا حکم

یہ باب کفار کے برتنوں کے حکم میں ہے۔

67-عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا بِاَرْضِ قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اَفَنَاْكُلُ فِیْ اٰنِیَتِهِمْ فَقَالَ لَا تَاْكُلُوْا فِیْهَا اِلَّا اَنْ لَّا تَجِدُوْا غَیْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا وَكُلُوْا فِیْهَا ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قوم اہل کتاب کے علاقہ میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان کے اندر نہ کھاؤ مگر یہ کہ ان کے سوا کوئی دوسرا برتن نہ پاس کو پس انہیں دھو کر ان کے اندر ہی کھالو۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 2631، اللؤلؤ والمرجان: ج:1،ص:620، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 503، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 580، المنتقی من السنن المسندۃ: ج:1،ص:230، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: ج:1،ص:10، جامع الاحادیث: ج:6،ص:353، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 181)

مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دوسرے برتن مل جائیں تو کفار کے برتنوں کو دھو کر استعمال کرنا بھی ممنوع اور مکروہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن برتنوں میں نجاست ڈالنا کفار کی عادت ہو ان کو استعمال کرنے سے مسلمانوں کو گھن آتی ہے جیسے اگالدان کو دھو کر اسے کھانے پینے کے لئے استعمال کرنا مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ (شرح للنووی: ج:2،ص:146)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اہل کتاب اور مجوسیوں دونوں کے برتنوں کا حکم واحد ہے کیونکہ دونوں نجاسات سے نہیں بچتے تاہم برتن دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح خیبر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں نے پتیلیوں میں کیا پکایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: پالتو گدھوں کا گوشت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ دیگچیوں میں ہے اس کو گرا دو اور دیگچیاں توڑ دو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: جو کچھ دیگچیوں میں ہے گرا دیتے ہیں اور دیگچیاں دھو لیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب گدھے کے پکے ہوئے سالن والی دیگچیاں دھو کر استعمال کی جا سکتی ہیں تو دوسری نجاست سے آلودہ دیگچیاں بھی دھو کر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ (شرح العینی: ج:21،ص:111)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اٰدَابِ الْخَلَاءِ

رفع حاجت کے آداب

یہ باب رفع حاجت کے آداب کے حکم میں ہے۔

68-عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَّلَا بِغَائِطٍ وَّلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم رفع حاجت کے واسطے جاؤ تو پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت نہ تو قبلہ کی جانب رخ کرو نہ پشت لیکن مشرق یا مغرب کی جانب رخ کر لیا کرو۔ (موطا: رقم الحدیث: 463، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 264، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 318، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3931، مسند احمد: رقم الحدیث: 23514، سنن النسائی: رقم الحدیث: 22، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 38)

69-وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِیَ بِالْیَمِیْنِ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِیَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِیَ بِرَجِیْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے کہ ہم پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ رو ہوں یا ہم سیدھے ہاتھ کے ساتھ استنجاء کریں یا ہم تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء کریں یا ہم ہڈی کے ساتھ استنجاء کریں۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبری: ج: 1، ص: 385، السنن الکبری للنسائی: ج: 1، ص: 72، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 6080، المنتقی من السنن المسندۃ: ج: 1، ص: 20، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: ج: 1، ص: 31، جامع الاحادیث: ج: 35، ص: 103، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 7، ص: 133، سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 11)

70-عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى حَاجَتِهٖ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رفع حاجت کی خاطر بیٹھے تو کبھی بھی قبلہ کی جانب رخ نہ کرے اور اس کی جانب نہ ہی پشت کرے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبری: ج: 1، ص: 364، المؤطا: ج: 2، ص: 37، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 1751، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5099، جمع الجوامع: ج: 1، ص: 2100، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 389، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 171، مسند الصحابۃ فی کتب الستۃ: ج: 5، ص: 73)

71-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَقِيْتُ يَوْمًا عَلٰى بَيْتِ اُخْتِیْ حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا لِحَاجَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک روز اپنی ہمشیرہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے اوپر چڑھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو رفع حاجت کے لئے شام کی جانب رخ اور قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھا ہوا دیکھا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1421، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 600، مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 465، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 59، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 11، سنن النسائی: رقم الحدیث: 23، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 12، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 176)

72-وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ فَرَاَيْتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ بِعَامٍ يَّسْتَقْبِلُهَا ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا النِّسَائِیَّ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِیُّ وَنَقَلَ عَنِ الْبُخَارِیِّ تَصْحِيْحَهٗ ۔

قَالَ النِّيْمَوِیُّ النَّهْیُ لِلتَّنْزِيْهِ وَفِعْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لِلْاِبَاحَةِ اَوْ مَخْصُوْصًا بِهٖ جَمْعًا بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے کہ ہم قبلہ رخ ہو کر پیشاب کریں پھر میں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے سے ایک سال پہلے قبلہ رخ کئے ہوئے دیکھا۔

نیموی کا کہنا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور آپ ﷺ کا فعل اباحت کے لئے تھا یا آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا تا کہ احادیث کے مابین تطبیق واقع ہو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبری: ج: 1، ص: 365، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 552، المؤطا: ج: 2، ص: 37، جامع الاصول فی احادیث

الرسول: رقم الحدیث: 5103، سنن ابوداؤد: ج: 1 ص: 18، سنن ابن ماجہ: ج: 1 ص: 387، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1 ص: 92، سنن ترمذی: ج: 1 ص: 17)

73- وَعَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ قَالَ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَاخَ رَاحِلَتَہٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ ثُمَّ جَلَسَ یَبُوْلُ اِلَیْھَا فَقُلْتُ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَیْسَ قَدْ نُھِیَ عَنْ ذٰلِکَ قَالَ بَلٰی اِنَّمَا نُھِیَ عَنْ ذٰلِکَ فِی الْفَضَآءِ فَاِذَا کَانَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ الْقِبْلَۃِ شَیْءٌ یَّسْتُرُکَ فَلَا بَاْسَ ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ ھٰذَا اِجْتِھَادٌ مِّنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا وَلَمْ یُرْ وَ فِی الْبَابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ ۔

مروان اصغر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری کو قبلہ رو بٹھایا پھر بیٹھ کر اس کی جانب پیشاب فرمانے لگ گئے۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا اس سے روکا نہیں گیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں اس سے کھلے میدان میں روکا گیا ہے۔ چنانچہ جس وقت تمہارے اور قبلہ کے مابین کچھ ہو جو تم کو چھپا لے تو پھر کچھ حرج نہیں۔

نیموی نے فرمایا: یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کچھ بھی ایسا روایت نہیں۔ (المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 551، المنتقی السنن المسندۃ: ج: 1 ص: 21، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 124، سنن ابوداؤد: ج: 1 ص: 15، سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1 ص: 63، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 166، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 60، مسند الصحابۃ: ج: 13 ص: 231)

74- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَآءَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ ۔ رَوَاہُ الْجَمَاعَۃُ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بیت الخلاء میں داخل ہونے لگتے تو یوں دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! میں تیری پناہ میں آتا ہوں تکلیف دینے والے اور مادہ جنوں سے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 809، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1407، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 298، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 5، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 186، مسند احمد: رقم الحدیث: 13999، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 19)

75- وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَآءِ قَالَ غُفْرَانَکَ ۔ رَوَاہُ الْخَمْسَۃُ اِلَّا النَّسَائِیَّ وَصَحَّحَہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ وَاَبُوْحَاتِمٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یوں دعا پڑھتے: اے اللہ عزوجل! میں تیری ذات سے مغفرت کا طالب ہوں۔ (الادب المفرد: ج: 1 ص: 240، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1 ص: 59، جامع الاحادیث: ج: 40 ص: 123)

76- وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُمْسِکَنَّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَھُوَ یَبُوْلُ وَلَا یَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَآءِ بِیَمِیْنِہٖ وَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَآءِ ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی ہرگز پیشاب کرتے ہوئے اپنی شرم گاہ کو سیدھے ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ ہی سیدھے ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ ہی برتن میں پھونک مارے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 15، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 267، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 6883، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 428، جامع الاحادیث: جز: 2، ص: 436، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 79، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19584، مسند احمد: رقم الحدیث: 19419، سنن النسائی: رقم الحدیث: 25)

77- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ يَتَخَلّٰی فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّهِمْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم بکثرت لعنت کرنے والی دو چیزوں سے بچو۔ اس پر لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ ﷺ! وہ دو کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ آدمی جو لوگوں کی راہ یا ان کی سایہ والی جگہ پر رفع حاجت کرتا ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 363، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 491، جمع جوامع او جامع الکبیر: جز: 1، ص: 772، جمہرۃ الاجزاء: ج: 1، ص: 4، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 56، صحیح ابن حبان: جز: 4، ص: 262، صحیح مسلم: جز: 2، ص: 91، مسند احمد: رقم الحدیث: 8498، مسند الصحابۃ: جز: 5، ص: 76)

78- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ اِدَاوَةً مِّنْ مَّاءٍ وَّعَنَزَةً يَسْتَنْجِیْ بِالْمَآءِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے واسطے تشریف لے جاتے تو میں اور ایک دوسرا لڑکا پانی کے برتن اور چھوٹے نیزہ کو لے جاتے تو آپ ﷺ پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 48، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 270، سنن النسائی: رقم الحدیث: 45، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 43، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 150)

مذاہب اربعہ

رفع حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ معظمہ کی جانب بیت الخلاء بنے ہوئے دیکھے ہم کعبہ معظمہ سے انحراف کر کے بیٹھتے اور اللہ عزوجل سے استغفار طلب کرتے اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی جانب پیٹھ کرے۔ عروہ بن ربیعہ اور داؤد نے کہا کہ قبلہ کی جانب رخ اور پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی جانب رخ کرنے سے

روکا ہے پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال قبل دیکھا آپ قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے ہماری دلیل ممانعت والی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا اس لئے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو۔ جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی جانب رخ کرنے میں دو قول ہیں: 1- امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم ممانعت کی گئی ہے۔ 2- عمارتوں میں قبلہ کی طرف رخ اور پیٹھ کرنا جائز ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بیان کردہ محمل سے ظاہر ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی جانب پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ شام کی جانب تھا اور پیٹھ کعبہ معظمہ کی جانب تھی۔ (المغنی لابن قدامہ: جز: 1 ص: 107)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں دونوں جگہ رخ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں احادیث کو جمع فرمایا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو شہروں پر۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ صحراء میں قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قبلہ کی جانب رخ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحرا یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی جانب رخ اور کعبہ معظمہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ جس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بناء پر تخصیص کر دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تحریم قرار دی اس نے صحرا اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا: ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی جانب رخ کر کے ملائکہ نماز پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور ملائکہ کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم لابی مالکی: جز: 2 ص: 41)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

1-امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، شعبی، اسحاق بن راہو یہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔

2-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ رفع حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنا جائز نہیں ہے۔

3-عروہ بن زبیر اور داؤد ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت رخ کرنا جائز ہے۔

4-امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی جانب رخ کرنا جائز نہیں ہے البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔

مانعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابوایوب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث نیز انہوں نے کہا: قبلہ کی جانب رخ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی بناء پر ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے مابین حائل ہونے کو کافی ہو تو ایسا حائل صحراء میں بھی ہے کیونکہ ہمارے اور کعبہ معظمہ کے مابین بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی جانب رخ اور کعبہ معظمہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا اور دوسری روایت یہ ہے امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی جانب اپنی فروج کو برہنہ کرنا ناپسند کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ہی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج کو جس قبلہ کی جانب کرنا چاہو کر لو۔جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب پیٹھ کرنے کو جائز اور رخ کرنے کو ناجائز کہا ہے انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے سے روکا ہے۔جن فقہاء نے صحراء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنے سے روکا ہے اور بیت الخلاء میں رخ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے نیز امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے سے روکا ہے پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال قبل دیکھا آپ قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب کر رہے تھے اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ مروان الاصغر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی قبلہ کی جانب کر کے بٹھائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگ گئے۔میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! کیا اس سے منع نہیں کیا گیا۔انہوں نے کہا: اس سے صرف فضاء میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابوایوب،

حضرت سلمان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ممانعت کی احادیث کو صحراء پر محمول کر دیا جائے گا تا کہ مطابقت ہو جائے اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے ان فقہاء نے صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت الخلاء میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی اور صحراء میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔ جن فقہاء نے قبلہ کی جانب مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے رد کے لئے وہ احادیث صحیحہ کافی ہیں جن میں قبلہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنے سے صراحۃً منع کیا ہے جیسے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں۔ (شرح للنواوی: ج: ا ص: 130)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی جانب پیٹھ چاہے صحراء ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے اور مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابوثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے نیز یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحراء اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے حائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ معظمہ کے درمیان متعدد پہاڑ حائل ہیں خصوصاً اس لئے کہ زمین گول ہے اس لئے صحراء اور کعبہ معظمہ میں بالکلیہ موازات نہیں ہے۔ امام شعبی نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو تم قضائے حاجت کے وقت ان کی جانب رخ اور پیٹھ نہ کرو یہ علت صحراء میں ہے عمارت میں نہیں ہے۔ امام شعبی کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے۔ فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (شرح العینی: ج: 2، ص: 228)

استنجاء کی مشروعیت میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: استنجاء کی مشروعیت میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استنجاء کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ایک قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استنجاء کرنا سنت ہے مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ (شرح العینی: ج: 2، ص: 456)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَوْلِ قَائِمًا

باب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

یہ باب کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے حکم میں ہے۔

79- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ قَائِمًا فَلَا

تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ اِلَّا جَالِسًا ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا اَبَا دَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو تم کو یہ بیان کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے تو تم اس کی تصدیق کبھی نہ کرنا۔ آپ ﷺ تو بیٹھے ہوئے پیشاب کرتے تھے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1، ص:370، السنن الکبریٰ للنسائی: ج:1، ص:68، الموطا: ج:3، ص:506، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث:5109، سنن الترمذی: ج:1، ص:21، سنن نسائی: رقم الحدیث:29، مسند الصحابۃ: ج:13، ص:87)

80–وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ فَجِئْتُهٗ بِمَآءٍ فَتَوَضَّأَ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ قوم کے کوڑا کرکٹ پر تشریف لائے اور کھڑے ہوئے پیشاب کیا پھر آپ ﷺ نے پانی طلب کروایا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں پانی لئے حاضر ہو گیا چنانچہ آپ ﷺ نے پھر وضو فرمایا۔ (سنن ابوداود: رقم الحدیث:23، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:306، صحیح مسلم: رقم الحدیث:273، سنن النسائی: رقم الحدیث:28، سنن دارمی: رقم الحدیث:668، مسند البزار: رقم الحدیث:2863، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:61، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1425)

81–وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا بُلْتُ قَائِمًا مُنْذُ اَسْلَمْتُ ۔ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جس وقت سے اسلام لے آیا ہوں میں نے کبھی بھی پیشاب کھڑے ہو کر نہ کیا۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث:140، المستدرک علی الصحیحین: ج:1، ص:290، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:31393، کنز الاعمال: رقم الحدیث:35750)

مذاہب فقہاء

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں اڑتیں تو کوئی حرج نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے اور عام علماء نے یہ کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت انس، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے یونہی روایت ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ابراہیم بن سعد نے اسے مکروہ کہا ہے۔ ابراہیم کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے اور ابن المنذر نے کہا: بیٹھ کر پیشاب کرنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مباح ہے اور ان میں سے ہر طریقہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف گھر کے احوال پر مطلع تھیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے گھر کے باہر کے حال کا ذکر کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جو کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا اس کی توجیہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ عرب یہ کہتے تھے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے کمر کے درد میں شفاء ہوتی ہے تو یہ گویا علاج کا ایک طریقہ ہے گھٹنوں میں درد کی شفاء کی بھی ایک روایت ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے امور میں مشغول تھے اور اس میں بہت دیر ہو گئی حتیٰ کہ آپ کو زور سے پیشاب آنے لگا اس لئے آپ ﷺ اپنی عادت کے مطابق زیادہ دور نہیں جا سکے اس لئے آپ ﷺ نے کوڑا

کرکٹ والی جگہ کا ارادہ کیا کیونکہ وہ نرم اور ریتلی جگہ تھی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ستر کے لئے کھڑے ہو گئے تھے گویا وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ علامہ المازری نے کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے مقعد سے کچھ نکلنے کا خطرہ نہیں ہوتا جبکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے یہ خطرہ ہوتا ہے۔ کوڑا کرکٹ کے قریب جو جگہ تھی وہ بلند تھی اور آپ ڈھلان کی جانب تھے اس لئے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ علامہ منذری نے کہا: اس کوڑا کرکٹ والی جگہ میں ترنجاسات تھیں آپ ﷺ کو خطرہ تھا کہ اگر آپ ﷺ نے بیٹھ کر پیشاب کیا تو آپ ﷺ پر چھینٹیں اڑیں گی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ایسی جگہ تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے پیشاب کرنے والے کی طرف پیشاب بہہ کر آتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ (شرح العینی: ج:3،ص: 201تا203)

عبدالمصطفیٰ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ہر فعل وقول میں حکمت ہے اور آپ ﷺ امت پر سخت احکام لاگو نہیں فرماتے تھے بلکہ آسانی والے احکام بیان فرماتے تھے۔ اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں مریض شخص کے لئے آسانی والا حکم ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْبَوْلِ الْمُنْتَقِعِ

باب: جو جمع کئے ہوئے پیشاب کے بارے میں وارد ہوا

یہ باب جمع کئے ہوئے پیشاب کے حکم میں ہے۔

82-عَنْ بَكْرِ بْنِ مَاعِزٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُنْقَعُ بَوْلٌ فِيْ طَسْتٍ فِي الْبَيْتِ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ بَوْلٌ مُنْتَقَعٌ وَلَا تَبُوْلَنَّ فِيْ مُغْتَسِلِكَ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

بکر بن ماعز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر میں کسی برتن کے اندر پیشاب کو جمع نہ کیا جائے اس لئے کہ ملائکہ جمع شدہ پیشاب والے گھر میں داخل نہیں ہوتے اور تم کبھی بھی اپنے غسل خانہ میں پیشاب نہ کرو۔ (المعجم الاوسط: ج:2،ص: 312، جامع الاحادیث: ج:17،ص: 287، کنز الاعمال: رقم الحدیث: 26384)

83-وَعَنْ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ عَنْ أُمِّهَا قَالَتْ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِنْ عِيْدَانٍ تَحْتَ سَرِيْرِهِ كَانَ يَبُوْلُ فِيْهِ بِاللَّيْلِ . رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

امیمہ بنت رقیقہ اپنی والدہ محترمہ سے روایت فرماتی ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے واسطے لکڑی کا تیار شدہ پیالہ آپ ﷺ کی چارپائی کے نیچے رکھا ہوا ہوتا تھا چنانچہ آپ ﷺ اس کے اندر رات کے وقت پیشاب کرتے تھے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 3342، سنن الکبریٰ للنسائی: ج:1،ص: 71، المستدرک علی الصحیحین: ج:1،ص: 282، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 528، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج:7،ص: 119، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 22، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص: 99)

برتن کے اندر پیشاب کرنا منع ہے مگر ضرورت اور عذر کی بناء پر اس کو جائز ٹھہرایا گیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیادہ دیر تک گھر میں نجاست رکھنا منع ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مُوْجِبَاتِ الْغُسْلِ

باب: غسل کو لازم کرنے والی چیزوں کا بیان

یہ باب غسل کو لازم کرنے والی چیزوں کے حکم میں ہے۔

84-عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فِي الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بکثرت مذی والا شخص تھا چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مذی میں وضو اور منی میں غسل ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 650، مسند احمد: رقم الحدیث: 606، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 303، سنن النسائی: رقم الحدیث: 152، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 5888، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 132)

85-وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً پانی صرف پانی ہی سے ہے۔ (مسند احمد: ج:5، ص:421، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 343، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 607، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 110، سنن النسائی: رقم الحدیث: 199، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 215)

86-وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ مَعَ اَهْلِيْ فَلَمَّا سَمِعْتُ صَوْتَكَ اَقْلَعْتُ فَاغْتَسَلْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عرض گزار ہوا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی بیوی کے ساتھ تھا تو میں نے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سنا تو جدا ہو کر غسل کر لیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی تو پانی ہی سے ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18241، مسند الصحابۃ: ج:7، ص:48، ص:23، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 24454)

87-وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ و زاد مسلم واحمد وان لم ينزل ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے مابین بیٹھ جائے پھر اس سے قربت کرے تو یقیناً غسل واجب ہوگیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 347، شرح السنہ: رقم الحدیث: 241، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1182، مسند احمد: رقم الحدیث: 7198، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 113، سنن بیہقی: ج: 12، ص: 126)

88–وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ مُسْلِمٌ وَّالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے مابین بیٹھ جائے پھر فرج فرج سے مل جائے تو غسل واجب ہوگیا۔ (مسند احمد: ج: 6، ص: 135، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 291، موطا امام مالک: رقم الحدیث: 75، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 216، سنن النسائی: رقم الحدیث: 191، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 348، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 314)

89–وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِذٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ مُّعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَمَّا يُوْجِبُ الْغُسْلَ مِنَ الْجِمَاعِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَعَنْ مَّا يَحِلُّ مِنَ الْحَائِضِ فَقَالَ مُعَاذٌ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاَمَّا الصَّلٰوةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَتَوَشَّحْ بِهٖ وَاَمَّا مَا يَحِلُّ مِنَ الْحَائِضِ فَاِنَّهٗ يَحِلُّ مِنْهَا مَا فَوْقَ الْاِزَارِ وَاسْتِعْفَافُهٗ عَنْ ذٰلِكَ اَفْضَلُ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُ هٰذَا حَسَنٌ .

عبدالرحمٰن بن عائذ کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے ہمبستری سے غسل لازم کردینے والی چیز، ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے اور حائضہ عورت سے کس قدر نفع لینا جائز ہے کے متعلق دریافت کیا اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ختنہ والا مقام ختنہ والے مقام سے تجاوز کر جائے تو غسل کا وجوب ہو جاتا ہے اور رہا ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا تو اسے اپنے کندھے کے اوپر ڈالے ہوئے بغل سے نکال لے اور رہا حائضہ سے کس قدر نفع لینا حلال ہے تو وہ یہ ہے کہ ازار سے اوپر نفع اٹھا لینا حلال ہے اور اس سے بچنا افضل ہے۔ (المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 194، جامع الاحادیث: ج: 3، ص: 38، کنز الاعمال: ج: 9، ص: 379)

90–وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْفُتْيَا الَّتِيْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَخَّصَ بِهَا فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَمَرَنَا بِالْاِغْتِسَالِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ .

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فتویٰ جو لوگ کہا کرتے تھے کہ پانی پانی سے ہے یہ ایک رخصت تھی جو رسول اللہ ﷺ نے شروع اسلام میں عطا فرمائی ہوئی تھی پھر ہم کو آپ ﷺ نے غسل کا حکم ارشاد فرمایا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 111، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 316، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 315)

91–وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ امْرَاَةُ اَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا هِيَ

احتلمت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم إذا رأت الماء ۔ رواہ الشیخان ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو وہ عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ ﷺ یقیناً اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں فرماتا کیا عورت کو جب احتلام ہو جائے تو اس کے اوپر غسل ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں جب وہ پانی دیکھ لے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 197، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 313، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 600، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 122، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1166، سنن دارمی: رقم الحدیث: 763، مسند احمد: رقم الحدیث: 24610، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 109)

92- وعن خولۃ بنت حکیم رضی اللہ عنہا أنہا سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المرأۃ تری فی منامہا ما یری الرجل فقال لیس علیہا غسل حتی تنزل کما أن الرجل لیس علیہ غسل حتی ینزل ۔ رواہ أحمد و ابن ماجۃ والنسائی وابن ابی شیبۃ وإسنادہ صحیح ۔

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جو حالت خواب وہ چیز دیکھ لے جو مرد دیکھا کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کے اوپر غسل نہیں حتیٰ کہ انزال ہو جائے جس طرح کہ مرد کے اوپر غسل نہیں حتیٰ کہ انزال ہو جائے۔ (الآحاد والمثانی: ج: 5، ص: 428)

93- وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا أن فاطمۃ بنت أبی حبیش کانت تستحاض فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذلک عرق ولیست بالحیضۃ فإذا أقبلت الحیضۃ فدعی الصلوۃ وإذا أدبرت فاغتسلی وصلی ۔ رواہ البخاری ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ والا خون جاری ہوتا تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے۔ حیض تو نہیں ہے چنانچہ جس وقت تم کو حیض آئے تو تم نماز ترک کر دو اور جس وقت حیض انقطاع ہو جائے تو غسل کر و اور نماز پڑھو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 621، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 333، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 217، سنن النسائی: رقم الحدیث: 359، مسند احمد: رقم الحدیث: 25622، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 125، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 319، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 125)

غسل کا معنیٰ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: غسل کا معنیٰ ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لئے غسل اور غسل دونوں لغتیں ہیں بعض کے نزدیک غسل کا معنیٰ ہے دھونا اور غسل کا معنیٰ ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غسل جمعہ سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شیمپو اور بیری کے پتوں کو کہتے ہیں۔ (شرح للنووی: ج: 1، ص: 118)

غسل فرض کرنے والی چیزیں

جن سے غسل فرض ہو جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: 1- منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سبب فرضیت غسل ہے۔ (درمختار: جز: 1 ص: 325)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: 2- احتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور لذت انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔ (عالمگیری: جز: 1 ص: 14 تا 15)

3- حشفہ یعنی سر ذکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت، انزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر فرض ہے اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ ہے اور عورت بالغہ ہے تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔ (عالمگیری: جز: 1 ص: 15، درمختار ورد المحتار: جز: 1 ص: 328)

4- حیض سے فارغ ہونا۔

5- نفاس کا ختم ہونا۔ (درمختار: جز: 1 ص: 334)

مذاہب فقہاء

جماع سے غسل واجب ہونے کے متعلق مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے اور جس حدیث میں ہے غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے یہ منسوخ ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ خواب میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال بھی ہو یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کئے بغیر مباشرت کرے تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔ اگر کوئی آدمی عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا خواہ عمداً ہو یا نسیاناً اور اختیاراً ہو یا جبراً ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے مگر یہ کہ مفعول بہ غیر مکلف ہو اگر سمجھدار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنبی ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہئے۔ (شرح للنووی: جز: 1 ص: 156)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: داؤد بن علی ظاہری نے کہا ہے کہ اگر دو شرم گاہیں مل جائیں اور انزال نہ ہو تو اس سے غسل واجب نہیں ہوتا اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو ختنے کی جگہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (الحاوی الکبیر: جز: 1 ص: 256)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین احمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جب آلہ کا سر عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے خواہ انزال نہ ہو تو اس سے غسل بالاتفاق واجب ہو جاتا ہے اس سے داؤد ظاہری نے اختلاف کیا ہے اس نے کہا: اس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے۔ (المغنی: جز:1، ص:266)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: فقہاء کی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب دو شرم گاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ بھی ہو۔ اور داؤد ظاہری کے سوا فقہاء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔
(شرح ابن بطال: جز:1، ص:409)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: غسل کا واجب ہونا نزول منی پر موقوف نہیں بلکہ جب مرد کے آلہ کا سر عورت کے اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو ان دونوں کے اوپر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ ان دونوں کو انزال نہ بھی ہو۔
(شرح العینی: جز:3، ص:366)

امام ابوجعفر احمد بن طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: ہم نے ان (علامہ طحاوی نے آثار روایت کرنے کے بعد فرمایا) آثار کو جو روایت کیا ہے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف دو شرم گاہوں کے ملنے اور دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال نہ ہو اور صرف وضو کرنے کا حکم ان احادیث اور آثار سے منسوخ ہو گیا اور طریق نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرج میں جماع کرنا حدث ہے خواہ انزال نہ ہو اب ایک قوم یہ کہتی ہے کہ یہ اغلظ حدث ہے اور اغلظ طہارت کو واجب کرتا ہے جو غسل ہے اور دوسری قوم یہ کہتی ہے یہ اخف حدث ہے اور یہ اخف طہارت کو واجب کرتا ہے جو وضو ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ دو شرم گاہوں کا ملنا اور دخول اغلظ اشیاء ہے حتیٰ کہ ایک آدمی روزے میں یا حج میں دخول کرے خواہ انزال نہ ہو تو اس سے اس کا روزہ اور حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر روزے اور حج کی قضاء لازم ہو گی اور حج کی قضاء کرنی لازم ہو گی اور روزے میں قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے اور اگر اس کو انزال ہو جائے تب بھی قضاء اور کفارہ ہی لازم ہو گا اور اس سے کچھ زیادہ لازم نہ ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ انزال سے کچھ فرق نہیں پڑتا اس لئے صرف شرم گاہوں کا ملنا اور نفس دخول ہی اغلظ حدث ہے اس لئے اس سے اغلظ طہارت واجب ہو گی اور وہ غسل ہے۔ نظر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی انسان کسی اجنبی عورت کی شرم گاہ میں اپنی شرم گاہ کو داخل کرے اور انزال سے قبل اپنے آلہ کو نکال لے تو اس پر حد واجب ہو گی اور اگر اس کو انزال ہو جائے پھر بھی حد واجب ہو گی اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا اس سے بھی معلوم ہوا کہ اغلظ حدث صرف نفس دخول ہے خواہ انزال نہ ہو اس لئے اغلظ طہارت واجب ہو گی جو غسل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اور عام فقہاء کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار: جز:1، ص:79)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صِفَةِ الْغُسْلِ
باب: غسل کا طریقہ

یہ باب غسل کے طریقہ کے بیان میں ہے۔

94-عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَآءَ فَيُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِيْ اُصُوْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى اِذَا رَاٰى اَنْ قَدِ اسْتَبْرَاَ حَفَنَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو دونوں ہاتھ دھونے سے ابتداء فرمایا کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجاء فرماتے پھر نماز جیسا وضو فرمایا کرتے پھر پانی لئے اپنی انگلیوں کو بالوں کی جڑوں کے اندر داخل فرما دیتے پھر اپنے پورے جسم کے اوپر پانی بہا دیتے پھر اپنے مقدس پاؤں کو دھوتے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 247، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 316، صحیح ابن حبان: 1196، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 246، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 163، معرفۃ السنن والآثار: رقم الحدیث: 1425، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 24257، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 997)

95- وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهٗ بِثَوْبٍ وَّصَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ وَاَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهٗ ثَوْبًا فَلَمْ يَاْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر غسل والا پانی رکھا اس کے بعد میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کپڑے سے پردہ کیا اور اپنے مقدس ہاتھوں کے اوپر پانی بہائے انہیں دھو دیا پھر اپنے سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ کے اوپر پانی بہا دیا پھر استنجاء فرمایا اس کے بعد زمین کے اوپر ہاتھ رکھتے ہوئے رگڑا پھر اسے دھویا اور کلی فرمائی اور ناک میں پانی چڑھایا اور اپنے چہرہ انور اور بازو کو دھویا پھر اپنے مقدس سر کے اوپر پانی ڈالا اور بدن اقدس پر بہا دیا اس کے بعد اس مقام سے ہٹ گئے تو اپنے قدمین شریفین کو دھویا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا دیا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قبول فرمایا چنانچہ ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 103، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 707، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 998، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 467، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1190، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 1023، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 241، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 316)

96- وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِيْ فَاَنْقُضُهٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْثِيَ عَلٰى رَاْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَآءَ فَتَطْهُرِيْنَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ ﷺ! یقیناً وہ عورت ہوں جو اپنے بالوں کی مینڈھیوں کو مضبوطی سے باندھتی ہوں تو کیا ان کو میں جنابت کے غسل کے لئے کھول لیا کروں۔ اس پر ارشاد فرمایا: نہیں تم کو اس قدر کفایت کرے گا کہ اپنے سر کے اوپر تین پانی کے ڈال دو اس کے بعد خود پر پانی بہا دو تو تم پھر پاک ہو جاؤ گی۔ (المعجم الاوسط: جز:2، ص:227، المعجم الکبیر: جز:23، ص:296، المنتقی من السنن المسندة: جز:1 ص:35، بلوغ المرام من أدلة الاحکام: جز:1، ص:39، تہذیب سنن ابوداؤد: جز:1، ص:107، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:9019)

97- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا وَكَانَتْ حَائِضًا اُنْقُضِي شَعْرَكِ وَاغْتَسِلِيْ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وہ حیض کی حالت میں تھیں کہ اپنے بالوں کو کھولو اس کے بعد غسل کرلو۔ (الاحکام الشرعیة الکبری: جز:1، ص:532، تہذیب وسنن ابوداؤد: جز:1، ص:106، جامع الاحادیث: جز:40، ص:10، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:633، کنز الاعمال: رقم الحدیث:27762، مسند الصحابة: جز:8، ص:72، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:870)

98- وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ بَلَغَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَاْمُرُ النِّسَاءَ اِذَا اغْتَسَلْنَ اَنْ يَنْقُضْنَ رُؤُسَهُنَّ فَقَالَتْ اَفَلَا يَاْمُرُهُنَّ اَنْ يَحْلِقْنَ رُؤُسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَّمَا اَزِيْدُ عَلٰى اَنْ اُفْرِغَ عَلٰى رَاْسِيْ ثَلَاثَ اِفْرَاغَاتٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

عبید بن عمیر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پتہ چلی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ جس وقت وہ غسل کرنے لگیں تو اپنے سر کے بالوں کو کھول لیا کریں اس پر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ یہ حکم ان کو کیوں نہیں دیتے کہ وہ اپنے سر کے بال منڈوالیں۔ یقیناً میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل فرمایا کرتے تھے اور میں اپنے سر کے اوپر تین چلو پانی سے زیادہ نہ ڈالا کرتی تھی۔ (الاحکام الشرعیة الکبری: جز:1، ص:516، السنن الکبریٰ للنسائی: جز:1، ص:116، المعجم الاوسط: جز:9، ص:124، تہذیب سنن ابوداؤد: جز:1، ص:105، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:43137، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث:5324، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1596)

99- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّاُ بَعْدَ الْغسل ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل کرنے کے بعد وضو نہ فرمایا کرتے تھے۔ (الاحکام الشرعیة الکبریٰ: جز:1، ص:510)

100- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهٖ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس ہو آیا کرتے تھے۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 270، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1365، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1208، مسند احمد: رقم الحدیث: 14109، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 231، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 2941، سنن البیہقی: ج: 7، ص: 54)

101- وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَافَ عَلٰی نِسَآءِهٖ فِیْ لَیْلَةٍ فَاغْتَسَلَ عِنْدَ کُلِّ امْرَاَةٍ مِّنْهُنَّ غُسْلًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوِاغْتَسَلْتَ غُسْلًا وَّاحِدًا فَقَالَ هٰذَا اَطْهَرُ وَاَطْیَبُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ.

حضرت ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رات میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ہو آئے پس ان میں سے ہر ایک کے پاس غسل فرمایا۔ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی بار غسل فرما لیتے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے اندر زیادہ طہارت اور صفائی ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 219، مسند احمد: رقم الحدیث: 23923، جامع الاحادیث: ج: 38، ص: 407، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 219، مسند الصحابۃ: ج: 43، ص: 107، مسند ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 147)

مذاہب فقہاء

غسل کی کیفیت میں مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: وضو اور غسل کو شروع کرنے سے قبل ہاتھ دھونے مستحب ہیں اور اگر ان پر نجاست لگی ہو تو پھر ہاتھ دھونے واجب ہیں غسل سے قبل وضو کرنا سنت ہے بعض اوقات آپ وضو کے ساتھ پیر دھو لیتے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے جس طرح کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، پیر اور داڑھی میں خلال کرنا چاہئے ہمارے نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضو میں سنت ہے دونوں ہاتھوں سے چلو لے کر سر پر تین بار پانی ڈالنا چاہئے جسم کو ملنا مستحب ہے احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں ناک میں پانی ڈالنا اور غرارے کرنا مشروع ہے فقہاء احناف کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (مائدہ: 6) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح اپنے بدن کو پاک کرو۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جائے اور بدن ناک اور منہ کو بھی شامل ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو مٹی یا دیوار سے رگڑ کر صاف کرتے۔ غسل پردے میں کرنا چاہئے خواہ گھر میں غسل کیا جائے غسل کا سامان منگوانے میں کسی سے مدد لینا جائز ہے اور بیوی کا خاوند کی خدمت کرنا مشروع ہے۔ تولیہ کے استعمال میں کئی اقوال ہیں۔ علامہ تیمی نے کہا: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تولیہ پیش کرنا اس کی دلیل ہے کہ آپ نہانے کے بعد تولیہ استعمال کرتے تھے اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ واپس کر دیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لئے واپس کیا ہو کہ اسے سنت لازم نہ سمجھ لیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت بدن کو ٹھنڈا رکھنا مقصود ہو اس لئے تولیہ کی ضرورت نہ ہو کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ کو پونچھ لیتے تھے۔

امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک رومال یا کپڑا تھا جس سے آپ ﷺ وضو کے بعد منہ پونچھ لیا کرتے تھے۔

(شرح العینی: جز:3،ص:195)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ کا غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا حصول فضیلت کے لئے ہے سو یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

(فتح الباری: جز:1،ص:791)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ غسل جنابت میں وضو کرنا فرض نہیں ہے اور جب غسل جنابت سے وضو کی فرضیت ساقط ہو گئی تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بھی ساقط ہو گئی۔

(شرح ابن بطال: جز:1،ص:386)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ غسل جنابت میں کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا اور کسی حدیث میں اسے ترک کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ (شرح العینی: جز:3،ص:306)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: پورے منہ کے اندر کو دھونا فرض ہے اگر غسل کرنے والے نے وہ پانی پی لیا تو بھی کافی ہے اور ناک کے اندر سوکھے ہوئے میل کے نیچے بھی پانی پہنچانا فرض ہے۔ (ردالمحتار: جز:1،ص:255)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: وضو اور غسل کے بعد اعضاء کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح منقول ہے۔ حضرت عثمان، حضرت حسن بن علی، حضرت انس رضی اللہ عنہم اور بہت سے اہل علم کا یہی موقف ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ تولیہ لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس سے بدن نہ پونچھا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور نبی کریم ﷺ کا تولیے کو ترک کرنا کراہت پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ ﷺ وضوء کے اعضاء کو پونچھتے تھے۔

(المغنی: جز:1،ص:182)

غسل میں مینڈھیوں کے متعلق مذاہب فقہاء

جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں ہے ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔

(بہار شریعت: جز:1،ص:317)

دوسری بار جماع کرنے سے پہلے وضو کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

دوسری بار جماع کرنے سے قبل آیا وضو کرنا واجب ہے یا نہیں اس کے متعلق فقہاء کے مذاہب درج ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک ہی غسل کے ساتھ متعدد بیویوں کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا ایک بار جماع کرنے کے بعد دوسری بار جماع کرنے سے پہلے وضو کرنا واجب ہے یا نہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جب دوبارہ جماع کرے تو اس سے پہلے وضو کرے۔ عطاء اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور حسن بصری یہ فرماتے تھے کہ اگر وہ وضو کرنے سے قبل دوسری بار جماع کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ اس پر وضو کرنا واجب نہیں ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر اس نے وضو کرلیا تو وہ میرے نزدیک اچھا ہے اور اگر اس نے وضو نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسحاق نے کہا: دوسری بار جماع کرنے سے قبل شرم گاہ کو دھونا ضروری ہے۔

(شرح ابن بطال: جز: 1، ص: 391)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جب انسان کو قدرت ہو تو کثرت جماع مکروہ نہیں ہے اور متعدد بار جماع کرنے کے بعد ایک بار غسل کرنا کافی ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دوبارہ جماع کے درمیان وضو کرنا واجب نہیں ہے اور اس کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے وہ منسوخ ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار: جز: 1، ص: 800)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ حُكْمِ الْجُنُبِ

باب: جنبی کا حکم

یہ جنبی کے حکم میں ہے۔

102- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلٰوةِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو استنجاء فرماتے اور نماز جیسا وضو فرمالیا کرتے تھے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 247، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 316، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1196، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 997، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 163، معرفۃ السنن والآثار: رقم الحدیث: 1425، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1، ص: 64، مسند احمد: رقم الحدیث: 24257، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 246)

103- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی

حالت میں سوسکتا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں جب وہ وضو کر لے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 258، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 306، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 287، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1 ص: 436، البحر الزخار: رقم الحدیث: 147، اللؤلؤ والمرجان: جز: 1 ص: 102، المعجم الاوسط: جز: 2 ص: 345)

104- وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلْجُنُبِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاكُلَ اَوْ يَشْرَبَ اَوْيَنَامَ اَنْ يَّتَوَضَّاَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ .

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنبی کو اس بات کی اجازت عطا فرمائی ہے کہ جب وہ کھانے، پینے یا سونے کا ارادہ کرے تو وہ نماز جیسا وضو کر لے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 757، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 120، سنن ابوداود: رقم الحدیث: 1225، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1 ص: 439، المعجم الاوسط: جز: 6 ص: 320)

105- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّاَ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاكُلَ اَوْ يَشْرَبَ قَالَتْ غَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَاكُلُ اَوْ يَشْرَبُ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیا کرتے اور جب کھانے پینے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ اپنے دست اقدس کو دھو لیا کرتے پھر تناول یا نوش فرماتے۔ (سنن ابوداود: رقم الحدیث: 223، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 305، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 584، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4522، السنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1 ص: 122، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 9044، مسند احمد: رقم الحدیث: 24083، سنن النسائی: رقم الحدیث: 256، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 213)

106- وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّطْعَمَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَطْعَمُ . رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ

انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حالت جنابت میں کھانے کا قصد فرماتے تو اپنے دست اقدس کو دھو لیا کرتے پھر کھانا تناول فرماتے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 738، سنن النسائی: رقم الحدیث: 258، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1073، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 288، سنن البیہقی: جز: 1 ص: 200)

107- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ملائکہ اس گھر کے اندر داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر، کتا یا جنبی ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 365، سنن النسائی: رقم الحدیث: 261، سنن ابوداود: رقم الحدیث: 4152، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1 ص: 504، البحر الزخار: جز: 3 ص: 68، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 611، المؤطا: جز: 3 ص: 379)

108- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَاٰخَرُوْنَ ۔

انہی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک جنبی نہ ہوتے تھے تو ہمیں قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1،ص:503،السنن الصغیر للبیہقی: رقم الحدیث:796،السنن الکبریٰ: رقم الحدیث:425،المؤطا: ج:2،ص:75، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: ج:1،ص:37،جامع الاحادیث: ج:30،ص:172)

109- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں ٹھہراتا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:2،ص:442،بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: ج:1،ص:39،جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج:11،ص:205،سنن ابوداؤد: ج:1،ص:295،سنن ابوداؤد: ج:1،ص:92،السنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:443،صحیح ابن خزیمہ: ج:2،ص:284)

110- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتّٰى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اس حال میں کہ میں جنبی تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت چل پڑا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوگئے میں چپکے سے بھاگ نکلا اور گھر آتے ہی غسل کرلیا اس کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر جلوہ افروز تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ! تم کدھر تھے؟ اس پر میں نے وہ بات عرض کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ یقیناً مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 231،سنن النسائی: رقم الحدیث: 267،سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 534،صحیح مسلم: رقم الحدیث: 371،شرح السنہ: رقم الحدیث: 261،صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1259،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 231،مسند احمد: رقم الحدیث: 7211)

جنبی کے کھانے پینے اور سونے میں مذاہب فقہاء

بغیر وضو کے جنبی کے کھانے پینے اور سونے میں فقہاء کے مذاہب حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب جنبی کھانے کا ارادہ کرے تو اس پر وضو کرنا واجب نہیں ہے وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء احناف ہیں اور امام اوزاعی اور امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

(شرح ابن بطال: ج:1،ص:405)

جنبی کے سونے کے متعلق لکھتے ہیں کہ جنبی کے سونے میں علماء کا اختلاف ہے ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ وہ وضو کر کے سوئے۔ حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے نخعی، طاؤس، حسن

بصری، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے۔ اہل ظاہر کا شاذ قول یہ ہے کہ یہ وضو کرنا واجب ہے لیکن یہ قول متروک ہے کسی نے اس کی موافقت نہیں کی۔ سعید بن مسیب نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو وضو کرنے سے پہلے سو جائے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے کیونکہ وضو اس کو جنابت سے طہارت کی طرف نہیں نکالتا ان کی دلیل یہ حدیث ہے: ابو اسحاق اسود بن یزید سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے پھر سو جاتے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے حتی کہ بعد میں اٹھ کر غسل فرماتے تھے۔ (شرح ابن بطال: جز: 1، ص: 407)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث غلط ہے کیونکہ ابو اسحاق نے ایک طویل حدیث کو مختصر کیا ہے اور اختصار میں خطاء کی ہے اسے چاہئے کہ سونے سے پہلے اس طرح وضو کرے جس طرح نماز کا وضو کرتے ہیں۔ اصل حدیث اس طرح ہے: ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس گیا اور میں نے کہا: مجھے وہ حدیث سنائیں جو حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اول حصہ میں سوتے تھے اور آخری حصہ میں بیدار ہوتے تھے پھر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت ہوتی تو اپنی حاجت پوری کرتے پھر پانی کو ہاتھ لگانے سے پہلے سو جاتے پھر اذان کے وقت اٹھا کرتے اور اپنے اوپر پانی بہاتے اور اگر آپ جنبی ہوتے تو اس طرح وضو کرتے جس طرح نماز کا وضو کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 737)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 853ھ لکھتے ہیں: حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ جنبی کے لئے سونے سے قبل وضو کرنے کا حکم جمہور کے نزدیک مستحب ہے۔ امام شافعی نے اس کو واجب نہیں کہا اور نہ ان کے اصحاب اس حکم کے وجوب کو پہچانتے ہیں۔
(فتح الباری: جز: 1، ص: 810)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جنبی کے لئے غسل سے پہلے کھانا پینا، سونا اور جماع کرنا جائز ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کاموں سے پہلے جنبی کا وضو کرنا مستحب ہے خصوصاً اس وقت جب اس عورت سے جماع کرنا چاہے جس سے پہلے جماع نہ کیا ہو اس وقت اپنے ذکر کو دھونے کا استحباب مؤکد ہے اور ہمارے اصحاب نے اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے۔ امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے البتہ بعض مالکیہ اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ یہ وضو واجب ہے اور وضو سے مراد نماز کا وضو کامل ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جاتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ پانی کو نہیں چھوتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ غسل نہیں کرتے تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ پانی کو بیان جواز کے لئے نہیں چھوتے تھے کیونکہ اگر آپ ہمیشہ سونے سے پہلے وضو کرتے تو اس سے وضو کرنے کے وجوب کا وہم ہوتا۔ جنابت کے بعد سونے سے قبل جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا تا کہ حدث میں تخفیف ہو۔ علامہ مازری مالکی نے کہا تا کہ وہ طہارت پر سوئے اگر اس دوران موت آ جائے تو طہارت پر موت آئے۔ علامہ مازری نے کہا: اسی قیاس پر حائضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہئے اور علماء شافعیہ نے کہا کہ حائضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 144)

مومن اور کافر کے نجس ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء

حدیث میں فرمایا گیا کہ بے شک مومن نجس نہیں ہوتا تو آیا کافر بھی نجس نہیں ہوتا اگر نجس ہوتا ہے تو اعضاء سے نجس ہوتا ہے یا افعال سے اس بارے میں فقہاء کے اقوال حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: مہلب نے کہا ہے کہ جب جنابت کا جسم میں حسی اثر نہ ہو تو اس وقت مومن کے اعضاء پاک ہوتے ہیں کیونکہ مومنین اپنے اعضاء کو پاک اور صاف رکھتے ہیں اس کے برخلاف مشرکین نجاست اور گندگی کی آلودگی سے خود کو محفوظ نہیں رکھتے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے غالب احوال کے اعتبار سے فرمایا: انما المشرکون نجس اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ ان کے اعضاء نجس ہیں بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے افعال نجس ہیں اور فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جنبی کا اور حائض کا پسینہ پاک ہوتا ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ میرے نزدیک یہودی، نصرانی اور مجوسی کا پسینہ بھی پاک ہوتا ہے اور دوسروں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کو حلال کر دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہ پسینہ آنے سے محفوظ نہیں ہیں اور جب مسلمان ان سے مباشرت کریں گے تو ان کا پسینہ ان کے جسموں کو لگے گا اس کے باوجود کتابیہ پر اسی صورت میں غسل فرض ہوتا ہے جس صورت میں مسلمان عورت پر غسل فرض ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن آدم اپنی ذات میں نجس نہیں ہے جب تک کہ اس پر کوئی خارجی نجاست نہ لگے۔ (شرح ابن بطال: جز: 1 ص: 404)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارا مذہب اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ طہارت اور نجاست میں کافر کا حکم مسلمان کی طرح ہے اور انما المشرکون نجس سے مراد اس کے اعتقاد کی نجاست ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضاء پیشاب اور پاخانہ کی طرح نجس ہیں آدمی طاہر ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کا پسینہ، اس کا لعاب اور اس کے آنسو پاک ہیں خواہ وہ بے وضو ہو جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو اور ان تمام امور پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 2 ص: 1479)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: عام اہل علم کے نزدیک آدمی اور اس کا جوٹھا پانی طاہر ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر۔ (المغنی: ج: 1 ص: 76)

علامہ منصور بن یونس بہوتی حنبلی متوفی 1051ھ لکھتے ہیں: مشرکین اپنے اعتقاد میں نجس ہیں نہ کہ ان کا بدن نجس ہے۔

(کشاف القناع مع الاقناع: ج: 1 ص: 59)

علامہ احمد بن علیؒ بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: بعض اہل ظاہر نے کہا ہے کہ کافر نجس العین ہے اور اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا اعتقاد نجس ہے اور جمہور کا استدلال اس سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ مسلمان ان سے مباشرت کے وقت ان کے پسینہ سے محفوظ نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ زندہ آدمی نجس نہیں ہوتا اور اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

(فتح الباری: ج: 1 ص: 807)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے خود عنوان قائم کیا ہے کہ کافر اور اس کا پسینہ نجس ہے۔ (فتح الباری: جز: 1 ص: 806)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: یہ کلام ذوق سے بعید اور خلاف تحقیق ہے کافر نجس العین نہیں ہے

حکماً نجس ہے اس کا جوٹھا بھی پاک ہے اور اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔(عمدۃ القاری:جز:3،ص:351)

جنبی اور حائض کے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 671ھ لکھتے ہیں: فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا جنبی اور حائض کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جز میں کوئی فرق نہیں ہے ان سب کا پڑھنا جنبی اور حائض پر حرام ہے اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے اور جنبی اور حائض کے لئے دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا اور مصحف شریف کو دیکھنا جائز ہے۔(شرح للنواوی:جز:1،ص:162)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا،طواف کرنا،قرآن مجید چھونا اگر چہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے یا بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویز لکھنا یا ایسا تعویز چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے مقطعات کی انگوٹھی حرام ہے۔(درمختار ورد المحتار:جز:1،ص:348)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْحَيْضِ

باب:حیض کا بیان

یہ باب حیض کے بیان میں ہے۔

111- عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَآئِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةِ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُوْرِيَّةٍ وَّلٰكِنِّيْ اَسْاَلُ قَالَتْ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَآءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَآءِ الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت معاذہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حائضہ عورت کو کیا ہے کہ وہ روزہ کی قضاء تو کرتی ہے مگر نماز کی قضاء نہیں کرتی۔تو انہوں نے فرمایا: کیا تو حروریہ ہے؟ میں نے کہا: میں حروریہ تو نہیں ہوں لیکن مسئلہ دریافت کررہی ہوں۔تو فرمایا: ہمیں یہ معاملہ پیش آتا تھا تو ہم کو روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:262،سنن الترمذی:رقم الحدیث:130،صحیح مسلم:رقم الحدیث:335،سنن النسائی:رقم الحدیث:382،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:631،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:1001،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:1279،مسند احمد:رقم الحدیث:24036)

112-عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ لَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اپنی ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا اس طرح نہیں ہے

کہ عورت کو جس وقت حیض جاری ہوتا ہے تو وہ نماز ادا نہیں کرتی اور نہ ہی روزہ رکھتی ہے۔(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4679، شعب الایمان: رقم الحدیث: 29، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 79، مسند احمد: رقم الحدیث: 5343، سنن البیہقی: ج: 10، ص: 148، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4003، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 304)

113- وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ مَوْلَاةِ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النِّسَآءُ يَبْعَثْنَ اِلٰى عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالدِّرَجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ مِنْ دَمِ الْحَيْضِ يَسْأَلْنَهَا عَنِ الصَّلٰوةِ فَتَقُوْلُ لَهُنَّ لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَآءَ تُرِيْدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَالْبُخَارِيُّ تعليقًا .

علقمہ کی والدہ محترمہ جو کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ تھیں کا بیان ہے کہ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ڈبیوں کو بھیجا کرتی تھیں جن کے اندر روئی ہوتی جس پر حیض کے خون کی زردگی ہوتی تھی وہ ان سے نماز کے متعلق دریافت کرتیں تو انہیں وہ فرماتیں کہ تم جلدی اختیار نہ کرو حتیٰ کہ چونے کی مانند سفیدی کو نہ دیکھ لو۔ وہ اس سے حیض سے پاکی مراد لیتی تھیں۔

حیض کا معنی

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: مبرد نے کہا ہے کہ حیض کا معنی ہے بہنا جب پانی بہنے لگے تو عرب کہتے ہیں: حاض السیل۔ دوسروں نے کہا: ببول کے درخت سے خون کے مشابہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو عرب کہتے ہیں: حاضت السمرة۔(لسان العرب: ج: 7، ص: 142)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: جو خون رحم سے وقت مخصوص میں وصف مخصوص کے ساتھ خارج ہو اسے حیض کہتے ہیں۔(المفردات: ص: 136)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو اس کو حیض کہتے ہیں۔(عالمگیری: ج: 1، ص: 36)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: حیض وہ خون ہے جس کو عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کا رحم چھوڑتا ہے۔ پھر ایام معلومہ میں اس خون کے جاری ہونے کی عادت مقرر ہو جاتی ہے۔(المغنی: ج: 1، ص: 188)

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں: حیض وہ خون ہے جسے اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو۔

(کفایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 141)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو رحم کی قید سے استحاضہ اور زخم کا خون نکل گیا اور بیماری سے برأت کی قید سے نفاس نکل گیا کیونکہ نفاس والی عورت بیمار عورت کے حکم میں ہے۔(فتح القدیر: ج: 1، ص: 140)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: عورت کا جو خون اوقات معلومہ میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جاری ہوتا ہے اسے حیض کہتے ہیں۔ (شرح المہذب نووی: ج: 1، ص: 141)

ایام حیض کے تعین میں مذاہب اربعہ

ایام حیض کے تعین میں مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور کم از کم حیض کی کوئی مدت نہیں ہے ایک مرتبہ خون نکل آئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ بھی حیض ہے اور طہر کی کم از کم مدت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کئی اقوال ہیں دس دن، آٹھ دن، پندرہ دن، سترہ دن اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مدت نہیں ہے۔
(بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص: 36)

شافعیہ کا مذہب

حیض کی کم از کم مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے اور عموماً حیض چھ یا سات دن ہوتا ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔ (روضۃ الطالبین: ج: 1، ص: 134)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت میں حیض کا لفظ بغیر کسی قید کے وارد ہوا ہے اور حیض کی لغت میں کوئی حد ہے نہ شریعت میں اس لئے اس کی تحدید کے لئے عرف اور عادت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور حیض میں ایک دن کی عادت بھی پائی گئی ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے بعض عورتوں کو دیکھا جن کو ایک دن حیض آتا ہے اور بعض عورتوں کو دیکھا جن کو پندرہ دن حیض آتا ہے۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ شریک سے روایت کیا ہے کہ ہمارے پاس ایک عورت تھی جسے ہر ماہ میں پندرہ دن مستقیم حیض آتا تھا اور طہر کی کم از کم مدت تیرہ دن ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 190)

حنفیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کنواری لڑکی اور شادی شدہ کے لئے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے کیونکہ وہ ایک دن ایک رات کو بھی حیض کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر بھی حجت ہے کیونکہ دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصہ کو بھی حیض کہتے ہیں اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔ اس کی دلیل بھی حدیث مذکور ہے اور یہ حدیث بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے کیونکہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ مدت کے لئے پندرہ دن کا اندازہ کیا ہے پھر جو اس مدت سے زائد یا کم ہو وہ استحاضہ ہے کیونکہ شریعت نے جو حد مقرر کر دی ہے وہ کمی اور

کی مقرر کردہ مقدار کو لاحق کرنے سے مانع ہے۔ عورت ایام حیض کے اندر سرخ، پیلا اور مٹیالا جو رنگ بھی دیکھے وہ حیض ہے۔

(ہدایہ اولین:ص:46)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ (درمختار:جز:1،ص:186)

پیلے اور مٹیالے رنگ کے حیض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک بن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اکثر علماء نے کہا ہے کہ پیلا اور مٹیالا رنگ ایام حیض میں حیض ہے اور ایام حیض کے بعد وہ کچھ نہیں ہے یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور سعید بن مسیب، عطاء، حسن بصری، ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے اور ربیعہ، ثوری، اوزاعی، لیث، امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس میں دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ پیلا اور مٹیالا رنگ حیض کی ابتداء میں حیض نہیں ہے اور حیض کے آخر میں حیض ہے کیونکہ حدیث میں ہے پیلا اور مٹیالا رنگ خون کے آخری ایام میں خون ہے حتیٰ کہ تم سفیدی دیکھ لو۔ اس پر تیسرا قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مٹیالا اور پیلا رنگ حیض ہے خواہ ایام حیض ہوں یا غیر ایام حیض اور یہ قول حدیث کے خلاف ہے۔

(شرح ابن بطال:جز:1،ص:452)

حائضہ عورت پر نماز اور روزہ کی قضاء کے متعلق مذاہب فقہاء

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر صرف روزہ کی قضاء واجب ہے نماز کی قضاء واجب نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حائض کا نماز پڑھنا اور روزے رکھنا منع ہے نماز اس سے ساقط ہو جائے گی اور روزوں کی وہ قضاء کرے گی۔ (عمدۃ القاری:ج:3،ص:405)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: حیض کی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے خواہ کسی قسم کی نماز ہو یا سجدہ شکر ہو حالت حیض میں جو نمازیں فوت ہو گئیں ان کی قضاء نہیں ہے۔ اور حائضہ عورت پر روزہ رکھنا بھی منع ہے لیکن وہ ان فوت شدہ روزوں کی قضاء کرے گی اس نے نفل روزہ شروع کیا اور پھر حیض آ گیا تو اس کی قضاء کرے گی۔ (ردالمحتار:جز:1،ص:182)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْإِسْتِحَاضَةِ

باب: استحاضہ کا بیان

یہ باب استحاضہ کے حکم میں ہے۔

114۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ وَّلَيْسَ بِحَيْضَةٍ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِی الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّیْ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ و فِیْ رِوَايَةٍ للبخاری ولكن دعی الصلوة قدر الايام التی كنت تَحِيْضِيْنَ فيها ثم اغتسلی وصلی ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو وہ عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً میں استحاضہ والی عورت ہوں جس کی وجہ سے میں پاک نہیں رہ پاتی تو کیا میں نماز ترک کردوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں یہ ایک رگ ہے حیض نہیں ہے چنانچہ جب حیض آ جائے تو نماز کو ترک کردو اور جب حیض کا انقطاع ہو جائے تو خود سے خون کو دھو ڈالو اور نماز پڑھ لو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 621، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 333، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 228، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 217، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1 ص: 125، مسند احمد: ج: 6 ص: 194، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 125، سنن النسائی: رقم الحدیث: 359)

115- وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِیْ حُبَيْشٍ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُسْتَحَاضُ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ بِحَيْضٍ وَّلٰكِنَّهٗ عِرْقٌ فَاِذَا اَقْبَلَ الْحَيْضُ فَدَعِی الصَّلٰوةَ عَدَدَ اَيَّامِكِ الَّتِیْ كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِیْ وَتَوَضَّئِیْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ ۔ رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو وہ عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً مجھے دو ماہ تک استحاضہ آتا رہتا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حیض نہیں ہے لیکن یہ تو رگ ہے۔ چنانچہ جس وقت حیض جاری ہو تو نماز کو ترک کردو اتنے ایام جتنے ایام تم کو حیض جاری ہوتا تھا اور جس وقت یہ ایام گزر جائیں تو پھر غسل کرو اور ہر نماز کے واسطے وضو کرو۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 205، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 334، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 285، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 129)

116- وَعَنْهَا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلًا وَّاحِدًا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ ۔ رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانٍ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستحاضہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے حیض کے دنوں میں نماز ترک کردے پھر ایک دفعہ غسل کرے پھر ہر نماز کے وقت وضو کر لے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1 ص: 527، الجمع بین الصحیحین: ج: 4 ص: 65، السنن الصغیر للبیہقی: ج: 1 ص: 133، جامع الاحادیث: ج: 22 ص: 156، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1 ص: 329، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 7623، المنتقی من السنن: ج: 1 ص: 38، الموطا: رقم الحدیث: 139)

استحاضہ کا معنیٰ وتعریف

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رگ سے نکلتا ہے عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری رہے وہ استحاضہ ہے۔ (لسان العرب: جز:7، ص:143)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: عورت کا جو خون اوقات معلومہ میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جاری ہوتا ہے اسے حیض کہتے ہیں اور ان اوقات کے علاوہ جو خون جاری ہوتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں حیض کا خون رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے اور استحاضہ کا خون ایک رگ سے نکلتا ہے یہ خون رحم کے منہ کے قریب ایک رگ سے نکلتا ہے نہ کہ اس کی گہرائی سے۔ (شرح طلنواوی: جز:1، ص:141)

مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ استحاضہ عورت نماز اور روزہ دونوں ادا کرے گی۔ مگر اختلاف اس میں ہے کہ آیا وہ ہر نماز کے واسطے علیحدہ وضو کرے گی یا نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحاضہ ہر نماز کے لئے علیحدہ وضو کرے گی چاہے فرض ہو یا نفل۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر فرض نماز کے لئے وضو کرے اور جتنے چاہے نوافل ادا کرے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے اور وقت کے اندر اس سے جس قدر چاہے فرض ونفل ادا کرے۔

اور اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے یا نہیں۔ جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ مستحاضہ پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے۔

اور جن کے نزدیک یہ ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے ان کا استدلال یہ حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرا خون جاری رہتا ہے آپ نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے تم غسل کرو اور نماز پڑھو تو وہ نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:334)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: یہ حدیث حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے فتویٰ دیا کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کریں اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی مخالفت کی اسی وجہ سے ابومحمد الشبیلی نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث استحاضہ کے باب میں سب سے صحیح حدیث ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم عطا فرمایا تھا اور وہ ہر نماز کے لئے نفلی طور پر غسل کرتی تھیں اور ابن شہاب نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ اپنی طرف سے ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مستحاضہ پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے لیکن اس پر یہ واجب ہے کہ وہ نماز کے لئے وضو کرے۔ (شرح العینی: جز:3، ص:462)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا مسلسل خون جاری ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہر نماز کے لئے

غسل کرنے کا حکم دیا۔

حفاظ نے اس حدیث میں اس زیادتی پر طعن کیا ہے کیونکہ الزہری کے اثبات اصحاب سے یہ زیادتی ثابت نہیں ہے تاہم اگر اس حدیث میں غسل کے امر کو استحباب پر محمول کر دیا جائے تو دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اس حدیث کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غسل نہیں ہے بلکہ یہ لفظ غَسل ہے یعنی ہر نماز کے وقت فرج سے خون اور نجاست کو دھولیا کریں کیونکہ نجاست کو زائل کرنا صحت نماز کے لئے شرط ہے۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم ہے وہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کی حدیث سے منسوخ ہے جس میں ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم ہے لیکن دونوں حدیثوں کو جمع کرنا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں غسل کو استحباب پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔(فتح الباری:جز:1،ص:838)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے نہ روزہ نہ ہی ایسی عورت سے صحبت حرام ہے۔ استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وضو کر کے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گزر جانے پر اس کو معذور کہا جائے گا ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے خون آنے سے اس کا وضو نہ جائے گا۔(عالمگیری:جز:1،ص:39 تا 41)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:مدت حیض سے کم یا مدت حیض کے بعد آنے والا خون استحاضہ ہے اس کا حکم اس طرح ہے جس طرح کسی معذور آدمی کی ناک سے ہمیشہ خون جاری ہو تو اس سے نماز،روزہ ساقط نہیں ہوتا اسی طرح مستحاضہ سے بھی نماز،روزہ ساقط نہیں ہوتا اس کی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نماز کے ایک وقت میں وضو کر لے یہ وضو اس پورے وقت میں شرعاً قائم رہے گا۔ بہ شرطیکہ کسی اور وجہ سے وضو نہ ٹوٹے وہ اس وضو سے پورے وقت میں تمام عبادتیں کر سکتی ہے اور وقت ختم ہونے کے بعد اسے دوسرے وقت کے لئے وضو کرنا ہوگا۔(ردالمختار:جز:1،ص:198)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْوُضُوْءِ

وضو کے ابواب

بَابُ السِّوَاكِ

باب: مسواک کرنے کا بیان

یہ باب مسواک کرنے کے حکم میں ہے۔

117– عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔ وفی روایة لاحمد لامرتهم بالسواك مع كل وضوء وللبخاری تعلیقًا لامرتهم بالسواك عند كل وضوء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو ان کو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم فرماتا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1، ص:443، الجمع بین الصحیحین: ج:3، ص:160، السنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:62، المعجم الاوسط: ج:2 ص؛57، السنن الکبریٰ: ج:1، ص:75، سنن النسائی: ج:1 ص؛64، اللؤلؤ والمرجان: ج:1، ص:92، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث:516، المستخرج: ج:1، ص:312)

118– وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لَوْلَا اَنْ يَّشُقَّ عَلٰی اُمَّتِهٖ لَاَمَرَهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شاق نہ ہوتا تو ضرور انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم فرماتے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1، ص:585، المؤطا: ج:1، ص:66، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج:7، ص:174، سنن النسائی الکبریٰ: ج:2، ص:198، صحیح ابن خزیمہ: ج:1، ص:73، مسند الصحابۃ: ج:2، ص:23)

119– وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السِّوَاكُ مِطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَّالْبُخَارِیُّ تَعْلِيْقًا ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور رب تعالیٰ کی رضا

جوئی پانے کا ذریعہ ہے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث 668، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 446، السنن الصغیر للبیہقی: رقم الحدیث: 61، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 137، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 64، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 276، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 7744، تہذیب سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 413، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 10758، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5176)

120- وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ الْوُضُوْءِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ . رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِىْ صَحِيْحِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت وضو کے ساتھ ہی مسواک کا حکم عطا فرماتا۔ (السنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 450، الجمع بین الصحیحین: ج: 4، ص: 49، السنن الصغریٰ للبیہقی: ج: 8، ص: 116، سنن نسائی: ج: 2، ص: 196، المعجم الکبیر: ج: 1، ص: 85، جامع الاحادیث: ج: 18، ص: 186)

121- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِىُّ فِى الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِىُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو انہیں میں ہر نماز کے ساتھ ہی مسواک کا حکم فرماتا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 586، البحر الزخار: ج: 2، ص: 136، الجمع بین الصحیحین: ج: 3، ص: 160، سنن الصغریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 63، السنن الکبریٰ: ج: 1، ص: 37، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 1238، جامع الاحادیث: ج: 18، ص: 185، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5172)

122- وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ وَالتِّرْمِذِيَّ .

مقداد بن شریح اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت گھر میں داخل ہوا کرتے تو کس چیز سے ابتداء فرمایا کرتے تھے ارشاد فرمایا: مسواک سے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 144، الجمع بین الصحیحین: ج: 4، ص: 168، سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 142، سنن کبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 64، المسند المخرج: ج: 1، ص: 312، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 7، ص: 177، ریاض الصالحین: ج: 2، ص: 56، سنن ابی داؤد: ج: 1، ص: 75)

123- وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ .

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھا کرتے تو اپنے منہ اقدس کو مسواک سے صاف فرمایا کرتے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 55، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1075، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 255، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 136، مسند احمد: رقم الحدیث: 23415، سنن النسائی: رقم الحدیث: 2، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 286، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 173)

124- وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَا اُحْصِىْ

يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ . رَوَاهُ اَحْمَدُ و اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَحَسَّنَهُ وَفِيْ اِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَّرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اَكْثَرُ اَحَادِيْثِ الْبَابِ تَدُلُّ عَلَى اسْتِحْبَابِ السِّوَاكِ لِلصَّائِمِ بَعْدَ الزَّوَالِ وَلَمْ يَثْبُتْ فِيْ كَرَاهَتِهِ شَيْءٌ .

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت روزہ میں اس قدر دفعہ مسواک فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا کہ میں جسے شمار نہیں کرسکتا۔

نیموی نے فرمایا: باب کی اکثر احادیث روزے دار کے واسطے زوال کے بعد مسواک کرنا مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اس کی کراہت کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث: 3224، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 4568، سنن ترمذی: رقم الحدیث: 657، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 2393، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 434، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 2007، صحیح البخاری: ج: 7، ص: 234، مسند ابی یعلی: ج: 13، ص: 117، مسند احمد: ج: 31، ص: 290)

مسواک کا معنیٰ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ائمہ لغت نے فرمایا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہوجائے۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 127)

مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت ہے اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے نماز میں نہ غیر نماز میں اس پر علماء کا اجماع ہے۔ علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

1- نماز پڑھنے کے وقت خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے۔

2- وضو کرنے کے وقت

3- قرآن مجید کی تلاوت کے وقت

4- نیند سے بیدار ہونے کے وقت

5- جب منہ کی بو متغیر ہو خواہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تا کہ روزہ دار کے منہ کی بو جو مستحب ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت کپڑا ہو کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے طولاً مسواک نہ کی جائے تا کہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور داڑھوں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔

(شرح للنواوی: جز:1 ص:127)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اپنے دانتوں اور زبان پر مسواک کرے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان کے اوپر مسواک کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ گھسا دوں گا اور عرض کی جانب مسواک کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عرضاً مسواک کرو اور کبھی کبھی تیل بھی لگاؤ اور طاق مرتبہ سرمہ لگاؤ۔ دائیں طرف سے مسواک کی ابتداء کرنا مستحب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتی پہننے میں، کنگھی کرنے میں، وضو کرنے میں اور ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے اور مسواک کو دھو لے تا کہ اس پر جو گرد وغبار اور میل ہے وہ زائل ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مسواک دیتے میں اسے دھوتی میں اس سے ابتداء کر کے مسواک کرتی پھر اسے دھو کر آپ کو دیتی۔ (المغنی: جز:1 ص:120)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل فرماتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا: مسواک کرنا وضو کا جز ہے اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ کے ساتھ ٹیک لگا رکھی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تازہ مسواک تھی جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے میں نے مسواک لی اس کو کاٹا اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی۔ مسواک میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا: مسواک کرنا وضو کی سنت ہے اور بعض نے کہا: یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا: یہ سنت دین ہے یہی قول زیادہ قوی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ہدایہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے۔ علامہ ابوحامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے

اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے۔ مغنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کر دے۔ مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہئے۔ مستحب یہ ہے کہ پیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے۔ محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کر لے۔ امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ (شرح العینی: جز: 3، ص: 185)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اس پر دوام فرماتے تھے اور جب مسواک نہ ہو تو انگلی کے ساتھ دانت صاف کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ اس طرح کرتے تھے۔ (ہدایہ اولین: ص: 18)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مٹھی نہ باندھے۔ (عالمگیری: جز: 1، ص: 7)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: کم سے کم تین تین بار داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر بار مسواک کو دھو لے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں چت لیٹ کر مسواک نہ کرے پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت پھر داہنی جانب کے نیچے کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔ جب مسواک کرنا ہو تو اس کو دھو لے یونہی فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔ مسواک نماز کے لئے سنت نہیں بلکہ وضو کے لئے تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے اس سے ہر نماز کے لئے مسواک کا مطالبہ نہیں جب تک سانس بدبودار نہ ہو گیا ہو ورنہ اس کے دفع کے لئے مستقل سنت ہے البتہ اگر وضو میں مسواک نہ کی تھی تو اب نماز کے وقت کر لے۔ (درمختار ورد المحتار: جز: 1، ص: 248 تا 251)

علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی 800ھ لکھتے ہیں: اگر مسواک نہ ہو تو انگلی یا سنگین کپڑے سے دانت مانجھ لے یونہی اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑوں پر پھیر لے۔ (جوہرۃ النیرۃ: جز: 1، ص: 253)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوْءِ

باب: وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

یہ باب وضو کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

125- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَإِنَّ حَفَظَتَكَ لَا تَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰى تَحْدُثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الصَّغِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! جب وضو کرنے لگو تو اس وقت بسم اللہ والحمد للہ پڑھا کرو اس کی وجہ سے تمہارے نگہبان ملائکہ تمہارے واسطے متواتر نیکیوں کو لکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تم اس وضو سے بے وضو نہ ہو جاؤ۔ (مجمع الزوائد: جز: 1، ص: 220، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 196، کتاب الضعفاء: جز: 1، ص: 260، میزان الاعتدال: جز: 1، ص: 181)

مذاہب فقہاء

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک روایت کے مطابق وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور ایک روایت کے مطابق ظاہر مذہب پر یہ سنت ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت یا مستحب ہے۔ اور داؤد ظاہری کے نزدیک فرض ہے۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وضو، غسل اور تیمم سب میں پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی وضو نہ کرے اس کی نماز نہ ہوگی اور جو آدمی بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وضو طہارت ہے اور باقی طہارتوں کی طرح اس میں بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور اس حدیث میں وضو کی نفی نفی کمال پر محمول ہے جیسے آپ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی اور دوسری روایت اس حدیث کے ظاہر معنی پر محمول ہے اگر اس نے عمداً بسم اللہ کو ترک کیا تو وضو نہ ہوگا اور اگر بھول گیا تو وضو ہو جائے گا۔

(المغنی: جز: 1، ص: 73 تا 74)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ سنت کے بیان میں لکھتے ہیں: (وضو) بسم اللہ سے شروع کرے اور اگر وضو سے پہلے استنجاء کرے تو قبل استنجے کے بھی بسم اللہ کہے مگر پاخانہ میں جانے یا بدن کھولنے سے پہلے کہے کہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکر الٰہی منع ہے۔ (درمختار ورد المختار: جز: 1، ص: 241)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ الْوُضُوْءِ

باب: وضو کے طریقہ کا بیان

یہ باب وضو کے طریقہ کے بیان میں ہے۔

126-عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ اَنَّهٗ رَاٰی عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰی كَفَّیْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ یَمِیْنَهٗ فِی الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّیَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ۔ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ فِیْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حمران کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے پانی کے برتن کو طلب فرمایا اور تین بار اپنے دونوں ہاتھوں کے اوپر ڈال کر ان کو دھویا پھر اپنے سیدھے ہاتھ کو اس کے اندر ڈالا اور کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے کو تین دفعہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک تین دفعہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا تین دفعہ پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی ان میں خود سے کلام نہ کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 360، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 527، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 285، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 106، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 176، سنن النسائی: رقم الحدیث: 84، مسند احمد: رقم الحدیث: 489، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 159)

اس حدیث مبارکہ میں وضو کا مسنون طریقہ بیان ہوا ہے۔

مذاہب فقہاء

مالکیہ کا مذہب

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی 546ھ لکھتے ہیں: چہرے، ہاتھوں اور پیروں کو تین تین بار دھونے کا بہ کثرت احادیث میں ذکر ہے اور سر پر صرف ایک مسح کرنے کا ذکر ہے پس امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سر کے مسح میں بھی تکرار سنت ہے۔ (اکمال المعلم: جز: 2، ص: 14)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور حکم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک

روایت یہ ہے کہ تکرار سنت ہے۔ خرقی نے کہا: تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ سب کا قول یہ ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سر کا مسح تین بار کیا جائے گا کیونکہ امام ابوداؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے تین بار کلائیاں دھوئیں اور تین بار سر کا مسح کیا پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے اور اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابو مالک، حضرت ربیع اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس لئے کہ طہارت میں اصل سر ہے تو چہرے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان فرمایا اور کہا کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا۔ اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور کہا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔ جس آدمی کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع رضی اللہ عنہم سب نے کہا: آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کرنا دائمی عمل کی خبر دیتا ہے اور دائمی عمل وہی ہوتا ہے جو افضل اور اکمل ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو خلوت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل عمل ہی کیا جاتا ہے نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی نوع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انہوں نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا جیسے باقی اعضاء وضو کے دھونے میں عدد کا ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے سر کا تین بار مسح کیا۔ اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی وکیع نے مخالفت کی ہے اور اس نے کہا: فقط تین بار وضو کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت یہ ہے کہ انہوں نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا اور سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا: یہی صحیح ہے ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالف روایت ضعیف ہے اور جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اس سے مسح کا ماسوی مراد ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی جب مسح کا ایک ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا اور تفصیل اجمال کی حاکم اور تیز ہوتی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمم سے منقوض ہے یعنی ہم اس کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لئے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لئے کیا ہو اس طرح ان دونوں

حدیثوں میں تعارض نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے یہ کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وضوء ہے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دائما اس طرح وضوء کرتے تھے نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے وضوء کا طریقہ اس لئے بیان کیا کہ سائلین اور حاضرین کو رسول اللہ ﷺ کے دائمی وضوء کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی اور طریقہ سے وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقا یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وضوء ہے اس سے معلوم ہوا کہ شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کی خطا ہے کیونکہ جب تمام راوی ایک آدمی سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک راوی اس کی مخالف صفت کو بیان کرے تو اس ایک آدمی پر خطا اور غلط کا حکم لگایا جائے گا خواہ وہ ثقہ اور حافظ ہو اور جب اس کی ثقاہت اور حافظہ معروف نہ ہو تو پھر اس کی روایت میں خطا کا واقع ہونا اور زیادہ یقینی ہوگا۔

(المغنی: ج:1،ص:145 تا 146)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: سر کے مسح کی تکرار میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے تین تین بار وضوء کیا اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا ہے اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر محمول کیا ہے۔ (شرح للنواوی: ج:1،ص:120)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: پھر سر کا مسح تین بار کرے اور مستحب یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرے اور کنپٹیوں کا مسح کرے سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء کرے پھر ہاتھوں کو گدی تک لے جائے پھر ہاتھوں کو لوٹا کر اسی جگہ لائے جہاں سے ابتداء کی تھی۔ (مختصر المزنی: ص:2)

حنفیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تین بار مسح کرنے کی روایت کی ہے وہ ایک پانی سے تین بار مسح کرنے پر محمول ہے اور وہ بھی جائز ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کیونکہ فرض مسح کرنا ہے اور تین بار نئے پانی سے مسح کرنے سے مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ سر کا دھونا ہو جائے گا۔ (ہدایہ اولین: ص:22)

سر پر مسح کی مقدار کے متعلق مذاہب اربعہ

سر پر مسح کی مقدار میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: سر کے مسح کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تین قول ہیں:

1-پورے سر کا مسح فرض ہے۔2-پیشانی کے برابر یعنی چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔3-سر کے اکثر حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔ (المغنی: جز:1 ص:87)

مالکیہ کا مذہب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں: چہرہ اس عضو کا نام ہے جس پر آنکھیں، ناک اور منہ ہے اسی طرح سر پر مسح کرنے کا معنیٰ ہے کہ اس کے تمام بالوں پر مسح کیا جائے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی وضو کرے اور سر کے بعض حصہ پر مسح کرے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ صحیح ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اگر کوئی آدمی وضو کرے اور چہرے کے بعض حصہ کو دھوئے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ جائز ہوگا۔(احکام القرآن: جز:2، ص:60)

شافعیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ کم از کم تین بالوں یا ان سے زائد پر مسح کیا جائے یہ مقدار فرض ہے۔البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے سر کا مسح فرمایا تھا۔(الحاوی الکبیر: جز:1 ص:138)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: سر پر مسح کرنے کے وجوب میں علماء کا اجماع ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار واجب ہے۔امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ مطلقاً سر پر مسح کرنا واجب ہے خواہ ایک بال پر مسح ہو اور امام مالک، احمد اور ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے۔(شرح للنواوی: جز:1 ص:140)

حنفیہ کا مذہب

علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: پیشانی کی مقدار چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے پھر پیشاب کیا اور پیشانی کی مقدار مسح اور موزوں پر مسح کیا اور قرآن مجید میں اس کی مقدار مجمل ہے اور یہ حدیث اس کا بیان ہے اور یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل ہے جو تین بالوں کی مقدار کا قول کرتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بھی حجت ہے جو پورے سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں۔بعض روایات میں ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنے کو فرض کہا ہے کیونکہ مسح کرنے کا آلہ ہاتھ ہے اور اس کی اکثر مقدار تین انگلیاں ہیں۔(ہدایہ اولین: ص:17)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں اجمال اس وجہ سے ہے کہ وامسحوا برءوسکم میں باء محل پر داخل ہے اور یہ تبعیض پر دلالت کرتی ہے اور اس کی بعض کی تعیین نہیں ہے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے "فمسح بناصیة" یہاں پر بھی باء محل پر داخل ہے لہٰذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح مجمل ہے اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ امام

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے استدلال کیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اس لئے یہ حدیث بظاہر حجت ہے اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ نے سر کے پورے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جسے ناصیر کہا جاتا ہے اسی طرح امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ یہ حدیث متصل سے مؤید ہے۔ یہاں پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ان احادیث میں سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چوتھائی سر کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔ آیت وضو میں باالصاق کے لئے ہے اور جب آلہ کا سر سے الصاق ہوتو وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے اس لئے اگر کسی آدمی نے سر پر ہاتھ رکھے اور پورے سر پر مسح نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھائی سر پر مسح ہو جائے گا کیونکہ عموماً ہاتھ چوتھائی سر کے برابر ہوتے ہیں اس لئے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔

(فتح القدیر: ج:1،ص:18)

دو رکعت نماز پڑھنے سے کن گناہوں کی بخشش ہوگی؟

حدیث مبارکہ میں فرمایا ہے کہ اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سب معاف کردیئے جائیں گے لیکن علماء نے اس کو صغائر کے ساتھ خاص کیا ہے کیونکہ دوسری روایت میں کبائر کا استثناء فرمایا ہے پس جس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہوں اس کے صغائر معاف کردیئے جائیں گے اور جس کے صرف صغائر ہوں وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس کے صرف کبائر ہوں ان میں تخفیف کردی جائے گی اور جس کے نہ صغائر ہوں نہ کبائر اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (فتح الباری: ج:1،ص:201)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جس طرح کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے حدیث کے الفاظ میں یہ ظاہر عموم ہے لیکن اس کے صغائر کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں اسی طرح حقوق العباد بھی بندوں سے معاف کرانے سے معاف ہوتے ہیں البتہ کبائر میں تخفیف ہوجاتی ہے۔ (شرح العینی: ج:3،ص:8)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ

باب: ایک ہی بار میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا

یہ باب ایک ہی بار میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے حکم میں ہے۔

127-عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قِيْلَ لَهُ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَاَكْفَأَ مِنْهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ بِرَاْسِهِ فَاَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جبکہ وہ صحابی ہیں۔ انہیں کہا گیا کہ ہمیں سکھانے کے لئے وضو فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک برتن کو طلب فرمایا اور اس سے اپنے ہاتھوں پر پانی کو ڈالا اور دونوں کو تین دفعہ دھویا پھر اس میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور ایک ہی ہاتھ سے کلی فرمائی اور ناک میں پانی چڑھایا اور یونہی تین دفعہ فرمایا۔ پھر ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور تین دفعہ اپنے چہرہ کو دھویا پھر ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا پھر ارشاد فرمایا: یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو تھا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1 ص: 454، البحر الزخار: جز: 1 ص: 487، الجمع بین الصحیحین: جز: 1 ص: 303، السنن صغیر للبیہقی: جز: 1 ص: 77، سنن الکبریٰ: جز: 1 ص: 80، سنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1 ص: 99، اللؤلؤ والمرجان: جز: 1 ص: 90، المسند المستخرج: جز: 1 ص: 299)

128-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَجَمَعَ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ ۔ رَوَاهُ الدارمي وابن حبان والحاكم وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو فرمایا اور کلی کرنے اور ناک میں پانی کو جمع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 138، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 171، سنن دارمی: رقم الحدیث: 696، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 226، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 2660، سنن النسائی: رقم الحدیث: 80، مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث: 702، مسند احمد: رقم الحدیث: 2072)

مذاہب فقہاء

ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے۔ اثرم کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ سے سوال کیا آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک

چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لئے الگ الگ پانی لینا۔ انہوں نے کہا: ایک چلو سے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے پھر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ان کے لئے ایک چلو میں پانی لیا۔ یہ امام بخاری کی روایت ہے۔ اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا یہ عمل آپ نے تین بار کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اس حدیث کو اثرم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے لہٰذا اگر وضو کرنے والا چاہے تو تین چلوؤں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے جیسا کہ ہم نے احادیث بیان کی ہیں اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لیا۔ (المغنی: جز:1،ص:136)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں پانی بھی ڈالے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:123)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

1- ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔

2- ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔

3- تین چلو سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔

4- پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

5- چھ چلو پانی لے پہلے تین چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

علامہ کرمانی نے کہا: چوتھا طریقہ افضل ہے اور علامہ نووی نے کہا: تیسرا طریقہ افضل ہے۔

الجواہر میں ابن سابق نے دو قول لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ منہ اور ناک کے لئے ایک چلو پانی لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی لے کر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور فقہاء حنابلہ کی المغنی میں لکھا ہے کہ اسے اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوؤں سے اور اگر ہر عضو کے لئے الگ الگ تین چلو لئے تو یہ بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابوحیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ انہیں صاف کر لیا پھر تین بار کلیاں کیں پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار کلائیاں دھوئیں پھر ایک بار سر پر مسح کیا پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا پھر انہوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا: میں نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح فرماتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے تین بار کلی کی اور ہر بار کلی کے لئے الگ پانی لیا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لئے الگ پانی لیا تاہم ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا

جائے۔کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے وضوفرمایا آپ نے تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔(شرح الصغیر: ج:2،ص:265)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر دوام کیا ہے اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ تین بار کلی کرے اور ہر بار نیا پانی لے پھر اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالے۔رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح وضو کرنا منقول ہے۔(ہدایہ اولین:ص:18)

بَابٌ فِي الْفَصْلِ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالْإِسْتِنْشَاقِ

باب: کلی اور ناک میں پانی الگ الگ طور پر ڈالنا

یہ باب کلی کے لئے الگ پانی لینے اور ناک کے لئے الگ پانی لے کر ڈالنے کے حکم میں ہے۔

129- عَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ شَهِدْتُّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَّعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَوَضَّآ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَّاَفْرَدَ الْمَضْمَضَةَ مِنَ الْإِسْتِنْشَاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ . رَوَاهُ ابْنُ السَّكَنِ فِيْ صِحَاحِهٖ .

ابووائل شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کی خدمت میں موجود تھا دونوں نے تین تین دفعہ وضو فرمایا اور کلی کو ناک میں پانی ڈالنے سے الگ کر دیا پھر دونوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یونہی وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔(سنن ابوداؤد: جز:1،ص:147، سنن دارقطنی: جز:1،ص:313، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 31688، کنزالاعمال: رقم الحدیث:26878)

اس کی شرح اگلے باب کی روایات کے بعد کی جائے گی لہٰذا اگلے باب میں ملاحظہ فرمایئے۔

بَابُ مَا يُسْتَفَادُ مِنْهُ الْفَصْلُ

باب: جن روایات سے مضمضہ اور استنشاق کرنا الگ الگ مستفاد ہوتا ہے

130-عَنْ اَبِيْ حَيَّةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طُهُوْرِهٖ فَشَرِبَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ .

ابوحیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو فرمایا تو انہوں نے اپنے دونوں گٹوں کو دھویا حتیٰ کہ انہیں اچھی طرح سے صاف فرمایا اس کے بعد تین دفعہ کلی فرمائی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور بازوؤں کو تین تین دفعہ دھویا اور ایک ہی دفعہ اپنے سر کا مسح فرمایا اس کے بعد دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا پھر قیام فرما ہو کر باقی ماندہ پانی کو نوش فرما گئے۔ پھر ارشاد فرمایا: میں اس بات کو محبوب سمجھتا ہوں کہ تم کو یہ دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے۔ (البحر الزخار: جز:2، ص:408، سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث:356، السنن الکبریٰ للنسائی: جز:1، ص:85، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:75، سنن ترمذی: جز:1، ص:83، سنن نسائی: رقم الحدیث:101، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث:499، مسند احمد: رقم الحدیث:995، مسند البزار: رقم الحدیث:736، مسند الصحابۃ: جز:30، ص:499)

131- وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ قَالَ رَاَیْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ فَدَعَا بِمَآءٍ فَاُتِیَ بِمِیْضَاۃٍ فَاَصْغَاھَا عَلٰی یَدِہِ الْیُمْنٰی ثُمَّ اَدْخَلَھَا فِی الْمَآءِ فَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ یَدَہُ الْیُمْنٰی ثَلَاثًا وَّغَسَلَ یَدَہُ الْیُسْرٰی ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَہٗ فَاَخَذَ مَآءً فَمَسَحَ بِرَاْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ فَغَسَلَ بُطُوْنَھُمَا وَظُھُوْرَھُمَا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَیْنَ السَّآئِلُوْنَ عَنِ الْوُضُوْءِ ھٰکَذَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّاُ ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ ۔

ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا وضو کے متعلق تو انہوں نے پانی طلب فرمایا تو ان کی خدمت میں لوٹے کو لایا گیا انہوں نے اس کو اپنے سیدھے ہاتھ پر ڈالا پھر اسے پانی میں ڈالا اور تین دفعہ کلی فرمائی اور تین دفعہ ناک میں پانی چڑھایا اور تین دفعہ اپنے چہرہ کو دھویا پھر تین دفعہ سیدھے ہاتھ کو دھویا اور تین دفعہ الٹے ہاتھ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو ڈالے پانی لیا اور اپنے سر اور کانوں کا مسح فرمایا اور دونوں کانوں کے ظاہر اور باطن کو ایک ہی دفعہ دھویا اس کے بعد دونوں پاؤں کو دھویا پھر ارشاد فرمایا: وضو کے متعلق دریافت کرنے والے کدھر ہیں یونہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1، ص:465، السنن الکبریٰ: رقم الحدیث:304، جامع الاحادیث: جز:29، ص:145، جامع الاصول فی احادیث الرسول: جز:7، ص:154، سنن ابوداود: جز:1، ص:148، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:306، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:32)

132- وَعَنْ رَاشِدِ بْنِ نَجِیْحٍ اَبِیْ مُحَمَّدِ الْحِمَّانِیْ قَالَ رَاَیْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ بِالزَّاوِیَۃِ فَقُلْتُ لَہٗ اَخْبِرْنِیْ عَنْ وُّضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ کَانَ فَاِنَّہٗ بَلَغَنِیْ اَنَّكَ کُنْتَ تُوَضِّئُہٗ قَالَ نَعَمْ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَاُتِیَ بِطَسْتٍ وَّقَدَحٍ فَوُضِعَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاَکْفَأَ عَلٰی یَدَیْہِ مِنَ الْمَآءِ وَاَنْعَمَ غَسْلَ کَفَّیْہِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اَخْرَجَ یَدَہُ الْیُمْنٰی فَغَسَلَھَا ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ الْیُسْرٰی ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِہٖ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً غَیْرَ اَنَّہٗ اَمَرَّھُمَا عَلٰی اُذُنَیْہِ فَمَسَحَ عَلَیْھِمَا ۔ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْھَیْثَمِیُّ

راشد بن نجیح ابو محمد حمانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو زاویہ کے اندر ملاحظہ کیا تو انہیں میں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے یہ ارشاد فرمایئے کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ وضو فرماتے تھے کیونکہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو کروایا کرتے تھے۔انہوں نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ انہوں نے پانی طلب کیا تو ایک طشت اور پیالہ کو ان کے سامنے رکھ دیا گیا تو انہوں نے پانی کو دونوں ہاتھوں کے اوپر ڈالا اور ہاتھوں کو احسن طریقہ سے دھویا اس کے بعد ایک ہی دفعہ سر کا مسح فرمایا ہاں یہ ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے اوپر پھیرا اور ان کا مسح فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:146، المعجم الاوسط: رقم الحدیث:2905، المعجم الکبیر: جز:20،ص:390، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: جز:1،ص: 19، جامع الاحادیث: جز:7،ص:385)

مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ لکھتے ہیں: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اس سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الگ الگ پانی کے چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا زیادہ پسندیدہ ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ان دونوں کو ایک ہی چلو میں جمع کر لینا تو یہ جائز ہے اور اگر ان کو الگ الگ چلو سے کیا تو یہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔(سنن الترمذی: ص:30)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں دو قول ہیں:

1- اس قول کو المزنی اور الربیع نے نقل کیا ہے کہ ایک چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین دفعہ کرے۔

2- اس قول کو البویطی نے روایت کیا ہے کہ وہ دو چلوؤں میں پانی لے ایک چلو پانی سے کلی کرے اور دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے اور یہ عمل تین دفعہ کرے پہلے کلی کرے اور پھر ناک میں پانی ڈالے۔(الحاوی الکبیر: جز:1،ص:125)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر دوام کیا ہے اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ تین دفعہ کلی کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے پھر اسی طرح تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے۔رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح وضوء کرنا منقول ہے۔(ہدایہ اولین: ص:18)

امام الحسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔بعض نے کہا: ان کو ایک چلو پانی میں جمع کرے اور بعض نے کہا: پہلے ایک چلو سے کلی کرے پھر اس کے بعد دوسرے چلو سے ناک میں پانی ڈالے۔حسن بصری کا بھی یہی مذہب ہے۔(شرح السنۃ: جز:1،ص:437)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَخْلِيلِ اللِّحْيَةِ

باب: داڑھی کا خلال کرنا

یہ باب داڑھی کے خلال کے حکم میں ہے۔

133- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَوَضَّاَ خَلَّلَ لِحْيَتَهٗ بِالْمَآءِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت وضو کیا کرتے تھے تو پانی سے اپنی ریش مبارکہ کا خلال فرماتے تھے۔ (المستدرک علی الصحیحین: ج:1، ص:250، تہذیب سنن ابوداؤد: ج:1، ص:78، کنز الاعمال: رقم الحدیث:17838، مسند احمد: رقم الحدیث:24779، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:14، ص:362، مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث:26013)

داڑھی کا معنیٰ

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: رخساروں اور ٹھوڑی پر اگے ہوئے بالوں کے مجموعہ کو داڑھی کہتے ہیں۔ (لسان العرب: ج:15، ص:243)

مذاہب فقہاء

داڑھی کا خلال کرنا اہل ظواہر کے نزدیک واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت یا مستحب ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ سنت کے بیان میں لکھتے ہیں: منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو یوں کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے۔

(بہار شریعت: ج:1، ص:295)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَخْلِيْلِ الْاَصَابِعِ

باب: انگلیوں کا خلال کرنا

134- عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلِ الْاَصَابِعَ وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا . رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْبَغَوِيُّ وَابْنُ الْقَطَّانِ .

عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے وضو کے متعلق ارشاد فرمائیے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: احسن طریقہ سے وضو کرو اور اپنی انگلیوں کا خلال کرو اور ناک میں پانی چڑھانے

میں مبالغہ اختیار کرو ماسوا روزے کے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: ۱، ص: 457، السنن الکبریٰ للنسائی: جز: ۱، ص: 84، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 522، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 7446، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 481، المنتقی السنن المسندۃ: رقم الحدیث: 80، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: جز: ۱، ص: 16، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 3249، جامع الاصول فی احادیث الرسول: جز: 7، ص: 185)

135- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وحسنه التِرْمِذِيُّ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 39، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 447، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 648، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 1697، جامع الاصول فی احادیث الرسول: جز: 7، ص: 185، مسند الصحابۃ فی کتب التسعۃ: رقم الحدیث: 513)

مذاہب فقہاء

بعض اہل ظواہر کے نزدیک انگلیوں کا خلال کرنا واجب ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک انگلیوں کا خلال کرنا سنت یا مستحب ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1086ھ لکھتے ہیں: ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح کہ سیدھے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور الٹے پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔ (درمختار و ردالمحتار: جز: ۱، ص: 256)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ مَسْحِ الْاُذُنَيْنِ

باب: کانوں کا مسح کرنا

یہ باب کانوں کے مسح کرنے کے حکم میں ہے۔

136- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَغَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَمَسَحَ بِرَاْسِهِ وَاُذُنَيْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ وَخَالَفَ بِاِبْهَامَيْهِ اِلٰى ظَاهِرِ اُذُنَيْهِ فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى .رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ مَنْدَةَ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرماتے وقت ایک چلو بھر کر اپنے چہرہ انور کو دھویا پھر ایک

اور چلو پانی کا لے کر سیدھے ہاتھ کو دھویا پھر ایک اور چلو پانی کا لے کر اپنے الٹے ہاتھ کو دھویا پھر ایک اور چلو پانی کا لے کر اپنے سر اور کانوں کا مسح فرمایا اور اپنے کانوں کے بیرونی مقام پر اپنے انگوٹھوں کو پھیرا اور ان کے اندرونی مقام پر مسح فرمایا۔ پھر ایک اور چلو پانی کا لے کر اپنے سیدھے پاؤں اقدس کو دھویا پھر ایک اور چلو پانی کا لے کر الٹے پاؤں اقدس کو دھویا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 101، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 439، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 140، سنن النسائی: رقم الحدیث: 28، سنن ابوداود: رقم الحدیث: 137، مسند احمد: جز: 4، ص: 42)

مذاہب فقہاء

کانوں کا مسح کیا جائے گا یا کانوں کو دھویا جائے گا اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

داؤد ظاہری اور زہری کے نزدیک کانوں کو دھویا جائے گا اور ائمہ اربعہ کے نزدیک کانوں کا مسح کیا جائے گا۔ اور اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے یا سر کا باقی ماندہ پانی کافی ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے سر کا باقی ماندہ کفایت نہ کرے گا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کان سر کے تابع ہے لہٰذا اس کے لئے علیحدہ پانی ضروری نہیں بلکہ سر کا بچا ہوا پانی کفایت کر جائے گا۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ سنت کے بیان میں لکھتے ہیں: پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا ہے۔

(درمختار ورد المحتار: جز: 1، ص: 257)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ

وضو میں سیدھی طرف سے ابتداء کرنا

یہ باب وضو میں سیدھی جانب سے ابتداء کرنے کے حکم میں ہے۔

137- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَأُوْا بِمَيَامِنِكُمْ. رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم وضو کرو تو سیدھی طرف سے ابتداء کرو۔ (بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: جز: 1، ص: 17)

تیمن کا معنی

تیمن کا معنی ہے دائیں جانب سے ابتداء کرنا کسی چیز کو دائیں ہاتھ سے دینا یا وضو کرتے وقت دائیں جانب سے ابتداء کرنا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسجد میں بہترین جگہ مسجد کی دائیں جانب ہے۔ سعید بن مسیب نے کہا: مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے۔ ابراہیم کو یہ پسند تھا کہ مسجد کی دائیں جانب میں نماز پڑھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حسن بصری اور ابن سیرین مسجد کی دائیں

جانب میں نماز پڑھتے تھے۔(شرح العینی:ج:3،ص:47)

حکم

وضو کا داہنی جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1387ھ وضو کے مستحبات لکھتے ہیں: داہنی جانب سے ابتداء کریں (کہ یہ سنت ہے)(بہار شریعت:ج:1،ص:296)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَقُوْلُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْوُضُوْءِ

باب: وضوسے فراغت پانے کے بعد کون سی دعا پڑھے؟

یہ باب وضو سے فراغت پانے کے بعد دعا پڑھنے کے حکم میں ہے۔

138-عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جو وضو کرے اور مبالغہ آرائی اختیار کرے یا ارشاد فرمایا: احسن طریقہ سے وضو کرے پھر یوں کہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تو اس کے واسطے جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے وہ جس دروازے سے بھی چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ مسلم اور ترمذی نے اسے روایت کیا مگر ترمذی نے ان الفاظ کو بڑھایا ہے: اے اللہ عزوجل! مجھے زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں سے بنادے۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:1،ص:480،المستدرک علی الصحیحین:رقم الحدیث:3508،بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام:رقم الحدیث:57،جامع الاحادیث:ج:37،ص:305،صحیح مسلم:ج:2،ص:25،مسند احمد:رقم الحدیث:16676،مسند الشامیین:ج:3،ص:125،مسند الصحابۃ:ج:36،ص:117)

حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے یہ متفق علیہ ہے اور بہتر ہے اس کے ساتھ متصلاً یہ ذکر بھی ملالیا جائے: اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور

مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ ذکر بھی ملا لیا جائے: سبحنك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت وحدك لاشريك لك استغفرك واتوب اليك ۔جیسا کہ امام نسائی نے عمل اليوم والليله میں روایت کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اذکار غسل کرنے والے کے لئے بھی مستحب ہیں۔ (شرح للنواوی: ج:1،ص:123)

صدر الشریعۃ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ وضو کے مستحبات کے بیان میں لکھتے ہیں: وضو سے فارغ ہوتے ہی یہ پڑھے: اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين اور آسمان کی جانب منہ کر کے سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك اور کلمہ شہادت اور سورہ انا انزلنا پڑھے۔

(بہار شریعت: ج:1،ص:300)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کرنا

یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے حکم میں ہے۔

139- عَنِ الْمُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَاَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ایک سفر پر تھا چنانچہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزوں کو اتاروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رہنے دو کیونکہ انہیں میں نے باوضو حالت میں پہنا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 274، سنن النسائی: رقم الحدیث: 82، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 545، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 191، مسند احمد: رقم الحدیث: 18190، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 944، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 165، مسند ابی عوانہ: ج:1،ص:257)

140- عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَسْاَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَلْهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَّلَيْلَةً لِّلْمُقِيْمِ

شریح بن ہانی کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تا کہ ان سے موزوں پر مسح کے متعلق دریافت کروں تو انہوں نے فرمایا: تم حضرت ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دریافت کرو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سفر میں تھے چنانچہ ہم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز تین شب مسافر کے واسطے اور ایک روز ایک شب مقیم کے واسطے مدت مقرر فرمائی ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1،ص:476، البحر الزخار: ج:1،

ص:183، السنن الکبریٰ للنسائی: ج:1 ص:92، المعجم الاوسط: ج:2 ص:150، بلوغ المرام من أدلة الاحکام: رقم الحدیث:62، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:32283، سنن ابن ماجہ: ج:2 ص:180، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:123)

141– وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ فِی الْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّيْنِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ الْجَارُوْدِ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ الشَّافِعِیُّ وَالْخَطَّابِیُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کے متعلق مقیم کے واسطے ایک دن ایک رات اور مسافر کے واسطے تین دنوں اور تین راتوں کو مقرر فرمایا ہے۔ (المعجم الکبیر: ج:2 ص:336، المنتقی من السنن المسند ة:87، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1328، صحیح ابن خزیمہ: ج:1 ص:97)

142– وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفَرًا اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ لٰكِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِیُّ وَالْخَطَّابِیُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَحَسَّنَهُ الْبُخَارِیُّ ۔

حضرت صفوان بن عسال کا بیان ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم ارشاد فرماتے تھے جب ہم سفر پر ہوا کرتے کہ ماسوا جنابت کے ہم اپنے موزوں کو تین دنوں اور تین راتوں تک نہ اتاریں نہ ہی پاخانہ کے وقت نہ ہی پیشاب کے وقت اور نہ ہی سونے کے وقت۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث:11223، المعجم الکبیر: ج:8 ص:63، المعجم الصغیر: ج:1 ص:132، المعجم الاوسط: رقم الحدیث:9414، بلوغ المرام من أدلة الاحکام: رقم الحدیث:61)

143– وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّاْیِ لَكَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰی بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰی ظَاهِرِ خُفَّيْهِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر دین میں رائے کو دخل ہوتا تو موزے کے نیچے کا حصہ اوپر کے حصے سے مسح کیے جانے کے زیادہ لائق تھا جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں کے ظاہری حصہ پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

(الاحکام الشرعیة الکبریٰ: ج:1 ص:473، الموطا: ج:1 ص:106، بلوغ المرام من أدلة الاحکام: ج:1 ص:21، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 30563، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث:5282، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:140، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:136، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:797)

144– وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ بِالْمَسْحِ عَلَی الْخُفَّيْنِ قَالَ ثَلَاثٌ لِّلْمُسَافِرِ وَيَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ لِّلْمُقِيْمِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِیُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ ۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں موزوں پر مسح کرنے کا حکم ارشاد

فرمایا۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔(مسند البزار: رقم الحدیث: 2757، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1 ص: 175، معجم ابن عساکر: جز: 1 ص: 248، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 275، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40837، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2392)

مذاہب فقہاء

موزوں پر مسح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: موزوں پر مسح کرنے کے متعلق فقہاء کا اتفاق ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق تین روایات ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔خوارج نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح نہیں کیا۔اہل سنت و جماعت کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بہ شہرت یہ احادیث مروی ہیں کہ آپ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی جو آپ ﷺ سے سفر اور حضر میں جدا نہیں ہوتے تھے۔جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موزوں پر مسح کرنا منقول ہے ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت خزیمہ بن ثابت، حضرت ابن عباس، حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت انس، حضرت عمرو بن عاص، حضرت ابوایوب، حضرت ابوامامہ باہلی، حضرت سہل بن سعد، حضرت قیس بن سعد، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت جابر، حضرت ابوسعید، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت ابوبکرہ، حضرت بلال، حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ اور اصحاب بھی ہیں حتیٰ کہ حضرت الحسن البصری نے کہا: مجھ سے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ستر اصحاب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے پس یہ حدیث متواتر کے قائم مقام ہے۔(شرح ابن بطال: جز: 1 ص: 312)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی آدمی اس کا انکار نہیں کرتا۔خارجیوں نے کہا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب البدائع نے کہا: موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جائز ہے مگر یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ رافضیوں کا قول ہے۔حضرت بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے اسی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ہم شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو فضیلت دیتے ہیں اور دو داما دوں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں۔موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں۔اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے نیز امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ مجھ پر نصف النہار کی طرح روشن نہیں ہو گیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رد کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہٰذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے اسی وجہ سے علامہ کرخی نے فرمایا: موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا ہے۔(شرح العینی: جز: 3 ص: 97)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موزوں کے مسح پر قولاً وفعلاً اجماع ہے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موزوں پر مسح کرنے کے جواز کا عقیدہ رکھنا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے ہے۔ انہوں نے کہا: اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ تم شیخین کو فضیلت دو اور دو دامادوں سے محبت رکھو۔ موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور چھواروں کی نبیذ کو حرام نہ قرار دو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کو جائز نہیں کہا جب تک کہ اس کا جواز مجھ پر روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو گیا اور اس کا انکار کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رد کرنا ہے اور ان کو خطاء پر قرار دینا ہے اسی لئے علامہ کرخی نے کہا ہے کہ جو موزوں پر مسح کا انکار کرے مجھے اس پر کفر کا خطرہ ہے۔ (بدائع الصنائع: ج:1، ص:130)

موزوں پر مسح کرنے کی مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جمہور فقہاء کے نزدیک موزوں پر مسح کی مدت معین ہے سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن اور ایک رات۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول قدیم ہے اور یہ ضعیف قول ہے انہوں نے ابو عمارہ کی حدیث سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ (شرح للنواوی: ج:1، ص:135)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ نَوَاقِضِ الْوُضُوْءِ

وضو کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الْخَارِجِ مِنْ اَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ

باب: سبیلین میں سے خارج ہونے والی چیزوں کی بناء پر وضو کرنا

یہ باب دونوں مقام میں سے کسی ایک مقام سے نکلنے والی چیز پر وضو کرنے کے حکم میں ہے۔

145-عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَآءٌ اَوْ ضُرَاطٌ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی نماز نامقبول ہوگی جسے حدث لاحق ہو جائے یہاں تک کہ وضو نہ کرلے حضرموت کے ایک آدمی نے کہا: اے ابوہریرہ! حدث کیا ہے تو انہوں نے فرمایا: ریح کا نکلنا خواہ بے آواز ہو یا آواز سے ہو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 792، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1753، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 469، سنن النسائی: رقم الحدیث: 732، مسند احمد: رقم الحدیث: 10308، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 176، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 330، مسند ابی عوانہ: ج: 2، ص: 22)

146-وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ فِیْ بَطْنِهٖ شَيْئًا فَاَشْكَلَ عَلَيْهِ اَخَرَجَ مِنْهُ شَیْءٌ اَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انہی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ کے اندر کوئی چیز پائے اور اسے شک لاحق ہو جائے کہ کوئی چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں تو وہ اس بناء پر ہرگز مسجد سے باہر نہ ہو حتیٰ کہ وہ کسی آواز کو نہ سن لے یا ریح کو نہ پالے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 1420)

147- وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا فِیْ حَدِيْثِ الْمَسْحِ لٰكِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْاٰخَرُوْنَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح والی حدیث میں مرفوعاً روایت ہے لیکن پاخانہ، پیشاب اور سونے سے

(وضوٹوٹ جائے گا) (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 11223، المعجم الکبیر: جز: 8، ص: 63، المعجم الصغیر: جز: 1، ص: 132، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 9414، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: رقم الحدیث: 61)

148- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ اَسْتَحْيِيْ اَنْ اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَئَلَهٗ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ وَيَتَوَضَّأُ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بہت مذی والا شخص تھا مجھے اس بات سے حیاء آتی تھی میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے عقد میں تھیں پس میں نے حضرت مقداد بن اسود کو حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے ذکر کو دھولے اور وضو کرلے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 606، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 132، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 303، مسند البزار: رقم الحدیث: 650، سنن النسائی: رقم الحدیث: 182، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 5888)

149- وَعَنْ عَآئِشِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَلٰى مِنْبَرِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ كُنْتُ اَجِدُ مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً فَاَرَدْتُ اَنْ اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتِ ابْنَتُهٗ عِنْدِيْ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَسْاَلَ فَاَمَرْتُ عَمَّارًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْ مِنْهُ الْوُضُوْءُ . رَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عائش بن انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں انتہائی شدت کی مذی پاتا تھا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے عقد میں تھی اس بناء پر مجھے حیاء آئی کہ خود سوال کروں چنانچہ میں نے عمار کو حکم دیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو وضو کفایت کر جائے گا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 392، جامع الاحادیث: جز: 31، ص: 412، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 43، کنز الاعمال: رقم الحدیث: 27062، مسند الحمیدی: جز: 1، ص: 47)

150- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَآئِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلًا وَّاحِدًا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ . رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستحاضہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے حیض والے ایام میں نماز کو ترک کردے پھر ایک غسل کرے پھر ہر نماز کے وقت وضو کرے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 621، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 125، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 333، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 217، سنن النسائی: رقم الحدیث: 359، مسند احمد: رقم الحدیث: 25622، مسند ابی عوانہ: جز: 1، ص: 319، سنن البیہقی: جز: 1، ص: 324)

مذاہب فقہاء

اگر وضو میں شک ہو جائے تو وضو کرنے یا نہ کرنے میں مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ شک یقین کو زائل نہیں کرتا اور یقین کے بعد اگر شک ہو جائے تو اس کو لغو قرار دیا جائے گا اور اس میں اختلاف بھی ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جسے طہارت کے یقین کے بعد وضو ٹوٹنے کا شک ہو اس پر وضو کرنا واجب ہے اور ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے لئے وضوء کرنا مستحب ہے اور ابن نافع نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اس پر وضو نہیں ہے۔ ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنے یقین پر بنا کرے اور اسے یقین ہے کہ اس کا وضو ہے اسی طرح وہ بے وضوء ہونے اور باوضوء ہونے میں یقین پر بنا کرے۔ (شرح ابن بطال: ج:1، ص:217)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہ دے گا۔ جمہور صحابہ، تابعین اور فقہاء کا یہی مسلک ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔

(شرح للنواوی: ج:1، ص:158)

اعتراض اور اس کا جواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صرف ہوا خارج ہونے کو وضو ٹوٹنے کا سبب بیان کیا ہے۔ حالانکہ وضو ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو ٹوٹنے کا وہ سبب بیان کیا ہے جو سبب غالب ہے اور جس کا اکثر وقوع ہوتا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال البکری مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو ٹوٹنے کے صرف دو سبب بیان کئے ہیں حالانکہ وضو ٹوٹنے کے اور بھی اسباب ہیں پیشاب اور پاخانہ کرنے، مذی اور ودی کے نکالنے، مباشرت کرنے، ٹیک لگا کر سونے اور خون نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو چھونے اور مس ذکر سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو ٹوٹنے کا وہ سبب بیان کیا ہے کہ جو سبب غالب ہے اور جس کا اکثر وقوع ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:1، ص:214)

حالت نماز میں وضو ٹوٹنے پر فقہاء کرام کی آراء

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: وضو ٹوٹنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ وضو ٹوٹنا اختیاری ہو یا اضطراری۔ (فتح الباری: ج:1، ص:680)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جس آدمی کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے وہ واپس جائے اگر امام ہے تو کسی کو خلیفہ بنا دے اور وضوء کرے اور اسی نماز پر بناء کرے اور قیاس یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کیونکہ

وضوء ٹوٹنا نماز کے منافی ہے اور وضو کے لئے چل کر جانا اور قبلہ سے منحرف ہونا نماز کو فاسد کر دیتے ہیں لہٰذا یہ عمداً وضو توڑنے کے مشابہ ہو گا۔ (ہدایہ اولین، ص:128)

خارج من السبیلین سے ناقض وضو ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک خارج من السبیلین ناقض وضو ہے خواہ معتاد ہو یا غیر معتاد اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک خارج من السبیلین اگر معتاد ہے تو ناقض وضو ہے ورنہ نہیں۔

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: پاخانہ، پیشاب، ودی، منی، کیڑا، پتھری مرد یا عورت کے آگے یا پیچھے سے نکلیں تو وضو جاتا رہے گا۔ مرد یا عورت کے پیچھے سے ہوا خارج ہوئی وضو جاتا رہا۔ (عالمگیری: ج:1، ص:9)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّوْمِ وَقَدْ تَقَدَّمَ حَدِيْثُ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ فِيْهِ

باب: جو نیند کے بارے میں وارد ہوا ہے

اور تحقیق اس کے متعلق حدیث صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ گزر چکی ہے۔

151- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَهْدِهٖ يَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَآءَ حَتّٰى تَخْفِقَ رُءُوْسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّأُوْنَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمَذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَّاَصْلُهٗ فِيْ مُسْلِمٍ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عشاء کا انتظار فرماتے رہا کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے سر (نیند کی بناء پر) جھک جایا کرتے تھے پھر وہ نماز پڑھتے اور دوبارہ وضو نہ فرمایا کرتے تھے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1، ص:425، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: رقم الحدیث:67، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج:7، ص:210، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:172، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:119، شرح السنۃ: ج:1، ص:50، مسند الربیع: رقم الحدیث:119، مسند الشافعی: رقم الحدیث:26)

152- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْتَبِي النَّآئِمِ وَلَا عَلَى الْقَآئِمِ النَّآئِمِ وَلَا عَلَى السَّاجِدِ النَّآئِمِ وُضُوْءٌ حَتّٰى يَضْطَجِعَ فَاِذَا اضْطَجَعَ تَوَضَّأَ ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احتباء کی حالت میں سونے والے اور کھڑے ہو کر سونے والے اور حالت سجدہ میں سونے والے کے اوپر وضو نہیں ہے حتیٰ کہ وہ پہلو کے اوپر لیٹ جائے چنانچہ جس وقت وہ پہلو پر لیٹ جائے تو وضو کرے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:598، غایۃ المقصد: ج:1، ص:511، معرفۃ السنن والآثار)

مذاہب فقہاء

نیند سے وضوٹوٹنے میں مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی میسب اور شعبہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔ صرف حسن بصری، مزنی، ابوعبید، قاسم بن سلام، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔ زہری، ربیعہ، اوزاعی، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔ امام ابوحنیفہ، داؤد، ظاہر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کو نماز کی ہیئت مثلاً قیام، رکوع، سجود اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو اور اگر انسان چت لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں نیند سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جما کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیند فی نفسہ حدث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے اس لئے جب وہ مقعد کو جمائے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہ ہوگا اور اصل میں طہارت باقی ہے اس لئے اس حالت میں وضو نہ ٹوٹے گا۔ (شرح للنووی: جز: 1 ص: 163)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نیند سے وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے متعلق درج ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور سعید بن میسب رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نیند سے کسی حال میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت حسن بصری اور مزنی نے کہا: نیند سے ہر حال میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ زہری، اوزاعی، امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کثیر نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور قلیل نیند سے کسی حال میں بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام ابوحنیفہ، داؤد اور امام شافعی کا ایک قول ہے جب کوئی شخص نماز کی کسی حالت میں سو جائے مثلاً رکوع، سجدہ، قیام اور قعود میں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو اور اگر وہ کروٹ کے بل یا چت لیٹا کر سو جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ صرف رکوع کی حالت میں سونے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں سونے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی زمین پر جم کر بیٹھ کر سو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں اور خواہ وہ تھوڑی دیر سوئے خواہ زیادہ دیر۔ ابن المبارک کا قول ہے کہ جو آدمی اپنے مصلیٰ پر سجدہ میں سو جائے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر غیر نماز میں سجدہ میں سو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر عمداً نماز میں سو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ علامہ ابوبکر ابن العربی نے فرمایا: احادیث سے ثابت ہے کہ گیارہ حالتوں میں ہمارے سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے: 1- چلتے ہوئے، 2- کھڑے ہوئے، 3- ٹیک لگا کر، 4- رکوع میں، 5- قیام میں، 6- چار زانو بیٹھے، 7- اکڑوں بیٹھے ہو گھٹنوں کو ہاتھوں کے حلقہ میں لے کر، 8- سجدہ میں، 9- سواری کی حالت میں، 10- کروٹ کے بل لیٹ کر، 11- چت لیٹ کر

اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ کسی حالت میں سونے سے آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ (شرح العینی: ج:3، ص:163)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: سو جانے سے وضو جاتا رہتا ہے بشرطیکہ دونوں سرین خوب نہ جمے ہوں اور نہ ایسی ہیأت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع ہو مثلاً اکڑوں بیٹھ کر سویا یا چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین جمے نہ رہے یا چارزانو ہے اور سر رانوں پر یا پنڈلیوں پر ہے یا جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں اسی ہیأت پر سو گیا ان سب صورتوں میں وضو جاتا رہا اور اگر نماز میں ان صورتوں میں سے کسی صورت پر قصداً سو گیا تو وضو بھی گیا، نماز بھی گئی۔ وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور بلا قصد سویا تو وضو جاتا رہا نماز نہیں گئی وضو کر کے جس رکن میں سویا تھا وہاں سے ادا کرے اور از سر نو پڑھنا بہتر ہے۔ دونوں سرین زمین پر یا کرسی یا بنچ پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے یا دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ پنڈلیوں پر محیط ہوں خواہ زمین پر ہوں دوزانو سیدھا بیٹھا ہو یا چارزانو پالتی مارے یا زین پر سوار ہو یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہے یا راستہ ہموار ہے یا کھڑے سو گیا یا رکوع کی صورت پر یا مردوں کے سجدہ مسنونہ کی شکل پر تو ان سب صورتوں میں وضو نہیں جائے گا اور نماز میں اگر یہ صورتیں پیش آئیں تو نہ وضو جائے نہ نماز ہاں اگر پورا رکن سوتے ہی میں ادا کیا تو اس کا اعادہ ضروری ہے اور اگر جاگتے میں شروع کیا پھر سو گیا تو اگر جاگتے میں بقدر کفایت ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے ورنہ پورا کر لے۔ اگر اس شکل پر سویا جس میں وضو نہیں جاتا اور نیند کے اندر وہ ہیأت پیدا ہو گئیں جس سے وضو جاتا رہتا ہے تو اگر فوراً بلا وقفہ جاگ اٹھا وضو نہ گیا ورنہ جاتا رہا۔ اونگھنے یا بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا جھوم کر گر پڑا اور فوراً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا۔ نماز وغیرہ کے انتظار میں بعض دفعہ نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض اوقات ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو باتیں ہوئیں ان کی اسے بالکل خبر نہیں بلکہ دو تین آواز میں آنکھ کھلی اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ سویا نہ تھا اس کے اس خیال کا اعتبار نہیں اگر معتبر شخص کہے کہ تو غافل تھا پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ نہ بتا سکے تو اس پر وضو لازم ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا سونا ناقض وضو نہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتے ہیں۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:307 تا 308)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الدَّمِ

باب: خون نکلنے سے وضو کا بیان

یہ باب خون نکلنے سے وضو کے حکم میں ہے۔

153۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَهُ قَيْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلْسٌ اَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مقال وتقدم حديث عائشة رضى الله عنها فِيْ بَابُ الاستحاضة ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو قے یا نکسیر یا کڑوا پانی یا مذی آ جائے تو اس کو

چاہئے وہ نماز سے لوٹ جائے اور وضو کرے اور اپنی نماز کی بناء کرے اور اس دوران کوئی کلام نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1221، کامل ابن عدی: ج: 1، ص: 296، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 554)

154- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَعُفَ رَجَعَ فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ ثُمَّ رَجَعَ وَبَنٰى عَلٰى مَا قَدْ صَلّٰى- رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالْآخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ان کو نکسیر پھوٹتی تو لوٹ جایا کرتے پس وضو کرتے اور کوئی کلام نہ کرتے اور واپسی آکر اس نماز پر بناء کرتے جو ادا کر رہے ہوتے۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 81)

155- وَعَنْهُ قَالَ إِذَا رَعُفَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ أَوْ وَجَدَ مَذْيًا فَإِنَّهُ يَنْصَرِفُ وَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُتِمُّ مَا بَقِيَ عَلٰى مَا مَضٰى مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ . رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

انہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی شخص کو حالت نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا اس کو قے آجائے یا مذی پالے تو لوٹ جائے اور وضو کر کے لوٹ آئے اور جو باقی بچ گئی ہے نماز اس اداشدہ کے مطابق پوری کرلے جب تک کوئی کلام نہ کرے۔ (جامع الاحادیث: ج: 36، ص: 261، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 3609)

مذاہب فقہاء

خون جسم سے نکلے تو یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناقض وضو نہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اپنی جگہ سے بہہ کر تجاوز کرنے والا خون ناقض وضو ہے۔ اگر نماز کے دوران نکسیر آجائے یعنی ناک سے خون نکل آئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضو کر کے اسی نماز پر بناء کی جاتی ہے۔ ابراہیم نے کہا: جب خون بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ حسن بصری کے نزدیک صرف بہنے والے خون سے وضو ٹوٹ جاتا تھا۔ عطاء نے کہا: جب ناک سے خون نکل کر ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1458، 1459، 1462)

لعامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: خون یا پیپ یا زرد پانی کہیں سے نکل کر بہا اور اس بہنے میں ایسی جگہ پہنچنے کی صلاحیت تھی جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو وضو جاتا رہا اگر صرف چمکا یا ابھرا اور بہا نہیں جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھرا یا چمک جاتا ہے یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں انگلی ڈالی اس پر خون کی سرخی آگئی مگر وہ خون بہنے کے قابل نہ تھا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ زخم سے خون وغیرہ نکلتا رہا اور یہ بار بار پونچھتا رہا کہ بہنے کی نوبت نہ آئی تو غور کرے کہ اگر نہ پونچھتا تو بہہ جاتا یا نہیں اگر بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں یونہی اگر مٹی یا راکھ ڈال کر سکھاتا رہا اس کا بھی وہی حکم ہے پھوڑا یا پھنسی نچوڑنے سے خون بہا اگرچہ ایسا ہو کہ نہ نچوڑتا تو نہ بہتا جب بھی وضو جاتا رہا۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 10 تا 11)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الْقَيْءِ

باب: قے سے وضو کا بیان

یہ باب قے آنے سے وضو کے حکم میں ہے۔

156- عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَتَوَضَّاَ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ صَدَقَ اَنَا صَبَبْتُ لَهٗ وُضُوْءَهٗ . رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَحَادِيْثُ الْبَابِ فِی الْبَابِ السَّابِقِ .

معدان بن ابوطلحہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے فرمائی تو وضو فرمایا چنانچہ میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے دمشق کی مسجد میں ملاقات کی میں نے یہ بات ان سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ فرمایا ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے وضو والے پانی کو ڈالا تھا۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: جز:2،ص:214، المستدرک علی الصحیحین: جز:1،ص:588، المنتقی من السنن المسندۃ: رقم الحدیث:8، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:36630، سنن ترمذی: جز:1،ص:145، سنن دارقطنی: جز:2، ص:163، سنن النسائی الکبریٰ: رقم الحدیث:3121، شرح السنۃ: جز:1،ص:50)

مذاہب فقہاء

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قے مطلقاً ناقض وضو نہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک منہ بھر قے ناقض وضو ہے۔

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: منہ بھر قے کھانے یا پانی یا صفرا کی وضو توڑ دیتی ہے۔ بہتے خون کی قے وضو توڑ دیتی ہے جب تھوک سے مغلوب نہ ہو اور جما ہوا خون ہے تو وضو نہیں جائے گا جب تک منہ بھر نہ ہو۔ (عالمگیری: جز:1،ص:11)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اگر تھوڑی تھوڑی چند بار قے آئی کہ اس کا مجموعہ منہ بھر ہے تو اگر ایک ہی متلی سے ہے تو وضو توڑ دے گی اور اگر متلی جاتی رہی اور اس کا کوئی اثر نہ رہا پھر نئے سرے سے متلی شروع ہوئی اور قے آئی اور دونوں مرتبہ کی علیحدہ علیحدہ منہ بھر نہیں مگر دونوں جمع کی جائیں تو منہ بھر ہو جائے تو یہ ناقض وضو نہیں پھر اگر ایک ہی مجلس میں ہے تو وضو کر لینا بہتر ہے۔

(درمختار ورد المحتار: جز:1،ص:293)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الضِّحْكِ

باب: ہنسنے سے وضو کرنے کا بیان

یہ باب ہنسنے سے وضو کرنے کے حکم میں ہے۔

157- عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَتَرَدّٰی فِیْ حُضْرَۃٍ کَانَتْ فِی الْمَسْجِدِ وَکَانَ فِیْ بَصَرِہٖ ضَرَرٌ فَضَحِکَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَھُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ضَحِکَ اَنْ یُّعِیْدَ الْوُضُوْءَ وَیُعِیْدَ الصَّلٰوۃَ ۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ وَّالْاِرْسَالُ صَحِیْحٌ فِی الْبَابِ ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اس دوران ایک نابینا آدمی داخل ہوا تو وہ مسجد میں موجود گڑھے میں گر گیا جبکہ اس کی بینائی میں کچھ ضرر تھا۔ چنانچہ اس پر سب لوگوں نے ہنسا اور وہ نماز کی حالت میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والے لوگوں کو دوبارہ وضو کرنے اور نماز کے اعادہ کا حکم ارشاد فرمایا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 660، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 612، سنن دارقطنی مکنز: رقم الحدیث: 253، مسند الحارث: رقم الحدیث: 92، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3938)

158- وَعَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ الرِّیَاحِیِّ اَنَّ اَعْمٰی تَرَدّٰی فِیْ بِئْرٍ وَّالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِہٖ فَضَحِکَ بَعْضُ مَنْ کَانَ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ ضَحِکَ مِنْھُمْ اَنْ یُّعِیْدَ الْوُضُوْءَ وَیُعِیْدَ الصَّلٰوۃَ ۔ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِیْ مُصَنَّفِہٖ وَاِسْنَادُہٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ ۔

ابوعالیہ ریاحی کا بیان ہے کہ ایک نابینا آدمی کنویں میں گر پڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے چنانچہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے والے لوگ ہنس دیئے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا: وہ دوبارہ وضو کریں اور نماز کا اعادہ کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1 ص:388، مسند الحارث: ج:1 ص:226، سنن دارقطنی: ج:1 ص:171، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:31، سنن دارقطنی مکنز: ج:2 ص:219، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1 ص:146، بغیۃ الباحث: ج:1 ص:226)

مذاہب اربعہ

اس بات میں سارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ قہقہہ لگا کر ہنسنا مفسد نماز ہے مگر کیا اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ تو اس میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو نہیں ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک عاقل بالغ شخص کا رکوع وسجود والی نماز میں قہقہہ لگانا ناقض ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس پر حدیث کو مقدم رکھتے ہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں اگر جاگتے میں رکوع سجود والی نماز میں ہو وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ (درمختار ورد المحتار: ج:1 ص:300)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوْءِ بِمَسِّ الذَّكَرِ

عضوتناسل کوچھونے سے وضوکا بیان

یہ باب عضوتناسل کوچھونے سے وضوکرنے کے حکم میں ہے۔

159- عَنْ بُسْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا مَسَّ اَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ فِيْ الموطأ واخرون وَصَحَّحَهُ احمد والتِرْمَذِيُّ والدارقطني والبيهقي و فِيْ الْبَاب احاديث اُخر

حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے عضوتناسل کوچھوئے تو اس کووضوکرنا چاہیے۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 82، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 181، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 479، الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 3232، جامع الاحادیث: ج: 2، ص: 359، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 427، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 99، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 472، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 8249، تہذیب سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 93)

160- وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مَسَسْتُ ذَكَرِي اَوْ قَالَ رَجُلٌ يَمَسُّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلٰوةِ أَعَلَيْهِ وُضُوْءٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ حَزْمٍ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ هُوَ اَحْسَنُ مِنْ حَدِيْثِ بُسْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی عرض گزارہوا کہ میں نے اپنے عضوتناسل کومس کرلیا ہے یاایک آدمی اپنے عضوتناسل کوحالت نماز میں مس کرلے تو آیااس پروضوکرناضروری ہوجائے گا۔اس پرنبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:نہیں وہ توتمہارے جسم کاایک حصہ ہے۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 85، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 182، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 483، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 426، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 165، مسند احمد: رقم الحدیث: 16495)

161- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى فِيْ مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوْءً ا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عضوتناسل کومس کرنے میں وضوکولازم قرارنہیں دیتے تھے۔(شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 47، المؤطا: ج: 1، ص: 61، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38742، شرح معانی الآثارالطحاوی: رقم الحدیث: 460)

162- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ مَا اُبَالِيْ اَنْفِيْ مَسَسْتُ اَوْ اُذُنِيْ اَوْ ذَكَرِيْ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِيْ اِسْنَادِهِ لِيْنٌ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اپنے ناک کومس کروں یااپنے کان کویااپنے عضوتناسل کو۔(شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 47، المؤطا: ج: 1، ص: 65، شرح معانی الآثارالطحاوی: ج: 1، ص: 78، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1752)

163– وَعَنْ اَرْقَمَ بْنِ شُرَحْبِيْلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ اَحُكُّ جَسَدِيْ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ فَاَمَسُّ ذَكَرِيْ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ – رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْمُؤَطَّا وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

ارقم بن شرحبیل کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں حالت نماز میں اپنے بدن کو کھجاتے وقت اپنے عضو تناسل کو بھی مس کر لیتا ہوں؟ اس پر انہوں نے فرمایا: وہ تو تمہارے بدن کا ٹکڑا ہے۔ (المؤطا: رقم الحدیث: 19، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 9214، المنتقی من السنن المسندۃ: جز: 1، ص: 118، مصنف عبدالرزاق: جز: 1، ص: 118، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: جز: 1، ص: 25، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 8980، سنن دارقطنی مکنز: جز: 2، ص: 112)

164– وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ مَسِّ الذَّكَرِ مِثْلُ اَنْفِكَ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي الْمُؤَطَّا وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

براء بن قیس کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے عضو تناسل کو مس کرنے کے متعلق فرمایا: تیرے ناک کی مثل ہے۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 47، سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 149، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1752)

165– وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَيَحِلُّ لِيْ اَنْ اَمَسَّ ذَكَرِيْ وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ اِنْ عَلِمْتَ اَنَّ مِنْكَ بَضْعَةً نَّجِسَةً فَاقْطَعْهَا ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ فِي الْمُؤَطَّا وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

قیس بن ابو حازم کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا تو وہ کہنے لگا: میرے واسطے حالت نماز کے اندر اپنے عضو تناسل کو مس کرنا جائز ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا: اگر تو اس بات کو سمجھتا ہے کہ یہ تیرے جسم کا ناپاکی والا حصہ ہے تو پھر تو اسے کاٹ ڈال۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 77، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1754، المؤطا: رقم الحدیث: 19)

166– وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مَّسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدٌ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے عضو تناسل کو مس کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: وہ تو تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔ (جامع الاحادیث: جز: 38، ص: 308، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 487، شرح معانی الآثار الطحاوی: رقم الحدیث: 457)

167– وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ خَمْسَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَجُلٌ اٰخَرُ اَنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرَوْنَ فِيْ مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوْءًا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ ۔

حسن بصری کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عمران بن حصین اور ایک دوسرے بزرگ بھی ہیں سے روایت کرتے ہیں کہ ان

بزرگوں کے نزدیک عضو تناسل کو مس کرنے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہو جاتا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1751، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 451)

مذاہب فقہاء

عضو تناسل کو چھونا ناقض وضو ہے یا نہیں اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عضو تناسل کو چھونا ناقض وضو ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو نہیں۔ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث بسرہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حدیث طلق بن علی اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ناقض وضو قرار نہ دینا ہے اور حدیث بسرہ کا جواب یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔(المغنی: ج:1،ص:116)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

باب: آگ میں پکی ہوئی چیز سے وضو کا بیان

یہ باب آگ میں پکی ہوئی چیز سے وضو کے حکم میں ہے۔

168- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تَوَضَّأُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آگ میں پکی ہوئی چیزوں سے وضو کرو۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 79، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 194، سنن النسائی: رقم الحدیث: 175، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 352، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 485، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 661، مسند احمد: ج:2،ص:479، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 347)

169- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ میں پکی ہوئی چیزوں سے وضو کرو۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1،ص:433، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 1047، الآحاد والمثانی: ج:5،ص:526)

170- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ . رَوَاهُ الشَّیْخَانِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کی دستی تناول فرمائی پھر نماز ادا فرمائی اور وضو نہ فرمایا۔(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 490، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 354، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 187، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10789،

صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 40، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1133، مسند احمد: رقم الحدیث: 2002، سنن البیہقی: ج: 1، ص: 153)

171- وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یقیناً نبی کریم ﷺ نے میرے پاس دستی تناول فرمائی پھر نماز ادا فرمائی اور وضو نہ فرمایا۔

(اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 110، السنن الکبریٰ للنسائی: ج: 3، ص: 114، المعجم الاوسط: ج: 6، ص: 371، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 154، المعجم الکبیر: ج: 11، ص: 306)

172- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضُّمَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک بکری کی دستی کو چھری سے کاٹتے ہوئے دیکھا پس آپ ﷺ نے اس سے تناول فرمایا اس کے بعد آپ ﷺ کو نماز کی خاطر بلایا گیا تو آپ ﷺ قیام فرما ہوگئے اور چھری کو پھینک دیا اور نماز ادا فرمائی مگر وضو نہ فرمایا۔ (مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 1255، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 490، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 774، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1150، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 208، مسند احمد: رقم الحدیث: 17249، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 6878، سنن بیہقی: ج: 1، ص: 53)

173- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ جَلَسَ عَلَى الْبَابِ الثَّانِيْ مِنْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِكَتِفٍ فَتَعَرَّقَهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ثُمَّ قَالَ جَلَسْتُ مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلْتُ مَا اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَنَعْتُ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْيَعْلٰى وَالْبَزَّارُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُ اَحْمَدَ ثِقَاتٌ .

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے دوسرے دروازہ پر جلوہ افروز ہوئے اور دستی طلب فرمائی پس اسے دانتوں کے ساتھ تناول فرمایا پھر قیام فرما ہوگئے اور نماز ادا فرمائی مگر وضو نہ فرمایا پھر انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم ﷺ کے بیٹھنے والے مقام پر بیٹھا اور میں نے اسی چیز کو کھایا جن کو نبی کریم ﷺ نے تناول فرمائی تھی اور اسی طرح کیا جس طرح نبی کریم ﷺ نے کیا تھا۔ (غایۃ المقصد: ج: 1، ص: 490، مسند احمد: رقم الحدیث: 414، مسند البزار: ج: 1، ص: 85)

174- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْكُلُ اللَّحْمَ ثُمَّ يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَا يَمَسُّ مَآءً ا . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ يَعْلٰى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یقیناً نبی کریم ﷺ گوشت تناول فرمانے کے بعد نماز کی جانب تشریف لے کر جاتے اور پانی کو مس بھی نہ فرماتے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40282، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ج: 1، ص: 492، مسند احمد: رقم الحدیث: 3602، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 50)

175-وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْقِدْرِ فَيَأْخُذُ الْعَرَقَ فَيُصِيْبُ مِنْهُ ثُمَّ يُصَلِّيْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ يَعْلٰى وَالْبَزَّارُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہانڈی کے پاس سے گزر ہوتا تو گوشت کو لے کر تناول فرما لیتے پھر نماز ادا فرماتے مگر وضو نہ فرماتے نہ ہی پانی کو مس فرمایا کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 550، جامع الاحادیث: ج: 40، ص: 18، غایۃ المقصد: ج: 1، ص: 499، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 4449، مسند احمد: رقم الحدیث: 24121، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 119)

مذاہب اربعہ

جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں کو کھانے کے بعد وضو نہیں اور تابعین کا اور ان کے بعد کے فقہاء کا جیسے سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق انہوں نے گمان کیا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے کھانے کے بعد وضو واجب نہیں ہوتا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو کاموں میں سے آخری کام ہے اور جس حدیث میں آگ سے پکی چیز کو کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم دیا تھا وہ منسوخ ہے۔ (سنن الترمذی: ص: 50)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ مَّسِّ الْمَرْاَةِ

باب: عورت کو چھونے سے وضو کا بیان

یہ باب عورت کو چھونے سے وضو کرنے کے حکم میں ہے۔

176- عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ وَطَارِقِ بْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ) قَوْلًا مَّعْنَاهُ مَا دُوْنَ الْجِمَاعِ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَقَالَ هٰذَا اِسْنَادُهٗ مَوْصُوْلٌ صَحِيْحٌ .

ابو عبیدہ اور طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ نے رب تعالیٰ کے فرمان "او لا مستم النساء" کی تفسیر میں فرمایا: اس سے جماع کے علاوہ مس کرنا مراد ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین: ج: 1، ص: 228، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 9228، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 12، ص: 1024، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 124، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1771، معرفۃ السنن والآثار: رقم الحدیث: 273)

177- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قُبْلَةُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَجَسُّهَا بِيَدِهٖ مِنَ الْمُلَامَسَةِ فَمَنْ قَبَّلَ امْرَاَتَهٗ اَوْ جَسَّهَا بِيَدِهٖ فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ . رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے ہاتھ لگانا یہ ملامست سے ہے پس جس آدمی نے اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا اسے ہاتھ لگا دیا تو اس کے اوپر وضو ہے۔ (الموطا: رقم الحدیث: 95، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 39304، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5228، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1 ص: 37، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 124، سنن دار قطنی مکنز: جز: 2 ص: 84، مسند الشافعی: جز: 1 ص: 11، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 545، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1496)

178- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَاىَ فِىْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِىْ فَقَبَضْتُ رِجْلَىَّ فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی سوئی ہوئی ہوتی اور میرے پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کی جانب ہوا کرتے پس جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف لے جاتے تو مجھ کو چھو لیا کرتے اس پر میں اپنے پاؤں کو سمیٹ لیا کرتی اور جس وقت کھڑے ہو جاتے تو میں انہیں دوبارہ پھیلا دیا کرتی تھی اور اس وقت گھروں کے اندر چراغ نہ ہوا کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 382، سنن النسائی: رقم الحدیث: 167، الموطا: رقم الحدیث: 258، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 512، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 712، مسند احمد: رقم الحدیث: 255، الکتاب: رقم الحدیث: 272)

179- وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِىْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِى الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک شب بستر پر نہ پایا چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے لگی تو میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں کے اوپر لگ گیا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے اور دونوں قدمین شریفین کھڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ عزوجل! میں پناہ طلب کرتا ہوں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے اور میں پناہ طلب کرتا ہوں تیری ذات کے ساتھ تیرے عذاب سے میں تیری ثناء کو شمار نہیں کر سکتا تو اسی طرح ہی ہے جس طرح کہ تو نے اپنی خود ثناء فرمائی ہے۔ (الاحکام الشرعیة الکبریٰ: جز: 2 ص: 248، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43243، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 2159، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 522، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 751، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4565، مسند احمد: رقم الحدیث: 24475، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 519، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 29750)

180- وَعَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّىْ وَاِنِّىْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ مَسَّنِىْ بِرِجْلِهٖ . رَوَاهُ النَّسَائِىُّ وَاِسْنَادُهٗ

صَحِيْحٌ .

قاسم کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمار ہے ہوتے اور میں آپ ﷺ کے محاذی جنازہ کی طرح پڑی ہوتی حتیٰ کہ جس وقت آپ ﷺ وتر ادا فرمانے کا قصد فرماتے تو مجھے اپنے پاؤں اقدس سے مس فرمایا کرتے۔ (المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 8785، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج:5،ص: 504، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1،ص: 128، سنن نسائی: رقم الحدیث: 160، سنن نسائی شرح سیوطی: ج: 1،ص: 109، مسند احمد: رقم الحدیث: 25034، مسند الصحابۃ: ج: 10،ص: 44)

181- وَعَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ بَعْضَ نِسَآئِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ لَا يَتَوَضَّأُ . رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بوسہ لیا کرتے پھر نماز ادا فرماتے اور وضو نہ فرمایا کرتے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 170، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 180، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 86، مسند احمد: رقم الحدیث: 25824، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 502)

مذاہب اربعہ

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک جب مرد عورت کے یا عورت مرد کے بدن کو بلا حجاب چھوئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے: "اولمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعید طیبا" وہ اس آیت میں لمس کا معنیٰ چھونا کرتے ہیں۔ یعنی تم نے عورتوں کو چھوا ہو پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس آیت میں لمس جماع سے کنایہ ہے یعنی جماع اور مباشرت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لمس مس کے الفاظ جماع سے کنایہ ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 3،ص: 66)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّيَمُّمِ

باب: تیمّم کا بیان

یہ باب تیمّم کے حکم میں ہے۔

182- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَآئِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت ایک سفر کو گئے حتیٰ کہ جس وقت ہم بیدا یا ذات الجیش کے مقام پر پہنچے تو اس وقت میرا ہار گم ہو گیا اس پر رسول اللہ ﷺ اسے تلاش کروانے کے واسطے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کی معیت ٹھہر گئے اور لوگ پانی پر بھی نہ تھے چنانچہ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو روک لیا ہے حالانکہ وہ نہ تو پانی پر ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی پانی ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس دوران رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر انور میری ران پر رکھا ہوا تھا اس دوران آپ ﷺ سو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو روک لیا ہے جبکہ وہ نہ تو پانی پر ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی پانی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ ڈپٹ فرمائی اور جو رب تعالیٰ نے چاہا وہ کہا اور اپنے ہاتھ کے ساتھ میری کوکھ میں کچوکے مارنے لگ گئے۔ اور مجھے حرکت کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میری ران کے اوپر استراحت فرما تھے۔ چنانچہ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ پانی نہ ہونے کی حالت میں جاگ گئے تو اس وقت رب تعالیٰ نے آیت کریمہ کا نزول فرما دیا۔ اور مسلمانوں نے تیمم کیا اس پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس وقت ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس کے اوپر میں بیٹھی ہوئی تھی تو ہار کو ہم نے اس کے نیچے پا لیا۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 307، سنن النسائی: رقم الحدیث: 310، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1300، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 367، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 129، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 262، موطا امام مالک: رقم الحدیث: 89، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 880)

183- وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی معیت ایک سفر پر تھے تو لوگوں کو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی تو جس وقت آپ ﷺ نماز سے فراغت پا کر واپس ہوئے تو ایک ایسے شخص سے ملاقات فرمائی جو لوگوں سے جدا گانہ تھا اور لوگوں کے ساتھ اس نے نماز نہ پڑھی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فلاں! تم کو کس چیز نے

روکے رکھا کہ تم نے لوگوں کی معیت نماز بھی نہ پڑھی۔ وہ عرض گزار ہوا: مجھے جنابت لاحق ہوگئی ہے اور پانی بھی نہیں ہے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مٹی کو لے لو وہ تم کو کفایت کر جائے گی۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 997، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1302، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 277، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 20537، سنن دارمی: رقم الحدیث: 743، مسند احمد: رقم الحدیث: 19898، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 857، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 3717)

184- وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلٰثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلَآئِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا طُهُوْرًا اِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَآءَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم کو تین اشیاء کی وجہ سے سارے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی گئی۔ ہماری صفوں کو ملائکہ کی صفوں کی مانند ٹھہرایا گیا اور ساری زمین کو ہمارے واسطے مسجد بنا دیا گیا اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والا بنا دیا گیا جس وقت ہم پانی کو نہ پاسکیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 522، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 535، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2473، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 213، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 5، ص: 15، تقریب الاسانید: ج: 1، ص: 12، جامع الاحادیث: ج: 5، ص: 85، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 8، ص: 532)

185- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِحْتَلَمْتُ لَيْلَةً بَارِدَةً فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَشْفَقْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ فَاَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِاَصْحَابِي الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِاَصْحَابِكَ وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ مَنَعَنِيْ مِنَ الْاِغْتِسَالِ وَقُلْتُ اِنِّيْ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ (وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا) فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل میں ٹھنڈی رات میں احتلام ہوگیا تو مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ اگر غسل کیا تو ہلاکت میں ڈوب جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے تیمم کیا اور اپنے رفقاء کو نماز صبح پڑھائی اس پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے رفقاء کو نماز پڑھا دی جبکہ تم حالت جنابت میں تھے۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق آپ ﷺ کو بتایا جس نے مجھے غسل کرنے سے روک دیا تھا اور میں کہنے لگا کہ میں نے رب تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے: ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے اور کچھ بھی نہ فرمایا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 538، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 11593، جامع الاحادیث: ج: 37، ص: 389، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 7، ص: 264، سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 185، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 225، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 694، صحیح ابن حبان: ج: 4، ص: 143)

186- وَعَنْ عَمَّارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ فِي الْقَوْمِ حِيْنَ نَزَلَتِ الرُّخْصَةُ فِي الْمَسْحِ بِالتُّرَابِ اِذَا لَمْ

نَجِدِ الْمَآءَ فَأُمِرْنَا فَضَرَبْنَا وَاحِدَةً لِّلْوَجْهِ ثُمَّ ضَرْبَةً أُخْرٰى لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ۔ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ ۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں لوگوں میں اس دوران موجود تھا جس وقت مٹی کے ساتھ تیمّم کی رخصت کا نزول ہوا جب ہم پانی کو نہ پائیں تو ہم کو حکم عطا فرمایا گیا کہ ہم ایک ضرب چہرے کے واسطے اور ایک ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے۔

(مسند البزار: رقم الحدیث: 1385، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 268، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1309، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 638، مسند احمد: رقم الحدیث: 18332، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 569، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 539)

187- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَآءَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم کو تین اشیاء کی وجہ سے سارے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی گئی۔ ہماری صفوں کو ملائکہ کی صفوں کی مانند ٹھہرایا گیا اور ساری زمین کو ہمارے واسطے مسجد بنا دیا گیا اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والا بنا دیا گیا جس وقت ہم پانی کو نہ پاسکیں۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 180، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 679، سنن البیہقی: جز: 1، ص: 207)

188- وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ أَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَإِنِّيْ تَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ فَقَالَ اضْرِبْ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَمَسَحَ بِهِمَا إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے جنابت لاحق ہو گئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ گیا اس پر فرمایا: یوں مارو اور اپنے دونوں ہاتھ زمین کے اوپر مار کر اپنے چہرہ کا مسح فرمایا پھر اپنے ہاتھوں کو ضرب لگائی اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 680، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 637، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 207، شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 114، الطحاوی: جز: 1، ص: 114)

189- وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ التَّيَمُّمِ فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ وَمَسَحَ بِهِمَا يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ وَضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرٰى فَمَسَحَ بِهِمَا ذِرَاعَيْهِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

نافع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تیمّم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان کے ساتھ ہاتھوں اور چہرے کا مسح فرمایا اور دوسری دفعہ مارا تو ان کے ساتھ اپنے بازوؤں کا مسح فرمایا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 310، جامع الاحادیث: جز: 36، ص: 361، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 678، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 1685، مصنف عبدالرزاق: جز: 1، ص: 211، معرفۃ السنن والآثار: جز: 1، ص: 492)

190- وَعَنْهُ اَنَّهُ اَقْبَلَ هُوَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْجُرُفِ حَتّٰی اِذَا كَانَا بِالْمِرْبَدِ نَزَلَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَيَمَّمَ صَعِيْدًا طَيِّبًا فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ . رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

نافع کا بیان ہے کہ وہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مقام جرف سے واپس ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اتر کر پاک مٹی سے تیمم فرمایا چنانچہ انہوں نے اپنے چہرہ اور کہنیوں تک مسح فرمایا۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 673، سنن البیہقی: ج: 1، ص: 207، الموطا: ج: 1، ص: 131، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 5299، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 681، مجمع الزوائد: ج: 1، ص: 267، مستدرک: ج: 1، ص: 179، مسند الشافعی: ج: 1، ص: 20)

191- وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ اِذَا تَيَمَّمَ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ ضَرْبَةً فَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ ضَرْبَةً اُخْرٰى ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَلَا يَنْفُضُ يَدَيْهِ مِنَ التُّرَابِ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

سالم کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب تیمم فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو ایک بار زمین پر مارتے پھر ان کے ساتھ چہرہ کا مسح فرماتے پھر دوسری دفعہ ضرب لگاتے تو ان سے کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کا مسح فرماتے اور اپنے ہاتھوں کو مٹی سے نہ جھاڑتے تھے۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 677، سنن البیہقی: ج: 1، ص: 207، جامع الاحادیث: ج: 36، ص: 417، سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 182، مصنف عبدالرزاق: ج: 1، ص: 211)

تیمم کے متعلق امت مسلمہ کا اجماع

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تیمم کتاب وسنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 160)

تیمم صرف حدث اصغر کے لئے ہے یا حدث اکبر کے لئے بھی ہے؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: علماء کا اس پر اجماع ہے تیمم حدث اصغر کے لئے بھی ہے اور حدث اکبر (جنبی، حائض اور نفساء) کے لئے بھی سلف اور خلف میں بھی اس کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 160)

تیمم کس سے کیا جائے؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی، امام احمد، ابن منذر، داؤد ظاہری اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق کی دو روایات ہیں۔ اوراوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 160)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا

جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر، زرنیخ وغیرہ۔ پتھر وغیرہ سے تیمم کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ (ہدایہ اولین:ص:34 تا 38)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تیمم اس چیز سے ہو سکتا ہے جو جنس زمین سے ہو اور جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔ (درمختار ورد المحتار: جز:1، ص:439)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمم جائز ہے ریتا، چونا، سرمہ، ہرتال، گندھک، مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ جواہر سے تیمم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔ (عالمگیری: جز:1، ص:26)

سفر و حضر میں تیمم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: سفر میں تیمم کرنے پر سب کا اجماع ہے اور حضر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور ان کے صحابہ کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے جب پانی نہ ملے یا مرض یا خوف شدید یا وقت نکلنے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو۔ علامہ ابو عمرو بن عبد البر مالکی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو شخص تندرست اور مقیم ہو اس کے لئے تیمم کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اسے اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو۔ علامہ طبری نے کہا: امام ابو یوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لئے مرض اور خروج وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شافعی اور لیث اور طبری نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اعادہ لازم ہے اور عطاء بن ابی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبد البر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقیم کے لئے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح العینی: جز:4، ص:607)

تیمم کی کیفیت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تیمم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے ہمارا اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ضروری ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لئے۔ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبد اللہ بن عمر، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں صرف ایک ضرب واجب ہے جس سے چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے یہ مذہب ان فقہاء کا ہے عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد، اسحاق، ابن منذر اور عام محدثین، زہری سے منقول ہے کہ ہاتھوں سے بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے اسی طرح ہمارے اصحاب نے کتب مذہب میں بیان کیا ہے اور امام ابو سلیمان الخطابی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء میں سے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے آگے ہاتھ پر تیمم میں مسح کرنا لازم نہیں ہے نیز ہمارے اصحاب نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تیمم میں تین ضربوں سے کم جائز نہیں ہے ایک ضرب چہرے کے لئے دوسری ضرب ہتھیلیوں

کے لئے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لئے۔ (شرح للنواوی: جز:2، ص:1469)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: مزنی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تیمم میں زمین پر ایک ہاتھ مارا جائے اور اس سے چہرے پر مسح کیا جائے پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مارا جائے اور اس سے کہنیوں سمیت کلائیوں پر مسح کیا جائے۔ الماوردی نے کہا: یہی صحیح ہے تیمم میں چہرے اور کلائیوں پر مسح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ تیمم میں دوضربوں سے کم کافی نہیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب کلائیوں کے لئے۔ ماوردی فرماتے ہیں کہ جب ثابت ہوگیا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں تو دوضربوں سے کم تیمم میں کفایت نہیں کریں گے۔ (الحاوی الکبیر: جز:1، ص:299)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: تیمم میں صرف چہرے اور ہتھیلیوں پر مسح کرنا ہوتا ہے اور کسی چیز پر مسح نہیں کیا جاتا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (شرح العینی: جز:4، ص:34)

وضواور تیمم پر قدرت نہ رکھنے والے کے متعلق مذاہب اربعہ

جو آدمی وضواور تیمم پر قادر نہ ہو تو اس کے متعلق مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علامہ سحنون مالکی اور مزنی شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو آدمی کسی ایسی جگہ قید ہو جہاں اسے پانی میسر ہو نہ مٹی اور نماز کا وقت آجائے تو وہ بغیر وضواور تیمم کے اشاروں سے نماز پڑھے جیسے وہ اشخاص نماز پڑھتے ہیں جو دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ابن قاسم مالکی، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ان پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ ابن خویز منداد نے کہا ہے کہ اہل مدینہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جو لوگ پانی اور مٹی پر قادر نہ ہوں حتی کہ نماز کا وقت نکل جائے وہ نماز نہ پڑھیں اور ان پر اس نماز کا اعادہ نہیں ہے اور ان سے نماز ساقط ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب ہے۔ جن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اس نماز کی قضاء نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہار ڈھونڈنے گئے تھے اور انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ تیمم کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ المہلب نے کہا ہے کہ جب بغیر وضوء کے تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے تو ہمارے لئے پانی اور مٹی نہ ملنے کی صورت میں بغیر تیمم اور بغیر وضو کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ ابو ثور نے کہا: اس مسئلہ کا قیاس اس آدمی پر ہے جسے کپڑے نہ ملیں تو اس کا برہنہ نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اسی طرح جیسے پانی اور مٹی نہ ملے اس کا وضواور تیمم کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر اعادہ نہیں ہے وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق نماز ادا کرے گا۔ ابن القصار مالکی نے کہا: جو لوگ اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق بے وضو نماز پڑھیں ان پر اعادہ نہیں ہے جیسے مستحاضہ اور جس کو سلس البول ہو وعلی ھذا القیاس اور جس مسافر کو پیاس کا خوف ہو اور وہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کر کے نماز پڑھے یہ مسئلہ بھی اسی قیاس پر ہے اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جسے پانی اور مٹی میسر نہ ہو وہ نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرلے انہوں نے احتیاط پر عمل کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہور کے نماز قبول نہیں کرتا۔

(شرح ابن بطال: جز:1، ص:465تا466)

حنبلیہ کا مذہب

اگر کوئی آدمی وضو کے لئے پانی اور تیمم کے لئے مٹی نہ پائے تو وہ اپنے حال کے موافق نماز پڑھے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو آپ ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہار ڈھونڈنے کے لئے بھیجا پھر نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ ماجرا بتایا تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی اور نبی کریم ﷺ نے ان پر انکار نہیں کیا اور انہیں اعادہ کرنے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ اعادہ واجب نہیں ہے اور اس کے لئے کہ طہارت شرط ہے پس طہارت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر نہیں کیا جائے گا جیسے ستر اور استقبال قبلہ کا حکم ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو جس آدمی نے اپنے حال کے موافق نماز پڑھی پھر اسے پانی مل گیا یا مٹی مل گئی تو وہ نماز نہیں دہرائے گا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے گا کیونکہ نماز کی ایک شرط مفقود ہو گئی اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ وہ حدیث کے موافق ہے نیز اس لئے کہ اس کو جو حکم دیا گیا تھا اس نے اس پر عمل کر لیا پس وہ اپنے ذمہ سے بری ہو گیا اور اس لئے کہ یہ نماز کی شرط ہے جو عجز کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی اور اس لئے کہ اس نے اپنی طاقت کے مطابق فرض ادا کر لیا اب اس پر اعادہ نہیں ہوگا جیسے کوئی آدمی ستر سے عاجز تھا اس نے برہنہ نماز پڑھ لی یا جس آدمی کو سمت قبلہ کا علم نہیں تھا اس نے غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھ لی یا جو آدمی قیام سے عاجز تھا اس نے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو ان سب پر نماز کا اعادہ نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس حال پر چھوڑ دو جس پر میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تم سے پہلی امتیں اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے سوال کرنے اور اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں پس جب میں تم کو کسی کام سے منع کروں تو اس سے باز آ جاؤ اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر اپنی طاقت کے مطابق عمل کرو اور نماز کی باقی شرائط پر قیاس کرنا اولیٰ ہے۔ (مغنی: جز: 1 ص: 324 تا 325)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے خواہ فرض نماز پڑھنی ہو یا نفل، سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو یا سجدہ شکر یا نماز جنازہ پڑھنی ہو البتہ امام شافعی اور امام محمد بن جریر طبری نے یہ کہا ہے کہ نماز جنازہ بلا وضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے اگر کسی آدمی نے عمداً بلا عذر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ گناہ گار ہوگا لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ لہو و لعب کر رہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس نمازی کا اعتقاد صحیح ہے اور یہ تمام بحث اس وقت ہے جب وہ بلا عذر بے وضو نماز پڑھے اور اگر وہ معذور ہو مثلاً اسے طہارت کے لئے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو تو اس میں چار قول ہیں:

1۔ فقہاء شافعیہ کے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ اس آدمی پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اسے طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

2۔ اس آدمی پر بلا طہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔

3-اس کے لئے نماز پڑھنا مستحب ہے اور قضاء کرنا واجب ہے۔

4-اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا یہی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے اس پر نماز پڑھنا اس لئے واجب ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جسے اس کے وقت میں کسی عذر کی بناء پر کسی خلل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔

(شرح للنواوی: جز:1 ص:119)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فاقد الطھورین کے اوپر نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھ کر نماز پڑھی کہ ان پر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر اس حالت میں نماز پڑھنا ممنوع ہوتا تو نبی کریم ﷺ ان پر انکار فرما دیتے۔ امام شافعی، امام احمد، جمہور محدثین اور اکثر اصحاب مالک کا یہی موقف ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان پر اعادہ واجب ہے یا نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ان پر اعادہ واجب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ عذر نادر ہے اس لئے ان سے اعادہ ساقط نہیں ہوگا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول مشہور کے مطابق نیز سحنون مالکی اور ابن المنذر کا موقف یہ ہے کہ ان پر اعادہ واجب نہیں ہے اگر ان پر اعادہ واجب ہوتا تو نبی کریم ﷺ اسے بیان فرما دیتے کیونکہ وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس دلیل کو رد کر دیا گیا ہے کہ اعادہ فوراً تو واجب نہیں ہے اس کے لئے وجوب اعادہ کی الگ ہونی چاہئے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ وہ نماز نہ پڑھے اور اگر نماز پڑھ لی ہے تو ان پر اعادہ واجب ہے اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ ان کا نماز پڑھنا مستحب ہے اور اعادہ واجب ہے۔ (فتح الباری: جز:2 ص:12)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو آدمی شہر میں قید ہو جب اسے پانی نہ ملے نہ ہی مٹی ملے تو وہ نماز نہ پڑھے اور جب کوئی چیز مل جائے تو وہ نماز پڑھ لے۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے: وہ نماز پڑھ لے اور بعد میں دہرائے۔ (شرح العینی: جز:4 ص:19)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جو آدمی کسی ایسی جگہ مقید ہو جہاں پانی دستیاب ہو نہ تیمم بایں طور کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اسے تیمم کے لئے پاک مٹی دستیاب نہ ہو یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضو یا تیمم نہ کر سکے اسے فاقد الطھورین کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا آدمی نماز کو مؤخر کر دے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھ لے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قرأت نہ کرے اور جب طہارت میسر ہو تو نماز دہرائے اسی قول پر فتویٰ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور جس آدمی کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (درمختار ورد المحتار: جز:1 ص:185)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نماز کا بیان

صلوٰۃ کا ماخذ

لفظ صلوٰۃ کا ماخذ اشتقاق ہے اس میں چند اقوال ہیں کہتے ہیں کہ یہ مشتق ہے صـلـة سے کیونکہ نماز بندے کو اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمت سے جوڑتی ہے اور قریب کرتی ہے اصل میں یہ لفظ وصـلـة تھا تو اس کے اندر قلب مکانی ہوئی یعنی وصـلـة کو صلوٰۃ کیا پھر قاعدہ واؤ متحرک ماقبل مفتوح پائے جانے کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدل دیا گیا صلوٰۃ ہو گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صلا سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں: سرین کے اوپر ہوئی۔ نماز کی حالت میں چونکہ تحریک صلوین ہوتا ہے اس لئے اس کو صلوٰۃ کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ گیا ہے کہ یہ ماخوذ صـلـيـت عـلـى الـنـار سے یہ اس وقت کہتے ہیں جب لکڑی کی کجی کو آگ کی حرارت کے ذریعہ درست کیا جائے نماز کے ذریعے بھی چونکہ انسان کی باطنی کجی دور ہوتی ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔

صلوٰۃ کا معنیٰ

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: صلوٰۃ عبادت مخصوصہ کا نام ہے اس کی اصل دعا ہے اور چونکہ اس عبادت کا ایک جز دعا ہے اس لئے کل کو جز کا نام دے دیا گیا کوئی شریعت صلوٰۃ سے خالی نہیں رہی اگرچہ اس کی ہیئت مختلف شریعتوں میں مختلف تھی عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں اس لئے کلیسا پر بھی صلوٰۃ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ (الحج:40)

تو ضرور گرادی جاتیں راہبوں کی خانقاہیں گرجے، کلیسے اور مسجدیں۔ (المفردات: ص:286)

بہ تدریج نمازوں کی فرضیت

نمازوں کی فرضیت بہ تدریج ہوئی۔

چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بعثت سے قبل نبی کریم ﷺ کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ ﷺ کے کشف کے مطابق ہوتی تھی آپ ﷺ اس پر عمل کرتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ ﷺ غار حراء میں عبادت کرتے تھے۔ (درمختار: جز:1، ص:239)

غار حراء میں آپ ﷺ کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی۔ لوگوں سے تخلیہ، اللہ تعالیٰ کی توجہ اور غور وفکر اور بعض علماء کرام نے فرمایا:

غار حراء میں آپ ﷺ کی عبادت صرف تفکر تھی۔ (ردالمحتار: جز:1 ص:239)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 581ھ لکھتے ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور وضو کی تعلیم دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام وضو فرماتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الروض الانف: جز:1 ص:163)

اس طرح پہلی وحی کے ساتھ نماز کی ابتداء کی گئی۔

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس وقت میں کوئی تحدید نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۝ (مزمل:1 تا 4)

اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ بڑھا دیں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھئے۔

علامہ حربی نے کہا ہے کہ پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام کی نماز فرض تھی کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۝ (آل عمران:41)

صبح اور شام کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیجئے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ (المزمل:20)

اللہ تعالیٰ کو علم ہے! تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ (فتح الباری: جز:1 ص:465)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 581ھ لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھا دی گئی تھی۔ (الروض الانف: جز:1 ص:162 تا 163)

نماز پنجگانہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یاد

ہم جو نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یادیں ہیں۔

نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام کی یاد

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ فرماتے ہیں:

جب صبح کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ علیہ السلام نے (شکر کرنے کے طور پر) دو رکعت نماز پڑھی چنانچہ وہ نماز فجر ہوگئی۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 226)

نماز ظہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ فرماتے ہیں:

ظہر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حضرت اسحاق علیہ السلام سے نوازا گیا تو آپ علیہ السلام نے (شکرانے کے طور پر) چار رکعات ادا فرمائیں چنانچہ وہ نماز ظہر ہوگئی۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 226)

نماز عصر حضرت عزیر علیہ السلام کی یاد

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ فرماتے ہیں:

جب حضرت عزیر علیہ السلام کو (سو سال بعد) اٹھایا گیا تو ان سے پوچھا گیا آپ علیہ السلام اس حالت میں کتنا عرصہ رہے تو انہوں نے کہا ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ پس انہوں نے چار رکعات نماز ادا کیں تو وہ نماز عصر ہوگئی۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 226)

نماز مغرب حضرت داؤد علیہ السلام کی یاد

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ فرماتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عزیر اور حضرت داؤد علیہما السلام کی مغرب کے وقت مغفرت ہوئی تو انہوں نے (شکرانے کے طور پر) چار رکعات نماز شروع کی تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے (تین رکعات ہی پڑھیں) تو وہ نماز مغرب ہوگئی۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 226)

نماز عشاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ فرماتے ہیں: اور جس نے سب سے پہلے آخری نماز (عشاء) ادا کی وہ ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 226)

علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ فرماتے ہیں: کہا گیا ہے کہ نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز ظہر حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز عصر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز عشاء حضرت یونس علیہ السلام کے لئے تھی جنہیں اس امت میں جمع فرما دیا گیا ہے۔ (رد المحتار علی در المختار: جز: 1، ص: 351)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ

نماز کا بیان

بَابُ الْمَوَاقِيْتِ

باب: نماز کے اوقات کا بیان

یہ باب نماز کے اوقات کے متعلق ہے۔

192- عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَتَاهُ سَآئِلٌ يَسْاَلُهٗ عَنْ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ انْشَقَّ الْفَجْرُ وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ بِالظُّهْرِ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدِ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ كَانَ اَعْلَمَ مِنْهُمْ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ بِالْمَغْرِبِ حِيْنَ وَقَعَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ اَوْ كَادَتْ ثُمَّ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى كَانَ قَرِيْبًا مِنْ وَّقْتِ الْعَصْرِ بِالْاَمْسِ ثُمَّ اَخَّرَ الْعَصْرَ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُوْلُ قَدِ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى كَانَ عِنْدَ سُقُوْطِ الشَّفَقِ ثُمَّ اَخَّرَ الْعِشَآءَ حَتّٰى كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ ثُمَّ اَصْبَحَ فَدَعَا السَّائِلَ فَقَالَ الْوَقْتُ بَيْنَ هٰذَيْنِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات نماز کے بارے میں دریافت کر رہا تھا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی جواب مرحمت نہ فرمایا۔ راوی نے فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا۔ تو انہوں نے نماز فجر قائم کی جب صبح ہو گئی اور ایک دوسرے کو لوگ پہچان نہیں پا رہے تھے پھر انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا۔ تو انہوں نے نماز ظہر قائم فرمائی جب کہ آفتاب کا زوال ہو گیا اور کہنے والا یوں کہہ رہا تھا کہ نصف النہار ہو چکا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑھ کر علم رکھتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم ارشاد فرمایا۔ تو انہوں نے نماز عصر قائم فرمائی جبکہ سورج بلند تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم ارشاد فرمایا تو مغرب قائم فرمائی جب آفتاب ڈوب چکا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے عشاء قائم فرمائی جب شفق غائب ہو چکی تھی پھر اگلے روز آپ نے فجر میں تاخیر کی حتیٰ کہ اس سے فراغت پا گئے تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: آفتاب طلوع ہو چکا ہے یا طلوع

ہونے والا ہے پھر آپ ﷺ نے ظہر میں تاخیر فرمائی حتیٰ کہ پچھلی کل کی عصر کا وقت آ پہنچا پھر عصر میں تاخیر فرمائی حتیٰ کہ جس وقت اس سے فراغت پائی تو ایک کہنے والا کہہ رہا تھا کہ سورج زرد ہو چکا ہے پھر مغرب میں تاخیر فرمائی حتیٰ کہ شفق غائب ہو گئی پھر عشاء میں تاخیر فرمائی حتیٰ کہ رات کی پہلی تہائی گزر چکی پھر صبح ہو گئی تو آپ ﷺ نے سائل کو بلایا تو ارشاد فرمایا: وقت ان دونوں کے مابین ہے۔ (سنن النسائی: جز:2،ص:349، مسند احمد: جز:40،ص:217، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1،ص:565، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:42094، مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:313، صحیح مسلم: جز:3،ص:399، البحر الزخار: رقم الحدیث:2656)

193- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرِ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وقت ظہر جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کی ایک مثل نہ ہو جائے اس وقت تک جب تک عصر نہ آ جائے۔ اور عصر کا وقت اس وقت تک جب سورج زرد نہ ہو جائے اور نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو اور عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے اور صبح کا وقت طلوع فجر سے لے کر اس وقت تک ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے چنانچہ جس وقت سورج طلوع ہو جائے تو پھر نماز سے رک جاؤ یقیناً وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ (مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:310، سنن النسائی: جز:1،ص:360، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1،ص:594، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:25289، صحیح مسلم: جز:3،ص:293، صحیح ابن حبان: جز:4،ص:334، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: رقم الحدیث:151)

194- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَّنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلَّى الظُّهْرَ فِي الْاُوْلٰى مِنْهُمَا حِيْنَ كَانَ الْفَيْءُ مِثْلَ الشِّرَاكِ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِثْلَ ظِلِّهٖ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ وَاَفْطَرَ الصَّآئِمُ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ بَرَقَ الْفَجْرُ وَحَرُمَ الطَّعَامُ عَلَى الصَّآئِمِ وَصَلَّى الْمَرَّةَ الثَّانِيَةَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ لِوَقْتِ الْعَصْرِ بِالْاَمْسِ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ لِوَقْتِهِ الْاَوَّلِ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ حِيْنَ اَسْفَرَتِ الْاَرْضُ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيَّ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ فِيْمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ . رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ و اَبُوْ دَاوٗدَ و احمد وابْنُ خُزَيْمَةَ و الدارقطني والحاكم وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ المراد بالوقت وقت الفضل جمعا بين الاحاديث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس دو دفعہ امامت کروائی ان میں سے پہلی دفعہ نماز ظہر ادا کی جب آفتاب کا سایہ تسمہ کی مثل تھا جو عصر ادا کی جب ہر چیز کا سایہ اسی کی مثل تھا پھر مغرب ادا کی جب آفتاب غروب ہو چکا تھا اور روزہ دار نے افطار کر لیا پھر عشاء ادا کی جب شفق غائب ہو گئی پھر فجر ادا کی جب صبح طلوع ہو گئی۔ اور روزہ دار کے اوپر کھانا حرام ہو گیا پھر دوسری دفعہ نماز ظہر ادا کی جب ہر سایہ اس کی مثل تھا پچھلے دن کی عصر کے وقت کے قریب پھر نماز عصر ادا کی جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہو گیا پھر نماز مغرب ادا کی اس کے پہلے والے وقت میں پھر نماز عشاء ادا کی اس کے آخری وقت میں جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر چکا پھر نماز صبح ادا کی جس وقت خوب زمین روشن ہو چکی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میری جانب متوجہ ہو کر کہا: اے سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کا وقت ہے اور ان دو وقتوں کے مابین (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا) وقت ہے۔

نیموی کا بیان ہے کہ وقت سے مراد فضیلت والا وقت ہے تاکہ احادیث کے درمیان تطبیق ہو جائے۔ (شرح السنۃ: جز: 1، ص: 92، سنن الصغیر للبیہقی: جز: 1، ص: 224، سنن الترمذی: جز: 1، ص: 255، مسند الصحابۃ: جز: 29، ص: 405، سنن البیہقی الکبری: جز: 1، ص: 365، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 3272)

195- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا دَلَكَتِ الشَّمْسُ اَذَّنَ بِلَالٌ لِلظُّهْرِ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعَصْرِ حِيْنَ ظَنَنَّا اَنَّ ظِلَّ الرَّجُلِ اَطْوَلُ مِنْهُ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعِشَاءِ حِيْنَ ذَهَبَ بَيَاضُ النَّهَارِ وَهُوَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهُ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْفَجْرِ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَاَمَرَهُ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ الْغَدَ لِلظُّهْرِ حِيْنَ دَلَكَتِ الشَّمْسُ فَاَخَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلَهُ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعَصْرِ فَاَخَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِّثْلَيْهِ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَادَ يَغِيْبُ بَيَاضُ النَّهَارِ وَهُوَ الشَّفَقُ فِيْمَا يُرٰى ثُمَّ اَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعِشَاءِ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَنِمْنَا ثُمَّ قُمْنَا مِرَارًا ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يَنْتَظِرُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ غَيْرَكُمْ فَاِنَّكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُ بِتَاْخِيْرِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ اَوْ اَقْرَبَ مِنْ نِّصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَذَّنَ لِلْفَجْرِ فَاَخَّرَهَا حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَطْلُعَ فَاَمَرَهُ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى ثُمَّ قَالَ الْوَقْتُ بَيْنَ هٰذَيْنِ ۔

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الشَّفَقَ هُوَ الْبَيَاضُ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے وقت نماز کے متعلق دریافت کیا تو جس وقت آفتاب ڈھل گیا تو ظہر کے لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے اقامت نماز کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد عصر کے واسطے کہی جب ہم نے یہ سمجھا کہ آدمی کا سایہ اس سے لمبا ہو چکا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اس کے بعد مغرب کی اذان کہی جب آفتاب غائب ہو گیا تھا چنانچہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے اقامت نماز کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اس کے بعد عشاء کے لئے اذان کہی جب دن کی سفیدی یعنی شفق غروب ہو چکا پھر انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے اقامت نماز کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد فجر کے واسطے اذان کہی جب فجر طلوع ہو چکی تھی چنانچہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا اور انہوں نے اقامت نماز کہی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دوسرے دن ظہر کے واسطے اذان کہی جب آفتاب ڈھل چکا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مؤخر فرما دیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم ارشاد فرمایا۔ تو انہوں نے اقامت نماز کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اس کے بعد عصر کے واسطے اذان کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مؤخر فرما دیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہو گیا۔ اس کے بعد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اس کے بعد مغرب کے واسطے اذان کہی جب سورج غروب ہو چکا تھا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر کر دیا حتیٰ کہ قریب تھا کہ دن کی سفیدی یعنی دکھائی دینے والی شفق غائب ہو چکی ہوتی۔ اس کے بعد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے اقامت نماز کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اس کے بعد عشاء کے واسطے اذان کہی جب شفق غائب ہو چکا تھا اس کے بعد ہم سو گئے اور متعدد دفعہ اٹھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے علاوہ لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ جس وقت تم نماز کا انتظار کر رہے ہو تو تم نماز ہی میں ہو۔ اور اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں اس نماز کو نصف شب تک مؤخر کرنے کا حکم فرماتا۔ پھر فجر کے لئے اذان کہی چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر فرما دیا حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب تھا پھر انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا تو نماز کی انہوں نے اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کا وقت ان دو اوقات کے مابین ہے۔ نیموی نے فرمایا: یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ شفق سفیدی ہی ہے جس طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ہے۔ (المعجم الاوسط: جز: ۱ ص: 39، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 32778، مسند الشامیین: جز: 2، ص: 53)

نماز کو وقت پر پڑھنا فرض ہے

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا فرض ہے اور نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے سوا ان نمازوں کے جن کے متعلق احادیث میں تاخیر سے پڑھنے کا حکم ہے مثلاً فجر کی نماز کو سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔(شرح العینی: ج:5،ص:8)

علامہ محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: حدیث مشہور سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان مرد و عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک کی امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔(العنایہ علی ہامش فتح القدیر: ج:1،ص:191)

فجر کی نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

فجر کی نماز کا وقت بالاتفاق صبح صادق کے طلوع سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے البتہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔
(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1،ص:197)

ظہر کی نماز کے وقت کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابویوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سائے تک رہتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔
(المغنی: ج:1،ص:226)

عصر کے وقت کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور ائمہ جمہور اور صاحبین کے نزدیک اس کی ابتداء ایک مثل سایہ کے ہے اور آخر وقت عصر ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک غروب تک ہے۔

مغرب کے وقت کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام یا اس سرخی کا نام شفق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔(المغنی: ج:1،ص:231)

عشاء کے وقت کے متعلق مذاہب فقہاء

عشاء کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے اور اخیر وقت میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک عشاء کا وقت صبح صادق تک رہتا ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک ثلث اللیل اور دوسری روایت کے مطابق نصف اللیل تک عشاء کا وقت رہتا ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 196، اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 315)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الظُّهْرِ

باب: جو ظہر کے بارے میں وارد ہوا

یہ باب ظہر کے وقت کے متعلق ہے۔

196- عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شدت گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ شدت گرمی جہنم کے جوش مارنے کی بناء پر ہے۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1487، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 533، مسند احمد: رقم الحدیث: 10506، المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 5237، المعجم الصغیر: رقم الحدیث: 384، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 562، البحر الزخار: ج: 1، ص: 364، السنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1، ص: 465، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 180)

197- عَنْ اَبِي ذَرِّ نِ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ایک سفر میں تھے چنانچہ مؤذن نے ظہر کے واسطے اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کرو پھر اس نے دوبارہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا کرو حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً شدت کی گرمی جہنم کے جوش مارنے کی بناء پر ہے چنانچہ جب گرمی شدت پکڑ جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 158، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 401، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 616، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 445، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1509،

صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 394، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 363، مؤطا: رقم الحدیث: 28)

198- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى

صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری مدت حیات پچھلی امتوں کے مقابلہ میں اس قدر ہے جس قدر عصر کا درمیانی وقت آفتاب کے غروب ہونے تک اور تمہاری مثال اور یہود ونصاریٰ کی مثال اس آدمی کی مانند ہے کہ جس نے ایک شخص کو مزدور لیا اور اس نے کہا: کون میرے واسطے ایک قیراط پر نصف النہار تک کام کرے گا چنانچہ یہود نے ایک قیراط پر نصف النہار تک کام کیا پھر وہ کہنے لگا: میرے واسطے کون ہے جو نصف النہار سے نماز عصر تک ایک قیراط کے عوض کام کرے گا؟ چنانچہ نصاریٰ نے ایک قیراط کے عوض نصف النہار سے نماز عصر تک کام کیا۔ پھر وہ کہنے لگا: ایسا کون ہے جو میرے واسطے نماز عصر سے آفتاب کے غروب ہونے تک دو قیراط کے عوض کام کرے خوب سن لو! تم ہی ایسے لوگ ہو جنہوں نے نماز عصر سے آفتاب غروب ہونے تک کام کیا۔ خوب سن لو! تمہارے واسطے دو اجر ہیں اس پر یہود ونصاریٰ غضب ناک ہوئے۔ وہ کہنے لگے: ہم نے کام تو زیادہ کیا اور اجر کم ملا تو رب تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ کمی فرمائی ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں اس پر رب تعالیٰ نے فرمایا: یقیناً میرا یہ فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا فرماتا ہوں۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1642، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6639، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2871، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 4017، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 20911، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 5838، مسند احمد: رقم الحدیث: 4508، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 53)

199- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَّوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَا اُخْبِرُكَ صَلِّ الظُّهْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَبَشٍ يَعْنِي الْغَلَسَ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ استدل الحنيفة بهٰذِهِ الْاَحَادِيْث على ان وقت الظهر لاينقضي بعد المثل بل يبقى بعده

ووقته ازيد من وقت العصر وفى الاستدلال بها ابحاث وانى لم اجد حديثا صريحا صَحِيْحًا او ضَعِيْفًا يدل على ان وقت الظهر الى ان يصير الظل مثليه وعن الامام ابى حنيفة فِيْهِ قولان .

عبداللہ بن رافع مولیٰ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے وقت کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں خبر دیتا ہوں کہ تم ظہر کی نماز ادا کرو جب تیرا سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور عصر ادا کرو جب تمہارا سایہ تمہارے دو مثل ہو جائے اور مغرب ادا کرو جب آفتاب غروب ہو جائے اور عشاء ادا کرو جو تیرے اور رات کے تہائی حصہ کے مابین ہے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔

نیموی نے فرمایا: حنفیہ نے ان احادیث مبارکہ سے اس بات پر استدلال فرمایا ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے بعد باقی رہتا ہے اور اس کا وقت عصر کے وقت سے زیادہ ہے مگر ان احادیث مبارکہ سے استدلال کرنے کے متعلق کئی طرح کی ابحاث ہیں اور میں نے ایسی کسی صریح صحیح حدیث یا ضعیف کو نہیں پایا جو یہ دلالت کرے کہ ظہر کا وقت سایہ کے دو مثل ہونے تک ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ (الاوائل السنبلیۃ: ج:1 ص:7، المؤطا: ج:1 ص:8، جامع الاحادیث: ج:39 ص:179، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج:5 ص:214، مسند الصحابۃ فی کتب التسعۃ: ج:5 ص:390، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2041، مؤطا مالک: ج:1 ص:10)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا اول وقت زوال آفتاب سے ہوتا ہے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم زوال کے وقت ظہر کی نماز ادا فرماتے تھے اور ابراہیم نخعی نے الاسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ جلدی کسی کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب لکھا جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھا کرو اور ابراہیم نخعی نے کہا: ہم کبھی کبھی علقمہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ایک مثل سائے کو کم پاتے ہم سایہ میں بیٹھ جاتے اور کبھی ہم سایہ نہیں پاتے تھے۔ یہ تمام احادیث اور آثار امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کئے ہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں بچہ کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے۔ انہوں نے ان آثار سے استدلال کیا ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے انہوں نے کہا: سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنا چاہیے لیکن گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے یہ فقہاء احناف، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے اور ابوالفرج نے اسے امام مالک سے بھی روایت کیا ہے۔ ان فقہاء اک استدلال ان احادیث سے ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور انہوں نے فرمایا: یہ معلوم ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا صرف ظہر میں مطلوب ہوتا ہے اور انہوں نے ان آثار کی مخالفت کی جن میں گرمیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا ذکر ہے پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ ان میں سے ایک چیز دوسری چیز پر راجح ہے یہ کہا گیا ہے کہ پہلے ظہر کی نماز جلدی پڑھی جاتی تھی پھر یہ عمل منسوخ ہو گیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھائی پھر فرمایا: ''گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔'' سواس حدیث میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کو اپنے وقت میں پڑھنے کے بعد اس کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا لہٰذا شدید گرمی میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا عمل منسوخ ہو گیا اور شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہو گیا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کرتے تھے یہ ان متعدد سندوں سے ثابت ہے جن کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر ہے۔ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو مطلقاً جلدی پڑھنا چاہئے وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے وہ ظہر کو جلدی پڑھنے کی ناسخ نہیں ہے اور ظہر کا حکم یہ ہے کہ اسے تمام زمانوں میں جلدی پڑھا جائے یہ حکم اس کے لئے ہے جو افضل پر عمل کرنا چاہتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات میں ظہر کو جلدی پڑھا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کو شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا تھا یہ ان پر شفقت کی وجہ سے رخصت تھی۔ میمون بن مہران نے کہا ہے کہ نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ نصف النہار کے وقت نماز کو اس لئے مکروہ کہتے تھے کہ وہ مکہ مکرمہ میں نماز ادا فرماتے تھے اور وہاں سخت گرمی ہوتی تھی اور وہاں سایہ نہیں تھا اس لئے آپ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ مسروق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز ظہر پڑھی جب سورج زائل ہو گیا تھا پس انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یہی نماز کا وقت ہے یہ اس پر محمول ہے کہ تمام زمانوں میں یہ نماز ظہر کا وقت ہے۔ اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے سورج کے زوال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعض اوقات شدید گرمی میں آپ اس کو مؤخر کر کے ادا فرماتے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام گرمیوں میں آپ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بعض اوقات کا لفظ تقلیل پر دلالت کرتا ہے آپ اکثر اوقات ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے اور اس میں امت کو اختیار ہے وہ جس وقت چاہے ظہر کی نماز پڑھے۔ پس جو آدمی افضل پر عمل کرنا چاہے وہ جلدی ظہر پڑھ لے اور جو آدمی رخصت پر عمل کرنا چاہے وہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھے یہی معنیٰ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا لہٰذا انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا جب سورج زائل ہو جائے تو ظہر پڑھو پس ان کے نزدیک افضل یہی تھا کہ ظہر کو اول وقت میں پڑھا جائے اور انہوں نے اپنے عمال کو یہی حکم دیا کہ جب ایک ہاتھ سایہ ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو اور اس میں گرمیوں اور سردیوں کا کوئی بھی استثناء نہیں کیا۔

فقہاء کا ظہر کے مختار وقت میں اختلاف ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مدونہ میں منقول ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کو اپنے وقت پر پڑھنا مستحب ہے اور یہ اس کے خلاف ہے اور جو ابو الفرج نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں۔ ابن القصاء نے از کرخی از امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کا وقت اس کے آخری وقت پر معلق ہے اور اول وقت میں نماز پڑھنا نفل ہے پس اگر کسی آدمی نے زوال کے وقت میں نماز ادا کی پھر وہ ظہر کے آخری وقت تک صحیح سلامت رہا تو وہ ظہر کی نماز کا مکلف ہو گیا اور اس نے جو اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھی تھی وہ نفل ہو گی اور تمام فقہاء امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے خلاف ہیں اور کرخی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت میں یہ دلیل دی ہے کہ اگر زوال آفتاب سے نماز ظہر واجب ہو جائے

اور پھر کوئی آدمی اسے تاخیر سے پڑھے تو اسے گناہ گار ہونا چاہئے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ ابن القصاء نے کہا: یہ اعتراض ہم پر لازم نہیں آتا اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ نماز کے وجوب میں توسیع ہے اور مکلف کو اختیار دیا ہے کہ وہ زوال کے بعد جس وقت چاہے نماز ظہر پڑھ لے۔ دوسرے فقہاء نے یہ کہا کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے فاسد ہونے کی دلیل احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورج کے زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھائی اور آپ نے فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے پس یہ محال ہے کہ ظہر کا فرض آخر وقت کے ساتھ ہو اور نبی کریم ﷺ ظہر کو اول وقت میں پڑھیں اور کسی آدمی کے لئے بھی نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا چاہئے جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سنت ثابتہ کے مخالف ہے اور دلیل سنت میں ہے نہ کہ سنت کی مخالفت میں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے اس قول میں انہوں نے احادیث کی اور لوگوں کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور اپنے اصحاب کی بھی مخالفت کی ہے اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایسا قول نقل کیا ہے جو جماعت کے قول کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے مگر اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے پھر انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان ایسا وقت چھوڑا جو ظہر اور عصر میں سے کسی نماز کی صلاحیت نہیں رکھتا اور یہ ان کا ایسا قول ہے جس میں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے اور وہی بلا فصل عصر کا اول وقت ہے اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد، امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ظہر کے آخری وقت میں اور عصر کے اول وقت میں ایسا فاصلہ ہے جس میں ظہر کا وقت مختار ہے نہ عصر کا وقت مختار ہے اور یہ اس وقت ہے جب سایہ ایک مثل سے تھوڑا سا زیادہ ہو جائے اور انہوں نے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت نہیں آتا اس حدیث سے ان کا قول ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی۔ (شرح ابن بطال: جز:2،ص:221 تا 224)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال نے از کرخی از امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ظہر کے اول وقت میں نماز واجب ہے اور اس وجوب میں توسیع ہے یعنی ظہر کے آخر وقت تک جب بھی نماز ظہر پڑھی جائے گی اس سے فرض نماز ادا ہوگی۔

(شرح العینی: جز:5،ص:39)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: شمس الائمہ نے المبسوط میں کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظہر کا اول وقت زوال آفتاب سے داخل ہوتا ہے۔ (شرح العینی: جز:5،ص:39)

علامہ محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی 189ھ لکھتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زوال آفتاب سے لے کر یہاں تک (کہ سایہ ایک قامت کے برابر ہو جائے یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے) اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ سایہ دو قامتوں کے برابر ہو جائے اور جب

سایہ دو قامتوں کے برابر ہو جائے گا تو عصر کا وقت داخل ہو جائے گا۔ (المبسوط: جز: 1 ص: 144)

علامہ محمد بن محمد ابوالفضل مروزی بلخی متوفی 334ھ لکھتے ہیں: ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے۔ (الکافی مع المبسوط: جز: 1 ص: 289)

علامہ محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی 189ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جاتا ہے اور حسن بن زیادہ نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب سایہ ایک قامت کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت نکل جاتا ہے اور عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ سایہ دو قامتوں کے برابر نہ ہو جائے اور ان دونوں کے درمیان مہمل وقت ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو نمازوں کے درمیان وقت ہے جیسا کہ فجر اور ظہر کے درمیان مہمل وقت ہے۔ (المبسوط: جز: 1 ص: 290)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْعَصْرِ

باب: جو عصر کے بارے میں وارد ہوا ہے

یہ باب عصر کے وقت کے بیان میں ہے۔

200- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَاَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا حَبَسُوْنَا وَشَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ولمسلم فِيْ رِوَايَةٍ شغلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے روز ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جیسے انہوں نے ہم کو روک رکھا اور صلوٰۃ الوسطٰی سے مشغول رکھا۔ حتیٰ کہ آفتاب بھی غروب ہو گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1320، سنن دارمی: جز: 1 ص: 306، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1 ص: 459، موطا: جز: 3 ص: 509، سنن ابن ماجہ: جز: 2 ص: 372)

201- وَعَنْ شَقِيْقِ بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ) فَقَرَاْنَاهَا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نَسَخَهَا اللّٰهُ فَنَزَلَتْ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى فَقَالَ رَجُلٌ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ شَقِيْقٍ لَهُ هِيَ اِذًا صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَقَالَ الْبَرَآءُ قَدْ اَخْبَرْتُكَ كَيْفَ نَزَلَتْ وَكَيْفَ نَسَخَهَا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

شقیق بن عقبہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اس آیت "حفظوا علی الصلوات و صلوٰۃ العصر" کا نزول ہوا تو جب تک رب تعالیٰ نے چاہا ہم اس کی تلاوت کرتے رہے پھر رب تعالیٰ نے یہ آیت منسوخ فرما دی اور اس آیت "حفظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطٰی" کا نزول فرمایا تو شقیق

کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے انہیں کہا: جب تو یہ نماز عصر ہوگی اس پر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً میں نے تم کو خبر دیدی کہ کس طرح نزول ہوا اور کس طرح رب تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1 ص: 573، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 2 ص: 51، صحیح مسلم: ج: 3 ص: 332، مسند الصحابۃ فی کتب التسعۃ: ج: 33 ص: 72، المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث: 3112)

202- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ . رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ و صححهٗ .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صلوٰۃ الوسطیٰ عصر کی نماز ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 4 ص: 61، البحر الزخار: رقم الحدیث: 1822، سنن الکبریٰ للنسائی: ج: 1 ص: 154، المعجم الکبیر: ج: 7 ص: 200، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1 ص: 460، سنن ترمذی: ج: 1 ص: 316، شرح معانی الآثار: ج: 1 ص: 174)

203- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَهَا اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے جو بیٹھے بیٹھے سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جس وقت وہ شیطان کے دوسینگوں کے مابین ہوتا ہے تو پھر یہ کھڑا ہو جاتا ہے وہ چار ٹھونگیں لگاتا ہے اس میں رب تعالیٰ کو کم یاد کرتا ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1 ص: 568، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 5 ص: 266، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1927، سنن ترمذی: رقم الحدیث: 160، صحیح ابن حبان: ج: 1 ص: 495، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 333، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 987، مسند الصحابۃ: ج: 18 ص: 31)

204- وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ تَعْجِيْلًا لِّلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَاَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِيْلًا لِّلْعَصْرِ مِنْهُ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ ظہر کے لئے جلدی اختیار فرماتے تھے اور تم آپ ﷺ سے زیادہ عصر کے واسطے جلدی برتتے ہو۔ (جامع ترمذی: ص: 50، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 604، الموطا: ج: 1 ص: 47، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43613، جامع الاصول فی احادیث الرسول: ج: 5 ص: 225، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 6992، مسند احمد: رقم الحدیث: 25273، مسند الصحابۃ: ج: 37 ص: 448، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3288)

نماز عصر کی خصوصیت

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: نماز عصر کی خصوصیت اس لئے ہے کہ نماز عصر میں دن اور رات کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں دن کو جانے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں اور رات میں آنے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں نیز یہ وقت

ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں اپنے دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے کے لئے فرض عصر پڑھنے کے لئے مسجد میں جانا بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کی بات ہے اور جس آدمی نے اپنے دنیاوی معاملات کو مقدم رکھا اور نماز میں اتنی تاخیر کردی کہ سورج زرد ہوگیا یا غروب ہوگیا تو یہ اس کا اخروی اتنا نقصان ہے جس پر اس کو اتنا رنج کرنا چاہئے جتنا رنج وہ جان و مال کے ضیاع یا ان کی ہلاکت پر کرتا ہے۔(اکمال المعلم:جز:2،ص:591)

مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: احادیث مبارکہ اس باب میں صریح ہیں کہ نماز عصر کو اول وقت میں پڑھنا چاہئے اور اس کا وقت ایک مثل سایہ پر داخل ہوتا ہے اسی وجہ سے دوسرے فقہاء اس وقت تک ظہر کو مؤخر کرتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے نماز کو اس لئے مؤخر کیا تھا کہ ان سے پہلے حکام کی یہی عادت تھی اس وقت تک ان کو یہ سنت نہیں پہنچی تھی کہ نماز عصر کو مقدم کرنا چاہئے اور جب ان کو یہ سنت پہنچ گئی تو وہ نماز عصر کو جلدی پڑھتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر یا مشغولیت کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا ہو۔ پہلی تاویل راجح ہے کیونکہ اس وقت عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ کے حاکم تھے خلیفہ نہ تھے۔(شرح للنواوی:جز:3،ص:1986)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عصر کے وقت میں سب نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ ان کے اصحاب نے بھی ان کی مخالفت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دو مثل سایہ سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک مثل سایہ سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال حدیث سے ہے تو لوگوں کی مخالفت ان کو مضر نہیں ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جس وقت ہر چیز کا سایہ دو مثل ہوگیا تھا جتنی دیر میں کوئی اونٹ سوار ذوالحلیفہ کی طرف جاتا ہے۔(شرح العینی:جز:5،ص:49)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ

باب: جو نماز مغرب کے بارے میں وارد ہوا

یہ باب نماز مغرب کے وقت کے متعلق ہے۔

205- عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا النسائی .

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب ادا فرماتے تھے جس وقت آفتاب غروب ہو چکا ہوتا اور پردہ کے پیچھے چھپ جاتا۔(مسند احمد:رقم الحدیث:16532،صحیح البخاری:561،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:688،معجم الکبیر:رقم الحدیث:6289،صحیح مسلم:رقم الحدیث:636،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:417،سنن الترمذی:رقم الحدیث:164)

206- وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ اُمَّتِيْ بِخَيْرٍ اَوْ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوْا الْمَغْرِبَ حَتّٰى تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت ہمیشہ خیر پر یا ارشاد فرمایا: فطرت پر گامزن رہے گی جب تک کہ مغرب کو مؤخر نہ کر دے حتیٰ کہ ستارے دکھائی دینے لگیں۔ (معجم الکبیر: جز:4،ص:183،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:370،الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1،ص:584،السنن الکبریٰ: جز:1،ص:448،مسند احمد: جز:48،ص:74،صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:174،البحر الزخار: رقم الحدیث:1164)

مذاہب اربعہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔ (المغنی: جز:1،ص:231)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جب شفق کی سفیدی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (شرح العینی: جز:5،ص:82)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي صَلٰوةِ الْعِشَآءِ

باب: جو نماز عشاء کے متعلق وارد ہوا ہے

یہ باب نماز عشاء کے وقت کے بارے میں ہے۔

207- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَآءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهٖ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں ان کو حکم عطا فرماتا کہ عشاء کو رات کے تہائی حصہ یا آدھی رات تک مؤخر کریں۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1،ص:334،السنن الکبریٰ: جز:1، ص:35،السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:36،المسند الجامع: جز:1،ص:312،المعجم الاوسط: جز:7،ص:13،جامع الاحادیث: جز:18،ص:183،

جامع الاصول فی احادیث الرسول: جز:5،ص:125)

208- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْتَظَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً لِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ حَتّٰی ذَهَبَ نَحْوٌ مِّنْ شَطْرِ اللَّیْلِ قَالَ فَجَآءَ فَصَلّٰی بِنَا ثُمَّ قَالَ خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ فَاِنَّ النَّاسَ قَدْ اَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَاِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوةٍ مُّنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا وَلَوْلَا ضُعْفُ الضَّعِیْفِ وَسُقْمُ السَّقِیْمِ وَحَاجَةُ ذِی الْحَاجَةِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ ۔رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمَذِیَّ وَابْنُ خُزَیْمَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا ایک شب نماز عشاء کے لئے انتظار کیا حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا پھر آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے تو ہم کو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر ارشاد فرمایا: اپنے بیٹھنے والے مقام کو لازم رکھو کیونکہ لوگوں نے تو اپنے بستروں کو لازم کر لیا ہے۔ اور تمہارا شمار نماز ہی میں ہوگا جب تک تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اگر کمزور کی کمزوری، بیمار کی بیماری اور ضرورت مند کی ضرورت کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو نصف شب تک مؤخر فرما دیتا۔

(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1 ص:585، السنن الکبریٰ للنسائی: جز:1 ص:475، جامع الاحادیث: جز:8، ص:371، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 358، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 3321، جمع الجوامع أو الجامع الکبیر: جز:1 ص:12080، سنن نسائی: رقم الحدیث:535، صحیح ابن خزیمہ: جز:1 ص:177، کنز الاعمال: رقم الحدیث:19461)

209- وَعَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰی اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصَلِّ الْعِشَآءَ اَیَّ اللَّیْلِ شِئْتَ وَلَا تَغْفُلْهَا ۔رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ ۔

حضرت نافع بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب لکھا کہ تم رات کی نماز جس حصہ میں چاہو ادا کرو اور اس میں غفلت نہ برتو۔ (المؤطا: جز:1 ص:43، شرح معانی الآثار: جز:1 ص:159، شرح معانی الآثار الطحاوی: جز:1 ص:159)

210- وَعَنْ عُبَیْدَةَ بْنِ جُرَیْجٍ اَنَّهٗ قَالَ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا اِفْرَاطُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ قَالَ طُلُوْعُ الْفَجْرِ ۔رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ ۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ دَلَّ الْحَدِیْثَانِ عَلٰی اَنَّ وَقْتَ الْعِشَآءِ یَبْقٰی بَعْدَ مُضِیِّ نِصْفِ اللَّیْلِ اِلٰی طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَلَا یَخْرُجُ بِخُرُوْجِهٖ فَبِالْجَمْعِ بَیْنَ الْاَحَادِیْثِ كُلِّهَا یَثْبُتُ اَنَّ وَقْتَ الْعِشَآءِ مِنْ حِیْنِ دُخُوْلِهٖ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ اَفْضَلُ وَبَعْضُهٗ اَوْلٰی مِنْ بَعْضٍ وَاَمَّا بَعْدَ نِصْفِ اللَّیْلِ فَلَا یَخْلُوْ مِنَ الْكَرَاهَةِ ۔

حضرت عبیدہ بن جریج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز عشاء میں کوتاہی یعنی تاخیر کیا ہے؟ تو اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا: فجر کا طلوع ہو جانا۔

علامہ نیموی نے فرمایا: دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عشاء کا وقت آدھی رات گزر جانے کے بعد طلوع فجر تک باقی رہتا ہے اور آدھی رات گزر جانے سے ختم نہیں ہو جاتا۔ ساری حدیثوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ عشاء کا وقت اس کے داخل ہونے سے لے کر آدھی رات تک افضل ہے اور اس میں بھی بعض حصہ بعض حصہ سے اولیٰ ہے اور نصف شب کے بعد والا وقت کراہت سے خالی

نہیں۔(شرح معانی الآثار:ج:۱،ص:159)

آدھی رات تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جب لوگوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو پھر عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے تاکہ انہیں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت حاصل ہو کیونکہ جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے لیکن اتنی تاخیر کرنا آج کل ہمارے اماموں کے لئے مناسب نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اماموں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: نمازوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اور اماموں کا لمبی نمازیں پڑھانے کو ترک کرنا افضل ہے اسی طرح نمازیوں کے انتظار کرانے کو بھی ترک کرنا افضل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ کافی رات گزر گئی اور بعض لوگ مسجد میں سو گئے پھر نبی کریم ﷺ باہر نکلے پس آپ نے فرمایا: ''اگر کمزوروں کی کمزوری اور بچوں کا رونا نہ ہوتا تو میں نماز عشاء میں رات کے اندھیرے تک تاخیر کر دیتا۔'' اس رات نبی کریم ﷺ نے جو آدھی رات تک عشاء پڑھانے کے لئے آنے میں تاخیر فرمادی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو گھر میں کوئی کام تھا ورنہ اتنی رات تک تاخیر کرنا آپ ﷺ کی عادت اور آپ ﷺ کا معمول نہ تھا۔

(شرح ابن بطال:ج:2،ص:252)

مذاہب فقہاء

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک عشاء میں آدھی رات تک تاخیر کی جاسکتی ہے۔ داؤد ظاہری کے نزدیک اس میں طلوع فجر تک تاخیر کی جاسکتی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ضرورت کا وقت ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ گرمیوں کی راتوں میں اس میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے اور اس کے بعد تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (شرح العینی:ج:5،ص:92)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عشاء میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جبکہ آدھی رات ہونے سے قبل فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے کہ باعث تقلیل جماعت ہے۔

(درمختار و ردالمحتار:ج:۱،ص:430)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّغْلِيْسِ

باب: جو اندھیرے میں نماز پڑھنے کے متعلق وارد ہوا

یہ باب اندھیرے میں نماز پڑھنے کے متعلق ہے۔

211- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّ نِسَآءَ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کی معیت نماز فجر میں حاضر ہوتی تھیں وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں پھر اپنے اپنے گھروں کو پلٹ جایا کرتیں جب نماز کو ادا فرما چکتیں انہیں اندھیرے کی بناء پر کوئی بھی نہ پہچان پاتا تھا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 454، سنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1 ص: 478، سنن الترمذی: جز: 1 ص: 361، موطا: جز: 1 ص: 5، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1499، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 1459، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 350)

212- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر دوپہر میں ادا فرماتے اور عصر اس وقت ادا فرماتے جبکہ سورج روشن ہوا کرتا اور مغرب اس وقت ادا فرماتے جس وقت سورج چھپ جایا کرتا اور عشاء جلدی اس وقت ادا فرماتے جس وقت لوگوں کی کثرت ہوتی اور جس وقت تھوڑے لوگ ہوتے تو مؤخر فرما دیتے اور صبح اندھیرے کے وقت ادا فرماتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 2201، الموطا: جز: 1 ص: 43، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 336، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1477، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 93، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 532، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 1081، مسند الصحابۃ: جز: 23 ص: 67)

213- وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ بِوَقْتِ الصَّلٰوةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسِبُ بِاَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَرُبَمَا اَخَّرَهَا حِيْنَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَاَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ اَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلٰوةِ فَيَاْتِيْ ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِيْنَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِيْنَ يَسْوَدُّ الْاُفُقُ وَرُبَمَا اَخَّرَهَا حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلّٰى مَرَّةً اُخْرٰى فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلٰوتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتّٰى مَاتَ لَمْ يَعُدْ اِلٰى اَنْ يُّسْفِرَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ وَّالزِّيَادَةُ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ ۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے مجھے نماز کے وقت کے متعلق خبر دی چنانچہ میں نے ان کی معیت نماز ادا کی پھر بھی ان کی معیت ادا کی پھر بھی ان کی معیت ادا کی پھر بھی ان کی معیت ادا کی پھر بھی ان کی معیت ادا کی آپ ﷺ اپنی انگلی کے ساتھ پانچ نمازوں کو گنتے رہے چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ظہر ادا فرمائی جبکہ سورج

ڈھل چکا اور بعض دفعہ اسے مؤخر فرماتے جب گرمی شدت کی ہوا کرتی اور آپ ﷺ کو میں نے عصر پڑھتے ہوئے دیکھا جس وقت سورج روشن بلند تھا اس کے اندر زردی آنے سے قبل چنانچہ ایک شخص نماز سے فراغت پا کر ذوالحلیفہ کے مقام پر آتا سورج غروب ہونے سے قبل اور نماز مغرب ادا فرماتے جب آفتاب ڈوب جاتا اور عشاء ادا فرماتے جب افق میں سیاہی پھیل جاتی اور بعض دفعہ اسے مؤخر فرما دیتے حتیٰ کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ اور صبح کی نماز ایک دفعہ اندھیرے میں ادا فرمائی پھر دوسری دفعہ اسے روشنی میں ادا فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ کی نماز اندھیرے میں ہی ہوا کرتی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے دنیا سے ظاہری پردہ فرما لیا۔ آپ ﷺ دوبارہ روشنی کی جانب نہ واپس ہوئے (یعنی ادا نہ فرمائی) (سنن النسائی: رقم الحدیث: 493، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 608، مسند احمد: ج: 28، ص: 317، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 668، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 394، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 521)

اس باب کی شرح آنے والے باب کے تحت کی جائے گی اور دلائل بھی وہاں پر ذکر کیے جائیں گے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْإِسْفَارِ

جو روشنی میں نماز پڑھنے کے متعلق وارد ہوا

یہ باب نماز فجر روشنی میں پڑھنے کے حکم میں ہے۔

214- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً لِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ولمسلم قبل وقتها بغلس ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کوئی نماز اس کے وقت کے علاوہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ماسوا دو نمازوں کے آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا اور فجر کی نماز کو اپنے وقت سے قبل ادا فرمایا۔ (الجمع بین الصحیحین: ج: 1، ص: 113، سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 930، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 390، بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: ج: 1، ص: 59، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40454، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 3351، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1936، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1570، مسند أبي عوانۃ: ج: 2، ص: 381)

215- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلٰوةٍ وَّحْدَهَا بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ وَّالْعَشَاءَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ يَّقُوْلُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوْا وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

وفی روایۃ لہ فلما طلع الفجر قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یصلی ھذہ الساعۃ الا ھذہ الصلوٰۃ فِیْ ھذا المکان من ھذا الیوم قال عبداللہ ھما صلوٰتان تحولان عن وقتھما صلوٰۃ المغرب بعد ما یاتی الناس المزدلفۃ والفجر حین ینزغ الفجر قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ ۔

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی معیت مکہ مکرمہ کی جانب نکلا پھر ہم مقام مزدلفہ آئے تو انہوں نے دونمازوں کوادا فرمایا اور ہر نماز کو الگ اذان اور اقامت کے ساتھ ادا فرمایا اوران نمازوں کے مابین رات کا کھانا تناول فرمایا پھر فجر کی نماز ادا فرمائی جب فجر طلوع ہوگئی پھر فرمایا: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں نمازوں مغرب وعشاء کو اس مقام پر اپنے وقت سے پھیر دیا گیا ہے۔ چنانچہ لوگ مزدلفہ کو اس وقت تک نہ آئیں جب تک اندھیرا نہ کرلیں اور نماز فجر اس وقت میں ادا کریں۔ ایک اور روایت میں اضافہ ہے کہ جب فجر طلوع ہوگئی تو ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کے اندر کسی نماز کو بھی ادا نہ فرماتے تھے ماسوا اس نماز کے اس مقام پر اسی روز۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں نمازوں کو پھیر دیا گیا ہے نماز مغرب لوگوں کے مزدلفہ آنے کے بعد، نماز فجر طلوع ہونے کے وقت۔ ارشاد فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یونہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (الجمع بین الصحیحین: ج: 1، ص: 114، جامع الاصول فی احادیث الرسول: رقم الحدیث: 1546، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 5، ص: 121، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 478، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1571، مسند احمد: رقم الحدیث: 3772، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 45)

216– عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْفِرُوْا بِالصَّلٰوۃِ الْفَجْرِ فَاِنَّ ذٰلِکَ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ اَوْ قَالَ لِاُجُوْرِکُمْ ۔ رَوَاہُ الْحَمِیْدِیُّ وَاَصْحَابُ السُّنَنِ وَاِسْنَادُہٗ ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز فجر کو روشنی میں ادا کرو کیونکہ (یہ اجر کے اعتبار سے عظیم ہے) یا تمہارے لئے زیادہ اجر ہے۔ (شرح السنہ: رقم الحدیث: 354، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 154، سنن النسائی: رقم الحدیث: 547، مسند احمد: ج: 31، ص: 458، معجم الکبیر: ج: 4، ص: 250، صحیح ابن حبان: ج: 4، ص: 355، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 356، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1220)

217– وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ عَنْ رِجَالٍ مِّنْ قَوْمِہٖ الْاَنْصَارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ ۔ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّیْلَعِیُّ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ ۔

حضرت محمود بن لبید اپنی قوم انصار کے چند لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جس قدر نماز فجر کو روشنی میں ادا کرو گے تم کو اس قدر ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 4294، موطا: ج: 1، ص: 43، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 3377، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3330، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 133، سنن النسائی: رقم الحدیث: 546، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1066، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1490، کنز العمال: رقم الحدیث: 19279، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 549)

218– وَعَنْ ھُرَیْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّیْ رَافِعَ بْنَ خَدِیْجٍ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ نَوِّرْ بِصَلٰوۃِ الصُّبْحِ حَتّٰی یَبْصُرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِھِمْ مِنَ الْاَسْفَارِ رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَّابْنُ عَدِیٍّ وَّالطَّیَالِسِیُّ وَاِسْحٰقُ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَالطَّبَرَانِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

ہریر بن عبدالرحمٰن بن رافع بن خدیج کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز کو روشن کر کے ادا کرو حتیٰ کہ لوگ اپنے تیر گرنے کے مقام کو دیکھ پائیں روشنی کی بناء پر۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 839، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 4414، المؤطا: ج: 1 ص: 43، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 24895، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 7357، کنز العمال: رقم الحدیث: 19275، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 83، مسند الشافعی: رقم الحدیث: 151، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 961)

219- وَعَنْ بَیَانٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَدِّثْنِیْ بِوَقْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ کَانَ یُصَلِّی الظُّھْرَ عِنْدَ دُلُوْکِ الشَّمْسِ وَیُصَلِّی الْعَصْرَ بَیْنَ صَلٰوتِکُمُ الْاُوْلٰی وَالْعَصْرِ وَکَانَ یُصَلِّی الْمَغْرِبَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَیُصَلِّی الْعِشَآءَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ وَیُصَلِّی الْغَدَاۃَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ حِیْنَ یَفْتَحُ الْبَصَرُ کُلُّ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَقْتٌ اَوْ قَالَ صَلٰوۃٌ رَوَاہُ اَبُوْ یَعْلٰی وَقَالَ الْھَیْثَمِیُّ اِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

حضرت بیان کا بیان ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض گزار ہوا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے نماز کے وقت کے متعلق بتایئے تو انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ ظہر کو سورج کو ڈھلنے کے وقت ادا فرماتے۔ اور عصر تمہاری پہلی نماز اور عصر کے مابین ادا فرماتے اور مغرب سورج کے غروب ہونے کے وقت ادا فرماتے اور عشاء شفق کے غروب ہونے کے وقت ادا فرماتے اور صبح فجر طلوع ہونے کے وقت جس وقت آنکھ کھل جایا کرتی ان سارے اوقات کے مابین وقت ہے یا ارشاد فرمایا: نماز ہے۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 793، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4004)

220- وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا مُعَاوِیَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَسْفِرُوْا بِھٰذِہِ الصَّلٰوۃِ فَاِنَّہٗ اَفْقَہُ لَکُمْ اِنَّمَا تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَخْلُوْا بِحَوَائِجِکُمْ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

حضرت جبیر بن نضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز صبح اندھیرے میں پڑھائی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس نماز کو روشن کرو کیونکہ یہ تمہارے واسطے زیادہ سمجھ والی بات ہے تم ارادہ رکھتے ہو کہ تم اپنی حاجت کے واسطے جلدی سے فراغت پالو۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1095)

221- وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ لِمُؤَذِّنِہٖ اَسْفِرْ اَسْفِرْ رَوَاہُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَ اَبُوْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَالطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ ۔

علی بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنے مؤذن سے فرما رہے تھے کہ روشنی ہونے دو، روشنی ہونے

(جمع الجوامع للاحادیث، رقم الحدیث: 33561، شرح معانی الآثار، رقم الحدیث: 1074، کنز العمال، رقم الحدیث: 22014، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2165)

222- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ يُسْفِرُ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی معیت ایک سفر پر تھے تو وہ نماز صبح روشنی میں ادا فرماتے تھے۔

(موطا: ج: 1، ص: 43، شرح معانی آثار، رقم الحدیث: 1092، شرح معانی الآثار: 1002)

مذاہب فقہاء

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 197، اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 218، المغنی: ج: 1، ص: 237)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: فجر میں تاخیر مستحب ہے یعنی اسفار میں شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیات تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیات تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 451)

سفیان ثوری کے نزدیک بھی فجر روشن ہونے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اندھیرے کے اواخر میں نماز کی ابتداء ہو کر فجر روشن ہونے میں انتہاء ہونی چاہئے تاکہ دونوں طرح کی روایتوں پر عمل ہو جائے اور اسی کو حافظ ابن تیم رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور احناف کی طرف سے جواب

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس میں ذکر ہے لا یعرف احد من الغلس ہم نے ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ اندھیرے سے اندھیرا مسجد مراد ہے یعنی مسجد کے اندرونی حصہ میں تاریکی ہوتی تھی اس لئے کہ مسجد کی چھت نیچی تھی دراصل وہ ایک چھپر کی شکل میں تھی۔ انما ھو عریش اور یہاں عورتوں کے لوٹنے سے مراد گھر کی جانب لوٹنا مراد نہیں بلکہ نماز سے فارغ ہونا مراد ہے غرضیکہ اس حدیث مبارکہ میں جو بھی بیان فرمایا گیا ہے وہ داخل مسجد سے تعلق ہے صحن مسجد اور خارج مسجد کا حال بیان نہیں فرمایا جا رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: اور دن کی دونوں طرفوں میں اور ابتدائی رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھئے۔

(ھود: 114)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: دن کی دو طرفوں کے متعلق متعدد اقوال ہیں اور ان میں زیادہ قریب اور اصح

قول یہ ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں کیونکہ دن کی دو طرفوں میں سے ایک طرف طلوع شمس ہے اور دوسری طرف غروب شمس ہے پس طرف اول فجر کی نماز ہے اور طرف ثانی سے مغرب کی نماز لینا جائز نہیں کیونکہ وزلف من لیل میں داخل ہے (یعنی رات کے کچھ حصہ میں) پس واجب ہے کہ طرف ثانی سے مراد عصر کی نماز ہو اور جب یہ واضح ہو گیا تو یہ آیت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر دلیل ہے کہ فجر کو روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور یہ آیت اس پر بھی دلیل ہے کہ عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز کو دن کی دو طرفوں میں پڑھنا واجب ہے اور دن کی دو طرفیں طلوع شمس کا اول وقت ہے اور اسی طرح غروب شمس کا اول وقت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ ان وقتوں میں بغیر ضرورت شرعیہ کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس آیت کے ظاہر پر عمل کرنا دشوار ہے لہٰذا اس آیت کو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے اس لئے اب اس آیت کا معنیٰ اس طرح ہوا کہ نماز کو اس وقت قائم کیجئے جو ان کی دو طرفوں کے قریب ہے کیونکہ کسی چیز کے قریب پر بھی اس چیز کا اطلاق کر دیا جاتا ہے لہٰذا صبح کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو طلوع شمس کے قریب ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سفیدی اور روشنی ہوتی ہے کیونکہ اندھیرے وقت کی بہ نسبت سفیدی کا وقت طلوع شمس کے زیادہ قریب ہے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو غروب شمس کے قریب ہے اور یہ وہ وقت ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو چکا ہوتا ہے اور ایک مثل سایہ کی بہ نسبت دو مثل سایہ کا وقت غروب شمس کے زیادہ قریب ہے اور مجاز حقیقت کے جتنا زیادہ قریب ہو اس پر لفظ کو محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا ظاہر ان دونوں مسئلوں میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تقویت اور تائید کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:6، ص:406)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اسفار کا معنیٰ یہ ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب پر رد کرتے ہوئے فرمایا: اگر اسفار کا معنیٰ فجر کے وقت کا تحقق ہو تو حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ فجر کا وقت متحقق ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اگر وقت سے پہلے فجر پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملے گا اور یہ بداہۃً باطل ہے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:198)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْاَذَان

اذان کے ابواب

اذان کالغوی اور شرعی معنیٰ

اذان کے لغوی معنیٰ اعلان واطلاع کے ہیں قال اللہ تعالٰی و اذان من اللہ ورسولہ اصل میں یہ اذان سے مشتق ہے جس کے معنیٰ استماع کے ہیں اور شرعاً اس کا معنیٰ یہ ہے کہ الاعلام بوقت الصلاۃ بالفاظ مخصوصۃ یعنی وقت نماز کی مخصوص الفاظ کے ذریعہ اطلاع کرنا۔

بَابٌ فِيْ بَدْءِ الْاَذَانِ

باب: اذان کی ابتداء کا بیان

یہ باب اذان کی ابتداء کے متعلق ہے۔

223- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادِىْ لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُّنَادِىْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مسلمان جب مدینہ منورہ تشریف لاتے تھے تو وہ اکٹھے ہوا کرتے پس نماز ادا کرلیا کرتے تھے نماز کے واسطے بلایا نہ جاتا تھا چنانچہ ایک روز انہوں نے آپس میں اس کے متعلق بات کی کوئی کہنے لگا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بنالو، کوئی کہنے لگا: یہود کی طرح سینگ والا باجا بنالو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیوں نہیں ایک ایسے شخص کو بھیجتے جو نماز کے واسطے بلائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز کے واسطے بلاؤ۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 361، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 814، سنن النسائی: رقم الحدیث: 625، مسند احمد: رقم الحدیث: 6357، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1590، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 604، سنن بیہقی: ج: 1، ص: 392)

224- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ

بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو انہوں نے یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا گیا کہ اذان دو دو دفعہ اور اقامت ایک ایک بار کہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 193، سنن النسائی: رقم الحدیث: 627، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 815، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 730، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 509، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 366، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1195، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 405)

225- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلٰوةِ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَّجُلٌ يَّحْمِلُ نَاقُوْسًا فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَتَبِيْعُ النَّاقُوْسَ فَقَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ فَقُلْتُ نَدْعُوْ بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى قَالَ فَقَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَذَكَرَ الْاَذَانَ وَالْإِقَامَةَ قَالَ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَاَيْتُ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاۤئَهٗ يَقُوْلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ مَا اَرٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم فرمایا تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے واسطے جمع کرنے کی خاطر بجایا جائے تو اس وقت میرے پاس حالت سونے میں ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں ایک گھنٹی تھی اسے میں نے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! کیا تم گھنٹی فروخت کرو گے تو وہ کہنے لگے: تم اس کا کیا کرو گے۔ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی جانب بلائیں گے تو وہ کہنے لگے: کیا میں اس سے بہتر چیز کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کردوں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، تو وہ کہنے لگا: تم یوں کہو: اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اس کے بعد اس نے اذان و اقامت کو ذکر کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت صبح ہوگئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر جو دیکھا اس کے متعلق بتایا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً یہ خواب سچا ہے انشاء اللہ۔ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ چنانچہ میں انہیں سکھانے لگ گیا۔ ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سنا جبکہ وہ اپنے گھر میں تھے تو وہ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے تشریف لائے اور کہا: اس مقدس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے بھی اسی چیز کو دیکھا ہے جو انہوں نے دیکھا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساری تعریفیں رب تعالیٰ ہی کے واسطے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1778، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 706، مسند احمد: ج: 4، ص: 42، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 390، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 499، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 189، سنن الصغیر للبیہقی: ج: 1، ص: 332)

اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی

علامہ عماد الدین ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی۔(البدایہ والنہایہ: ج:3،ص: 331)

اذان کی ابتدائی حالت

مکہ مکرمہ میں اذان مشروع نہیں ہوئی تھی اس وقت نماز کے لئے یوں نداء کرتے تھے الصلوٰۃ جامعۃ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی اور کعبہ معظمہ کو قبلہ بنا دیا تو آپ ﷺ کو پانچ فرض نمازوں کے لئے اذان کا حکم دیا گیا اور نماز جنازہ، نماز عید اور نماز کسوف وغیرہ کے لئے الصلوٰۃ جامعۃ سے ندا کا طریقہ برقرار رہا بعض غیر صحاح کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اذان کی مشروعیت فرضیت صلوٰۃ کے ساتھ لیلۃ الاسراء میں ہوئی مگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایات صحیح نہیں۔ صحاح کی روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں نماز بغیر اذان و اقامت ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ جب آپ ﷺ نے ہجرت الی المدینہ فرمائی تو اولاً آپ ﷺ نے 1ھ میں مسجد نبوی شریف تعمیر فرمائی اس کے بعد اذان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا اور 1ھ اور بعض نے کہا: 2ھ میں اذان شروع ہوئی۔

کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اذان کا خواب دیکھا تھا

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے وسیط میں لکھا ہے کہ دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اذان کا خواب دیکھا تھا اور علامہ جیلی نے شرح التنبیہ میں لکھا ہے کہ

چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اذان کا خواب دیکھا تھا مگر حافظ ابن صلاح اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کیا ہے ثابت صرف حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لئے اور بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔(فتح الباری: ج:2،ص:78)

اذان کی مشروعیت کا مدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خواب پر ہے؟

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ شارع علیہ السلام ہیں اذان کی مشروعیت رسول اللہ ﷺ کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جس میں ارشاد فرمایا: یہ کلمات بلال رضی اللہ عنہ کو سکھاؤ تاکہ وہ اذان دیں اگر رسول اللہ ﷺ حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی 1122ھ لکھتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی نبی کریم ﷺ پر وحی کی گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس خواب کے مقتضی کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہوتا کہ آپ ﷺ یہ دیکھیں کہ آپ ﷺ کو اس حکم پر برقرار رکھا جاتا ہے یا نہیں یہ جواب اس نظریہ پر مبنی ہے کہ آپ ﷺ احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے۔

(شرح موطا امام مالک: ج:4،ص:122)

نیز یہ وہم بھی نہیں کرنا چاہئے کہ اس خواب سے قبل رسول اللہ ﷺ کو ان کلمات کا علم نہ تھا کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات

تحقیق سے ثابت ہے۔(اشعۃ اللمعات: ج:1 ص:306)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ کو رات میں آسمان کی جانب لے جایا گیا تو آپ ﷺ کی جانب اذان کی وحی کی گئی اور جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اذان کی تعلیم دی۔(معجم الاوسط: رقم الحدیث:9243)

علامہ جلال الدین خوارزمی فرماتے ہیں کہ

حضرت ابوجعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ اذان کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خوابوں سے نہیں ہوا بلکہ شب معراج جب رسول اللہ ﷺ مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی اور رسول اللہ ﷺ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

(فتح القدیر: ج:1 ص:210)

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی 1122ھ ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جب سے نماز مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی ہے نبی کریم ﷺ بغیر اذان کے نماز ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی پھر اذان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

(شرح مؤطا امام مالک: ج:1 ص:123)

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی متوفی 581ھ لکھتے ہیں: صحابی کی زبان مقدس سے اذان کو جاری کرنے میں حکمت یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا اور یہ وحی سے قوی ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروعیت نماز کی فرضیت سے متاخر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ ﷺ سن چکے تھے اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً یہ خواب حق ہے اور اس وقت آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنوانے سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت ہو جائے گی اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان مقدسہ سے حق جاری ہوتا ہے نیز نبی کریم ﷺ کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر بلند ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت مستحکم ہو اور آپ ﷺ کی شریعت کی تقویت ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: "ورفعنا لك ذكرك" تو آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے غیر کی زبان سے آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا جائے۔

اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یہ کس کی روایت ہے تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث مبارکہ کو امام ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس براق لے کر آئے آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے قبل اس کو نہیں دیکھا۔ اس فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی: میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔

پھر اس فرشتہ نے کہا: "اشهد ان لا اله الا الله" تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی: میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ پھر فرشتہ نے کہا: اشهد ان محمداً رسول الله۔ تو حجاب کے پیچھے سے آواز آئی: میرے بندے نے سچ کہا میں نے محمد (ﷺ) کو رسول بنایا۔ پھر فرشتہ نے کہا: حي على الصلوة، حي على الفلاح۔ پھر فرشتہ نے کہا: الله اكبر الله اكبر! تو حجاب سے آواز آئی: میرے بندہ نے سچ کہا۔ میں الہٰ ہوں میرے سوا کوئی بھی الہٰ نہیں پھر فرشتہ نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آپ ﷺ کو آگے کر دیا اور آپ ﷺ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی ان میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

ابو جعفر محمد بن علی نے کہا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کی تائید معراج کی دوسری احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین کے اوپر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدسہ میں کیا اور اس حدیث مبارکہ میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا علم حریم قدسی کے ماوراء سے دیا گیا۔ (الروض الانف: ج:2، ص:19 تا 20)

سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت کس کو حاصل ہوئی؟

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: جس آدمی نے اسلام میں سب سے پہلے اذان دی ہے وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ (اسد الغابہ: ج:1، ص:207)

اذان کے حکم میں مذاہب فقہاء

اذان جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ اور احناف کے قول راجح کے مطابق سنت ہے احناف کے نزدیک دوسرا قول وجوب کا ہے۔ داؤد ظاہری، اوزاعی اور عطاء کے نزدیک ہے عطاء اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی آدمی بغیر اذان کے نماز پڑھے تو اس پر اعادہ واجب ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: فرض پنجگانہ کہ انہیں میں جمعہ بھی ہے جب جماعت مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کئے جائیں تو ان کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گناہ گار ہوں گے حتیٰ کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر کسی شہر کے سب لوگ اذان ترک کر دیں تو میں ان سے قتال کروں گا اور ایک آدمی چھوڑ دے تو اس کو ماروں گا اور قید کروں گا۔ (درمختار: ج:2، ص:60)

کلمات اذان میں اللہ اکبر کہنے میں مذاہب فقہاء

اذان میں اللہ اکبر کہنے میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر کہنا چاہئے اس کے برخلاف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو بار اللہ اکبر کہنا چاہئے۔ ائمہ ثلاثہ کے مؤقف کی تائید حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ ان میں چار بار کے الفاظ ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی چار بار کلمات کہتے تھے۔ ان کے علاوہ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے جو کلمات روایت کئے ہیں ان میں اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر کہنے کا ذکر ہے ان احادیث مبارکہ کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی روایت زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بروز حشر اذان دینا

اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ دنیا میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن خاص اور بروز حشر بھی مؤذن رہیں گے کہ وہاں پر آپ رضی اللہ عنہ اذان دیں گے۔

ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت صالح علیہ السلام کے لئے ناقہ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہو کر میدان حشر میں آئیں گے اسی بناء پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی ناقہ مقدسہ عضباء پر سوار ہوں گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوں گی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا کہ اس روز سب انبیاء کرام علیہم السلام سے الگ خاص مجھے ہی عطا ہوگا اور ایک جنتی اونٹنی پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حشر ہوگا کہ عرصات حشر میں اس کی پشت پر اذان دے گا جب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ سنیں گے تو سب بول اٹھیں گے ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔

(تہذیب تاریخ دمشق الکبیر بحوالہ ابن زنجویہ: ج:3، ص:312)

کھڑے ہو کر اذان دینا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! کھڑے ہو کر اذان دو۔

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا مشہور مذہب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اذان دینا سنت ہے اگر اس نے بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دی تو اس کی اذان درست ہے لیکن اس کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی تاہم کھڑے ہو کر اذان دینے کی شرط ثابت نہیں ہے۔ (شرح العینی: ج:5، ص:156)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اگر کہی اعادہ کرے مگر مسافر اگر سواری پر اذان کہہ لے تو مکروہ نہیں اور اقامت مسافر بھی اتر کر کہے اگر نہ اترا اور سواری ہی پر کہہ لی تو ہو جائے گی۔ (عالمگیری: ج:1، ص:54)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی؟

علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی 1122ھ لکھتے ہیں: جامع ترمذی کی روایت سے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے لیکن اسی سند کے ساتھ مسند احمد اور دارقطنی میں یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم دیا تو مؤذن نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اس لئے علامہ سہیلی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سب کی طرف اسناد ہے ہاں علامہ سیوطی بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں: مجھے اور مرسل حدیث ملی ہے جسے امام سعید بن منصور نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو ملیکہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور حی علی الفلاح کہا یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ اس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں کیونکہ ان کی سندیں مختلف ہیں اور جس آدمی نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت کو نہیں کیا وہ غافل ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اذان دی اور فرمایا: اشھد ان محمداً رسول اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی فضیلت کو بیان فرمایا: قیامت کے دن

مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت زیادہ افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیۃ کی تبلیغ وغیرہ۔ شیخ ابوالحسن شاذلی اور علامہ نیشاپوری نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔
(شرح مواہب اللدنیۃ: ج: 1، ص: 380 تا 381)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ علامہ زرقانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار سفر میں اذان دی مگر انہوں نے اشھد انی رسول اللہ نقل کیا ہے۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 467)

علامہ عبدالقادر رافعی لکھتے ہیں: سراج میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت سفر میں تھا جب سورج زائل ہو گیا تو آپ ﷺ نے خود اذان دی اور اقامت فرمائی اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ (تقریرات رافعی: ج: 1، ص: 47)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَاجَآءَ فِي التَّرْجِيْعِ

باب: جو ترجیع کے متعلق وارد ہوا

یہ باب اذان میں ترجیع کے متعلق ہے۔

226– عَنْ اَبِي مَحْذُوْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ فَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثم يعود فيقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَاَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ بِتَثْنِيَةِ التَّكْبِيْرِ ۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اذان سکھائی۔ تو ارشاد فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ پھر دوبارہ ارشاد فرمایا: اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 502، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 509، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2119، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 191، سنن النسائی: رقم الحدیث: 628، مسند احمد: ج: 3، ص: 409، سنن البیہقی: ج: 1، ص: 393)

227– وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ

كَلِمَةً ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:102،سنن الکبریٰ للنسائی: ج:1،ص:497،معجم الکبیر: رقم الحدیث:6728،المنتقیٰ: رقم الحدیث:162،بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام: رقم الحدیث:180،جامع الاصول: ج:5،ص:280،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:423،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:287، سنن الترمذی: رقم الحدیث:177)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی انشاء اللہ عزوجل۔

بَابُ مَاجَآءَ فِيْ عَدَمِ التَّرْجِيعِ

باب: جو عدم ترجیع کے متعلق وارد ہوا

یہ باب عدم ترجیع کے متعلق ہے۔

228-عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے کوئی کہے: اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو وہ بھی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہے پھر مؤذن کہے: اشھد ان محمداً رسول اللہ تو وہ بھی اشھد ان محمداً رسول اللہ کہے پھر مؤذن کہے: حی علی الصلوۃ تو وہ بھی حی علی الصلوۃ کہے پھر مؤذن کہے حی علی الفلاح تو وہ بھی حی علی الفلاح کہے۔ پھر مؤذن کہے: اللہ اکبر اللہ اکبر تو وہ بھی کہے: اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے: لا الٰہ الا اللہ تو وہ لا الٰہ الا اللہ کہے دل سے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1685،الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:92،البحر الزخار: رقم الحدیث: 1261،بلوغ المرام: ج:1،ص:61،جامع الاحادیث: رقم الحدیث:2447،جامع الاصول: رقم الحدیث:7029،جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2458،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:443،سنن النسائی: رقم الحدیث:297،شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:884)

229- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ هَمَّ بِالْبُوْقِ وَأَمَرَ بِالنَّاقُوْسِ فَنُحِتَ فَأُرِيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ فِي الْمَنَامِ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فَقُلْتُ لَهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ تَبِيعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهِ قُلْتُ أُنَادِي بِهِ إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى

خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ قُلْتُ وَمَا هُوَ قَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰــهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّـلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ حَتّٰى اَتٰى رَسُـوْلَ اللّٰـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِمَا رَاٰى قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْـضَـرَانِ يَـحْـمِلُ نَاقُوْسًا فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَاٰى رُؤْيَا فَـاخْرُجْ مَعَ بِلَالٍ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاَلْقِهَا عَلَيْهِ وَلْيُنَادِ بِلَالٌ فَاِنَّهُ اَنْدٰى صَوْتًا مِنْكَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍ اِلَى الْمَسْجِدِ فَجَعَلْتُ اُلْقِيهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِيْ بِهَا فَسَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالصَّوْتِ فَخَرَجَ فَـقَـالَ يَـا رَسُـوْلَ اللّٰـهِ وَاللّٰـهِ لَـقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ الَّذِيْ رَاٰى ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ و اَبُوْ دَاوٗدَ و احمد و صححه التِّرْمَذِيُّ و ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْبُخَارِيُّ فيما حكاه عنه التِّرْمَذِيُّ فِيْ العلل ۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بگل کا ارادہ فرمالیا تھا اور ناقوس کا حکم دے چکے تھے پس اسے بنا دیا گیا تھا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حالت خواب میں دکھایا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک شخص کو دیکھا جس پر دو سبز حلے تھے اس نے ناقوس کو اٹھا رکھا تھا میں نے اسے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تم ناقوس کو فروخت کرو گے؟ وہ کہنے لگا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: میں اس کے ذریعہ سے لوگوں کو نماز کے واسطے نداء کروں گا۔ وہ کہنے لگا: میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: تو یہ کہے: اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ، حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ ۔ پس حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نکل کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو دیکھا تھا وہ آپ ﷺ کو عرض کیا اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے اوپر دو سبز حلے تھے اس نے ناقوس اٹھا رکھا تھا۔ آگے پورا واقعہ عرض کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً تمہارے ساتھی نے ایک خواب دیکھا ہے۔ چنانچہ تم بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد جاؤ اور ساتھ ساتھ اس کو سکھاتے رہو اور بلال رضی اللہ عنہ اذان کہے کیونکہ اس کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ راوی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی معیت گیا اور انہیں سکھانے لگ گیا اور انہوں نے ان کے ذریعہ سے اذان کہی۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آواز کو سنا تو نکل کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً میں نے بھی یونہی دیکھا ہے جو انہوں نے دیکھا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 706، مسند احمد: ج: 4، ص: 42، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1778، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 499، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 189)

مذاہب فقہاء

اذان میں ترجیع ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک حدیث یہ دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ثابت اور مشروع ہے یعنی پہلے دو دو مرتبہ آہستہ آہستہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشھد ان محمداً رسول اللہ کہنا اور پھر دو بار زور سے ان کلمات کو کہنا اور امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں اور جمہور کی حجت حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مؤخر ہے کیونکہ وہ غزوہ حنین کے بعد آٹھ ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:1505)

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

(شرح مواہب اللدنیہ: جز:1،ص:371)

حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی 762ھ لکھتے ہیں: اول تو اذان میں ترجیع کی زیادتی ثابت ہی نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی اذان اور اقامت پر مقرر رکھا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حدیث ابی محذورہ رضی اللہ عنہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بعد ہے کیونکہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فتح مکہ مکرمہ سے پہلے ہے اور حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔ (نصب الرایہ: ص:273)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: اذان میں ترجیع نہیں ہے ترجیع یہ ہے کہ پہلی بار پست آواز سے دو بار اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ کہے پھر بعد میں دو بار بلند آواز سے ان کلمات کو کہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع ہے کیونکہ اس کا حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثبوت ہے۔ (ہدایہ اولین: ص:70)

اذان کا جواب دینا مستحب ہے جب بھی مؤذن اذان دے تو جواب دینا چاہئے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1086ھ لکھتے ہیں: جب اذان سنے تو جواب دینے کا حکم ہے یعنی مؤذن جو کلمہ کہے اس کے بعد سننے والا وہی کلمہ کہے مگر حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے بلکہ اتنا لفظ اور بڑھا دے: ماشاء اللہ کان ومالم یشا لم یکن۔ الصلوۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت وبالحق نطقت کہے۔ (درمختار ورد المحتار: جز:2،ص:81،83)

اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنے کا حکم

علامہ سید محمد امین ابن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جب پہلی بار اذان میں اشھد ان محمداً رسول اللہ سنے تو یہ کہنا مستحب ہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور جب دوسری بار سنے تو یہ کہنا مستحب ہے قرتا عینی بک یارسول اللہ پھر اپنے انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: اے اللہ عزوجل! میری سماعت اور بصارت سے مجھے فائدہ پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جنت کی جانب رہنمائی فرمائیں گے اسی طرح کنز العباد میں مذکور ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں: اس کی مثل فتاویٰ صوفیہ

میں مذکور ہے اور کتاب الفردوس میں یہ حدیث ہے: جس آدمی نے اذان میں اشھد ان محمداً رسول اللہ سننے کے بعد اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دیا میں اس کی قیادت کروں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:63)

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں: امام دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مؤذن سے اشھد ان محمداً رسول اللہ سنا تو اپنی دونوں انگشت شہادت کے باطن کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا اور پھر اپنی ان انگلیوں کو آنکھوں پر پھیرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے دوست کے فعل کی مثل فعل کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: جب مؤذن نے اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو جس آدمی نے اسے سن کر یہ کہا: "مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پھر اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کو کبھی آشوب چشم نہیں ہوگا پھر ایک غیر معروف سند کے ساتھ فقیہ محمد بن الباب سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ آندھی سے ان کی آنکھ میں مٹی کا کوئی ذرہ پڑ گیا جس کی وجہ سے ان کی آنکھ میں شدید تکلیف ہوئی اور وہ باوجود کوشش کے اس کو اپنی آنکھ سے نہ نکال سکے پھر جب انہوں نے مؤذن سے اشھد ان محمداً رسول اللہ سنا تو یہی دعا کی تو وہ ریزہ فی الفور نکل گیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں سے ہے اور الشمس محمد بن صالح نے اپنی تاریخ میں بعض مصری قدماء سے نقل کیا ہے کہ جس آدمی نے اذان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور اپنی انگشت شہادت اور انگوٹھے کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرا تو اس کی آنکھیں کبھی دکھنے نہیں آئیں گی اور ابن صالح نے کہا کہ میں نے اسے فقیہ محمد بن زرندی سے سنا ہے وہ بعض شیوخ عراق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں پر اپنی انگلیاں پھیرتے وقت کہا: صلی اللہ علیك یا سیدی یارسول اللہ یا حبیب قلبی یا نور بصری و یا قرۃ عینی ۔ اور جب سے انہوں نے یہ عمل شروع کیا ان کی آنکھیں دکھنے نہیں آئیں۔ ابن صالح نے کہا: اس کو سننے کے بعد میں بھی یہ عمل کرتا ہوں اور میری آنکھیں دکھنے نہ آئیں اور فقیہ زاہد بلالی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے اذان میں اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر یہ کہا: مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھا وہ نہ تو کبھی اندھا ہوگا اور نہ ہی اس کی کبھی آنکھیں دکھیں گی۔ اور ابونصر خواجہ نے کہا کہ جس حدیث میں ہے جس آدمی نے مؤذن سے اذان میں اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھوں کو چوما اور ان کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور آنکھوں پر پھیرتے وقت یہ دعا کی: اے اللہ عزوجل! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی برکت سے ان کو منور فرما تو وہ اندھا نہیں ہوگا۔ (مقاصد حسنہ: ص:383 تا 384)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں کہ

میں کہتا ہوں کہ جب اذان میں اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرنے کا حکم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو یہ عمل ان کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔ (الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: ص:210)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں: اذان کے کلمات سن کر ان کے جواب میں وہی کلمات کہنا مستحب ہے اور جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سنے تو پہلی شہادت سن کر کہے: صلی اللہ تعالیٰ علیك یارسول اللہ اور دوسری شہادت سن کر کہے:

قرة عيني بك يارسول الله پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے: اللهم متعنی باسمع والبصر۔
(روح البیان: ج:8،ص:349)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابٌ فِي اِفْرَادِ الْاِقَامَةِ

باب: اقامت کے الفاظ کو ایک ایک بار کہنے کا بیان

یہ باب اقامت کے الفاظ کو ایک ایک بار کہنے کے حکم میں ہے۔

230-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وزاد بعضهم الا الاقامة

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کو دو دو بار کہے اور اقامت کے وقت ایک ایک بار کہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 509، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 815، سنن النسائی: رقم الحدیث: 627، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 193، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 730، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 366، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1794، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1195)

231- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا كَانَ الْاَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ اَنَّهُ يَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں اذان دو دو بار ہوا کرتی اور اقامت ایک ایک بار ہوا کرتی تھی۔ ماسوا اس کے وہ قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة کہتے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:101، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1593، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3359، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 429، سنن البیہقی الکبریٰ: 285، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 174، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 13، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1193، سنن النسائی: رقم الحدیث: 624)

232- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ فَقَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَذَكَرَ الْاَذَانَ بِتَرْبِيْعِ التَّكْبِيْرِ بِغَيْرِ تَرْجِيْعٍ وَالْاِقَامَةَ فُرَادٰى اِلَّا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَخْرَجَهُ . اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے اوپر حالت سونے میں ایک شخص نے چکر لگایا تو وہ کہنے لگا: تم یہ کہا کرو اللہ اکبر۔ پھر اس نے اذان کا ذکر کیا چار دفعہ تکبیر کے ساتھ بغیر ترجیع کے اور اقامت ایک ایک دفعہ ماسوا قد قامت الصلوة کے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2،ص: 81، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 178، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3356، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 277، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1187)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی انشاء اللہ عزوجل۔

بَابٌ فِيْ تَثْنِيَةِ الْإِقَامَةِ

باب: دودوبار اقامت کہنے کا بیان

یہ باب دودوبار اقامت کے الفاظ کہنے کے متعلق ہے۔

233- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ نِ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ رَجُلًا قَامَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلٰى حَآئِطٍ فَاَذَّنَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَاَقَامَ مَثْنٰى مَثْنٰى. رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابولیلی سے روایت ہے کہ ہمیں سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! میں نے حالت خواب میں ایک آدمی کو کھڑے ہوئے دیکھا جس پر دوسبز چادریں تھیں چنانچہ اس نے دیوار کے اوپر چڑھ کر دودوبار اذان کہی اور دودوبار اقامت کہی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2118، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2737، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 42745، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8323، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1829، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 31، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 810، مسند احمد: رقم الحدیث: 21018، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3131)

234- وَعَنْهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ نِ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاٰى فِي الْمَنَامِ الْاَذَانَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ عَلِّمْهُ بِلَالًا فَاَذَّنَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَاَقَامَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَقَعَدَ قَعْدَةً رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

انہی (عبدالرحمٰن بن ابولیلی) کا بیان ہے کہ مجھے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے حالت خواب میں اذان کو ملاحظہ کیا تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق عرض کیا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے بلال رضی اللہ عنہ کو سکھادو چنانچہ انہوں نے دودودفعہ اذان کہی اور دودودفعہ اقامت کہی اور کچھ دیر بیٹھ گئے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 102، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 824، صحیح ابن خزیمہ: جز: 1، ص: 196)

235- وَعَنْ اَبِي الْعُمَيْسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ نِ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ اُرِيَ الْاَذَانُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْاِقَامَةُ مَثْنٰى مَثْنٰى قَالَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ عَلِّمْهُنَّ بِلَالًا قَالَ فَتَقَدَّمْتُ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اُقِيْمَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخِلَافِيَاتِ وَقَالَ

الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

ابوعمیس کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اپنے والد کے طریق سے اپنے دادا کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ ان کو حالت خواب میں دو دو دفعہ اذان اور دو دو دفعہ اقامت دکھائی گئی۔ کہا کہ میں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہو کر اس کے متعلق بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو۔ فرمایا: میں پھر آگے بڑھا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کہنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبری: جز: 2، ص: 102، الموطا: رقم الحدیث: 3، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38453، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 874، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 797)

236- وَعَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ نِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَذَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَذَانُهُ وَاِقَامَتُهُ مَثْنٰى مَثْنٰى . رَوَاهُ اَبُوْ عَوَانَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَهُوَ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ .

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی اذان کو سنا تو اذان اور اقامت دو دو دفعہ ہوا کرتی تھی۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 194، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1، ص: 138)

237- وَعَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَّالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ والدارمي وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 509، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2119، سنن ابوداود: رقم الحدیث: 502، سنن البیہقی: جز: 1، ص: 393، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 379، سنن النسائی: رقم الحدیث: 502)

238- وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَّالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً الْاَذَانُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے اذان یوں ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر۔ آگے تفسیر کرتے ہوئے ترجیع کا ذکر کیا پھر فرمایا: اقامت کے سترہ کلمات ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمداً رسول الله، اشهد ان محمداً رسول الله، حی علی الصلاة، حی علی الصلاة، حی علی الفلاح حی

علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔(مرجع السابق)

239- وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَحْذُوْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى مَثْنٰى ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

عبدالعزیز بن رفیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اذان دو دو بار کہا کرتے اور اقامت بھی دو دو دفعہ کہا کرتے تھے۔(طحاوی: جز:1، ص:95)

240- وَعَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُثَنِّي الْاَذَانَ وَيُثَنِّي الْاِقَامَةَ وَكَانَ يَبْدَاُ بِالتَّكْبِيْرِ وَيَخْتِمُ بِالتَّكْبِيْرِ ۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

اسود بن یزید کا بیان ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دو دفعہ اذان اور دو دو دفعہ اقامت کہا کرتے تھے اور تکبیر سے ابتداء اور تکبیر پر ہی اختتام فرماتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1795، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 930، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 826، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 762)

241- وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے سنا وہ دو دفعہ اذان اور دو دفعہ اقامت کہا کرتے۔ (طحاوی: جز:1، ص:94)

242- وَعَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُؤَذِّنُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى مَثْنٰى ۔ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ ۔

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو دو دفعہ اذان اور دو دو دفعہ اقامت کہا کرتے تھے۔(سنن دارقطنی: جز:1، ص:241)

243- وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا لَمْ يُدْرِكِ الصَّلٰوةَ مَعَ الْقَوْمِ اَذَّنَ وَاَقَامَ وَيُثَنِّي الْاِقَامَةَ ۔ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

یزید بن ابوعبید حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو جس وقت لوگوں کی معیت نماز نہ ملا کرتی تو وہ اذان کہا کرتے اور اقامت کہا کرتے اور دو دو دفعہ کہا کرتے تھے۔(دارقطنی: جز:1، ص:241)

244- وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ ثَوْبَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ مَثْنٰى وَيُقِيْمُ مَثْنٰى ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَهُوَ مُرْسَلٌ ۔

ابراہیم کا بیان ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ دو دو دفعہ اذان اور دو دو دفعہ اقامت کہا کرتے تھے۔(طحاوی: جز:1، ص:95)

245- وَعَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيْفَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ ذُكِرَ لَهُ الْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ اِسْتَخَفَّهُ الْاُمَرَآءُ الْاِقَامَةُ

مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

فطر بن خلیفہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایک دفعہ اقامت (کہنے) کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو حکام نے کم کر ڈالا ہے اقامت تو دو دو دفعہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1797، طحاوی: ج:1، ص:95)

کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور موقف اور جمہور کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں۔ وہ یہ ہیں: 1- الله اکبر، 2- الله اکبر، 3- اشهد ان لا اله الا الله، 4- اشهد ان لا اله الا الله، 5- اشهد ان محمداً رسول الله، 6- حی علی الصلوٰة، 7- حی علی الفلاح، 8- قد قامت الصلوٰة، قد قامت الصلوٰة، 9- الله اکبر، 10- الله اکبر، 11- لا اله الا الله۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے دس کلمات ہیں وہ قد قامت الصلوٰۃ کو دوبار نہیں کہتے (یعنی) 1- الله اکبر، 2- الله اکبر، 3- اشهد ان لا اله الا الله، 4- اشهد ان محمداً رسول الله، 5- حی علی الصلوٰة، 6- حی علی الفلاح، 7- قد قامت الصلوٰة، 8- الله اکبر، 9- الله اکبر، 10- لا اله الا الله۔

یہ بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم ہے اور ہمارا شاذ قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں اس میں کوئی کلمہ مکرر نہیں ہے۔

(یعنی 1- الله اکبر، 2- اشهد ان لا اله الا الله، 3- اشهد ان محمداً رسول الله، 4- حی علی الصلوٰة، 5- حی علی الفلاح، 6- قد قامت الصلوٰة، 7- الله اکبر، 8- لا اله الا الله)

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سترہ کلمات ہیں وہ اذان کی طرح ہر کلمہ کی تکرار کرتے ہیں۔

(یعنی 1- الله اکبر، 2- الله اکبر، 3- الله اکبر، 4- الله اکبر، 5- اشهد ان لا اله الا الله، 6- اشهد ان لا اله الا الله، 7- اشهد ان محمداً رسول الله، 8- اشهد ان محمداً رسول الله، 9- حی علی الصلوٰة، 10- حی علی الصلوٰة، 11- حی علی الفلاح، 12- حی علی الفلاح، 13- قد قامت الصلوٰة، 14- قد قامت الصلوٰة، 15- الله اکبر، 16- الله اکبر، 17- لا اله الا الله)

اور یہ مذہب شاذ ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:164)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقامت میں الله اکبر الله اکبر دوبار اور باقی کلمات ایک ایک بار پڑھے جاتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک الله اکبر الله اکبر چار چار بار اور باقی کلمات دو دو بار اور آخر میں لا اله الا الله ایک بار پڑھا جاتا ہے۔ (المغنی: ج:1، ص:249)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں۔(شرح العینی: جز:5، ص:153)
علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: ابراہیم نخعی جیسے صادق القول نے فرمایا: ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو بار کہتے آئے تھے حتیٰ کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کر دیا اور یہ عمل بدعت ہے۔
(بدائع الصنائع: جز:1، ص:148)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اقامت کے دوران کھڑے ہونے میں مذاہب اربعہ

اقامت کے دوران کھڑے ہونے میں مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔(المغنی: جز:1، ص:274)

مالکیہ کا مذہب

امام مالک بن انس اصبحی متوفی 179ھ فرماتے ہیں کہ
اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا البتہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کیونکہ بعض کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب لوگ ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔(مؤطا امام مالک: ص:56)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو تو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔(شرح للنواوی: جز:1، ص:221)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کرام کا مؤقف یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا تھا اور پھر امام اللہ اکبر کہتا تھا اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے اور سعید بن مسیب اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تو امام اللہ اکبر کہے اور عام علماء کا مذہب یہی ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فراغت نہ پائے امام اللہ اکبر نہ کہے اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس

وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں۔ امام زفر رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ کا یہ قول ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے نہ ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔ (شرح العینی: ج: 5، ص: 153)

علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بہ شرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اس لئے اس پر عمل کیا جائے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (مراقی الفلاح: ص: 166)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 116ھ لکھتے ہیں: اگر امام کے علاوہ کوئی اور آدمی اذان دے اور نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اس کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے جب حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو یونہی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بھی بیٹھے رہیں اس وقت اٹھیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے یہی حکم امام کے لئے ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج: 1، ص: 57تا58)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے مضمرات اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس سے لوگ غافل ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ج: 1، ص: 186)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"

باب: جو الصلوٰۃ خیر من النوم کے متعلق وارد ہوا

یہ باب اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے کے متعلق ہے۔

246- عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مِنَ السُّنَّۃِ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِیْ اَذَانِ الْفَجْرِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ۔ رَوَاہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ وَالدَّارَ قُطْنِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ وَقَالَ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سنت میں سے ہے کہ مؤذن صبح کی اذان میں جب حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہے تو اس کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 901، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 85، الموطا: ج: 1، ص: 163، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 386، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 178، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 36243، سنن

للبیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:1835،سنن دارقطنی:رقم الحدیث:38،کنز العمال:رقم الحدیث:23241)

247- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ بَعْدَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ ۔ اَخْرَجَهُ السِّرَاجُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ وَسَنَدُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پہلی اذان میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے بعد دوبار الصلوٰۃ خیر من النوم ہے۔(المؤطا:جز:1ص:163،سنن الکبریٰ للبیہقی:جز:1ص:104،تلخیص الحبیر:جز:2ص:201)

248- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ السَّآئِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ وَاُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ مُخْتَصَرًا وَّصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ۔

حضرت عثمان بن سائب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے میرے والد محترم اور عبدالملک بن ابومحذورہ کی والدہ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت حنین سے تشریف لائے۔آگے حدیث بیان فرمائی جس میں ہے حی علی الفلاح حی علی الفلاح، الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم (سنن الکبریٰ للنسائی:جز:1ص:498،سنن النسائی:رقم الحدیث:629)

مذاہب فقہاء

فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دوبار الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا بالاتفاق مستحب ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: صبح کی اذان میں فلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا مستحب ہے۔(بہار شریعت:ج:1ص:470)

اور تثویب بھی مستحب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: قدماء احناف تو وہ (تثویب) اسے خاص کرتے ہیں صبح کی نماز کے ساتھ کیونکہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہے مگر متاخرین نے باقی نمازوں میں بھی اس اجازت دی ہے۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ تثویب فجر کی نماز میں تو علی العموم ہے عوام اور خاص سب کے لئے اور باقی نمازوں میں انہوں نے اس کی اجازت دی ہے صرف خواص کے لئے مثلاً امراء اور قضاۃ اور مفتیان کرام اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات امور مسلمین میں مشغول رہتے ہیں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: متاخرین نے تثویب مستحسن رکھی ہے یعنی اذان کے بعد نماز کے لئے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کے لئے شرع نے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں کئے بلکہ جو وہاں کا عرف ہو مثلاً الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا قامت قامت یا الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ (درمختار:جز:2ص:69)

اور عنایہ میں مذکور ہے:

مغرب کی اذان کے بعد تثویب نہیں ہوتی۔ (العنایہ: جز: 1، ص: 314)

مگر علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: (مغرب کے بعد) دوبار کہہ لیں تو حرج نہیں۔ (درمختار: جز: 2، ص: 70)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی حنفی متوفی 1340ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: اس کو فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے صلوٰۃ کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام صاحب آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز ہے جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل

1- تنویر الابصار
2- نہر الفائق
3- وقایہ
4- تبیین الحقائق
5- نقایہ
6- برجندی
7- وغرر الاحکام
8- قہستانی
9- کنز
10- درر
11- غرر الاذکار
12- ابن ملک
13- وافی
14- کافی
15- ملتقی
16- مجتبیٰ
17- اصلاح
18- ایضاح
19- نور الایضاح وشرح
20- امداد الفتاح
21- درمختار
22- مراقی الفلاح
23- ردالمحتار
24- وحاشیۃ مراقی للعلامۃ الطحطاوی وفتاویٰ
25- مثل ظہیریہ
26- طحطاوی
27- عنایہ
28- خانیہ
29- نہایہ
30- خلاصہ
31- غنیۃ شرح منیہ
32- خزانۃ المفتین
33- صغیری
34- جواہر اخلاطی
35- بحر الرائق
36- عالمگیری وغیرہا۔

مالامال ہیں۔وهو الذی علیه عامة الائمة المتاخرین والخلاف خلاف زمان لابرهان
عام ائمہ متاخرین اسی پر ہیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں۔
مختصر الوقایہ میں ہے:"التثویب حسن فی کل صلاة" تثویب ہر نماز کے لئے بہتر ہے۔علامہ غزی تمرتاشی میں ہے یثوب الافی المغرب مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لئے تثویب کہی جائے۔شرح محقق علائی میں ہے:یثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بما تعارفوہ (اذان اور اقامت کے درمیان متعارف ومروجہ طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے تثویب کہی جائے)
حاشیہ آفندی محمد بن عابدین میں ہے:قوله یثوب تثویب اطلاع کے بعد اطلاع کو کہا جاتا ہے قوله فی الکل یعنی تمام نمازوں میں کہنی چاہئے کیونکہ امور دینیہ کے بجالانے میں بہت سستی وکاہلی ہو چکی ہے۔قوله بما تعارفوہ مثلاً کھانسا نماز کھڑی ہوگئی یا نماز نماز اور اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنا لیں تب بھی جائز ہے۔نہر نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے۔شرح الوافی للامام المصنف العلام حافظ الدین ابوالبرکات النسفی میں ہے:ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ یہ اعلان میں مبالغہ کے لئے ہے اور وہ متعارف مشہور طریقہ سے حاصل ہوگا۔(فتاوی رضویہ:ج:8،ص:361تا362)
واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَابٌ فِیْ تَحْوِیْلِ الْوَجْهِ یَمِیْنًا وَّ شِمَالًا

باب:اذان دیتے وقت چہرے کو دائیں اور بائیں پھیرنا

یہ باب اذان دیتے وقت حی علی الصلوٰۃ پر منہ کو دائیں جانب پھیرنے اور حی علی الفلاح پر منہ کو بائیں جانب پھیرنے کے حکم میں ہے۔

249-عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ رَاٰی بِلَالًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْاَذَانِ . اَخْرَجَهُ الشَّیْخَانِ .

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا تو میں نے اذان کے ساتھ ان کا چہرہ دائیں بائیں مڑتے ہوئے دیکھا۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:86،اللؤلؤ والمرجان:ج:1،ص:149،بلوغ المرام:ج:1،ص:58،جامع الاصول:رقم الحدیث:3377،سنن داری:رقم الحدیث:1198،صحیح البخاری:رقم الحدیث:598،مسند احمد:رقم الحدیث:18013)

250-وَعَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ بِلَالًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ اِلَی الْاَبْطَحِ فَاَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ لَوٰی عُنُقَهٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا وَّلَمْ یَسْتَدِرْ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

انہی (حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ابطح کی جانب گئے اور اذان کہی تو جس وقت وہ حی علی الصلاة حی علی الفلاح پر پہنچے تو اپنی گردن کو دائیں بائیں موڑا اور خود نہ مڑے۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:87،بلوغ المرام:رقم الحدیث:182،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:436،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:1719،مسند

الصحابة: رقم الحدیث:520)

251-وَعَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ وَيَدُورُ وَيَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَاِصْبَعَاهُ فِيْ اُذُنَيْهِ .رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ واحمد و ابوعوانة وقال التِّرْمَذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

انہی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا اور وہ گھوم رہے تھے اور اپنے چہرہ کو یہاں وہاں گھماتے جبکہ ان کی انگلیاں کانوں کے اندر تھیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث:725، السنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:9827، اللؤلؤ والمرجان: جز:1، ص:149، معجم الکبیر: رقم الحدیث:248، جمہرة الاجزاء: رقم الحدیث:15، صحیح البخاری: رقم الحدیث:598، عمدة الاحکام: رقم الحدیث:66، مسند الصحابة: رقم الحدیث:228608)

حکم

علامہ نورالحق ابن عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1073ھ لکھتے ہیں: جب مؤذن دائیں اور بائیں اذان میں حی علی الصلوٰة اور حی علی الفلاح پر منہ پھیرے تو اس کے پیر اور اس کا سینہ اپنی جگہ پر قائم رہیں صرف منہ کو دائیں اور بائیں جانب پھیرے۔ (تیسیر القاری: ج:1، ص:224)

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 674ھ لکھتے ہیں کہ اذان میں حی علی الصلاة اور حی علی الفلاح کے وقت گھومنے میں تین قول ہیں:

1- حی علی الصلاة کے وقت اپنا چہرہ دائیں جانب کرلے اور دو مرتبہ اس کو کہے دوسرا یہ کہ اپنا چہرہ بائیں جانب کرلے اور دو بار حی علی الفلاح کہے۔

2- پہلے ایک بار حی علی الصلاة دائیں جانب کہہ کر چہرے کو قبلہ کی جانب لے آئے اور پھر دوسری دفعہ اسی طرح کرے۔ دوسرا یہ کہ بائیں جانب چہرہ کرلے اور حی علی الفلاح کہے پھر چہرہ کو قبلہ کی جانب لے آئے اور دوبارہ اسی طرح کرے۔

3- پہلے اپنے چہرے کو دائیں جانب کر کے ایک بار حی علی الصلوٰة کہے پھر دوسری دفعہ یہی کلمہ بائیں جانب کر کے کہے دوسرا یہ کہ اپنے چہرے کو دائیں جانب کر کے ایک بار حی علی الفلاح کہے اور دوسری دفعہ یہی کلمہ بائیں جانب کر کے کہے تاکہ دونوں جانب والوں کے حصہ میں دونوں کلمے آجائیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: حی علی الصلوٰة داہنی طرف منہ کر کے کہے اور حی علی الفلاح بائیں جانب اگرچہ اذان کے لئے نہ ہو بلکہ مثلاً بچے کے کان میں یا اور کسی کے لئے کہی یہ پھیرنا فقط منہ کا ہے سارے بدن سے نہ پھرے۔ (درمختار: ج:2، ص:66)

صدر الشریعہ علامہ عبیداللہ بن مسعود متوفی 747ھ لکھتے ہیں: اگر منارہ پر اذان کہے تو داہنی طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الصلاة کہے اور بائیں جانب کے طاق سے حی علی الفلاح۔ (شرح وقایہ: ج:1، ص:153)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ سَمَاعِ الْاَذَانِ

باب: اذان سننے کے وقت کیا کہے؟

یہ باب اذان کا جواب دینے کے حکم میں ہے۔

252-عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اذان سنو تو تم اسی طرح کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1842، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 383، سنن النسائی: رقم الحدیث: 643، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 522، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 149، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 1189، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 723، مسند احمد: رقم الحدیث: 11102)

253- وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَحَدُکُمُ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ قَالَ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ و ابوداؤد ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے کوئی آدمی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے پھر مؤذن کہے: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو اس وقت وہ کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ پھر مؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ کہے تو وہ بھی اشھد ان محمداً رسول اللہ کہے پھر مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے پھر مؤذن حی علی الفلاح کہے تو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے پھر مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہے پھر مؤذن لا الٰہ الا اللہ کہے تو وہ بھی لا الٰہ الا اللہ کہے دل سے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 527، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 854، سنن البیہقی: ج: 1، ص: 409، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 385)

254- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ حَلَّتْ عَلَیْهِ الشَّفَاعَةُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو

سنو تو تم اسی کی مثل کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر میرے اوپر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا پھر میرے واسطے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو کیونکہ وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی بندہ کے لئے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہی میں ہوں تو جس آدمی نے میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کیا تو وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 848، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3614، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 384، سنن النسائی: رقم الحدیث: 677)

مذاہب فقہاء

اذان کا جواب دینا مستحب ہے یا واجب اس کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے اس حدیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اذان سننے والے پر مؤذن کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ اصحاب مالک میں سے ابن وہب کا اور ظاہریہ کا بھی یہی مسلک ہے اذان کے وقت قرآن مجید پڑھنے کو بھی قطع کرنا واجب ہے اور سلام اور کلام کو بھی ترک کرنا واجب ہے اور کلمات اذان کے جواب کے سوا ہر عمل کو قطع کرنا واجب ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں امر استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مختار ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے کہ کلمات کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔ (شرح العینی: جز:5، ص:172)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: خلاصۃ الفتاوی میں مذکور ہے کہ جس نے اذان سنی اس پر واجب ہے کہ اس کا جواب دے خواہ وہ جنبی ہو کیونکہ اذان کا جواب اذان نہیں ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور رہا رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اس کی نماز نہیں ہو گی تو اس سے مراد ہے قدموں سے اور چل کر اذان کا جواب دینا نہ کہ فقط زبان سے جواب دینا اور المحیط میں مذکور ہے کہ اذان سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ حی علی الصلوٰۃ کی جگہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے اور حی الفلاح کی جگہ ماشاء اللہ کان ومالم یشا لم یکن کہے کیونکہ جواب میں ان ہی الفاظ کو دہرا دینا مذاق کے مشابہ ہے اور الصلوٰۃ خیر من النوم کی جگہ صدقت و بررت کہے اذان سننے کے دوران قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے نہ کسی کو سلام کرے نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر اذان سننے والا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ الحلوانی متوفی 456ھ نے فرمایا ہے کہ جواب دینے سے مراد قدموں کے ساتھ جواب دینا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ حتیٰ کہ اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور قدموں سے چل کر مسجد نہیں گیا تو وہ جواب دینے والا نہیں ہوگا اور جس وقت اس نے اذان سنی اگر اس وقت وہ مسجد میں ہو تو اس پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی آدمی مسجد میں قرآن مجید میں پڑھ رہا ہو اور اس نے اذان کو سنا ہو تو وہ تلاوت کو ترک نہ کرے کیونکہ مسجد میں حاضر ہونے سے اس کا جواب ہو گیا ہے اور اگر وہ اپنے گھر میں تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو ترک کر کے اذان کا جواب دے یہ فتویٰ شمس الائمہ الحلوانی کے قول پر متفرع ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اوران کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہ حکم ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے اور آپ کے اس امر کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے لہٰذا یہ امر وجوب کے لئے ہے۔(البحر الرائق: جز:1،ص:259)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی 1005ھ لکھتے ہیں: مؤذن کا زبان کے ساتھ جواب دینا واجب ہے المحیط میں اسی پر جزم ہے اور یہی الخلاصۃ کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی طرح التحفہ میں مذکور ہے۔ البحر الرائق میں مذکور ہے کہ اگر اذان ختم ہو گئی اور اس نے جواب نہیں دیا تو اگر زیادہ وقت نہیں گزرا ہے تو وہ اب اذان کا جواب دے دے۔(النہر الفائق: جز:1،ص:175)

علامہ علاؤ الدین سمرقندی حنفی متوفی 539ھ لکھتے ہیں: اذان سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں اور ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور جواب نہیں دیا اور جواب یہ ہے کہ اذان سننے والا مؤذن کی مثل کہے۔(تحفۃ الفقہاء: جز:2،ص:116)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔ اس سے مراد وجوب ہے کیونکہ وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے اور النہایہ میں مذکور ہے کہ سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ چار چیزیں جفاء میں سے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور ان کا جواب نہیں دیا۔(فتح القدیر: جز:1،ص:254)

علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: جس نے اذان سنی اس پر اس کا جواب دینا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کہو۔(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جز:1،ص:188)

علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز الکردری حنفی متوفی 827ھ لکھتے ہیں: اذان کا جواب قول کے ساتھ واجب ہے نہ کہ قدم کے ساتھ۔
(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ: جز:4،ص:25)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ مؤذن کی مثل کلمات کہیں مگر حی علی الصلاۃ کی جگہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کہیں اور حی علی الفلاح کی جگہ کہیں ماشاء اللہ کان ومالم یشالم یکن۔(عالمگیری: جز:1،ص:57)

اذان واقامت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جب کوئی مانع نہ ہو تو ہر وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے اور فقہاء نے حسب ذیل مواقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب کو اور ہفتہ، اتوار اور

جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں اور صبح اور شام کو اور مسجد میں دخول اور مسجد سے خروج کے وقت اور رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے وقت اور صفا و مروہ کے پاس اور خطبہ جمعہ میں اور موذن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت اور دعا کے اول اوسط اور آخر میں اور دعا قنوت کے بعد اور تلبیہ کے بعد اور لوگوں کے ساتھ جمع ہونے اور ان سے الگ ہونے کے وقت اور وضو کے وقت اور کان میں بھنبھناہٹ کے وقت اور کسی چیز کے بھولنے کے وقت اور وعظ کہنے اور علوم کی اشاعت کے وقت اور حدیث پڑھنے کی ابتداء اور انتہاء کے وقت سوال اور فتویٰ لکھنے کے وقت ہر تصنیف درس اور خطبہ کے وقت، منگنی اور نکاح کے وقت، رسائل میں اور ہر اہم کام میں نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت آپ ﷺ کا اسم سنتے وقت اور آپ ﷺ کا اسم شریف لکھتے وقت۔ (ردالمحتار: ج:2، ص:204)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری 781ھ کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو بار سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔ (درمختار و ردالمحتار: ج:2، ص:52)

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں: موذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کے تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے اس کی ابتداء سلطان ناصر الدین یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا تھا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی السلام علی الامام الظاهر پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے یا جائز ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

(القول البدیع: ص:279 تا 280)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَقُوْلُ بَعْدَ الْاَذَانِ

اذان کے بعد کیا کہے؟

یہ باب اذان کے بعد دعا مانگنے کے حکم میں ہے۔

255-عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اذان سن کر یہ دعا کرے: اے اللہ

عزوجل! اس دعوت کاملہ کے رب اور دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنت میں بلند مقام عطا فرما اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے وہ آدمی بروز حشر میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4651، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 529، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 722، سنن النسائی: رقم الحدیث: 679، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 420، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1689، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 211، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 420)

اذان کے بعد حدیث مبارکہ کو پڑھنا مستحب ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اس کے بعد یہ دعا پڑھیں: اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القامۃ ان سیدنا محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمود الذی وعدتہ واجعلنا فی شفاعتہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 474)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: رب ھذہ الدعوۃ التامۃ میں رب کا معنیٰ ہے صاحب اور الدعوۃ التامۃ کا معنیٰ ہے یعنی اے صاحب توحید۔

اس کی تشریح میں حسب ذیل اقوال ہیں:

1- تامۃ کا معنیٰ ہے جس میں کوئی نقص اور عیب نہ ہو۔

2- اذان کو دعوت تامہ اس لئے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اس ذکر سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا ہے اسی وجہ سے یہ دعوت تمام اور کمال کی مستحق ہے۔

3- تامہ کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ دعوت منسوخ ہونے سے محفوظ ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔ الصلوٰۃ القائمۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ نماز دائمی ہے اسے کوئی ملت یا شریعت تبدیل کرے نہ منسوخ کرے گی اور جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں یہ نماز قائم رہے گی۔

4- الوسیلۃ کا لغت میں معنیٰ ہے: جس سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے اور حدیث میں اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ جنت میں ایک مقام ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی شفاعت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔

5- المقام المحمود جو شخص بھی اس مقام کو دیکھے گا وہ اس کی تعریف اور تحسین کرے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ مقام ہے جس کی اولین اور آخرین تحسین کریں گے جس کی وجہ سے آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی جائے گی۔ آپ ﷺ سے کہا جائے گا: آپ ﷺ سوال کریں آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا، آپ ﷺ شفاعت کریں آپ ﷺ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا ہر آدمی آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا: یہ وہ مقام ہے جس پر فائز ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مقام محمود عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو پھر امت کو اس دعا کا حکم دینے کا کیا فائدہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے مراد اس مقام محمود کے دوام اور اثبات کا حصول

ہے یا اس میں یہ اشارہ ہے کہ صالحین کے لئے بھی دعا کرنا جائز ہے اور جس مقام کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اس سے اس آیت کی جانب اشارہ ہے: عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل:79)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار: ج:2، ص:96 تا 97)

مقام محمود کے متعلق اقوال

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: مقام محمود کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے گئے ہیں:

1- نبی کریم ﷺ کو شفاعت کبریٰ عطا فرمانا۔

2- نبی کریم ﷺ کو حمد کا جھنڈا عطا فرمانا۔

3- نبی کریم ﷺ کو دوزخ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے شفاعت کا اذن عطا فرمانا۔

4- اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھانا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:10، ص:276 تا 280)

شفاعت کبریٰ عطا ہونا

نبی کریم ﷺ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے جبکہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام فرمائیں گے کہ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ آج رب تعالیٰ جلال میں ہے مگر جب نبی کریم ﷺ کے پاس لوگ جائیں گے تو نبی محترم، شفیع امم ﷺ گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے تو معلوم ہوا کہ دنیا میں رہے تو سلطنت مصطفیٰ کریم ﷺ کی رہی جب قیامت قائم ہوگی تو پھر بھی سلطنت حبیب کبریاء ﷺ کی ہوگی اور آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ شفاعت فرما کر اپنے مقدس ہاتھوں سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کے شفاعت کرنے پر درج ذیل احادیث مبارکہ شاہد ہیں:

پہلی حدیث مبارکہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ میرا رب عزوجل مجھے ندا کرے گا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا: اے رب عزوجل! بے شک میں راضی ہو گیا۔

(مسند البزار: رقم الحدیث:3466)

دوسری حدیث مبارکہ

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا ہی خوب ہے وہ شخص! میں اپنی امت کے بدکار لوگوں کے لئے ہوں آپ ﷺ کی مجلس سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر آپ ﷺ اپنی امت کے نیک لوگوں کے لئے کس طرح ہوں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے جو بدکار لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا اور جو میری امت کے نیک لوگ ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث:7483)

تیسری حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں جن کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں پھر قریش اور انصار میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوں پھر اہل یمن میں سے جو لوگ مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اتباع کی پھر باقی عرب پھر عجم اور جو اولوالفضل ہیں میں ان کی پہلے شفاعت کروں گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:13550)

چوتھی حدیث مبارکہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں روئے زمین کے تمام درختوں اور پتھروں کی تعداد کے برابر شفاعت کروں گا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث:18525)

پانچویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ایسے نور کے منبر بچھائے جائیں گے جن پر وہ بیٹھیں گے میں ان پر نہیں بیٹھوں گا میں اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے گا اور میری امت رہ جائے گی۔ پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت!

پس اللہ عزوجل فرمائے گا: یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں آپ کی امت کے ساتھ کیا کروں۔

پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! ان کا حساب لے لے۔ پس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا پس ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے میں ان کی مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ جن لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا ہوگا ان کو بھی رہائی کا پروانہ لکھ دیا جائے گا اور دوزخ کا داروغہ مالک یہ کہے گا: یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ نے اپنے رب عزوجل کے غضب کا نشانہ بننے کے لئے اپنی امت کے کسی فرد کو نہیں چھوڑا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:10771)

چھٹی حدیث مبارکہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا کہ میری امت کو میرے بعد کیا حالات پیش آئیں گے اور وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں گے سو اس نے مجھے غم زدہ کر دیا اور یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں بھی مقدر کر دیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کا والی بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔

(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث:5318)

ساتویں حدیث مبارکہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس قبلہ کے اہل سے بے شمار لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جنہوں نے اس کی نافرمانی کی جرأت کی اور اس کی اطاعت کی مخالفت کی ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پس مجھے شفاعت کا اذن دیا جائے گا میں جس طرح کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں

اسی طرح سجدہ میں اس کی حمد وثناء کروں گا۔

مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (معجم الصغیر، رقم الحدیث: 103)

آٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (سنن دارقطنی، رقم الحدیث: 2269)

نویں حدیث مبارکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی میں اس کی شفاعت کرنے والا اور شہادت دینے والا ہوں گا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: 12371)

دسویں حدیث مبارکہ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ رب تعالیٰ نے مجھے آج رات کس چیز کا اختیار دیا ہے۔

ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی زیادہ علم ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے مجھے میری نصف امت کو جنت میں داخل کئے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں بھی شفاعت کا اہل کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ہر مسلمان کو حاصل ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4317)

گیارہویں حدیث مبارکہ

عبد الملک بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت میں پہلے اہل مدینہ، اہل مکہ مکرمہ اور اہل طائف کی شفاعت کروں گا۔ (معجم الاوسط، رقم الحدیث: 1848)

بارہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے کوئی حساب ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین بار دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر جنت میں ڈال دے گا۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2437)

تیرہویں حدیث مبارکہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمل کرو اور (عمل پر) اعتماد نہ کرو میری شفاعت میری

امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو گناہوں میں ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 18524)

چودھویں حدیث مبارکہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے لئے شفاعت فرمائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کرنے والا ہوں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں تلاش کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا۔

میں نے عرض کیا: اگر میں صراط پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کرسکوں (تو)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم مجھے میزان کے پاس طلب کرنا۔

میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کرسکوں (تو)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم مجھے حوض کے پاس طلب کرنا کیونکہ میں ان تین مقامات سے تجاوز نہیں کروں گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2433)

پندرہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے اور یہ انشاءاللہ میری امت میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6304)

سولہویں حدیث مبارکہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4739)

سترہویں حدیث مبارکہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے رب عزوجل کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے شفاعت کے درمیان اور اس میں اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں داخل کردی جائے تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا اور یہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2441)

اٹھارہویں حدیث مبارکہ

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت کی وجہ سے ایک قوم کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کا نام جہنمیین رکھا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4315)

انیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں۔ اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں اور اس دن ہر نبی خواہ آدم علیہ السلام ہوں یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں۔

ارشاد فرمایا: اس دن لوگ تین بار خوف زدہ ہوں گے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: آپ علیہ السلام ہمارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ کہیں گے: مجھ سے ایک بھول ہوگئی میں اس کی وجہ سے زمین پر اتار دیا گیا لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے پس وہ کہیں گے: میں نے زمین والوں کے خلاف ایک دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک کر دیئے گئے لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے: بے شک میں نے تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ہر جھوٹ ایسا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے دین کی رخصت کو حلال کیا لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے: بے شک میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے: بے شک میری اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے لیکن تم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس جاؤ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پس میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت کے دروازہ کی کنڈی کو پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: یہ کون ہے پھر کہا جائے گا: یہ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) ہیں وہ مجھے مرحبا مرحبا کہیں گے پھر میں سجدہ میں گر جاؤں گا اللہ تعالیٰ مجھے حمد اور ثناء الہام فرمائے گا مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے۔ آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطاء کیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ ﷺ کہئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل:79)(سنن الترمذی: رقم الحدیث:3148)

بیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کا چہرہ پھول کی طرح چمک رہا تھا۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کس وجہ سے اس قدر خوش ہو رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھے شفاعت عطا فرمائی ہے ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ صرف بنو ہاشم کے لئے ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

ہم نے عرض کیا: کیا وہ صرف قریش کے لئے ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔
ہم نے عرض کیا: کیا وہ آپ ﷺ کی (پوری) امت کے لئے ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری امت کے گناہ گاروں کے لئے ہے جو گناہوں سے بوجھل ہوں۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5378)

اکیسویں حدیث مبارکہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا ان کے دل میں ایک خیال ڈالا جائے گا پس وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب عزوجل کے پاس کسی کی شفاعت طلب کرتے حتیٰ کہ وہ ہمیں اس جگہ سے رہائی دلاتا۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: آپ آدم علیہ السلام ہیں اور تمام مخلوق کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب عزوجل سے شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو اس جگہ سے رہائی دے۔ پس وہ کہیں گے: میں اس کام کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے اور اپنے رب عزوجل سے حیاء کریں گے وہ کہیں گے: لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ (بھی) کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی اس (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے (امام بخاری نے کتاب التفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: اے میرے رب عزوجل! بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ برحق ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اے نوح! وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے اس کے عمل نیک نہیں ہیں سو تم اس چیز کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے (ھود: 45، 46) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4476) اور امام بخاری نے کتاب التوحید میں روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کے خلاف انہیں ہلاک کرنے کی دعا کی تھی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4712) وہ دعا یہ تھی: اے میرے رب عزوجل! زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ چھوڑ اگر تو نے انہیں چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار کافر ہوگی۔ (نوح: 26 تا 27) حضرت نوح علیہ السلام نے ان دو باتوں کی وجہ سے ان سے شفاعت نہ کرنے کا عذر کیا۔ اور فرمایا: مجھے اپنے رب عزوجل سے حیاء آتی ہے لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں وہ اپنی (اجتہادی) خطا کو یاد کریں گے۔ وہ اپنے رب عزوجل سے حیاء کریں گے اور کہیں گے لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے نوازا اور ان کو تورات عطا کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک شخص کو (تادیباً) قتل کردیا تھا۔ اور وہ اپنے رب عزوجل سے حیاء کریں گے اور کہیں گے: لیکن تم عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ۔ ان کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کردی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں ہوں پس اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا پھر کہا جائے گا: یا محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھایئے! آپ ﷺ کہیے۔ آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو مجھے میرا رب عزوجل اسی وقت سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کردوں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا پھر کہا جائے گا: یا محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھایئے! آپ ﷺ کہیے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی آپ ﷺ سوال کیجئے آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ شفاعت کیجئے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو وہ مجھ کو اس وقت تعلیم فرمائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی سو میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر آپ تیسری یا چوتھی بار میں فرمائیں گے پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! اب دوزخ میں صرف وہ رہ گئے جن کو قرآن مجید نے دوزخ میں بند کردیا ہے یعنی ان پر خلود اور دوام واجب ہوگیا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 193)

بائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا۔ آپ کو اس کی دستی دی گئی جو آپ کو پسند تھی۔ آپ نے اس میں سے کچھ گوشت کھایا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا پھر منادی کی آواز سنائے گا وہ سب لوگ دکھائی دیں گے سورج قریب ہوگا اور لوگوں کو ناقابل برداشت پریشانی اور گھبراہٹ کا سامنا ہوگا اس وقت لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم کی پریشانی میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرے۔ پس لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کرکے کہیں گے: چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلیں اور ان سے عرض کیا کہ اے آدم! علیک السلام آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: آج میرا رب عزوجل بہت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا میں نے اس کی (بہ ظاہر) نافرمانی کی مجھے صرف اپنی فکر ہے، مجھے صرف اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! آپ علیہ السلام زمین پر بھیجے جانے والے سب سے پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عبدالشکور

فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کیسی پریشانی میں ہیں کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہو چکا ہے حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں گے: میرا رب عزوجل آج [illegible] غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے اپنی قوم کے خلاف ایک دعا کی تھی مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور زمین کے لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں آپ علیہ السلام ہمارے لئے اپنے رب عزوجل کے پاس شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ میرا رب عزوجل آج بہت غصہ میں ہے اور اس سے پہلے اتنے غصہ میں نہ تھا نہ ہی اس کے بعد بھی اتنے غصہ میں ہوگا اور وہ اپنے (ظاہری) جھوٹ یاد کریں گے اور کہیں گے: مجھے صرف اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو رسالت اور کلام سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے۔ پس ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا رب عزوجل آج سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہ تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا ہے جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ پس وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ علیہ السلام نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا تھا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القا کیا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں۔ کیا آپ علیہ السلام نہیں دیکھ رہے کہ ہمارا کیا حال ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے: میرا رب عزوجل آج سخت غضب میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں تھا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں ہوگا اور وہ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہیں کریں گے مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ (تم سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ پھر لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی نوید سنائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کے سامنے ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے ہم کس پریشانی میں ہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ پھر میں عرش کے نیچے اپنے رب عزوجل کے لئے سجدہ کروں گا پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں القاء نہیں فرمائے تھے پھر کہا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے! سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت! کہا جائے گا: یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازہ سے داخل کر دو اور یہ لوگ جنت کے دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں اور اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور مقام ہجر میں یا مکہ مکرمہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 194)

تیئسویں حدیث مبارکہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے نزدیک کردی جائے گی پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے والد محترم! ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوائیے۔ وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک بھول نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا میں اس کا اہل نہیں ہوں جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں میرے خلیل ہونے کا مقام مقام شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں، جاؤ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس جاؤ پھر لوگ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جائیں گے پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوں گے اور آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی اس کے علاوہ امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے تم میں سے پہلا شخص صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔

(راوی فرماتے ہیں کہ) میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کون سی چیز گزرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا وہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ صراط سے گزریں گے جو آندھی کی طرح گزر جائیں گے اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے گزر جائیں گے پھر آدمیوں کے دوڑنے کی رفتار سے گزریں گے ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی ﷺ صراط پر کھڑے ہوئے یہ دعا کر رہے ہوں گے: اے میرے رب عزوجل! ان کو سلامتی سے گزار دے۔ ان کو سلامتی سے گزار دے۔ پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ گزرنے والوں کے اعمال ان کو عاجز کر دیں گے اور ان میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے صراط سے گزریں گے اور صراط کی دونوں جانب لوہے کے کنڈے لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس شخص کے متعلق حکم ہوگا وہ اس کو پکڑ لیں گے۔ بعض ان کی وجہ سے زخمی ہونے کے باوجود نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی جان ہے دوزخ کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 195)

چوبیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابونضرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے پاس ایک دعا تھی جس کو اس نے دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا کر رکھا ہے اور میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھوں گا اور فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں۔ آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور فخر نہیں۔ قیامت کا دن لوگوں پر بہت طویل ہوگا۔ پس بعض بعض سے کہیں گے: چلو آدم علیہ السلام کے پاس جو ہر بشر کے باپ ہیں وہ ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا فیصلہ کرے پس وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں میں اپنی (اجتہادی) خطا کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا تھا اور آج کے دن مجھے صرف اپنے نفس کی فکر ہے لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہمارے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں میں نے یہ دعا کی تھی کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو غرق کر دیا جائے اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے سو وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں میں نے اسلام میں تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدافعت اور حفاظت کی تھی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ○ (الصافات:89) میں بیمار ہوں۔

اور ان کا یہ قول ہے: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ○ (الانبیاء:63)

بلکہ ان میں سب سے بڑا یہ ہے سو اس سے پوچھ لو اگر یہ بات کر سکتے ہوں۔

اور جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے اور آج کے دن مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی ہے سو وہ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کی فضیلت دی ہے آپ اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے پس وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کر دیا تھا اور آج مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو آپ علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا لیا گیا تھا اور مجھے صرف اپنی ذات کی فکر ہے لیکن تم یہ بتاؤ کہ اگر کسی برتن کے اندر کوئی چیز رکھی ہوئی ہو اور اس پر مہر لگی ہوئی ہو تو کیا کوئی شخص اس برتن کی مہر توڑے بغیر اس قیمتی چیز کو حاصل کر سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) خاتم النبیین ہیں اور آج وہ موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت کر دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے: یا محمد (مصطفیٰ ﷺ) اپنے رب عزوجل کے پاس ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے پس میں کہوں گا کہ میں ہی اس شفاعت کے لئے ہوں حتیٰ کہ اللہ عزوجل اجازت دے جس کے

لئے وہ چاہے اور جس سے وہ راضی ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ مخلوق میں اعلان کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو ایک منادی ندا کرے گا: احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کہاں ہے؟ پس ہم ہی آخر اور اول ہیں۔ ہم آخری امت ہیں اور ہم ہی پہلے وہ ہیں جن کا حساب لیا جائے گا پھر ہمارے راستے سے تمام امتوں کو ایک طرف کر دیا جائے گا اور ہم اس کیفیت کے ساتھ گزریں گے کہ ہمارے چہرے اور ہمارے ہاتھ اور پیر وضو کے آثار سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور ہمیں دیکھ کر تمام امتیں یہ کہیں گی: لگتا ہے اس ساری امت میں نبی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور دروازہ کی کنڈی کو پکڑوں گا۔ پس دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ سو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں۔ میں کہوں گا: محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) سو میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا پھر میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا وہ کرسی یا عرش پر ہوگا۔ میں اس کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور ایسے کلمات حمد کے ساتھ اس کی حمد کروں گا جن کلمات حمد کے ساتھ مجھ سے پہلے کسی نے اس کی حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا۔ مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے اور کہئے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ پس میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت! میری امت! پس مجھ سے کہا جائے گا: آپ دوزخ سے ان تمام کو نکال دیجئے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو۔ پس میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس کی ان کلمات حمد کے ساتھ حمد کروں گا۔ جن کلمات حمد سے مجھ سے پہلے کسی نے حمد کی تھی اور نہ میرے بعد کرے گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے اور کہئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی سوال کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب عزوجل! میری امت، میری امت۔ پس کہا جائے گا: ان تمام کو دوزخ سے نکال لیجئے جن کے دل میں اتنا اتنا ایمان ہو سو میں ان کو نکالوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تیسری بار بھی اسی طرح ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 2546)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا ہونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بروز حشر حمد کا جھنڈا عطا فرمایا جائے گا جس کا ثبوت ان احادیث مبارکہ میں ہے:

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو! میں ہی اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ بھی میں ہی ہوں اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا میرے ساتھ فقیر و غریب مومن ہوں گے اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا میں ہی اولین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3616)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بروز حشر اولاد آدم کا قائد ہوں گا اور میں یہ بطور

فخر نہیں کہتا۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3148)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ اظہار فخر کے لئے نہیں کہتا قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور یہ اظہار فخر کے لئے نہیں کہتا میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور یہ اظہار فخر کے لئے نہیں کہتا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ اظہار فخر کے لئے نہیں کہتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4308)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دنیا و آخرت میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا سب سے پہلے مجھ سے اور میری امت سے زمین شق ہوگی اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا۔ میرے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہوں گے قیامت کے دن میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوں گی اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کے دن مجھ سے ہی شفاعت کا آغاز کیا جائے گا اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن مخلوق کو جنت کی طرف لے کر جائے گا اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی ان کا پیشوا ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے ہوگی۔ (دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 25)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں روز قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا اور میں یہ بطور فخر نہیں کہتا اس دن ہر کوئی میرے جھنڈے تلے ہوگا اور وہ نجات کا منتظر ہوگا اور بے شک حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ ہوگا میں چلوں گا تو میرے ساتھ لوگ چلیں گے حتیٰ کہ میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کا کہوں گا پوچھا جائے گا: کون؟ میں کہوں گا: سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم! تو کہا جائے گا: سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم! خوش آمدید! چنانچہ جب میں رب تعالیٰ کو دیکھوں گا تو سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 82)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور بیان فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی کوئی نہ کوئی دعا ایسی نہ ہو جو دنیا میں ہی پوری ہوگئی ہو لیکن میں نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کے لئے بچا کر رکھی ہے روز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں اس کا اظہار فخر کے لئے نہیں کر رہا ہوں اور میں پہلا وہ آدمی ہوں جس سے زمین شق ہوگی اور میں اس کا اظہار فخر کے لئے نہیں کر رہا ہوں اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اس کا اظہار فخر کے لئے نہیں کر رہا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور میں

اس کا اظہار فخر کے لئے نہیں کر رہا ہوں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 2546)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور اس کا اظہار بطور فخر نہیں کر رہا سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام لوگ ہوں گے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6478)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم آخر میں آنے والے اور قیامت کے دن سب سے سبقت لے جانے والے ہیں میں بغیر کسی اظہار فخر کے یہ بات کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صفی اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری امت کے متعلق وعدہ کر رکھا ہے اور تین باتوں سے اسے بچایا ہے ایسا قحط ان پر نہیں آئے گا جو پوری امت کا احاطہ کر لے اور کوئی دشمن اسے جڑ سے نہیں اکھاڑ سکے گا اور اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ (سنن الدارمی: رقم الحدیث: 54)

اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پہ بٹھانا

اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ جس پر یہ احادیث مبارکہ شاہد ہیں:

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تمہارے نبی کریم ﷺ کو لایا جائے گا تو انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔ (السنۃ: رقم الحدیث: 786)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مقدسہ "یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا" کے متعلق بیان فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے درمیان بٹھائے گا اور آپ ﷺ اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے یہی نبی کریم ﷺ کا مقام محمود ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12474)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے گا۔ (مسند الفردوس: رقم الحدیث: 4159)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا" کے متعلق فرمایا: اللہ

تعالیٰ آپ ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا۔ (السنۃ: رقم الحدیث:295)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں بیٹھا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا تلاوت کرتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدس "یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا" پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے عرش پر بٹھائے گا۔ (العلو للعلی الغفار: رقم الحدیث:222)

حدیث مبارکہ:6

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدس "یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا" کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو خصوصی کرسی پر بٹھائے گا۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:132)

حدیث مبارکہ:7

امام ابوجعفر محمد بن مصعب بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو عرش پر اس لئے بٹھائے گا تاکہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو دیکھے پھر نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اپنے باغات کی جانب تشریف لے جائیں گے۔ (السنۃ: رقم الحدیث:252)

اقوال علماء و آثار

علامہ آلوسی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ (روح المعانی: ج:15، ص:142)

قاضی ابو محمد ابن عطیہ اندلسی نے مقام محمود کے بارے میں فرمایا: امام طبری نے ایک فرقہ کا مؤقف درج کیا ہے جن میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں: مقام محمود سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔
(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: ج:3، ص:479)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مقدسہ "یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا" کے متعلق فرماتے ہیں: کہا گیا کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ کا عرش پر بٹھایا جانا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کا کرسی پر بٹھایا جانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا جبکہ حضرت مجاہد التابعی سے روایت کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ (مواہب اللدنیہ: ج:3، ص:448)

امام ابوجعفر ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا اس قول کی صحت کا نقلی اور عقلی دونوں طریقوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ علیہم کی کوئی روایت یا قول اس چیز (نبی کریم ﷺ کے عرش پر بٹھائے جانے) کا ناممکن ہونا بیان نہیں کرتا۔ (جامع البیان: ج:15، ص:147)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس قول (نبی کریم ﷺ کے عرش پر جلوہ فرما ہونے) کو علماء کے ہاں تلقی بالقبول (قبولیت عامہ

حاصل ہے۔ (العلو للعلي الغفار: جز: 1، ص: 170)

امام محمد بن اسماعیل السلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس آدمی نے یہ وہم وگمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو وہ مقام حاصل نہیں ہوگا جو امام مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے وہ رب تعالیٰ کا منکر ہے۔ (السنۃ: جز: 1، ص: 218)

امام ابوبکر یحییٰ بن ابی طالب نے فرمایا: جس آدمی نے اس حدیث مجاہد کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کو جھٹلایا اور جس نے نبی کریم ﷺ کی فضیلت کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔ (السنۃ: جز: 1، ص: 215)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَذَانِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِهِ

باب: جو طلوع فجر سے قبل اذان فجر کے متعلق وارد ہوا

یہ باب طلوع فجر سے قبل اذان فجر کہنے کے حکم میں ہے۔

256- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً بلال (رضی اللہ عنہ) رات کو اذان دیتے ہیں چنانچہ تم کھاؤ پیو حتیٰ کہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ کہہ دے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3469، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 611، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 401، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 203، سنن النسائی: رقم الحدیث: 638، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 433، موطا: رقم الحدیث: 165، مسند احمد: رقم الحدیث: 4551)

257- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سَحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَآئِمُكُمْ وَلِيَنْتَبِهَ نَائِمُكُمْ . اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کو بلال (رضی اللہ عنہ) کی اذان ہرگز سحری کرنے سے نہ روک دے کیونکہ وہ اذان دیتا ہے یا ارشاد فرمایا: نداء دیتا ہے رات کے اندر تاکہ تم میں سے تہجد پڑھنے والا لوٹ آئے اور سونے والا بیدار ہو جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 402، سنن النسائی: رقم الحدیث: 640، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1093، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1696، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3472، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10558، مسند احمد: رقم الحدیث: 3654، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2347)

258- وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَغُرَّنَّ اَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِّنَ السَّحُوْرِ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہرگز تم میں سے کسی کو بلال کی

اذان سحری کرنے سے دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ یہ سفیدی حتیٰ کہ پھیل جائے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1831،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:1094،سنن دارقطنی:رقم الحدیث:9)

259- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قال قال رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ فَإِنَّ فِيْ بَصَرِهٖ شَيْئًا . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ ' وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلال کا اذان دینا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ اس کی بصارت میں کچھ ہے۔(سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:248،مستدرک:رقم الحدیث:1550،معجم الکبیر:رقم الحدیث:6980،المنتقیٰ:رقم الحدیث:154،المؤطا:ج:2،ص:159،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:17948،جامع الاصول:رقم الحدیث:4545،جمع الجوامع:رقم الحدیث:2012،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:1662)

260- وَعَنْ شَيْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ الْمَسْجِدَ فَاسْتَنَدْتُ اِلٰى حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهٗ يَتَسَحَّرُ فَقَالَ اَبُوْ يَحْيٰى؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هَلُمَّ اِلَى الْغَدَآءِ قُلْتُ اِنِّيْ اُرِيْدُ الصِّيَامَ قَالَ وَاَنَا اُرِيْدُ الصِّيَامَ وَلٰكِنْ مُؤَذِّنُنَا هٰذَا فِيْ بَصَرِهٖ سُوْءٌ اَوْ قَالَ شَيْءٌ وَاِنَّهٗ اَذَّنَ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ الطَّعَامَ وَكَانَ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يُصْبِحَ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت شیبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سحری کی پھر مسجد کے اندر آیا پس نبی کریم ﷺ کے حجرہ سے ٹیک لگا لیا چنانچہ دیکھا کہ آپ ﷺ سحری کر رہے تھے ارشاد فرمایا: ابو یحییٰ ہو! میں عرض گزار ہوا: ہاں۔ ارشاد فرمایا: آ کر ناشتہ کر لو۔ میں عرض گزار ہوا: میں روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: میں بھی روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر ہمارے مؤذن کی بصارت میں کچھ ضعف ہے یقیناً اس نے طلوع فجر ہونے سے قبل اذان دی ہے پھر آپ ﷺ نے مسجد کے اندر جا کر کھانے کو حرام کر دیا اور آپ ﷺ نہیں کھلواتے تھے حتیٰ کہ صبح نہ ہو جائے۔(معرفۃ الصحابہ:رقم الحدیث:3324،طحاوی:ج:1،ص:97)

261- وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ بِلَالًا اَذَّنَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ اسْتَيْقَظْتُ وَاَنَا وَسْنَانُ فَظَنَنْتُ اَنَّ الْفَجْرَ طَلَعَ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنَادِيَ بِالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثًا اَنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ ثُمَّ اَقْعَدَهٗ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر سے قبل اذان دے دی تو انہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کو اس پر کس نے ابھارا؟ تو وہ کہنے لگا: میں جاگ گیا اس حال میں کہ میں اونگھ رہا تھا تو میں نے سمجھا کہ طلوع فجر ہو گئی ہے تو انہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مدینہ میں تین بار پکاریں کہ یقیناً بندہ سو گیا تھا پھر انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا حتیٰ کہ طلوع فجر ہو گئی۔(جامع الاصول:رقم الحدیث:1688،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:10028،صحیح ابن حبان:4025،صحیح مسلم:رقم الحدیث:

2348، غایۃ المقصد: ج: 1، ص: 403، مسند احمد: رقم الحدیث: 2080)

262– وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ هَلَالٍ اَنَّ بِلَالًا اَذَّنَ لَيْلَةً بِسَوَادٍ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْجِعَ اِلٰى مَقَامِهٖ فَيُنَادِيْ اَنَّ الْعَبْدَ نَامَ فَرَجَعَ ۔ رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَقَالَ فِي الْاِمَامِ هُوَ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ لَيْسَ فِيْ رِجَالِهٖ مَطْعُوْنٌ فِيْهِ ۔

حمید بن ہلال کا بیان ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک شب اندھیرے میں اذان دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم ارشاد فرمایا: اپنے مقام پر واپس ہو جائے تو وہ نداء کرے کہ بندہ سو چکا تھا تو وہ اپنے مقام پر لوٹ گئے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 294، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 51، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 615)

263– وَعَنِ امْرَاَةٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ كَانَ بَيْتِيْ مِنْ اَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَكَانَ بِلَالٌ يَّاْتِيْ بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ يَنْظُرُ اِلَى الْفَجْرِ فَاِذَا رَاٰهُ اَذَّنَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

بنی نجار کی ایک عورت کا بیان ہے کہ میرا گھر مسجد کے اردگرد میں طویل گھروں میں سے تھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سحری کے دوران آیا کرتے اور اس پر بیٹھے فجر ہونے کا انتظار فرماتے رہا کرتے تھے تو جس وقت وہ دیکھ لیا کرتے اس وقت اذان کہتے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43695، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3371، سنن ابوداود: رقم الحدیث: 435، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1846، کنز العمال: رقم الحدیث: 23213، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 519)

264– وَعَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بِالْفَجْرِ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ الطَّعَامَ وَكَانَ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يُصْبِحَ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ ۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعات ادا فرماتے جس وقت مؤذن اذان دے دیتا اس کے بعد مسجد کی جانب تشریف لے کر جاتے اور کھانے کو چھوڑ دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذان نہ کہنے دیتے تھے یہاں تک کہ صبح نہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1646، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1145، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 618، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 674، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 9039، مسند احمد: رقم الحدیث: 4594، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1455، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 733)

265– وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا كَانُوْا يُؤَذِّنُوْنَ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ اَخْرَجَهٗ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاَبُو الشَّيْخِ فِيْ كِتَابِ الْاَذَانِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اذان نہ دیتے تھے حتیٰ کہ طلوع فجر نہ ہو جائے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43439، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4545، کنز العمال: رقم الحدیث: 23210، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2237)

266– وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَالُ لَهٗ مَسْرُوْحٌ اَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَاَمَرَهٗ عُمَرُ اَنْ يَّرْجِعَ فَيُنَادِيْ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارُقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ ثَبَتَ بِهٰذِهِ الْاَخْبَارِ اَنَّ صَلٰوةَ الْفَجْرِ لَا يُؤَذَّنُ لَهَا اِلَّا بَعْدَ دُخُوْلِ وَقْتِهَا وَاَمَّا اَذَانُ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ طُلُوْعِهٖ فَاِنَّمَا كَانَ فِيْ رَمَضَانَ لِيَنْتَبِهَ النَّائِمُ وَلِيَرْجِعَ الْقَائِمُ لَا لِلصَّلٰوةِ وَاَمَّا فِيْ غَيْرِ رَمَضَانَ فَكَانَ ذٰلِكَ خَطَأً مِّنْهُ لِظَنِّهٖ اَنَّ الْفَجْرَ قَدْ طَلَعَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

حضرت نافع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن سے روایت کرتے ہیں کہ جن کو مسروق کہا جاتا تھا کہ انہوں نے فجر طلوع ہونے سے قبل اذان دے دی اس پر ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا: وہ پلٹ جائیں تو نداء کر دیں۔

علامہ نیموی نے فرمایا: ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ فجر کی اذان فجر کا وقت داخل ہونے کے بعد کہی جائے گی اور باقی رہا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا فجر کے طلوع ہونے سے قبل اذان دینا تو وہ تو صرف اور صرف رمضان المبارک میں ہوا کرتا تھا تا کہ سونے والا جاگ جائے اور قیام کرنے والا لوٹ جائے اور رمضان کے علاوہ فجر کے طلوع ہونے سے قبل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان دینا آپ سے خطاء ہوا تھا انہوں نے یہ زعم کیا تھا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3364، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 448، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1674، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 49، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 532، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 615)

مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: طلوع فجر سے قبل فجر کی اذان دینا جائز نہیں ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فجر کے وقت سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اعلان کرتے تھے کہ کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیں۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 250)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر کے علاوہ اور کوئی اذان وقت سے قبل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان نماز کے وقت کا اعلان ہے اگر قبل وقت اذان دی گئی تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا۔

(المغنی: ج: 1، ص: 246)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام اوزاعی، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اسحاق، داؤد بن جریر طبری اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہم کا یہ مذہب ہے کہ فجر کی اذان کو اس کے وقت سے قبل دینا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے جب اس کا وقت داخل ہو جائے جس طرح دوسری نمازوں کی اذان کو اسی وقت دینا جائز ہے جب ان کا وقت داخل ہو جائے اور بعض اصحاب الحدیث نے یہ کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہے جب ایک مسجد میں دو مؤذن ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے اور جب کسی مسجد میں صرف ایک مؤذن ہو تو پھر اس کے لئے اسی وقت اذان دینا جائز ہے جب اس نماز کا وقت آ جائے اسی بناء پر یہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے قبل اذان دی اس وقت وہی ایک مؤذن ہوں پھر ان کو دوبارہ اذان دینے کا حکم دیا اور حضرت

ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فجر سے قبل اذان دینا ثابت ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ نے یہ کہا ہے کہ اذان میں اصل یہ ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد اذان دی جائے کیونکہ اس سے نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے قبل اذان دی گئی تو اس میں تجہیل ہے اور یہ نماز کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں ہے جیسا کہ فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کی اذان میں ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دیتے تھے یہ اذان کا وقت داخل ہونے کی خبر نہیں تھی بلکہ یہ اس کی تھی کہ سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں اور روزہ دار سحری کریں اور جو آدمی غائب ہو وہ لوٹ آئے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار: جز:2 ص:56)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: وقت ہونے کے بعد اذان کہی جائے قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے قبل شروع ہوئی اور اثنائے اذان میں وقت آ گیا تو اعادہ کیا جائے۔ (ہدایہ: جز:1 ص:45)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَذَانِ الْمُسَافِرِ

باب: جو مسافر کی اذان کے متعلق وارد ہوا

یہ باب مسافر کی اذان کے حکم میں ہے۔

267-عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَاَذِّنَا ثُمَّ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو اشخاص آئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم دونوں جاؤ تو اس وقت اذان دو پھر اقامت کہو پھر تم دونوں میں سے بڑے شخص کو امامت کرانی چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 584، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 980، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 235، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 674، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 635، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1658، مسند احمد: رقم الحدیث: 15598، سنن النسائی: رقم الحدیث: 780)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: سفر میں اذان اور اقامت پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ مسافر ہر نماز کے لئے اذان دے اور اقامت کہے۔ حضرت سلمان، حضرت عبداللہ بن عمر، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم، احناف، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اذان دے اور اگر چاہے تو وہ اقامت کہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عروہ، ثوری اور نخعی کا یہی قول ہے اور ایک جماعت نے کہا: مسافر کا اقامت کہنا کافی ہے۔ مکحول، حسن بصری اور قاسم کا بھی یہی موقف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں صبح کی نماز کے سوا ہر نماز کے لئے اقامت کہتے تھے اور صبح کی نماز میں اذان اور اقامت دونوں کہتے تھے۔ عطاء اور مجاہد یہ کہتے

تھے کہ جو شخص سفر میں اقامت پڑھنا بھول گیا وہ نماز کو دہرائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے جب تم سفر کے لئے نکلو تو اذان دینا اور اقامت کہنا یہ نبی کریم ﷺ کا امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ امر استحباب اور حصول فضیلت کے لئے ہے کیونکہ آپ ﷺ نے دونوں کو اذان دینے کا حکم دیا ہے حالانکہ ایک کا اذان دینا کافی ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس حدیث میں سفر میں اذان اور اقامت استحباب پر محمول ہیں جنگل میں بھی اذان اور اقامت کی ترغیب میں احادیث وارد ہیں۔ اور جو شخص جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھتا ہے اس کی اقتداء میں پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔

(شرح ابن بطال: جز:2، ص:324)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مسافر نے اذان و اقامت دونوں نہ کہی یا اقامت نہ کہی تو مکروہ ہے اور اگر صرف اقامت پر اکتفا کیا تو کراہت نہیں مگر اولی یہ ہے کہ اذان بھی کہے اگرچہ تنہا ہو یا اس کے سب ہمراہی وہیں موجود ہوں۔

(درمختار ورد المحتار: جز:2، ص:67)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ جَوَازِ تَرْكِ الْاَذَانِ لِمَنْ صَلّٰى فِيْ بَيْتِهٖ

باب: جو گھر میں نماز پڑھنے والے کے لئے ترک اذان کے متعلق وارد ہوا

268– عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ قَالَا اَتَيْنَا عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ دَارِهٖ فَقَالَ اَصَلّٰى هٰٓؤُلَآءِ خَلْفَكُمْ قُلْنَا لَا قَالَ قُوْمُوْا فَصَلُّوْا وَلَمْ يَاْمُرْ بِاَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ رَّوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ مُسْلِمٌ وَّالْاٰخَرُوْنَ ۔

اسود اور علقمہ دونوں کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: کیا یہ لوگ تمہاری اقتداء میں نماز ادا کر چکے۔ ہم عرض گزار ہوئے: نہیں۔ تو ارشاد فرمایا: اٹھ کر نماز ادا کر لو اور انہوں نے اذان اور اقامت کا حکم نہ فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2554)

اگر گھر کے اندر جماعت ہو رہی ہو تو اذان و اقامت دونوں کہنا مستحب ہے مگر محلہ کی اذان پر اکتفاء کر لینا بھی درست ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ

باب: قبلہ کی جانب رخ کرنے کا بیان

یہ باب نمازی کے قبلہ کی جانب رخ کرنے کے حکم میں ہے۔

269– عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ بِمَكَّةَ نَحْوَ

بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَالْكَعْبَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مکہ مکرمہ میں تھے بیت المقدس کی جانب رخ انور فرما کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے یوں کہ کعبہ معظمہ آپ ﷺ کے محاذی ہوا کرتا۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1111، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11066، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2025، غایۃ المقصد: ج: 1، ص: 825، مسند احمد: رقم الحدیث: 2836، مسند البزار: رقم الحدیث: 4825، مسند البزار: رقم الحدیث: 390)

270- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَآءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذْ جَآءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس وقت جبکہ لوگ قبا میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا تو اس نے کہا: یقیناً رسول اللہ ﷺ پر آج کی رات قرآن مجید کا نزول ہوا اور یقیناً آپ ﷺ کو حکم فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ رخ انور کعبہ معظمہ کی جانب فرما دیجئے چنانچہ تم بھی اپنے رخ کو اسی جانب کر دو ان کے چہرے شام کی جانب تھے تو وہ گھوم کر کعبہ معظمہ کی جانب ہو گئے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 545، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 526، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1237، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 530، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 341، سنن النسائی: رقم الحدیث: 745، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 435، مسند احمد: رقم الحدیث: 4642)

271- وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلٰى اَجْدَادِهٖ اَوْ قَالَ اَخْوَالِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى قِبَلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّكَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى اَوَّلَ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ وَّهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت پہلی دفعہ مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو اپنے ننھیال میں نزول فرمایا یا فرمایا: انصار میں سے اپنے ماموں کے پاس نزول فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی جانب رخ انور فرما کر نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ پسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کا قبلہ بیت اللہ ہو اور آپ ﷺ نے جس پہلی نماز کو ادا فرمایا (رخ کعبہ انور فرما کر) وہ نماز عصر ہے۔ اور آپ ﷺ کی معیت چند لوگوں نے بھی نماز ادا کی اس کے بعد ان میں سے جنہوں نے آپ ﷺ کی معیت نماز ادا کی ایک شخص نکل کھڑا ہوا تو وہ ایک مسجد کے پاس سے گزرے اور وہ نمازی رکوع کی حالت میں تھے تو اس آدمی نے کہا: میں رب تعالیٰ کی قسم کھا کر شہادت بیان کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت مکہ معظمہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی ہے چنانچہ وہ لوگ بھی کعبہ معظمہ کی جانب اسی حالت میں پھر گئے۔ (سنن ... رقم الحدیث: 1001، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 313، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1716، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 525، صحیح البخاری: رقم

الحدیث:40، مسند احمد: رقم الحدیث:18496، سنن بیہقی: ج:2، ص:2، معرفۃ السنن والآثار: رقم الحدیث:2876، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:433، ابن الجارود: رقم الحدیث:165)

272- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ وقواه البخاری .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھی مشرق اور مغرب کے مابین ہے قبلہ ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:186، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2551، مستدرک: رقم الحدیث:741، معجم الاوسط: رقم الحدیث:790، موطا: رقم الحدیث:461، بلوغ المرام: رقم الحدیث:212، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:19935، جامع الاصول: رقم الحدیث:3378، جمع الجوامع: رقم الحدیث:580)

273- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جس وقت نماز پڑھنے کھڑے ہو جاؤ تو احسن طریقے سے وضو کرو پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:187، بلوغ المرام: رقم الحدیث:267، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:2520، جامع الاصول: ج:5، ص:423، جمع الجوامع: رقم الحدیث:2531، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1050، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2091)

274- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْخَوْفِ وَصَفَهَا ثُمَّ قَالَ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدَّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِیَامًا عَلٰی اَقْدَامِهِمْ وَرُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِی الْقِبْلَةِ اَوْ غَیْرَ مُسْتَقْبِلِیْهَا قَالَ نَافِعٌ لَا اُرٰی عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ اِلَّا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب ان سے صلوٰۃ الخوف کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو وہ اس کے طریقہ کو بیان فرمایا کرتے پھر فرمایا کرتے: اگر اس سے بھی بڑھ کر خوف ہو تو کھڑے ہو کر، سوار ہو کر، قبلہ رو ہو کر یا اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نماز ادا کرو۔ نافع نے فرمایا: میں یہ نہیں سمجھتا کہ اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا مگر نبی کریم ﷺ سے۔ (المنتقی: رقم الحدیث:234، الموطا: رقم الحدیث:289، الموطا: رقم الحدیث:442، جامع الاصول: ج:5، ص:740، سنن البیہقی الکبریٰ:7060، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:980، صحیح البخاری: رقم الحدیث:4171، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:4261، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1849)

275- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَبِّحُ عَلَی الرَّاحِلَةِ قِبَلَ اَیِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَیُوْتِرُ عَلَیْهَا غَیْرَ اَنَّهٗ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْهَا الْمَكْتُوْبَةَ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سواری کے اوپر کسی بھی طرف رخ انور فرما کر نفل پڑھ لیتے تھے اور اس کے اوپر وتر بھی ادا فرما لیا کرتے تھے ماسوا اس کے آپ ﷺ نماز فرض اس کے اوپر ادا نہیں فرماتے تھے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 324، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 325، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 947، المنتقی: رقم الحدیث: 270، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2896، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 862، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3675)

276- وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُومِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ ۔ أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سواری کے اوپر بیٹھ کر جس جانب متوجہ تھے نفل ادا فرما رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ فرض نماز میں اس طرح نہیں کرتے تھے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3678، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2052، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1514، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1034، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1098)

نبی کریم ﷺ کا ابتدائی قبلہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر ابتداء نماز فرض ہوئی تو آپ ﷺ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے یا خانہ کعبہ کی جانب۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی سترہ ماہ میں آپ ﷺ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خانہ کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

(علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے) تاہم آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ معظمہ کی جانب پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔ دوسروں نے یہ کہا کہ جب آپ ﷺ پر ابتداء نماز فرض ہوئی تو کعبہ معظمہ کی جانب رخ کرنے کا حکم ہوا۔ حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر نے کہا:

میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کی تالیف قلب کے لئے ان کے قبلہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی تا کہ دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے ان میں زیادہ داعیہ ہو اور جب آپ ﷺ ان کے قبول اسلام سے مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ چاہا کہ آپ ﷺ کو پھر کعبہ معظمہ کی جانب پھیر دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ کعبہ معظمہ کی جانب رخ کرنے میں اہل عرب کے قبول اسلام کا زیادہ داعیہ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہود کی مخالفت کی بناء پر اس طرح کیا تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ معظمہ تھا تو پھر دوبارہ قبلہ کا منسوخ ہونا لازم آئے گا اس لئے محققین کا یہ نظریہ ہے کہ آپ ﷺ ابتداء مکہ مکرمہ میں بھی بیت المقدس کی جانب رخ انور فرما کر نماز پڑھتے تھے (آگے دلیل میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت کو ذکر کیا) پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد بیت اللہ کی

جانب جو نماز سب سے پہلے پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم بنوسلمہ کی مسجد میں نازل ہوا اس وقت آپ ﷺ ظہر کی نماز میں تھے اور دو رکعت پڑھ چکے تھے پھر نماز ہی میں آپ ﷺ نے قبلہ بدل لیا اور باقی دو رکعات بیت اللہ کی جانب رخ انور فرما کر ادا فرمائیں اور اس مسجد کا نام القبلتین رکھا گیا چونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس ایک دوسرے کے مقابل ہیں اس لئے نماز میں مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ آ گئے اور عورتیں گھوم کر مردوں کی جگہ چلی گئیں۔

ابو حاتم البستی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے سترہ ماہ اور تین دن بیت المقدس کی جانب نمازیں پڑھیں کیونکہ آپ ﷺ بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منگل کے دن نصف شعبان کو کعبہ معظمہ کی جانب رخ کرنے کا حکم دیا۔ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کی کیفیت میں علماء کے تین اقوال ہیں:

1- حضرت حسن، حضرت عکرمہ اور حضرت ابو العالیہ رحمہم اللہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیت المقدس کی جانب رخ انور فرمایا۔

2- علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ ﷺ کو بیت المقدس اور بیت اللہ میں سے کسی ایک کی طرف رخ انور کرنے کا اختیار دیا گیا تھا آپ ﷺ نے یہود کے ایمان لانے کی خواہش کی وجہ سے بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کو اختیار کر لیا۔

3- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے حکم سے بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کو اختیار کیا تھا کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ''جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لئے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے'' اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن: 2:7، ص: 148 تا 150)

بیت المقدس سے کعبہ معظمہ کی جانب تحویل کی وجہ

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی اور وہاں کے رہنے والے اکثر یہود تھے جو اپنی نماز میں بیت المقدس کی جانب رخ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نماز میں بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کا حکم دیا چنانچہ یہود اس سے خوش ہوئے۔ نبی کریم ﷺ سترہ ماہ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے اور نبی کریم ﷺ یہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی جانب رخ انور کریں پس آپ اس کی دعا کرتے تھے اور آسمان کی جانب بار بار دیکھتے تھے تب یہ آیت کریمہ اتری: ''ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی جانب پھرنا دیکھ رہے ہیں'' اور امام طبری نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ یہ پسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کو کعبہ معظمہ کی جانب پھیر دیا جائے کیونکہ یہود یہ کہتے تھے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کرتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی جانب رخ کرنا ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے لیکن ایک اور سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی جانب رخ کرنا ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے لیکن اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے اور کعبہ معظمہ آپ ﷺ کے سامنے ہوتا

تھا اور ان دونوں احادیث کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ جب آپ نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ بیت المقدس کی جانب ہی رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہیں اور امام طبرانی نے حضرت ابن جریج کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے کعبہ معظمہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرمائی پھر آپ کو بیت المقدس کی جانب پھیر دیا گیا اور اس وقت آپ مکہ مکرمہ میں ہی تھے سو آپ نے تین سال تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرمائی پھر آپ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ آنے کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرمائی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کعبہ معظمہ کی جانب متوجہ کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پہلی حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی تھی۔ (فتح الباری: ج:2، ص:63)

کون سی نماز کے وقت تحویل کا حکم ہوا

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: علامہ محمد بن سعد نے فرمایا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی دو رکعات مسلمانوں کو مسجد میں پڑھائیں پھر آپ ﷺ کو مسجد حرام کی جانب رخ کرنے کا حکم دیا گیا آپ ﷺ نے کعبہ معظمہ کی جانب اثناء نماز میں رخ کر لیا اور مسلمان بھی آپ ﷺ کی معیت کعبہ معظمہ کی جانب پھر گئے۔ روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ ام بشر بن براء بن معرور سے ملاقات کے لئے بنو سلمہ میں گئے انہوں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا اسی دوران ظہر کا وقت آ گیا نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو دو رکعت نماز پڑھائی اس کے درمیان آپ کو کعبہ معظمہ کی جانب رخ کرنے کا حکم دیا گیا آپ کعبہ معظمہ کی جانب پھر گئے اور مسجد کا نام القبلتین رکھا گیا۔ علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ علامہ واقدی نے فرمایا ہے کہ یہ روایت ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ ابوداؤد، بزار، طبرانی میں یہ روایت موجود ہیں۔ (فتح الباری: ج:1، ص:503)

علامہ ابن حجر عسقلانی ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تحویل کے بعد پہلی نماز بشر بن براء بن معرور کی وفات کے موقع پر ان کی مسجد میں ظہر ادا فرمائی اور مسجد نبوی میں تحویل کے بعد پہلی نماز عصر ادا فرمائی اور قباء میں تحویل کے بعد پہلی نماز صبح پڑھی۔ (فتح الباری: ج:1، ص:97)

تحویل قبلہ کی تاریخ

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہجرت کے 16 یا 17 ماہ بعد کعبہ معظمہ کی تحویل 15 رجب المرجب 2ھ میں ہوئی۔ (شرح العینی: ج:1، ص:245)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز کی حالت میں قبلہ تبدیل کرنا

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دینے والے نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا قبلہ خانہ کعبہ کو بنا لیا ہے تو انہوں نے گھوم کر خانہ کعبہ کی جانب رخ کر لیا۔

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس مسجد کے نمازیوں کو خبر واحد سے یہ علم ہو گیا کہ قبلہ بدل گیا ہے اب ان کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس نماز کو توڑ کر نبی کریم ﷺ کے پاس جاتے اور تحویل قبلہ کی تحقیق کرتے اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس

خبر پر اعتماد کر کے نماز میں قبلہ بدل لیتے انہوں نے اجتہاد سے دوسری صورت پر عمل کیا اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اور اپنے اجتہاد سے نماز میں قبلہ کی سمت بدلنا جائز ہے بلکہ اگر ہر رکعت میں اس پر قبلہ مشتبہ ہو تو وہ اپنے اجتہاد سے ہر رکعت میں سمت بدل لے۔
(شرح العینی: ج:1، ص:248)

مذاہب فقہاء

جو آدمی مکہ مکرمہ میں رہتا ہو اس پر عین کعبہ معظمہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے خواہ اس کے اور کعبہ معظمہ کے مابین کوئی دیوار یا مکان حائل ہو یا نہ ہو اگر اس نے غور و فکر کر کے کعبہ معظمہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے خطاء ہوئی ہے تو اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ اس آدمی پر جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر لیا۔ ابوالبقاء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مسجد نبوی کی محراب کعبہ معظمہ کی سمت پر قائم کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ کو دیکھ لیا تھا اور اسی سمت پر مسجد نبوی کا قبلہ ہے اور جو آدمی کعبہ معظمہ سے غائب ہو اس پر عین کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اس پر سمت کعبہ کی جانب منہ کرنا فرض ہے یہ کرخی، ابوبکر رازی اور عامۃ المشائخ الحنفیہ کا قول ہے اور ابوعبداللہ الجرجانی کا قول ہے کہ حاضر اور غائب سب پر عین کعبہ کی جانب رخ کرنا ضروری ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ الآثار میں لکھا ہے کہ حدیث مرفوع میں ہے جو لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں ان کا قبلہ عین کعبہ ہے اور اہل مکہ مکرمہ کا قبلہ مسجد حرام ہے اور دیگر شہروں کا قبلہ مکہ مکرمہ ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ (شرح العینی: ج:4، ص:187)

نیز علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: فرض نماز میں قبلہ کی جانب منہ کرنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے لیکن شدید خوف میں اس کو ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (شرح العینی: ج:4، ص:203)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد حرام والوں کے لئے بیت اللہ قبلہ ہے اور اہل حرم کے لئے مسجد قبلہ ہے اور تمام روئے زمین پر میری امت کے مشرق اور مغرب والوں کے لئے مسجد حرام قبلہ ہے اور جو آدمی مسجد حرام میں ہو اس کو اپنے چہرے کا رخ کعبہ معظمہ کی طرف کرنا چاہئے کیونکہ روایت ہے کہ کعبہ معظمہ کی جانب دیکھنا عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لو۔ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں نظر سامنے قبلہ کی جانب ہونی چاہئے نیز قیام کا حکم سارے جسم کے لئے ہے اور چہرہ اشراف الاعضاء ہے اس کے قیام کا حکم بہ طریق اولیٰ ہوگا اور چہرہ کا قیام اس وقت ہوگا جب چہرہ کا رخ بیت اللہ کی جانب ہو اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قیام میں سجدہ کی جگہ نظر ہو رکوع میں قدموں کی جگہ اور سجدہ میں ناک کی طرف نظر ہو۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:2، ص:159 تا 160)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: قیام میں نظر موضع سجود کی طرف ہونی چاہئے اور رکوع میں قدموں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک کے نرم گوشت کی طرف اور بیٹھتے وقت گود میں اور سلام کے وقت کندھوں کی جانب اس کے اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ جو آدمی کعبہ معظمہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس کی نظر بھی ان ہی مواضع کی طرف ہو کیونکہ اس سے مقصود خشوع ہے جب وہ قصداً ان مواضع کی جانب دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر ہٹنے سے محفوظ رہے گی اور جبکہ مقصود خشوع ہے اور ان مواضع کی جانب دیکھنے سے

حاصل نہ ہو تو ان سے عدول کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار: ج:1، ص:321)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہٖ کعبہ معظمہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ معظمہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی جانب رخ کرنا فرض ہے۔ (درمختار: ج:1، ص:287)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: نماز کی شرائط یعنی طہارت واستقبال وستر عورت ووقت تکبیر تحریمہ کے لئے شرائط ہیں یعنی قبل ختم تکبیر ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اگر اللہ اکبر کہہ چکا اور کوئی شرط مفقود ہے نماز نہ ہوگی۔

(بہار شریعت: ج:6، ص:507)

کعبہ معظمہ میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

کعبہ معظمہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ کعبہ معظمہ میں نماز پڑھنا صحیح ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل اور امام مالک رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ کعبہ معظمہ میں نفل نماز صحیح ہے فرض واجب اور صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ صحیح نہیں ہیں اور نہ طواف کی دو رکعات صحیح ہیں بعض غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ کعبہ معظمہ میں کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی نہ فرض اور نہ ہی نفل۔ جمہور کی دلیل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ اور جب نفل نماز صحیح ہے تو فرض بھی صحیح ہوگی کیونکہ سواری میں تو فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں فرق ہے لیکن زمین پر نماز پڑھنے میں فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (شرح طحاوی: ج:1، ص:428)

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ میں نماز ادا فرمائی؟

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے ان سے کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کعبہ معظمہ میں داخل ہو گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ سے باہر نکل آئے میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ میں نماز پڑھی ہے انہوں نے کہا (ہاں) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب جو دو ستون ہیں ان کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور کعبہ معظمہ کے سامنے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:1329)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تمام ائمہ حدیث کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے کیونکہ یہ روایت مثبت ہے اور اس میں زیادہ علم کا ثبوت ہے اس لئے اس کی ترجیح واجب ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ میں نماز ادا نہیں فرمائی تھی اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ میں نماز نہیں ادا فرمائی تھی یہ دونوں احادیث کعبہ معظمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی نفی کرتی ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث آپ کے نماز پڑھنے کو ثابت کرتی ہے اور جب نفی اور اثبات کی خبروں میں تعارض آجائے تو اثبات کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے اس لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت راجح ہے جس میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ

میں نماز پڑھی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بلال، حضرت اسامہ اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہم کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ معظمہ کا دروازہ بند کر دیا اور وہ سب دعا میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مشغول ہیں تو وہ بھی دعا میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری جانب تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تخفیف سے نماز پڑھی تھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھے اور بہ دستور دعا میں مشغول تھے اس لئے وہ نہیں دیکھ سکے اس لئے انہوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کعبہ معظمہ میں نماز پڑھنے کی نفی کر دی۔ (شرح للنواوی: ج:6، ص:3588)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی 449ھ لکھتے ہیں: مہلب نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو بار کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہوئے ہوں ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ پڑھی ہو جیسے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے پس دونوں احادیث میں تعارض نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال: ج:2، ص:68)

سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: خلاصۃ الفتاوٰی میں مذکور ہے کہ عذر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے ان اعذار میں سے ایک عذر بارش بھی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب کوئی آدمی سفر میں ہو اور بارش ہو جائے اور اس کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کے لئے کوئی خشک جگہ نہ ملے تو وہ قبلہ کی جانب رخ کر کے سواری پر بیٹھا رہے اور اشاروں کے ساتھ نماز پڑھے اور اگر اس کے لئے دیر ممکن نہ ہو تو وہ قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ وہاں اتنی کیچڑ ہو جس میں اس کا منہ چھپ جائے لیکن اگر وہاں اتنی کیچڑ نہ ہو لیکن زمین گیلی ہو تو وہ گیلی زمین پر نماز پڑھ لے دیگر اعذار میں سے یہ ہے کہ وہ سواری سرکش ہو اگر وہ سواری سے اتر جائے تو اس کے لئے خود سوار ہونا ممکن نہ ہو اور ان اعذار میں سے چور اور بیماری کا خطرہ ہے اور اس کا بہت بوڑھا ہونا ہے اور وہاں کوئی ایسا آدمی میسر نہ ہو جو اس کو سواری پر سوار کرا سکے اسی طرح درندے کا خطرہ بھی ہے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ ان صورتوں میں وہ سواری پر فرض پڑھ سکتا ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اس پر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ شہر سے باہر ہو۔ (شرح العینی: ج:4، ص:203)

علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازۃ البخاری متوفی 616ھ لکھتے ہیں: مسافر بغیر ضرورت کے سواری پر فرض نماز نہ پڑھے اور ضرورت کے وقت اس کے لئے سواری کے اوپر فرض نماز اور وتر پڑھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تھے کہ بارش ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم ارشاد فرمایا: وہ نداء کرے کہ تم اپنی سواریوں پر نماز پڑھو۔

ان اعذار میں سے یہ ہیں کہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان پر یا اپنی سواری پر چور یا درندہ کا خطرہ ہو یا راستہ میں کیچڑ ہو اور اس کو زمین کے اوپر خشک جگہ نہ ملے یا اس کی سواری سرکش ہو اگر وہ اس سے اتر گیا تو وہ بغیر کسی کی مدد کے اس پر سوار نہیں ہو سکے گا یا وہ بہت بوڑھا ہو اور بغیر کسی کی مدد کے وہ از خود سواری پر سوار نہیں ہو سکے گا اور اس کو سوار کرنے والا میسر نہ ہو ان تمام حالتوں میں سواری پر

فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اگر تم کو جان کا خطرہ ہو تو تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر'' اور ہم نے جو اعذار بیان کئے ہیں ان ہی پر یہ قیاس ہے کہ جو آدمی جنگ میں یا قافلہ میں سفر کر رہا ہو تو اس کے لئے سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان اور اپنے سامان کا خطرہ ہوگا کیونکہ قافلہ اس کا انتظار نہیں کرے گا اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فجر کی دو سنتوں کو بھی فرض کے ساتھ لاحق کیا ہے اور عذر کی حالت میں ان سنتوں کو بھی سواری پر پڑھے۔ (المحیط البرہانی: ج:2،ص:426)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ

باب: نمازی کے آگے سترہ کے ہونے کا بیان

یہ باب نمازی کے آگے سترہ گاڑھنے یا ہونے کے حکم میں ہے۔

277-عَنْ اَبِيْ جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوجہیم بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر نمازی کے سامنے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے اس پر کس قدر گناہ ہے تو وہ چالیس (سال) تک کھڑے رہنا اس کے نزدیک اس سے بہتر ہوتا کہ وہ اس کے آگے سے گزرتا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:17540، سنن الترمذی: ج:2، ص:158، معجم الکبیر: ج:5، ص:247، سنن دارمی: رقم الحدیث:1417، شرح السنۃ: رقم الحدیث:543، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:268، الموطا: ج:1، ص:154، موطا: رقم الحدیث:34)

278- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ كَمُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ ۔رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک میں نمازی کے سترہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کجاوہ کی پچھلی لکڑی کی مانند ہو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:156، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 821، بلوغ المرام: رقم الحدیث:229، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:21048، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3741، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 129، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:3265)

279- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَاِنَّهٗ يَسْتُرُهٗ اِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِنَّهٗ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ قُلْتُ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا بَالُ الْكَلْبِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَصْفَرِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَقَالَ

اَلْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ ۔

حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کی خاطر کھڑا ہو تو اس کے سامنے کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو تو وہ سترہ بن جاتی ہے اور جب اس کے سامنے یہ نہ ہو تو یقیناً اس کی نماز کو گدھا، عورت اور سیاہ کتا توڑ دیتا ہے۔ میں نے کہا: اے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ! کیا فرق ہے سیاہ، لال اور پیلے کتے میں؟ تو انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا جس طرح کہ تم نے مجھ سے دریافت کیا ہے اس پر ارشاد فرمایا: سیاہ کتا شیطان ہے۔ (سنن الدارمی: رقم الحدیث: 1414، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 338، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 453، مسند احمد: رقم الحدیث: 21323، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 952، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 702، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2385، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1117)

280- وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَآءَ ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے برابر کسی چیز کو رکھ دے تو پھر اس کو نماز پڑھ لینی چاہئے اور اس کے پیچھے سے گزرنے والی چیزوں کی کوئی بھی پرواہ نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 940، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 499، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 335، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 685)

281- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ ۔ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کتا، گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتی ہیں۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1137، اللؤلؤ والمرجان: جز: 1، ص: 183، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3161، بغیر الباحث عن زوائد الحارث: رقم الحدیث: 163، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 515، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 26937، جامع الاصول: جز: 5، ص: 504، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 3301)

282- وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِيْ بَادِيَةٍ لَّنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ فَصَلّٰى فِيْ صَحْرَآءٍ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَّحِمَارَةٌ لَّنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالٰى بِذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ نَحْوَهُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہوئے جبکہ ہم اپنی زمین میں تھے اور آپ ﷺ کی معیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحراء میں نماز ادا فرمائی تو آپ ﷺ کے سامنے سترہ نہ تھا اور ہمارے گدھے اور کتے آپ ﷺ کے سامنے کھیل کود رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی کچھ بھی پرواہ نہ کی تھی۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 278، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 139، جامع الاصول: رقم الحدیث: 510، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 616،

مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 718، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1125)

283- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جِئْتُ اَنَا وَغُلَامٌ مِّنْ بَنِیْ هَاشِمٍ عَلٰی حِمَارٍ فَمَرَرْنَا بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَنَزَلْنَا عَنْهُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ یَاْكُلُ مِنْ بَقْلِ الْاَرْضِ اَوْ قَالَ نَبَاتِ الْاَرْضِ فَدَخَلْنَا مَعَهٗ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَكَانَ بَیْنَ یَدَیْهِ عَنَزَةٌ قَالَ لَا رَوَاهُ اَبُوْیَعْلٰی . وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں اور بنی ہاشم میں سے ایک لڑکا گدھے پر سوار ہوئے آئے تو ہمارا گزر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو ہم اس سے اتر گئے اور گدھے کو چھوڑ دیا تاکہ گھاس یا زمین کی اگی پڑی چیزوں کو چرتا رہے چنانچہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نماز پڑھنے لگ گئے ایک شخص کہنے لگا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی کوئی نیزہ تھا تو فرمایا: نہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:277، المؤطا: ج:1،ص:155، صحیح ابن حبان: ج:5،ص:525، شرح السنۃ: ج:1،ص:139)

284- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالنَّاسِ فَمَرَّ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ حِمَارٌ فَقَالَ عَیَّاشُ بْنُ رَبِیْعَةَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْمُسَبِّحُ اٰنِفًا سُبْحَانَ اللّٰهِ قَالَ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ سَمِعْتُ اَنَّ الْحِمَارَ یَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَیْءٌ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ان کے سامنے سے گدھے کا گزر ہوا چنانچہ عیاش بن ربیعہ کہنے لگے: سبحان اللہ! سبحان اللہ! سبحان اللہ! چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی سبحان اللہ کہنے والا کون تھا۔ وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تھا یقیناً میں نے سنا ہے کہ گدھا نماز توڑ دیتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3320، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1396، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 333، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1131، المؤطا: رقم الحدیث: 534)

285- وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ یَقُوْلُ لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَیْءٌ مِّمَّا یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ نمازی کے محاذی سے گزر جانے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی نماز نہیں توڑتی۔ (المؤطا: رقم الحدیث: 369، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3728، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3327)

286- وَعَنْهُ قَالَ قِیْلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَیَّاشِ بْنِ اَبِیْ رَبِیْعَةَ یَقُوْلُ یَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا یَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَیْءٌ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ

صَحِيْحٌ .

حضرت سالم کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کا کہنا ہے کہ کتا اور گدھا نماز کو قطع کر دیتے ہیں اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی چیز بھی قطع نہیں کر پاتی۔ (تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 515، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3321، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2664)

287- وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ وَّادْرَءُ وْا عَنْهَا مَا اسْتَطَعْتُمْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی بھی چیز قطع نہیں کر پاتی اور تم جس قدر ہو سکے ان کو نماز سے دور کر دو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 162، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7774، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 18021، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2086، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 617، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 405، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2665)

288- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ شَيْئًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے چہرے کے محاذی کسی چیز کو رکھ دے اگر وہ نہ پائے تو عصا کو نصب کر دے اگر اس کو بھی نہ پا سکے تو خط کھینچ لے اس کے بعد جو بھی چیز گزرے گی اس کو ضرر نہ پہنچا پائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق: ج: 2، ص: 14، مسند احمد: ج: 2، ص: 255، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 270، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 943، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 689، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 138، سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 530)

سترہ کی تعریف

مطلق وہ چیز جس کے ذریعہ سے دو چیزوں کے درمیان آڑ قائم کی جائے اور عرف فقہاء میں اس چیز کو کہتے ہیں جو نماز کے سامنے قائم کی جائے گزرنے والوں سے حیلولت کے واسطے۔

سترہ کے حکم میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی کے آگے سترہ کھڑا کرنے کے متعلق تین قول ہیں:

1- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سترہ کھڑا کرنا واجب ہے کیونکہ امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بغیر سترہ قائم کیے نماز نہ پڑھو اور کسی کو اپنے سامنے سے گزرنے نہ دو۔

2- امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا: سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔

3-امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ سترہ کو ترک کرنا مستحب ہے۔

ہمارے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ اصل میں سترہ مستحب ہے۔(شرح العینی: جز:4،ص:291)

سترہ کی مقدار

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: سترہ کی مقدار کم از کم ایک ذراع تقریباً نصف میٹر ہونی چاہئے کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سترہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔ موٹائی میں سترہ کم از کم ایک انگلی کے برابر ہو تا کہ دیکھنے والے کو دور سے نظر آئے۔(شرح العینی: جز:4،ص:291)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی کے برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔(درمختار ورد المختار: جز:2،ص:484)

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے میں مذاہب اربعہ

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن العربی نے جو کہا ہے کہ وہ زیادہ راجح ہے کہ نمازی سترہ قائم کرے یا نہ کرے وہ اپنے قیام، رکوع اور سجود کی جگہ کی مقدار سے زیادہ کا مستحق نہیں ہے اور اس کے سامنے سے گزرنے والا اس وقت گناہ گار ہوگا جب وہ گنجائش کے باوجود اس جگہ سے گزرے گا۔(الشرح الکبیر: جز:1،ص:246)

علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی 1219ھ لکھتے ہیں: نمازی کا وہ حرم (حد) جس میں گزرنا منع ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن عرفہ نے کہا: جتنی مقدار کے بعد سے گزرنے پر نمازی کو تشویش نہ ہو اور اس کی حد بیس ذراع ہے اور اس کا ماخذ وہ مقدار ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کنویں کے آگے دوسرا کنواں کھودنے کے لئے مقرر کی ہے تا کہ اس کنویں کو نقصان نہ پہنچے پھر مصنف نے علامہ ابن العربی کے قول کو اختیار کیا کہ نمازی کا حرم اتنی مقدار ہے جتنی جگہ کی اس کو اپنے قیام، رکوع اور سجود کے لئے ضرورت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اتنی جگہ ہے جتنی دور پتھر جاتا ہے یا تیر جاتا ہے یا جتنی جگہ تک تلوار جاتی ہے کئی اقوال اس بارے میں ہیں۔

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر: جز:1،ص:246)

حنبلیہ کا مذہب

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فقہاء حنبلیہ کا مذہب اس طرح لکھتے ہیں: فقہاء حنبلیہ نے کہا ہے کہ اگر نمازی سترہ قائم نہ کرے تو نمازی کے قدم سے لے کر تین ذراع (ڈیڑھ گز) تک گزرنا مکروہ ہے۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ: جز:1،ص:762)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اگر نمازی نے سترہ قائم نہ کیا یا سترہ تو قائم کیا ہو مگر وہ اس سے دور جا کر کھڑا ہو تو اب اس کے لئے گزرنے والے کو دفع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ تقصیر اس کی جانب سے ہے میں کہتا ہوں کہ اب اس نمازی کے آگے

سے گزرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے مگر پھر بھی نہ گزرنا اولیٰ ہے۔امام الحرمین نے کہا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کو دفع کرنے کا حکم اس وقت ہے جب گزرنے والے کے لئے اس جگہ کے سوا اور کوئی گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہو اور بھیڑ زیادہ ہو تو گزرنے کی ممانعت ہے نہ دفع کرنے کا حکم ہے اس مسئلہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام الحرمین کی رائے کی موافقت کی ہے مگر اس پر اشکال ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث اس کے خلاف ہے اور اکثر فقہاء کرام نے ممانعت کے ساتھ اس قید کو لگانے سے سکوت کیا ہے یعنی یہ نہیں کہا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اس وقت منع ہے جب گزرنے والے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے علاوہ کوئی راستہ ہو۔(روضۃ الطالبین:جز:1،ص:295)

علامہ محمد شربینی الخطیب الشافعی لکھتے ہیں:نمازی کے آگے سے گزرنے کی تحریم اس وقت ہے جب نمازی نے نماز کی جگہ میں تقصیر نہ کی ہو اگر وہ عام راستہ پر نماز پڑھ رہا ہو تو اس وقت اس کے آگے سے گزرنا مکروہ تحریمی تو کجا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے جیسا کہ کفایہ میں فقہاء کی عبارات سے مستنبط کر کے لکھا ہے اور جب گزرنے والے کے لئے اور کوئی گنجائش نہ ہو اور اس کے سامنے گزرنے کی جگہ نہ ہو تب بھی ممانعت نہیں ہے بلکہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر پہلی صف میں خالی جگہ ہو تو وہ دوسری صف سے گزر کر پہلی صف میں جا سکتا ہے تاکہ خالی جگہ بھر جائے۔(مغنی المحتاج:جز:1،ص:200)

حنفیہ کا مذہب

شمس الائمہ علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:نمازی کے آگے سے گزرنے کی حد کتاب (کافی) میں منصوص نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ سجدہ کی جگہ تک حد ہے ایک قول یہ ہے کہ دو صفوں کی مقدار تک حد ہے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اگر نمازی خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو جس جگہ تک گزرنے والے پر اس کی نظر پڑے اس جگہ تک گزرنا مکروہ ہے اور اس کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔

(مبسوط:جز:1،ص:192)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:علامہ تمرتاشی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی نظر گزرنے والے پر نہ پڑے تو اس جگہ سے گزرنا مکروہ نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہے جب نمازی صحراء میں یا جامع مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو جو صحراء کے حکم میں ہے مگر جب وہ عام مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر وہ مسجد ہے مگر یہ کہ نمازی اور گزرنے والے کے درمیان ستون وغیرہ ہو۔

فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی جامع مسجد سے دور سے گزرا تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔(بنایہ:جز:1،ص:788)

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:نمازی کے سامنے جتنے فاصلہ سے گزرنا مکروہ ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔بعض فقہاء کرام نے کہا:تین ذراع (ڈیڑھ گز) ہے۔بعض نے کہا:پانچ ذراع ہے۔بعض نے کہا:چالیس ذراع ہے۔بعض نے کہا:سجدہ کی جگہ ہے۔بعض نے کہا:دو صف کی مقدار ہے۔بعض نے کہا:تین صف کی مقدار ہے۔(کفایہ مع فتح القدیر:جز:1،ص:354)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:اگر کوئی نمازی کی سجدہ گاہ کے آگے سے گزرا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور گزرنے والا

گناہ گار ہوگا۔ نمازی کے آگے جس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے اس کی حد میں اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ جگہ نمازی کے قدم سے لے کر اس کی سجدہ گاہ تک ہے۔ ہمارے مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ جب کسی نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر اور اس کو گزرنے والا دکھائی نہ دے تو اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے بلکہ اصح ہے یہ صحت اور صواب کے مشابہ ہے یہ صحراء کا حکم ہے اور اگر نمازی مسجد میں ہو اور نمازی اور گزرنے والے کے درمیان انسان یا ستون کی طرح کوئی حائل ہو تو گزرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر نمازی اور گزرنے والے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو اور مسجد چھوٹی ہو تو جس جگہ سے بھی گزرے گا مکروہ ہوگا اور بڑی مسجد صحراء کی طرح ہے۔

(عالمگیری: ج:1 ص:104)

امام ومنفرد کا صحرا یا جہاں لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو سترہ قائم کرنا

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1085ھ لکھتے ہیں: امام ومنفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑ دیں اور سترہ نزدیک ہونا چاہئے سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوؤں کی سیدھ پر ہو اور داہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ (درمختار: ج:2 ص:484)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جو شخص صحراء میں نماز پڑھے اس کے لئے بھی سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔ (شرح العینی: ج:4 ص:291)

جب سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گزر سکتا ہے؟

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: شمس الائمہ شیخ الاسلام اور قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔ فخر الاسلام نے فرمایا: جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو تو جہاں تک اس کی نظر جا سکتی ہے اس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔ بعض فقہاء کرام نے اس فاصلہ کی مقدار دو یا تین صفیں مقرر فرمائی ہیں اور بعض نے ڈیڑھ گز، بعض نے ڈھائی گز اور بعض نے پچیس گز اور بعض نے بیس گز یہ حکم صحرا میں ہے اور مسجد کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ نمازی اور مسجد کے قبلہ کی دیوار کے درمیان سے گزرنا مکروہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پچیس گز کے بعد گزر سکتا ہے۔ (عنایۃ علی ہامش علی فتح القدیر: ج:1 ص:353)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: صحراء میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے بغیر سترہ کے گزرنا مکروہ ہے یہی زیادہ صحیح قول ہے اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار: ج:1 ص:593)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: علامہ حصکفی نے شمس الائمہ سرخسی، قاضی خان اور صاحب ہدایہ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے اور اسی کو صاحب محیط اور زیلعی نے مستحسن قرار دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں امام تمرتاشی صاحب البدائع فخر الاسلام صاحب نہایہ اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گزرنے والا اتنے فاصلہ سے بلا کراہت گزر سکتا ہے جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گزرنے والا نظر نہ آئے یہ حکم صحراء اور مسجد کبیر کے لئے ہے اور گھر میں اگر نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گزرنا مطلق مکروہ ہے پھر علامہ شامی حنفی لکھتے

ہیں: مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع سے کم ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جو چالیس ذراع سے کم ہو۔ (ردالمحتار: جز:1 ص:593)

نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے شمس الائمہ شیخ الاسلام اور قاضی خان کا مختار یہ ہے کہ نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے ایک قول یہ ہے کہ دو یا تین صفوں کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تین ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چالیس ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول تین ذراع کا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حد معین نہیں کی مگر اتنی جگہ ہو جس میں نمازی رکوع اور سجود کر رہا ہو اور وہ گزرنے والے کو دفع کرنے پر قادر ہو۔ (شرح العینی: جز:4 ص:291)

نمازی کے گزرنے والے کو دفع کرنے پر مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی آدمی سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہو پھر کوئی آدمی نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو اس کو دفع کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور جب کوئی آدمی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے کیونکہ جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں دوسرے لوگوں کے لئے بھی چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے اور وہ ایک دوسرے لوگ اس جگہ تصرف کرنے میں مساوی ہیں مگر یہ کہ وہ سترہ قائم کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب نمازی نے سترہ قائم کیا ہو اور پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرے تو وہ اس کو نرمی سے روکے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ تلوار سے اس کے ساتھ نہ لڑے اور نہ اس سے خطاب کرے اور اس سے اس حد تک نہ لڑے کہ اس کی نماز ٹوٹ جائے کیونکہ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس میں خود اس کا نقصان ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:2 ص:189)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جب نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرے یا اس کے سامنے سترہ ہو اور کوئی اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو نمازی اس کو منع کرے اور اس کو اشارہ کے ساتھ منع کرے، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دو بچوں کے ساتھ کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز ادا فرما رہے تھے تو ان کا بیٹا عمر آپ کے آگے سے گزرنے لگا پس آپ نے اس کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ تو وہ ٹھہر گیا پھر ان کی بیٹی زینب آپ کے آگے سے گزرنے لگی تو آپ نے اسے بھی ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور آپ کے آگے سے گزر گئی تو آپ نے فرمایا: یہ عورتیں ناقصات عقل اور ناقصات دین ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہیں شریف لوگوں پر غالب آ جاتی ہیں اور برے لوگ ان پر غالب آ جاتے ہیں لیکن اصل عبارت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یہ عورتیں زیادہ غالب ہیں۔ یا سبحان اللہ پڑھ کر ان کو گزرنے سے منع کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز میں تمہارے سامنے کوئی چیز پیش ہو تو سبحان اللہ کہو۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: جز:1 ص:418 تا 419)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی آدمی گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ آدمی مصلی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اس کو گزرنے سے روکے خواہ سبحان اللہ کہے یا جہر کے ساتھ

قرأت کرے یا ہاتھ یا پیر یا آنکھ کے اشارہ سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا بلکہ اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز ہی جاتی رہی۔ (درمختار: جز:2،ص:485)

مزید علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تسبیح اور اشارہ دونوں کو بلاضرورت جمع کرنا مکروہ ہے عورت کے سامنے سے گزرے تو تصفیق سے منع کرے یعنی داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے اور اگر مرد نے تصفیق کی اور عورت نے تسبیح کی تو بھی فاسد نہ ہوئی مگر خلاف سنت ہوا۔ (درمختار: جز:2،ص:486)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی گزرنے والے کو دفع کرنے کے لئے چل کر نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اس کو منع کرے کیونکہ نماز میں چلنے کا ضرر منع نہ کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے اور جب گزرنے والا اس کی دسترس سے دور ہو تو اشارہ کرکے یا سبحان اللہ کہہ کر اس کو منع کرے۔ امام الحرمین نے کہا: اس کے سینہ پر ملائمت سے مار کر اشارہ کرے۔ علامہ رومانی نے کہا: اس کو شدت سے بہ اصرار روکے خواہ اس کو قتل کرنا پڑے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو اتنی شدت سے نہ روکے کہ جس سے نماز ٹوٹ جائے۔ بعض مالکیہ نے کہا: اس کو ٹانگ سے روکے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر وہ روکنے سے نہ رکے تو اس سے قتال کرے۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس پر اجماع ہے کہ نمازی پر ہتھیاروں سے قتال کرنا لازم نہیں ہے اور نہ اتنی شدت سے روکے جس سے گزرنے والا ہلاک ہو جائے اور اگر اس کے روکنے سے بالفرض گزرنے والا ہو گیا تو اس پر اتفاق قصاص نہیں ہے اور اس کی دیت کے متعلق دو قول ہیں۔ حدیث مبارکہ میں جو ہے اس سے قتال کرے جمہور کے نزدیک اس کا معنیٰ ہے اس کو زبردستی روکے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اس حدیث مبارکہ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت مکروہ ہے۔

(شرح العینی: جز:4،ص:292)

نمازی کے سترہ کے قریب کھڑے ہونے کی حد میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی سترہ کے قریب کھڑا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی اور نمازی کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی تھی۔ علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بکری کے گزرنے کی جگہ کا اعتبار اس وقت ہے جب نمازی کھڑا ہو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ میں نماز پڑھی تھی تو رکوع اور سجود کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے لیکن سترہ اور نمازی میں اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی رکوع اور سجود کر سکے اور اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دفع کر سکے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور عطاء نے فرمایا ہے کہ تین ذراع کا فاصلہ ہو۔ امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اپنے اور سترہ کے درمیان چھ ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے۔

(شرح العینی: جز:4،ص:291)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان یہ کم سے کم فاصلہ ہے۔ عطاء، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم نے یہ کہا ہے کہ اس کی کم از کم مقدار تین ذراع ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ میں نماز ادا فرمائی۔ اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے

اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ ابو اسحاق السبیعی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نماز ادا فرماتے تھے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے اور سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کے قریب ہوتا کہ اس کی نماز کو شیطان قطع نہ کرے۔ (شرح ابن بطال: جز:2، ص:176)

سترہ کس طرح محاذی ہو؟

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: سترہ اپنی دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ ﷺ اس کو اپنے سیدھے یا الٹے ابرو مقدسہ کے سامنے کرتے اور اس کا قصد نہیں فرماتے تھے۔
(شرح العینی: جز:4، ص:291)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1086ھ لکھتے ہیں: سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوؤں کی سیدھ پر ہو اور داہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ (درمختار: جز:2، ص:484)

سترہ کو زمین پر ڈالنے کا یا خط کھینچنے کا اعتبار ہے یا نہیں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء کرام نے یہ ذکر کیا ہے کہ سترہ کے نصب کرنے کا اعتبار ہے سترہ کو زمین پر ڈالنے یا کھینچنے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ مقصود آڑ ہے وہ سترہ کو ڈالنے اور خط کھینچنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ جب زمین نرم ہو تو سترہ نصب کر دیا جائے اور جب زمین سخت ہو اور سترہ کو نصب کرنا ممکن نہ ہو تو زمین پر رکھ دیا جائے کیونکہ جس طرح سترہ کو نصب کرنے کی روایت ہے اس کو رکھنے کی بھی روایت ہے لیکن اس کو طولاً رکھا جائے عرضاً نہ رکھا جائے اور خط کھینچنا اور نہ کھینچنا برابر ہے کیونکہ وہ دیکھنے والے کو دور سے نظر نہیں آتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر نصب کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو طولاً خط کھینچ دے بعض متاخرین نے اس قول پر عمل کیا ہے۔ محیط میں ہے کہ یہ قول غلط ہے قرآتی نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ خط باطل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ علامہ اشہب نے اس کو جائز کہا ہے۔ سعید بن جبیر، امام اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے مگر بعد میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خط سے منع کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں خط کھینچنے کا ذکر ہے اس کے متعلق عبدالحق نے کہا: ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حزم نے محلی میں کہا ہے: خط کے متعلق کوئی حدیث مبارکہ صحیح نہیں ہے اور اس کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔ (شرح العینی: جز:4، ص:292)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر (سترہ کو) نصب کرنا ممکن ہو تو وہ چیز لمبی لمبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے خواہ طول میں ہو یا محراب کی مثل۔ (عالمگیری: جز:1، ص:104)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: خط کھینچنا سترہ نہیں ہے مگر علامہ ہمام شارح ہدایہ متوفی 861ھ بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اور اگر اور کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھ لے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جب سترہ بنانے کے لئے

اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہئے اور حدیث مبارکہ کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔(فتح القدیر: ج:1،ص:355)

آدمی اور جانور کے سترہ بننے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جب ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا آدمی اس کا سترہ بن سکتا ہے مگر اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا نمازی کی جانب منہ کرنا مکروہ ہے۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مسجد کے کسی ستون کی جانب راستہ نہ ملتا تو وہ مجھ سے کہتے کہ میری جانب اپنی پیٹھ کرلو۔ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اشہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی آدمی ایک شخص کی پیٹھ کے پیچھے نماز پڑھے لیکن اس کے پہلو کی جانب نماز نہ پڑھے۔ ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب ایک آدمی بیٹھا ہو تو وہ دوسرے آدمی کی نماز میں سترہ بن سکتا ہے اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ایک آدمی نمازی کا سترہ بن سکتا ہے اور انہوں نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اور نہ یہ شرط لگائی ہے کہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔ فقہاء احناف، ثوری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ باتیں کررہے ہوں ان کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ کوئی آدمی کسی نمازی کے لئے سترہ نہیں بن سکتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہوں ان کی جانب منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے بعض کا منہ اس کی طرف ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس میں گنجائش ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باتیں کرنے والوں کی جانب منہ کرکے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق باتیں کررہے ہوں تو پھر ان کی جانب منہ کرکے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال: ج:2،ص:192)

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: درخت اور جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سترہ ہوسکتا ہے کہ ان کے بعد گزرنے میں کچھ نہیں۔(غنیۃ المستملی: ص:367)

امام کا سترہ نمازیوں کا سترہ ہوتا ہے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔(شرح العینی: ج:4،ص:291)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی سترہ ہے اس کو جدید سترہ کی حاجت نہیں تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے جبکہ امام کے آگے سے نہ ہو حرج نہیں۔(ردالمحتار: ج:2،ص:487)

کعبہ معظمہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: میں نے البحر العمیق میں دیکھا انہوں نے عزالدین بن جماعہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی کی مشکل الآثار سے کہ کعبہ معظمہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں نص صریح ہے کہ المطلب بن ابی وداعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعی سے فارغ ہوئے تو آپ حجر اسود کے سامنے آکر مطاف میں کھڑے ہوگئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مرد اور

عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور ان کے درمیان کوئی سترہ نہ تھا۔(ردالمختار:ج:3،ص:457)

عورت، کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے پر نماز کے ٹوٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر نمازی کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوتی یہ جمہور علماء کا قول ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ، مکحول، ابوالاحوص، حسن بصری اور عکرمہ سے اس کے خلاف منقول ہے۔(شرح العینی:ج:4،ص:408)

جن احادیث میں یہ بیان ہے کہ عورت، کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا تو وہ احادیث نماز نہ ٹوٹنے والی احادیث سے منسوخ ہیں اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور یا پھر ان احادیث کی یہ تاویل ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے عورت، کتایا گدھا گزرے گا تو نمازی کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگی اور نماز میں اس کا جو خشوع اور خضوع تھا وہ منقطع ہوجائے گا۔(شرح العینی:ج:4،ص:408)

سترہ کی حکمت اور فوائد

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: سترہ کی حکمت یہ ہے کہ سترہ کے پار انسان کی نظر نہ جائے اور سترہ پر جمی رہے اور اس کے خیالات ادھر ادھر منتشر نہ ہوں کیونکہ جب وہ دوسری چیزوں کو دیکھے گا تو ان کی طرف توجہ ہوگی اور اس کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے وہ اس کو منضبط کرنے کے لئے ہے۔(اکمال المعلم:ج:2،ص:414)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جہاں انسان لوگوں کے گزرنے سے مامون نہ ہو وہاں پر سترہ رکھنا مشروع اور جائز ہے اور جہاں یہ اطمینان ہو کہ وہاں سامنے سے لوگ نہیں گزریں گے وہاں سترہ کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احادیث کے عموم کی وجہ سے سترہ مطلقاً مشروع ہے اور اس لئے بھی کہ سترہ سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے۔(شرح العینی:ج:4،ص:407)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد کا بیان

یہ باب مساجد کے متعلق ہے۔

289-عَنْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد تعمیر کی رب تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنائے گا۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث:533، مسند احمد:ج:1،ص:

489،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:736،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:1291،مصنف ابن ابی شیبہ:ج:1،ص:310،سنن الترمذی:رقم الحدیث:318)

290-وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلَاتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ یَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا یَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے گھر اور بازار میں نماز ادا کرنے سے پچیس گنا زیادہ درجہ رکھتا ہے وہ اس وجہ سے کہ جب وہ وضو کرتا ہے تو احسن طرح سے وضو کرتا ہے پھر مسجد کی جانب نکل جاتا ہے اس کو صرف نماز ہی نکالتی ہے وہ کسی قدم کو نہیں رکھتا مگر یہ کہ اس کے ذریعہ سے اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک خطاء کو مٹا دیا جاتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے تو ملائکہ نزول رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز والی جگہ پر رہتا ہے کہ اے اللہ عزوجل! اس کے اوپر رحم فرما اور تم میں سے ہر کوئی نماز میں رہتا ہے جب وہ نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:294،جامع الاصول:رقم الحدیث:7085،شرح السنۃ:ج:1،ص:357، صحیح البخاری:رقم الحدیث:611،عمدۃ الاحکام:رقم الحدیث:60،متن عمدۃ الاحکام:رقم الحدیث:60،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:48)

291-وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

انہی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مقام مساجد ہیں اور سب سے برے مقام بازار ہیں۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:48،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:68،جامع الاصول:رقم الحدیث:258،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:1293،جمع الجوامع:رقم الحدیث:690،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:4763،شرح السنۃ:ج:1،ص:350،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:1600)

292-وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

انہی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا بہتر ہے ہزار نمازوں سے جو اس کے ماسوا میں پڑھی ہوں ماسوا مسجد حرام کے۔(اتحاف الخیرۃ المہرۃ:رقم الحدیث:950،البحر الزخار:رقم الحدیث:1093،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:773،اللؤلؤ والمرجان:ج:1،ص:418،معجم الاوسط:رقم الحدیث:1588،معجم الکبیر:رقم الحدیث:1562،المؤطا:رقم الحدیث:462،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:13643)

293- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُوْرُ أُمَّتِيْ حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ ۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَآخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کے اجر پیش کیے گئے حتیٰ کہ وہ تنکا بھی جو مسجد سے نکال لیتا ہے۔ (معجم الاوسط: ج:6،ص:308، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:440، صحیح ابن خزیمہ: ج:2،ص:271، سنن الترمذی: ج:10،ص:158)

294- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

انہی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے۔ (مسند الطیالسی: رقم الحدیث:1988، صحیح مسلم: رقم الحدیث:552، شرح السنۃ: رقم الحدیث:488، سنن النسائی: رقم الحدیث:723، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث:3222، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:3579، سنن دارمی: رقم الحدیث:1395، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1309)

295- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے اس بدبودار درخت سے کھایا وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آنے پائے کیونکہ ملائکہ کو ان چیزوں سے اذیت پہنچتی ہے جن سے انسان کو اذیت پہنچتی ہے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2088، صحیح مسلم: رقم الحدیث:561، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:3825، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:8،ص:266، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1016، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1661، مسند احمد: رقم الحدیث:6419، سنن البیہقی: ج:3،ص:75)

296- وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيْعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ ۔ رَوَاهُ النسائي والتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مسجد میں کسی کو فروخت کرتے یا خریدتے ہوئے دیکھو تو اس وقت کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4142، سنن الترمذی: رقم الحدیث:1242، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:69، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:10004، مستدرک: رقم الحدیث:2339، معجم الاوسط: رقم الحدیث:2609، المنتقی: رقم الحدیث:562، بلوغ المرام: رقم الحدیث:257)

297- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوْهُ بُيُوْتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَصْنَعِ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ أَنْ تَنْزِلَ فِيْهِمْ رُخْصَةٌ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّيْ لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا لِجُنُبٍ ۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلے ہوئے تھے تو ارشاد فرمایا: ان کے دروازے مسجد کی جانب سے بند کر دو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہو گئے اور لوگوں نے کچھ بھی نہ کر رکھا تھا اس امید سے کہ ان کے متعلق کوئی اجازت کا حکم آئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس تشریف لا کر ارشاد فرمایا: ان کے دروازوں کو مسجد کی جانب سے بند کر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے واسطے مسجد کو حلال نہیں ٹھہراتا۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 8752، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 201، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4121، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1327، کنز العمال: رقم الحدیث: 20794، مسند اسحاق بن راہویہ: رقم الحدیث: 1783، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1376)

298- وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابوحمید یا حضرت ابواسید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو اللهم افتح لی ابواب رحمتك پڑھنا چاہئے اور جس وقت باہر نکلے تو اللهم انی اسئالك من فضلك کہنا چاہئے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 3، ص: 515، البحر الزخار: رقم الحدیث: 3144، جامع الاصول: رقم الحدیث: 2322، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 393، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 764، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4115، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1394، سنن النسائی: رقم الحدیث: 721، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2048)

299- وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد کے اندر داخل ہو تو اس کو دو رکعت پڑھ لینا چاہئے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 468، مسند احمد: رقم الحدیث: 22523، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 444، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 316، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1013، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 714، سنن النسائی: رقم الحدیث: 749)

300- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ بَعْدَ مَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَخْرُجْ اَحَدُكُمْ حَتّٰی يُصَلِّیَ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَقَالَ الْهَيْثَمِیُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: ایک شخص مؤذن کے اذان دے چکنے کے بعد باہر نکلا (مسجد سے) تو فرمایا: بہرحال اس نے تو یقیناً ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر لی ہے۔ پھر فرمایا: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا جس وقت تم مسجد میں ہو کہ اتنے میں نماز کے واسطے اذان کہی جائے تو تم میں سے کوئی بھی باہر (مسجد سے) نہ نکلنے پائے حتیٰ کہ نماز ادا

کر لے۔(الاحکام الشرعیۃ الکبری: جز: 2،ص: 100،سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1647،معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5448،معجم الصغیر: رقم الحدیث: 817،جامع الاصول: رقم الحدیث: 42298،جامع الاصول: رقم الحدیث: 4369،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4716،سنن دارمی: رقم الحدیث: 1205)

مسجد کی تعریف

مسجد کا لغوی معنیٰ ہے سجدہ کی جگہ فقہی اصطلاح میں مسجد اس جگہ کو کہا جاتا ہے جسے کسی مسلمان نے اپنی ملک سے الگ کر کے مسلمانوں کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہو اور عبادت کے لئے اذن عام کر دیا ہو۔

مسجد تعمیر کرنے کا حکم

مسجد بنانا مستحسن فعل ہے اور اس پر اجر عظیم کا وعدہ ہے بشرطیکہ مسجد کو ریا کاری اور فخر کی وجہ سے بنایا جائے بلکہ رضائے الٰہی عزوجل کی نیت سے بنایا جائے۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مساجد کی تعمیر میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے اور فخر اور ریا کاری کے خدشہ سے ان کی تعمیر میں مبالغہ سے گریز کرنا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کثرت فتوحات اور مال و دولت کی فراوانی کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنائی ہوئی مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وسائل کی اور بھی زیادہ فراوانی تھی اس کے باوجود انہوں نے صرف اس قدر کیا کہ نفیس پتھروں اور چونے سے دیواریں بنائیں اور ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی انہوں نے مسجد بنانے میں سادگی سے اسی وجہ سے کام لیا کہ ان کو علم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں تزخرف اور زیب و زینت ناپسند ہے اور تاکہ بعد کے لوگ میانہ روی، کفایت شعاری اور زہد میں ان کی پیروی کریں سب سے پہلے جس آدمی نے مسجد کو مزین کیا وہ ولید بن عبدالملک بن مروان تھا یہ اواخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تھا اور اکثر علماء کرام نے فتنہ کے خوف سے اسی پر سکوت کیا۔ ابن المنیر نے کہا ہے کہ اب جبکہ لوگ اپنے گھروں کو مضبوط اور زیب و زینت سے بناتے ہیں تو مستحب ہے کہ مساجد کو بھی خوبصورتی اور زینت سے بنایا جائے تاکہ لوگوں کی نظروں میں مساجد کی وقعت کم نہ ہو۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اگر بیت المال سے صرف نہ کیا جائے اور مساجد کی تعظیم کے قصد سے مساجد کو مزین اور مضبوط بنایا جائے تو اس میں ہمارے فقہاء کرام کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور جن فقہاء کرام نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے۔

(شرح العینی: ج: 4، ص: 207)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: مسجد کو مزید کرنا مکروہ ہے۔ (مرقات: ج: 2، ص: 206)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابوقلابہ نے کہا ہے کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے تو صبح کی نماز کے وقت ہمارا ایک مسجد سے گزر ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔

تو بعض نے کہا کہ ہم دوسری مسجدوں میں جائیں گے۔ تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک

زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو بہت کم آباد کریں گے۔ اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک لوگ مسجد بنانے میں ایک دوسرے پر فخر نہیں کریں گے قیامت قائم نہیں ہوگی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مساجد کو بلند اور مضبوط بناؤں۔ علامہ طیبی نے کہا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مساجد کو مزخرف کرنے کے لئے مجھے ان کو مضبوط بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ زخرفہ کا معنیٰ کسی چیز کو باطل سے مزین کرنا اور یہاں مراد یہ ہے کہ مساجد کو سونے سے مزین کرنا جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے گرجوں کو مزین کر لیا۔ محی السنۃ نے کہا: اب تم بھی ریاکاری کے لئے مسجد بناتے ہو اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لئے مسجدوں کی تزئین کرتے ہو۔ ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے ان احادیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا اور مسجد کی تزئین اور آرائش کرنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض فقہاء کرام نے جو یہ کہا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے۔

اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور مال وقف سے مسجد کی تزئین کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص مال وقف سے مسجد کی تزئین کرے گا اسے اس کا تاوان دینا ہوگا خواہ وہ مسجد کا متولی ہو یا کوئی اور ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی اپنے ذاتی مال سے مسجد کی تزئین اور آرائش کرے تو یہ پھر بھی مکروہ ہے کیونکہ نمازی کی توجہ اس زینت میں مشغول ہوگی اور یہ اپنے مال کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا بھی ہے۔ (شرح العینی: ج:4، ص:206)

علامہ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مسجد کو چونے، ساگوان اور سونے کے پانی سے منقش کرنا جائز ہے اور فقراء پر خرچ کرنا زیادہ افضل ہے۔ اس طرح سراجیہ میں مذکور ہے۔ مضمرات میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح محیط میں ہے البتہ چونا کرنا مستحسن ہے کیونکہ اس سے دیواریں مضبوط ہوتی ہیں۔ اختیار شرح المختار میں اسی طرح لکھا ہے ہمارے بعض مشائخ نے محراب اور قبلہ کی دیوار میں نقش و نگار بنانے کو مکروہ لکھا ہے کیونکہ اس سے نمازی کی توجہ ہٹتی ہے۔ فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے السیر الکبیر کی شرح میں لکھا ہے کہ مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار بنانا مکروہ ہے کم ہوں یا زیادہ البتہ چھت پر نقش و نگار بنانے کی اجازت ہے بہ شرطیکہ کم ہوں اور زیادہ مکروہ ہیں۔ اسی طرح محیط میں ہے نقش و نگار بنانے کے لئے اگر سفید پر سیاہ نقش بنائیں یا اس کے برعکس کریں تو جائز ہے بہ شرطیکہ اپنے ذاتی مال سے بنائے جائیں اور مال وقف سے نقش و نگار بنانا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے۔ (عالمگیری: ج:5، ص:319)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: مسجد کو چونے اور گچ سے منقش کرنا جائز ہے سونے چاندی کے پانی سے نقش و نگار کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی آدمی اپنے مال سے ایسا کرے مال وقف سے ایسا نہیں کر سکتا بلکہ متولی مسجد نے اگر مال وقف سے سونے چاندی کا نقش کرایا تو اسے تاوان دینا ہوگا ہاں اگر بانی مسجد نے نقش کرایا تھا جو خراب ہو گیا تو متولی مسجد مال مسجد سے بھی نقش و نگار کرا سکتا ہے بعض مشائخ دیوار قبلہ میں نقش و نگار کرنے کو مکروہ بتاتے ہیں کہ نمازی کا دل ادھر متوجہ ہوگا۔ (درمختار و ردالمحتار: ج:9، ص:636)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث اور سلف صالحین سے متعدد آثار میں منقول ہے کہ مساجد کو منقش اور مزین بنانا مکروہ ہے۔ حبیب بن شہید نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ جب مسجد بنائی گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس کو کیسے بنائیں؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے بھائی سے اعراض نہیں کرتا

اس کی چھت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چھت کی مانند بناؤ۔ اور یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم اپنی مساجد کو مزید کرو گے اور اپنے مصاحف کو زیور پہناؤ گے تو تم پر ہلاکت آجائے گی۔ یہ آثار اور حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور فتنہ انگیزی اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے خوف سے اس کی تزئین میں غلو کو ترک کر دینا چاہئے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مسجد کی تعمیر کے لئے کہا تو انہوں نے اس سے فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ اور زرد رنگ سے اجتناب کرو تا کہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس چیز کو اس سے سمجھا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ کی نقش و نگاروں والی چادر واپس کر دی تھی جب نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی اور آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یہ مجھے فتنہ میں ڈال دے گی یعنی اس پر نظر پڑنے سے میرے خضوع اور خشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہماک اور استغراق میں فرق آئے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت سے ممالک پر فتح عطا فرمائی تھی اور ان کو بہت مال عطا فرمایا تھا اس کے باوجود انہوں نے مسجد نبوی کو اس طرح سادہ رکھا جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سادہ تھی پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے صرف اتنی تبدیلی کی کچی اینٹوں کی جگہ پتھر اور چونا لگایا اور کھجور کی شاخوں کے بجائے ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بہت زیادہ مزین نہیں کیا کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک یہ کام مکروہ ہے اور تا کہ دنیاوی زیب و زینت کے حصول میں میانہ روی اور زہد میں ان کی اقتداء کی جائے۔ القاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انصار نے مال جمع کیا پس کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس مسجد کو بنائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس سے منافق خوش ہوں گے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومنین کو چاہئے کہ وہ منافقین کو خوش نہ کریں۔ (شرح ابن بطال: جز:2، ص:122)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مساجد کی اپنی طرف اضافت کی ہے قرآن مجید میں ہے: "اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" (التوبہ:18) اور درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مساجد پر گھروں کا اطلاق فرمایا ہے: "فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ" (النور:36) جن گھروں کو بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

پس مسجد دنیا میں سب سے افضل گھر ہے اور زمین کا سب سے عمدہ قطعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے والے کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ وہ اس کے لئے جنت میں محل بنا دے گا اور جب تک مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور اس کے لئے نماز پڑھی جاتی رہے گی اس کا اجر اور ثواب مسجد بنانے والے کے لئے اس کی زندگی میں بھی لکھا جاتا رہے گا اور اس کی موت کے بعد بھی لکھا جاتا رہے گا اور مسجد بنانے کا وہ اجر ہے جو اس کے عمل کی جنس سے دیا جاتا رہے گا۔ (شرح ابن بطال: جز:2، ص:126)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت محمود بن لبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا ان کی خواہش تھی کہ مسجد کو اس کی حالت پر رہنے دیا جائے یعنی جس طرح نبی کریم ﷺ کے عہد میں مسجد تھی اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے۔ امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے شاید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس لئے ناپسند کیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نقش و نگار والے پتھروں سے مسجد بنا رہے تھے انہوں نے محض مسجد کی توسیع

کرنے کو ناپسند نہیں کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد کی توسیع نقش ونگار والے پتھروں سے کی تھی اور اس کو مزین بھی کیا تھا۔
(فتح الباری: جز:2،ص:98)

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے یا مسجد حرام میں؟ فقہاء کرام کے نظریات

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے یا مسجد حرام میں اس کے متعلق فقہاء کرام کے نظریات حسب ذیل ہیں:

علامہ نورالدین علی بن سمہودی کا قول

علامہ نورالدین علی بن سمہودی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت مسجد نبوی میں نماز پڑھنا لاکھوں نمازوں سے افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں مسجد حرام کے استثناء کا بیان کرتے ہوئے علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ باقی مساجد سے مسجد نبوی کی ایک نماز ہزار درجہ افضل ہے اور مسجد حرام سے بھی افضل ہے مگر ایک ہزار درجہ افضل نہیں ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد حرام کی نماز باقی مساجد سے سو گنا افضل ہے لہٰذا مسجد نبوی کی نماز باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہوئی اور مسجد حرام سے نو سو درجہ زیادہ ہوئی۔ (وفاء الوفاء: جز:1،ص:417)

اس بحث میں علامہ سمہودی نے مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس سے یعنی مسجد مدینہ سے ایک سو نمازوں سے افضل ہے۔

اور ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ زیادہ افضل ہے اور شیخ ابن حزم ظاہری اور علامہ ابن عبداللہ مالکی کا یہی رجحان ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے۔ (وفاء الوفاء: جز:1،ص:419)

علامہ سمہودی نے مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق احادیث مبارکہ نقل کر دی ہیں اور یہ دونوں احادیث مبارکہ بظاہر متعارض ہیں اور کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہے اس بارے میں آسان بات یہ ہے کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ماجہ کے حوالہ سے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔ (شرح العینی: جز:2،ص:256)

علامہ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی کا قول

علامہ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے یا مکہ مکرمہ

مدینہ منورہ سے افضل ہے اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور مدینہ منورہ کے اکثر علماء نے کہا کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تمام روئے زمین میں سب سے افضل مکہ مکرمہ ہے۔عطاء بن ابی رباح اور تمام اہل مکہ مکرمہ واہل کوفہ کا یہی قول ہے۔اہل بصرہ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے مکہ مکرمہ کو فضیلت دی اور بعض نے مدینہ منورہ کو اور جمہور فقہاء کرام یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ درجہ افضل ہے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنا باقی مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔سفیان بن عیینہ کا بھی یہی قول ہے۔(الاستذکار: ج:7،ص:226، التمہید: ج:2،ص:664 تا 665)

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی کا قول

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: اس پر سب کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی جگہ تمام روئے زمین میں سب سے افضل ہے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ روئے زمین میں سب سے افضل ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی جگہ کے علاوہ میں اختلاف ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں ہے کہ میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار درجہ افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے نوسو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک سو درجہ افضل ہے اور اہل مکہ اور اہل کوفہ کا یہ قول ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک سو درجہ افضل ہے جیسا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے اور باقی مساجد پر اس کی فضیلت ایک لاکھ درجہ ہے۔(اکمال المعلم: ج:4،ص:511)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا قول

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن رشد اور ہمارے شیخ ابو عبد اللہ کا مسلک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو نماز کا قبلہ بنایا ہے اور کعبہ معظمہ کی زیارت کو حج قرار دیا ہے اور مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جو حرم مکہ مکرمہ میں شکار کرے اس پر تاوان واجب ہے اور حرم مدینہ منورہ میں شکار کرنے والے پر تاوان واجب نہیں ہے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ مکہ مکرمہ کی حرمت کی وجہ سے اس میں حدود قائم کرنی جائز نہیں ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے: "ومن دخله كان امنا" جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا۔

اور حرم مدینہ منورہ کے متعلق کسی کا یہ قول نہیں ہے کہ اس میں حد قائم نہ کی جائے اور کسی جگہ کی فضیلت اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس میں نیکیوں اور گناہوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے۔حرم مدینہ منورہ کی بہ نسبت حرم مکہ مکرمہ میں گناہ کرنا زیادہ سخت ہے اور یہ مکہ مکرمہ کی مدینہ منورہ پر فضیلت کی دلیل ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رہنے کی جو ترغیب دی ہے اس سے مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور آپ نے جو یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ عزوجل! مدینہ منورہ کے صاع اور مد میں برکت فرما۔اس دعا

سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہو۔ اسی طرح آپ نے فرمایا: جو مدینہ منورہ کے مصائب پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہو۔ اسی طرح آپ نے فرمایا: مجھے اس شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے جو تمام شہروں کو کھا جائے گا۔ اس سے بھی مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ پر فضیلت لازم نہیں آتی بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ دوسرے شہروں کے لوگ مدینہ منورہ میں آ کر رہنے لگیں گے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:4،ص:507تا508)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک مدینہ منورہ حرم نہیں ہے اور راجح قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے ماسوا اس جگہ کے جہاں نبی کریم ﷺ کا جسد انور ہے کیونکہ وہ جگہ مطلقاً افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ معظمہ عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:257)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: سید فاسی نے شفاء الغرام میں لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے تین روایات حاصل ہوتی ہیں: 1-مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے۔ 2-ہزار درجہ افضل ہے۔ 3-ایک لاکھ درجے افضل ہے سو جو آدمی مسجد حرام میں ایک نماز پڑھ لے تو اس کی وہ نماز اس کی عمر کی دو سو پچاس سال چھ ماہ بیس دن کی نمازوں کے برابر ہے اور اگر وہ ایک دن میں پانچ نمازیں پڑھے تو اس کو پانچ سے ضرب دے دیں یہ تو تنہا پڑھی ہوئی نمازوں کی مقدار ہے اور اگر اس نے جماعت کے ساتھ ایک دن نماز پڑھی ہو تو اس کا عدد حضرت نوح علیہ السلام کی دگنی عمر کو پہنچ جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ اجر فرض نمازوں کے ساتھ مختص ہے اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ فرض ہو یا نفل سب کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوگا پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ خصوصاً مسجد حرام مراد ہے یا پورے حرم کا یہ حکم ہے۔ محب طبری کا مذہب یہ ہے کہ خصوصاً مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پورے حرم میں نماز پڑھنے کا یہی ثواب ہے اور ایسی بھی احادیث ہیں کہ روزہ اور دیگر عبادات کا ثواب بھی حرم میں ایک لاکھ درجہ زیادہ ہوتا ہے لیکن ان کا ثبوت اس پائے کا نہیں ہے جس طرح نماز کی احادیث کا ثبوت ہے۔ علامہ بیری نے شرح الاشباہ والنظائر میں احکام المسجد کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب (احناف) کا مذہب یہ ہے کہ ایک لاکھ گنا اضافہ تمام مکہ مکرمہ کو شامل ہے بلکہ تمام حرم مکہ مکرمہ کو شامل ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:188)

نیز علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: قاضی عریاض وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر انور کعبہ معظمہ سے افضل ہے اور اس پر اجماع ہے اور قبر انور کے ماسوا مدینہ منورہ میں اختلاف ہے۔ ابن عقیل حنبلی نے کہا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور تاج فاکہی نے کہا ہے کہ زمین آسمانوں سے افضل ہے کیونکہ زمین میں آپ ﷺ آرام فرما ہیں۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:257، جز:4،ص:47)

فقیر کہتا ہے: مسجد نبوی کو خصوصیت کا مقام حاصل ہے وہاں پر چالیس نمازیں پڑھنے والے کے لئے دوزخ کے عذاب سے نجات لکھ دی جاتی ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور درمیان میں کوئی نماز قضا نہیں ہوئی اس کے لئے دوزخ کے عذاب سے نجات عذاب سے نجات اور نفاق سے نجات لکھ دی جائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 12611، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5440)

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ عزوجل! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما کیونکہ انہوں نے ہمیں ہمارے وطن سے وبا کی زمین کی طرف نکال دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! ہمیں مدینہ منورہ ایسا محبوب بنا دے جیسے ہمیں مکہ مکرمہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ عزوجل! ہمارے صاع اور مد میں برکت دے۔ ہمیں صحت دے اور مدینہ منورہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے ہم مدینہ منورہ آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر سب سے زیادہ وبا والی زمین تھی اور بطحان نالہ آہستہ آہستہ بہتا رہتا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1889)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد   ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

تحیۃ المسجد پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

مسجد میں داخل ہونے کے بعد مسجد کی تعظیم کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔ احناف کے نزدیک جن اوقات میں نوافل یا مطلقاً نماز پڑھنا منع ہے ان اوقات میں تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے، صبح کی اذان کے بعد دو رکعت سنت کے علاوہ اور عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے اور اسی طرح طلوع شمس، استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے اس لئے ان اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 636)

جو شخص مسجد میں آئے اسے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ چار پڑھے۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 555)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اوقات ممنوعہ میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 248)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں دو قول ہیں مشہور قول یہ ہے کہ نا جائز ہے اور ایک قول جواز کا ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 431)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اہل فتویٰ کی جماعت اس پر متفق ہے کہ حدیث ابوقتادہ سلمی استحباب پر محمول ہے ہر وہ شخص جو مسجد میں باوضو داخل ہو اور اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہو تو اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ مستحسن ہے واجب نہیں ہے۔ اہل ظاہر نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ آدمی جو اس وقت مسجد میں داخل ہو جب نماز پڑھنا جائز ہو تو اس پر یہ نماز پڑھنا فرض ہے اور بعض اہل ظاہر نے کہا: یہ ہر وقت فرض ہے کیونکہ کسی نیک کام سے اس وقت تک منع نہیں کیا جاتا جب تک اس کے خلاف اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہو۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن حضرت سلیک اس وقت آئے جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی

لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آ کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کو یہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو ایذاء دی اور تم دیر سے آئے پس یہ حدیثیں حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ حضرت سلیک کی حدیث کو استحباب پر محمول کیا جائے جس طرح جمہور نے کہا ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان اہل ظاہر کا قول غلط ہے جنہوں نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی آدمی مسجد میں آئے تو وہ نماز پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح جب سورج سر پر ہو اس وقت بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے پس جو آدمی ان اوقات میں مسجد میں داخل ہوگا تو اس کے لئے آپ کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے۔ آپ کا یہ حکم اس آدمی کے لئے ہے جو ان اوقات سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔

(شرح معانی الآثار: جز:1، ص:481)

اور متقدمین کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ وہ مسجد سے گزرتے تھے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ زید بن اسلم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب مسجد میں داخل ہوتے تھے پھر باہر آتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ زید بن اسلم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت زید بن ثابت اور سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے اور قاسم بن عبداللہ مسجد میں داخل ہوتے پھر مسجد میں بیٹھ جاتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ شعبی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور جابر بن زید نے کہا: تم جب مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز پڑھو پس اگر تم نماز نہیں پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو پھر گویا کہ تم نے نماز پڑھ لی۔

(شرح ابن بطال: جز:2، ص:116)

خطبہ جمعہ کے وقت تحیۃ المسجد پڑھنے میں مذاہب فقہاء

امام شافعی، امام احمد اور بعض تابعین کا نظریہ ہے کہ جمعہ کے دن جب کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہ نظریہ ہے کہ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد نہ پڑھی جائے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:287)

مسجد میں نماز کی جگہ بیٹھنے پر گناہوں کا معاف ہونا

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال مالکی نے فرمایا ہے کہ جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ بغیر کسی مشقت کے اس کے گناہ معاف ہو جائیں اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ میں بیٹھنے کو لازم کر لینا چاہئے تاکہ ملائکہ اس کے لئے زیادہ دعائیں اور استغفار کریں کیونکہ ملائکہ کی دعا کے مقبول ہونے کی بہت امید ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى" (انبیاء: 28) اور وہ صرف ان ہی کی شفاعت کرتے ہیں جن کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

نیز علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس آدمی کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر

دیے جاتے ہیں اور جب امام آمین کہتا ہے تو ملائکہ صرف ایک بار آمین کہتے ہیں اور جو نمازی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں جتنی دیر تک بیٹھا رہے اتنی دیر تک ملائکہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں لہٰذا اس موقع کی دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے نیز نبی کریم ﷺ نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لئے انتظار کرنے کو سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس کو رباط (یعنی سرحد پر پہرہ دینا) فرمایا ہے اور اس کو تاکید کے ساتھ دو بار رباط فرمایا ہے پس ہر عقل والے مومن پر لازم ہے کہ جب اس کی نماز کے بعد نماز کی جگہ پر بیٹھنے کے فضائل معلوم ہوں تو وہ نماز کی جگہ پر بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ فرشتوں کے استغفار کے حصول کی کوشش کرے۔

(شرح العینی: جز:4،ص:300)

مساجد میں خرید وفروخت کے متعلق مذاہب فقہاء

مساجد میں خرید وفروخت ناجائز ہے یا جائز اس کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: مساجد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، تلاوت قرآن مجید اور نماز کے لئے بنایا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی مسجد میں خرید وفروخت کا ارادہ کرے تو تم اس سے کہو کہ تم دنیا کے بازار میں جاؤ یہ آخرت کا بازار ہے۔ مسجد صرف امور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور جو چیز امور اللہ سے نہ ہو اس کو مسجد سے دور رکھنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:2،ص:136)

بازار کے سب سے بری جگہ ہونے کے متعلق فقہاء کرام کی آراء

مساجد اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین جگہ ہے کیونکہ وہاں پر عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار کیا جاتا ہے اور بازار میں بالعموم ذکر الٰہی سے اعراض، جھوٹ، جھوٹی قسمیں، وعدہ خلافی، ملاوٹ، دھوکہ، فریب، سود اور کئی انواع واقسام کے کبیرہ گناہ ہوتے ہیں جو کہ رب تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب ہیں اسی وجہ سے بازار اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ جگہ ہیں اگر وہاں پر مساجد بنادی جائیں اور مسلمان وہاں پر نماز کے وقت نماز ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت برسے گی۔

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: جس حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور زمین کا بہترین ٹکڑا مساجد ہیں جیسا کہ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض اس کی سند صحیح بھی ہو تو یہ بازار میں مسجد بنانے سے مانع نہیں ہے کیونکہ اب جس زمین کے ٹکڑے میں مسجد ہوگی وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہوگا۔

(فتح الباری: جز:2،ص:115)

جماعت کے ساتھ پچیس اور ستائیس درجہ کی احادیث میں تطبیق

اس باب کی حدیث میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پچیس درجہ ثواب کی فضیلت بیان ہوئی ہے جبکہ ایک اور حدیث میں ستائیس درجہ کی فضیلت ہے اس کی تطبیق میں علماء کی آراء حسب ذیل ہیں:

علامہ فضل اللہ بن سعید الحسن التوربشتی متوفی 661ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے پہلے پچیس درجات کی خبر دی پھر ستائیس درجات

کی خبر دی حقیقت میں اس کی وجہ علوم نبوت کی طرف راجع ہے ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں بہ طور احتمال یہ کہا جاسکتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد مثلاً نمازیوں کا جمع ہونا اوران کا صفیں بنانا، اقتداء کے فوائد اور شعائر اسلام کا اظہار یہ تمام چیزیں نبی کریم ﷺ پر منکشف کی گئیں اوران کی وجہ سے پہلے آپ کو پچیس درجہ جماعت کی فضیلت پر مطلع فرمایا اور پھر ستائیس درجہ فضیلت پر مطلع فرمایا لیکن اس کے حقیقی سبب کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو علم ہے۔ (کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ: ج:1،ص:285)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: اس قسم کی چیزوں کے اسرار کا تو شارع علیہ السلام ہی کو علم ہے لیکن بہ طور احتمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر بڑھایا اور پانچ کو پانچ میں ضرب دی تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا لہٰذا ہر نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا پھر اگر یہ کہا جائے کہ ستائیس درجہ فضیلت کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد سترہ ہے اور دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس ہے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا تو اس طرح جماعت کے ساتھ نماز کا اجر ستائیس گنا کر دیا۔ (شرح الکرمانی: ج:4،ص:139)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مجھے اس مقام پر انوار الٰہیہ، اسرار ربانیہ اور عنایات محمدیہ سے جو وجہ منکشف ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو دگنا کر دیا اور چونکہ انسان پانچ وقت نماز پڑھتا ہے تو ان بیس میں پانچ اور ملائے تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا لہٰذا جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عدد میں اکائی ہے، دہائی ہے، سینکڑہ ہے، ہزار ہے اور لاکھ ہے اور ان میں متوسط سینکڑہ ہے اور اس کا چوتھائی پچیس ہے اور چوتھائی کل کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا متوسط پچیس کا عدد ہو گیا اور اس لئے جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا۔ ستائیس درجہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ سابقہ تقریر کے لحاظ سے بہ طور فضل نمازوں کا اجر بیس درجہ ہے اور ہفتہ کے دن سات ہیں لہٰذا جب بیس کے ساتھ سات ملائے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا اور یوں جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر ستائیس درجہ زیادہ ہو گیا۔ (شرح العینی: ج:4،ص:381)

لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں آنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال البکری القرطبی المالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: لہسن کھانا مباح ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: جس نے (کچا) لہسن کھایا وہ ہماری مساجد میں نہ آئے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں ہے برخلاف اہل ظاہر کے وہ جماعت سے نماز پڑھنے کو فرض کہتے ہیں اور لہسن کھانے کو حرام کہتے ہیں اور متقدمین کی ایک جماعت نے کچا لہسن کھایا ہے فقہاء کا اس حدیث کی توجیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا: آپ نے صرف مسجد نبوی میں کچا لہسن کھا کر آنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہاں پر وحی لانے والے فرشتے آتے ہیں۔ جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حکم میں مسجد نبوی اور باقی مساجد برابر ہیں اور وحی لانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے برابر ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس سے بنو آدم کو ایذاء ہوتی ہے اور فرمایا: کچے لہسن کی بو سے ہمیں ایذاء ہوتی ہے اور جو آدمی مسلمان کے ساتھ بیٹھا ہو اس کو ایذاء پہنچانا جائز نہیں ہے۔ ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن لہسن کھایا میری رائے ہے کہ وہ مسجد میں جمعہ کے لئے حاضر نہ ہو اور جس آدمی پر جمعہ فرض ہے

اس نے لہسن کھایا تو اس نے بہت برا کام کیا۔اس میں یہ دلیل ہے کہ جس آدمی سے ایذاء پہنچے جیسے جذامی یا جن کی ناک بہت بہتی ہو یا بہت زیادہ چھینکنے والے یا اس جیسے دیگر لوگ وہ مسجد سے دور رہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کچا لہسن کھا سکتے ہو اور اپنے نہ کھانے کی وجہ بیان فرمائی۔ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔ المہلب نے اس جملہ کی شرح میں فرمایا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے بنوآدم سے افضل ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ المہلب کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا اور مسجد میں جس طرح فرشتے ہوتے ہیں بنوآدم میں سے نمازی بھی ہوتے ہیں اور جس طرح فرشتوں کو بدبو سے ایذاء پہنچتی ہے بنوآدم کو بھی ایذاء پہنچتی ہے نیز جب بنوآدم کو اس سے ایذاء پہنچے گی تو وہ اپنی مجلس میں اس شخص کی مذمت کریں گے اور غیبت میں مبتلا ہوں گے تو نبی کریم ﷺ نے اس لئے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمادیا لہٰذا اس حکم سے فرشتوں کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مسجد میں کچا لہسن کھا کر آنا ممنوع ہے اور بازاروں میں کچا لہسن کھا کر جانا ممنوع نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:2:ص:536)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: مسجد میں کچا لہسن، پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک بو باقی ہو کہ فرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد سے قریب نہ آئے کہ ملائکہ کو اس چیز سے ایذاء ہوتی ہے جس سے آدمی کو ہوتی ہے۔'' اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو جیسے گندنا، مولی، کچا گوشت، مٹی کا تیل، وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے میں بو اڑتی ہے، ریاح خارج کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جس کو گندہ دہنی کا عارضہ ہو یا کوئی بدبودار زخم ہو یا کوئی دوا بدبودار لگائی ہو تو جب تک بو منقطع نہ ہو اس کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے یونہی قصاب اور مچھلی بیچنے والے اور کوڑھی اور سفید داغ والے اور اس شخص کو جو لوگوں کو زبان سے ایذاء دیتا ہو مسجد سے روکا جائے گا۔ (بہار شریعت: ج:1:ص:648)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اذان ہو چکنے کے بعد مسجد سے باہر نکل جانا

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو چکی ہو مکروہ تحریمی ہے یہ غالب حکم پر ہے اور مراد دخول وقت ہے خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو البتہ اس شخص کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت کا انتظام کرنا ہے یا اپنے محلہ کی مسجد کی جانب جانا ہے درآنحالیکہ وہاں لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد سے سبق لینا ہے یا وعظ سننا ہے یا کوئی حاجت ہے اور وہ آدمی دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (درمختار: ج:1:ص:99)

ردالمحتار میں قولہ للنھی سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی حاجت وضرورت کے چلا گیا اور واپسی کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو وہ منافق ہے اور اسی میں بحر سے ہے کہ اگر جماعت لوگوں نے اس لئے مؤخر کی کہ وقت مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز تو کوئی آدمی چلا گیا پھر لوٹ آیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی تو اسے مکروہ قرار نہ دینا ہی مناسب ہے اور نہر میں اس پر کلام علماء کی وجہ سے جزم کا اظہار کیا ہے۔ ماتن کا قول الالمن ینتظم (مگر جس نے نماز کا انتظام کرنا ہے) وہ نکل سکتا ہے خواہ اقامت

شروع ہوچکی ہو۔(ردالمحتار:جز:2،ص:54)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَى الْمَسَاجِدِ

باب:عورتوں کے مسجد میں جانے کا بیان

یہ باب عورتوں کے مسجد میں جانے کے حکم میں ہے۔

301-عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَاْذَنَكُمْ نِسَاءُ كُمْ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاْذَنُوا لَهُنَّ .رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا ابن ماجة ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہاری عورتیں تم سے رات میں مسجد کی جانب جانے کا اذن طلب کریں تو انہیں اذن دے دیا کرو۔(مسند ابی یعلی:رقم الحدیث:5559،مسند احمد:رقم الحدیث:4522،معجم الکبیر:رقم الحدیث:13255،صحیح مسلم:رقم الحدیث:442،سنن النسائی:رقم الحدیث:706،مسند ابو حنیفہ:رقم الحدیث:134)

302-وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ و اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مساجد سے مت روکو اور انہیں خوشبو لگا کر نہیں نکلنا چاہیے۔(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:566،سنن دارمی:رقم الحدیث:1279،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2214،مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:7610،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:1679،مسند احمد:جز:2،ص:438)

303-وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ نِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ الْمَسَاجِدَ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مساجد سے مت روکو اور انہیں خوشبو لگا کر نہیں نکلنا چاہیے۔(سنن البیہقی الکبریٰ:جز:3،ص:133،معجم الصغیر:جز:1،ص:271،الموطا:جز:1،ص:198،صحیح ابن خزیمہ:جز:3،ص:98،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:482)

304-عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ اَدْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ ۔ اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ عورتوں نے جو اب حال بنا رکھا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے تو انہیں ضرور مسجد سے روک دیتے جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:445،صحیح مسلم:رقم الحدیث:869،مسند الطحاوی:رقم الحدیث:9312،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:569)

305- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَاَةٍ اَصَابَتْ بَخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ و اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت کسی خوشبو کو لگائے تو وہ ہماری معیت نماز عشاء میں حاضر نہ ہو۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1043، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 45، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 9424، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 9881، جامع الاصول: رقم الحدیث: 2926، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 8559، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3644، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5157)

306- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُوَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ عَمَّتِهٖ اُمِّ حُمَیْدٍ امْرَاَةِ اَبِیْ حُمَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا جَآءَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّیْنَ الصَّلٰوةَ مَعِیْ وَصَلٰوتُكِ فِیْ بَیْتِكِ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِیْ حُجْرَتِكِ وَصَلٰوتُكِ فِیْ حُجْرَتِكِ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِیْ دَارِكِ وَصَلٰوتُكِ فِیْ دَارِكِ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلٰوتُكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَیْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِیْ مَسْجِدِیْ قَالَ فَاَمَرَتْ فَبُنِیَ لَهَا مَسْجِدٌ فِیْ اَقْصٰی شَیْءٍ مِّنْ بَیْتِهَا وَاَظْلَمِهٖ فَكَانَتْ تُصَلِّیْ فِیْهِ حَتّٰی لَقِیَتِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عبداللہ بن سوید انصاری اپنی پھوپھی جان ام حمید سے جو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں سے راوی ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نماز کو پڑھنا محبوب جانتی ہوں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے پتہ ہے کہ تم میری معیت نماز پڑھنے کو محبوب سمجھتی ہو جبکہ تمہارا اپنے کمرے کے اندر نماز ادا کرنا تمہارے اپنے حجرہ میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے حجرہ میں نماز ادا کرنا تمہارے واسطے اپنے گھر کے صحن میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اور تمہارا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا تمہارے واسطے اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز ادا کرنا تمہارے واسطے میری مسجد میں نماز سے بہتر ہے چنانچہ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے حکم دیا تو ان کے واسطے ان کے گھر کے اندر انتہائی اندھیری جگہ میں مسجد بنادی گئی تو وہ ادھر ہی نماز ادا فرمایا کرتی تھیں حتیٰ کہ وہ خالق حقیقی سے جاملیں (یعنی وفات پاگئیں) (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7702، مسند احمد: ج: 6، ص: 371، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2217، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 356، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1689)

307- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا صَلَّتِ امْرَاَةٌ خَیْرٌ لَّهَا مِنْ قَعْرِ بَیْتِهَا اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ اَوْ مَسْجِدُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا امْرَاَةٌ تَخْرُجُ فِیْ مُنْقَلَیْهَا یَعْنِیْ خُفَّیْهَا . رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْكَبِیْرِ وَقَالَ الْهَیْثَمِیُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی عورت نے بھی نماز ادا نہ کی جو اس کے واسطے اس کے گھر کے کونے والے مقام پر

نماز ادا کرنے سے بہتر ہو ماسوا مسجد حرام یا مسجد نبوی کے مگر یہ کہ کوئی عورت اپنے موزوں کو پہنے ہوئے نکلے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9472، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7696)

308- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ يُصَلُّوْنَ جَمِيعًا فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا كَانَ لَهَا خَلِيلٌ تَلْبَسُ الْقَالِبِيْنَ تَطُوْلُ بِهَا لِخَلِيلِهَا فَالْقَى اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَ فَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ اَخْرِجُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجَهُنَّ اللهُ قُلْنَا مَا الْقَالِبِيْنِ قَالَ رَفِيْضَتَيْنِ مِنْ خُشُبٍ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ .

انہی (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورت اکٹھے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے چنانچہ عورت کا جب کوئی دوست ہوتا تو وہ قالبین پہنے ہوئے اس کے واسطے مزین ہو جاتی تھی تو رب تعالیٰ نے ان کے اوپر حیض کو ڈال دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ان عورتوں کو اس جگہ سے نکال دو جہاں سے رب تعالیٰ نے ان کو نکال دیا ہم عرض گزار ہوئے: قالبین کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: لکڑی کی تیار شدہ جوتیاں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9484، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5115)

309- وَعَنْ اَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ اَنَّهٗ رَاٰى عَبْدَاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْرِجُ النِّسَاءَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقُوْلُ اُخْرُجْنَ اِلٰى بُيُوْتِكُنَّ خَيْرٌ لَّكُنَّ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ .

ابوعمرو شیبانی کا بیان ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ عورتوں کو مسجد سے باہر نکال رہے تھے اور فرما رہے تھے: اپنے گھر کو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9475، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5201)

مذاہب اربعہ

عورتوں کا مساجد میں جا کر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتیں نماز پڑھتی تھیں درآں حالیکہ وہ چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں اور اندھیرے میں ان کو پہچانا نہیں جاتا تھا۔ (المغنی مع شرح الکبیر: ج: 2، ص: 37)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں علامہ ابن قدامہ نے ایک قول ذکر کیا ہے دوسرے قول کے متعلق علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی 885 لکھتے ہیں: دوسری روایت یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں فرض نماز پڑھنا مکروہ ہے اور نفل جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا مسجد میں نماز پڑھنا مطلقاً غیر مستحب ہے اور ایک روایت ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ اکیلی نماز پڑھیں رہا عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا تو مشہور مذہب یہ ہے کہ جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے اسی طرح فروع میں ہے

یہی قاضی اور ابن تمیم کا مختار ہے۔ مذہب اور مسبوک الذہب میں بھی اسی پر جزم ہے۔ رعایۃ کبریٰ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے۔ ہدایہ خلاصہ، رعایۃ صغریٰ، حاویین وغیرہا سب کتابوں میں یہی لکھا ہے اور بوڑھی عورتوں کے لئے مردوں کے ساتھ جانا جائز ہے محرر میں بھی یہی لکھا ہے۔ (انصاف: ج:2، ص:213)

نیز علامہ مرداوی لکھتے ہیں: علامہ ابن قدامہ نے ظاہر احادیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینا مکروہ ہے اور علامہ مجد نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ مرد کو جب فتنہ یا ضرر کا خدشہ ہو تو وہ عورت کو مسجد میں جانے سے منع کر دے اور مجمع البحرین میں ہے کہ جب فتنہ یا ضرر کا خوف ہو تو عورت کو منع کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا۔ قاضی نے کہا ہے کہ جب فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا۔ ابن تمیم اور ابن حمدان نے رعایت کبریٰ اور حاوی کبیر میں یہ لکھا ہے کہ جب فتنہ اور ضرر کا خدشہ نہ ہو تو پھر عورت کو منع کرنا مکروہ ہے۔ نصیحہ میں لکھا ہے کہ عید کے دن عورت کو نکلنے سے سختی سے منع کیا جائے گا اور یہ کہا ہے کہ اس وقت میں ان کو روکنا خود ان کے لئے فائدہ کی وجہ سے ہے اور جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ ان کو مسجد میں جانے سے روکنا مکروہ ہے اس وقت میں بھی ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ (انصاف: ج:2، ص:243)

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں: مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ اور آزمائش ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں۔ بعض فقہاء نے بوڑھی عورتوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (فتح الباری لابن رجب: ج:5، ص:309)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکنے کو احادیث مبارکہ میں منع کیا ہے لیکن عورتوں کے مسجد میں جانے کا جواز چند شرائط سے مشروط ہے اور یہ شرائط بھی احادیث مبارکہ سے ماخوذ ہیں۔ عورت نے خوشبو نہ لگائی ہو، بناؤ سنگھار نہ کیا ہو، پازیب نہ پہنی ہو جس کی آواز سنائی دے، شوخ لباس نہ پہنا ہو، مردوں کے ساتھ مخلوط نہ ہو، جوان یا خوبصورت عورت نہ ہو جس سے فتنہ کا خدشہ ہو اور راستہ میں کسی خرابی اور فساد کا خوف نہ ہو۔ حدیث مبارکہ میں جو عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کے لئے منع کیا ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے اور یہ اس وقت مکروہ ہے جب عورت کا شوہر ہو اور یہ تمام شرائط پائی جائیں اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو عورت کا مسجد میں جانا حرام ہے۔ (شرح للنواوی: ج:1، ص:183)

نیز علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: عورتوں پر جماعت فرض نہیں ہے فرض عین نہ فرض کفایہ لیکن ان کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے پھر اس میں دو صورتیں ہیں ان کے حق میں مردوں کی طرح جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے حق میں مردوں کی طرح جماع سے نماز پڑھنا مؤکد نہیں ہے اس لئے ان کا جماعت کا ترک کرنا مکروہ نہیں ہے اور مردوں کے حق میں جماعت کو ترک کرنا مکروہ ہے اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان کے حق میں جماعت سے نماز پڑھنا سنت ہے

اور گھروں میں ان کا جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے اور اگر وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے اور بوڑھی عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔(روضۃ الطالبین: ج:۱،ص:444)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن دقیق العید نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کی ممانعت کا حکم عورتوں کو شامل ہے لیکن فقہاء کرام نے اس حکم کو چند شرائط کے ساتھ مقید کیا ہے ایک شرط یہ ہے کہ وہ خوشبو نہ لگائے کیونکہ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائے اور اچھے کپڑے اور زیورات کا نہ پہننا بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح مردوں کے ساتھ مخلوط ہونا بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ بعض مالکی اور دوسرے فقہاء نے جوان اور بوڑھی عورت کا فرق بھی کیا ہے لیکن اگر جوان عورت بھی ان چیزوں سے اجتناب کرے اور خصوصاً رات کو باپردہ ہو کر جائے تو فتنہ سے محفوظ رہے گی بکثرت احادیث مبارکہ میں عورت کے حق میں گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اس صورت میں فتنہ سے محفوظ رہتی ہے اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ عورتوں نے بناؤ سنگھار کے بہت شوخ و تنگ طریقے اختیار کر لئے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عورتوں نے جو اب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا ہے اگر اس کو رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرما لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ بعض علماء نے اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے عورتوں کو مساجد میں جانے کو مطلقاً منع کیا ہے لیکن یہ رائے مخدوش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو بہر حال علم تھا کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد عورتوں نے کیا کرنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر وحی نازل فرما دیتا کہ آپ ﷺ عورتوں کو مسجد میں جانے سے مطلقاً منع فرما دیں اس لئے صرف ان عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنا چاہئے جو بناؤ سنگھار کا اہتمام کرتی ہوں اور اولیٰ یہ ہے کہ اس پر غور کیا جائے کہ آیا عورتوں کے مساجد میں جانے سے کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے تو ان کو منع کیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائیں اور ان کی اجازت کو رات کے وقت کے ساتھ مقید کیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ان کے مسجد میں جانے میں کوئی خرابی ہو تو پھر ان کو اجازت نہ دی جائے۔(فتح الباری: ج:2،ص:350)

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں: جوان یا خوبصورت عورتوں کا مردوں کے ساتھ مسجد میں جانا مکروہ ہے اور شوہر اور ولی کا ان کو مسجد میں جانے کی اجازت دینا بھی مکروہ ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عورتوں نے جو اب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا ہے اگر رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع فرما دیا گیا تھا نیز جوان یا خوبصورت عورتوں کے جانے میں فتنہ ہے ہاں جو عورتیں جوان یا خوبصورت نہ ہوں ان کا جانا مکروہ نہیں اور ان کو مساجد میں جانے کی اجازت دینا مستحب ہے۔(مغنی المحتاج: ج:1،ص:230)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند یا سرپرست کی اجازت کے بغیر مسجد میں جائے اور خاوند کو چاہئے کہ وہ عورت کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانے سے اور جس کام میں اس کی دینی منفعت ہو اس سے اس کو منع نہ کرے یہ اس صورت پر محمول ہے جب عورت پر فتنہ کا خطرہ نہ ہو اور اس زمانہ کے حالات میں فتنہ اور فساد کا غلبہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب فتنہ اور فساد کا غلبہ ہو تو خواتین کی مسجد کی طرف نہیں جانا چاہئے۔ اشہب نے امام

مالک سے روایت کیا ہے کہ بوڑھی عورتیں مسجد میں جائیں لیکن بہ کثرت آنا جانا نہ رکھیں اور جوان عورتیں ایک دو بار چلی جائیں اور وہ اپنے گھر والوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جاسکتی ہیں۔(شرح ابن بطال: جز:2،ص:543)

علامہ ابوالبرکات سیّد احمد دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں: ایسی بوڑھی عورت جس پر مردوں کو عموماً شہوت نہ ہوتی ہو اس کا عید، نماز استسقاء اور فرائض پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے اور اگر جوان عورت خوشبو نہ لگائے اور زینت کا اہتمام نہ کرے اور سادے اور دبیز کپڑے پہنے اور اس کے جانے میں کسی فتنہ کا خوف نہ ہو اور راستہ میں مردوں کی بھیڑ نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کا فساد کا خطرہ ہو تو اس کا بھی فرائض کی جماعت اور اپنے اہل اور قرابت داروں کے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جانا جائز ہے اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر اس کا گھر سے نکلنا حرام ہے اگر عورت اپنے خاوند سے مسجد میں جانے کا مطالبہ کرے تو اس کے خاوند کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا خواہ وہ عورت بوڑھی ہو اگر چہ اس کے خاوند کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ اس کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرے اور اگر فتنہ کا خدشہ ہو تو عورت کے نکلنے کی ممانعت کا فیصلہ کیا جائے گا۔(الشرح الکبیر: جز:1،ص:335)

علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی 1219ھ لکھتے ہیں: علامہ دردیر مالکی نے جوان عورت کے نکلنے کی جو شرائط ذکر کی ہیں یہ اس جوان عورت کے متعلق ہیں جو خوبصورت نہ ہو اور جو عورت خوبصورت ہو وہ بالکل نہ نکلے اور جوان عورت کے لئے جو فرائض میں جانے کو لکھا ہے اس سے مراد جمعہ کے علاوہ باقی فرائض ہیں۔ جمعہ، عید اور نماز استسقاء کے لئے جوان عورت بالکل نہ نکلے کیونکہ ان میں لوگوں کا اژدھام زیادہ ہوتا ہے اسی طرح وعظ کی محافل میں بھی جوان عورتوں کا جانا شدید مکروہ ہے خواہ ان کے لئے بیٹھنے کا الگ انتظام ہو۔

بوڑھی عورت کا جانا جو جائز ہے یہ بھی خلاف اولیٰ ہے علامہ ابن رشد مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ میرے نزدیک عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو بالکل ضرورت نہیں ہوتی یہ عورتیں بالکل مردوں کی طرح ہیں یہ مسجد میں فرائض پڑھنے کے لئے اور ذکر اور وعظ کی محافل میں جاسکتی ہیں اور میدان میں عیدین، نماز استسقاء اور اپنے اہل و اقارب کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جاسکتی ہیں اسی طرح اپنی دیگر ضروریات پوری کرنے بھی جاسکتی ہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو حاجت ہوسکتی ہے یہ مسجد میں فرائض پڑھنے جاسکتی ہیں اور ذکر اور علم کی مجالس میں بھی جاسکتی ہیں لیکن اپنی دیگر حاجات میں زیادہ باہر نہ نکلیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ جوان عورت جو خوبصورت نہ ہو یہ مسجد میں فرائض کی جماعت اور اپنے اہل و اقارب کی نماز جنازہ میں جاسکتی ہے لیکن نماز عید اور نماز استسقاء اور علم اور ذکر کی مجالس میں نہ جائے۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ ایسی جوان عورت جو خوبصورت ہو وہ گھر سے باہر نہ نکلے۔(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر: ص:336)

حنفیہ کا مذہب

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں: میں نے (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا: کیا آپ عورتوں کو عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: پہلے ان کو یہ اجازت دی جاتی تھی لیکن اب میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ عورتوں کو جمعہ اور فرض با جماعت کو بھی مکروہ کہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: با جماعت کو بھی مکروہ کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کسی عورت کو اجازت دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: جو بہت بوڑھی عورت ہو وہ عشاء، فجر اور عیدین کی

نمازوں میں جا سکتی ہے اور اس کے سوا اور کسی نماز میں نہیں جا سکتی۔(المبسوط:جز:1،ص:360)

شمس الائمہ علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: عیدین کے لئے جانا عورتوں پر لازم نہیں ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے عورتوں کو عیدین کے لئے رخصت دی جاتی تھی لیکن اب میں جوان عورتوں کے لئے اس کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ ان کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور باہر نکلنے سے روکا گیا ہے کیونکہ اس میں فتنہ ہے البتہ بوڑھی عورتوں کو عیدین اور مغرب، عشاء اور فجر کی باجماعت نماز پڑھنے کے لئے گھر سے جانے کی اجازت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بوڑھی عورتوں کو بھی ظہر، عصر اور جمعہ کے لئے جانے کی اجازت نہیں ہے۔امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے بوڑھی عورتوں کی تمام نمازوں اور نماز استسقاء اور نماز کسوف کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کے نکلنے میں کوئی فتنہ نہیں ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کی طرف مرد کم رغبت رکھتے ہیں اور بوڑھی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں، بیماروں کا علاج کرتی تھیں، ان کو پانی پلاتی تھیں اور ان کو کھانا پکا کر دیتی تھیں۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بوڑھی عورتوں کو رات کی نمازوں میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ وہ پردے میں چھپی ہوئی جائیں اور رات کا اندھیرا ان کے اور مردوں کی نگاہوں کے درمیان حائل ہو اور دن کی نمازوں میں اور جمعہ میں چونکہ شہر میں بھیڑ ہوتی ہے اور اس کو دھکے لگیں گے اور بسا اوقات وہ گر پڑے گی اور اس میں فتنہ ہے کیونکہ بوڑھی عورت میں ہر چند کہ جوان مرد رغبت نہیں کرتے لیکن بوڑھے مرد ان میں رغبت کرتے ہیں اور کبھی جوان مرد بھی شدت شہوت کے غلبہ سے اس کے ساتھ چھیڑ خوانی کر سکتے ہیں اور اس کو دھکا دے سکتے ہیں اور عید کی نماز چونکہ کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی ہے اسی لئے بوڑھی عورتیں مردوں سے الگ کسی راستہ سے جانے پر قادر ہوں گی تا کہ ان کو دھکے نہ لگیں باقی اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں کہ وہ عیدگاہ جا کر نماز پڑھیں یا صرف مسلمانوں کی جمعیت میں اضافہ کے لئے عیدگاہ جائیں جیسا کہ عہد رسالت میں حائضہ عورتیں عیدگاہ جایا کرتی تھیں۔

(المبسوط:جز:6،ص:157)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کا جماعت میں جانا مکروہ ہے اور شارحین ہدایہ نے لکھا ہے کہ اس سے جوان عورتیں مراد ہیں اور جماعت سے جمعہ، عید کسوف اور استسقاء کی نماز باجماعت مراد ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کا نماز باجماعت کے لئے گھروں سے نکلنا جائز ہے اور ہمارے فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہو وہ بھی حرام ہوتی ہے خاص طور پر اس زمانہ میں جبکہ فتنہ اور فساد عام ہو گیا ہے تو عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کی حرمت زیادہ واضح ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء پڑھنے کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بوڑھی عورتیں تمام نمازوں کے لئے جا سکتی ہیں۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن عورتوں کو پتھر مارتے اور ان کو مسجد سے نکال دیتے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ابراہیم نخعی عورتوں کو جمعہ اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت بصرہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھتی ہے تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے تو اس کا سر پھوڑ دیتے۔(شرح العینی:جز:6،ص:157)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شرح میں لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان بدعات اور منکرات (برائیوں) کو دیکھ لیتیں جن کو اس زمانے میں عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے تو وہ عورتوں کے گھروں سے نکلنے پر اس سے بھی زیادہ شدت سے انکار فرماتیں کیونکہ آج کل عورتوں نے بناؤ سنگھار میں جن خرافات کو ایجاد کیا ہے وہ بیان سے باہر ہیں وہ انواع واقسام کے ریشمی کپڑے پہنتی ہیں اور مختلف اطوار سے بالوں کی آرائش کرتی ہیں نیز خوشبوئیں لگا کر ناز ونخرے کے ساتھ بن ٹھن کر مردوں کے اژدھام میں بازاروں میں چلتی ہیں اور اکثر اوقات ان کا چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے بعض عورتیں مختلف سواریوں پر سوار ہو کر چلتی ہیں اور بعض عورتیں بلند آواز سے گانا گاتی ہیں، بعض عورتیں فحش کاروبار کرتی ہیں، بعض عورتیں مردوں کے ساتھ مل جل کر رہتی ہیں، بعض عورتیں دکانوں پر بیٹھ کر سودا بیچتی ہیں، بعض عورتیں عورتوں کی دلالی کرتی ہیں، بعض عورتیں اجرت پر نوحہ کرتی ہیں، بعض عورتیں اجرت پر گاتی بجاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تھوڑا سا عرصہ گزرا تھا تو عورتوں نے اتنی آزادی اور بے راہ روی اختیار کر لی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے تو اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو آٹھ سو سال گزر چکے ہیں اور اس طویل عرصہ میں عورتیں اپنی بے راہ روی اور بے حیائی میں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ روش کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے حالانکہ ان کو منع کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ پر موقوف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قواعد شرعیہ معلوم تھے جن کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کے مادہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے۔ (شرح العینی: جز: 6، ص: 158 تا 159)

فی زمانہ عورتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں حد سے آگے بڑھ گئی ہیں باریک تنگ اور چست لباس پہننے پر فخر محسوس کرتی ہیں آدھا بازو اور سینہ برہنہ رکھتی ہیں اور سینہ اکڑا اکڑا کر چلتی ہیں تاکہ ہم کو کوئی دیکھے تیز خوشبو سے خود کو مزین کر کے گھر سے باہر نکلتی ہیں حالانکہ ایسی عورت کو زانیہ کہا گیا ہے۔ سر کے بال کٹوا کر انگریزوں جیسی وضع قطع کر کے اس پر فخر محسوس کرتی ہیں۔ سکولوں، کالجوں اور دفتروں میں مخلوط تعلیم اور مخلوط کاروبار کا نظام عام ہے اور اس اختلاف کے سبب سے رومان پرورش پاتے ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کے کیسز کی بھرمار رہتی ہے ان مصائب اور گناہوں سے بچنے کا حل یہ ہے کہ عورتوں کو پردے میں رکھا جائے اور اصلی بات ہی یہی ہے کہ عورت نام ہی پردہ ہے جب کوئی چیز عیاں ہوتی ہے تو اس کا پردہ نہیں رہتا اسی لئے عورت کو پردہ میں رکھا جائے۔

قرآن مجید میں رب تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (الاحزاب: 33)

اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پرانی جاہلیت کے بے پردگی کے ساتھ نہ رہو۔

کثیر احادیث مبارکہ ایسی ہیں جن میں عورتوں کو باہر نکلنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا رہتا ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1173)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر آنکھ زانیہ ہے اور جب عورت معطر ہو کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ زانیہ ہوتی ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2786)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مردوں نے لوٹ لی وہ جہاد کرتے ہیں اور راہ خدا عزوجل میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں ہم کیا عمل کریں جس سے ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو عورت گھر کے اندر بیٹھے گی وہ مجاہدین کے برابر اجر پالے گی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی سب سے بہتر نماز وہ ہے جو ان کے گھروں کے اندرونی حصہ میں ہو۔ (مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 7205)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فلاں فلاں لشکر میں جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لڑنے کا ارادہ نہیں ہے میں تو صرف زخمیوں اور بیماروں کو دوا دوں گی یا بیماروں کو پانی پلاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ آگے چل کر یہ چیز امر شرعی بن جائے گی اور اس سے یہ استدلال کیا جانے لگے گا کہ فلاں عورت جہاد میں گئی تھی تو میں تم کو اجازت دے دیتا مگر تم (اپنے گھر میں) بیٹھو۔ (مجمع الزوائد: ج:5، ص:324)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتیں واجب الستر ہیں جو عورت اپنے گھر سے بلا حجاب نکلتی ہے شیطان اس کو تاکتا ہے اور یہ کہتا ہے تو جس شخص کے پاس سے بھی گزرے گی اس کے دل کو لبھائے گی اور عورت اپنے کپڑے پہن کر نکلتی ہے اس سے کہا جاتا ہے تم کہاں جا رہی ہو۔ وہ کہتی ہے: میں بیمار کی عیادت کرنے جا رہی ہوں یا جنازہ پڑھنے جا رہی ہوں یا مسجد میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں اور عورت کے گھر میں نماز پڑھنے کی مانند اس کی کوئی عبادت نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:2، ص:35)

یہ آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ صراحت سے دلالت کر رہی ہیں کہ عورتیں گھر ہی میں رہیں اور بغیر کسی شرعی ضرورت کے عورتوں کا گھروں سے نکلنا جائز نہیں ہے اور نماز کے لئے مسجد میں جانا عورتوں کے لئے کوئی شرعی ضرورت تو نہیں کیونکہ عورتوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ افضل اور بہتر ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی نماز، جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیاں یونہی وعظ کی مجالس میں جانا بھی ناجائز ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:367)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

أَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

نماز کے طریقہ کا بیان

بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ بِالتَّكْبِيْرِ

نماز کی ابتداء تکبیر کے ساتھ کرنا

یہ باب تکبیر تحریمہ کے حکم میں ہے۔

310-عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت نماز پڑھنے کے واسطے کھڑے ہو تو احسن طرح سے وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر کہو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:187، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 267، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:2520، جامع الاصول: ج:5،ص:423، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2531، سنن ابوداؤد: ج:3،ص:25، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1050، سنن البیہقی: رقم الحدیث:2091)

311- وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةَ الا النسائی وَفِیْ اِسْنَادِهِ لين ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کی تحریمہ اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث:1378، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1،ص:418، البحر الزخار: رقم الحدیث: 575، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2390، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11369، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 438، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 21162، جامع الاصول: رقم الحدیث:3584)

312- وَعَنْ حُمَيْدٍ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نماز کے واسطے کھڑے ہوا کرتے تو قبلہ رخ ہوا کرتے اور اپنے مقدس ہاتھوں کو اٹھا دیا کرتے اور تکبیر تحریمہ فرمایا کرتے۔ (المؤطا: رقم الحدیث:9، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:795، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2640، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:803، معجم ابن عساکر: رقم الحدیث:1201)

313- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ التَّكْبِيْرُ وَانْقِضَآؤُهَا التَّسْلِيْمُ ۔ رواه ابو نعيم فِيْ كتاب الصلوة وقال الحافظ فِيْ التلخيص وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی کنجی تکبیر کہنا ہے اور اس کو پورا کرنا سلام ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: جز:2، ص: 152، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 596، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 430، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40473، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2790، کنز العمال: رقم الحدیث: 19633، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1091)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: تکبیرۃ الاحرام کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے جمہور فقہاء کے نزدیک یہ واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ سنت ہے۔ سعید بن مسیب، حسن بصری، حکم، زہری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ رکوع کی تکبیر، تکبیر تحریمہ سے کفایت کرتی ہے۔ ابن القاسم نے المدونہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ اگر مقتدی تکبیر تحریمہ پڑھنا بھول گیا اور اس نے رکوع کی تکبیر پڑھ لی اور اس سے تکبیر تحریمہ کی نیت کر لی تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور جو فقہاء یہ تکبیر تحریمہ کو واجب کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اس حدیث میں آپ نے تکبیر تحریمہ کا ذکر فرمایا اور کسی تکبیر کا ذکر نہ فرمایا اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔ (مجمع الزوائد: جز:2، ص:102)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز صرف اللہ اکبر کہنے سے منعقد ہوتی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، طاؤس، ایوب، امام مالک، ثوری اور امام شافعی یہ کہتے تھے کہ نماز کا افتتاح تکبیر سے ہوتا ہے عام متقدمین اور متاخرین اہل علم کا یہی قول ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ نماز اللہ اکبر سے بھی منعقد ہو جاتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم کو بھی تعظیم سے کہا جائے اس سے نماز منعقد ہو جاتی ہے جیسے اللہ عظیم، یا کبیر، یا جلیل اور سبحان اللہ الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں اور بہ لحاظ تعظیم ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کی تحریم تکبیر ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ (المغنی: جز: 2، ص:9)

فقہاء احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (مدثر:3) اپنے رب کی تکبیر کہو۔ اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں۔ (فتح القدیر: جز:1، ص:239)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ وَبَيَانِ مَوَاضِعِهٖ

باب: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا اور اس کی جگہیں

یہ باب تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھوں کو اٹھانے اور کس جگہ تک اٹھانا ہے اس کے بیان میں ہے۔

314- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر اٹھایا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 721، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 5420، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 255، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 390، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 456، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1864، سنن الدارمی: رقم الحدیث: 858)

315- وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ و صححه احمد والتِّرْمَذِيُّ ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق روایت فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے محاذی اٹھایا کرتے تھے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 32472، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3391، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 635، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 854، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2174، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3345، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1119، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 5821)

316- عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ الْحَدِيْثَ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ ۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر اٹھایا کرتے حتیٰ کہ وہ کندھے کے برابر ہو جاتے تھے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 922، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 189، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 627، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2136، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1046، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 5837، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1.345، کنز العمال: رقم الحدیث: 22651)

317- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا ابْنَ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز کے واسطے کھڑے ہوا کرتے تو اپنے مقدس ہاتھوں کو دراز کرتے ہوئے اٹھایا کرتے تھے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1234، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 191، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3385، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 642، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2149، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 222، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1157، مسند احمد: رقم الحدیث: 8520)

318- وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے حتیٰ کہ ان کو اپنے کانوں کے محاذی فرما دیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے حتیٰ کہ ان دونوں کو اپنے کانوں کے اوپر کے حصوں کے برابر فرما دیا کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1134، سنن النسائی: رقم الحدیث: 879، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 859، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 391، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 745)

319- وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ اُذُنَيْهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھایا جب آپ ﷺ نماز میں داخل ہوئے تو اللہ اکبر کہا۔ ہمام کا بیان ہے کہ کانوں کے محاذی۔ (مسند احمد: ج: 4، ص: 317، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 401، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1132، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 737)

320- وَعَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ اُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُهُمْ فَرَاَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَاَكْسِيَةٌ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جس وقت آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے محاذی اٹھایا ارشاد فرمایا: جب میں دوبارہ خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ نماز کی ابتداء میں اپنے ہاتھوں کو سینہ تک اٹھا رہے تھے اور ان کے اوپر ترکی ٹوپی اور چادریں تھیں۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3388، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 625، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 417، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 728)

مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نمازی کو اس میں اختیار ہے کہ وہ کانوں کی لو تک ہاتھ بلند کرے یا کندھوں کے متوازی تک اس میں اختیار اس وجہ سے ہے کہ یہ دونوں صورتیں نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں۔ کندھوں کے متوازی ہاتھ بلند کرنے کی حدیث حضرت ابوحمید، حضرت ابن عمر، حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے اور کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت وائل بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نماز میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے کانوں کے متوازی ہاتھوں کو بلند کر کے اللہ اکبر کہا۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک بلند فرماتے۔

اکثر اہل علم نے حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا میلان پہلی حدیث کی جانب زیادہ ہے۔ اثرم نے کہا: میں نے امام عبداللہ سے پوچھا کہ کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔ انہوں نے کہا: رہا میں تو میں کندھوں تک ہاتھ اٹھاتا ہوں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ اور جو شخص کانوں کے متوازی تک ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ بھی مستحسن ہے اور میری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے راوی اکثر ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور دوسری حدیث پر عمل کرنے کو میں اس لئے جائز کہتا ہوں کہ وہ حدیث بھی صحیح ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی کانوں تک۔ (المغنی: ج: 2، ص: 16 تا 17)

احناف کے نزدیک نمازی ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھائے گا جبکہ عورت کندھوں تک اٹھائے گی۔

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: عورتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں۔
(ردالمحتار: ج: 2، ص: 222)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا

یہ باب دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے حکم میں ہے۔

321-عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ لَّا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی کو نماز میں اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں کلائی کے اوپر رکھے۔ ابوحازم کا بیان ہے کہ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا کرتے تھے۔

(المؤطا: رقم الحدیث: 376، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3406، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2158، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 698، مسند احمد: رقم الحدیث: 21782، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 340، مؤطا: رقم الحدیث: 546)

322-عَنْ وَّآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَكَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى . رَوَاهُ اَحْمَدُ و مسلم .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا پھر اپنے کپڑے کو سمیٹ لیا پھر سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کے اوپر رکھا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 192، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 60، المؤطا: رقم الحدیث: 8، جامع الاصول: ج: 5، ص:

305،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:2155،صحیح مسلم:رقم الحدیث:608،مسند احمد:رقم الحدیث:18111،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:401،معرفۃ السنن:رقم الحدیث:824)

323- وَعَنْهُ قَالَ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت کے اوپر اور گٹے اور بازو کو کلائی کے اوپر رکھا۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:جز:2،ص:192،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:963،المنتقی:رقم الحدیث:208،الموطا:رقم الحدیث:7،جامع الاصول:رقم الحدیث:3579،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:624،سنن البیہقی الکبریٰ:2157،سنن النسائی:رقم الحدیث:879،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:1860،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:480)

324- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى ۔ رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے تو انہوں نے اپنے الٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ کے اوپر رکھا تو اس اثناء میں نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے ان کے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھ دیا۔(بلوغ المرام:رقم الحدیث:278،جامع الاصول:رقم الحدیث:3408،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:644،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:2159،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:755)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں:اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا چاہئے ان میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں اور یہی ثوری اور فقہاء احناف کا قول ہے۔ابن حبیب نے کہا:میں نے مطرف اور ابن ماجشون سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا:فرض اور نفل میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انہوں نے اس قول کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔اشہب،ابن نافع اور ابن وہب نے بھی اس قول کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ،امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا قول ہے اور یہ باب خشوع سے ہے۔

عطاء نے کہا:جو چاہے اس کو کرے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے اور یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ نماز کی حالت قیام میں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں یہ قول حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما،حسن بصری اور سعید بن مسیب سے مروی ہے۔سعید بن جبیر نے ایک آدمی کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا انہوں نے جا کر اس کے ہاتھ کھول دیئے۔

ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو پسند نہیں کرتا اور نوافل میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں طویل قیام ہوتا ہے۔

ہاتھ باندھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد، حضرت ابن مسعود اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے ہاتھ باندھنے کو روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سنت ہے۔

ابن القصار نے کہا: جنہوں نے ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز میں عمل ہے اور نمازی اس میں مشغول ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں ریا داخل ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دی اور اس کو ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا اگر یہ کہا جائے کہ ہاتھ باندھنا خشوع کی علامت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خشوع اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور وہ نماز میں اخلاص ہے۔
(شرح ابن بطال: ج:2،ص:425 تا 426)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں نبی کریم ﷺ سے آثار مختلف نہیں ہیں۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور اس کے خلاف یہ حدیث ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے جمہور فقہاء تابعین اور اکثر فقہاء مسلمین جو اہل رائے اور اہل اثر سے ہیں ان کا یہی مؤقف ہے لیکن ابوالقاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ نماز میں ہاتھ چھوڑنے چاہئیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز میں ہاتھ باندھنے کی حدیث کا تعلق صرف نوافل سے ہے کیونکہ ان میں طویل قیام ہوتا ہے اور ہاتھ باندھنے کو ترک کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔
ابن القاسم کے علاوہ دوسروں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ فرض اور نفل دونوں میں ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
لیث بن سعد نے کہا: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے ہاں اگر نماز میں قیام لمبا ہو اور وہ تھک جائے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
امام عبدالرزاق نے کہا: میں نے ابن جریج کو دیکھا وہ چادر اور تہبند باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ہاتھ چھوڑے ہوئے تھے۔ اوزاعی نے کہا: جو چاہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور جو چاہے اس کو ترک کردے۔
سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ان کے اصحاب اور الحسن بن صالح اور امام احمد بن حنبل، ابوثور، داؤد بن علی اور طبری نے کہا ہے کہ فرض اور نفل میں نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ان سب نے کہا: یہ سنت مسنونہ ہے۔ (فتح المالک: ج:3،ص:198 تا 199)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک نماز کی حالت میں ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ امام شافعی، امام اسحاق، امام احمد اور عام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن المنذر نے اس قول کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل کیا ہے۔ سعید بن جبیر، ابومجلز، ابوثور، ابوعبید، ابن جریر، داؤد کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے۔ (شرح العینی: ج:5،ص:407)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ ڈرنے والے کی صفت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب قرار نہ دے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل نماز میں۔ امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:157)

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً ہاتھ باندھ لینا یوں کہ مرد ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رکھے چھنگلیا اور انگوٹھا کلائی کے اغل بغل رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے اور عورت و خنثیٰ بائیں ہتھیلی سینہ پر چھاتی کے نیچے رکھ کر اس کی پشت پر داہنی ہتھیلی رکھے۔ (غنیۃ المستملی:ص:300)

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: بیٹھے یا لیٹے نماز پڑھے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہاتھ باندھے۔ (ردالمحتار:ج:2،ص:229)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ

باب: دونوں ہاتھوں کو سینہ کے اوپر رکھنے کا بیان

یہ باب دونوں ہاتھوں کو سینہ کے اوپر رکھنے کے حکم میں ہے۔

325– عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ . رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِه وَفِيْ اِسْنَادِهٖ نَظَرٌ وَّزِيَادَةُ عَلٰى صَدْرِهٖ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نماز ادا کی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کے اوپر اپنے سینہ مقدسہ پر رکھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 641، سنن الکبریٰ: ج:2، ص:320، بلوغ المرام: ج:1، ص:95)

326– وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ وَرَاَيْتُهٗ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصِلِ رَوَاهُ اَحْمَدُ . وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ لٰكِنْ قَوْلُهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ .

قبیصہ بن ہلب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدھی اور الٹی طرف تشریف لے جاتے ہوئے دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے سینہ کے اوپر رکھا کرتے تھے۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کے جوڑ پر رکھا کرتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 20961، مسند الصحابہ: رقم الحدیث: 21460)

327– وَعَنْ طَاوٗسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ يَشُدُّ بِهِمَا عَلٰى صَدْرِهٖ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ اُخَرُ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ .

طاؤس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کے اوپر رکھا کرتے تھے اس کے بعد انہیں

اپنے سینہ طیبہ پر باندھ لیا کرتے تھے۔علامہ نیموی نے فرمایا ہے کہ اس باب میں مزید بھی احادیث ہیں جو کہ ساری ضعیف ہیں۔(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:759)

اس باب کی شرح "باب فی وضع الیدین تحت السرق" کے تحت کی جائے گی جو کہ آنے والے باب کے بعد ہے۔

بَابٌ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ فَوْقَ السُّرَّةِ

باب: دونوں ہاتھوں کو ناف کے اوپر باندھنا

یہ باب دونوں ہاتھوں کو ناف کے اوپر باندھنے کے حکم میں ہے۔

328– عَنْ جَرِيْرِ نِ الضَّبِّيِّ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزِيَادَةُ فَوْقَ السُّرَّةِ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ .

حضرت جریر ضبی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے الٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ کے ساتھ گٹے کے اوپر پکڑا ہوا تھا۔

(جامع الاحادیث:رقم الحدیث:33413،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:646،کنز العمال:رقم الحدیث:22095)

329– وَعَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنِيْ عَطَآءٌ اَنْ اَسْاَلَ سَعِيْدًا اَيْنَ تَكُوْنُ الْيَدَانِ فِي الصَّلٰوةِ فَوْقَ السُّرَّةِ اَوْ اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ سَعِيْدٌ فَوْقَ السُّرَّةِ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

ابوزبیر کا بیان ہے کہ مجھے عطاء نے حکم دیا کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کروں کہ حالت نماز میں دونوں ہاتھ کدھر ہوں۔آیا ناف کے اوپر یا نیچے؟ چنانچہ میں نے ان سے دریافت کیا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے یہ جواب مرحمت فرمایا: ناف کے اوپر(بندھے ہوں)(سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:2169)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔

بَابٌ فِيْ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

یہ باب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے حکم میں ہے۔

330– عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ . رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

علقمہ بن وائل کا بیان ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حالت نماز میں اپنے سیدھے

ہاتھ کو الٹے ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے باندھا ہوا تھا۔ (المصنف: جز:1،ص:390)

331- وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَاَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ اَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَيَجْعَلُهُمَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ ۔ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حجاج بن حسان کا بیان ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حالت نماز میں اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے باندھا ہوا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:3942)

332- وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ ۔ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

ابراہیم کا بیان ہے کہ آدمی نماز میں اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث:3410، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2169، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1112، کنز العمال: رقم الحدیث:22094، مسند احمد: رقم الحدیث:833، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:3960، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:750)

مذاہب فقہاء

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں پر رکھے آیا سینہ پر یا ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں۔ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابواسحاق مروزی کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ جمہور مالکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:173)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ ڈرنے والے کی صفت ہے۔ امام مالک، لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل میں۔ امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:157)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: ہاتھ باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابومجلز، نخعی، ثوری اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے کیونکہ امام ابوداؤد اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر باندھے جائیں۔ سعید بن جبیر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھ دیئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ (المغنی: ج: 1، ص: 282)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور شرم گاہ کو چھپانے اور تہبند کو پھسل کر گرنے سے محفوظ رکھنے کا سبب ہے اور یہ ایسے ہے جیسے بادشاہوں کے سامنے لوگ ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ تشبیہ ہے۔ (شرح العینی: ج: 5، ص: 408)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔ یہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول ہاتھ چھوڑنا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 86)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر علامہ ترکمانی کا تبصرہ

علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی 845ھ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محمد بن حجر ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ اپنے چچا سعید سے منکر روایات کرتا ہے اور ایک راوی ام حیار ہے یہ غیر معروف ہے نیز امام بیہقی نے فرمایا: اس حدیث کو مؤمل نے بھی روایت کیا ہے۔ صاحب الکمال نے کہا ہے اس مؤمل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتابیں دفن کردی تھیں اور اپنے حافظہ سے احادیث بیان کرتا تھا اور اس سے بہت خطائیں ہوتی تھیں اور میزان میں ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابوحاتم نے کہا: یہ کثیر الخطاء ہے۔ امام ابوزرعہ نے کہا: اس کی حدیث میں بہت خطاء ہے پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روح بن مسیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے۔ اس روح کے متعلق ابن عدی نے کہا: یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا: یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے اس

سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن عدی عمرو فلکری نے کہا: یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارقۃ الحدیث ہے۔ ابویعلی موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے پھر امام بیہقی نے ابومجلز سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے یہ صراحۃً غلط ہے ابومجلز کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابوعمر نے سند جید کے ساتھ تمہید میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے۔ ابن معین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بغیر سند کے ابومجلز کی طرف یہ کیسے منسوب کر دیا۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں:

1-جلدی افطار کرنا   2-دیر سے سحری کرنا

3-اور نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔ (الجواہر النقی: ج:2، ص:30 تا 32)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَقْرَأُ بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ

باب: تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھے؟

یہ باب تکبیر تحریمہ کے بعد دعا کے حکم میں ہے۔

333-عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَآءَةِ اِسْكَاتَةً قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِاَبِىْ وَاُمِّىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَآءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِىْ وَبَيْنَ خَطَايَاىَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ نَقِّنِىْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاىَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا التِّرْمَذِىَّ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قرات کے مابین کچھ سکوت اختیار فرماتے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے ذرا سی دیر کا کہا چنانچہ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں تکبیر تحریمہ اور قرات کے مابین خاموشی اختیار کرنے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا تلاوت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں یہ تلاوت کرتا ہوں: **اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایای کما ینقی الثوب الابیض من الانس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد۔** (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 775، مسند احمد: رقم الحدیث: 7164، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1579، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 781، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 619، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 805، سنن النسائی: رقم الحدیث: 891، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1330)

334- وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ وَاِذَا رَكَعَ قَالَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صلوٰة الليل ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو اس دعا کو پڑھا کرتے:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلوتی ونسكی ومحیای ومماتی لله رب العلمين لاشريك لك وبذلك امرت وانا من المسلمين اللهم انت الملك لا الٰه الا انت ربی وانا عبدك ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جميعا انه لا يغفر الذنوب الا انت واهدنی لاحسن الاخلاق لايهدی لا حسنها الا انت واصرف عنی سيئها لايصرف عنی سيئها الا انت لبيك وسعديك والخير كله فی يديك والشر ليس اليك انا بك واليك تباركت وتعاليت استغفرك واتوب اليك اور جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو فرمایا کرتے۔ آخر حدیث تک۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 893، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1781، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 760، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3432)

335- وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ تَطَوُّعًا قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ ثُمَّ يَقْرَأُ ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز نفل پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوتے تو فرمایا کرتے:

الله اكبر وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنيفا مسلما وما انا من المشركين ان صلاتی ونسكی ومحيالی ومماتی لله رب العلمين لاشريك لك وندالك امرت وانا اول المسلمين ۔ اللهم انت الملك لا الٰه الا انت سبحنك وبحمدك پھر آپ ﷺ قرأت فرمایا کرتے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 2151، سنن النسائی: رقم الحدیث: 888، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 898، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1151، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 373، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 970، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13324، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 5823)

336- وَعَنْ حُمَيْدِ نِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوۃَ قَالَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِیْ كِتَابِهِ الْمُفْرَدِ فِی الدُّعَاءِ وَاِسْنَادُهٗ جَیِّدٌ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی ابتداء فرمایا کرتے اس دعا کو پڑھا کرتے: سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك ۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 859، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8349، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 155، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 659، کنز العمال: رقم الحدیث: 17887، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2557، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 754)

337- وَعَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوۃَ قَالَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ والطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ ۔

حضرت اسود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز کی ابتداء فرماتے تو اس دعا کو پڑھا کرتے: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك ۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 6135، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 196، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 972، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1026، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3190، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 272، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2696، تہذیب الآثار ابن عباس: رقم الحدیث: 650)

338- وَعَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ یَقُوْلُ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ ۔ یُسْمِعُنَا ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

ابووائل کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز کی ابتداء فرمایا کرتے تو اس دعا کو پڑھا کرتے: سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك و تعالٰی جدك ولا اله غيرك ۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2530، جامع الاصول: رقم الحدیث: 2152، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2541، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1152، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1239، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 146، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1171، کنز العمال: رقم الحدیث: 17887)

مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: سلف صالحین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان اس دعا کے ساتھ نماز کو شروع کرتے تھے۔ اسود کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہنے کے بعد اس دعا کو پڑھا: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعا کو اختیار کیا ہے اور دوسری دعاؤں کے ساتھ نماز کے افتتاح کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ یہ تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور اس پر عمل کو ترک کر دیا گیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کوئی آدمی اس دعا سے نماز کو شروع نہیں کرتا۔ نماز کو صرف پہلی دعا سے شروع کیا جاتا

ہے۔(المغنی:ج:2،ص:23)

نیز علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک دعا استفتاح ہے (یعنی سبحانك اللھم وبحمدك......) آہستہ پڑھی جائے۔ اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب نہ پڑھے کہ اس سنت کا اب محل نہ رہا۔(المغنی:ج:1،ص:279)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس دعا کو نہیں پڑھا اور نہ اہل مدینہ اس کو بہ کثرت نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے ہو سکتا ہے آپ نے کسی وقت یہ دعا پڑھی ہو پھر اس کو ترک کر دیا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے تخفیف اور آسانی ہو۔(شرح ابن بطال:ج:2،ص:430)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح میں سبحانك اللھم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا الہ غیرك پڑھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو دعاء افتتاح منقول ہے وہ ابتداء امر پر یا نفل نماز پر محمول ہے اور سنن النسائی میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز میں اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔(شرح العینی:ج:5،ص:433)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّعَوُّذِ وَقِرَآءَةِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَتَرْكِ الْجَهْرِ بِهِمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ)

باب: تعوذ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا اور ان کو بلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے ترک کرنا

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے: جب تم قرآن پڑھو تو اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگو

339– عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ . رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

اسود بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ نماز کی ابتداء فرماتے تو تکبیر کہا کرتے پھر اس دعا کو پڑھا کرتے: سبحانك اللھم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا الہ غیرك پھر تعوذ پڑھا کرتے۔(کنز العمال: رقم الحدیث:19639، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث:3735، مسند احمد: رقم الحدیث:11230، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:56، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:2405، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:2555، معرفۃ الصحابۃ: رقم الحدیث:1812)

340– وَعَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانُوْا يُسِرُّوْنَ التَّعَوُّذَ وَالْبَسْمَلَةَ فِي الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ سَعِيْدُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ سُنَنِهٖ

وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابووائل کا بیان ہے کہ وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نماز کے اندر تعوذ اور تسمیہ پڑھا کرتے تھے۔ (بلوغ المرام: جز:1، ص:97، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:203، صحیح ابن خزیمہ: جز:1، ص:249)

341- وَعَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَاَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ فَقَالَ النَّاسُ اٰمِيْنَ وَيَقُوْلُ كُلَّمَا سَجَدَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ الْجَارُوْدِ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

نعیم مجمر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی چنانچہ انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ پر پہنچے تو آمین کہا اور لوگوں نے بھی آمین کہی اور جس وقت سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہا کرتے اور جس وقت دو رکعتوں میں بیٹھ کر کھڑے ہوا کرتے تو اس وقت اللہ اکبر کہا کرتے اور جس وقت آپ نے سلام پھیر دیا تو اس وقت کہا: اس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے یقیناً میں تم سب سے زیادہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: جز:2، ص:162، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:197، مستدرک: رقم الحدیث:849، المنتقی: رقم الحدیث:184، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2223، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1180، سنن النسائی: رقم الحدیث:895، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1185)

342- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ (بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ . وزاد مسلم لا يذكرون بسم الله الرحمن الرحيم فِيْ اوّل قرآءة ولا فِيْ اٰخرها .

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ سے ابتداء فرمایا کرتے تھے۔ (اللؤلؤ والمرجان: جز:1، ص:121، معجم الاوسط: رقم الحدیث:5462، المنتقی: رقم الحدیث:182، بلوغ المرام: رقم الحدیث:280، جامع الاصول: رقم الحدیث:3419، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:664، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1217، سنن دارمی: رقم الحدیث:1240)

343- وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

انہی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز ادا کی ہے میں نے ان میں سے کسی ایک سے بھی نہیں سنا کہ جس نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی

ہو۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:198، جامع الاصول: رقم الحدیث:3419،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2243،سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1212،سنن النسائی: رقم الحدیث:897،شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1198،صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1799،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:494)

344- وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـ رَوَاهُ النَّسَآئِىُّ وَالْاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ـ

انہی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز ادا کی چنانچہ میں نے ان میں سے کسی ایک سے بھی جہراً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں سنی۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث:605، عمدۃ الاحکام: جز:1، ص:36، متن عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث:104، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:1656، مسند احمد: رقم الحدیث:12345، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:907، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:787)

345- وَعَنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ سَمِعَنِىْ اَبِىْ وَاَنَا فِى الصَّلَاةِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ لِىْ اَىْ بُنَىَّ مُحْدَثٌ اِيَّاكَ وَالْحَدَثَ قَالَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْغَضَ اِلَيْهِ الْحَدَثُ فِى الْاِسْلَامِ يَعْنِىْ مِنْهُ قَالَ وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِىْ بَكْرٍ وَّمَعَ عُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ (رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ) فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُوْلُهَا فَلَا تَقُلْهَا اِذَا اَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ـ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَحَسَّنَهُ ـ

حضرت ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے میرے والد محترم نے حالت نماز میں سنا کہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہہ رہا تھا تو مجھے انہوں نے کہا: میرے پیارے بیٹے! یہ نئی بات ہے تم خود کو نئے کام سے بچاؤ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا جس کو اسلام میں نئی بات ان سے زیادہ ناپسند ہو اور فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی معیت نماز ادا کی ہے تو میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انہوں نے اس کو ادا کیا ہو چنانچہ تم بھی اسے نہ پڑھو۔ جب تم نماز پڑھو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ پڑھو۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث:227، مسند احمد: رقم الحدیث:19650، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:4151، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:791)

346- وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِى الْجَهْرِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ ذٰلِكَ فِعْلُ الْاَعْرَابِ ـ رَوَاهُ الطَّحَاوِىُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ـ

حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو جہراً پڑھنے کے متعلق روایت کیا ہے فرمایا: یہ دیہاتیوں کا کام ہے۔(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1209)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے معانی

بائے بِسْمِ اللّٰهِ متعدد معانی کے لئے آتی ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی 467ھ لکھتے ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ میں با مصاحبت اور ملابست کے لئے ہے یعنی شروع کرنے کا فعل اللہ تعالیٰ کے نام ملابس ہے اور اس کے نام کے ساتھ شروع ہے جیسے کہتے ہیں کتبت بالقلم میں نے قلم کے ساتھ لکھا یا اس کا معنیٰ ہے متبرکاً بِسْمِ اللّٰهِ اقرأ۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں پڑھتا ہوں یا شروع کرتا ہوں۔ (کشاف: ج:1، ص:5)

علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ باء استعانت کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے میں شروع کرتا ہوں۔ (انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی: ج:1، ص:38)

لفظ اللہ کا معنیٰ کیا ہے اور اس کے وصف یا علم ہونے کے متعلق تحقیق یہ ہے: علامہ مکی بن ابی طالب لکھتے ہیں: لفظ اللہ اصل میں ''الاہ'' ہے پھر اسی پر الف لام داخل کیا گیا تو ''الالاہ'' ہو گیا پھر تخفیف الف کو حذف کیا اور اس کی حرکت پہلے لام پر داخل کر دی اور پہلے لام کا دوسرے لام میں ادغام کر دیا تو یہ لفظ ''اللہ'' ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اصل میں ''لاہ'' ہے اس پر الف لام داخل کیا اور لام کا لام میں ادغام کیا تو یہ لفظ ''اللہ'' ہو گیا۔

اور خلیل سے منقول ہے کہ اس کی اصل ''ولاہ'' ہے۔ (مشکل اعراب القرآن)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: ''الہ'' کا معنیٰ ہے حیرت زدہ ہونا، کیونکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال میں غور کرتا ہے تو حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور ''لاہ'' سریانی زبان کا لفظ ہے جو چیز بلند اور محجوب ہو اس کو ''لاہ'' کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانی آنکھوں سے محجوب ہے اور جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس سے بلند ہے اور ''ولاہ'' کا معنیٰ ہے بچہ کا خوف زدہ ہو کر ماں کی طرف لپکنا اور تمام مخلوق اپنے مصائب اور پریشانیوں میں گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتی ہے ان وجوہ سے کہا جاتا ہے کہ لفظ اللہ ''الہ'' سے ''لاہ'' سے یا ''ولاہ'' سے بنا ہے۔

ابن اثیر نے کہا: یہ ''الہ'' سے بنا ہے۔

اور منذری نے کہا: یہ ''الالہ'' سے بنا ہے۔ (لسان العرب: ج:13، ص:369)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں: سیبویہ نے کہا کہ لفظ اللہ کا ''لاہ'' سے بننا جائز ہے اس کا معنیٰ بلندی اور ارتفاع ہے۔ (قاموس: ج:4، ص:416)

علامہ سیّد محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں: زیادہ صحیح یہ ہے کہ لفظ اللہ ذات واجب الوجود کے لئے علم ہے جو کہ تمام صفات کمال کی جامع ہے اور یہ لفظ مشتق نہیں ہے۔

ابن العربی نے کہا: یہ علم ہے اور الٰہ حق پر دلالت کرتا ہے اور یہ تمام اسماء حسنیٰ الٰہیہ احدیہ کا جامع ہے۔ (تاج العروس: ج:1، ص:374)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ عصام الدین نے کہا ہے کہ لفظ اللہ اس ذات کے لئے علم ہے جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات محمودہ کی جامع ہے۔

اور علامہ میر سید شریف نے کہا: جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کرنے سے انسان کی عقل حیران اور عاجز و درماندہ ہے اسی طرح کی ذات پر دلالت کرنے والے اسم کی حقیقت کو پانے سے بھی عقلیں حیران اور پریشان ہیں۔

کسی نے کہا: یہ لفظ سریانی ہے۔

کسی نے کہا: یہ عربی ہے۔

کسی نے کہا: یہ وصف اور مشتق ہے۔

کسی نے کہا: علم ہے۔

اور جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ لفظ اللہ عربی ہے اور علم مرتجل ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام خلیل رحمۃ اللہ علیہ کا یہی نظریہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم یہی اسم ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کثیر علماء اور عارفین کا یہی قول ہے۔ (ردالمحتار: ج:1، ص:5)

رحمٰن اور رحیم کے معنیٰ یہ ہیں: علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: رحمت اس رقت قلب کو کہتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ مرحوم پر احسان کیا جائے۔ کبھی یہ لفظ رقت کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنیٰ میں اور جب رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو پھر اس کا معنیٰ صرف احسان اور افضال ہے نہ کہ رقت قلب اور جب رحمت آدمیوں کی صفت ہو تو پھر اس کا معنیٰ رقت اور شفقت ہے۔ رحمان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رحمان کا معنیٰ ہے وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہو اور اس معنیٰ کا مصداق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ رحیم کا معنیٰ ہے جو بہت رحم کرتا ہو، قرآن مجید میں رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہے اور رسول اللہ ﷺ پر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحج:65)

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ:128)

بے شک تمہارے پاس تمہی میں سے ایک عظیم رسول آئے جن پر تمہارا مشقت میں مبتلا ہونا سخت دشوار ہے وہ تمہاری بھلائی پر بہت حریص ہیں اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمٰن ہے کیونکہ دنیا میں اس کا احسان مومنوں اور کافروں دونوں پر ہے اور آخرت میں رحیم ہے کیونکہ آخرت میں احسان صرف مومنوں پر ہوگا کافروں پر نہیں ہوگا۔ (المفردات: ص:192)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آیت قرآنی ہے یا نہیں

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورۂ نمل کی یہ آیت "اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝" (النمل:30) قرآن مجید کا جز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر

سب سے پہلے جو آیت کریمہ نازل ہوئی وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ہے۔

مسعودی نے حارث کلبی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلے مکاتیب کی ابتداء میں باسمك اللهم لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا (ھود:41) تو آپ بِسْمِ اللّٰهِ لکھنے لگے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (الاسراء:110) تو آپ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لکھنے لگے۔

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کو اس وقت تک نہیں لکھا جب تک کہ سورہ نمل نازل نہیں ہوئی اور جب نبی کریم ﷺ نے صلح نامہ حدیبیہ لکھوایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو سہیل نے کہا: "باسمك اللهم" لکھو کیونکہ ہمارے نزدیک رحمٰن معروف نہیں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پہلے قرآن مجید میں نہیں تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سورہ نمل میں نازل کیا۔ (احکام القرآن: ج:1،ص:8)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ قراء کوفیہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی ایک آیت قرار دیا ہے اور قراء بصریہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی آیات سے شمار نہیں کیا۔ ہمارے اصحاب (احناف) سے یہ تصریح منقول نہیں ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے۔ البتہ ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی نے فقہاء احناف کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فقہاء احناف کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت نہیں ہے ورنہ اس کو بھی جہراً پڑھا جاتا جیسے سورہ فاتحہ کی باقی آیات کو جہراً پڑھا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ کو نصف نصف تقسیم کر دیا گیا ہے نصف میرے لئے ہے اور نصف میرے بندہ کے لئے ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ پس جب بندہ کہتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ کہتا ہے "الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے میری تعظیم کی یا میری ثناء کی اور جب بندہ کہتا ہے کہ "مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ o" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے خود کو میرے حوالے کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ o" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے پھر میرا بندہ کہتا ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o" اخیر سورت تک، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ (احکام القرآن: ج:1،ص:8 تا 9)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے اس لئے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o سے

شروع کی جائے گی:

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورت فاتحہ کا جز ہے اس لئے جہری نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔(المغنی:ج:1،ص:285)

نیز اسی باب کی حدیث نمبر665 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ جہری نماز میں قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سے شروع کرتے تھے۔

اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سے شروع کرتے تھے۔(صحیح بخاری:ج:1،ص:103)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث مبارکہ کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرأت سورۃ فاتحہ سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورہ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی میں صراحۃً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد محترم نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو جہراً سنا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے بیٹے! بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ بدعت کو برا جانتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا جب تم نماز پڑھو تو بسم اللہ نہ پڑھا کرو بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سے قرأت شروع کرو۔(جامع ترمذی:ج:1،ص:57)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نماز میں آہستہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کو جہری نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہئے جس کے ثبوت میں یہ احادیث مبارکہ ہیں: حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انہوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ سب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ پڑھتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ پڑھا کرتے تھے۔(المغنی:ج:1،ص:284تا285)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ نماز سری ہو یا جہری ہر حال میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ آواز میں پڑھیں گے اور جہری نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سے پڑھیں گے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ پڑھنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

ہر سورت کے اول میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جز ہے یا نہیں

اس بارے میں فقہاء کرام وعلماء کرام کے مذاہب بیان کئے جاتے ہیں۔

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی 885ھ لکھتے ہیں: اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کے سوا ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورت کا جز نہیں ہے۔ (الانصاف: ج:2،ص:48)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربي مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں: اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ سورہ نمل میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کتاب اللہ کی آیت ہے اور ہر سورت کی ابتداء میں اس کے آیت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر سورت کی ابتداء میں یہ آیت نہیں ہے اس کو اس لئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سورت شروع ہوئی ہے۔ (احکام القرآن: ج:1،ص:5)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:157)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اوائل سورہ میں بسم اللہ قرآن کا جز ہے کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سوئے ہوئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر اقدس اٹھایا۔

ہم نے استفسار کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر ہنس رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ○ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ○ (الکوثر) (شرح للنواوی: ج:1،ص:172)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی بصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ آیا اوائل سورہ میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ان سورتوں کی ایک آیت ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک ہر سورت کے اول میں جو "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" ہے وہ اس سورت کی آیت نہیں ہے کیونکہ اس سورت کے ساتھ بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھا جاتا۔ نیز جب یہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے تو اسی طرح باقی سورتوں کی بھی جز نہیں ہے کیونکہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے اور باقی سورتوں کی جز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ ہر سورت سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اس سورت کی ایک آیت ہے اور ان سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کیا۔ اس سے پہلے صرف یہ اختلاف تھا کہ یہ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں۔ اوائل سورہ سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کے جز نہ ہونے کے یہ دلائل ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے سورہ توبہ اور سورہ انفال کو سات بڑی سورتوں میں رکھا ہے اور آپ نے دوسورتوں کے درمیان بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں لکھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی آیات نازل ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لکھنے والے کو بلاتے اور ارشاد فرماتے: اس آیت کو فلاں سورت میں رکھو اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یا دو آیتیں نازل ہوتیں تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح فرماتے۔ سورۃ انفال اس وقت نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع مدینہ منورہ میں آئے تھے اور سورہ توبہ قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے اور سورہ انفال کا مضمون سورہ توبہ کے مضمون کے مشابہ تھا تو میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کے ساتھ لاحق ہے اس لئے میں نے ان دونوں کو سات بڑی سورتوں میں رکھا اور ان کے درمیان "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کی سطر نہیں لکھی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کسی سورت کا جز نہیں ہے اور وہ سورت سے پہلے بسم اللہ کو صرف دوسورتوں کے درمیان فصل کے لئے لکھتے تھے۔ نیز اگر ہر سورت سے پہلے بسم اللہ اسی سورت کا جز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہر شخص کو اس کا علم ہوتا جیسا کہ دوسری آیات کا سب کو بغیر کسی نزاع کے علم ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن عظیم میں ایک سورت کی تیس آیتیں ہیں جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہے گی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ "تبارك الذی بیده الملك" اور تمام قراء وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ "تبارك الذی" میں "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کے علاوہ تیس آیتیں ہیں، اگر بسم اللہ اس سورت کا جز ہو تو اس سورت کی اکتیس آیتیں بن جائیں گی اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ تمام قراء اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ کوثر کی تین اور سورہ اخلاص کی چار آیتیں ہیں۔ اگر بسم اللہ کو ان سورتوں کا جز مانا جائے تو پھر ان کی آیتوں کی تعداد چار اور پانچ ہو جائے گی اور یہ ان کے اتفاق کے خلاف ہے۔

(احکام القرآن: جز: 1، ص: 9 تا 11)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورۃ سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے۔ کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مذکور ہے اس کو جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نماز میں ثناء اور اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ نازل ہوئی۔

اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سورت کا فصل اسی وقت پہچانتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہچانتے تھے...... اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ اور حاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی کریم ﷺ کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کی جز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث بدء الوحی میں ہے: فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تین بار کہا: پڑھیے پھر کہا: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ٥" اگر بسم اللہ ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا: پڑھیے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ٥ نیز اسی پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور وہ ہے تبارك الذى بيده الملك۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث مبارکہ حسن ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی سند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں۔ اگر بسم اللہ ہر سورہ کے اول میں ہوتی تو آپ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تبارك الذى بيده الملك فرماتے۔ (عمدۃ القاری: ج:5، ص:292)

بسم اللہ میں نبی کریم ﷺ کی جانب رمز اور اشارہ

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: الف بسیط اور مطلق ہے اور وہ اپنی بساطت اور اطلاق کی وجہ سے اللہ عزوجل کی ذات مطلقہ پر دلالت کرتا ہے اور الف کے بعد باء ہے اور یہ تمام تعینات پر مقدم ہے سو باء اپنے تعین اول کے لحاظ سے حقیقت محمدی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح بسم اللہ کی باء میں ذات محمد (ﷺ) کی طرف اشارہ ہے اور باء پر کسرہ ہے اور اس سے آپ کی صفت رحمت کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (الانبیاء:107)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے صرف بہ طور رحمت بھیجا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا: بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (التوبۃ:128)

اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

اس میں یہ رمز ہے کہ جن پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اگرچہ وہ صاحب خلق عظیم ہیں اور ان کا ہر وصف اعلیٰ ہے لیکن ان پر صفت رحمت کا غلبہ ہے اور وہ رؤف رحیم ہیں اور جس کی طرف وہ دعوت دے رہے ہیں وہ الرحمٰن الرحیم ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر سورت سے پہلے بسم اللہ ہے اور اس میں آپ کی صفت رحمت کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی وہ براۃ سے شروع ہے اور باء سے آپ کی ذات اور باء کی فتح سے آپ کی صفت جلال کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ ایک سو تیرہ سورتوں میں بسم اللہ کے ذکر سے آپ کی رحمت کی طرف اشارہ ہے اور ایک

سورت میں براۃ کی نصب سے آپ کے غضب کی طرف اشارہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر سورت کی لوح جبیں پر حقیقت محمدی کی طرف رمز ہے ایک سو تیرہ سورتوں میں آپ کے جمال کی طرف اور ایک سورت میں آپ کے جلال کی طرف اشارہ ہے۔ (روح المعانی: ج: ۱ ص: 51 تا 52)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے فوائد اور حکمتیں و احکام

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی دی اور ارشاد فرمایا: اس میں "لا اله الا الله" لکھواؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نقاش سے کہا: اس میں "لا اله الا الله محمد رسول الله" لکھ دو۔

جب نبی کریم ﷺ کو وہ انگوٹھی پیش کی تو اس میں لکھا ہوا تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله ابوبکر صدیق۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ زیادہ (کس طرح لکھا ہوا ہے)؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کے نام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا کرنا پسند نہیں کیا اور باقی میں نے نہیں لکھوایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر شرمندہ تھے۔

تب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام میں نے لکھا ہے کیونکہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد (مصطفیٰ) ﷺ کے نام کو اللہ عزوجل کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھے تو اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کو آپ ﷺ کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھا اور اس میں یہ نکتہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وجہ سے آپ ﷺ کے فراق کو گوارا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کا مرکز بن جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اس کے نام سے فراق نہ گوارا کرے اور ہر کام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لے وہ کب اللہ تعالیٰ کی عنایات سے محروم ہوگا۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا کہا تو طوفان سے نجات پالی حالانکہ بسم اللہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کا نصف ہے تو جب ایک بار نصف بسم اللہ کے پڑھنے سے طوفان سے نجات مل گئی تو جو شخص ساری عمر بسم اللہ پڑھتا رہے وہ نجات سے کیسے محروم ہوگا۔

☆ قیصر روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ اس کے سر میں درد رہتا ہے جس سے افاقہ نہیں ہوتا۔ میرے لئے کوئی دوا بھیج دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیجی وہ اس ٹوپی کو پہن لیتا تو آرام آجاتا اور اس ٹوپی کو اتار دیتا تو پھر سر میں درد شروع ہو جاتا وہ حیران ہوا اور ایک دن اس نے ٹوپی کو کھولا تو دیکھا تو اس میں ایک کاغذ تھا جس میں لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

☆ بعض کفار نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ ہمیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں آپ ہمیں اسلام کی صداقت پر کوئی نشانی دکھایئے تاکہ ہم بھی اسلام لے آئیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر منگوایا اور "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھ کر کھا لیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے صحیح سالم کھڑے رہے۔

مجوس نے کہا: واقعی یہ دین حق ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے ایک مردہ کو عذاب دے رہے ہیں جب اپنے کام سے واپس لوٹے تو اس قبر میں رحمت کے فرشتوں کو دیکھا جن کے پاس نور کے طباق تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے تعجب ہوا۔ انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام)! یہ شخص گناہ گار تھا اور جب یہ مرا تو عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ مرتے وقت اس کی بیوی حاملہ تھی اس کے ہاں بچہ ہوا اس نے اس کو پالا حتیٰ کہ وہ بڑا ہو گیا اس نے اس کو مکتب میں داخل کیا وہاں اس کو معلم نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھائی تو مجھے حیا آئی کہ جو بچہ زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے اس کے باپ کو میں زمین کے نیچے عذاب میں مبتلا رکھوں۔

☆ سورۂ توبہ میں قتال کا ذکر ہے لہٰذا اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور ذبح سے پہلے بسم اللہ، اللہ اکبر کہا جاتا ہے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" نہیں کہا جاتا کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے تو جو شخص ہر روز سترہ مرتبہ فرض نمازوں میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھے گا وہ کب عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (تفسیر کبیر: ج: ۱، ص: 87 تا 89)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: کھانے پینے، ذبح کرنے، جماع کرنے، وضو کرنے، کشتی میں سوار ہونے غرض ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: 118)

تو اس سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا (ھود: 41)

اور نوح نے کہا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور رکنا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دروازہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو، چراغ گل کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو، برتن ڈھانپتے ہوئے بسم اللہ پڑھو اور مشک کا منہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو۔

اور ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص عمل تزویج کے وقت کہے: اے اللہ عز وجل! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور جو ہم کو عطا فرمائے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ تو اگر اس عمل میں ان کے لئے اولاد مقدر کی جائے گی تو اس کو شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

اور آپ نے عمر بن ابی سلمہ سے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا: شیطان ہر کھانے کو حلال کر لیتا ہے ماسوا اس کھانے کے جس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے آپ سے شکایت کی کہ جب سے وہ اسلام لائے ہیں ان کے جسم میں درد رہتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: تین بار بسم اللہ پڑھو اور سات بار یہ پڑھو:

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر

یہ تمام احادیث مبارکہ صحیح ہیں۔

اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بنو آدم بیت الخلاء میں داخل ہوں تو ان کی شرم گاہوں اور شیاطین کے درمیان بسم اللہ حجاب ہے۔

اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو پہلے بسم اللہ پڑھتے پھر اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالتے۔ (ج:1،ص:97تا98)

☆ ہر نیک اور صحیح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی انسان کو عادت پڑ جائے تو پھر اس کا برے کاموں سے باز رہنا زیادہ متوقع ہوگا کیونکہ اگر وہ کسی وقت خواہش نفس سے مغلوب ہو کر برائی میں ہاتھ ڈالے گا تو عادۃً اس کے منہ سے بسم اللہ نکلے گی اور پھر اس کا ضمیر اس کو سرزنش کرے گا۔

☆ انسان اسی کا نام بار بار لیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے اس لئے جو انسان ہر صحیح کام کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے یہ اس کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے۔

☆ علامہ قرطبی راقم ہیں کہ سعید بن ابی سکینہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھتے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اس کو خوبصورت لکھو کیونکہ ایک شخص نے بسم اللہ کو خوبصورت لکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

☆ سعید بن ابی سکینہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کاغذ کو دیکھا اس میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھی ہوئی تھی اس نے اس کو اٹھا کر بوسہ دیا اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

☆ بشر حافی پہلے ایک ڈاکو تھے انہوں نے راستہ میں ایک کاغذ دیکھا جو لوگوں کے پیروں تلے آ رہا تھا۔ انہوں نے اس کاغذ کو اٹھایا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بہت قیمتی خوشبو خریدی اور اس کاغذ پر وہ خوشبو لگائی اور اس کو حفاظت کے ساتھ رکھ دیا۔ رات کو خواب میں انہوں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا: اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو میں رکھا ہے میں تم کو دنیا اور آخرت میں خوشبو دار رکھوں گا اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور ولی کامل بن گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے انیس فرشتوں سے نجات دے وہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلہ اس کو جہنم کے ایک فرشتہ سے محفوظ رکھے کیونکہ بسم اللہ کے انیس حرف ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:1،ص:91تا92)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کو مقدم کر کے ہمیں یہ ادب سکھایا ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے تمام اقوال، افعال اور مہمات کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے شروع کیا کریں۔ (جامع البیان: ج:1،ص:38)

علامہ سیّد احمد طحطاوی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے احکام شرعیہ کے بیان میں راقم ہیں:

1- ذبح کرتے وقت، شکار کی طرف تیر پھینکتے وقت اور شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

البحر الرائق میں لکھا ہے کہ بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط ہے۔

اور بعض کتب میں ہے: "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" نہ کہے کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے۔

2- قنیہ میں لکھا ہے کہ ہر رکعت میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو کرنا لازم ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔

3-وضو کی ابتداء میں "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا سنت ہے، استنجاء سے پہلے اور بعد بھی۔لیکن حالت استنجاء اور محل نجاست میں نہ پڑھے۔اگر وضو کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا بھول گیا تو دوران وضو جب بھی یاد آئے بسم اللہ پڑھ لے، وضو کے اول میں "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا سنت ہے اور درمیان میں پڑھنا مستحب ہے۔

4-کھانے کی ابتداء میں "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا سنت ہے اگر بھول گیا تو درمیان میں پڑھنا بھی سنت ہے اور درمیان میں یوں پڑھے: بسم اللہ اولہ و اٰخرہ

5-سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

6-کسی کتاب کے شروع میں اور ہر نیک اور اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

7-قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے "اعوذ باللہ" کے بعد "بسم اللہ" پڑھنا مستحب ہے۔

8-مشتبہ چیز کھاتے وقت "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا مکروہ ہے۔جمہور کے نزدیک تمباکو نوشی کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔

9-سورہ انفال کے بعد سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔اگر سورہ توبہ سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے تو پھر بعض مشائخ کے نزدیک بسم اللہ مکروہ نہیں ہے۔

10-اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دیگر کاموں کے وقت بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

11-خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے شراب پیتے وقت یا حرام کھاتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو وہ کافر ہو جائے گا یہاں حرام سے مراد حرام قطعی ہے کیونکہ کسی کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے استعانت اور برکت حاصل کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اسی کام میں حاصل کی جائے گی جس کام کو اس نے جائز کیا ہو اور اس پر وہ راضی ہو اس لئے کسی حرام کام پر بسم اللہ پڑھنا اس کو حلال قرار دینے کے مترادف ہے اور حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے۔

12-جنبی اور حائض کے لئے بہ طور قرآن "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا حرام ہے البتہ بطور ذکر اور برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھنا جائز ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جز:1، ص:5 تا 6)

نماز میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سراً پڑھی جائے گی یا جہراً؟

نماز میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سراً پڑھی جائے گی یا جہراً اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے لہٰذا یہاں پر فقہاء کرام کا اختلاف بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے۔اِیَّاكَ

نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○ اوراسی طرح یہ سات آیات ہیں۔اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثناء کی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی حالانکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ بندہ کہتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ نے میرا ذکر کیا۔

یہ محمد بن سمعان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:150)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے منع کیا ہے آہستہ سے نہ بلند آواز سے۔اور نفلی نمازوں میں جائز کہا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، ثوری اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جہری نمازوں میں جہر سے بسم اللہ پڑھے اور سری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابوثور اور ابوعبید کے نزدیک بھی یہ ایک آیت ہے۔آیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورہ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے اس میں ان کے دو قول ہیں۔اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کردیتے کیونکہ قرآن مجید تواتر سے منقول ہے اور یہ حجت قاطعہ ہے۔بہرحال بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا مختلف فیہ ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جز ہے۔(بدایۃ المجتہد: جز:1،ص:89تا90)

فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا پڑھنا مشروع ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ نمازی سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم نے مجھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے سنا تو

ارشاد فرمایا: اے بیٹے! یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا۔

میرے والد نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تم بھی نہ پڑھا کرو۔ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کہتا ہوں۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نعیم مجمر نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا پھر کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں۔

اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور شیبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جہراً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سب آہستہ سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے۔

اور ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سراً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے

اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت کا بھی یہی محمل ہے تاکہ احادیث مبارکہ میں تطبیق ہو۔ (المغنی: ج:1، ص:284)

علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی 885ھ لکھتے ہیں: بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہ پڑھا جائے خواہ ہم اس کو سورہ فاتحہ کا جز کہیں یا نہ کہیں۔ یہی صحیح قول ہے۔ مجد نے اپنی شرح میں اس کی تصحیح کی ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ ترک جہر کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ خواہ ہمارے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کا جز ہے۔

ابن حمدان، ابن تمیم، ابن جوزی اور زرکشی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اس قول کو مقدم رکھا ہے اور یہی جمہور کا موقف ہے۔

ابن حامد اور ابوالخطاب نے ایک روایت جہر کی بیان کی ہے بہ شرطیکہ بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کا جز کہا جائے۔ ابن عقیل نے بھی اس کا ذکر کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جہر کیا جائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ نفل میں جہر کیا جائے۔

اور شیخ تقی الدین کا مختار یہ ہے کہ بسم اللہ، اعوذ باللہ اور سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ وغیرہ میں کبھی کبھی جہر سے پڑھا جائے۔
(الانصاف: ج:2، ص:48 تا 49)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جو فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ان کی یہ سب سے

واضح دلیل ہے کیونکہ بالاجماع سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور آخری تین آیتوں میں بندہ کی دعا ہے اور درمیانی آیت بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور اس کو شروع اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سے کیا ہے اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز ہوتی تو اس سے شروع کیا جاتا۔ (شرح للنواوی: جز:1 ص:170)

مزید راقم ہیں: سنت یہ ہے کہ جہری نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہراً پڑھا جائے۔ (شرح للنواوی: جز:1 ص:348)

فقہاء احناف کا مؤقف

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب (احناف) اور ثوری نے یہ کہا ہے کہ نماز میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کو آہستہ پڑھا جائے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہراً پڑھے۔

یہ اختلاف اس وقت ہے جب امام نماز میں جہراً قرأت کرے، اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

حضرت عمر بن ذر اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی۔

حماد نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے پھر سورہ فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابراہیم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اور مغیرہ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا بدعت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا اعرابیوں کا طریقہ ہے۔

اسی طرح عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہر سے پڑھتے تھے نہ اعوذ باللہ کو نہ آمین کو۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نماز میں بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ جہر سے بسم اللہ پڑھنے کو بلوغت کہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اللہ اکبر اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝" کی قرأت سے شروع کرتے تھے اور سلام سے ختم کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فرض میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہراً نہیں پڑھا نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے۔ (احکام القرآن: جز: 1، ص: 16 تا 17)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آہستہ سے پڑھنے وایل صرف دو احادیث مبارکہ ہیں 1- ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ 2- دوسری حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہیں۔ نیز آہستہ پڑھنے والی احادیث مبارکہ ایک واقعہ کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث مبارکہ ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے۔

اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے کیونکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ سعید بن زید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ پڑھتے تھے۔

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بکثرت اسانید کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دلیل صحیح ہو اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے اس کے برعکس اخفاء سے متعلق صحیح اور صریح احادیث مبارکہ ہیں۔ نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث مبارکہ کو ترجیح نہیں دیتے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ بھی مثبت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگر چہ صورۃً نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے۔

اور تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انکار کی حدیث مبارکہ صحیح بخاری کی حدیث مبارکہ کے پائے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دارقطنی کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 5، ص: 290 تا 291)

مزید احناف کے مؤقف پر دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر: 1

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد محترم نے مجھ سے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے سن لیا انہوں نے مجھ سے کہا: اے بیٹے! یہ بدعت ہے۔ تم بدعت سے بچو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی

اپنے والد محترم سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ سو تم نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ پڑھا کرو جب تم نماز شروع کرو تو کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 63)

دلیل نمبر: 2

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوں۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 494)

دلیل نمبر: 3

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان میں سے کسی کو بھی اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1799)

دلیل نمبر: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ سے قرأت شروع فرماتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 12156)

دلیل نمبر: 5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2598)

دلیل نمبر: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ سے قرأت شروع فرماتے تھے۔ (سنن الدارمی: رقم الحدیث: 1240)

دلیل نمبر: 7

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم الحمد للہ سے قرأت شروع فرماتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ قرأت کے شروع میں ذکر کرتے تھے نہ قرأت کے آخر میں۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 2242)

دلیل نمبر: 8

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور اعوذ باللہ اور

ربنا لك الحمد آہستہ پڑھا کرتے تھے۔(جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری: جز:2،ص:378)

دلیل نمبر:9

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے:

1-بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 2-سبحانك اللھم 3-اعوذ باللہ

4-اور آمین۔(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:2597)

دلیل نمبر:10

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور قرأت الحمد للہ سے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:25202)

دلیل نمبر:11

ابو فاختہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ اونچی آواز سے نہ پڑھتے تھے الحمد للہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:25201)

دلیل نمبر:12

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o سے شروع فرماتے تھے۔(صحیح البخاری: جز:1،ص:103)

الحمد للہ عزوجل! احناف کا مؤقف ان دلائل سے بذریعہ اتم ثابت ہوتا ہے اور یہی عقل کا تقاضا ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے کیونکہ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ لکھی ہوئی ہے وہ ان سورتوں کا جز نہیں فقط سورتوں میں فصل کرنے کے لئے لکھی گئی۔ لہٰذا نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جائے گا۔

ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

اس بارے میں فقہاء کرام کا مؤقف درج ذیل ہے:

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ آیا ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں۔

اسی طرح سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں؟

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورت سے پہلے دوبارہ بسم اللہ نہ پڑھے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جب پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو اب اس نماز میں سلام پھیرنے تک اس پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے اور اگر اس نے ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھ لی تو

مستحسن ہے۔

حسن بن زیاد نے کہا: اگر وہ مسبوق ہے تو اس کی پہلی رکعت میں اس پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ امام پہلی رکعت میں بسم اللہ پڑھ چکا ہے اور امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (احکام القرآن: ج:1، ص:13)

سوال: نماز میں اعوذ باللہ پڑھنا کیسا؟

جواب: نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جس کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء شافعیہ کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: دعا استفتاح (ثنا) کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا مستحب ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السميع العظيم مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے اور ہر اس لفظ کا پڑھنا جائز ہے جس سے یہ معنی حاصل ہو اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نماز سری ہو یا جہری اس کو سراً پڑھے۔

ایک قول یہ ہے کہ جہری نماز میں جہراً پڑھے۔

ایک قول یہ ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ قطعاً آہستہ پڑھے۔ نیز مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے اور پہلی رکعت میں پڑھنا زیادہ مؤکد ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (روضۃ الطالبین: ج:1، ص:346)

فقہاء مالکیہ کا مسلک

علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں: نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا جائز ہے اور فرض نماز میں مکروہ ہے۔ (الشرح الکبیر: ج:1، ص:251)

فقہاء حنبلیہ کا مسلک

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے۔ حسن، ابن سیرین، عطا، ثوری، اوزاعی، شافعی اور اصحاب رائے کا یہی نظریہ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ سے شروع فرماتے تھے۔ (المغنی: ج:1، ص:346)

فقہاء احناف کا مسلک

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: نماز میں ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا جمہور علماء کرام کے نزدیک سنت ہے۔

ثوری اور عطا نے یہ کہا ہے کہ یہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ اعوذ باللہ پڑھنے کے محل میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا محل ثناء کے بعد ہے اور یہ قرأت کے تابع نہیں ہے لہٰذا جو شخص بھی ثناء پڑھے گا وہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اعوذ باللہ دفع وسوسہ کے لئے ہے اور دفع وسوسہ کے سب محتاج ہیں۔ لہٰذا امام اور منفرد جس طرح ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھیں اسی طرح مقتدی بھی پڑھے اور عید کی نماز میں امام اس کو ثناء کے بعد پڑھے نہ کہ تکبیرات کے بعد۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے لہٰذا جو شخص تلاوت قرآن کرے گا وہی اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

اور مقتدی چونکہ قرأت نہیں کرتا اس لئے وہ اعوذ باللہ نہیں پڑھے گا اور امام اور منفرد چونکہ قرأت کرتے ہیں اس لئے وہ اعوذ باللہ پڑھیں گے اسی طرح عید کی نماز میں چونکہ قرأت تکبیرات کے بعد شروع ہوتی ہے اس لئے تکبیرات کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے گی۔

فتاویٰ قاضی خاں، ہدایہ اس کی شروح، کافی، اختیار اور اکثر کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے اور ہمارا بھی یہی مختار ہے۔ (غنیۃ المستملی ص:304)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جب نماز میں قرأت شروع کرے تو اعوذ باللہ پڑھے اگر سورہ فاتحہ مکمل پڑھنے کے بعد اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب اس کو چھوڑ دے گا اور اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو یاد آیا تو اعوذ باللہ پڑھے اور از سر نو سورہ فاتحہ پڑھے اور جب شاگرد استاد کو قرآن مجید سنائے تو اس وقت اعوذ باللہ نہ پڑھے یعنی اس وقت پڑھنا سنت نہیں ہے۔ جب مسبوق اپنی بقیہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے۔ امام عید کی نماز میں تکبیرات عید کے بعد اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ تکبیرات عید کے بعد قرأت شروع ہوتی ہے۔ (درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار: جز:1 ص:329)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب سورہ فاتحہ کو دوبارہ اعوذ باللہ کے ساتھ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سنت کی وجہ سے فرض کو چھوڑ دیا جائے۔ نیز اس سے واجب کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا کیونکہ سورہ فاتحہ یا اس کے اکثر حصہ کو دوبارہ پڑھنا سجدہ سہو کا موجب ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر نے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ نمازی نے اللہ اکبر پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھی اور ثناء پڑھنا بھول گیا تو اب ثناء نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر اس نے اللہ اکبر کے بعد قرأت شروع کردی اور ثناء، اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو اب ان کو دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ ان کا محل فوت ہو گیا اور اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔ اس کو زاہدی نے ذکر کیا ہے۔

ذخیرہ میں یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے اور اس سے اس کا مقصد قرآن مجید کی تلاوت ہو تو اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر حصول برکت کے لئے بسم اللہ پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی شخص شکر ادا کرنے کی نیت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کرتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہ قاعدہ پڑھنے کے اعتبار سے ہے افعال کے لئے یہ قاعدہ نہیں ہے اس کے لئے بیت الخلاء جانے سے پہلے اعوذ باللہ من الخبث و الخبائث پڑھنا اس قاعدے کے منافی نہیں

([illegible]: جز:1 ص:329)

کیا دوسری رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے گا؟

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: دوسری رکعت میں نہ ثناء پڑھے گا نہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ ان کا محل اول صلوٰۃ اور اول قرأت ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھنے سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا ثناء کے تابع ہے اور جب دوسری رکعت میں ثنا نہیں پڑھی جائے گی تو اعوذ باللہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ اگر یہ قرأت کے تابع ہوتی جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تو دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو بھی پڑھا جاتا۔ سو اس طریقہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل ہے حالانکہ تمہارے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک مرتبہ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو پڑھ لیا اور قرأت کے درمیان میں کسی اجنبی فعل کو داخل نہیں کیا تو اس کے لئے دوبارہ اعوذ باللہ پڑھنا سنت نہیں ہے اور افعال نماز، قرأت کے حق میں اجنبی نہیں ہیں کیونکہ نماز کے اعتبار سے تمام افعال واحد ہیں لہٰذا اس کی قرأت کے دوران کوئی اجنبی فعل خلل انداز نہیں ہوا اس لئے اب اعوذ باللہ کا تکرار مسنون نہیں ہے۔
(غنیۃ المستملی، ص: 324)

☆ قولہ وھذا حدیث منکر

اس حدیث کے منکر ہونے کی دو وجوہات ہیں:

1- ایک وجہ یہ ہے کہ حمید راوی اس میں کشف وجہ کا ذکر کر رہا ہے حالانکہ دیگر روایات میں کشف وجہ کا ذکر نہیں ہے۔

2- دوسری وجہ اس روایت میں تعوذ کا ذکر ہے باقی روایتوں میں نہیں ہے۔

اشکال

حمید تو ثقہ راوی ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ضعیف ثقاۃ کی مخالفت کرے۔

جواب

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے منکر فرما کر شاذ مراد لیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حمید اکثر علماء کے نزدیک تو ثقہ ہے مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ضعیف کہا ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے فرمان کے مطابق روایت کو منکر فرما دیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنا

بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے کی تحقیق درج ذیل ہے:

حدیث مبارکہ

یزید فارسی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ

کو سورۂ برأت جو مئین سے ہے اس پر کون سی وجہ نے آمادہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سورہ انفال سے پیچھے کر دیا حالانکہ وہ مثانی میں سے ہے اور اس کو سات طویل سورتوں میں ملا دیا اور ان کے درمیان بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی سطر کو تحریر نہیں کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات کا نزول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی لکھنے والے کو بلا کر ان کو ارشاد فرماتے کہ اس کو اس آیت کو فلاں جگہ لکھ دو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یا دو آیات کا نزول ہوتا تو اسی طرح فرماتے۔ سورہ انفال کا مدینہ منورہ میں پہلے نزول ہوا اور سورت برأت آخر میں نزول قرآن سے ہے اور ان دونوں کے قصے میں تشبیہ ہے پس میں نے گمان کیا کہ یہ اسی سے ہے۔ میں نے اس کو سات طویل سورتوں میں رکھا اور ان دونوں کے مابین بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی سطر تحریر نہیں کی۔ یزید فارسی سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معناً بیان کیا ہے۔ اس میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری پردہ ہو گیا اور ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: سورہ برأت سورہ انفال سے ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شعبی، ابو مالک، قتادہ اور ثابت بن عمارۃ نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ نمل کے نزول تک بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تحریر نہیں فرماتے تھے۔ یہ اس کا معنیٰ ہے

(مستدرک: ج: 2، ص: 241، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 42، سنن ترمذی: ج: 10، ص: 353، مسند احمد: ج: 1، ص: 473)۔

حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فصل سورت نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا نزول ہوا یہ لفظ ابن سرح ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 669)

سورہ فاتحہ کے بعد پہلی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں ان کو السبع الطوال کہا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

1-البقرہ، 2-آل عمران 3-النساء، 4-المائدۃ 5-الانعام، 6-الاعراف

7-اور الانفال۔

اور جن سورتوں میں ایک سو آیتیں ہیں ان کو ذوات المئین کہتے ہیں۔ اور جن میں اس سے کم آیتیں ہیں ان کو مثانی کہتے ہیں اور ان کے بعد مفصل ہیں۔ سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں اور سورہ بروج سے سورہ بینہ تک اوساط مفصل ہیں اور سورہ بینہ سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔ (درمختار ورد المختار: ج: 1، ص: 363)

ہجرت کے بعد اوائل مدینہ منورہ میں الانفال نازل ہوئی اور سورہ براء یا التوبہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے یہ سورت نو ہجری میں نازل ہوئی جس سال غزوہ تبوک ہوا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری سورت جو مکمل نازل ہوئی وہ سورۃ التوبہ ہے اور جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت الکلالہ ہے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 8861)

سورۃ برأۃ نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ سورت سورۃ الفتح کے بعد نازل ہوئی ہے اور بہ اعتبار نزول کے اس کا نمبر 114 ہے۔ روایت ہے کہ یہ سورت اوائل شوال 9 ہجری میں نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ ذوالقعدہ 9 ہجری میں نازل ہوئی اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کر

چکے تھے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت الانعام کی طرح مکمل یکبارگی نازل ہوئی ہے اور بعض علماء کرام نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئی ہیں اور مکمل یکبارگی نازل ہونے کی یہ توجیہ ہے کہ اس سورت کے نزول کے دوران کوئی اور سورت درمیان میں نازل نہیں ہوئی ہے۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: غزوہ موتہ کی طرف لشکر بھیجنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے جمادی الآخرۃ اور رجب تک قیام فرمایا پھر 8ھ میں بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا اور قریش نے بھی رات کو چھپ کر بنو بکر کے ساتھ مل کر قتال کیا حتیٰ کہ بنو خزاعہ نے حرم میں پناہ لی لیکن قریش اور بنو بکر نے حرم کا بھی احترام نہیں کیا۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جب قریش اور بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کا مال لوٹ لیا اور انہوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ تب عمرو بن سالم الخزاعی اور بنو کعب کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو بن سالم تمہاری امداد کر دی گئی ہے۔ قریش نے پھر معاہدہ کی تجدید کے لئے ابوسفیان کو مدینہ منورہ بھیجا لیکن نبی کریم ﷺ نے معاہدہ کی تجدید نہیں کی۔ (سیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف: جز: 4، ص: 149)

پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور 8ھ میں مکہ مکرمہ فتح کر لیا پھر 8ھ میں ہی نبی کریم ﷺ نے بیس سے زیادہ راتوں تک طائف کا محاصرہ کیا اور ان سے بہت شدید قتال کیا۔ تیروں اور منجنیق سے ان پر حملہ کیا اور طائف کو فتح کر لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ 9ھ میں غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ آپ ﷺ کا آخری غزوہ تھا اور سورت برأت کی اکثر آیات اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (سیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف: ج: 7، 4، ص: 320)

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتب کو فرماتے: اس کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ دو جب کوئی سورت مکمل ہو جاتی اور نئی سورت اترنا شروع ہوتی تو بسم اللہ بھی نازل ہوتی سورتوں میں امتیاز پیدا ہو جاتا لیکن سورہ توبہ یعنی برأت سب سے آخر میں اتری۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا: یہ مستقل سورت کا حصہ ہے اس کے ساتھ بسم اللہ نازل بھی نہیں ہوئی اب اس میں دو احتمال ہو گئے ہم نے دونوں احتمالات کا لحاظ رکھا اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی سورت کا حصہ ہونے کے احتمال کو مدنظر رکھ کر اور بیاض چھوڑ دیا مستقل سورت ہونے کے احتمال کو ملحوظ رکھ کر پھر سورہ انفال اور توبہ کو اس واسطے جوڑا کہ ان کے مضامین آپس میں ملتے ہیں۔ پھر انفال سے اگر توبہ کو مقدم کرتے تو سورہ اعراف کے ساتھ جڑ جاتی۔ مضامین اس کے ساتھ نہیں ملتے تو یہ اجتہاد کے خلاف ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ترتیب نزول کے بھی خلاف ہوتی کیونکہ انفال پہلے نازل ہوئی ہے اور توبہ بعد میں نازل ہوئی ہے۔

☆ **قوله ان النبی صلی اللہ علیه وسلم لم یکتب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حتی نزلت سورة النمل .**

یعنی آپ ﷺ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ پر سورۂ نمل کا نزول ہوا اس کے بعد آپ ﷺ نے سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھوانا شروع فرمایا۔ سورۂ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا تذکرہ ہے جو آپ علیہ السلام نے بلقیس کے نام لکھا تھا جس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تھا۔

قرآن مجید میں ہے: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل:30)
بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے ہے جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکتوب لکھ کر اس پر مشک لگا کر اس کو بند کیا پھر اس پر مہر لگائی اور وہ خط ہدہد کو دے دیا جب وہ خط لے کر اس کے محل میں پہنچا تو وہ سوئی ہوئی تھی اس نے دروازے بند کر کے چابیاں اپنے سرہانے رکھی ہوئی تھیں ہدہد روشن دان سے کمرے میں داخل ہوا اور وہ مکتوب اس کے سینہ کے اوپر پھینک دیا۔
ایک قول یہ ہے کہ ہدہد نے چونچ مار کر اس کو جگایا تو وہ گھبرا کر اٹھ گئی جب اس نے خط پر مہر لگی ہوئی دیکھی تو وہ کانپنے لگی۔ بلقیس عربی پڑھی ہوئی تھی اس نے مہر توڑ کر خط نکال کر پڑھ لیا۔ (روح المعانی: ج:19، ص:290)

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟ اس کی تحقیق کیا ہے۔

علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی اپنے نام کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر مقدم کیا ہو تا کہ مکتوب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام بلقیس کے ہاتھوں بے ادبی سے محفوظ رہے کیونکہ اس وقت بلقیس کافرہ تھی تا کہ ظاہر میں مکتوب کا عنوان حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ہو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں مکتوب کا عنوان اللہ تعالیٰ کا نام ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہو اور بلقیس نے مکتوب پڑھتے وقت پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام پڑھ کر لوگوں کو یہ بتایا ہو کہ یہ مکتوب کس کی جانب سے آیا ہے۔ (البحر المحیط: ج:4، ص:235)

اشکال

اس حدیث یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں لکھواتے تھے حتیٰ کہ سورہ نمل نازل ہوئی پر اشکال یہ ہے کہ اس کے بعد آنے والی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ كان النبى لا يعرف فصل السورة حتى تنزل عليه بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سورت کے شروع ہونے کا علم ہی نزول بسم اللہ سے ہوتا تھا کہ اب یہاں سے سورت شروع ہو رہی ہے؟

جواب

اس پہلی حدیث مبارکہ میں کتابت بسملہ کی نفی ہے نزول کی نفی نہیں سو ہو سکتا ہے کہ بسم اللہ نازل تو ہوتی ہو مگر سورت کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لکھنے کا حکم نہ فرماتے ہوں اور سورہ نمل کے نزول کے بعد کتابت کا حکم فرمانے لگے تھے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ لم يكتب سے مراد سورتوں کے شروع میں نہیں ہے بلکہ خطوط اور تحریروں کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ نمل کے نزول سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے اور اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھوانے لگے تھے خطوط اور تحریروں میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ لکھواتے تھے وہ یہ ہیں:

صحیح بخاری میں ہے: (نبی کریم ﷺ نے خط میں لکھوایا)
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7)

اور سنن ترمذی میں ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، یہ مکتوب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کا پیروکار ہے اس کو سلام ہو اس کے بعد واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرلو، سلامتی کے ساتھ رہو گے، اللہ تم کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کا بھی تم پر گناہ ہوگا۔
قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران: 64)
آپ فرمادیجئے! اے اہل کتاب اس بات کو قبول کرلو، جو ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاقی ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو اس کے سوا عبادت کا مستحق نہیں قرار دیں گے اگر وہ اس سے اعراض کریں تو آپ فرمائیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2717)

اس خط کے اخیر میں مہر لگانے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مکتوب لکھایا مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو، سو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنالی جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نقش تھا گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 65)
علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: مکاتیب کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو لکھنا ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے۔
اور یہ کہا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے نبی کریم ﷺ نے کسی مکتوب کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نہیں لکھا۔

امام عبدالرزاق وغیرہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ اہل جاہلیت باسمك اللهم لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ (ھود: 41) پھر آپ نے بسم اللہ لکھا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ (بنی اسرائیل: 110) تب آپ نے لکھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ پھر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ (النمل: 30) آپ نے لکھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ الاتقان میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی آیت نازل ہوئی۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (العلق: 1) سب سے پہلے نازل ہوئی۔
دوسرا قول ہے: يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ (المدثر: 1)

تیسرا قول ہے: سورہ فاتحہ

چوتھا قول ہے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پھر حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ کوئی الگ قول نہیں ہے کیونکہ ہر سورت کے نزول سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوئی لہٰذا جو آیت علی الاطلاق سب سے پہلے نازل ہوئی وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے اور یہ بات ہمارے مؤقف کو تقویت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہوتی ہے اور یہی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ کی ابتداء نبوت میں ہی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا علم ہوگیا تھا۔ اس لئے صحیح یہ ہے کہ آپ ابتداء ہی سے مکاتیب سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھواتے تھے۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ آپ ﷺ کو ابتداء نبوت میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا علم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کو یہ بھی علم ہوگیا ہو کہ مکاتیب کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنا مشروع ہے تو وہ شخص ضرور نبی کریم ﷺ کے مرتبہ اور مقام سے جاہل ہے۔ (روح المعانی: ج:19، ص:291 تا 292)

قوله عن یزید الفارسی قال سمعت ابن عباس رضی اللّٰه عنهما الخ

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے اور ہمارے علم کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث مبارکہ کو صرف یزید فارسی نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یزید فارسی یزید بن ہرمز ہے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3097)

حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف المزی متوفی 742ھ لکھتے ہیں: امام عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یزید بن ہرمز، یزید فارسی ہے یا نہیں۔

عبد الرحمٰن بن مہدی نے کہا: یزید فارسی ہی ابن ہرمز ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ شخص امراء کے ساتھ ہوتا تھا۔

ابو البلال نے کہا: یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کا منشی تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ یزید بن ہرمز، یزید فارسی نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال: ج:20، ص:394)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: یزید فارسی یزید بن ہرمز نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب: ج:11، ص:321)

سند پر بحث کے علاوہ اس حدیث مبارکہ کا متن بھی مخدوش ہے۔

اعتراض

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر اس بات کو جائز قرار دیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ سورہ توبہ کو سورہ انفال کے بعد رکھا جائے اور بعض سورتوں کی ترتیب وحی کے موافق نہیں کی گئی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے ان میں ترتیب قائم کی تھی تو باقی سورتوں میں بھی یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ ان کی ترتیب بھی وحی سے نہ کی گئی ہو بلکہ ایک سورت کی

آیات میں بھی یہ احتمال ہوگا کہ ان آیتوں کی ترتیب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی رائے سے قائم کی ہو اور اس سے رافضیوں کے اس عقیدہ کو تقویت ہوگی کہ قرآن مجید میں زیادتی اور کمی کا ہونا جائز ہے اور پھر قرآن مجید حجت نہیں رہے گا اسی لئے صحیح یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر خود یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس سورت کو سورہ انفال کے بعد رکھا جائے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر سورت کی ابتداء میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نہ لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ (تفسیر کبیر: ج:5، ص:521)

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ الانفال اور التوبہ الگ سورتیں ہیں یا دونوں مل کر ایک سورت ہیں کیونکہ مجموعی طور پر ان کی آیات دو سو چھ (206) ہیں اور یہ طوال میں سے ایک ہیں اور ان دونوں سورتوں میں قتال اور مغازی کا مضمون ہے۔ اس اختلاف کی بناء پر انہوں نے ان دونوں سورتوں کے درمیان خالی جگہ رکھی تا کہ اس سے ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو کہتے ہیں کہ یہ دو سورتیں ہیں اور سورۃ توبہ سے پہلے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں لکھی تا کہ ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں مل کر ایک سورت ہیں تو انہوں نے ایسا عمل کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اختلاف اور اشتباہ پر دلالت کرتا ہے اور ان کا یہ عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین کو منضبط کرنے میں اور قرآن مجید کو تغییر اور تحریف سے محفوظ رکھنے میں بہت متشدد تھے۔ اس سے رافضیوں کا قول باطل ہو جاتا ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال دونوں مل کر ایک سورت ہیں ان کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ سورۃ الانفال کے آخر میں ہے: مومن ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں اور وہ کفار سے بالکل منقطع ہیں۔ سورۃ التوبہ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سے شروع ہوتی ہے اور التوبہ کی ابتداء الانفال کے آخر کی تاکید ہے کیونکہ برأت کا معنیٰ ہے عصمت اور حفاظت کا منقطع ہونا تو الانفال کا آخر اور التوبہ کا اول دونوں کا حاصل مسلمانوں کا مشرکین کی ولایت اور ان کی حفاظت کو منقطع کرنا ہے۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان: ج:3، ص:428)

قوله عن ابن عباس رضى الله عنهما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی وجہ سے البحر اور حبر الامۃ کا لقب عطا فرمایا گیا۔ باقی حالات و واقعات پیچھے بیان کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابٌ فِيْ قِرَآءَةِ الْفَاتِحَةِ

باب: سورہ فاتحہ کا بیان

یہ باب نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے متعلق ہے۔

347- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس آدمی کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 247، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 394، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 488، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 837، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1782، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 822، سنن النسائی: رقم الحدیث: 911، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 386)

348- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ يَقُوْلُهَا ثَلَاثًا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں سورہ فاتحہ کو نہیں پڑھا تو وہ ناقص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو تین دفعہ فرمایا۔ (مسند احمد: ج:5، ص:78، مستدرک: ج:1، ص:239، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 8013، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1781، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 489، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:199)

349- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ من صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ و الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے اس طرح کی نماز ادا کی جس میں ام القرآن کو نہ پڑھا تو وہ ناقص ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7426، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 257، الموطا: ج:1، ص: 191، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 15663، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 734، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 831، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 1087، مسند احمد: رقم الحدیث: 23947)

350- وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ يَعْلٰى وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمیں حکم فرمایا گیا ہے کہ ہم سورہ فاتحہ اور جو آسان ہو پڑھیں۔ (مسند احمد: ج:3، ص:45، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 839، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 818، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1306)

351- وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى قَرِيْبًا مِّنْهُ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اَعِدْ صَلٰوتَكَ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ كَيْفَ اَصْنَعُ قَالَ اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ فَاِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ وَمَكِّنْ لِرُكُوْعِكَ فَاِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰى مَفَاصِلِهَا فَاِذَا سَجَدْتَّ فَمَكِّنْ لِسُجُوْدِكَ فَاِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جبکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں ایک آدمی اس وقت حاضر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جلوہ افروز تھے چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی نماز ادا کی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی نماز کو دہرالو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتا دیجئے کس طرح ادا کروں۔ ارشاد فرمایا: جس وقت تم قبلہ رو ہو جاؤ تو اس وقت اللہ اکبر کہو پھر ام القرآن پڑھو پھر جو چاہو پڑھو اس کے بعد جب تم رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر رکھ دو اور اپنی پیٹھ کو پھیلا دو اور اپنا رکوع حالت اطمینان سے کرو چنانچہ جب تم سر اٹھاؤ تو اپنی کمر سیدھی کر دحتی کہ ہڈیاں اپنے مقام پر لوٹ آئیں اور جس وقت تم سجدہ کرو تو اپنے سجدہ کو حالت اطمینان سے کرو اس کے بعد جب اپنے سر کو اٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ جاؤ اس کے بعد ہر رکعت میں یونہی کرو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:256، معجم الکبیر: رقم الحدیث:4530، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:37762، جامع الاصول: ج:5، ص:420، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1339، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:3764، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1787، کنز العمال: رقم الحدیث:19624)

مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: عبداللہ بن مبارک، اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور، داؤد بن علی وغیرہ نے حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی نے احکام القرآن میں کہا ہے کہ ہمارے علماء کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں:

1- ابن القاسم مالکی نے کہا ہے: جب امام آہستہ قرأت کرے اس وقت اس کے پیچھے قرأت کرے۔

2- ابن وہب اور اشہب نے کہا ہے وہ سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

3- محمد بن عبدالحکم نے کہا ہے: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر وہ نہیں پڑھے گا تب بھی کافی ہے گویا کہ ان کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(احکام القرآن: ج:1، ص:8)

ابوعمر و ابن عبدالبر نے تمہید میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختلف نہیں ہے کہ جو آدمی دو رکعت کی نماز میں سے کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جو آدمی تین رکعت نماز یا چار رکعت نماز کی کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مختلف ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے تو نماز ہو جائے گی۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ جب تک وہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ علامہ موفق الدین ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور خوات بن جبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا متعین نہیں ہے وہ

قرآن مجید میں سے کہیں سے بھی ایک آیت پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ (المغنی: ج:2، ص:32)

ابن حزم نے محلی میں کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اس میں فرض اور نفل برابر ہیں۔ ثوری اور اوزاعی نے ایک روایت میں اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام احمد رحمہم اللہ نے ایک روایت میں کہا ہے اور عبداللہ بن وہب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ مقتدی ہرگز قرآن مجید نہ پڑھے نہ ہی سورہ فاتحہ نہ کسی اور سورت کو، کسی نماز میں اور یہی ابن مسیب اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے اور فقہاء حجاز اور شام نے کہا ہے کہ جہری نمازوں میں نمازی قرأت نہ کرے اور سری نمازوں میں قرأت کرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کے بغیر جنس نماز کی نفی کر دی ہے۔

(المحلی: ج:3، ص:16، شرح العینی: ج:6، ص:18)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

امام کے پیچھے قرأت کرنے کا بیان

یہ باب امام کے پیچھے قرأت کرنے کے حکم میں ہے۔

352– عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَقَدْ تَقَدَّمَ حَدِيْثُ ابی هريرة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ و عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وفي الاستدلال بهذه الاحاديث نظر .

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس آدمی کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کرے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1257، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:199، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 982، اللؤلؤ والمرجان: ج:1، ص:120، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 211، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 185، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 17157، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 3423)

353– وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هٰذًّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ الْقِرَآءَةِ وَاٰخَرُوْنَ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ فِيْهِ مَكْحُوْلٌ وَّهُوَ يُدَلِّسُ، رَوَاهُ مُعَنْعَنًا وَّقَدِ اضْطَرَبَ فِيْ اِسْنَادِهٖ وَمَعَ ذٰلِكَ قَدْ تَفَرَّدَ بِذِكْرِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ فِيْ طَرِيْقِ مَكْحُوْلٍ مُّحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ وَهُوَ لَا يُحْتَجُّ بِمَا انْفَرَدَ بِهٖ فَالْحَدِيْثُ

مَعْلُوْلٌ بِثَلَاثَةِ وُجُوْهٍ .

انہی (حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی تو آپ ﷺ پر تلاوت ثقیل ہوگئی جب نماز سے فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو۔ ہم عرض گزار ہوئے: ہاں یارسول اللہ ﷺ! اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یوں نہ کیا کرو ماسوا سورہ فاتحہ کے کیونکہ اس آدمی کی نماز نہیں جو اسے (فاتحہ) کی قرأت نہ کرے۔

علامہ نیموی نے فرمایا ہے کہ اس میں مکحول راوی ہے اور وہ تدلیس کرتا ہے اس حدیث کو اس نے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اضطراب بھی ہے اور اس کے ساتھ مکحول کی سند میں محمد بن اسحاق، محمود بن الربیع عن عبادہ ذکر کرنے میں منفرد ہیں اور محمد بن اسحاق کی تفرد والی حدیث سے استدلال نہیں پکڑا جاتا۔ پس یہ حدیث تین وجوہ سے معلول ہے۔

(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 200، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2348، مستدرک: رقم الحدیث: 869، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 321، الموطا: ج: 1، ص: 186، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38190، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2742، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1785)

354– وَعَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُوْدِ بْنِ رَبِيْعٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبْطَأَ عُبَادَةُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَاَقَامَ اَبُوْ نُعَيْمٍ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ فَيُصَلِّيْ اَبُوْ نُعَيْمٍ بِالنَّاسِ وَاَقْبَلَ عُبَادَةُ وَاَنَا مَعَهُ حَتّٰى صَفَفْنَا خَلْفَ اَبِيْ نُعَيْمٍ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَآءَةِ فَجَعَلَ عُبَادَةُ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ لِعُبَادَةَ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَ اَبُوْ نُعَيْمٍ يَجْهَرُ قَالَ اَجَلْ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلٰوتِ الَّتِيْ يُجْهَرُ فِيْهَا الْقِرَآءَةُ قَالَ فَالْتَبَسَتْ عَلَيْهِ الْقِرَآءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ هَلْ تَقْرَءُوْنَ اِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَآءَةِ فَقَالَ بَعْضُنَا اِنَّا لَنَصْنَعُ ذٰلِكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا وَاَنَا اَقُوْلُ مَالِيْ يُنَازِعُنِي الْقُرْاٰنُ فَلَا تَقْرَءُوْا بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ الْقِرَآءَةِ وَخَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَاٰخَرُوْنَ وَفِيْهِ مَسْتُوْرٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِنَّ حَدِيْثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فِي الْتِبَاسِ الْقِرَآءَةِ فَدُرِيَ بِوُجُوْهٍ كُلِّهَا ضَعِيْفَةٌ .

نافع بن محمود بن ربیع انصاری کا بیان ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے نماز صبح میں تاخیر ہوگئی تو ابونعیم موذن نے نماز کھڑی کر دی۔ ابونعیم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اس دوران حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ میں بھی ان کی معیت تھا۔ حتیٰ کہ ہم ابونعیم کے پیچھے صف بستہ ہوگئے۔ ابونعیم بلند آواز کے ساتھ پڑھ رہے تھے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ کو پڑھنا شروع کر دیا۔ جس وقت انہوں نے نماز سے فراغت پالی تو میں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ کی قرأت کرتے ہوئے سنا ہے حالانکہ ابونعیم آواز کے ساتھ قرأت کر رہے تھے۔ ارشاد فرمایا: ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھائی جس میں بلند آواز کے ساتھ پڑھا جاتا ہے تو آپ ﷺ پر پڑھنا مشتبہ ہوگیا۔ جب آپ ﷺ نے نماز سے فراغت پالی تو ہماری جانب متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: کیا تم قرأت کرتے جس وقت میں بلند آواز کے ساتھ قرأت کر رہا ہوتا ہوں تو ہم

میں سے بعض کہنے لگے: ہم اسی طرح ہی کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کیا کرو میں یہ کہہ رہا تھا کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن کے متعلق جھگڑا کیا جا رہا ہے جس وقت میں بلند آواز کے ساتھ پڑھ رہا ہوں تو تم سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن مجید میں سے کچھ بھی تلاوت نہ کرو۔

علامہ نیموی نے فرمایا: قرأت کے ملتبس ہونے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی احادیث کئی وجوہ سے روایت کی گئی ہیں جو کہ سب ضعیف ہیں۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 202، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3915، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 702، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2744، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1230)

355- وَعَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِاَصْحَابِہٖ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ اَقْبَلَ عَلَیْہِمْ بِوَجْہِہٖ فَقَالَ اَتَقْرَءُوْنَ فِیْ صَلٰوتِکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَالْاِمَامُ یَقْرَاُ فَسَکَتُوْا فَقَالَہَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ قَائِلٌ اَوْ قَائِلُوْنَ اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا وَلْیَقْرَاْ اَحَدُکُمْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فِیْ نَفْسِہٖ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ جُزْءِ الْقِرَاءَۃِ وَاٰخَرُوْنَ وَاَعَلَّہُ الْبَیْہَقِیُّ بِاَنَّ ہٰذِہِ الطَّرِیْقَ غَیْرُ مَحْفُوْظَۃٍ۔

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی جب وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا چکے تو ان کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی تو ارشاد فرمایا: کیا تم پیچھے امام کے اپنی نماز کے اندر قرأت کیا کرتے ہو حالانکہ امام تو پڑھ رہا ہوتا ہے اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکوت اختیار کر لیا چنانچہ تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو دہرایا تو ایک نے کہا یا سب نے کہا: ہم یونہی کرتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کرو اور تم میں سے ایک سورہ فاتحہ کو اپنے دل میں پڑھ لیا کرے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1071، الفوائد المعللۃ: رقم الحدیث: 102، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2680، المؤطا: جز: 1، ص: 2028، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 35756، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2750، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1303، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1303)

356- وَعَنْہُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَلَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ وَالْاِمَامُ یَقْرَاُ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ یَّقْرَاَ اَحَدُکُمْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔

ابو قلابہ نے محمد بن ابی عائشہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید تم قرأت کر رہے ہوتے ہو جس وقت امام قرأت کر رہا ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار دہرایا۔ لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً ہم اسی طرح ہی کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کرو ما سوا اس کے کہ تم میں سے کوئی سورہ فاتحہ قرأت کرے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1069، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 42837، غایۃ المقصد: جز: 1، ص: 1021، کنز العمال: رقم الحدیث: 20522، مسند احمد: رقم الحدیث: 17376، مسند الصحابۃ: جز: 51، ص: 124، مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث: 2766، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 959)

357- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُسِمَتِ الصَّلٰوةُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ وَاِذَا قَالَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ اِلَيَّ عَبْدِيْ فَاِذَا قَالَ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: جس نے نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ کو نہ پڑھا تو اس کی نماز ناقص ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ہم تو امام کی اقتداء میں ہوتے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا: اسے دل کے اندر پڑھ لیا کرو اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے مابین نصف کر دیا ہے اور میرے بندے کے واسطے ہے جو اس نے طلب کیا۔ بندہ عرض کرتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری مدح سرائی کی ہے اور جب بندہ کہتا ہے: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ تو رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثناء کو بیان کیا۔ جب بندہ کہتا ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ تو رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ تو رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے مابین ہے اور میرے بندے کے واسطے ہے جو اس نے طلب کیا اور جس وقت بندہ کہتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے واسطے ہے اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے طلب کیا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:199، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 10982، الموطا: رقم الحدیث: 188، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 14981، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3424، جامع العلوم والحکم: ج:1، ص: 213، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 94، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2196)

358- وَعَنْهُ قَالَ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاقْرَأْ بِهَا وَاسْبِقْهُ فَاِنَّهُ اِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ اٰمِيْنَ مَنْ وَّافَقَ ذٰلِكَ قَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ بِهِمْ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ الْقِرَآءَةِ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔ قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِي الْبَابِ اٰثَارٌ اُخَرُ عَنِ الصَّحَابَةِ ۔

انہی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جس وقت امام سورہ فاتحہ پڑھے تو اس وقت تم بھی اسے پڑھو پس اس میں تم آگے نکل جاؤ۔ کیونکہ جب وہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہتا ہے تو ملائکہ آمین کہتے ہیں جو اس کے موافق ہے تو یہ اس لائق ہے کہ ان کی

دعا کو قبول کیا جائے۔

علامہ نیموی نے فرمایا: اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مزید بھی آثار موجود ہیں۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 10983، اللؤلؤ والمرجان: جز: 1، ص: 124، الموطا: جز: 1، ص: 216، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2422، جامع الاصول: رقم الحدیث: 7127، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1521، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 800، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2261)

اس باب کی شرح اگلے سے اگلے باب یعنی "باب فی ترکت القرأة خلف الامام فی الصلوات کلها" کے تحت کی جائے گی ان شاء اللہ عزوجل۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الْجَهْرِيَّةِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

باب: جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کا بیان

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ باب جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے حکم میں ہے۔

359- عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلْيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ وَاِذَا قَرَاَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ مُسْلِمٌ وَّهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی تو ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو تو تم میں سے کوئی بھی تمہاری امامت کروائے اور جس وقت امام قرأت کرے تو اس وقت تم سکوت اختیار کرو۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 205، البحر الزخار: جز: 8، ص: 17، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2494، جامع الاصول: جز: 5، ص: 399، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2505، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1263، کنز العمال: رقم الحدیث: 20489، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 1698)

360- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام صرف اس واسطے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے تو جس وقت وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جس وقت وہ قرأت کرے تو اس وقت تم سکوت اختیار کرو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 8534، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 922، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3820، کنز العمال: رقم الحدیث: 20477، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1190، سنن النسائی: رقم الحدیث: 10، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 837، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 511)

361- وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ اُكَيْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ صَلّٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً نَظُنُّ اَنَّهَا الصُّبْحُ فَقَالَ هَلْ قَرَاَ مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ابن اکیمہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی ہمارا زعم یہ ہے کہ صبح کی نماز تھی۔ تو ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے پڑھا ہے۔ ایک آدمی عرض گزار ہوا: میں نے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بھی کہہ رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1074، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2: ص: 203، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 290، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1849، مسند احمد: رقم الحدیث: 6972، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 919، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3797، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 947)

362- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَاُ خَلْفَهٗ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَيُّكُمْ قَرَاَ اَوْ اَيُّكُمُ الْقَارِئُ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيْهَا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ کی قرأت کرنے لگ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت فراغت پائی تو ارشاد فرمایا: تم میں سے کس نے قرأت کی یا ارشاد فرمایا: تم میں پڑھنے والا کون ہے؟ ایک آدمی عرض گزار ہوا: میں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تو یہ سمجھا کہ میرے ساتھ تم میں سے کوئی جھگڑا کر رہا ہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2: ص: 203، البحر الزخار: رقم الحدیث: 3043، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 990، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 523، موطا: ج: 1: ص: 202، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 9858، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3916، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 705)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی! انشاء اللہ عزوجل۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ تَرْكِ الْقِرَآءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا

باب: نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کا بیان

یہ باب امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے حکم میں ہے۔

363- وَعَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَقْرَءُوْنَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَلَطْتُمْ عَلَيَّ الْقِرَآءَةَ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے میرے اوپر قرأت کو خلط ملط کر دیا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1072، البحر الزخار: رقم الحدیث: 1836، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40380، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1293، غایۃ المقصد: جز: 1، ص: 1018، کنز العمال: رقم الحدیث: 22974، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 5006، مسند احمد: رقم الحدیث: 4082)

364- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَآءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَآءَةٌ . رَوَاهُ الْحَافِظُ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْمُوَطَّا وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1264، الموطا: جز: 1، ص: 194، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 15725، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 6295، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 2723، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1251، کنز العمال: رقم الحدیث: 19683، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3800)

365- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَآءَةُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيَقْرَأْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ . رَوَاهُ مَالِكٌ فِي المؤطا وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت کفایت کرے گی اور جس وقت وہ تنہا ہو تو اس وقت وہ قرأت کرے۔ نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے۔ (الموطا: رقم الحدیث: 192، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3918، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 178)

366- عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَآءَ الْاِمَامِ . رَوَاهُ مَالِكٌ و اسناده صَحِيْحٌ .

وہب بن کیسان کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس آدمی نے کسی ایسی رکعت کو پڑھا جس کے اندر اس نے سورہ فاتحہ کو نہ پڑھا تو اس نے (گویا) نماز ہی نہ پڑھی ماسوا اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ (الموطا: جز: 1، ص: 186، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 36901، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3426، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 288، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1198، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 192)

367- وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقِرَآءَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَآءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ باب سجود التلاوة .

عطاء بن یسار کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق دریافت کیا تو ارشاد فرمایا: امام کے ساتھ کسی چیز میں بھی قرأت نہیں۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبری: جز: 2، ص: 4448، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:

1032 ،الموطا:رقم الحدیث:26، جامع الاصول:رقم الحدیث:3798،سنن البیہقی الکبری:رقم الحدیث:2738،سنن النسائی:رقم الحدیث:951، صحیح مسلم:رقم الحدیث:903،مسند ابی عوانہ:رقم الحدیث:1951)

368– وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ اَنَّهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالُوْا لَا يُقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

عبیداللہ بن مقسم کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: کسی بھی نماز کے اندر امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔(الموطا:جز:1،ص:191، جامع الاحادیث:رقم الحدیث:18004، جامع الاصول:رقم الحدیث:3918،سنن البیہقی الکبری:رقم الحدیث:2730،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:178، مشکل الآثار:جز:12،ص:351)

369– وَعَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَنْصِتْ لِلْقِرَآءَةِ فَاِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا وَّسَيَكْفِيْكَ ذٰلِكَ الْاِمَامُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

ابووائل کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قرأت کے دوران سکوت اختیار کر کیونکہ حالت نماز میں ایک طرح کی مشغولیت ہے اور تم کو اس کے اندر امام کافی ہوگا۔(معجم الاوسط:رقم الحدیث:8049، معجم الکبیر:رقم الحدیث:10435، الموطا:رقم الحدیث:122، شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1206)

370– وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْتَ الَّذِيْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِيءَ فُوْهُ تُرَابًا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

(الموطا:جز:1،ص:197، شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1209، مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:3810، مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:2806)

371– وَعَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَقْرَأُ وَالْاِمَامُ بَيْنَ يَدَيَّ فَقَالَ لَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

ابوجمرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ میں کیا قرأت کیا کروں جس وقت میرے آگے امام ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔(الموطا:جز:1،ص:191، شرح معانی الآثار:جز:1،ص:220)

372– وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ قُرْاٰنٌ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَ هٰذَا فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَآءِ يَا كَثِيْرُ وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ لَا اَرَى الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ كَفَاهُمْ. رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ وَفِي الْبَابِ اٰثَارُ التَّابِعِيْنَ

رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

کثیر بن مرہ کا بیان ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص کھڑے ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر نماز کے اندر قرأت ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ تو لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: پھر تو یہ واجب ہو چکی۔ اس پر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: اے کثیر! (کثیر نے کہا) اور میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پہلو میں تھا۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ امام جس وقت لوگوں کو امامت کرا رہا ہو تو ان کی جانب کفایت کر جائے گی۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:205، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:995، الموطا: ج:1،ص:191، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:41525، جامع الاصول: رقم الحدیث:3919، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2736، سنن دار قطنی: رقم الحدیث:1277، سنن النسائی: رقم الحدیث:914)

قرآن مجید سننے کا حکم

قرآن مجید سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے یا واجب ہے اس بارے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب بیان کئے جاتے ہیں۔

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن مجید نماز میں پڑھا جائے یا خارج از نماز اس کا سننا واجب ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:7،ص:316)

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی مالکی متوفی 656ھ اس حدیث مبارکہ کہ "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ حدیث مبارکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اور ان فقہاء کرام کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی قرأت نہ کرے۔ (المفہم: ج:2،ص:39)

شافعیہ کا مذہب

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ واذا قرء فانصتوا کے تحت لکھتے ہیں: اس آیت کے ظاہر الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کا سننا مطلقاً واجب ہو اور عامۃ العلماء کے نزدیک خارج از نماز قرآن مجید کا سننا مستحب ہے اور جو علماء امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کو واجب نہیں کہتے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ استدلال ضعیف ہے۔

(انوار التنزیل واسرار التاویل: ج:3،ص:86)

حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (الاعراف:204) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے بلند آواز سے قرأت کی تھی۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی تھی۔ ایک شخص نے کہا: ہاں! یارسول اللہ ﷺ میں نے قرأت کی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تب ہی میں سوچ رہا تھا کہ مجھے قرآن مجید پڑھنے میں دشواری کیوں ہو رہی ہے پھر لوگ ان نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے جن نمازوں

میں رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا۔ (الکافی: ج: 1، ص: 246)

حنفیہ کا مذہب

علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی درمختار: ج: 1، ص: 237)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا مطلقاً واجب ہے کیونکہ یہ آیت ہر چند کہ نماز کے متعلق وارد ہے لیکن اعتبار خصوصیت سبب کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ قنیہ میں مذکور ہے کہ گھر میں بچہ قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام کاج میں مشغول ہوں تو وہ نہ سننے میں معذور ہوں گے بشرطیکہ انہوں نے اس کے پڑھنے سے پہلے کام شروع کیا ہو ورنہ وہ معذور نہیں ہوں گے۔ اگر فقہ میں مشغول شخص کے پاس کوئی قرآن مجید پڑھے یا رات کو چھت پر پڑھے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو ان کے نہ سننے کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا کیونکہ ان کے نہ سننے کا سبب پڑھنے والا ہے یا وہ سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کر کے اذیت پہنچا رہا ہے اس میں غور کرنا چاہئے۔ اور شرح المنیہ میں یہ مذکور ہے کہ اصل میں قرآن کریم کا سننا فرض کفایہ ہے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کی تلاوت کو ضائع نہ کیا جائے اور بعض کے خاموش ہو جانے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے جیسے سلام کا جواب دینا واجب ہے تاکہ مسلمان کے حق کی رعایت ہو اور بعض کے جواب دینے سے یہ حق ادا ہو جاتا ہے اور باقی مسلمانوں سے یہ وجوب ساقط ہو جاتا ہے البتہ قرآن مجید پڑھنے پر اس کا احترام کرنا واجب ہے بایں طور کہ وہ بازاروں میں قرآن مجید نہ پڑھے اور نہ ان مقامات پر قرآن مجید پڑھے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور اگر اس نے وہاں پڑھا تو قرآن مجید کی حرمت کو ضائع کرنے والا وہی شخص ہوگا سو وہی گناہ گار ہوگا نہ کہ مشغول لوگ تاکہ لوگوں کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں حرج نہ ہو۔ قاضی القضاۃ یحیٰی منقاوی زادہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔ (ردالمختار: ج: 1، ص: 366 تا 368)

امام کے پیچھے قرآن مجید سننے کا حکم

امام کے پیچھے قرأت کرنے یا نہ کرنے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

حنبلیہ کا موقف

علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی متوفی 763ھ لکھتے ہیں: اثرم نے نقل کیا ہے کہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ ابن الزغوانی نے شرح الخرقی میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ہمارے اکثر اصحاب اس کے وجوب کو نہیں پہچانتے اس کو نوادر میں نقل کیا ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جس نماز میں آہستہ قرأت ہوتی ہے اس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے۔ ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ ہر رکعت میں جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور انہوں نے کہا کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا کفایت کرے گا اور سری نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور سکتات میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (کتاب الفروع: ج: 1، ص: 427)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اِذَا قُرِئَ

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (الاعراف:204)(الکافی:جز:1،ص:246)

مالکیہ کا مؤقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الخرشی مالکی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں: فرض نماز اور نفل نماز میں امام پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر واجب نہیں ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے: امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری البتہ سری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ (حاشیۃ الخرشی علی مختصر سیدی خلیل:جز:1،ص:269)

شافعیہ کا مؤقف

امام ابواسحاق ابراہیم بن علی الفیر وزآبادی الشیر ازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: آیا مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کی قراءت واجب ہے اس میں غور کیا جائے گا اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے تو مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قراءت واجب ہے اور اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں بلند آواز سے قراءت کی جاتی ہے تو اس میں دو قول ہیں۔ کتاب الام اور البویطی میں مذکور ہے کہ اس میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ پر قراءت دشوار ہوگئی۔ آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: میں دیکھ رہا تھا تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کر رہے تھے۔ ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہاں ہم ایسا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورہ فاتحہ کے سوا ایسا نہ کرو کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم یہ ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے بلند آواز سے قراءت کی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی تھی۔ ایک شخص نے کہا: ہاں! یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (تبھی تو) میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری تلاوت میں دشواری کیوں ہو رہی ہے۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے قراءت کرتے تھے ان نمازوں میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قراءت کرنا ترک کر دیا۔

(المہذب:ج:1،ص:72)

حنفیہ کا مؤقف

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا مطلقاً واجب ہے۔

(ردالمحتار:ج:1،ص:366)

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (الاعراف:204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے ان میں اگرچہ سننا ممکن نہیں ہے لیکن خاموش رہنا ممکن ہے پس اس سے ظاہر نص کے اعتبار سے ان نمازوں میں خاموش رہنا واجب ہے۔ حضرت ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو ترک کر دیا اور ان کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے پس ظاہر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے قرأت کو ترک کیا تھا اور حدیث مبارکہ مشہور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: امام کو اس لئے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو تم اس سے اختلاف نہ کرو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ قرآن مجید پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اس حدیث میں امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک بغیر قرأت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز بغیر قرأت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قرأت کے ساتھ ہے اور وہ امام کی قرأت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (بدائع الصنائع: ج:1، ص:524)

حنفیہ کے دلائل

نماز اور خارج نماز میں قرآن مجید کو سننا واجب ہے مقتدی نماز میں قرأت نہیں کرے گا بلکہ اس کا خاموش رہنا واجب ہے اسی (80) کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے جن میں حضرت علی المرتضٰی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی ہیں اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے بہر حال امام کے پیچھے خاموش رہنے کے وجوب اور قرأت نہ کرنے کے وجوب پر کئی دلائل ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی شخص امام کے پیچھے قرأت کرے تو وہ فرماتے: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرے۔ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث:1488)

دلیل نمبر:2

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ص:61)

دلیل نمبر:3

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے۔ اس نے کہا: کیا تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

(سنن دار قطنی: ج:1، ص:325)

دلیل نمبر:4

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت

ہے۔(سنن دارقطنی:جز:1،ص:326)

دلیل نمبر:5

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کر رہا تھا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی سورت کی قرأت سے کون الجھا رہا تھا پھر آپ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت سے منع فرمادیا۔(سنن دارقطنی:جز:1،ص:327)

دلیل نمبر:6

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔
(سنن دارقطنی:جز:1،ص:330)

دلیل نمبر:7

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔(سنن دارقطنی:جز:1،ص:333)

دلیل نمبر:8

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خاموش رہو امام کی قرأت تمہیں کافی ہے۔(سنن دارقطنی:جز:1،ص:330)

دلیل نمبر:9

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔(سنن دارقطنی:جز:1،ص:332)

دلیل نمبر:10

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔(سنن دارقطنی:جز:1،ص:333)

دلیل نمبر:11

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارے ہوں۔
(المصنف:جز:1،ص:376)

دلیل نمبر:12

اسود فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔(المصنف:جز:1،ص:376)

دلیل نمبر:13

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔(المصنف:جز:1،ص:376)

دلیل نمبر:14

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (المصنف: ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:15

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سراً۔ (المصنف: ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:16

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے کہا: ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔

(المصنف: ج:1،ص:139)

دلیل نمبر:17

ابوالبشر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

(المصنف: ج:1،ص:377)

دلیل نمبر:18

ابوالبشر سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (المصنف: ج:1،ص:377)

دلیل نمبر:19

عبیداللہ بن مقسم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ (المصنف: ج:1،ص:141)

دلیل نمبر:20

نافع اور انس بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ (المصنف: ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:21

شعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی: ج:1،ص:330)

دلیل نمبر:22

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 404)

دلیل نمبر:23

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرأت کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں مٹی بھر دی جاتی۔ (شرح معانی الآثار: ص:129)

دلیل نمبر:24

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں: عبیداللہ بن مقسم نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔ (شرح معانی الآثار: ص:129)

دلیل نمبر:25

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں: ابوحمزہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا وہ امام کے پیچھے قرأت کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔ (شرح معانی الآثار: ص:129)

دلیل نمبر:26

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ (مسند احمد: جز:4، ص:415)

دلیل نمبر:27

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 847)

دلیل نمبر:28

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے ماسوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی: ص:135)

دلیل نمبر:29

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں: امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنا سنت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3794)

دلیل نمبر:30

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت ثابت ہے اور حضرت ابوسعید، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی

(ممانعت پر) روایات وارد ہیں۔ (الدرایہ مع الہدایہ الاولین: ص: 121)
ان تمام دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ امام کے پیچھے مقتدی کا خاموش رہنا واجب ہے وہ قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت نہیں پڑھے گا نہ ہی سورہ فاتحہ پڑھے بلکہ اس پر امام کی قرأت کو سننا واجب ہے۔

واللہ ورسولہ أعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَأْمِيْنِ الْإِمَامِ

باب: امام کا آمین کہنا

یہ باب امام کے آمین کہنے کے حکم میں ہے۔

373– عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهُ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام آمین کہے تو اس وقت تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو گی تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 9921، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 410، سنن النسائی: رقم الحدیث: 928، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 250، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 587، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1583، موطا: رقم الحدیث: 198، سنن البیہقی: ج: 2: ص: 55)

374– وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ولمسلم نحوه .

انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○ کہے تو تم لوگ آمین کہو کیونکہ جس کا کہنا ملائکہ کے کہنے کے موافق ہو گیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 1245، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 935، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 852، مسند احمد: رقم الحدیث: 9804، سنن بیہقی: ج: 2: ص: 55، سنن النسائی: رقم الحدیث: 926)

375– وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذْ قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ يُحِبْكُمُ اللّٰهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا چنانچہ ہم سے ہمارے واسطے سنتیں بیان فرمائیں اور ہم کو نماز سکھائی پس ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرو پھر تم

میں سے ایک تمہاری امامت کرائے تو جس وقت وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ کہے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:269، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2629، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 651، المؤطا: جز:1، ص:232، جامع الاصول: جز:5، ص:616، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2450، سنن دار قطنی: رقم الحدیث:1264، سنن دارمی: رقم الحدیث:1312)

376- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُوْلُ اٰمِيْنَ وَاِنَّ الْاِمَامَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ فَمَنْ وَّافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنِّسَائِیُّ والدارمی وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ کہے تو تم آمین کہو اور یقیناً ملائکہ بھی آمین کہا کرتے ہیں اور یقیناً امام آمین کہتا ہے تو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوئی تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (مرجع السابق: حدیث:374)

مذاہب فقہاء

امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: امام کے آمین کہنے میں اختلاف ہے۔ مطرف اور ابن لماجشون نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ امام بھی مقتدی کی مثل آمین کہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی، امام مالک، امام احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا مذہب ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام آمین نہ کہے آمین صرف اس کے پیچھے نمازی کہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول "مدونہ" میں ہے اور ان کے مصری اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: جب امام کہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○ تو تم بھی آمین کہو۔ اگر امام کے لئے بھی آمین کہنا مشروع ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اور ہم نے دیکھا کہ سورہ فاتحہ دعا ہے پس امام دعا کرنے والا ہے اور مقتدی آمین کہنے والا ہے اور اسی طرح لوگوں کا معمول ہے کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور سننے والا آمین کہتا ہے۔ جو فقہاء امام کے آمین کہنے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام آمین کہے گا اور یہ معلوم ہے کہ مقتدی آمین کہتا ہے تو امام کو بھی آمین کہنا چاہئے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ وہ امام سے فرماتے تھے کہ تم ہماری آمین کو چھوڑ نہ دینا اس سے معلوم ہوا کہ امام آمین کہتا ہے اور ابن شہاب زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے۔ (شرح ابن بطال: جز:2، ص:471م)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْجَهْرِ بِالتَّامِيْنِ

آمین بلند آواز سے کہنے کا بیان

یہ باب آمین بلند آواز کے ساتھ کہنے کے حکم میں ہے۔

377- عَنْ وَّآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَأَ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَهُوَ حَدِيْثٌ مُّضْطَرِبٌ ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ٥ پڑھا کرتے تو آمین کہا کرتے ساتھ آواز کو بھی اونچا فرما دیتے۔ (سنن دار قطنی: جز:3، ص:407، مستدرک: جز:2، ص:253، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:256، معجم الکبیر: جز:22، ص:9)

378- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَآءَةِ اُمِّ الْقُرْاٰنِ رَفَعَ صَوْتَهٗ وَقَالَ اٰمِيْنَ ۔ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيٌّ وَالْحَاكِمُ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورہ فاتحہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فراغت پا لیتے تو اپنی آواز کو اونچا کرتے ہوئے آمین کہا کرتے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 812، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 283، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2283، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1289، صحیح ابن حبان: جز:5، ص:112، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 571، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 800)

379- وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمِّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّامِيْنَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَهَا اَهْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ابو عبداللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا ترک کر دیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ٥ پڑھتے تو آمین فرمایا کرتے حتیٰ کہ صف اول والے سن لیا کرتے پس اس سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔ (المؤطا: جز:1، ص:216، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 843)

380- وَعَنْ اُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا صَلَّتْ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ فَسَمِعَتْهُ وَهِيَ فِيْ صَفِّ النِّسَآءِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ رَاهْوَيْهِ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَفِيْهِ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمِ الْمَكِّيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ ۔

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا فرمائی جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلاَ الضَّآلِّيْنَ٥ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بھی فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے سن لیا جبکہ وہ عورتوں والی صف کے اندر تھیں۔

(المؤطا: جز:1، ص:216، مسند اسحاق بن راہویہ: رقم الحدیث: 2396، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 800)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی انشاء اللہ عزوجل۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ تَرْكِ الْجَهْرِ بِالتَّامِيْنِ قَالَ عَطَآءٌ اٰمِيْنَ دُعَآءٌ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

باب: آمین بلند آواز کے ساتھ نہ کہنے کا بیان

حضرت عطاء نے فرمایا: آمین ایک دعا ہے اور یقیناً رب تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے: تم اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستگی سے پکارو۔

یہ باب آمین بلند آواز کے ساتھ نہ کہنے کے حکم میں ہے۔

381- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُوْلُ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

قَالَ النِّيْمَوِیُّ يستفاد منه ان الامام لا يجهر بآمين ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ امام سے سبقت نہ اختیار کرو جس وقت وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جس وقت وہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o کہے تو تم بھی آمین کہو اور جس وقت وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہو۔

علامہ نیموی نے فرمایا: اس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ امام بلند آواز کے ساتھ آمین نہ کہے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:139، تقریب الاسانید وترتیب المسانید: جز:1، ص:35، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:16077، جامع الاصول: جز:5، ص:619، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1141، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2424، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1576، صحیح مسلم: رقم الحدیث:6261)

382- وَعَنِ الْحَسَنِ اَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَآءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَحَفِظَ ذٰلِكَ سَمُرَةُ وَاَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِیْ ذٰلِكَ اِلٰى اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ فِیْ كِتَابِهٖ اِلَيْهِمَا اَوْ فِیْ رَدِّهٖ عَلَيْهِمَآ اَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَالِحٌ ۔

حضرت حسن بصری کا بیان ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے کے ساتھ

مذاکرہ کیا۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث کو بیان فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسکتوں کو یاد کیا ایک سکتہ اس وقت جب امام تکبیر کہے اور دوسرا اس وقت جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ پڑھ کر فراغت پا لے اس بات کو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یاد کیا اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کر دیا پس دونوں نے اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی جانب لکھ بھیجا چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جوان کی جانب خط تحریر فرمایا یا جواب لکھ بھیجا اس کے اندر یہ تھا کہ سمرہ نے یاد رکھا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 78، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 310، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 779، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2898، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1578)

383- وَعَنْهُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِهِمْ سَكَتَ سَكْتَتَيْنِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سَكَتَ اَيْضًا هُنَيَّةً فَاَنْكَرُوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَتَبَ اِلَيْهِمْ اُبَيٌّ اِلَيْهِمْ اَنَّ الْاَمْرَ كَمَا صَنَعَ سَمُرَةُ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت حسن کا بیان ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جس وقت لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تو مقام پر سکوت اختیار کرتے۔ 1- جس وقت نماز کی ابتداء کرتے۔ 2- جس وقت وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ کہا کرتے تو کچھ دیر سکوت اختیار فرمالیتے چنانچہ لوگوں نے ان کے اوپر اس کے متعلق انکار کر دیا سوانہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی جانب لکھ بھیجا تو انہوں نے ان کی جانب جواب مرحمت فرمایا: معاملہ یونہی ہے جس طرح کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 19390)

384- وَعَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى وَسَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ و اَبُوْدَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ . وَفِيْ مَتْنِهٖ اِضْطِرَابٌ .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ پڑھا تو اس وقت آمین کہا۔ اس کے ساتھ آواز کو نیچا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کے اوپر رکھا اور سیدھی اور الٹی جانب سلام پھیرا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 110، جامع الاصول: ج: 5، ص: 331، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1285)

385- وَعَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَجْهَرَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِاٰمِيْنَ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَابْنُ جَرِيْرٍ وَّاِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ .

حضرت ابووائل کا بیان ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور تعوذ اور آمین کو بلند آواز کے ساتھ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9304، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 30823، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 7208، کنز العمال: رقم الحدیث: 22103)

386- وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ خَمْسٌ يُخْفِيهِنَّ الْإِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَآمِينَ وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

ابراہیم کا بیان ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام آہستہ کہتا ہے: 1-سبحانك اللهم وبحمدك، 2-تعوذ، 3-بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، 4-آمین، 5-اللهم ربنا لك الحمد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 8941)

آمین کا معنیٰ

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: یہ وہ کلمہ ہے جو دعا کے بعد کہا جاتا ہے یہ اسم اور فعل سے مرکب ہے اور اس کا معنیٰ ہے "اللهم استجب لی" اے اللہ عزوجل! میری دعا کو قبول فرما۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حامیوں کے لئے دعاء ضرر کی اور فرمایا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوبِهِمْ (یونس: 88)

اے ہمارے رب! ان کے اموال کو تباہ و برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: آمین۔

ایک قول یہ ہے کہ آمین کے معنیٰ ہیں اسی طرح ہوگا۔

زجاج نے کہا ہے کہ اس میں دو لغتیں ہیں: 1-امین، 2-آمین

ابوالعباس نے کہا ہے کہ آمین عاصین کی طرح جمع کا صیغہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حسن سے منقول ہے کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

حضرت مجاہد نے بھی کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور یہ یا اللہ تعالیٰ کے معنیٰ میں ہے اور اس کے بعد "استجب" مقدر ہے۔

ازہری نے کہا: یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آمین رب العالمین کی اپنے بندوں پر مہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آفات اور بلیات کو آمین سے دور کردیتا ہے جب کسی لفافے پر مہر لگادی جائے تو اس مہر کی وجہ سے اس میں فاسد اور ناپسندیدہ چیز داخل نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آمین جنت میں ایک درجہ ہے۔

ابوبکر نے کہا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آمین کہنے والے کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔ (لسان العرب، ج: 13، ص: 27)

امام کے پیچھے آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ

امام کے پیچھے آمین آہستہ آواز سے کہا جائے گا یا بلند آواز سے اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو حسب ذیل ہے:

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک

قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہٰذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آمین کہا اور آواز بلند کی اور نبی کریم ﷺ نے امام کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بلند آواز سے آمین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگی اور انہوں نے جو آمین کے دعا ہونے سے آہستہ آمین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے اس لئے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا اور آمین قرأت کے تابع ہے لہٰذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آمین بھی جہراً کہی جائے گی۔
(المغنی: جز:1، ص:296)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ کہے تو آمین کہو۔ امام، منفرد اور مقتدی کے لئے جہراً آمین کہنا مستحب ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفیین اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:176)
علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس الرملی الشافعی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں: سورہ فاتحہ یا اس کے قائم مقام کسی دعا کے بعد کچھ وقفہ سے آمین کہنا سنت ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں لیکن نماز میں بہت زیادہ مستحب ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ آمین کہتے اور الف کو کھینچ کر آمین کہتے۔ (نہایۃ المحتاج: جز:1، ص:489)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ منفرد، امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ آہستہ آمین کہے۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور محدثین کا قول یہ ہے کہ بلند آواز سے آمین کہے۔
احادیث مبارکہ میں دونوں امروں پر دلالت ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ابتداء اسلام میں بلند آواز سے آمین کہتے تھے تاکہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں۔
اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔ جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔
میں کہتا ہوں کہ معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ غور وفکر کر کے آمین کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ آمین نہ کہے کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہہ سکے گا۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:167)

علامہ علی بن عبداللہ علی الخرشی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں: وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ کے بعد آہستہ آواز کے ساتھ آمین کہنا مستحب ہے سری نماز میں صرف امام آمین کہے اور جہری نماز میں امام اور مقتدی دونوں پست آواز کے ساتھ آمین کہیں کیونکہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل یہ ہے کہ پست آواز کے ساتھ کی جائے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل: جز:1،ص:282)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام احمد، امام ابوداؤد طیالسی اور امام ابویعلی رحمہم اللہ نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ پڑھا تو پھر فرمایا: آمین اور آمین آہستہ کہی۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ آپ آواز کو کھینچتے یعنی آمین کو مد سے پڑھتے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالجبار بن وائل سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی۔ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تو صف اول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دیتی۔ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے شیخین کی شرط پر مستدرک میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن وائل کے والد محترم سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے پست آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث مبارکہ کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطاء کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطاء نکالنا خود خطاء ہے کیونکہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علقمہ نے زیادتی کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علقمہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں شعبہ کو وہم ہوا ہے اصل روایت یہ ہے کہ آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے

کہ دونوں سندیں صحیح ہوں:

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور پست آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو آمین بالجہر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابوالاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے وہ اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد عبداللہ سے روایت کرتا ہے اور عبداللہ مجہول الحال ہے اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبداللہ سے روایت نہیں کیا۔ اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا ساقط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دارقطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی ساقط ہو گئی۔ ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، سبحانك اللهم، آمین۔ اس حدیث مبارکہ کو امام عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں کہا ہے اور اس میں سبحانک اللھم کی جگہ ربنا لک الحمد ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الآثار میں ابووائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین۔ نیز ہمارے اصحاب نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل خفاء ہے اس لئے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری: ج:6، ص:50 تا 56)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؏ کہے تو امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ امام آمین نہ کہے کیونکہ حدیث میں ہے "جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؏ کہے تو آمین کہو" اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؏ کہے اور مقتدی صرف آمین۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے "کیونکہ آمین امام کہتا ہے" اور آمین آہستہ کہیں۔ (ہدایہ اولین: ص:87)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: امام اور مقتدی پست آواز سے آمین کہیں خواہ سراً ہو یا جہراً اور جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو، یہ پست آواز سے آمین کہنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ معلوم اور متعین ہے کہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؏ کے بعد آمین کہی جاتی ہے اس لئے مقتدی کا آمین کہنا، امام سے سننے پر موقوف نہیں ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کے اخیر میں آمین کہی جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؏ کہے تو آمین کہو۔ (درمختار: ج:1، ص:220)

احناف کے مؤقف پر مزید دلائل

آمین کو آہستہ کہنے پر احناف کے مزید دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قرآن پڑھنے والا "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ؏" کہے اور اس کے پیچھے آمین کہے اور اس کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں

سکے۔(صحیح مسلم:ج:1،ص:176)

دلیل نمبر:2

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o" پڑھا پھر کہا آمین اور پست آواز سے کہا۔(جامع ترمذی:ص:63)

دلیل نمبر:3

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں) بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور آمین کو بلند آواز کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔(جامع الاحادیث الکبیر:ج:17،ص:467)

دلیل نمبر:4

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے: 1-سبحانك اللهم، 2-اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، 3-بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور 4-آمین۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(کتاب الآثار:ص:16)

دلیل نمبر:5

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔جب حضور انور ﷺ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: آمین اور آمین میں آہستہ آواز رکھی۔(مستدرک:رقم الحدیث:2913)

دلیل نمبر:6

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اونچی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔(جامع الرضوی بعیح البہاری:ج:2،ص:391)

دلیل نمبر:7

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے: 1-بسم الله، 2-ربنا لك الحمد، 3-اعوذ بالله، 4-اور التحیات۔(طبرانی کبیر:رقم الحدیث:9304)

دلیل نمبر:8

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام چار چیزیں آہستہ کہے: 1-اعوذ بالله، 2-بسم الله، 3-سبحانك اللهم، 4-اور آمین۔(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:2596)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و

مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سنیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

الجواب

آمین سب کو آہستہ کہنا چاہئے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنت ہے اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہئے آمین ہو خواہ تکبیر، خواہ تسبیح ہو خواہ التحیات و درود، خواہ سبحانك اللهم وغیرہ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض و واجب و سنت و مستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گناہ گار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز آنی چاہئے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں منہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سنے گا مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ: ج:6، ص:331 تا 332)

ایک اور مقام پر راقم ہیں: (سوال) زید کہتا ہے آمین بالجہر کرنا چاہئے کہ احادیث سے ثابت ہے عمر مانع ہے کس کا قول ٹھیک ہے۔

جواب: عمرو کا قول ٹھیک ہے آمین دعا ہے اور دعا کے اخفاء کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور حدیث مرفوع بھی اسی کا افادہ فرماتی ہے کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ کہے تم آمین کہو کہ امام بھی کہے گا۔

معلوم ہوا کہ آہستہ کہے گا اصل یہ ہے کہ امام کے فعل کے ساتھ اس کا فعل ہو اگر وہ آمین بالجہر کہتا مقتدیوں کو معلوم ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ جب وہ آمین کہے تم بھی کہو یہاں یہ نہ فرمایا بلکہ اس کا فعل بتایا کہ جب وہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ کہے تم آمین کہو اور اس کی موافقت کہ خفی تھا ظاہر فرما دی کہ وہ بھی کہے گا۔ (فتاوی رضویہ: ج:29، ص:392 تا 393)

بَابُ قِرَآءَةِ السُّوْرَةِ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ فِي الْاُوْلَيَيْنِ

باب: پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے کا بیان

یہ باب پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے کے حکم میں ہے۔

387- عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ فِي الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مَا لَا يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے اور دوسری دو رکعات میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے اور ہم کو آیت بھی (بعض دفعہ) سنا دیا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت اس قدر

تطویل کرتے کہ دوسری رکعت اس قدر دوسری رکعت طویل نہ کرتے اور یونہی صبح میں کرتے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 978، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 829، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 451، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1857، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1588، مسند احمد: رقم الحدیث: 22520، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 4623)

388- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا التِّرْمَذِيَ ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور کو پڑھتے ہوئے سنا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 214، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2894، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1059، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 144، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1176، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1491، الموطا: رقم الحدیث: 247، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 289)

389- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيْ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِسُوْرَةِ الْاَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز مغرب میں سورہ اعراف کو پڑھا اور اسے دو رکعات میں تقسیم فرمایا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 214، تہذیب سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 163، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3458، سنن النسائی: رقم الحدیث: 981، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 991)

390- وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِيْ اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی سفر پر تھے تو آپ ﷺ نے عشاء کی دو رکعات میں سے پہلی رکعت میں سورہ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ کو پڑھا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1073، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 144، سنن النسائی: رقم الحدیث: 991، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 155، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1838، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 733، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 1665، مسند احمد: رقم الحدیث: 17772، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 733)

391- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلٰوةِ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَمُدُّ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ وَلَا آلُوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَدَقْتَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ اَوْ ظَنِّيْ بِكَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی ہر چیز میں شکوہ کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز کے اندر بھی! اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں پہلی دو رکعات کو طول دیتا ہوں اور دوسری دو رکعات کو اختصار اور میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء میں کوتاہی بھی نہیں برتتا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے آپ رضی اللہ عنہ سے یہی گمان تھا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 1062، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 693، صحیح مسلم: رقم

الحدیث:453،مجم الکبیر:رقم الحدیث:308،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:3706،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:803،مسند الطیالسی:رقم الحدیث:217صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:508)

392- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نَّقْرَأَ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَمَا تَیَسَّرَ ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَاَحْمَدُ وَاَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حکم فرمایا گیا کہ ہم سورہ فاتحہ اور جتنا آسان ہو پڑھیں۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:209،البحر الزخار:رقم الحدیث:4612،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:41806،جامع الاصول:رقم الحدیث:3425،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:818،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:2290،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:1790،کنز العمال:رقم الحدیث:2214،مسند ابی یعلیٰ:رقم الحدیث:1210)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر استدلال کیا ہے کہ پہلی دو رکعات میں قرأت واجب ہے اور بعد کی دو رکعات میں قرأت واجب نہیں ہے۔صاحب الہدایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر چاہے تو بعد کی دو رکعتوں میں قرآن مجید پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر چاہے تو خاموش رہے۔حضرت علی،حضرت ابومسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے مگر افضل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید پڑھے۔ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نمازی کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط (المزمل:20)

تو جتنا قرآن تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا پس قرآن مجید پڑھنے کے لئے پہلی رکعت متعین ہوگئی اور دوسری رکعت میں ہم نے قرآن مجید کے پڑھنے کو پہلی رکعت سے استدلال کرتے ہوئے واجب کہا ہے کیونکہ یہ دونوں رکعتیں ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

(شرح العینی:ج:6،ص:12)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں:نماز کی آخری دو رکعات کی قرأت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ،ثوری اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ ان رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے،تسبیح پڑھے یا کچھ بھی نہ پڑھے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ نماز کی آخری دو رکعات میں قرآن مجید پڑھنا تسبیح پڑھنے سے زیادہ مستحب ہے۔(شرح مشکل الآثار:ج:12،ص:58)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت زیادہ قرأت کرتے تھے اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔امام محمد بن الحسن کا مذہب اس حدیث کے موافق ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت برابر ہونی چاہئے اور اس

میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قرأت ہونی چاہیے۔ (شرح معانی الآثار: جز: 12، ص: 41)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنَ الرُّكُوْعِ

رکوع کرنے اور رکوع سے سر اٹھانے کے دوران ہاتھ اٹھانا

یہ باب رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرنے کے حکم میں ہے۔

393- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ اَيْضًا وَّقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ فِي السُّجُوْدِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَغَيْرِهِمْ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز کی ابتداء کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھے تک اٹھایا کرتے تھے اور جس وقت رکوع کے واسطے تکبیر کہتے اور جس وقت رکوع سے اپنے سر کو اٹھایا کرتے تو اس وقت بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سجود میں نہ کرتے تھے۔

علامہ نیموی نے فرمایا: اس باب میں حضرت ابوحمید ساعدی، مالک بن الحویرث، وائل بن حجر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 721، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 255، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 858، سنن النسائی: رقم الحدیث: 876، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 456، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 390، مسند احمد: رقم الحدیث: 4540، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2518)

مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اسی طرح رفع یدین کرے جس طرح تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کیا تھا خواہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے خواہ کانوں تک۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن زبیر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے حضرت حسن بصری، حضرت عطاء، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد، حضرت سالم، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے یہ کہا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے۔ ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔ (المغنی: جز: 2، ص: 48)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: بعض ائمہ نے کہا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور قیام کے وقت رفع یدین کرنا واجب ہے اور دوسرے ائمہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین واجب ہے۔

علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر نظر اور قیاس سے اس مسئلہ کو دیکھیں تو اس پر اتفاق ہے کہ تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرنا ہے اور سجدے کے درمیان کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے اور رکوع کی تکبیر میں اختلاف ہے کہ اس میں رفع یدین ہے یا نہیں اب یہ دیکھیں کہ رکوع کی تکبیر، تکبیر تحریمہ کی مثل ہے یا دو سجدوں کی تکبیر کی مثل ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے اور رکوع و سجود کی تکبیر سنت ہے پس رکوع کی تکبیر سجدہ کی تکبیر کی مثل ہے نہ کہ تکبیر تحریمہ کی پس جس طرح سجدہ کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے اسی طرح رکوع کے ساتھ کی تکبیر میں بھی رفع یدین نہیں ہوگا سو یہی نظر اور قیاس کا تقاضا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار: جز:1، ص:295)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی اَنَّ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي الرُّكُوْعِ وَاظَبَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دَامَ حَيًّا

ایسی روایات جن سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تاحیات رکوع میں ہاتھ اٹھانے پر مواظبت اختیار فرمائی ہے

394- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَهُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ بَلْ مَوْضُوْعٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس نماز کی ابتداء فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھا دیا کرتے اور جب رکوع فرمایا کرتے اور جس وقت رکوع سے اپنا سر اٹھایا کرتے اور سجدہ میں یوں نہ فرمایا کرتے تھے اور اسی طرح آپ ﷺ کی متواتر نماز رہی حتیٰ کہ رب تعالیٰ سے جا ملے۔ (مسند احمد: جز:2، ص:8، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1864، مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1، ص:234، سنن البیہقی: جز:2، ص:69، مسند الطحاوی: رقم الحدیث:3951، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1304)

یہ ضعیف حدیث ہے بلکہ یہ من گھڑت حدیث ہے۔

اور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے خلاف ثابت ہے نہ احادیث مبارکہ میں ان کی مدت

مذکور ہے۔(فتاویٰ رضویہ: ج:6،ص:153)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْقِيَامِ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

باب: دو رکعات سے کھڑے ہونے کے دوران ہاتھ اٹھانے کا بیان

395- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز کی ابتداء فرمایا کرتے تو تکبیر کہا کرتے اور اپنے ہاتھوں کو بلند فرما دیتے اور جس وقت رکوع فرمایا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھا دیا کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا کرتے پس اپنے ہاتھوں کو بلند فرما دیتے اور جس وقت دو رکعات سے کھڑے ہوا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھایا کرتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:190،تقریب الاسناد وترتیب المسانید: ج:1،ص:23،جامع الاصول: رقم الحدیث:3382،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2639،صحیح البخاری: رقم الحدیث:697،مسند البزار: رقم الحدیث:5741،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:706،شرح السنۃ: ج:1،ص:144،معرفۃ السنن: رقم الحدیث:820)

مذاہب فقہاء

جب دو رکعات پڑھ کر کھڑا ہو تو اس وقت رفع یدین کرنا چاہیے یا نہیں؟ تو اس بارے میں مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں: امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع یدین نہ کرے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس پر عمل نہیں کرتا اور نہ ہی یہ میرا مذہب ہے۔ اور انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں ان تین مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ فرمایا کرتے تھے۔(فتح الباری: ج:4،ص:321)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حدیث میں دو رکعات کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا جو ذکر ہے وہ زائد ہے اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے اس کے لئے اس حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دو سجدوں کے مابین رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ ہی دو رکعات پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرتے تھے حالانکہ وہ ہر جھکتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔(شرح ابن بطال: ج:2،ص:425)

شافعیہ کا مذہب

حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں اور اہل علم کے نزدیک زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا: جو رفع یدین کا قائل ہے اس پر زیادتی کو قبول کرنا واجب ہے۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمل نہیں کیا اور ان کے قاعدہ کے مطابق حدیث میں جو الفاظ زائد ہوں ان کا قبول کرنا لازم ہے۔ امام ابن خزیمہ نے کہا: دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا سنت ہے اگرچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ پس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سنت پر عمل کرو اور میرے قول کو ترک کر دو۔ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث کے موافق عمل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب نہیں ہے اور انہوں نے جو کہا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے اس کا محمل یہ ہے کہ جب انہیں کسی مسئلہ کے اوپر حدیث نہ ملے اور جب حدیث مل جائے اور وہ اس کو قبول نہ کریں یا اس کی تاویل کریں تو پھر وہ حدیث ان کا مذہب نہیں ہے اور یہاں اسی طرح ہے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ نماز میں صرف تین جگہ رفع یدین ہے نماز کے افتتاح کے وقت، رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد۔ (فتح الباری: ج:2، ص:317)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے خلاف منقول ہے کیونکہ عاصم بن کلیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور وہ اس کو ترک کر دیں سوا اس صورت کے کہ ان کے نزدیک ان کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہو اور یہ روایت جس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کا ذکر ہے اس کا ضعف اس طرح ثابت ہے کہ یہ حدیث ایک اور سند سے ثابت ہے اور اس میں دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں اس حدیث کو ذکر کر کے اس پر کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ نماز میں رفع یدین صرف تین جگہ کیا جائے پہلی تکبیر کے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد۔ (شرح العینی: ج:5، ص:405)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلسُّجُوْدِ

باب: سجدے کے وقت رفع یدین کرنا

یہ باب سجدے کے وقت رفع یدین کرنے کے حکم میں ہے۔

396– عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِيْ صَلٰوتِهٖ اِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَاِذَا سَجَدَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو حالت نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ جس وقت رکوع فرماتے اور جس وقت رکوع سے سرانور اٹھایا کرتے اور جس وقت سجدہ کیا کرتے اور جس وقت سجدے سے اپنے سرانور کو اٹھاتے حتیٰ کہ آپ ﷺ ان دونوں ہاتھوں کو کانوں کے اوپر تک اٹھایا کرتے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 643، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 626، المؤطا: ج: 1، ص: 179، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 277، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40976، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 636، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2139، سنن النسائی: رقم الحدیث: 871، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 145، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 5837)

397- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رکوع اور سجود میں اپنے ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1238، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 191، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 35709، کنز العمال: رقم الحدیث: 22069، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 3752، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2449)

398- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ لِلرُّكُوْعِ وَعِنْدَ التَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے رکوع کی تکبیر کے دوران اور تکبیر کے دوران جب آپ ﷺ سجدہ کرتے ہوئے جھک جاتے تھے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 16)

399- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ حِيْنَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَحِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يَسْجُدُ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ورواته كلهم ثقات الا اسمعيل بن عياش وهو صدوق وفي روايته عن غير الشاميين كلام ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں کندھوں کے برابر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا کرتے جب آپ ﷺ نماز کی ابتداء فرمایا کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 850، مسند احمد: رقم الحدیث: 5888، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 860)

400- وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَهٗ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ صَلَّيْنَا فِيْ مَسْجِدِ الْحَضْرَمِيِّيْنَ فَحَدَّثَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ مَا اَرٰى اَبَاكَ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ذٰلِكَ الْيَوْمَ الْوَاحِدَ فَحَفِظَ ذٰلِكَ وَعَبْدُ اللّٰهِ لَمْ يَحْفَظْ ذٰلِكَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِنَّمَا رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حسن بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں عمر بن مرہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضرمین کی مسجد میں نماز ادا کی تو وہاں مجھے علقمہ بن وائل نے اپنے والد محترم سے روایت کرکے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے ملاحظہ کیا جب آپ ﷺ نماز کی ابتداء فرماتے اور جس وقت رکوع فرمایا کرتے اور جس وقت سجدہ فرمایا کرتے اس پر حضرت ابراہیم نے فرمایا: میرا خیال یہ ہے کہ تمہارے والد محترم نے رسول اللہ ﷺ کو صرف اسی روز ملاحظہ کیا ہوگا اسی وجہ سے یہ بات ان کو یاد رہی۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات یاد نہ رہی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے فرمایا: ہاتھوں کو صرف نماز کی ابتداء کے وقت اٹھانا ہے۔

(الموطا: ج:1، ص:182، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2369، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1131)

401- وَعَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔

قَالَ النِّيمَوِيُّ لَمْ يُصِبْ مَنْ جَزَمَ بِأَنَّهُ لَا يَثْبُتُ شَيْءٌ فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلسُّجُودِ وَمَنْ ذَهَبَ إِلَى نَسْخِهِ فَلَيْسَ لَهُ دَلِيلٌ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا مِثْلَ دَلِيلِ مَنْ قَالَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي غَيْرِ تَكْبِيرَةِ الْإِفْتِتَاحِ۔

یحییٰ بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ کیا وہ دونوں سجود کے مابین اپنے ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان لوگوں کی بات درست نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ سجدے کے دوران ہاتھ اٹھانے کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں اور جو اس سجود کے وقت رفع یدین کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں ان کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں ماسوا اس دلیل کے جو نماز کی ابتداء کرنے کے دوران رفع یدین کے ماننے والوں کے پاس ہے۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث:1238، الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:3، ص:191)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی ان شاء اللہ عزوجل۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي غَيْرِ الْإِفْتِتَاحِ

باب: تکبیر تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین کا بیان

یہ باب تکبیر تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین کے حکم میں ہے۔

402- عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔

علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں۔ چنانچہ انہوں

نے نماز پڑھائی اور اپنے ہاتھ ماسوا ایک بار کے نہیں اٹھائے۔(اتحاف الخیرۃ المہرۃ:رقم الحدیث:1236،الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:191،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:645،المؤطا:ج:1،ص:179،جامع الاصول:رقم الحدیث:3383،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:639،سنن الترمذی:رقم الحدیث:238،سنن النسائی:رقم الحدیث:1048،مسند ابی یعلیٰ:رقم الحدیث:5040)

403- وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَهُوَ اَثَرٌ صَحِيْحٌ ۔

اسود کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھاتے تھے۔(البحر الزخار:رقم الحدیث:1432،المؤطا:ج:1،ص:179،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:30051،شرح مشکل الآثار:ج:15،ص:50،کنز العمال:رقم الحدیث:22056،مسند البزار:رقم الحدیث:1608،مشکل الآثار للطحاوی:رقم الحدیث:5096)

404- وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

عاصم بن کلیب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز کی پہلی تکبیر میں اٹھایا کرتے تھے اس کے بعد دوبارہ نہ اٹھایا کرتے تھے۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1252،المؤطا:ج:1،ص:180)

405- وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَّرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَ سَنَدُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز ادا کی چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت اٹھائے تھے۔(المؤطا:ج:1،ص:175،معرفۃ السنن:ج:2،ص:497)

406- وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِي الْاِفْتِتَاحِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ ۔

حضرت ابراہیم کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ماسوا شروع میں نماز کے کسی حصہ میں بھی دونوں ہاتھوں کو نہ اٹھایا کرتے تھے۔(معجم الکبیر:رقم الحدیث:9299)

407- وَعَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ قَالَ وَكِيْعٌ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مُخْتَلِفُوْنَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَمَّا الْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُمْ رَفْعُ الْاَيْدِيْ فِيْ غَيْرِ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

ابو اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگرد نماز کی ابتداء کے علاوہ اپنے دونوں ہاتھ نہ اٹھایا کرتے

تھے۔ حضرت وکیع نے فرمایا: اس کے بعد وہ اس (عمل) کی جانب پلٹ کر نہ آتے تھے۔
علامہ نیموی نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے مابعد لوگوں میں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بہر حال خلفاء راشدین سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہاتھوں کو اٹھانا ثابت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2461)

بحث اوّل

رفع یدین کی حد کہاں تک ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ ہاتھوں کو نمازی کہاں تک اٹھائے چنانچہ اس سلسلے میں مذاہب فقہاء بیان کئے جاتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے برابر ہاتھوں کو اٹھائے اس طرح کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔

(شرح للنواوی: جز: 1، ص: 168)

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نمازی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھوں کو بلند کرے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہیں کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے کی حدیث مبارکہ حضرت ابوحمید اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ بلند کرنے کی حدیث مبارکہ حضرت وائلہ بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اور بعض علماء کرام اس کے قائل ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پہلی حدیث مبارکہ کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اثرم نے فرمایا: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا: کہاں تک بلند کرے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کندھوں تک ہاتھوں کو بلند کرے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی روایت ہے اور جنہوں نے کہا: کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث مبارکہ کے راوی زیادہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر عمل فرمایا ہو اور کبھی دوسرے طریقہ پر عمل فرمایا ہو۔ (المغنی: جز: 1، ص: 280)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 145)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر بلند کرے۔ ہماری دلیل

حضرت وائل بن حجر، حضرت براء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی تکبیر تحریمہ فرماتے تو کانوں تک ہاتھوں کو بلند فرماتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے واسطے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہوگا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔ (ہدایہ اولین: ص:84)

احناف کے مذہب کے ثبوت میں کئی احادیث مبارکہ و آثار دلیلیں ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔

(مسند احمد: ج:4، ص:303)

دلیل نمبر:2

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔

(صحیح مسلم: ج:1، ص:168)

دلیل نمبر:3

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے جب نماز شروع فرمائی تو آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کئے۔ ہمام فرماتے ہیں کہ کانوں تک ہاتھ بلند فرمائے۔ (صحیح مسلم: ج:1، ص:173)

دلیل نمبر:4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا: آپ ﷺ نے تکبیر کہی حتیٰ کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے برابر تھے۔ (سنن دارقطنی: ج:1، ص:345)

دلیل نمبر:5

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے دل میں سوچا کہ میں نبی کریم ﷺ کی نماز کو ملاحظہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی اور ہاتھ بلند فرمائے میں نے ملاحظہ کیا آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔

(المصنف: ج:1، ص:233)

دلیل نمبر:6

حمید بن ہلال فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے جس نے ایک اعرابی سے سنا انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز ادا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا آپ ﷺ نے رکوع سے سراقدس اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ بلند فرمائے۔

(مجمع الزوائد: ج:2، ص:101)

دلیل نمبر:7

حضرت حکم بن عمیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو اپنے

ہاتھ کانوں تک بلند کرو۔(مجمع الزوائد:ج:2،ص:102)

دلیل نمبر:8

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر تحریمہ فرما کر کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔(مسند ابو عوانہ:ج:2،ص:94)

دلیل نمبر:9

داؤد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے وہب بن منبہ کو ملاحظہ کیا کہ وہ جب نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔(المصنف:ج:2،ص:69)

دلیل نمبر:10

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے ہاتھ کو بلند فرماتے تو آپ ﷺ کا انگوٹھا کانوں کے قریب ہوتا۔(المصنف:ج:1،ص:70)

دلیل نمبر:11

ابراہیم فرماتے ہیں کہ جب نمازی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ بلند کرے۔(کتاب الآثار:ج:6،ص:21)

دلیل نمبر:12

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔(معرفۃ السنن والآثار:ج:1،ص:496)

دلیل نمبر:13

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ بلند کرنے کی روایت ہے۔(معرفۃ السنن والآثار:ج:1،ص:496)

دلیل نمبر:14

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ کیا آپ ﷺ نے کانوں تک ہاتھ بلند فرمائے۔
(المصنف:ج:1،ص:233)

دلیل نمبر:15

ابراہیم فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں تک ہی اٹھائے۔(المصنف:ج:1،ص:233)

دلیل نمبر:16

ابو جعفر فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے متجاوز نہ کیا جائے۔(المصنف:ج:1،ص:233)

دلیل نمبر:17

ابومنیرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب جب تکبیر تحریمہ کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔(المصنف:ج:1،ص:234)

دلیل نمبر:18

داؤد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے وہب بن منبہ کو دیکھا وہ جب نماز میں تکبیر فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔

(المصنف:ج:2،ص:69)

بحث ثانی: رفع یدین کب کب کرے؟

نماز میں رفع یدین کب کب کرے اس بارے میں فقہاء کرام کے مذاہب بیان کئے جاتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں اختلاف ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں حدیث مبارکہ ہے اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے۔ابوبکر بن منذر،ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء کوفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

(شرح للنواوی:ج:1،ص:168)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے اور ایک مشہور روایت یہ ہے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔(اکمال اکمال المعلم:ج:2،ص:144)

فقہاء حنابلہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کرے کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں اور رکوع

سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔

(المغنی: ج:1، ص:299)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ رحمۃ اللہ علیہ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیونکہ اس مسئلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مبارکہ منقول نہیں ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کو شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر بالکل بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو از زہری از سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ بیان کرتا ہوں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث مبارکہ بیان کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی۔ اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے اور امام طحاوی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اور انہوں نے کہا: ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ حاکم نے اس کا معارضہ اس حدیث مبارکہ سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے بعد بھی رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث مبارکہ اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔ رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے

نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لئے یہ مستبعد نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو۔

اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: چھوڑ دو یہ وہ کام ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے پہلے کیا اور پھر ترک کر دیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے کیونکہ مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دو سال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر، ج:1، ص:270 تا 271)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے:

1- تکبیرۃ الافتتاح 2- تکبیرۃ القنوت 3- تکبیرات العیدین

اور چار حج کے مواقع ہیں:

4- تکبیرۃ عرفات 5- تکبیرۃ الجمرتین 6- تکبیرۃ الصفا والمروہ 7- اور تکبیرۃ الاستلام

اور جن احادیث مبارکہ میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (ہدایہ اولین، ص:92)

بحث ثالث: رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ منسوخ

احناف اہل سنت کے نزدیک رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا یعنی رفع یدین کرنا خلاف سنت اور ممنوع ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین کے عمل کے بھی خلاف ہے اور عقل شرعی کے بھی مخالف ہے جن روایات میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے وہ تمام منسوخ ہیں۔ یاد رہے کہ نماز میں سکون واطمینان چاہئے بلاوجہ حرکت وجنبش مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ رفع یدین میں بلا ضرورت جنبش ہے تو رفع یدین کی احادیث مبارکہ سکون کے خلاف ہیں اور ترک رفع یدین کی احادیث مبارکہ سکون نماز کے موافق ہیں لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث مبارکہ پر عمل کیا جائے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آیا جائے۔ اب ترک رفع یدین پر چند دلائل ملاحظہ فرمایئے۔

دلیل نمبر:1

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی مانند رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔ (صحیح مسلم، ج:1، ص:181)

دلیل نمبر:2

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔(شرح معانی الآثار:ج:1،ص:133)

دلیل نمبر:3

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ حسن ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔(جامع ترمذی:ص:65)

دلیل نمبر:4

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔(سنن ابوداؤد:ج:1،ص:109)

دلیل نمبر:5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے:

1-نماز شروع کرتے وقت

2-جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے۔

3-جب صفا پر کھڑا ہو۔

4-جب مروا پر کھڑا ہو۔

5-جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو۔

6-مزدلفہ میں

7-اور رمی جمار کے وقت۔(مجمع الزوائد:ج:3،ص:238)

دلیل نمبر:6

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی یہ تمام نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔(سنن دار قطنی:ج:1،ص:295)

دلیل نمبر:7

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے (یعنی

تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر نہیں کرتے تھے اور ابراہیم اور شعبی بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ج:1،ص:133)

دلیل نمبر:8

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔ (المسند: ج:2،ص:277)

دلیل نمبر:9

عاصم بن کلیب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:236)

دلیل نمبر:10

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں: شعبی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:236)

دلیل نمبر:11

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب تم نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔

(المصنف: ج:1،ص:236)

دلیل نمبر:12

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(المصنف: ج:1،ص:237)

دلیل نمبر:13

ابراہیم نخعی نے کہا: تکبیرہ اولیٰ میں نماز کے شروع کے وقت رفع یدین کرو اور اس کے ماسوا میں رفع یدین نہ کرو۔ (کتاب الآثار: ص:21)

دلیل نمبر:14

جابر فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ اور اسود صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:237)

دلیل نمبر:15

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے نماز شروع کرنے کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔ (المصنف: ج:1،ص:237)

دلیل نمبر:16

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے

نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ شروع نماز میں اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا: اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو پچاس بار رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا۔ (شرح معانی الآثار: ج:1، ص:224)

دلیل نمبر:17

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کبھی نہ اٹھاتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ج:1، ص:224)

دلیل نمبر:18

امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔ (مسند حمیدی: ج:2، ص:277)

دلیل نمبر:19

حضرت اسماعیل سے روایت ہے کہ امام قیس رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین کرتے جب نماز شروع کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1، ص:214)

دلیل نمبر:20

امام شعبہ نے امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام شاگرد صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1، ص:214)

دلیل نمبر:21

اشعث فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1، ص:213)

دلیل نمبر:22

اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا۔

اور عبدالملک نے کہا: میں نے شعبی، ابراہیم اور اسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1، ص:214)

دلیل نمبر:23

امام احمد بن یونس نے فرمایا ہے کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے کوئی ایسا فقیہ نہیں دیکھا جو رفع یدین کرتا ہو سوائے

تکبیر تحریمہ کے۔

امام عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں کسی رفع یدین کو نہیں پہچانتا نماز تکبیر میں نہ جھکتے وقت اور نہ ہی اٹھتے وقت سوائے تکبیر تحریمہ کے۔ (مدونۃ الکبریٰ: ج:1،ص:68)

دلیل نمبر:24

امام عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی رفع یدین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

(مدونۃ الکبریٰ: ج:1،ص:68)

دلیل نمبر:25

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ وہ کام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری: ج:5،ص:405)

دلیل نمبر:26

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں حضرت امام ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم نخعی سے اس طرح روایت کیا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلی بار کے سوا نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ (جامع الرضوی صحیح البہاری: ج:2،ص:398)

رفع یدین کے منسوخ اور ترک پر اور بھی کئی احادیث مبارکہ ہیں مگر میں نے چھبیسویں کی نسبت سے چھبیس احادیث مبارکہ و آثار دلائل کے طور پر پیش کی ہیں اگر کسی کو مزید دلائل کی ضرورت ہو تو طحاوی شریف، صحیح البہاری، مصنف ابن شیبہ کا مطالعہ فرمائیے۔

بحث رابع: علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی ترک رفع یدین پر تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' میں تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انیس (19) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

ابن اثیر نے تحریر کیا ہے کہ بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

حاکم نے فرمایا ہے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین کرتے تھے۔

قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے کہ تیس (30) سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

توضیح میں لکھا ہے کہ رفع یدین واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے۔

داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین واجب ہے۔

بعض مالکیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

اس کے ترک سے گناہ گار ہوگا۔

ابن خزیمہ نے کہا: جس نے رفع یدین کو ترک کیا اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور

مذہب بھی یہی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

بدائع میں مذکور ہے کہ عشرہ مبشرہ صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

ہمارے اصحاب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر فرماتے تو کانوں کی لو تک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔'' اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تین اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از براء روایت کیا ہے اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

خطابی نے کہا: سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا۔

ابوعمر نے کہا: اس میں یزید متفرد ہے۔ حفاظ نے اس حدیث مبارکہ کو براء سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

بزار نے کہا: یزید کی رفع یدین والی حدیث مبارکہ میں ''پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے'' صحیح نہیں ہے۔

عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ صحیح الاسناد نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے پہلے یزید اس حدیث مبارکہ میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کئے گئے تو کہنے لگا ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے معارض ''کامل'' میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث مبارکہ کو ہشیم، شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ ''آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے'' اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے۔ اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے۔

تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبدالرحمان نے بھی اس حدیث مبارکہ کو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث مبارکہ میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسہ ثقہ ہے۔

عجلی نے کہا: وہ جائز الحدیث ہے۔

اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ

وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مبارکہ مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس حدیث مبارکہ کو ترک کیا ہو۔

اور ابن شاہین نے کتاب الثقہ میں لکھا ہے کہ

احمد بن صالح نے کہا: یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

ساجی اور امام ابن حبان نے کہا: وہ صدوق ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استشہاد کیا ہے اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث مبارکہ کا بعض حصہ بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔ جن احادیث مبارکہ سے دوسرے ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداءِ اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو کعبہ معظمہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا: ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مخالف کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

اگر مخالف حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث مبارکہ ایک اور وجہ سے معلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمرو اور ابن عطاء نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابوحمید سے نہیں سنا اور نہ ابوقتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے کیونکہ حضرت ابوحمید، ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی۔ اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمرو اور ابن عطاء سے روایت کرنے میں وہم ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابوحمید سے سماع کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابوحمید رحمۃ اللہ علیہ سے سماع نہیں کیا اور

اس باب میں انہی کی بات حجت ہے۔

اگر مخالف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ اسماعیل بن عیاس سے روایت ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسماعیل ضعیف ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ حدیث مبارکہ میں بہت خطا کرتا تھا اور وہ لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ نے کہا: اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تکبیر اولی، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر اولی کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افعال کو زیادہ سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 9ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ بیان کی تو ابراہیم نے کہا: اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ 32ھ میں مدینہ منورہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم 50ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث مبارکہ میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولی ہے۔ اگر مخالف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں۔ امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہما نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی تکبیر اول میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لئے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا اور عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:5، ص:272 تا 274)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترک رفع یدین پر فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا: کیا فرماتے ہیں علماء

اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول ﷺ نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ ﷺ نے کیا؟ اور مسلمانوں کو کرنا چاہئے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرما کر مشکور و ممنون فرمائیے۔ فقط۔

الجواب

رسول اللہ ﷺ سے ہرگز کسی حدیث مبارکہ میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث مبارکہ میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثین اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں۔ سنن ابوداؤد و سنن النسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم میں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یعنی انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پر نور ﷺ نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے۔ (سنن النسائی: جز: 1، ص: 123)

ترمذی نے کہا: یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء من جملہ اصحاب رسول اللہ ﷺ و تابعین عظام رضی اللہ عنہم و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ عنہم۔ (جامع ترمذی: ج: 1، ص: 35)

مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ہمیں حماد نے ابراہیم سے علقمہ و اسود سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔ (مسند الامام اعظم: ص: 50)

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

ابوبکرہ نے ہمیں حدیث مبارکہ بیان کی کہا: ہمیں مول نے حدیث مبارکہ بیان کی کہ ہمیں سفیان نے حدیث مبارکہ بیان کی ہے مغیرہ سے اور مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث مبارکہ وائل رضی اللہ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پر نور ﷺ کو دیکھا کہ حضور ﷺ نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا۔ ابراہیم نے فرمایا: وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو پچاس بار دیکھا کہ حضور انور ﷺ نے رفع یدین نہ کیا۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 154)

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا اور حاظر مبیح پر مقدم ہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی پیروی کریں کوئی محل نزاع نہیں۔ ہاں وہ حضرات تقلید ائمہ دین کو شرک و حرام جانتے ہیں اور با آنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء اپنے لئے منصب اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین و اثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں ان کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دور رہنا چاہئے مانا کہ احادیث مبارکہ رفع ہی مرجح ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ برائی نہیں مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا دو گروہ کر دینا نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج (191/2)
فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔
خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدہا کبیرہ گناہ کرتے ہوں گے انہیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا (ہرگز نہیں) اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہدایت فرمائے آمین۔

واللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم ۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:6،ص:153تا155)

بَابُ التَّكْبِيْرِ لِلرَّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالرَّفْعِ

باب: رکوع، سجود اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہنے کا بیان

یہ باب رکوع، سجود اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہنے کے حکم میں ہے۔

408- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِیْ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِی الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وقت نماز کے واسطے کھڑے ہوا کرتے تو تکبیر کہا کرتے جب کھڑے ہوتے پھر تکبیر فرمایا کرتے جس وقت رکوع فرمایا کرتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا کرتے جب رکوع سے پشت انور کو اٹھایا کرتے پھر کھڑے ہوکر ربنا ولك الحمد فرمایا کرتے اس کے بعد تکبیر کہا کرتے جب جھک جاتے۔ پھر تکبیر کہا کرتے جب اپنے سر انور کو اٹھایا کرتے پھر تکبیر فرمایا کرتے جب سجدہ فرمایا کرتے۔ پھر تکبیر فرمایا کرتے جب اپنے سر انور کو اٹھایا کرتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل نماز کے اندر اسی طرح کرتے حتیٰ کہ اسے پورا فرمالیتے اور تکبیر فرمایا کرتے جب دوسری رکعت میں بیٹھنے کے بعد قیام فرماتے۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:188،سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:736،اللؤلؤ والمرجان: جز:1،ص:118،المؤطا: جز:1،ص:179،بلوغ المرام: رقم الحدیث:295،تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث:2594،جامع الاصول: رقم الحدیث:3581،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2322،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:578)

409- وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّیْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

ابو سلمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تو تکبیر فرمایا کرتے جب جھک جاتے اور اٹھتے جس وقت فراغت پالیتے تو ارشاد فرمایا کرتے: میں تم سب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے میں مشابہت رکھتا ہوں۔ (مسند احمد: جز:2،ص:270،صحیح مسلم: رقم الحدیث:392،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:579،مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:2495،سنن النسائی: رقم الحدیث:1155)

410- وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سعید بن حارث کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہی جب اپنے سر کو سجدے سے اٹھایا اور سجدہ میں تشریف لے گئے اور جب اپنے سر کو اٹھایا اور جب دوسری رکعت سے قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یونہی ملاحظہ فرمایا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 252، متدرک: رقم الحدیث: 813، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3389، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2109، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 580، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 782، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 12)

411- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ رَفْعٍ وَّخَفْضٍ وَّقِيَامٍ وَّقُعُوْدٍ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهٗ .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اٹھتے، جھکتے، کھڑے ہوتے اور بیٹھتے وقت تکبیر فرمایا کرتے تھے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2868، مسند احمد: رقم الحدیث: 4004، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1335)

412- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ ثَلَاثٌ كَانَ يَفْعَلُهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَهُنَّ النَّاسُ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا وَّكَانَ يَقِفُ قَبْلَ الْقِرَآءَةِ هُنَيَّةً وَّكَانَ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین چیزیں وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے جبکہ لوگوں نے انہیں ترک کر دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز کے واسطے قیام فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اونچا کر کے اٹھایا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت سے قبل ذرا سی دیر کے لئے رک جایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جھکنے اور اٹھنے کے دوران تکبیر فرمایا کرتے تھے۔ (تقریب الاسناد: ج: 1، ص: 23، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3390)

حنبلیہ کا مذہب

تکبیرات انتقالات کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

علامہ زین الدین عبدالرحمٰن بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں: اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کی تکبیرات انتقالات سنت ہیں ان کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی خواہ ان کو عمداً ترک کیا جائے یا سہواً۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک تکبیر کو عمداً ترک کیا اس پر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے اور اگر سہواً ترک کیا تو اس پر اعادہ نہیں ہے نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز کے افعال کی فرض اور سنت کی جانب تقسیم کرنا باطل ہے انہوں نے کہا: نماز کے تمام افعال

واجب ہیں۔(فتح الباری:ج:5،ص:34)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: سعید بن جبیر نے فرمایا: تکبیرات انتقال سے نماز کو مزید کیا جاتا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: یہ تکبیرات اس لئے ہیں تا کہ امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کا پتہ چلتا رہے اور یہ صرف جماعت میں سنت ہیں اور جو آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر یہ تکبیرات نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم نے کہا: جس نے نماز میں تین تکبیرات کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اصبغ ابن الفرج، ابن طواز اور ابن حبیب نے کہا: اس کے اوپر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔(شرح ابن بطال:ج:2،ص:480)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اصل یہ ہے کہ ہر بار جھکتے اور اٹھتے ہوئے تکبیر پڑھنی چاہئے۔ شرح المہذب میں مذکور ہے کہ ارکان سے منتقل ہوتے وقت ان تکبیرات کو پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ابتداء میں نمازی کو تکبیر پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا تو نماز کے درمیان میں تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا تا کہ نماز میں یکسانیت ہو مگر پہلی تکبیر تحریمہ لازم ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں۔(شرح العینی:ج:6،ص:85)

علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: امام کو تکبیرات انتقال سب میں جہر مسنون ہے۔(ردالمحتار:ج:2،ص:208)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیرات تحریمہ واجب ہیں اور باقی تکبیرات انتقال سنت ہیں۔(شرح للنواوی:ج:1،ص:169)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ هَيْئَاتِ الرُّكُوْعِ

باب: رکوع کی ہیئت کا بیان

یہ باب رکوع کی ہیئت کے حکم میں ہے۔

413- عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ اَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهٗ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت مصعب بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد محترم کے پہلو میں نماز ادا کی تو میں نے ہاتھوں کو بند کر دیا اور ان کو

اپنے رانوں کے اوپر رکھ لیا۔ اس پر مجھے میرے والد محترم نے منع فرمادیا تو ارشاد فرمایا: ہم یونہی کرتے تھے تو ہمیں بھی منع فرما دیا گیا اور ہم کو حکم ارشاد فرمایا گیا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھا کریں۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 259، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1032، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 873، مسند البزار: رقم الحدیث: 1164، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 596، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 79، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1882، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 867)

414- وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ رَكَعَ فَجَافٰى يَدَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ مِنْ وَّرَآءِ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیْ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

حضرت ابو مسعود حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس حال میں رکوع کیا کہ اپنے ہاتھوں کو (بغل سے) دور رکھا اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیاں اپنے گھٹنوں کے محاذی حصہ پر کھول رکھیں اور فرمایا: یونہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2054، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2065، کنز العمال: رقم الحدیث: 19740، مسند احمد: رقم الحدیث: 16462، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 17122)

415- وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ لَوْصُبَّ عَلٰى ظَهْرِهٖ مَآءٌ لَّاسْتَقَرَّ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْكَبِيْرِ وَالْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِیُّ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ.

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرمایا کرتے تھے تو اس وقت اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر پانی بھی ڈال دیا جاتا تو وہ رک جایا کرتا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5676، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 400، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 862، کنز العمال: رقم الحدیث: 17892، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 872)

مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 858ھ حدیث مصعب بن سعد کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے ثوری، اوزاعی، ابن سیرین، حسن بصری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازی جب رکوع کرے تو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے اور اپنی انگلیوں کو کھلا رکھے۔ (شرح العینی: ج: 6، ص: 92)

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پہلے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر رانوں کے مابین رکھتے تھے پھر ہمیں اس سے منع فرمادیا گیا اور گھٹنوں کے اوپر رکھنے کا حکم دیا گیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ نماز کے باقی ارکان میں اعضاء کو ملایا نہیں جاتا بلکہ کھلا رکھا جاتا ہے جس طرح کہ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی

پس جب نماز میں سنت یہ ہے کہ اعضاء کو کشادہ رکھا جائے نہ کہ اعضاء کو ملایا جائے تو پھر تطبیق کے منسوخ ہونے کی تائید ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔(شرح معانی الآثار:ج:1،ص:300)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: رکوع میں نہ سر جھکائے نہ اونچا ہو بلکہ پیٹھ کے برابر ہو۔ (ہدایہ:ج:1،ص:50)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں: رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھے حتیٰ کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھا جائے تو ٹھہر جائے۔(فتح القدیر:ج:1،ص:259)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: عورت رکوع میں تھوڑا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنے تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں کے اوپر زور نہ دے بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کردے۔(عالمگیری:ج:1،ص:74)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْاِعْتِدَالِ وَالطَّمَانِيْنَةِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

باب: رکوع اور سجود میں اعتدال اور طمانیت کا بیان

یہ باب رکوع اور سجود میں اعتدال اور طمانیت اختیار کرنے کے حکم میں ہے۔

416- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلّٰى كَمَا كَانَ صَلّٰى ثُمَّ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا عَلِّمْنِيْ قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر داخل ہوئے تو اسی اثناء میں ایک شخص داخل ہوا تو اس نے نماز پڑھی اس کے بعد وہ حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا چنانچہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوٹ کر دوبارہ نماز پڑھ کیونکہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی چنانچہ اس نے دوبارہ جا کر نماز پڑھی اس کے بعد حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوبارہ جا کر نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ تین دفعہ یونہی ہوا۔ اس کے بعد وہ شخص عرض گزار ہوا: اس مقدس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے

کر مبعوث فرمایا ہے میں تو اس کے علاوہ اچھی نہیں پڑھ سکتا۔ آپ ﷺ ہی مجھے سکھا دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو تو تکبیر کہو۔ اس کے بعد جو تمہیں قرآن مجید میں آسان لگے پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان کے ساتھ رکوع کر لو پھر کھڑے ہو حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان کے ساتھ سجدہ کر لو پھر ساری نماز میں یونہی افعال سرانجام دو۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:187، صحیح مسلم: رقم الحدیث:602، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:397، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1265)

417- عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا رکوع، سجدہ اور دو سجود کے مابین وقفہ اور جب آپ ﷺ سجدہ سے سر انور کو اٹھایا کرتے ماسوا کھڑے ہونے کے اور بیٹھنے کے برابر ہوا کرتے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ج:1، ص:309، سنن دارمی: ج:1، ص:352، مسند احمد: ج:4، ص:280، سنن النسائی: ج:4، ص:212، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:122، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1884)

418- وَعَنْ رِّفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى قَرِيْبًا مِّنْهُ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدْ صَلٰوتَكَ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَنَحْوِ مَا صَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدْ صَلٰوتَكَ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ فَقَالَ اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْآنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ فَاِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ وَمَكِّنْ رُكُوْعَكَ فَاِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاَقِمْ صُلْبَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ اِلٰى مَفَاصِلِهَا فَاِذَا سَجَدْتَّ فَمَكِّنْ لِسُجُوْدِكَ فَاِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاجْلِسْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ اصْنَعْ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ وَّسَجْدَةٍ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کے اندر جلوہ افروز تھے تو اس نے آپ ﷺ کے پاس نماز پڑھی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی نماز کو دہراؤ۔ کیونکہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ چنانچہ اس نے جا کر دوبارہ اسی طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے پڑھی تھی۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی نماز کو دہراؤ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ ﷺ سکھا دیجئے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم قبلہ رخ ہو جاؤ تو تکبیر کہو اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھو پھر جو چاہو پڑھو۔ اور جس وقت تم رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر رکھو اور اپنی پیٹھ کو سیدھا کر دو اور اپنے رکوع میں طمانیت پکڑو اور جس وقت تم اپنے سر کو اٹھاؤ تو اپنی پشت کو سیدھا کر دو حتیٰ کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں کے اوپر پلٹ آئیں اور جس وقت تم سجدہ کرو تو

اپنے سجدہ میں قرار پکڑو اور جس وقت تم اپنے سر کو اٹھاؤ تو اپنے الٹے پاؤں پر بیٹھ جاؤ پھر ہر رکعت اور سجدہ میں یونہی کرو۔
(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:256، معجم الکبیر: رقم الحدیث:4530، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:1328، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1339، شرح السنۃ: جز:1، ص:141، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1787، کنز العمال: رقم الحدیث:19624، مسند احمد: رقم الحدیث:18225)

419- وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَاُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِیْ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا وَلَا يُقِيْمُ صُلْبَهٗ فِی الرُّكُوْعِ وَلَا فِی السُّجُوْدِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِیُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ برا چور وہ ہے جو اپنی نماز کے اندر چوری کرے اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نماز میں کس طرح چوری کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: وہ نماز کا رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کرتا اور رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں رکھتا۔ (غایۃ المقصد: جز:1، ص:1039، کنز العمال: رقم الحدیث:19729، مسند احمد: رقم الحدیث:21591، مستدرک: جز:1، ص:229، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:22695، معجم الکبیر: جز:3، ص:242، مجمع الزوائد: جز:2، ص:120)

420- وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنَ الْوَفْدِ قَالَ خَرَجْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا خَلْفَهٗ فَلَمَحَ بِمُؤَخَّرِ عَيْنِهٖ رَجُلًا لَّا يُقِيْمُ صَلٰوتَهٗ يَعْنِیْ صُلْبَهٗ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا يُقِيْمُ صُلْبَهٗ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جبکہ یہ بھی وفد میں سے تھے۔ ہم نکل پڑے حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کن انکھیوں سے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی نماز کو درست طریقے سے نہیں پڑھ رہا تھا۔ یعنی رکوع اور سجدہ میں پشت کو سیدھا نہیں کر رہا تھا۔ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو ارشاد فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اس آدمی کی نماز نہیں ہوتی جو رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں کرتا۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث:40652، جامع العلوم والحکم: جز:36، ص:14، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1249، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:861، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4995، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1331، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:872)

421- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سَجْدَةٌ مِّنْ سُجُوْدِ هٰؤُلَآءِ اَطْوَلُ مِنْ ثَلَاثِ سَجَدَاتِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ان لوگوں کے سجود میں سے ایک سجدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سجود کے مساوی ہے۔ (غایۃ المقصد: جز:1، ص:930، مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث:5600، مسند احمد: رقم الحدیث:5578)

422- وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ اَمَّنَا فَلْيُتِمِّمِ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَاِنَّ فِيْنَا الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَعَابِرَ سَبِيْلٍ وَذَاالْحَاجَةِ هٰكَذَا كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو ہم کو امامت کروائے تو اس کو رکوع اور سجود پورے کرنے چاہئیں کیونکہ ہمارے ضعیف بڑی عمر والے، مسافر اور صاحب حاجت بھی ہوا کرتے ہیں ہم اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی معیت نماز ادا کرتے تھے۔ (مسند احمد: جز: 4، ص: 257)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ حدیث براء بن عازب کی شرح میں لکھتے ہیں: المہلب نے کہا ہے اس حدیث میں جو رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ کی صفات کو بیان کیا گیا ہے یہ نماز با جماعت کی اکمل صفات ہیں اور جو آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ کو قیام سے دگنا لمبا کرے اور اس میں کم از کم مقدار یہ ہے کہ رکوع میں اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جمالے۔ (شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 484)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ حدیث ابو ہریرہ کی شرح میں لکھتے ہیں: فقہاء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے یہ ثوری، امام ابو یوسف، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابن وہب کا مذہب ہے۔ اور ابن القاسم مالکی اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں طمانیت واجب ہے۔ علامہ ابن بطال نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 485)

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: رکوع، سجدہ کو اطمینان اور اعتدال کے ساتھ کرنا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک واجب ہے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: ایک تسبیح کی مقدار طمانیت اور اعتدال فرض ہے حتیٰ کہ طمانیت کو ترک کردے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نماز جنازہ اور امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نماز جائز نہیں ہے قومہ اور جلسہ میں بھی اختلاف ہے۔ اس مسئلہ کا عنوان ہی ہے کہ تعدیل ارکان امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک فرض ہے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے اعرابی کی اس دلیل سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ اس نے طمانیت سے رکوع اور سجود نہیں کیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو نماز دہرانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ اور نماز کو اسی وقت دہرایا جاتا ہے جب نماز فاسد ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس نمازی سے ارشاد فرمایا: تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا اور یہ حکم فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا (الحج: 77)

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

اس آیت میں مطلقاً رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم ہے اور طمانیت کی قید نہیں لگائی اور رکوع کا معنیٰ لغت میں جھکنا ہے اور سجدہ کا معنیٰ لغت میں رکھنا ہے اور طمانیت کا معنیٰ ہے اصل فعل پر دوام کرنا۔

اور رہی اعرابی کی حدیث تو وہ خبر واحد ہے اور وہ قرآن مجید کے اطلاق کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن وہ مکمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے پس رکوع اور سجود کو اعتدال سے کرنا واجب ہوگا اور آپ نے جو فرمایا تھا: تم نے نماز نہیں پڑھی اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک رکوع میں طمانیت واجب ہے حتیٰ کہ اگر نمازی نے بھولے سے طمانیت کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے یہ کرخی کے نزدیک ہے اور ابوعبداللہ جرجانی کے نزدیک طمانیت سنت ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا لیکن کرخی کا قول صحیح ہے۔ (بدائع الصنائع: ج: 1، ص: 686 تا 687)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: قاضی الصدر نے اپنی شرح میں تعدیل ارکان میں بہت تشدید کی ہے انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ہر رکن کو مکمل کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک فرض ہے۔ لہٰذا رکوع، سجود اور قومہ کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک واجب ہے حتیٰ کہ اس کو ترک کیا یا اس میں سے کچھ کو ترک کیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہے اور اگر عمداً ترک کیا تو بہت شدید مکروہ ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور یہ ترتیب کے ساقط ہونے میں بھی معتبر ہے جیسے کسی آدمی نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر اس کا طواف کا اعادہ لازم ہے اور معتبر قول پہلا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ روایت اور درایت کے اعتبار سے زیادہ صحیح تعدیل ارکان کا وجوب ہے اور رہا قومہ اور جلسہ تو مشہور یہ ہے کہ ان میں تعدیل سنت ہے اور وجوب کی بھی روایت ہے اور یہی دلائل کے موافق ہے اور یہی علامہ ابن ہمام اور ان کے بعد متاخرین کا قول ہے تم جان چکے ہو کہ ان کے شاگرد نے کہا: یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام میں تعدیل کو فرض کہا ہے اور المجمع میں اور العینی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام طحاوی نے ہمارے تینوں اماموں سے اسی کو روایت کیا ہے اور الفیض میں مذکور ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے اور علامہ البرکلی نے ایک رسالہ لکھا ہے "معدل الصلاۃ" اس میں اس مسئلہ کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں وجوب کے دلائل بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اور ذکر کیا ہے کہ اس کو ترک کرنے سے تیس آفات لازم آتی ہیں اور ایک دن اور ایک رات کی نمازوں میں جو اس کے ترک سے مکروہات لازم آتے ہیں ان کی تعداد تین سو پچاس ہے۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 139)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يُقَالُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

جو رکوع وسجود میں پڑھا جائے

یہ باب رکوع وسجود میں تسبیح پڑھنے کے حکم میں ہے۔

423- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ فَقَالَ فِيْ

رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِي سُجُوْدِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت نماز ادا کی تو آپ ﷺ نے رکوع فرمایا اور رکوع کے اندر سبحان ربی العظیم کو اور سجدے میں سبحان ربی الاعلی کو پڑھا۔ (مسند ابی الجعد: ج:1، ص:29، شرح مشکل الآثار: ج:2، ص:189، شرح السنۃ: ج:1، ص:217، سنن البیہقی الکبری: ج:1، ص:267)

424- وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ اجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آیت فسبح باسم ربك العظیم کا نزول ہوا تو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے اپنے رکوع میں مقرر کرلو اس کے بعد جس وقت سبح اسم ربك الاعلی آیت کا نزول ہوا تو ارشاد فرمایا: اسے اپنے سجدے کے اندر مقرر کرلو۔ (سنن دارمی: ج:1، ص:341، مستدرک: ج:1، ص:347، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:129، معجم الکبیر: ج:17، ص:322)

425- وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ فِيْ رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثَلَاثًا وَفِيْ سُجُوْدِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا . رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع کے اندر تین دفعہ سبحان ربی العظیم اور سجدے میں تین دفعہ سبحان ربی الاعلی کی تسبیح فرمایا کرتے تھے۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث: 3114، مسند البزار: رقم الحدیث: 3686، مجمع الزوائد: ج:2، ص:128)

مذاہب فقہاء

رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: رکوع اور سجود میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں ان کے شرعی حکم میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ان کا پڑھنا سنت ہے اگر ان کو ترک کردیا تو گناہ گار ہوگا اور اس کی نماز صحیح ہے خواہ اس نے ان کو سہواً ترک کردیا ہو یا عمداً لیکن ان تسبیحات کو عمداً ترک کرنا مکروہ ہے۔ امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ ان تسبیحات کو پڑھنا واجب ہے پس اگر ان کو عمداً ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر ان کو بھول گیا تو نماز باطل نہیں ہوگی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ان تسبیحات کو پڑھنا سنت ہے۔ ابن حزم نے کہا: ان تسبیحات کو پڑھنا فرض ہے پس اگر ان کو پڑھنا بھول گیا تو سجدہ سہو کرے۔ (شرح العینی: ج:6، ص:101)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلی کہنا سنت ہے۔ (عالمگیری: ج:1، ص:75)

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں: رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہنا (سنت) ہے۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:525)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد حنفی متوفی 681ھ لکھتے ہیں: تین بار تسبیح ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور تین بار سے زیادہ تو افضل ہے مگر ختم طاق عدد پر ہو ہاں اگر یہ امام ہے اور مقتدی گھبراتے ہوں تو زیادہ نہ کرے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:259)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

باب: جب رکوع سے سر اٹھائے تو کیا کہے؟

یہ باب رکوع سے سر اٹھانے کے وقت تسبیح کے حکم میں ہے۔

426- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز کے واسطے کھڑے ہونے لگتے تو تکبیر کہا کرتے پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہا کرتے اس کے بعد رکوع سے اپنی کمر اقدس کو سیدھا اٹھایا کرتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا کرتے پھر جب کھڑے ہو جاتے تو ربنا لك الحمد فرمایا کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:188، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:736، اللؤلؤ والمرجان: ج:1، ص:118، الموطا: ج:1، ص:179، بلوغ المرام: رقم الحدیث:295، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث 2594، تہذیب الآثار لابن عباس: رقم الحدیث:544، جامع الاصول: رقم الحدیث:3581)

427- وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

انہی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لك الحمد کہو کیونکہ جس آدمی کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو گیا تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:8148، صحیح مسلم: رقم الحدیث:888، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:650، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 267، سنن النسائی: رقم الحدیث:1063، صحیح بخاری: رقم الحدیث:796ض)

428- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهٗ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گرے تو آپ ﷺ کی سیدھی طرف چوٹ پہنچی چنانچہ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی تیمار داری کی اس کے بعد نماز کا وقت ہو گیا تو ہمیں آپ ﷺ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھائی اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی جس وقت آپ ﷺ نے مکمل نماز ادا فرمالی تو ارشاد فرمایا: یقیناً امام اس خاطر بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ چنانچہ جس وقت وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور جس وقت وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کیا کرو اور جس وقت وہ رکوع سے اٹھے تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو اور جس وقت وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم سارے ربنا لك الحمد کہا کرو اور جس وقت وہ سجدہ کرے تو اس وقت تم بھی سجدہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1238، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 3558، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 411، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2102، سنن النسائی: رقم الحدیث: 832، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 601، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 661، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 977، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 1189، مسند احمد: رقم الحدیث: 12074)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ربنا لك الحمد کہنا ہر نماز کے لئے مشروع ہے یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ منفرد ربنا لك الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لئے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں۔ (المغنی: جز: 1، ص: 300)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: امام رکوع سے سر اٹھاتے وقت کہے "سمع الله لمن حمده" اور مقتدی یوں کہے: ربنا لك الحمد۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ربنا لك الحمد نہ کہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام اس کو دل میں پڑھے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں ذکروں کو جمع فرماتے تھے۔ اور اس لئے کہ امام دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی ترغیب دے رہا ہے تو اپنے آپ کو نہ بھولے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امام کہے: سمع الله لمن حمده تو تم کہو ربنا لك الحمد۔ یہ تقسیم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اسی وجہ سے ہمارے نزدیک مقتدی سمع الله لمن حمده نہ کہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب امام بھی ربنا لك الحمد کہے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی حمد مقتدی کی حمد کے بعد واقع ہوگی اور یہ موضوع کے خلاف ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے ہمارے نزدیک وہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی آدمی تنہا نماز پڑھے یعنی اس وقت وہ سمع الله لمن حمده بھی کہے اور ربنا لك الحمد بھی کہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 89)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: افضل یہ ہے کہ مقتدی صرف اللهم ربنا ولك الحمد کہے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 178)

امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے لئے حکم کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام احمد بن حنبل، امام اوزاعی نے حدیث کے ظاہر کے مطابق کہا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو لوگ بھی اس کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھیں خواہ ان کو کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت میں یہ کہا ہے کہ جو آدمی کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز اس آدمی کے پیچھے جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو خواہ مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور متقدمین رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو آدمی کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔
(شرح للنواوی: ج:2، ص:1589)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ عِنْدَ الْاِنْحِطَاطِ لِلسُّجُوْدِ
سجدہ کے لئے جھکتے وقت گھٹنوں سے قبل پہلے ہاتھوں کو رکھنا

یہ باب سجدہ کے لئے جھکتے وقت گھٹنوں سے قبل پہلے ہاتھوں کو رکھنے کے حکم میں ہے۔

429- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ ثُمَّ رُكْبَتَيْهِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالثَّلَاثَةُ وَهُوَ حَدِيْثٌ مَعْلُوْلٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھا کرتا ہے اور پہلے ہاتھوں پھر اپنے گھٹنوں کو رکھنا چاہئے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:840، مسند احمد: ج:2، ص:381، سنن الترمذی: رقم الحدیث:269، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1478)

430- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَالْحَاكِمُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَصَحَّحَهُ وَهُوَ مَعْلُوْلٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے قبل رکھا کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1481، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 838، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 282، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 268، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2721)

مذاہب فقہاء

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے پھر گھٹنوں کو زمین پر رکھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین پر پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔ اسود کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں پر گرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1، ص:263)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھتے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 282)

2 علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سجدہ میں جائے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔ (عالمگیری: جز: 1، ص: 75)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین کے اوپر رکھے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے داہنا پھر بایاں رکھے۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 255)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ وَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْاِنْحِطَاطِ لِلسُّجُوْدِ

سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنے (زمین پر) رکھنا

431- عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ . رَوَاهُ الاربعة وَابْنُ خُزَيْمَةَ و ابن حبان و ابن السكن وحسنه الترمذي .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ سجدہ میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھتے اور جب آپ اٹھتے تو دونوں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ یہ روایت چار مصنفین نے اور امام ابن خزیمہ نے اور امام ابن حبان نے اور شیخ ابن سکن نے نقل کی ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

432- وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ صَلٰوتِهٖ اَنَّهٗ خَرَّ بَعْدَ رُكُوْعِهٖ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخِرُّ الْبَعِيْرُ وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

علقمہ اور اسود کے بارے میں یہ بات منقول ہے یہ دونوں حضرات بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں یہ بات یاد ہے کہ انہوں نے نماز کے دوران رکوع کے بعد جھکتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے تھے، جس طرح اونٹ نیچے جھکتا ہے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے رکھے تھے۔ یہ روایت امام طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

بَابُ هَيْئَاتِ السُّجُوْدِ

باب: سجود کی ہیئت کا بیان

یہ باب سجود کی کیفیت کے حکم میں ہے۔

433-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سجدہ میں اعتدال رکھو اور تم میں سے کوئی کتے کی مانند بازوؤں کو نہ پھیلائے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:242، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:3676، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3488، جمع الجوامع: ج:1، ص:3977، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2531، سنن النسائی: رقم الحدیث:1098، عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث:96)

434-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم فرمایا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں کے اوپر سجدہ کروں، پیشانی کے اوپر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اپنی ناک کی جانب اشارہ فرمایا اور ہاتھوں اور گھٹنوں اور قدموں کے کنارے پر اور میں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹوں۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:634، شرح السنۃ: رقم الحدیث:1188، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1923، صحیح مسلم: رقم الحدیث:490، سنن النسائی: رقم الحدیث:1092، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:889، معجم الکبیر: رقم الحدیث:10858، مسند الحمیدی: رقم الحدیث:493، سنن الترمذی: رقم الحدیث:273)

435-وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کھول دیا کرتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگ جاتی۔ (مسند احمد: ج:5، ص:345، صحیح مسلم: رقم الحدیث:495، صحیح البخاری: رقم الحدیث:390، سنن النسائی: رقم الحدیث:1102، معجم الاوسط: رقم الحدیث:8670)

436-وَعَنْ اَبِيْ حُمَيْدِ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ اَمْكَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهٗ مِنَ الْاَرْضِ وَنَحّٰى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ۔ رواه اَبُوْ دَاوٗدَ والتِرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهٗ وابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِهٖ ۔

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین کے اوپر جما دیا

کرتے اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو سے دور رکھا کرتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے کندھوں کے محاذی رکھا کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:239، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث:2195، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث:297، جامع الاصول: رقم الحدیث:3515، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2525، سنن الترمذی: رقم الحدیث:250، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1531، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:640)

437—عَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنی ہتھیلیوں کے مابین سجدہ کیا۔

(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:192، جامع الاصول: ج:5، ص:305، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:111، صحیح مسلم: رقم الحدیث:608، مسند ابی عوانہ: ج:1، ص:429، مسند احمد: رقم الحدیث:18111، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:401، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:824)

438—وَعَنْهُ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ حِذَآءَ اُذُنَيْهِ ۔ رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ وَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالنَّسَآئِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ کے ساتھ دیکھا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے محاذی رکھا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:814، الموطا: ج:1، ص:179، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2523، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1170، مسند احمد: رقم الحدیث:18103، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:18388، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:748)

مذاہب فقہاء

کن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض یا واجب ہے ان کے متعلق مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، عطاء، طاؤس، الحسن، ابن سیرین، قاسم، سالم، شعبی اور زہری نے کہا: جب کسی آدمی نے پیشانی پر سجدہ کیا اور اس کی ناک زمین پر نہیں لگی تو یہ کافی ہے۔ امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے اور ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک پر بھی سجدہ کرے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر نمازی پیشانی کے بغیر صرف ناک پر سجدہ کرے تو یہ بھی کافی ہے۔ طاؤس، ابن سیرین اور ابن القاسم نے بھی اس کی مثل کہا ہے۔

ابراہیم نخعی، عکرمہ، ابن ابی لیلیٰ اور سعید بن جبیر نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے اپنی ناک زمین پر نہیں رکھی، اس نے سجدہ نہیں کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے جس نے ان میں سے بعض اعضاء پر سجدہ کیا اس کا سجدہ ادا نہیں ہوا۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں ہے مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پیشانی پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔ ابن القصار نے کہا: تمام زمانوں کا اجماع

حجت ہے اور ہم نے تابعین کے زمانہ میں دو قول پائے ہیں:

1۔ بعض نے کہا: پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا فرض ہے۔

2۔ بعض نے کہا: صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے اور جس نے کہا صرف ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے وہ ان کے اجماع سے خارج ہے اور جس نے کہا ان سات اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ سجدہ کا ذکر کیا ہے لیکن چہرے کے سوا اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا:

وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ (بنی اسرائیل:109)

وہ اپنی ٹھوڑی کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:29)

ان کے چہروں پر ان کے سجدوں کے اثر سے نشان ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سجدہ کی آیات میں سجدہ میں بار بار یہ پڑھتے:

سجد وجهي للذي خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته ۔

میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی سماعت اور بصارت کو کھول کر ان میں ادراک پیدا کیا اور ان کو اپنی قوت اور طاقت سے بنایا۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اعرابی سے ارشاد فرمایا: پس سجدہ کرے پس اپنے چہرہ کو اور بعض اوقات فرمایا: اپنی پیشانی کو زمین سے لگا کر رکھے۔

اور اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کے لئے چہرہ یا پیشانی کے لئے اور کسی عضو کا ذکر نہیں کیا۔

اور جب نمازی سجدہ سے عاجز ہو تو وہ سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کر سکتا ہے اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کے لئے اشارہ نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا سجدہ کا تعلق صرف چہرے سے ہے اور باقی چھ اعضاء میں سے اور کسی عضو سے سجدہ کا تعلق نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممتنع نہیں ہے کہ کسی فعل کا حکم دیا جائے اور اس فعل کی بعض چیزوں کو کرنا فرض ہو اور بعض چیزوں کو کرنا فرض نہ ہو۔ اسی طرح سجدہ میں چہرہ کو زمین پر رکھنا فرض ہے اور باقی چھ اعضاء کو زمین پر رکھنا فرض نہیں ہے اور ہم نے ان چھ کی تخصیص کتاب اور سنت کی دلالت سے کی ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:503 تا 505)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال کا اعتراض امام ابوحنیفہ پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ حدیث سے صرف چہرہ کو زمین پر لگانا فرض ہے اور اس سے پورے چہرہ کو زمین پر لگانا نہیں ہے ورنہ صرف پیشانی کو زمین پر لگانا کافی نہ ہوتا۔ بلکہ چہرے کے بعض اجزاء کو زمین پر لگانا فرض ہے اور ناک زمین پر رکھنے سے بھی چہرے کا بعض حصہ زمین پر لگ جاتا ہے اس لئے صرف ناک کا زمین پر لگ جانا بھی سجدہ کے لئے کافی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ بغیر عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:310)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 630ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مشروع ہے جس میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں البتہ ناک کے متعلق اختلاف ہے۔ (المغنی: ج:1، ص:304)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے۔

فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بلا عذر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر عذر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:263)

علامہ ابن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے۔ (بدایۃ المجتہد: ج:1، ص:100)

ابو اسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی 476ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو تاہم ان کا قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ (المہذب: ج:1، ص:83)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے۔ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(دار قطنی: ج:1، ص:348)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا تو صرف ناک سے سجدہ کرے پھر بھی فقط ناک کی نوک لگنا کافی نہیں بلکہ ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضرور ہے۔ (فتاوی ہندیہ: ج:1، ص:70)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہا پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (فتاوی ہندیہ: ج:1، ص:70)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جوار، باجرہ وغیرہ چھوٹے دانوں پر جن پر پیشانی نہ جمے سجدہ نہ ہوگا البتہ اگر بوری وغیرہ میں خوب کس کر کو بھر دیئے گئے کہ پیشانی جمنے سے منع نہ ہوں تو ہو جائے گا۔ (فتاوی ہندیہ: ج:1، ص:70)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے پیچ یا کسی اور کپڑے پر جسے پہنے ہوئے ہے سجدہ کیا اور نیچے کی جگہ ناپاک ہے تو سجدہ نہ ہوا۔ ہاں ان سب صورتوں میں جبکہ پھر پاک جگہ پر سجدہ کرلیا تو ہوگیا۔ (درمختار: جز:2،ص:253)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا خوب جم گیا سجدہ ہوگیا اور ماتھا نہ جما بلکہ فقط چھوگیا کہ دبانے سے دبے گا یا سر کا کوئی حصہ لگا تو نہ ہوا۔ (درمختار: جز:2،ص:252)

سجدہ میں پاؤں کو زمین پر رکھنے کی فرضیت یا عدم فرضیت کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ شمس الائمہ سرخسی کا قول

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔ (مبسوط: جز:1،ص:189)

علامہ ابوالحسن مرغینانی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے اگر ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر ناک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کو ان میں سے شمار کیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہوجاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے البتہ تھوڑی اور رخسار بالاجماع سجدہ سے خارج ہیں اور مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے اور ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہوجاتا ہے رہا دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدوری نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔
(ہدایہ اولین: ص:90)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی کا قول

علامہ زین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوع میں ہے کہ "مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدموں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی کپڑے اور بال نہ موڑے" اس حدیث مبارکہ سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے کیونکہ "امـرت"، "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور استحباب دونوں میں مستعمل ہے اس لئے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار دینا موجب اشکال ہے کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ (البحر الرائق: جز:1،ص:317)

علامہ ابن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: امرت کا لفظ وجوب اور استحباب میں عام ہے اور اس کا معنیٰ ہے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے اور یہ پیشانی میں وجوب کے لئے ہے اور باقی میں وجوب کے ساتھ استحباب کے لئے یا بالخصوص استحباب کے لئے ہے۔(فتح القدیر: ج: 1، ص: 264)

علامہ جلال الدین خوارزمی کا قول

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں: سجدہ کے سات اعضاء ہیں اور سجدہ کی فرضیت ان میں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ ہے۔(کفایہ علیٰ ہامش فتح القدیر: ج: 1، ص: 265)

علامہ زین الدین مصری کا دوسرا قول

علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہے یہ ضعیف قول ہے اور رہا ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا تو ظاہر الروایہ کے مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔تجنیس اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے: ہمارے مشائخ کا اسی پر فتویٰ ہے۔(البحر الرائق: ج: 1، ص: 318)

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا قول

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: قدوری، کرخی اور جصاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمین پر دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور جلالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے۔قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھالیا تو جائز نہیں ہے۔ اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک پیر اٹھالیا تو جائز ہے اور اس کو مکروہ نہیں کہا اور فتاویٰ قاضی خان میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع تمرتاشی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھتے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔(بنایہ: ج: 1، ص: 653)

ملا احمد بن فراموز خسرو کا قول

ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی 885ھ لکھتے ہیں: امام تمرتاشی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔(درر الحکام فی شرح غرر الاحکام: ج: 1، ص: 75)

علامہ زین الدین بن نجیم مصری کا تیسرا قول

علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں پیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔(البحر الرائق: ج: 1، ص: 318)

علامہ ابن ہمام حنفی کا قول

علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: پیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لئے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھالئے تو یہ

تعظیم اور اجلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجیز میں لکھا ہے کہ دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ اگر ایک پیر کو رکھا اور ایک کو اٹھا لیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتح القدیر: جز: 1 ص: 265)

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی کا قول

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: سجدہ میں کسی چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیر اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں کسی عضو کے رکھنے کی تعیین نہیں کی۔ پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے اس لئے اب کسی اور عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلقاً حکم کو خبر واحد سے متعین کرنا جائز نہیں ہے اس لئے ہم باقی اعضاء کے رکھنے کو سنت پر محمول کرتے ہیں تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو۔ پھر ہمارے اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ بعض حصہ کون سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ پیشانی یا ناک ہے۔ لا علی التعیین حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع: جز: 1 ص: 105)

علامہ محمد بن محمود بابرتی کا قول

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: قدوری نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں کو زمین سے اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کرخی اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے۔

اور قاضی خان نے کہا: مکروہ ہے۔ اور تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر)

علامہ علاؤالدین حصکفی کا قول

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہوگی اور لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔ (درمختار: جز: 1 ص: 467)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

(ردالمحتار: جز: 1 ص: 467)

اس کی تفصیل میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: صاحب تنویرالابصار کے ماتن نے لکھا ہے کہ انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے جس طرح بلا عذر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھالیا تو یہ مکروہ ہے۔ اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے۔

اور علامہ رملی نے حاشیۃ البحر میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کو برجندی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء معنوی اور قہستانی نے جلالی سے نقل کیا ہے۔

اور حلیہ میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں منقول ہے کہ جب نمازی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سکیڑے بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پوروں کو قبلہ کی طرف کرے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں:

1- فرضیت، 2- وجوب، 3- سنت

اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے اور ابن امیر حاج نے حلیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے۔ پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے۔ اس کے برعکس صاحب درمختار نے شارح منیہ کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زادالفقیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔

اس عبارت میں ہمارے موقف کی تصریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔ (ردالمحتار: ج:1 ص:470 تا 471)

یہی علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے۔ جب نمازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھالیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ کرخی اور جصاص نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھا تو قاضی خان نے کہا: یہ مکروہ ہے اور امام تمرتاشی نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر دلالت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے۔ مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مختصر کرخی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے اور میں نے بعض نسخوں میں دیکھا تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پیر رکھا اور ایک اٹھالیا تو یہ جائز ہے۔

اس لئے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں:

1- دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ 2- ایک پیر کا رکھنا فرض ہے۔

3- کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔
اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے۔
البحر الرائق میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہوگا۔ عنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے۔
اور لکھا ہے کہ یہی حق ہے اور درر میں اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس تحقیق کو رد کر دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی ہے کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے ائمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہوگا اس لئے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہوگا اور فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے اس لئے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہوگا۔ (ردالمحتار: جز: 1، ص: 466)
مزید رقم ہیں: شرح منیہ کی تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح المجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت، پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کفایہ میں زاہری، کرخی اور سراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھا لیا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر اٹھا لیا تو سجدہ ہو جائے گا۔
فیض میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔
اور حلیہ میں لکھا ہے کہ اس کی زیادہ توجیہ یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے۔ البحر الرائق اور شرنبلالیہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے اس کو بھی وجوب پر محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام تمرتاشی نے جو فرضیت کی نفی کی ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی عبارت پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف ہاتھوں اور گھٹنوں پر زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلا مرجح ہے۔
اور فقہی روایات میں یہ لکھا ہے کہ پیروں کا اٹھانا جائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عدم جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے۔ فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے۔
حاصل بحث یہ ہے کہ کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے اسی لئے عنایہ اور درر میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔
(ردالمحتار: ج: 1، ص: 466 تا 467)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: سجدہ میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور دسوں کا قبلہ رو ہونا سنت۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:7،ص:376)

نماز میں بال سنوارنا یا کپڑا موڑنا

نماز میں بالوں کو سنوارنا اور کپڑوں کو اکٹھا کرنا منع ہے اس پر علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں: علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: خلاصہ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑسنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بظاہر مطلقاً ہے لیکن خلاصہ اور منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھایا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور مجتبیٰ میں آستین چڑھانے کی کراہت کے متعلق دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔

(البحر الرائق: ج:2،ص:24)

کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائینچوں کو موڑنا اور نیفے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اڑس لینا یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے۔ اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے۔ شرح اصول بزدوی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے اور جامع تمرتاشی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرح اشارہ ہے۔ (ردالمحتار: ج:1،ص:677)

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کپڑے یا داڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا، کپڑا اسمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے ہو اور اگر بلا وجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ۔ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:105)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اگر کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی جب بھی یہی حکم ہے۔ (درمختار: ج:2،ص:488)

مزید راقم ہیں: رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر اس طرح ڈالا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔ (درمختار: ج:2،ص:488)

مزید رقم ہیں: کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھائی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (درمختار: ج:2، ص:490)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حدیث سے معلوم ہوا کہ بالوں اور کپڑوں کو موڑنا مکروہ ہے۔ ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ صرف حالت نماز میں مکروہ ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ جمہور کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ نماز ہو یا غیر نماز یہ ہر حال میں مکروہ ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ تلویح میں مذکور ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر اس نے اسی حال میں نماز پڑھی تو اس نے اچھا نہیں کیا لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ استحباب پر مبنی ہے جس نے ایسا کیا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔

بال موڑنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو سر کے وسط میں اکٹھا کر کے دھاگے سے باندھ لے اس سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس کو ایسی حالت میں نماز پڑھنی چاہئے کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ (شرح العینی: ج:6، ص:631)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِقْعَاءِ كَإِقْعَاءِ الْكَلْبِ

باب: کتے کی طرح بیٹھنے کی نہی

یہ باب کتے کی طرح بیٹھنے کی نہی کے حکم میں ہے۔

439- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ نَقْرَةٍ كَنَقْرَةِ الدِّيْكِ وَإِقْعَاءٍ كَإِقْعَاءِ الْكَلْبِ وَالْتِفَاتٍ كَالْتِفَاتِ الثَّعْلَبِ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَفِي إِسْنَادِهِ لِيْنٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں سے روکا ہے مرغ کی مانند ٹھونگیں مارنے، کتے کی مانند بیٹھنے اور لومڑی کی مانند ادھر ادھر توجہ کرنے سے۔ (الموطا: ج:1، ص:240، غایۃ المقصد: ج:1، ص:950، مسند احمد: رقم الحدیث:7758)

440- وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِقْعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ .

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں چوتڑ لگائے بیٹھنے سے روکا۔ (مستدرک: رقم الحدیث:1005، معجم الاوسط: ج:4، ص:373، معجم الکبیر: رقم الحدیث:6957، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2572، البحر الزخار: رقم الحدیث:4587، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:300، کنز العمال: رقم الحدیث:19897، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:903)

مذاہب فقہاء

اقعاء کے معنیٰ ہیں سیرین کو ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنا۔شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اسی طرح بیٹھنا افضل ہے۔

احناف کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان اصل کے مطابق دایاں پیر نصب کر کے بائیں پیر پر بیٹھنا سنت ہے اور بطور اقعاء کے نہیں بیٹھنا چاہئے باقی ائمہ کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْعَقِبَيْنِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دو سجدوں کے مابین ایڑیوں پر بیٹھنا

441– عَنْ طَاوُسٍ قَالَ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

طاؤس کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قدموں کے اوپر بیٹھنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ سنت ہے۔ہم کہنے لگے: ہم اسے پاؤں کے ساتھ ظلم گردانتے ہیں۔ارشاد فرمایا: بلکہ یہ تو تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:300،معجم الکبیر: رقم الحدیث:10998،الموطا: جز:1،ص:240، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:38980،جامع الاصول:رقم الحدیث:3561،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:719،سنن الترمذی:رقم الحدیث:261،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:680، صحیح مسلم:رقم الحدیث:835)

442– وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُقْعُوْنَ ۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کو اقعاء کرتے ہوئے دیکھا۔(الموطا: جز:1،ص:240،مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:2961،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:3029،معرفۃ السنن:رقم الحدیث:903)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت آئے گی ان شاء اللہ عزوجل۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ افْتِرَاشِ الرِّجْلِ الْيُسْرٰی وَالْقُعُوْدِ عَلَيْهَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَتَرْكِ الْجُلُوْسِ عَلَى الْعَقِبَيْنِ

باب: دوسجدوں کے مابین پاؤں کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھنا اور ایڑیوں پر نہ بیٹھنا

443- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ . اخرجه مسلم وهو مختصر .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الٹے پاؤں کو بچھا کر بیٹھ جایا کرتے اور اپنے سیدھے پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کی مانند بیٹھنے سے روکتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:283،المؤطا: ج:1،ص:339، بلوغ المرام: رقم الحدیث:274، جامع الاصول: رقم الحدیث:3582،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:665،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2576،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:699،عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث:84)

444- وَعَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا ثُمَّ يَهْوِيْ اِلَى الْاَرْضِ فَيُجَافِيْ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ اِذَا سَجَدَ ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَدِيْثَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی جانب جھک جاتے اور اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلو سے جداگانہ رکھا کرتے پھر اپنے سرانور کو اٹھا دیتے اور اپنے پائے اقدس ٹیڑھا کر کے اس کے اوپر بیٹھ جایا کرتے اور اپنے دونوں پائے اقدس کی انگلیوں کو کھولتے جس وقت سجدہ کرتے پھر سجدہ فرماتے پھر اللہ اکبر فرماتے۔الحدیث (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:258،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2563،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:625،مسند الصحابۃ: ج:47،ص:132،معرفۃ السنن: رقم الحدیث:914)

445- عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّهٗ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَرْجِعُ فِيْ سَجْدَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذُكِرَ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ سُنَّةَ الصَّلٰوةِ وَاِنَّمَا اَفْعَلُ هٰذَا مِنْ اَجْلِ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ . رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

مغیرہ بن حکیم کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز کے دوسجدوں کے مابین اپنے پاؤں کے سروں کے اوپر بیٹھ جایا کرتے چنانچہ جس وقت وہ نماز سے فراغت پاگئے تو اس کا ذکر کیا گیا اس پر انہوں نے فرمایا: یقیناً یہ نماز کی سنت نہیں ہے اور میں تو صرف اس بناء پر کرتا ہوں میں حالت مرض سے ہوں۔

(سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:657،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:959،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:678،سنن النسائی: رقم الحدیث:1156)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی کے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پیر کھڑا کرلے اور بایاں پیر موڑ لے۔ نمازی کے بیٹھنے کے طریقہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طریقہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کرلے اور بائیں پیر کو موڑ لے اور پہلے اور دوسرے قعدہ میں زمین پر بیٹھ جائے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جو تورک منقول ہے اس کی یہی صفت ہے۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرد اور عورت برابر ہیں اور امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے یہ کہا ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں اس طرح بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا کرلے۔

(شرح العینی: ج:6، ص:146)

نماز میں عورت کے بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں اختلاف ہے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ عورت مرد کی طرح بیٹھے جس طرح کہ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا فعل تھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ دوسرے فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ وہ جس طرح چاہے بیٹھے یہ عطاء، شعبی، فقہاء احناف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا چارزانو بیٹھا کرتی تھیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خواتین بھی یونہی بیٹھا کرتی تھیں اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چارزانو بیٹھیں اور مردوں کی طرح نہ بیٹھیں۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:513)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: عورت اپنے بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب سے نکالے اس میں اس کے لئے زیادہ ستر ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1، ص:319)

علامہ محمود بن صدرالشریعۃ متوفی 616ھ لکھتے ہیں: عورت قعدہ میں اس طرح بیٹھے جس میں اس کے لئے زیادہ ستر ہو۔

(المحیط البرہانی: ج:2، ص:84)

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی 743ھ لکھتے ہیں: عورت تشہد میں اپنے کولہے کے اوپر بیٹھے کیونکہ اس کا زیادہ ستر اس میں ہے۔

(تبیین الحقائق: ج:1، ص:313)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يُقَالُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دو سجدوں کے درمیان کیا پڑھا جائے؟

یہ باب دو سجدوں کے مابین دعا پڑھنے کے حکم میں ہے۔

446- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْآخَرُوْنَ وهو حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ دوسجدوں کے مابین "اللھم اغفرلی وارحمنی و اجبرنی و اھدنی و ارزقنی" پڑھتے تھے۔ (سنن الترمذی: جز:1، ص:478، مستدرک: جز:1، ص:3913، معجم الکبیر: جز:12، ص:25)

مذاہب فقہاء

احناف کے نزدیک باب کی مذکورہ دعا نوافل کے متعلق ہے اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "وبہ یقول الشافعی و احمد و اسحاق یرون ھذا جائز فی المکتوبۃ والتطوع" اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک قول مشہور میں دوسجدوں کے درمیان "رب اغفرلی" ایک بار پڑھنا واجب ہے اور یہی قول اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا ہے اور دوسری روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے عدم وجوب اور مستحب کی ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: یہ دعا نوافل میں ہمیشہ فرماتے تھے فرائض میں کبھی کبھی، فرائض میں اختصار ہے نوافل میں آزادی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2، ص:82)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي جَلْسَةِ الْإِسْتِرَاحَةِ بَعْدَ السَّجْدَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى وَالثَّالِثَةِ

باب: پہلی اور تیسری رکعت میں دوسجدوں کے مابین جلسہ استراحت

447- عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جس وقت آپ ﷺ نماز کی طاق رکعت میں ہوا کرتے تو قیام نہ فرماتے تھے بلکہ سیدھے بیٹھ جایا کرتے۔ (مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 6669، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1823، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 844، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1151، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 642، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 287، جامع المسانید: رقم الحدیث: 6138، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1935)

اس کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔

بَابٌ فِي تَرْكِ جَلْسَةِ الْإِسْتِرَاحَةِ

جلسہ استراحت کو ترک کرنا

یہ باب جلسہ استراحت کو ترک کرنے کے حکم میں ہے۔

448- عَنْ عِكْرِمَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ

لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّهٗ اَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ سُنَّةُ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

قَالَ النِّيْمَوِیُّ يستفاد منه ترك جلسة الاستراحة والالكانت التكبيرات اربعًا وعشرين مرة لانه قد ثبت ان النبی صلى الله عليه وسلم كان يُكَبِّرُ فی كل خفض و رفع وقيامٍ وقعودٍ ۔

حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں ایک شیخ کے پیچھے نماز ادا کی تو انہوں نے بائیس تکبیرات کہیں اس پر میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ بیوقوف ہے تو انہوں نے فرمایا: تمہاری ماں تجھے گم کر ڈالے یہ تو ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔

علامہ نیموی نے فرمایا: اس سے جلسہ استراحت نہ کرنا ہی سمجھا جاتا ہے ورنہ تکبیرات چوبیس بنتی ہیں کیونکہ یہ بات تو ثابت ہی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر جھکتے، اٹھتے، کھڑے ہوتے اور بیٹھتے وقت تکبیر فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 746، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 755)

449- وَعَنْ عَبَّاسٍ اَوْ عَيَّاشِ بْنِ سَهْلِ السَّاعِدِیِّ اَنَّهٗ كَانَ فِی الْمَجْلِسِ فِيْهِ اَبُوْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِی الْمَجْلِسِ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اَبُوْ حُمَيْدِ نِ السَّاعِدِیِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اَبُوْ اُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

عباس یا عیاش بن سہل ساعدی کا بیان ہے کہ وہ ایک مجلس کے اندر تھے جس میں ان کے والد محترم جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جلوہ افروز تھے۔ اور اسی مجلس میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوحمید ساعدی اور ابواسید رضی اللہ عنہم بھی جلوہ فگن تھے۔ آگے مکمل حدیث ذکر فرمائی جس میں یہ بھی تھا کہ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور سجدہ فرمایا پھر تکبیر کہی اور کھڑے ہو گئے اور نہیں بیٹھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:258، جامع الاصول: ج:5، ص:415، سنن ابوداؤد: ج:3، ص:391، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2475، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 6072، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 7310، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:181، مسند الصحابۃ: ج:47، ص:122)

450- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ اَنَّ اَبَا مَالِكِ الْاَشْعَرِیَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ قَوْمَهٗ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اجْتَمِعُوْا وَاجْمَعُوْا نِسَآءَكُمْ وَاَبْنَآءَكُمْ اُعَلِّمُكُمْ صَلٰوةَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى لَنَا بِالْمَدِيْنَةِ فَاجْتَمَعُوْا وَاجْمَعُوْا نِسَآءَهُمْ وَاَبْنَآءَهُمْ فَتَوَضَّاَ وَاَرَاهُمْ كَيْفَ يَتَوَضَّاُ فَاَحْصَى الْوُضُوْءَ اِلٰى اَمَاكِنِهٖ حَتّٰى لَمَّا اَنْ فَآءَ الْفَیْءُ وَانْكَسَرَ الظِّلُّ قَامَ فَاَذَّنَ فَصَفَّ الرِّجَالُ فِیْ اَدْنَى الصَّفِّ وَصَفَّ الْوِلْدَانُ خَلْفَهُمْ وَصَفَّ النِّسَآءُ خَلْفَ الْوِلْدَانِ ثُمَّ قَامَ الصَّلٰوةَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ يُّسِرُّهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَاسْتَوٰى قَائِمًا ثُمَّ كَبَّرَ

وَخَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِمًا فَكَانَ تَكْبِيْرُهُ فِيْ أَوَّلِ رَكْعَةٍ سِتَّ تَكْبِيْرَاتٍ وَكَبَّرَ حِيْنَ قَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ أَقْبَلَ إِلٰى قَوْمِهِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ احْفَظُوْا تَكْبِيْرِيْ وَتَعَلَّمُوْا رُكُوْعِيْ وَسُجُوْدِيْ فَإِنَّهَا صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كَانَ يُصَلِّيْ لَنَا كَذَا السَّاعَةَ مِنَ النَّهَارِ ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کا بیان ہے کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا تو کہا: اے اشعریو! خود بھی اکٹھے ہو جاؤ اور اپنی بیویوں اور بچوں کو بھی اکٹھا کر لو۔ میں تم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نماز کی تعلیم دوں گا جو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دی تھی۔ چنانچہ لوگ اکٹھے ہو گئے اور اپنی بیویوں اور بچوں کو بھی اکٹھا کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے وضو کر کے دکھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ اور انہوں نے وضو کے اعضاؤں کو اچھی طرح دھویا حتیٰ کہ جس وقت سایہ بڑھنے لگ گیا اور سایہ ٹوٹ چکا تو کھڑے ہو گئے اور اذان کہی پھر قریب والی صف مردوں کی ان کے پیچھے بچوں اور بچوں کے پیچھے عورتوں کی صفوں کو بنایا۔ پھر اقامت نماز کہی پھر آگے تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھایا تو تکبیر کہی اور سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھی ان دونوں کو آہستہ آواز کے ساتھ پڑھا پھر تکبیر فرمائی اور رکوع کیا اور تین دفعہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہی اور سجدے کے اندر جھک گئے پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنے سر کو اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ پھر تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اور پہلی رکعت میں ان کی چھ تکبیرات تھیں اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے تو تکبیر کہی جب اپنی نماز مکمل کر لی تو اپنی قوم کی جانب متوجہ ہو گئے ارشاد فرمایا: میرے تکبیر کہنے کو یاد کر لو اور میرے رکوع اور سجود کو خوب سیکھ لو کیونکہ یہی وہ نماز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس ساعت پڑھاتے تھے۔ (غایۃ المقصد: ج:1، ص:1061، مسند احمد: رقم الحدیث:21832، مسند الصحابۃ: ج:48، ص:250)

451– وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِيْ عَيَّاشٍ قَالَ أَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ فِيْ أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَّالثَّالِثَةِ قَامَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ ۔ رَوَاهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

نعمان بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے ایک سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جس وقت وہ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے سر کو سجدہ سے اٹھایا کرتے تو وہیں پر ہی کھڑے ہو جایا کرتے اور بیٹھا نہ کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4011)

452– وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمَقْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الصَّلٰوةِ فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ وَلَا يَجْلِسُ قَالَ يَنْهَضُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى وَالثَّالِثَةِ ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكُبْرٰى وَصَحَّحَهُ ۔

عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو توجہ کے ساتھ دیکھا چنانچہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قیام فرما ہو گئے اور نہیں بیٹھے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ اپنے قدموں کے سینہ کے بل پر پہلی اور تیسری رکعت میں

کھڑے ہوئے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9327، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2596، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2966، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1 ص: 394)

453- وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الثَّانِيَةَ قَامَ كَمَا هُوَ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ . رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

وہب بن کیسان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا جس وقت وہ دوسرے سجدہ کو کر لیتے تو وہیں سے ہی اپنے قدموں کے بل بوتے پر کھڑے ہو جاتے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9228، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2595، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4005)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ حدیث مالک بن حویرث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں جلسہ استراحت کا ثبوت ہے یعنی پہلی رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اسی طرح تیسری رکعت کے دو سجدوں کے بعد بیٹھ جائے پھر چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو۔

جمہور علماء نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے کو ترک کر دیا اور انہوں نے کہا: جب پہلی رکعت یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اپنے پیروں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور بیٹھ کر کھڑا نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت ہے۔ نخعی طاق رکعت کے بعد جلدی کھڑے ہو جاتے تھے۔ زہری نے کہا: ہمارے شیوخ اسی طرح کرتے تھے۔ ابوالزناد نے کہا: یہی سنت ہے۔ امام مالک، ثوری، فقہاء احناف، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اکثر احادیث میں اسی طرح ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آدمی اپنی نماز کی طاق رکعت کے بعد بیٹھ جائے اس کے بعد اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جمہور فقہاء کی حجت یہ ہے: عباس بن سہل ساعدی کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں ان کے والد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابواسید اور حضرت ابوحمید ساعدی انصاری رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے نماز کے بارے میں مذاکرہ کر رہے تھے۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نماز کے بارے میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ ہمیں نماز پڑھ کر دکھائیں۔ پس حضرت ابوحمید نے اللہ اکبر پڑھ کر قیام کیا اور اس میں رفع یدین کیا پھر طویل حدیث ذکر کی اور اس میں ذکر ہے کہ جب انہوں نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو بغیر بیٹھے دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ یہ حدیث حضرت مالک بن حویرث کی حدیث کے خلاف ہے تو پھر اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کیا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں چار زانو بیٹھتے تھے اور جب ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میرے دونوں پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ رسول

اللہ ﷺ بھی کسی عذر کی وجہ سے جلسہ استراحت کرتے ہوں۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابو حمید جب رکوع کا ارادہ کرتے تو تکبیر کہا کرتے اور جب رکوع میں جاتے تو تکبیر پڑھتے اور جب رکوع سے سر کو اٹھاتے تو تکبیر کہا کرتے اور جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر کہا کرتے اور جب سجدہ سے سر کو اٹھاتے تو تکبیر کہا کرتے اور جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر کہا کرتے اور جب دوسرے سجدہ سے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہا کرتے۔

اور اس حدیث میں دوسرے سجدہ اور کھڑے ہونے کے مابین بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ طاق رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرنا رسول اللہ ﷺ کا عام معمول نہیں تھا۔ (شرح معانی الآثار: جز:1 ص:337، شرح ابن بطال: جز:2، ص:508 تا 509)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب، امام مالک اور ثوری رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ اپنے قدموں کے سروں پر بغیر بیٹھے کھڑا ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب نمازی سجدہ سے سر اٹھائے تو بیٹھ جائے پھر زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے سہارے سے سیدھا کھڑا ہو۔

امام ابو جعفر نے کہا: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سجدہ سے سر اٹھا کر بغیر بیٹھے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بیٹھ کر کھڑے ہوتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا بیٹھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو اور حضرت رفاعہ بن رافع کی حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے اعرابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: پھر سجدہ کرو پس اعتدال سے سجدہ کرو پھر کھڑے ہو۔ اس حدیث میں آپ نے اس اعرابی کو دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نمازی اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور اسی کے ساتھ اگلی رکعت کے لئے کھڑا ہو اور یہ نہیں ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ جائے اور پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو اگر یہ جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو پھر اس کے بعد کھڑے ہونے کے لئے بھی تکبیر پڑھی جاتی جیسے نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر پڑھی جاتی ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء: جز:1، ص:213 تا 214)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: پہلی رکعت پڑھ کر بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ مستحب ہے بعض شافعیہ نے کہا ہے: اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ پہلی رکعت کے دو سجدے کرنے کے بعد نہ بیٹھے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ موقف ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے فرمایا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ جلسہ استراحت کے بعد بیٹھا جائے اور ایک قول ہے کہ کمزور آدمی بیٹھ جائے اور صحت مند آدمی دوسرا سجدہ کرتے ہی کھڑا ہو جائے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جلسہ استراحت کو ترک کرنے کے متعلق بہت احادیث ہیں اور النعمان بن ابی عیاش نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا جو پہلی رکعت کے بعد نہیں بیٹھتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ ابو الزناد نے کہا: سنت یہ ہے کہ ایک رکعت کے بعد نہ بیٹھا جائے اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ ضعف کی وجہ سے نبی کریم ﷺ ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے

ہوتے تھے۔(شرح العینی:ج:5،ص:143)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ افْتِتَاحِ الثَّانِيَةِ بِالْقِرَآءَةِ

دوسری رکعت کو قرأت سے شروع کرنا

یہ باب دوسری رکعت کو قرأت سے شروع کرنے کے حکم میں ہے۔

454- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَآءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ سے شروع فرمایا کرتے اور سکوت اختیار نہ فرماتے تھے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:195،مستدرک:رقم الحدیث:782،جامع الاصول:رقم الحدیث:3421،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:2902،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1193،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:1936،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:1603،صحیح مسلم:رقم الحدیث:941،مسند ابی عوانہ:رقم الحدیث:1601)

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے تو سکوت اختیار نہ فرماتے تھے بلکہ الحمد شریف سے قرأت شروع فرما دیتے۔ یہاں پر یہ وہم ہو سکتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے ہونگے تو ثناء پڑھتے ہوں گے چنانچہ اس وہم کو دور کرنے کے لئے صراحت فرمادی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد شریف سے قرأت شروع فرمادیا کرتے تھے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّوَرُّكِ

باب: جو تورک کے متعلق وارد ہوا ہے

یہ باب تورک کے حکم میں ہے۔

455- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَآءٍ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدِ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَا كُنْتُ اَحْفَظَكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُهٗ اِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ

رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ عَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فِقَارٍ مَكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْأُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت محمد بن عمرو بن عطار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں جلوہ فگن تھے تو ہم نے نماز میں نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا۔ اس پر حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ جس وقت آپ ﷺ تکبیر کہا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے محاذی اٹھا لیتے اور جس وقت رکوع فرمایا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں کے اوپر جما کر رکھ دیتے پھر اپنی پشت انور کو سیدھی فرمادیا کرتے اس کے بعد جب سر انور اٹھایا کرتے تو سیدھے ہوجایا کرتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنے مقام پر آجاتی۔ پھر جس وقت سجدہ فرمایا کرتے تو اپنے مقدس ہاتھ اس طرح رکھا کرتے کہ نہ تو بچھے ہوئے ہوتے اور نہ ہی سمٹے ہوئے ہوتے اور اپنے پائے اقدس کی انگلیاں قبلہ رو فرمادیتے جس وقت دو رکعات کے بعد بیٹھ جاتے تو اپنے الٹے پائے اقدس پر جلوہ فگن ہوجایا کرتے اور سیدھے پائے اقدس کو کھڑا کرلیا کرتے اس کے بعد جب آخری رکعت میں بیٹھ جاتے تو اپنے الٹے پاؤں کو آگے فرمادیا کرتے اور دوسرے کو کھڑا کرلیا کرتے اور اپنی سرین مقدس پر بیٹھ جاتے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 862، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 964، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 587، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 555، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1100، مسند البزار: رقم الحدیث: 3711، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1865، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1356، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 335، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 6071)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی انشاء اللہ عزوجل۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي عَدَمِ التَّوَرُّكِ

باب: جو عدم تورک کے متعلق وارد ہوا

یہ باب عدم تورک کے حکم میں ہے۔

456- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَآءَةَ بِـالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَّكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى

وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ وَيَنْهٰى اَنْ يَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی تکبیر اور قرأت کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o سے ابتداء فرمایا کرتے تھے۔ اور جس وقت رکوع فرمایا کرتے تو آپ ﷺ نہ تو اپنے سر انور کو اوپر اٹھایا کرتے نہ ہی جھکایا کرتے مگر اس کے بین بین رکھا کرتے۔ اور جس وقت رکوع سے اپنے سر انور کو اٹھایا کرتے تو سجدہ اس وقت تک نہ فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ سیدھا کھڑے نہ ہو جاتے اور جس وقت اپنے سر انور کو سجدے سے اٹھایا کرتے تو پھر سجدہ نہ کرتے حتیٰ کہ سیدھے نہ جلوہ فگن ہو جاتے۔ اور ہر دوسری رکعت میں التحیات پڑھاتے اور اپنے الٹے پائے اقدس کو بچھا لیتے اور سیدھے پائے اقدس کو کھڑا فرمالیا کرتے اور شیطان کی مانند بیٹھ جانے سے روکتے اور روکتے کہ کوئی شخص اپنے بازوؤں کو درندے کی مانند بچھائے اور نماز کو سلام سے ختم فرمایا کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 226، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 274، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43297، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3582، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 665، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 859، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2385، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 65)

457– وَعَنْ وَّآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَعَدَ وَتَشَهَّدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْاَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا ۔ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی تو جس وقت آپ ﷺ بیٹھ گئے اور تشہد کو پڑھا تو اپنے الٹے پائے اقدس کو زمین کے اوپر بچھا دیا اور اس پر جلوہ فگن ہو گئے۔ (المؤطا: ج: 1، ص: 239، طحاوی: ج: 1، ص: 178، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 41267، کنز العمال: رقم الحدیث: 22387)

458– وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نماز کی سنتوں میں سے ہے کہ سیدھے پاؤں کو کھڑا رکھا جائے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھا جائے اور الٹے پاؤں پر بیٹھا جائے۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 678، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 657، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 827، جامع المسانید: رقم الحدیث: 3467، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1156، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 959، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 3959)

مذاہب فقہاء

تورک کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

مالکیہ کا مذہب

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک سنت

ہے یعنی بایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھا جائے۔(شرح للنواوی:جز:1،ص:195)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابوعبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دوسجدوں کے مابین پاؤں کو بچھا کر بیٹھے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں موڑ کر بچھا لے اور اس کے اوپر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو اس طرح نیچے کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبلہ کی جانب جمی رہیں۔(المغنی:ج:1،ص:308)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے قعدہ میں تو بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ بیٹھے۔(شرح للنواوی:ج:1،ص:195)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی کے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پیر کھڑا کرلے اور بایاں پیر موڑ لے۔ نمازی کے بیٹھنے کے طریقہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طریقہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا کرلے اور الٹا پاؤں موڑ لے اور پہلے اور دوسرے قعدہ میں زمین پر بیٹھ جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جو تورک منقول ہے اس کی یہی صفت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرد اور عورت برابر ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ نمازی پہلے قعدہ میں اس طرح بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا کرے۔

(شرح العینی:ج:6،ص:146)

نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں کا عقد بنا کر دعا کرتے اس میں دلیل ہے کہ یہ نماز کا آخری قعدہ تھا۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ قعدہ اخیرہ تھا ہوسکتا ہے کہ یہ قعدہ اولیٰ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تشہد میں دعا کی اور دعا قعدہ اخیرہ میں کی جاتی ہے اس سے واضح ہوگیا کہ دونوں قعدوں میں آپ کے بیٹھنے کا ایک ہی طریقہ تھا آپ بایاں پیر بچھا لیتے تھے اور دائیں پیر کو کھڑا کرلیتے تھے۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار:ج:3،ص:98)

امام احمد بن محمد طحاوی مصری حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ قعدہ اولیٰ میں دایاں پیر کھڑا کیا جائے گا اور بائیں پیر کو بچھا کر اسی پر بیٹھا جائے گا اور قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے ہم کہتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ سنت ہوگا یا فرض ہوگا اگر وہ سنت ہے تو اس کا حکم قعدہ اولیٰ کی مثل ہوگا اور اگر وہ فرض ہے تو اس کا حکم دوسجدہ کے درمیان والے قعد کی مثل ہوگا پس اس سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہوگئی اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔(شرح معانی الآثار:ج:1،ص:338)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور عورت کا تورک کرنا (یعنی بائیں ٹانگ کو دائیں اوران کے نیچے سے نکال کر دونوں پاؤں دائیں جانب نکال دے) سنت ہے۔(نورالایضاح،ص:117)

صدرالشریعۃ بدرالطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور داہنا قدم کھڑا رکھنا اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مرد کے لئے ہے اور عورت دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔(بہار شریعت: جز:1،ص:530)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّشَهُّدِ

باب: جو تشہد کے بارے میں وارد ہوا

یہ باب تشہد کے حکم میں ہے۔

459–عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ وَمِيكَائِيْلَ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوتے تھے تو ہم یوں کیا کرتے تھے کہ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام پر سلامتی ہو فلاں اور فلاں پر سلامتی ہو۔ چنانچہ ہماری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات فرما کر ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے چنانچہ جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے تو التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ جس وقت تم نے اسے پڑھ لیا تو زمین وآسمان میں جو بھی ہے سب کو پہنچے گا (تمہارا اسلام) اس کے بعد اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله کہو۔(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:968،سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:899،صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1955،معجم الکبیر: رقم الحدیث:9885،شرح السنۃ: رقم الحدیث:678،مسند احمد: رقم الحدیث:3622،سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:1202،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:703،صحیح مسلم: رقم الحدیث:402،سنن النسائی: رقم الحدیث:1664)

460–وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاِذَا قَعَدْتُمْ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُوْلُوْآ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ اَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَآءِ اَعْجَبَهٗ

اِلَيْهِ فَلْيَدْعُ بِهٖ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ . رَوَاهُ اَحْمَدُ والنَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

قَالَ التِّرْمَذِيُّ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَّهُوَ اَصَحُّ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُّدِ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَن بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ .

انہی (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ یقیناً سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم ہر دو رکعت میں بیٹھ جاؤ تو پھر پڑھو: التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله پھر تم میں سے جسے کوئی دعا پسند ہو اختیار کر لے اس کے بعد اس کے ذریعہ اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرے۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث ان سے کئی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کے متعلق منقول احادیث میں سب سے زیادہ صحیح ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی کے اوپر عمل ہے۔ (سنن کبریٰ للنسائی: ج:1، ص:250، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9912، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 314، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 16763، جامع الاصول: ج:5، ص:396، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2698، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1151، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1419)

461- وَعَنْهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يُّخْفَى التَّشَهُّدُ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ والتِّرْمَذِيُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَهٗ .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سنت میں سے ہے کہ تشہد کو آہستہ پڑھا جائے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:277، البحر الزخار: رقم الحدیث: 1461، مستدرک: رقم الحدیث: 838، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 836، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2669، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 268، مسند البزار: رقم الحدیث: 1643، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 986)

الفاظ مقدسہ کے معانی

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 858ھ تشہد کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: التحيات لله یہ تحیة کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ہے عظمت، آفات اور نقائص سے سلامتی اور ملک۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ کلمات مخصوصہ ہیں جن سے عرب بادشاہوں کو تعظیم دیتے تھے اس کا معنیٰ ہے تعظیم کی تمام انواع اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جن کا وہ مستحق ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

السلام، المومن، المهيمن، العزيز، الجبار، الاحد، الصمد ۔

ان کلمات کے ساتھ تعظیم دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کی ان کلمات کے ساتھ تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

والصلوٰت

اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں۔الازہری نے فرمایا: اس سے مراد ہے عبادات۔
نیز اس کا معنی رحمت بھی ہے یعنی رحمت تامہ کاملہ کو عطا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

والطيبات

یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء صرف پاکیزہ کلمات سے ہوتی ہے نہ کہ ان کلمات کے ساتھ جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔حافظ الطیبی نے فرمایا ہے کہ التحیات سے مراد ہے عبادات قولیہ۔الصلوت سے مراد ہے عبادات بدنیہ اور الطیبات سے مراد ہے عبادات مالیہ۔

السلام عليك ايها النبي

اس کا معنیٰ ہے آپ ہر عیب، آفت، نقص اور فساد سے سلامت ہیں اور سلام کا لفظ اس لئے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم "سلام" کی برکتیں آپ کو حاصل ہوں اور غائب کے صیغہ سے خطاب کے صیغہ کی طرف عدول کیا ہے اور یوں نہیں کہا: نبی پر سلام ہو۔ بلکہ یوں کہا ہے: اے نبی! آپ سلام ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرفان نے کہا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات پیش کر کے ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور اس سے مناجات کے واسطے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں تب ان پر یہ منکشف ہوا کہ یہ نعمت نبی رحمت کے واسطے اور آپ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوئی ہے پھر جب انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ حبیب حرم حبیب میں حاضر ہیں پس انہوں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر بے ساختہ کہا:

السلام عليك أيها النبي و رحمة الله وبركاته .

"السلام" میں الف لام عہد کا ہے یعنی جو سلام انبیاء سابقین علیہم السلام پر پڑھا گیا تھا وہی سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جائے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ (النمل:59)

اور اللہ تعالیٰ کا ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے پسند کر لیا ہے۔
اور آپ پر جو سلام بھیجا ہے اس سے اسی سلام کی جانب اشارہ ہے۔
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ پر جو سلام پڑھا تھا وہی سلام آپ پر نازل ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی اور رسول بھی ہیں۔"السلام عليك ايها النبي" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر ہے اور "عبده و رسوله" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر ہے۔

ورحمة الله

اس سے مراد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا انعام۔

وبركاته

یہ برکۃ کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ ہے ہر چیز میں خیر کثیر۔الطیبی نے کہا: کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر ہو تو اس کو برکت کہتے ہیں۔

وعلى عباد الله الصلحين

صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو ادا کرے اور ''صلاح'' کا معنیٰ ہے کسی چیز کا اپنی حالت کمال پر قائم رہنا اور فساد اس کی ضد ہے اور صلاح حقیقی صرف آخرت میں حاصل ہوگی کیونکہ دنیا میں اگرچہ بعض اوقات صلاح حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں فساد اور خلل کا شائبہ ہوتا ہے اور صلاح کامل صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (البقرہ:130)

اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی:

تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ (یوسف:101)

حالت اسلام میں میری روح قبض کرنا اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا دینا۔

نیز اس حدیث میں ہے:

اشهد ان محمداً عبده و رسوله ''محمد اور محمود'' اس شخص کو کہتے ہیں جس میں ایسے اوصاف بہ کثرت ہوں جن کی تعریف اور تحسین کی جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا۔

• متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تشہد کے الفاظ مروی ہیں لیکن ان سب میں تشہد کے وہ الفاظ افضل ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تشہد میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی ہے اور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

معمر نے خصیف سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا: لوگوں کا تشہد میں اختلاف ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو لازم کرلو۔ (شرح العینی: ج:6، ص:158 تا 164)

تشہد میں بیٹھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اسحاق، لیث، ابوثور اور تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پہلا تشہد واجب نہیں ہے ماسوا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کیونکہ انہوں نے پہلے تشہد کو واجب قرار دیا ہے۔ ابن القصار اور ابن التین نے اسی طرح نقل کیا ہے اور شرح ہدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں پہلے تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور یہی مختار اور صحیح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور یہی قیاس کے موافق ہے لیکن یہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے سجدہ کرتے۔ علامہ طبری نے تشہد اول کے وجوب پر استدلال کیا ہے کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی اور اس میں تشہد واجب تھا پھر جب نماز میں اضافہ کیا گیا تو اس اضافہ سے اس تشہد کا وجوب زائل نہیں ہوا۔ (شرح العینی: ج:6، ص:152 تا 153)

نیز علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ

حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے اور واپس لوٹ کر نہیں بیٹھے لیکن آپ ﷺ نے سجدہ سہو کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد بیٹھنا فرض نہیں ہے البتہ واجب ضرور ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا۔ جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (شرح العینی: جز:6، ص:154)

تشہد پڑھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قعدوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو نیز آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا: التحیات پڑھو۔

فرض اس لئے نہیں کہ آپ ﷺ نے التحیات سہواً رہ جانے سے سجدہ سہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی۔ (المغنی: جز:1، ص:317)

علامہ ابن قدامہ نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصدیق کی ہے مگر ان کے دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ واجب بمعنی فرض لے رہے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد فرض ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کہ تشہد واجب نہیں ہے۔ (بدایۃ المجتہد: جز:1، ص:93)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی ہے یہ وجوب بھی فرض ہے کیونکہ فرض پر واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں جس طرح کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بیان کر دیا ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ ہو بلکہ واجب ہو مگر ظاہر یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہی ہے کیونکہ علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے اسی طرح علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔ (شرح للنووی)

جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔ مسلک شافعی کی مستند کتاب مہذب میں لکھا ہے کہ تشہد سنت ہے۔

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی فرماتے ہیں کہ

اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو تو رکعات کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھے کیونکہ یہ تشہد نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ سنت ہے۔ (فتح القدیر: جز:1، ص:274)

پہلے اور دوسرے قعدہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے جس طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ واجبات نماز کے بیان میں لکھتے ہیں: پہلے قعدہ میں تشہد کا پڑھنا صحیح قول کے مطابق یہی ہے آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا (واجب) ہے۔ (نورالایضاح: ص:111)

صدر الشریعۃ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا یونہی جتنے قعدے کرنے پڑیں سب میں پورا تشہد واجب ہے ایک لفظ بھی اگر چھوڑے گا ترک واجب ہوگا۔ (بہار شریعت: ج:1 ص:518)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: کسی قعدہ میں تشہد کا کوئی حصہ بھول جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔ (درمختار: ج:2 ص:196)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد اور انشاء ضروری ہے گویا اللہ عزوجل کے لئے تحیت کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ اور اپنے اوپر اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے نہ یہ کہ واقعہ معراج کی حکایت مدنظر ہو۔ (عالمگیری: ج:1 ص:72)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مقتدی قعدہ اولی میں امام سے پہلے تشہد پڑھ چکا تو سکوت کرے درود دعا کچھ بھی نہ پڑھے اور مسبوق کو چاہئے کہ قعدہ اخیرہ میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام کے وقت فارغ ہو اور سلام سے پیشتر فارغ ہو گیا تو کلمہ شہادت کی تکرار کرے۔ (درمختار: ج:2 ص:270)

تشہد کے الفاظ میں مذاہب فقہاء

احادیث مبارکہ میں تین تشہد بہت زیادہ مشہور ہیں:

1۔ تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

2۔ تشہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

3۔ تشہد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ ہے جسے ہم پڑھتے ہیں اور جو اس باب کی احادیث میں مذکور ہے یہی زیادہ مشہور ہے اور تشہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں:

”التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله“

اور تشہد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ ہے جو موطا امام مالک اور مشکوۃ المصابیح میں ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النبي...... الخ

ان تینوں تشہد میں سے احناف اور حنابلہ کے نزدیک تشہد اول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد ثانی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد ثالث ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو کئی وجوہ سے ترجیح حاصل ہے یہ تشہد بیس سے زائد طرق سے روایت ہے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے جس میں ایک حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور تیسری حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا اور چوتھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ فرماتے ہیں:

وهو اصح حديث ابن مسعود رضى الله عنه فى التشهد .

اس میں دو واؤ آتے ہیں بخلاف تشہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تشہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے۔ اس میں کوئی واؤ نہیں ہے۔ حاشیہ ترمذی میں شرح السنۃ سے منقول قصہ نقل ہے کہ ایک اعرابی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اس نے آ کر سوال کیا: بو اوام بو اوین۔ اس پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: دیا یو اوین۔ تو اعرابی نے کہا: بارك الله فيك كما بارك فى لا و لا۔ حاضرین کو اس کے متعلق کچھ علم نہ ہو سکا۔ شاگردوں کے پوچھنے پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس آدمی نے مجھ سے تشہد کے متعلق سوال کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک راجح کون سا تشہد ہے ایک واؤ والا تشہد جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یا دو واؤ والا تشہد جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے تو میں نے جواب دیا دو واؤ والا تشہد راجح ہے تو اس نے دعا کی کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے درخت زیتون میں برکت فرمائی ایسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں برکت فرمائے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْإِشَارَةِ بِالسَّبَّابَةِ

باب: شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کا بیان

یہ باب شہادت کی انگلی سے تشہد پڑھتے وقت اشارہ کرنے کے حکم میں ہے۔

462- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهُ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بیٹھے ہوئے دعا کیا کرتے تو اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنی سیدھی ران کے اوپر اور اپنے الٹے ہاتھ کو اپنی الٹی ران کے اوپر رکھ دیتے اور اپنی شہادت والی انگلی کے ساتھ اشارہ فرماتے اور اپنے انگوٹھے کو اپنی درمیانی انگلی کے اوپر رکھ دیتے اور اپنی بائیں ہتھیلی سے اپنے گھٹنے کا حلقہ بنا لیا کرتے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1375، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2: ص: 266، البحر الزخار: رقم الحدیث: 1949، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1944، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 9456، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3553، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 838، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2618)

463- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَخَمْسِيْنَ وَاَشَارَ

... رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت تشہد میں بیٹھا کرتے تو اپنے الٹے ہاتھ کو اپنے الٹے گھٹنے کے اوپر رکھ دیتے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنے سیدھے گھٹنے کے اوپر رکھ دیتے اور ترپن کے عدد کا حلقہ بنائے شہادت والی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 268، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 39335، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3552، سنن داری: رقم الحدیث: 1339، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 168، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 912، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2012)

464- وَعَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حَلَّقَ الْاِبْهَامَ وَالْوُسْطٰى وَرَفَعَ الَّتِيْ تَلِيْهِمَا يَدْعُوْبِهَا فِي التَّشَهُّدِ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنایا اور ان دونوں کے ساتھ والی کو اٹھایا چنانچہ آپ ﷺ اس کے سبب سے تشہد میں دعا مانگتے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 902، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 912)

465- وَعَنْ مَالِكِ بْنِ نُمَيْرٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى فِي الصَّلٰوةِ وَيُشِيْرُ بِاِصْبَعِهٖ . رواه ابن مجة و اَبُوْ دَاوٗدَ و النسآئى وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ ان الاشارة بالسبابة فِيْ التشهد ذهب اليها جماعة من اهل العلم وهو قول الامام ابى حنيفة على ما قال محمد بن الحسن فِيْ موطاه .

حضرت مالک بن نمیر خزاعی کا بیان ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو حالت نماز میں اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنی سیدھی ران کے اوپر رکھے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ اپنی (شہادت والی) انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یقیناً تشہد میں شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرنے پر اہل علم کی ایک جماعت کا نظریہ ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس طرح حضرت محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے موطا امام محمد میں بیان کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 901، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1254، مسند الصحابۃ: جز: 50، ص: 362)

تشہد میں مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا

نبی کریم ﷺ کلمہ شہادت پڑھتے وقت مٹھی کو بند فرماتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کی کیفیت میں ائمہ اربعہ کا اختلاف درج ذیل ہے:

مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک انگشت شہادت کے سوا تمام انگلیوں کے ساتھ مٹھی بند کرے اور سبابہ سے اشارہ کرے اسی کو ترپن کا عقد کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خنصر اور بنصر کو بند کرے اور درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ بنائے اور انگشت کی شہادت سے اشارہ کرے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشھد ان لا الٰہ الا اللہ میں لا پر انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے تاکہ نفی کے ساتھ رفع اور اثبات کے ساتھ وضع کی مناسبت ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک لفظ اللہ پر انگلی اٹھائے تاکہ قول اور عمل سے توحید ظاہر ہو۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ج: 1، ص: 265)

فقہاء حنبلیہ کی مزید دلیل یہ ہے:

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نمازی کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے اس حال میں کہ ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی جانب ہوں اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے خنصر اور بنصر کو بند کر کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور انگوٹھے کے قریب انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 313)

فقہاء شافعیہ کی مزید دلیل درج ذیل ہے: علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: احادیث صحیحہ کی وجہ سے انگشت شہادت سے تشہد میں لا الہ الا اللہ پڑھتے وقت اشارہ کرنا مستحب ہے اور صرف دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

(شرح للنواوی: ج: 1، ص: 416)

فقہاء مالکیہ کی مزید دلیل یہ ہے:

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ابن القاسم مالکی تشہد میں اشارہ کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے اور ابن رشد مالکی اس کو سنت قرار دیتے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 278)

احناف کے مؤقف پر مزید دلیل یہ ہے: امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 189ھ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور مٹھی بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو اپناتے ہیں اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(مؤطا امام محمد: رقم الحدیث: 106)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: شہادت پر اشارہ کرنا یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کر لے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ باندھے اور لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے اور سب انگلیاں سیدھی کر لے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس کو ابو داؤد و نسائی نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو انگلی سے اشارہ کرتے اور حرکت نہ دیتے۔

نیز ترمذی و نسائی و بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا: توحید کر توحید کر (یعنی ایک انگلی سے اشارہ کر) (بہار شریعت: ج: 1، ص: 530 تا 531)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: صحیح قول کے مطابق شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ (یعنی انگوٹھے اور دوسری تین انگلیوں سے گھیرا باندھتے ہوئے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کی لا پر شہادت کی انگلی کھڑی کرے اور الا پر چھوڑ دے) (نور الایضاح: ص: 117)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا

یہ باب قعدہ اخیرہ میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں ہے۔

466- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَا اُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میری ملاقات حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: میں تجھے ایک تحفہ نہ عطا کروں یقیناً ہمارے پاس نبی کریم ﷺ جلوہ افروز ہوئے تو ہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! یقیناً ہم نے یہ تو جان لیا ہے کہ آپ ﷺ پر کس طرح سلام بھیجیں مگر ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھا کریں؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یوں پڑھا کرو: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت غلى ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد ۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 275، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1212، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 122، مستدرک: رقم الحدیث: 4710، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2368، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 242، المنتقی: رقم الحدیث: 206، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 333)

467- وَعَنْهُ قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَا اُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاَهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

انہی (عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ) کا بیان ہے کہ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک ایسا ہدیہ نہ عطا فرماؤں جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سن رکھا ہے۔ میں عرض گزار ہوا: کیوں نہیں۔ مجھے وہ ہدیہ عطا فرما دیجئے۔ تو انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اور ہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے اہل بیت کے اوپر کس طرح درود بھیجیں کیونکہ آپ ﷺ پر سلام پڑھنے کا طریقہ ہمیں رب تعالیٰ نے سکھا دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: تم

یوں کہا کرو: اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید ۔ اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید۔

468- وَعَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ. كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ رَوَاهُ اَبُو الْعَبَّاسِ السَّرَّاجُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجا کریں۔اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یوں بھیجا کرو: اللھم صل علی محمد و علی آل محمد وبارك علی محمد و علی آل محمد کماصلیت وبارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید ۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 9875، الموطا: جز:2، ص:65، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 347، مسند البزار: رقم الحدیث: 8154، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 938)

صلوٰۃ کا لغوی وشرعی معنیٰ

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: اہل لغت نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کا معنیٰ دعا تبریک اور تمجید ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کے بندوں اور امت پر صلوٰۃ بھیجنے کا معنیٰ ان کا تزکیہ کرنا اور ان کی تعریف وتوصیف کرنا ہے اور فرشتوں اور مسلمانوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا معنیٰ دعا ہے اور استغفار کرنا ہے اور نماز کو بھی صلوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل دعا ہے۔ (المفردات: جز:2، ص:374)

علامہ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم جوزی متوفی 731ھ کی تحقیق یوں ہے کہ

صلوٰۃ کا معنیٰ ثناء کرنا ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنا ان کی ثناء اور ستائش کرنا اور ان کو سراہنا ہے اور فرشتوں کا آپ پر صلوٰۃ پڑھنا آپ کی ثناء اور ستائش کی دعا کرنا ہے اور الاحزاب آیت نمبر 56 میں صلوٰۃ کا معنیٰ رحمت نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ کی ثناء اور تعریف کرتے ہیں۔ (جلاء الافہام: ص:76)

علامہ ابوالسعادت المبارک بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں: صلوٰۃ کا معنیٰ عبادت مخصوصہ ہے اور اس کا اصل معنیٰ دعا ہے اور نماز میں بھی دعا ہوتی ہے ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃ کا اصل معنیٰ تعظیم کرنا ہے اور نماز کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور تشہد میں کہتے ہیں: التحیات للہ والصلوات ۔ اس سے تعظیم کے وہ کلمات مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مستحق نہیں ہے اور جب ہم کہتے ہیں اللھم صل علی محمد تو اس کا معنیٰ ہے اے اللہ عزوجل! نبی کریم ﷺ کا دنیا میں ذکر بلند کرکے آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم فرما اور آپ ﷺ کے پیغام کو غالب فرما اور آپ ﷺ کی شریعت کو باقی اور آخرت میں آپ ﷺ کو اپنی امت کے حق میں شفاعت کرنے والا بنا اور آپ ﷺ کے اجر وثواب کو دگنا چوگنا فرما۔ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب اللہ

تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا اور ہم کو معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کا کیا مرتبہ ہے اور آپ ﷺ پر کس طرح صلوٰۃ پڑھنی چاہیے تو ہم نے صلوٰۃ پڑھنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور ہم نے کہا: اے اللہ عزوجل! اپنے رسول مکرم کے مرتبہ کو تو ہی جاننے والا ہے تو ان کے مرتبہ کے موافق تو ہی ان پر صلوٰۃ پڑھ سکتا ہے سو تو ہی ان پر صلوٰۃ پڑھ۔ (النہایہ: ج:3 ص:43، مجمع بحار الانوار: ج:3 ص:347)

اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کا معنیٰ

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اس کا معنیٰ ہے وہ ان پر برکت نازل فرماتے ہیں۔ مبرد نے کہا: صلوٰۃ کا اصل معنیٰ ہے رحمت پس اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے وہ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے وہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی آدمی اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور بے وضو نہ ہو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ عزوجل! اس کے اوپر رحم فرما۔

ابو بکر قشیری نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کا معنیٰ ہے رحمت نازل فرماتا ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے تو اس کا معنیٰ ہے آپ ﷺ کی زیادہ عزت افزائی اور تکریم کرتا ہے۔ امام ابو العالیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی حمد و ثناء کرنا اور فرشتوں کے صلوٰۃ پڑھنے کا معنیٰ ہے دعا کرنا۔

اور نبی کریم ﷺ پر جو سلام پڑھنے کا ذکر ہے اس کے تین معنیٰ ہیں:

1- یہ دعا کی جائے کہ آپ ﷺ کے لئے سلامتی ہو اور آپ ﷺ کے ساتھ سلامتی ہو یعنی تم نبی کریم ﷺ پر رحمت و سلامتی کو طلب کرو۔

2- اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا محافظ ہو اور آپ ﷺ کی رعایت کرے اور آپ ﷺ کا متولی اور کفیل ہو یعنی تم آپ ﷺ پر رحمت اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کو طلب کرو۔

3- سلام کا معنیٰ ہے تسلیم کرنا، مان لینا، اطاعت کرنا اور سر تسلیم خم کرنا۔

گویا مومنوں سے ارشاد فرماتا ہے: تم آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھو اور اس حکم کو مان لو اور تسلیم کر لو اور اس حکم کی اطاعت کرو۔

(الشفاء: ج:2 ص:50 تا 51)

علامہ شمس الدین محمد بن ابو بکر ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: جو صلوٰۃ فرشتے آپ ﷺ پر پڑھتے ہیں یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کریں گے وہ آپ ﷺ کی حمد و ثناء کرے اور آپ ﷺ کی فضیلت اور شرف کو ظاہر کرے اور آپ ﷺ کی تکریم کرے اور آپ ﷺ کو اپنا مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ پر صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی حمد و ثناء کرے اور آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرے اور آپ ﷺ کو مقرب بنانے کا ارادہ فرمائے۔ (جلاء الافہام: ص:86 تا 87)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کے معنیٰ میں کئی اقوال ہیں۔ امام

بخاری نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے اوران کے غیر نے ربیع بن انس سے اور حلیمی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کا ذکر بلند کر کے اور آپ کے دین کو غالب کر کے اور آپ ﷺ کی شریعت کو باقی رکھ کر آپ ﷺ کی تعظیم کو ظاہر فرمائے اور آخرت میں آپ ﷺ کو اپنی امت کے لئے شفاعت کرنے والا بنائے اور آپ ﷺ کے اجر وثواب کو زیادہ اور دُگنا چوگنا فرمائے اور آپ ﷺ کو مقام محمود عطا فرما کر اولین وآخرین پر آپ ﷺ کی فضیلت کو ظاہر فرمائے اور تمام مقربین پر آپ ﷺ کو مقدم فرمائے اور صلوٰۃ میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی آل اور اصحاب کا ذکر اس معنی کے منافی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کی تعظیم اس کے مرتبہ کے حساب سے اور اس کی شان کے لائق کی جاتی ہے۔(روح المعانی: جز:22،ص:109)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں: اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے رحمت کو نازل کرنا اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے دعا کرنا اور اس آیت "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ" میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نبی پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں تو ایک لفظ یُصَلُّوْنَ سے دو معنوں کا ارادہ کرنا کس طرح جائز ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اور فرشتوں کی صلوٰۃ دونوں سے مراد ہے نبی کریم ﷺ کے شرف اور آپ ﷺ کی فضیلت کا اظہار کرنا اور آپ ﷺ کی شان کی عظمت بیان کرنا اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ اس کے نزدیک ملائکہ مقربین میں اس کے نبی کا کیا مرتبہ ہے کہ وہ ملائکہ کے سامنے اپنے نبی کی حمد وثناء کرتا ہے اور ملائکہ بھی اس کے نبی کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ بھی فرشتوں کی اقتداء کریں اور اس کے نبی کی حمد وثناء کریں۔(فتح القدیر: جز:4،ص:397)

چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں:

بحث اوّل: تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تشہد اخیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف کے وجوب میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود شریف سنت ہے اور اگر کسی نے درود شریف کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ درود واجب ہے۔ اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔ شعبی کا بھی یہی مذہب ہے۔ فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پڑھو اللھم صل علی محمد الخ

اور امر جو ہوتا ہے وہ وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہئے جب ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھیں تو

کس طرح صلوٰۃ پڑھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم پڑھا کرو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد الخ

یہ زیادتی صحیح ہے۔اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث مبارکہ کو امام ابوحاتم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم ابوعبداللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حاکم نے کہا ہے کہ یہ زیادتی صحیح ہے۔

اور حضرت فضالہ بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے نماز پڑھی۔نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے جلدی کی ہے۔پھر نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو بلا کر ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب عزوجل کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے دعا کرے۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث مبارکہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی آل کا مصداق کون ہیں۔

ازہری اور دیگر محققین نے کہا: اس سے مراد جمیع امت ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور آپ ﷺ کی ذریت ہیں۔(شرح للنواوی: ج:1 ص:175)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطاب خطابی شافعی متوفی 388ھ لکھتے ہیں: سنن ابوداؤد میں ہے: آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھیں اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد تم پڑھو: اللھم صل علی محمد الخ یہ دوسرا امر ہے جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (احزاب:56)

اے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔

اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ ﷺ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے۔

اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ

تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔(معالم السنن: جز:1، ص:455)

احناف کے نزدیک تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا شاذ قول ہے۔ سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔ طبری، قشیری اور فقہاء کرام کی ایک جماعت نے ان پر تشنیع کی ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انہوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے۔

علامہ خطابی نے فرمایا: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔(فتح القدیر: جز:1، ص:275)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فرض ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد سکھانے کے بعد ارشاد فرمایا: جب تم یہ پڑھ لو یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اور اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

علامہ کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

نماز کے علاوہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے۔(ہدایہ اولین: ص:94)

بحث ثانی

نماز کے درود میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کرنا

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز کے درود میں بھی "محمد" سے پہلے سیدنا کہنا افضل ہے۔ علامہ حصکفی حنفی، علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی یہی تحقیق ہے کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے۔ یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے اور جس حدیث مبارکہ میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر تشہد میں زیادتی یا کمی کی تو یہ مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تشہد میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔(ردالمحتار: جز:1، ص:479)

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: درود شریف میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ لفظ سیدنا کہنا بہتر ہے۔(بہار شریعت: جز:1، ص:531)

بحث ثالث: نماز میں تشہد کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ پڑھنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے ایک بار دعا کی اور آپ ﷺ نے ہر نماز میں تشہد کے بعد آپ علیہ السلام کے لئے دعا کا حکم ارشاد فرما دیا کہ جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی پڑھو اور جب میرے واسطے برکت کی دعا کرو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی برکت کی دعا کرو۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ اس دعا میں ہے: اے اللہ عزوجل! سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا محمد ﷺ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔ اس دعا میں سیدنا محمد ﷺ مشبہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشبہ بہ ہیں اور مشبہ بہ، مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر فضیلت لازم آئے گی حالانکہ آپ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

1- یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات مشبہ افضل ہوتا ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (النور:35)

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال جیسے ایک طاق ہو۔

2- تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کے مجموعہ سے ہے اور آل ابراہیم میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ سیدنا محمد ﷺ بھی ہیں۔

3- یہ تشبیہ نفس صلوٰۃ میں ہے اس کی کیفیت سے قطع نظر کے ساتھ جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ (النساء:163)

ہم نے آپ ﷺ کو ایسی وحی کی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی طرف کی تھی۔

حالانکہ آپ ﷺ پر جو وحی ہے وہ قرآن ہے اور وہ بالاجماع افضل ہے۔

4- اس دعا میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لئے ہے جس طرح کہ اس میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (البقرۃ:185)

تاکہ تم بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے۔

اور اس دعا کا معنی ہے اے اللہ عزوجل! سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل کی ہے۔

بحث رابع: نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تشہد اخیر میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

امام احمد عمشیہ کے دو قول ہیں۔ایک قول امام اعظم ابوحنیفہ عمشیہ کی مثل ہے اور ایک قول امام شافعی عمشیہ کی مثل ہے۔

امام طحاوی عمشیہ کا مسلک یہ ہے کہ

جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر آپ ﷺ کا ذکر متعدد بار کیا جائے تو ایک بار درود پڑھنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا مستحب ہے۔(جلاء الافہام:ص:220)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسہ ذکر میں درود شریف پڑھنا واجب،خواہ خود نام اقدس لے یا دوسرے سے سنے اور اگر ایک مجلس میں سو بار ذکر آئے تو ہر بار درود شریف پڑھنا چاہئے۔اگر نام اقدس لیا یا سنا اور درود شریف اس وقت نہ پڑھا تو کسی دوسرے وقت میں اس کے بدلے کا پڑھ لے۔(درمختار:ج:2:ص:276)

بحث خامس: نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے فضائل

نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے بہت زیادہ فضائل ہیں۔

نماز میں ہو یا غیر نماز میں،دعا سے پہلے ہو یا بعد میں،اذان سے پہلے ہو یا بعد میں جب بھی نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھا جائے تو بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے لکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں:

حدیث مبارکہ:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہو گا۔(سنن ترمذی:رقم الحدیث:484)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:3116)

حدیث مبارکہ:3

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔جب میں بیٹھ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی۔پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا پھر میں نے اپنے لئے سوال کیا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:تم سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔(سنن ترمذی:رقم الحدیث:593)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

چاندنی رات اور روشن دن میں تم مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔(معجم الاوسط:رقم الحدیث:243)

حدیث مبارکہ:5

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے:
اللهم افتح لی ابواب رحمتك
اور جب مسجد سے نکلے تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے:
اللهم اجرنی من الشیطان۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 773)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود شریف لکھا جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1856)

حدیث مبارکہ:7

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس نے اپنی کتاب میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جب تک وہ کتاب رہے گی تو فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔ (اتحاف السادۃ المتقین: ج: 5، ص: 50)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 408)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2042)

حدیث مبارکہ:10

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن ان کی وہ مجلس ان کے لئے باعث ندامت ہوگی اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو معاف فرمادے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان سے مواخذہ فرمائے گا۔
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 590)

حدیث مبارکہ:11

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو مسلمان بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2041)

حدیث مبارکہ:12

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری قبر پر درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ وہاں ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچاتا ہے اور وہ درود اس کی دنیا و آخرت کے لئے کافی ہوتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1583)

حدیث مبارکہ:13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے اوپر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس کی مغفرت سے پہلے وہ ختم ہو گیا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہوں اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3545)

حدیث مبارکہ:14

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2018)

حدیث مبارکہ:15

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو مجھ پر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4945)

حدیث مبارکہ:16

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کوئی چیز رکھ کر بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو ان شاء اللہ تم اس کو یاد کر لو گے۔ (القول البدیع: ص: 326)

حدیث مبارکہ:17

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوش خبری دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب عزوجل فرماتا ہے: جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا تو میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور

جو شخص آپ ﷺ پر سلام پڑھے گا تو میں اس پر سلام پڑھوں گا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر کیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2019)

حدیث مبارکہ:18

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ پس جب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتے ہیں اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 725)

حدیث مبارکہ:19

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم مسجد میں گزرو تو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔ (جلاء الافہام: ص: 234)

حدیث مبارکہ:20

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف پڑھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3614)

حدیث مبارکہ:21

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھ لو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 486)

حدیث مبارکہ:22

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سنا ایک شخص نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے عجلت کی ہے پھر اس کو یا کسی اور کو بلا کر ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3477)

حدیث مبارکہ:23

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر بہت زیادہ درود شریف پڑھتا ہوں میں اپنی دعاؤں میں سے آپ ﷺ پر درود شریف کتنا پڑھوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو۔

میں نے عرض کیا: میں اپنی دعاؤں میں سے چوتھائی حصہ آپ ﷺ پر درود پڑھوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا نصف حصہ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: دو تہائی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا: میں اپنی تمام دعاؤں میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھوں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہاری مہم کے لئے کافی ہے اور تمہارا گناہ بخش دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2457)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت عثمان بن ابی حرب باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی حدیث مبارکہ کو بیان کرنے کا ارادہ کرے پھر اس کو بھول جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے کیونکہ مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے توقع ہے کہ اس کو وہ حدیث یاد آجائے گی۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 41664)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود شریف مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہوگا وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 250)

حدیث مبارکہ: 26

ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر پڑھے پھر پست آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ پھر میت کے لئے دعا کرے پھر آہستگی سے سلام پھیر دے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 6428)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن میں آپ علیہ السلام کی روح قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن بے ہوشی ہوگی تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہو گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1085)

حدیث مبارکہ:28

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ جس شخص نے صبح کے وقت دس بار مجھ پر درود شریف پڑھا اور شام کو مجھ پر دس بار درود شریف پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پالے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:527)

حدیث مبارکہ:29

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔

ہم نے عرض کیا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(جلاء الافہام: رقم الحدیث:110)

حدیث مبارکہ:30

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمار (رضی اللہ عنہ)! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) فلاں فلاں شخص نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(مسند البزار: رقم الحدیث:3163)

حدیث مبارکہ:31

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کتاب میں مجھ پر درود لکھا تو جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے اس پر درود شریف پڑھا جاتا رہے گا۔ (جلاء الافہام: ص:236)

حدیث مبارکہ:32

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف کو بھی رکھو کیونکہ آپ ﷺ پر درود شریف کو قبول کیا جاتا ہے اور اللہ عزوجل اس سے بہت کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول فرمائے اور بعض کو رد فرما دے۔

(اتحاف السادۃ المتقین: ج:5، ص:41)

حدیث مبارکہ:33

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود شریف پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔ (مسند البزار: رقم الحدیث:3125)

حدیث مبارکہ:34

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر کھڑے ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرما رہے تھے۔ (جلاء الافہام: ص:230)

حدیث مبارکہ:35

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔ کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میں ہی ہوں پس جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 384)

حدیث مبارکہ:36

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کو تو ہم نے جان لیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیسے پڑھا کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یوں پڑھا کرو:

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابراھیم انك حمید مجید، اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

کما صلیت علی ابراھیم و بارك علی محمد و آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4798)

حدیث مبارکہ:37

احمد بن حواری نے کہا ہے کہ میں نے ابوسفیان الدرانی سے یہ سنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے آخر میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود شریف کو قبول کیا جاتا ہے اور وہ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ درمیان کی دعاؤں کو رد کر دے۔ (جلاء الافہام: ص:217)

حدیث مبارکہ:38

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ پڑھے: اللھم صل علی محمد عبدك و رسولك وصل علی المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات۔ تو یہ اس کی زکوٰۃ ہو جائے گی۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 1397)

حدیث مبارکہ:39

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتہ اس درود شریف کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے پھر ہمارا رب تعالیٰ فرماتا ہے:
اس بندہ کی قبر پر جا کر اس بندہ کے لئے ایسا استغفار کرو جس سے اس بندہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث:6026)

الحمدللہ عزوجل! رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے چالیس احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے اور فضائل کے متعلق نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان احادیث مبارکہ کے صدقے مجھ بدکار و گناہ گار سے راضی ہو جائے اور قیامت کے دن شفاعت شفیع المذنبین ﷺ نصیب فرمائے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس احادیث مبارکہ پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت فرماؤں گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:1725)

بحث سادس: جن مواقع پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جب کوئی مانع نہ ہو تو ہر وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے اور فقہاء کرام نے درج ذیل مواقع پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے:
جمعۃ المبارک کے دن اور جمعۃ المبارک کی شب کو اور ہفتہ، اتوار اور جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق بھی احادیث مبارکہ وارد ہیں اور صبح اور شام کو اور مسجد میں اور مسجد میں خروج کے وقت اور رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے وقت اور صفا و مروہ کے پاس اور خطبہ جمعہ میں اور مؤذن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت اور دعا کے اول، اوسط اور آخر میں اور دعا قنوت کے بعد اور تلبیہ کے بعد اور لوگوں کے ساتھ جمع ہونے اور ان سے الگ ہونے کے وقت اور وضو کے وقت اور کان میں بھنبھناہٹ کے وقت اور کسی چیز کے بھولنے کے وقت اور وعظ کہنے اور علوم کی اشاعت کے وقت اور حدیث مبارکہ پڑھنے کی ابتداء اور انتہاء کے وقت، سوال اور فتویٰ لکھتے وقت، ہر تصنیف درس اور خطبہ کے وقت، منگنی اور نکاح کے وقت، رسائل میں اور ہر اہم کام میں نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت، آپ ﷺ کا اسم مبارک سنتے وقت اور آپ ﷺ کا اسم شریف لکھتے وقت۔

(ردالمحتار: ج:2: ص:204)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری 781ھ کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو بار سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔ (درمختار علیٰ ردالمحتار: ج:2: ص:52)

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں: مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ ﷺ

پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے اس کی ابتداء سلطان ناصر الدین یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا تھا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی صورت یہ تھی السلام علی الامام الظاھر۔ پھر اس کے بعد یہ طریقہ ان کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے یا جائز ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

(القول البدیع: ص: 280)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف با آواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا و توجروا

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہیے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: جز: 5، ص: 385)

بحث سابع: جن مواقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے

تشہد اخیر کے علاوہ نماز میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے۔ جماع کے وقت، قضاء حاجت کے وقت، خرید وفروخت کی ترویج کے وقت، پھسلتے وقت اور تعجب کے وقت، ذبح کے وقت اور چھینکتے وقت، اسی طرح قرآن مجید کے سماع کے وقت یا خطبہ جمعہ سنتے وقت، کیونکہ قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور خطبہ جمعہ کا سننا واجب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ اگر اس نے قرآن مجید کی تلاوت کے دوران آپ ﷺ کا اسم مبارک سنا تو فوراً آپ ﷺ پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے اور اگر تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ پر درود پڑھ لیا تو یہ مستحب ہے اور اگر قرآن مجید میں آپ ﷺ کا اسم مبارک آ گیا تو اس وقت تلاوت کو روک کر آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کو مسلسل پڑھتا رہے۔ تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر درود شریف پڑھ لیا تو افضل ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔ تشہد اول میں آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنا واجب تو کجا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہوگی۔ آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے وقت جب آپ ﷺ کا نام لے گا مثلاً کہے گا: اللھم صل علی سیدنا محمد تو اس وقت آپ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ورنہ تسلسل لازم آئے گا کیونکہ اگر اس وقت درود پڑھنا واجب ہو تو وہ پھر آپ ﷺ کا نام لے کر کہے گا: اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد اور اس دوسرے درود میں پھر آپ ﷺ کا نام لے گا اور کہے گا: اللھم صل وسلم علی سیدنا

محمد تو ہر بار درود میں آپ ﷺ کا نام آتا رہے گا اس لئے یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اس سے وہ نام مبارک مستثنیٰ ہے جو خود درود میں آتا ہے۔(ردالمحتار، ج:2،ص:205)

بحث الثامن: انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں جمہور کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے نبی سیدنا محمد (مصطفیٰ) پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کرام کا اجماع ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداءً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا: یہ حرام ہے۔

اور اکثر علماء کرام نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اور بہت سے علماء کرام نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو۔

ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں اسی طرح ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس کا معنیٰ صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔

اس لئے یہ کہا جائے گا کہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد واصحابہ وازواجہ وذریتہ واتباعہ کیونکہ اس کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہمیں تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج اور از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابومحمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے اور غیر انبیاء پر انفراداً سلام نہیں بھیجا جائے گا پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں اور حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا مثلاً السلام علیك یا السلام علیکم کہا جائے گا۔(الاذکار،ج:1،ص:135 تا 136)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی 751ھ لکھتے ہیں: دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ سلام کا لفظ ہر مومن کے حق میں مشروع ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب کیونکہ یہ کہنا معروف اور معمول ہے کہ فلاں شخص کو میرا اسلام پہنچا دو اور یہ اہل اسلام کی تحیت (تعظیم) ہے بخلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے اس لئے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں۔

السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور یوں نہیں پڑھا جاتا: الصلوۃ علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔(جلاء الافہام،ص:260)

بحث تاسع: انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں فقہاء کی آراء

علماء شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ

بعض متعصبین اہلسنت نے لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی آل پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص کہے: اے اللہ! امیر المومنین علی پر صلوٰۃ بھیج یا فاطمۃ الزہراء پر صلوٰۃ بھیج تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت (التوبہ:103) سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہو۔ (تفسیر نمونہ: ج:8،ص:121)

فقہاء حنبلیہ کی آراء

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی 960ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔

(الاقناع مع کشاف القناع: ج:1،ص:432)

فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (فتح الباری: ج:3،ص:362)

فقہاء مالکیہ کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:2،ص:305)

فقہاء احناف کی آراء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ان کے اصحاب، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثرین کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے لیکن ان پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:9،ص:95)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّسْلِيمِ

جو سلام پھیرنے کے متعلق وارد ہوا

یہ باب سلام پھیرنے کے حکم میں ہے۔

469-عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ أَرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتّٰى أَرَى بَيَاضَ خَدِّهِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عامر بن سعد اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی سیدھی اور الٹی جانب سلام پھیرا کرتے حتیٰ کہ میں آپ ﷺ کے رخسار انور کی سفیدی کو دیکھ لیتا تھا۔

(اتحاف الخیرة المھرة: رقم الحدیث: 1379، البحر الزخار: رقم الحدیث: 983، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1240، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10173، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 209، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 35066، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 3563، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2804)

470-وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰى اَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِیُّ ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھی اور الٹی جانب سلام پھیرتے تھے (پھر فرماتے) السلام علیکم و رحمة الله السلام علیکم و رحمة الله ۔ حتیٰ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار انور کی سفیدی کو دیکھ لیتا۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1364، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1130، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1589، شعب الایمان: رقم الحدیث: 2868، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 5214، مسند احمد: رقم الحدیث: 3516، مسند البزار: رقم الحدیث: 1972، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 121، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3058)

مذاہب فقہاء

سلام پھیرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء درج ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: نماز میں سلام کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ سلام پھیرنا فرض ہے بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی چابی تکبیر ہے اور نماز کا اختتام سلام پھیرنا ہے اس کو الطبری نے ذکر کیا ہے اور عطاء اور زہری کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ، ثوری اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ سلام پھیرنا سنت ہے اور بغیر سلام پھیرے نماز سے نکلنا صحیح ہے اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد کی تعلیم دی تو ارشاد فرمایا: جب تم نے یہ ذکر کر لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب تم تشہد پڑھ کر سلام پھیر لو تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں سلام پھیرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ ثانیاً اس حدیث میں یہ اضافہ مدرج ہے۔

(شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 521)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام مالک اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب نمازی لفظ سلام کہے بغیر نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل ہے حتیٰ کہ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس نے "السلام علیکم" کے بجائے کوئی اور لفظ کہا تب بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کی چابی وضو ہے اور نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے یعنی سلام

پھیرنا۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے امام محمد بن سعد نے کہا: وہ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ محدثین اس کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے۔ ابن المدینی نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس سے روایت نہیں کرتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ صدوق ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا: اس کی حدیث حجت نہیں ہے اور انہوں نے کہا: وہ ضعیف الحدیث ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ ضعیف ہے اور بعض اہل علم نے اس کے حافظہ پر جرح کی ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ سلام کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوگی۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اس حدیث سے سلام پھیرنے کی فرضیت ثابت نہیں کرتے تو پھر اس حدیث سے تکبیر تحریمہ کی فرضیت کیوں ثابت کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تکبیر تحریمہ کی فرضیت اس حدیث سے ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ثابت کرتے ہیں:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (الاعلیٰ:15)

اور اس نے اپنے رب کے اسم کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ (المدثر:3)

اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں ان آیات کی مراد بیان کی گئی ہے یعنی نماز کے افتتاح میں اللہ اکبر پڑھنے سے نماز میں غیر نماز کے افعال حرام ہو جاتے ہیں اور آخر میں سلام پڑھنے سے وہ افعال حلال ہو جاتے ہیں۔ عطاء بن ابی رباح، سعید بن مسیب، ابراہیم، قتادہ، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے کہ نماز میں سلام پھیرنا فرض نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی آدمی نے اس کو ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ (شرح العینی: ج:6، ص:173 تا 174)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: پھر لفظ سلام پڑھنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور فرض نہیں ہے اور اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ اس کو فرض کہتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے ہے نماز کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل تسلیم ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا: پھر اس کے بعد وہ دعا کرو جو تم کو اچھی لگے اور یہ اختیار دینا فرضیت اور وجوب کے منافی ہے تاہم ہم نے اس روایت کی بناء پر سلام پھیرنے کو احتیاطاً واجب کہا ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1، ص:330)

سلام کے طریقہ کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا جائے۔ (المغنی: ج:1، ص:323)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا

جائے السلام و رحمۃ اللہ۔

علامہ ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہے السلام علیکم و رحمۃ اللہ علیہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں جانب منہ کر کے دو بار سلام پھیریں۔(اکمال اکمال المعلم:ج:2،ص:278)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: دائیں طرف سلام میں منہ اتنا پھیرے کہ دایاں رخسار دکھائی دے اور بائیں طرف میں بایاں۔(عالمگیری:ج:1،ص:76)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اگر پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا تو جب تک کلام نہ کیا ہو دوسرا دائیں طرف پھیر لے پھر بائیں طرف۔ سلام کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر پہلے میں کسی طرف منہ نہ پھیرا تو دوسرے میں بائیں طرف منہ کر لے اور اگر بائیں طرف سلام پھیرنا بھول گیا تو جب تک قبلہ کو پیٹھ نہ ہو کلام نہ کیا ہو کہہ لے۔(درمختار:ج:2،ص:291)

نیز علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: علیکم السلام کہنا مکروہ ہے یونہی آخر میں و بر کاتہ ملانا بھی نہ چاہیے۔
(درمختار:ج:2،ص:293)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْاِنْحِرَافِ بَعْدَ السَّلَامِ

باب: سلام کے بعد رخ پھیرنا

یہ باب سلام کے بعد رخ پھیرنے کے حکم میں ہے۔

471-عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی نماز کو ادا فرما لیتے تو اپنے مقدس چہرہ کے ساتھ ہماری جانب متوجہ ہو جایا کرتے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:1،ص:167،معجم الکبیر:رقم الحدیث:6990،تہذیب الآثار للطبری:رقم الحدیث:221،تہذیب الآثار عمر بن خطاب:رقم الحدیث:777،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:2851،شرح السنۃ:ج:1،ص:174،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:4659،صحیح البخاری:رقم الحدیث:800)

472-وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا فرماتے تو ہم یہ پسند کرتے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھی طرف ہوں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ انور کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہو جاتے۔(احکام الشرعیۃ

الکبریٰ: جز: 2، ص: 153، جامع الاصول: رقم الحدیث: 2205، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 174، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1159، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 38)

473- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَكْثَرُ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهٖ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سیدھی طرف رخ انور پھیرا کرتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1282، الموطا: جز: 2، ص: 37، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 35715، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4363، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3429، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1351، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1996، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1158)

امام دائیں جانب پھر کر بیٹھے یا بائیں جانب پھر کر بیٹھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر بائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک راوی نے اپنا اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جانب بیٹھا کرتے تھے اور دونوں امر جائز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں مگر چونکہ دوسری احادیث میں دائیں جانب رخ کر کے بیٹھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لئے دائیں جانب افضل ہے۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ سے پھر کر اس لئے بیٹھ جاتے تھے تا کہ کوئی نیا آنے والا یہ گمان نہ کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے تشہد میں بیٹھے ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 530)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دائیں بائیں کو انحراف کرے اور دائیں طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی منہ کر کے بیٹھ سکتا ہے جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 6، ص: 204)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

باب: نماز کے بعد ذکر کرنا

یہ باب نماز کے بعد ذکر کرنے کے حکم میں ہے۔

474- عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ

صَلٰوتِهٖ اِذَا سَلَّمَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرا کرتے تو اپنی نماز کے بعد اس دعا کو پڑھا کرتے: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ۔(الآحاد والمثانی:رقم الحدیث:1556،احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:1،ص:228،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:9958،اللؤلؤ والمرجان: جز:1،ص:175،معجم الکبیر:رقم الحدیث:896،بلوغ المرام:رقم الحدیث: 321،جامع الاصول:رقم الحدیث:2192،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:1287)

475- وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَّقَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فراغت پاتے تو تین دفعہ استغفار پڑھا کرتے اور فرمایا کرتے: اے اللہ عزوجل! تو سلامتی والا ہے اور تجھ سے ہی سلامتی ہے اے جلال والے اور کرم والے تو تو برکت ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:288،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:9967،سنن النسائی:رقم الحدیث:1320،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث: 738،صحیح مسلم:رقم الحدیث:931،کنزالعمال:رقم الحدیث:17889،مسندالصحابۃ:رقم الحدیث:591)

476-عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ اِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرض نماز کے بعد نہ بیٹھا کرتے ماسوا اتنی دیر کہ جس میں پڑھا کرتے: اے اللہ عزوجل! تو سلامتی والا ہے اور تجھ سے ہی سلامتی ہے اے جلال والے اور کرم والے تو تو برکت ہے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:3،ص:153،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:10199،جامع الاصول:رقم الحدیث:3573،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:914،سنن النسائی:رقم الحدیث:1700،صحیح مسلم:رقم الحدیث:932،کنزالعمال:رقم الحدیث:17898،مسندالصحابۃ:رقم الحدیث:242)

477- وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَحْمِيدَةً وَاَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيرَةً ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چند کلمات ایسے ہیں جنہیں ہر فرض نماز کے بعد کہنے والا یا ارشاد فرمایا: کرنے والا نامراد نہیں رہتا۔ وہ تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہنا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:290،سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:1272،معجم الکبیر:رقم الحدیث:260،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:21155،جامع الاصول:رقم الحدیث:2194،جمع الجوامع:رقم الحدیث:236،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:2849،سنن الترمذی:رقم

میں داخل ہونے سے اسے موت کے علاوہ کچھ چیز بھی نہ روک پائے گی۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7532، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 326، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 23360، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 6096، کنز العمال: رقم الحدیث: 2570)

مذاہب اربعہ

نماز کے بعد ذکر اللہ کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ (المغنی: ج:2، ص:112)

علامہ زین الدین عبدالرحمٰن بن شہاب الدین بن رجب حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں: قاضی ابو یعلیٰ نے الجامع الکبیر میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر کلام یہ ہے کہ امام کے لئے نمازوں کے بعد اتنی آواز سے ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے جس کو مقتدی سن سکیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذکر بالجہر امام کے ساتھ خاص نہیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: لا الٰه الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے اور اس میں یھلل کا لفظ ہے اور اھلال کا معنیٰ ہے آواز بلند کرنا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے حتیٰ کہ ان کے قریب والے سنتے تھے اور جس حدیث میں بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے روکا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ نہ کرو اور حد سے زیادہ نہ چلاؤ۔
(فتح الباری: ج:5، ص:236 تا 237)

شافعیہ کا مذہب

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تھوڑا عرصہ ذکر بالجہر کیا تھا تاکہ لوگوں کو ذکر کا طریقہ معلوم ہو جائے نہ یہ کہ وہ ہمیشہ ذکر بالجہر کرتے تھے اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی آہستہ آواز سے ذکر کریں ماسوا اس کے کہ انہیں تعلیم کی ضرورت ہو۔ (فتح الباری لابن حجر: ج:2، ص:399)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو نماز کے بعد اللہ اکبر کہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام فرض نماز کے بعد جماعت کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی کہتے ہیں یہ ذکر جائز ہے۔ ابن حبیب نے کہا: صبح کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد لشکر والے اور سرحد کے محافظین تین دفعہ بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر کہتے ہیں یہ ذکر قدیم زمانہ سے مستحب ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ دشمن کی سرزمین میں پانچ نمازوں کے

بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا المسورہ کی نکالی ہوئی بدعت ہے۔(شرح ابن بطال:جز:2،ص:527)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازوں کے بعد ذکر کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں توحید کے الفاظ ہیں اور دینے روکنے اور تمام قدرت کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں۔(شرح العینی:جز:6،ص:193)

علامہ احمد طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: فرض نمازوں کے بعد بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے بلکہ بعض متقدمین نے اس کو مستحب لکھا ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح:جز:1،ص:422)

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تمام متقدمین اور متاخرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قراءت یا نماز میں خلل ہو۔(رد المحتار:جز:1،ص:618)

نیز علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: بعض احادیث مبارکہ سے ذکر بالجہر کی تائید ہوتی ہے اور بعض سے ذکر خفی کی ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ اشخاص اور احوال کے اختلاف پر محمول ہیں اور جن احادیث مبارکہ میں ہے کہ سب سے بہتر ذکر خفی ہے وہ اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ خفی اس وقت بہتر ہے جب جہر سے ریا کا خدشہ ہو یا کسی کی نیند یا عبادت میں خلل کا اندیشہ ہو اور جب یہ موانع نہ ہوں تو بعض علماء نے کہا ہے کہ جہر افضل ہے کیونکہ اس کا نفع سننے والوں تک پہنچتا ہے اور اس کے قلب کو بیدار کرتا ہے اس کو غور و فکر کا موقع ملتا ہے اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی فرحت زیادہ ہوتی ہے۔(رد المحتار:جز:1،ص:444)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الدُّعَآءِ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ

باب: جو فرض نماز کے بعد دعا کے متعلق وارد ہوا

یہ باب فرض نماز کے بعد دعا کرنے کے حکم میں ہے۔

482-عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ . رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:جز:3،ص:501،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:9936،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:11427،جامع الاصول:رقم الحدیث:2097،جامع العلوم والحکم:جز:1،ص:273،جمع الجوامع:رقم الحدیث:418،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:4439،سنن الترمذی:رقم الحدیث:3421)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ان شاء اللہ عزوجل!

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَآءِ

باب: دعا میں ہاتھ اٹھانے کا بیان

یہ باب دعا میں ہاتھ اٹھانے کے حکم میں ہے۔

483- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ رَافِعًا يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَلَا تُعَاقِبْنِيْ اَيُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰذَيْتُهٗ اَوْ شَتَمْتُهٗ فَلَا تُعَاقِبْنِيْ فِيْهِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ هُوَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگ رہے تھے: اللهم انما انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیته او شتمته فلا تعاقبنی فیه۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 6189، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 6001، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4606، مسند احمد: رقم الحدیث: 23867، مسند اسحاق بن راہویہ: رقم الحدیث: 1204، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 5239)

484- وَعَنْهَا قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَافِعًا يَدَيْهِ حَتّٰى بَدَا ضَبْعُهٗ يَدْعُوْ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَجَرٍ ۔

انہی (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے دیکھا ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل مبارک ظاہر ہوگئی۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43418، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4606، جزء رفع الیدین للبخاری: ص: 64)

485- وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَّسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهٗ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ سَنَدُهٗ جَيِّدٌ ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً تمہارا رب عزوجل! حیادار کریم ہے وہ اپنے بندہ سے حیاء کرتا ہے جس وقت اپنے ہاتھ کو دعا کے واسطے اٹھاتا ہے کہ وہ انہیں خالی پھیر دے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 6192، مستدرک: رقم الحدیث: 1832، جامع العلوم والحکم: جز: 1 ص: 105، کنز العمال: رقم الحدیث: 3124، مسند البزار: رقم الحدیث: 2511)

فرض نمازوں کے بعد دعا وذکر اور وظائف کرنے میں مذاہب اربعہ

فرض نمازوں کے بعد ذکر و وظائف اور دعا کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا

مستحب ہے۔ حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے کے بعد پھر جاتے اور تین بار استغفر اللہ کہتے اور اللھم انت السلام ومنك السلام تبارك یا ذالجلال والاکرام پڑھتے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (المغنی: ج: 1 ص: 327)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی مالکی متوفی 954ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ امام مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شریک کرے۔ روایت ہے کہ جس نے ان کو نہیں شریک کیا اس نے ان سے خیانت کی ان میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ امام حاکم نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب بھی مسلمان جمع ہوں بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔

(مواہب الجلیل: ج: 1 ص: 127)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا سنت ہے اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد آہستہ دعا کرنا مسنون ہے مگر یہ کہ کوئی شخص امام ہو اور وہ حاضرین کو دعا پر مطلع کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بلند آواز سے دعا کرے۔ (روضۃ الطالبین: ج: 1 ص: 374)

حنفیہ کا مذہب

نماز کے بعد دعا، ذکر اور وظائف کے سلسلہ میں ان علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں:

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی کی آراء

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز کے بعد صرف اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام کی مقدار بیٹھتے تھے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ ﷺ بعینہ یہی کلمات فرماتے تھے یا بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے اس سے تحدید مراد نہیں ہے اس لئے یہ حدیث مبارکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث مبارکہ کے منافی نہیں ہے جس میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے طویل ذکر مروی ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 342)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی کی آراء

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ائمہ اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں کیونکہ جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد اور آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بخدا! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز

کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا: اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك و حسن عبادتك۔ (مراقی الفلاح، ص:189)

علامہ احمد بن محمد اسماعیل طحطاوی کی آراء

علامہ احمد بن محمد اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی 1241ھ لکھتے ہیں: ہر فرض نماز کے بعد تین بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:188)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی کی آراء

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھنے یا دعا اور ذکر کے بعد سنتیں پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف افضلیت میں ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ فرض کے بعد اوراد اور دعا سے منع کرنے والوں کا قول اگر اس پر محمول کیا جائے کہ فرض نمازوں کے بعد وظائف میں زیادہ دیر لگانا مکروہ تنزیہی ہے اور کم مقدار میں دعا اور وظائف پڑھنا بلا کراہت جائز ہے تو پھر اختلاف نہیں رہے گا۔ (درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی، ج:1، ص:233)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی کی دوسری آراء

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفار کرے آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور سو تسبیحات پڑھے اور دعا کرے اور سبحان ربك رب العزة عما یصفون پر ختم کرے۔

(درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی، ج:1، ص:232)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی کی آراء

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی 1241ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: کیونکہ فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ج:1، ص:232)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام حنفی کی آراء

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ فرض کے بعد متصلاً سنت پڑھنا اولیٰ ہے یا دعا اور وظائف پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

امام حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فرائض اور سنتوں کے درمیان وظائف اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد کم مقدار میں بھی ذکر کیا ہے اور زیادہ مقدار میں بھی اور اس وقت یہ سنت ہے کہ اتنی مقدار میں تاخیر کے بعد سنتیں پڑھی جائیں۔ (فتح القدیر، ج:1، ص:384)

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق دلائل

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو دلائل کے طور پر حسب ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

ابوبکر بن ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے:

اے اللہ عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے رزق میں برکت دے۔(المصنف:ج:10،ص:229)

دلیل نمبر:2

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔(جامع ترمذی:ص:504)

دلیل نمبر:3

مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اللہ عزوجل! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔ میرے والد محترم نے پوچھا: اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل کی؟ میں نے عرض کیا: آپ سے! انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

دلیل نمبر:4

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے تھے: اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔(جامع ترمذی:ص:513)

دلیل نمبر:5

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی: پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے؟ میں نے کہا: تم جھوٹی ہو۔ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سچی ہے اس دن کے بعد آپ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے جرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے رب عزوجل! مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(سنن کبریٰ: جز:1، ص:400 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دلیل نمبر:6

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع، پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔(المصنف:ج:10،ص:234)

دلیل نمبر:7

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد فرماتے تھے:

اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام۔(المصنف:ج:10،ص:232)

دلیل نمبر:8

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو:

اللهم اعنی علی ذکرك و شکرك وحسن عبادتك۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:41)

دلیل نمبر:9

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ہمیں فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا کی: اے اللہ عزوجل! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کردے میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے سرکش بنا دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:42)

دلیل نمبر:10

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! میری آخری زندگی کو خیر کردے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنا دے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:42)

دلیل نمبر:11

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے۔ اے اللہ عزوجل! مجھے ہلاکت سے بچا۔ اے اللہ عزوجل! مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی برے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:41)

دلیل نمبر:12

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے پھر پڑھتے:

اشهد ان لا اله الا الرحمن الرحيم

اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:39)

دلیل نمبر:13

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔
(سنن کبریٰ: ج:6، ص:30)

دلیل نمبر:14

زاذان سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد سو مرتبہ دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما، میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔ (المصنف: ج:10، ص:235)

دلیل نمبر:15

ابوالزبیر سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے: لا الٰه الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولاحول ولاقوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا الٰه الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون
پھر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (المصنف: ج:10، ص:232)

دلیل نمبر:16

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے: لا الٰه الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير . اللّٰهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد۔ (المصنف: ج:10، ص:231)

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ اور کثیر علماء کرام کے اقوال ہیں مگر دلیل کے لئے ایک حدیث مبارکہ اور دو اقوال علماء پیش کئے جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ستر قاریوں کی شہادت کے قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:2، ص:211)

علامہ ملاعلی قاری کا قول

علامہ ملاعلی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: نماز کے بعد دعا میں دونوں ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہتھیلیاں چہرے کی جانب کرے۔ (مرقات: ج:2،ص:268)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی کا قول

سلام پھیرنے کے بعد ذکر کرے اس کے بعد اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے وہ دعا کرے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہو۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو

"اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك و حسن عبادتك ."

جب یہ دعائیں کرے تو اپنے کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہتھیلیوں کو چہرے کی جانب رکھے۔

(مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی: ص:189)

چوتھی بحث: دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء درج ذیل ہیں یہاں پر ہر مسلک کے علماء کی آراء علیحدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہے:

مالکی علماء کی آراء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مالکی علماء کی آراء درج ذیل ہیں:

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: ایک جماعت نے ہر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:3،ص:277)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی کی آراء

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جس قدر مبالغہ کے ساتھ استسقاء میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اس قدر مبالغہ کے ساتھ باقی دعاؤں میں ہاتھ بلند نہیں فرماتے تھے ورنہ نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اور دیگر مواقع پر دعا میں ہاتھ بلند فرمائے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کا اعتقاد نہ کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مختار یہ ہے کہ جب مصیبت دور کرنے کے لئے دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف

کرے جیسا کہ استسقاء کی حدیثوں میں ہے اور جب کسی چیز کی رغبت اور طلب کے لئے دعا کرے تو دونوں ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے۔(المفہم:ج:2،ص:541)

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی کی آراء

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: دعا جس طرح بھی کی جائے وہ مستحسن ہے کیونکہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو وہ اپنے فقر اور اپنی حاجت کو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور تذلل کو ظاہر کرتا ہے اگر وہ چاہے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دعا کرے اور یہ مستحسن طریقہ ہے اور اگر چاہے تو اس کے بغیر دعا کرے اور نبی کریم ﷺ نے اس طرح کیا ہے اور اس آیت کریمہ میں ہاتھ اٹھانے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کی قید نہیں لگائی اور ان لوگوں کی مدح کی ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں خواہ کھڑے ہوں خواہ بیٹھے ہوں اور نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے خطبہ میں دعا کی درآنحالیکہ آپ کا قبلہ کی طرف منہ نہیں تھا۔

(الجامع الاحکام القرآن:ج:7،ص:203)

شافعی علماء کی آراء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق شافعی علماء کرام کی آراء حسب ذیل ہیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ظاہر معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ استسقاء کے علاوہ اور کسی دعا میں دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور یہ روایت ان احادیث صحیحہ کے معارض ہے جن میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ استسقاء کے علاوہ بھی دعاؤں میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور یہ احادیث بہت زیادہ ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الدعوات میں مستقل عنوان کے ساتھ ان احادیث مبارکہ کو ذکر کیا ہے۔ بعض علماء کرام کا مسلک یہ ہے کہ ہاتھ بلند کرنے کی احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ان مواقع کو نہیں دیکھا اور یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس پر محمول ہے کہ استسقاء کی دعا میں نبی کریم ﷺ بہت زیادہ دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے حتیٰ کہ انہیں چہرے کے متوازی کر لیتے اور آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی اور اس کیفیت کے ساتھ آپ ﷺ باقی دعاؤں میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح احادیث مبارکہ میں تطبیق ہو جائے گی۔(فتح الباری:ج:2،ص:517)

حنفی علماء کی آراء

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق درج ذیل حنفی علماء کرام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں:

علامہ ملا علی سلطان محمد القاری حنفی کی آراء

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: دعا کے آداب سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آسمان کی طرف بلند کرے گویا کہ فیض لینے اور نزول برکت کے حصول کا منتظر ہوتا کہ ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرے جیسے اس نے اس برکت کو قبول کر لیا ہے۔(ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری:ص:34)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی کا قول

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں: دعا کی چار قسمیں ہیں دعا رغبت، دعا رہبت (مصیبت کے وقت دعا)، دعا تضرع (گڑگڑا کر) اور دعا خفیہ۔ دعا رغبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی جانب کرے اور دعا رہبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت اپنے چہرے کے بالمقابل کرے جیسے کسی مصیبت میں فریاد کر رہا ہو اور دعا تضرع میں چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو موڑے اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنائے اور سبابہ سے اشارہ کرے اور دعا خفیہ کو انسان اپنے دل میں کرے۔ (عالمگیری: جز: 5، ص: 318)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کی آراء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: دعا میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے اور دوسرے ائمہ نے ہر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے اور بعض علماء نے فقط استسقاء میں جائز کہا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعا میں سنت یہ ہے کہ مصیبت دور کرنے کے لئے جب دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرے اور جب کسی چیز کے حصول کی دعا کرے تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرے۔ حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور ان کی پشت سے سوال نہ کرو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر چاہے تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھائے اور اگر چاہے تو انگلی سے اشارہ کرے۔ محیط میں ہے انگلی سے اشارہ کرے۔ (عمدۃ القاری: جز: 6، ص: 239)

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی کی آراء

قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں: دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کندھوں تک بلند کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً تیس مقامات پر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی ہے اور دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (تحفۃ الذاکرین: ص: 59)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری کا دوسرا قول

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے آسمان کی طرف بلند کرے کیونکہ وہ دعا کا قبلہ ہے اس کو حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ کہ وہ کندھوں کے بالمقابل دونوں ہاتھوں کو بلند کرے نیز آداب دعا سے یہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو ملائے اور انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔ (شرح حصن حصین)

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی کی آراء

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: سلام پھیرنے کے بعد ذکر کرے اس کے بعد اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے وہ دعا کرے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس وقت دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو: اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك۔ جب یہ دعا ئیں کرے تو اپنے سینہ تک دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہتھیلیوں کو چہرے کی جانب رکھے۔ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی: ص: 189)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی حنفی کی آراء

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: حصن حصین اور اس کی شرح میں مذکور ہے دونوں ہاتھ پھیلا کر کندھوں تک آسمان کی جانب بلند کرے کیونکہ وہ دعا کا قبلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دعا کے وقت تم اپنے دونوں ہاتھ کندھوں یا اس سے ذرا نیچے تک بلند کرو اور وہ جو حدیث مبارکہ میں ہے کہ دونوں ہاتھ اس قدر بلند کرو کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دے سو وہ بیان جواز پر محمول ہے یا استسقاء پر یا کسی اور سخت مصیبت کے موقع پر جب دعا میں مبالغہ مقصود ہو اور النہر میں مذکور ہے کہ دعا کی مستحب کیفیت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ کشادگی ہو اور اگر کسی وجہ سے دونوں ہاتھ بلند کر سکے تو انگوٹھے کے برابر والی انگلی سے اشارہ کرے اور شرح حصن حصین میں مذکور ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ملائے اور انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھے اور شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ کے دن دونوں ہاتھ ملا کر دعا کی۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: 190)

دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث مبارکہ سے ثبوت

دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق چالیس احادیث مبارکہ سے ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور جس نے چالیس احادیث مبارکہ امت تک پہنچائیں ان کے بارے میں بشارتیں ہی بشارتیں ہیں اور ان بشارتوں کو چالیس احادیث مبارکہ پیش کرنے کے بعد نقل کیا جائے گا۔ چنانچہ دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے متعلق چالیس احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ 1:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دوس نافرمانی کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں ان کے خلاف دعا ضرور کیجئے۔ آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کئے لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے خلاف دعاء ضرور کریں گے۔ آپ ﷺ نے کہا: اے اللہ عزوجل! دوس کو ہدایت دے اور ان کو لے آ۔ (الادب المفرد: رقم الحدیث: 626)

حدیث مبارکہ 2:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند کرکے دو آدمیوں کے خلاف دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 9724)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3147)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم جو بات بھی کرتا ہے وہ لکھ لی جاتی ہے۔ جب وہ کوئی خطا کرے اور اس پر توبہ کرنا چاہے تو اسے بلند ہونے والا نور لانا چاہئے وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرے اور یہ کہے کہ میں اس خطا سے توبہ کرتا ہوں اور میں دوبارہ یہ کبھی نہیں کروں گا تو اس کی وہ خطا بخش دی جائے گی جب تک وہ اس خطا کو دوبارہ نہ کرے۔ (کتاب الدعا للطبرانی: رقم الحدیث: 207)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ اچھی طرح سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے وہ کہنے لگے: صبانا صبانا (ہم نے دین بدل لیا) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا اور ہم میں سے ہر شخص کو انہوں نے ایک قیدی دیا حتیٰ کہ جس صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دے تو میں نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا حتیٰ کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا ذکر کیا تب نبی کریم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دو بار یہ دعا کی: اے اللہ عزوجل! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف بری ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4339)

حدیث مبارکہ:6

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب عزوجل حیا کرنے والا کریم ہے جب بندہ اس کی طرف دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو اس کو اس سے حیا آتی ہے کہ وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور ان میں کوئی خیر نہ ہو پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے تو وہ تین بار یہ کہے: یا حیی یا قیوم لا الٰہ الا انت یا ارحم الراحمین۔ پھر اپنے چہرے پر خیر کو انڈیل دے (یعنی چہرے پر پھیر دے) (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13557)

حدیث مبارکہ:7

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر نرم جگہ کا قصد کرتے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے طویل قیام کرتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر اسی طرح جمرۂ وسطیٰ پر کنکریاں مارتے پھر بائیں جانب نرم جگہ کا قصد کرتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے طویل قیام کرتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرتے پھر جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے اور کہتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1752)

حدیث مبارکہ:8

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا میں دونوں ہاتھ بلند فرماتے تو جب تک ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے نہیں تھے ان کو نیچے نہیں کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3398)

حدیث مبارکہ:9

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرے کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز سنائی دیتی ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے اور جب وہ کیفیت ختم ہوگئی تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی: اے اللہ عزوجل! ہمیں زیادہ دے اور ہم میں کمی نہ کر اور ہمیں عزت دے اور ہمیں ذلت سے بچا اور ہمیں عطا فرما اور ہمیں محروم نہ کر اور ہمیں ترجیح دے اور ہم پر کسی کو ترجیح نہ دے اور ہمیں راضی کر اور ہم سے راضی رہ۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3184)

حدیث مبارکہ:10

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سخت گرمیوں میں تبوک کی طرف گئے ہم ایک جگہ ٹھہرے اس دن ہمیں اتنی سخت پیاس لگ رہی تھی لگتا تھا کہ ہماری گردنیں ڈھلک جائیں گی حتیٰ کہ ایک شخص پانی کی تلاش میں جاتا اور اس حال میں واپس آتا کہ اس کی گردن ڈھلکی ہوئی ہوتی اور حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرتا اور اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیتا اور باقی کو اپنے کلیجہ پر رکھتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا قبول کرتا ہے آپ ﷺ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی ابھی وہ ہاتھ نیچے کئے تھے کہ بادل امنڈ آئے اور بارش شروع ہوگئی پھر ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے برتن پانی سے بھر لئے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3316)

حدیث مبارکہ:11

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گھر سے مسجد کی طرف گیا۔ مسجد میں کچھ لوگ ہاتھ بلند کر کے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ دیکھ رہے ہو ان لوگوں کے ہاتھوں میں کیا ہے؟ میں نے پوچھا: آپ ﷺ ان کے ہاتھوں میں کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نور۔ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی وہ نور دکھائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ﷺ نے دعا کی اور میں نے وہ نور دیکھ لیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! جلدی چلو تا کہ ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں پھر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جلدی جلدی چلا پھر ہم نے بھی اپنے ہاتھ بلند کئے۔

(کتاب الدعا للطبرانی: رقم الحدیث: 206)

حدیث مبارکہ:12

حضرت انس رضی اللہ عنہ ستر قاریوں کی شہادت کے قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے۔(سنن کبری للبیہقی:جز:2،ص:211)

حدیث مبارکہ:13

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور ہاتھوں کی پشت دونوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:1487)

حدیث مبارکہ:14

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے خیبر پہنچے اس وقت وہ لوگ اپنے کدال اور پھاوڑے لے کر نکل رہے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت آپہنچے اور انہوں نے قلعہ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: خیبر تباہ ہو گیا بے شک ہم جس قوم کے صحن میں نازل ہوتے ہیں تو ان لوگوں کی کیسی بری صبح ہوتی ہے جن کو ڈرایا جا چکا ہے۔

حدیث مبارکہ:15

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:1030)

حدیث مبارکہ:16

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتوں میں سے ایک اعرابی جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مویشی ہلاک ہو گئے۔ بچے اور لوگ ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی اور لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کر رہے تھے ابھی ہم مسجد سے نکلے نہیں تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:1029)

حدیث مبارکہ:17

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے تھے: میں محض بشر ہوں تو میرا مواخذہ نہ فرما، میں مومن کو بھی اذیت دوں یا برا کہوں تو، تو اس پر میرا مواخذہ نہ فرما۔(الادب المفرد:رقم الحدیث:625)

حدیث مبارکہ:18

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اس رات کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروٹ لے کر چادر اوڑھی اور جوتے نکال کر اپنے قدموں کے سامنے رکھے اور چادر کی ایک طرف اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے تھوڑی دیر میں نیند کے خیال سے لیٹے رہے پھر آہستہ سے چادر اوڑھی، جوتا پہنا چپکے سے دروازہ کھولا، آرام سے باہر نکلے اور آہستہ سے دروازہ

بند کر دیا میں نے بھی چادر سر پر اوڑھی ایک چادر اپنے گرد لپیٹی اور آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ آپ بقیع پہنچے اور بہت طویل قیام کیا اور تین بار (دعا کے لئے) ہاتھ بلند کئے اور لوٹ آئے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 2036)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے حتیٰ کہ میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے اکتا جاتی تھی۔ (مسند احمد: ج:6، ص:225)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 3229)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم بیت اللہ کو دیکھو جب صفا اور مروہ پر ہو اور جب میدان عرفات میں ہو اور جب مزدلفہ میں ہو اور جب شیطان پر کنکریاں مارو اور جب نماز قائم رکھو تو دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1709)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان عرفات میں دعا کرتے ہوئے دیکھا آپ کے دونوں ہاتھ سینہ کی جانب تھے جیسے کوئی مسکین کھانا مانگ رہا ہو۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2913)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اخلاص اس طرح ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کیا اور یہ دعا ہے آپ نے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کئے اور یہ ابتہال ہے پھر آپ نے اور زیادہ ہاتھ بلند کئے۔

(کتاب الدعا للطبرانی: رقم الحدیث: 208)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مضبوط قلعہ کے متعلق کیا خیال ہے جو دوس کا قلعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار فرمایا کیونکہ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے انصار کے لئے مقرر کر دی تھی پھر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ وہ شخص بیمار پڑ گیا اس شخص نے بے صبری کی اور چھری سے اپنے ہاتھ کی رگیں کاٹ ڈالیں اور وہ مر گیا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ انہوں نے کہا: تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟ اس نے کہا: مجھے یہ بتایا گیا کہ ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے جس کو تم نے خود خراب کیا ہے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ

واقعہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ عزوجل! اس کے ہاتھوں کو بھی معاف کر دے۔
(الادب المفرد: رقم الحدیث: 629)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنگ احزاب کے دن جب رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوئی تو آپ ﷺ نے چادر پھینک دی اور بغیر (اوپر کی) چادر کے کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھ خوب بلند کر کے دعا کی۔
(اتحاف السادۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: رقم الحدیث: 6943)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی طرف بھیجا ان کا مقابلہ درید بن الصمہ سے ہوا۔ پس درید قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے ابوعامر کے ساتھ بھیجا تھا۔ حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں آ کر ایک تیر لگا اور وہ تیر ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا میں ان کے پاس پہنچا اور کہا: اے چچا! آپ کو کس نے مارا۔ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ شخص میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں نے اس کا قصد کیا اور اس کو جا لیا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگا میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں یہ کہہ رہا تھا: تجھے شرم نہیں آتی تو رکتا کیوں نہیں۔ وہ رک گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواروں سے حملے کئے۔ میں نے اس کو قتل کر دیا پھر میں نے حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ تیر نکالو۔ میں نے تیر نکالا تو گھٹنے سے پانی بہنے لگا۔ انہوں نے کہا: اے بھتیجے! نبی کریم ﷺ کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اور حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنا قائم مقام لشکر کا سالار مقرر کیا وہ تھوڑی دیر زندہ رہے پھر فوت ہو گئے۔ جب میں لوٹا تو نبی کریم ﷺ کے گھر میں حاضر ہوا آپ ﷺ ایک چارپائی پر بغیر بستر کے لیٹے تھے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک اور پہلو پر چارپائی کے نشانات ثبت ہو گئے تھے میں نے آپ ﷺ سے اپنا اور حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کا ماجرا عرض کیا اور یہ بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ﷺ سے عرض کرنا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو کیا اور دونوں ہاتھ بلند کئے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! اپنے بندے ابوعامر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ ﷺ نے کہا: اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن اس کو اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت عطا فرما۔ میں نے عرض کیا: اور میرے لئے بھی مغفرت کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے کہا: اے اللہ عزوجل! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت کی جگہ میں داخل کر دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4323)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو میدان عرفات میں دیکھا آپ ﷺ نے اپنی چادر بغل سے نکالی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھ بلند کئے ہوئے تھے جو سر سے متجاوز نہیں تھے اور آپ ﷺ کے بازو کانپ رہے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2386)

حدیث مبارکہ:28

زہری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس جمرہ کی رمی کرتے جو مسجد منیٰ کے قریب ہے تو سات کنکریاں مارتے اور ہر مرتبہ رمی کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کرکے ٹھہر جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کرکے دعا کرتے اور طویل قیام کرتے پھر دوسرے جمرہ پر آتے اور وہاں سات کنکریاں مارتے اور ہر رمی کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر بائیں جانب وادی کے قریب چلے جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوتے اور دونوں ہاتھ بلند کرکے دعا کرتے پھر جمرہ عقبہ کے پاس تشریف لاتے اور وہاں سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر لوٹ آتے اور وہاں قیام نہ کرتے۔ زہری نے کہا: میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا ہے وہ اپنے والد محترم سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی مثل بیان کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1753)

حدیث مبارکہ:29

حضرت وہب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ دعا کرتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔ (الادب المفرد: رقم الحدیث:624)

حدیث مبارکہ:30

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حیادار کریم ہے جب کوئی شخص اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو نامراد لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:3567)

حدیث مبارکہ:31

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے حیا فرماتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے اور اس کے ہاتھوں میں کچھ نہ ہو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:3567)

حدیث مبارکہ:32

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو اللہ عزوجل کی طرف اٹھا کر کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ان کے ہاتھوں میں وہ چیز رکھ دے جس کا انہوں نے سوال کیا ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث:6142)

حدیث مبارکہ:33

حضرت سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1492)

حدیث مبارکہ:34

حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جماعت کے ساتھ آئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے المریطاء کے

نزدیک قرن پر قیام کیا اس وقت آپ ﷺ قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ بلند کئے ہوئے دعا کر رہے تھے۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8918)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت خلاد بن سائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو چہرے تک بلند کرتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1185)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت خلاد بن سائب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کسی چیز کا سوال کرتے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنی جانب رکھتے اور جب کسی چیز سے پناہ طلب کرتے تو اپنے ہاتھوں کی پشت کو اپنی جانب رکھتے۔ (مسند احمد: ج: 4: ص: 56)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دعا میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔ (مسند ابو یعلی: رقم الحدیث: 17440)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنگ دستی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو اور اللہ تعالیٰ سے فراخی کا سوال کرو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3843)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میدان عرفات میں کھڑے ہوئے اس طرح دعا کر رہے تھے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک بلند کئے اور ہتھیلیوں کو زمین کی جانب کیا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 3017)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3147)

چالیس احادیث مبارکہ کی تبلیغ کرنے والے کے متعلق بشارتیں

چالیس احادیث مبارکہ کی تبلیغ کرنے والے کے متعلق نبی کریم ﷺ کی بشارتیں اور نوید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان بشارتوں اور نوید میں شامل فرمادے آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے جس امتی نے چالیس احادیث مبارکہ کو روایت کیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ فقیہ عالم ہوگا۔ (کتاب العلم: ج:1،ص:43)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت کو چالیس ایسی احادیث پہنچائیں جو ان کے دین میں نفع دیں وہ شخص قیامت کے دن علماء میں سے اٹھایا جائے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:1725)

حدیث مبارکہ:3

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ عالم ہوگا۔ (کتاب العلم: ج:1،ص:44)

حدیث مبارکہ:4

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:1725)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت کو ایسی چالیس حدیثیں پہنچائیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نفع دیا تو اس سے کہا جائے گا جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(حلیۃ الاولیاء: ج:4،ص:189)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت کے لئے سنت سے متعلق چالیس حدیثوں کو محفوظ کیا حتیٰ کہ وہ حدیثیں ان تک پہنچا دیں میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (کتاب العلم: ج:1،ص:43)

حدیث مبارکہ:7

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری امت کو سنت سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: ج:3،ص:890)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو سنت سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں گا۔
(الکامل فی ضعفاء الرجال: ج: 3، ص: 890)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

باب: نماز باجماعت کا بیان

یہ باب نماز باجماعت کے حکم میں ہے۔

486-عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُؤَذِّنَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اَنْطَلِقُ مَعِيْ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمُ الْحَطَبِ اِلٰى قَوْمٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ بِالنَّارِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم دوں کہ وہ اذان دے اس کے بعد کسی شخص کو حکم فرماؤں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ایسے لوگوں کو ساتھ لے کر جاؤں جن کے پاس لکڑیوں کی گٹھڑیاں ہوں ان لوگوں کی جانب جو نماز سے پیچھے رہنے والے ہوتے ہیں تو ان پر ان کے گھروں کو آگ سے جلا ڈالوں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 7328، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 651، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 956، موطا: رقم الحدیث: 296، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 791، مسند طحاوی: رقم الحدیث: 7716، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2096، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1481، سنن النسائی: رقم الحدیث: 844، المنتقی: رقم الحدیث: 304)

487-وَعَنْهُ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰى فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ فَرَخَّصَ لَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَجِبْ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں ایک نابینا شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے مسجد تک کوئی بھی پہنچا دینے والا نہیں اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اس وجہ سے اپنے واسطے اذن طلب کیا تھا کہ وہ اپنے گھر کے اندر نماز ادا کرلے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اذن عطا فرما دیا اس کے بعد جس وقت وہ وہاں سے جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر ارشاد فرمایا: کیا تم نماز کی اذان سنا کرتے ہو۔ وہ عرض گزار ہوا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر حاضر ہو۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 21، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 403، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 45745، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3806، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1044، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 1261، مسند الصحابہ: رقم الحدیث: 527)

488- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى

هٰـؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فِيْهِ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُهُ بِهَا دَرَجَةً وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو آدمی اس بات پر خوش ہوتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے تو اس کو پھر ان نمازوں کی حفاظت کرنی چاہیے۔ جہاں پر بھی ان نمازوں کے واسطے اذان کہی جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سنن الہدیٰ کو مشروع فرمایا ہے اور یقیناً یہ سنن الہدیٰ سے ہے۔ اگر تم لوگوں نے اپنے گھروں کے اندر نماز کو ادا کیا جس طرح یہ پیچھے رہ جانے والا اپنے گھر کے اندر نماز ادا کرتا ہے تو تم نے پھر اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دیا۔ اگر تم نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے جو آدمی احسن طرح سے وضو کر کے ان مساجد میں سے کسی مسجد کا ارادہ کرے تو اس کے واسطے اس قدم کے عوض جسے وہ اٹھاتا ہے ایک نیکی کو لکھ دیتا ہے اور اس کے ذریعہ ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اس سے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے ہم تو یہ گمان کرتے تھے کہ جماعت سے پیچھے رہ جانے والا منافق ہوتا ہے جس کا نفاق معلوم ہو۔ اور یقیناً ایک آدمی دو اشخاص کے مابین سہارا دے کر لایا جاتا حتیٰ کہ اسے بھی صف کے اندر کھڑا کر دیا جاتا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:22، معجم الکبیر: رقم الحدیث:8603، جامع الاصول: رقم الحدیث:7096، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1046، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:1262، مسند احمد: رقم الحدیث:3740، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:82)

489- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کی نماز اکیلے آدمی کی نماز سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:32، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:911، اللؤلؤ والمرجان: ج:1،ص:190، المؤطا: ج:1،ص:129، بلوغ المرام: رقم الحدیث:398، تقریب الاسانید: ج:1،ص:30، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:13589، جامع الاصول: رقم الحدیث:7071)

490- وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ وَصَلٰوتُهٗ مَعَ الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى

رَوَاهُ ... وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی کا دوسرے آدمی کی معیت نماز ادا کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے تنہا نماز پڑھنے کے اور ایک آدمی کا دوسرے دو اشخاص کی معیت نماز ادا کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت ایک شخص کے ساتھ نماز ادا کرنے اور جماعت میں جتنی بڑھوتری ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:33، مستدرک: رقم الحدیث: 904، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1834، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 423، شرح السنۃ: ج:1، ص:194، شعب الایمان: رقم الحدیث: 2601، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2056، کنز العمال: رقم الحدیث: 22816)

491- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ صَلٰوةِ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ دَرَجَةً . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آدمی کا باجماعت نماز پڑھنا اس کے اکیلے نماز پڑھنے سے بیس سے کچھ زیادہ فضیلت کا درجہ رکھتا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1199، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 14701، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 60، کنز العمال: رقم الحدیث: 20261، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4995، مسند احمد: رقم الحدیث: 3383، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8475، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2003)

492- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلٰوةِ الْفَذِّ وَصَلٰوةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ صَلٰوةً . رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: باجماعت نماز ادا کرنا آدمی کے تنہا نماز ادا کرنے کی بہ نسبت پچیس درجہ فضیلت کی حامل ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ج:2، ص:136، معجم الاوسط: ج:2، ص:344، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 13588، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 68، مسند البزار: رقم الحدیث: 6483)

493- وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيَعْجَبُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْجَمِيْعِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند فرماتا ہے۔ (جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2534، کنز العمال: رقم الحدیث: 20239، مسند احمد: رقم الحدیث: 4866)

494- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَعْجَبُ مِنَ الصَّلٰوةِ الْجَمِيْعِ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ نماز کو پسند فرماتا ہے۔ (مرجع السابق)

مذاہب اربعہ

نماز باجماعت کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب اور جمہور فقہاء نے احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز کی صحت کے لئے جماعت شرط نہیں ہے۔ داؤد ظاہری نے اس کے خلاف کہا ہے اور نہ ہی جماعت فرض عین ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کے خلاف کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ (شرح طحاوی: ج:3، ص:2035)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہر عبارت یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے جمہور متقدمین کا یہی مذہب ہے۔ اکثر حنفیہ اور مالکیہ کا بھی یہی قول ہے اور باقی فقہاء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ (فتح الباری: ج:2، ص:239)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک فرض عین ہے اور بغیر جماعت کے نماز جائز ہی نہیں ہے۔ (المغنی: ج:1، ص:228)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی 960ھ لکھتے ہیں: نماز باجماعت واجب ہے وجوب عین ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ (النساء:102)

اور جب آپ ان (مسلمانوں میں موجود) ہوں تو آپ ان کے لئے نماز کو قائم کریں اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو۔

اور جب میدان جہاد میں اور حالت جہاد میں بھی باجماعت پڑھنا واجب ہے تو حالت امن میں باجماعت نماز پڑھنا بطریق اولیٰ واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (البقرہ:43)

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

جماعت واجب کفایہ نہیں ہے لہٰذا جماعت کے تارک سے قتال کیا جائے گا جیسا کہ پانچ نمازوں کے تارک سے قتال کیا جاتا ہے۔

(الاقناع مع کشاف الاقناع: ج:1، ص:552)

مالکیہ کا مذہب

علامہ قاضی ابوسعید محمد بن احمد ابن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد: ج:1، ص:102)

علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی 656ھ لکھتے ہیں: ہمارے ائمہ میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ جماعت واجب علی الکفایہ ہے کیونکہ سنت کو قائم کرنا اور اس کو زندہ کرنا واجب علی الکفایہ ہے اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بغیر جماعت کے بھی نماز صحیح ہے لیکن جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(المفہم: ج:2، ص:277)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ (البقرہ:238)

تمام نمازوں کی حفاظت کرو۔

نماز کی حفاظت کرنے کا ایک طریقہ اس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت ہے ماسوا اہل الظاہر کے کیونکہ ان کے نزدیک جماعت فرض ہے۔

(شرح ابن بطال: ج:2، ص:337)

حنفیہ کا مذہب

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: جو مرد عاقل آزاد اور بغیر حرج کے چلنے پر قادر ہو ان پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ عورتوں، بچوں، پاگلوں، غلاموں، اپاہجوں جن کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں جو بوڑھے چلنے پر قادر نہ ہوں اور بیماروں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔ عورتوں پر جماعت اس لئے واجب نہیں ہے کہ ان کے گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ ہے۔ غلاموں پر اس لئے واجب نہیں کہ ان کے مالکوں کے منافع معطل ہوں گے۔ اپاہج جس کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور بہت بوڑھے پر اس لئے واجب نہیں ہے کہ وہ چلنے پر قادر نہیں ہے اور بیمار پر اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس کو چلنے میں دشواری ہوگی اور نابینا کے متعلق اجماع ہے کہ جب اس کو راستہ دکھانے والا نہ ہو تو اس پر جماعت واجب نہیں ہے اور اگر اس کو راستہ دکھانے والا ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر بھی جماعت واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس صورت میں اس پر جماعت واجب ہے۔(بدائع الصنائع: ج:1، ص:663 تا 664)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازی بخاری حنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) بلا عذر کسی کے لئے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی آدمی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر جو لوگ جماعت سے نماز پڑھنے نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ معذوروں پر جماعت واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس سے جماعت فوت ہو جائے تو گھر میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے کیونکہ ہم نے روایت کی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح سے فارغ ہو کر آئے تو لوگ نماز سے فراغت پا چکے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کروائی۔

اور اگر اس نے تنہا نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ ہم نے بیان کیا ہے کہ جماعت سنت ہے اس وجہ سے قضاء نماز کی جماعت واجب نہیں ہے اور سنت کو ترک کرنا جواز کو منع نہیں کرتا۔ (المحیط البرہانی: ج:2،ص:210 تا 211)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: داؤد ظاہری، عطاء، ابوثور، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض عین ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ غایۃ میں مذکور ہے کہ ہمارے عامہ مشائخ کے نزدیک واجب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔ (فتح القدیر: ج:1،ص:300)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مردوں کے حق میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ زاہدی نے کہا کہ تاکید سے مراد وجوب ہے مگر جمعہ اور عید میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اور رمضان کے وتر میں جماعت مستحب ہے اور غیر رمضان اور نوافل میں بہ طور تداعی کے جماعت مکروہ تنزیہی ہے محلہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار کرنا مکروہ ہے راستہ کی مسجد میں یا جس مسجد میں کوئی امام معین نہ ہو اور نہ مؤذن ہو وہاں جماعت کا تکرار مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار: ج:1،ص:371)

علامہ سید محمد امین ابن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں: اس عبارت میں فقہاء کے دو اقوال کے درمیان تطبیق ہے ایک قول یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماعت واجب ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں سے مراد واحد ہے کیونکہ احادیث میں جماعت کے ترک کرنے پر شدید وعید ہے۔

علامہ سراج الدین ابن نجیم نے لکھا ہے کہ

جماعت واجب ہے اور اس کو سنت اس لئے کہا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کیا تو یہ گناہ ہے۔

یہ علماء عراق کا قول ہے اور علماء خراسان کا قول یہ ہے کہ جو عادۃً جماعت کو ترک کرے وہ گناہ گار ہوگا۔

نیز علامہ سراج ابن نجیم متوفی 1005ھ نے لکھا ہے کہ

بارش، کیچڑ، آندھی، شدید اندھیرے اور سخت سردی میں جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی 956ھ نے لکھا ہے کہ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اصل میں لکھا ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے بغیر عذر کے اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

اس عبارت کے اول سے جماعت کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس عبارت کے آخر سے جماعت کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ان دو باتوں میں موافقت اس طرح ہے کہ حدیث میں جو جماعت کے ترک پر وعید ہے وہ اس صورت میں ہے جب لوگ جماعت کو دائماً ترک کریں نماز پڑھنے کے لئے مساجد میں نہ جائیں اور ہمیشہ گھروں میں نماز پڑھیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ نماز کے لئے حاضر نہ ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ وہ گھروں میں نماز پڑھیں اور فصل مضارع دوام پر دلالت کرتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ بنو فلاں گندم کھاتے ہیں یعنی دائماً گندم کھاتے ہیں۔ پس بعض اوقات مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور سنت مؤکدہ دوام کے قریب ہے اس وقت ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک جماعت پر وعید بھی فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ

جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے پر ستائیس درجہ ہے۔البتہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ علامہ سراین نے کہا ہے کہ علماء عراق کے نزدیک ایک بار بھی بلا عذر جماعت کو ترک کرنا گناہ ہے۔(ردالمختار: جز:2،ص:244 تا245)

علامہ ابراہیم بن محمد بن حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: عاقل، بالغ، آزاد قادر پر جماعت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گناہ گار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کردے تو فاسق مردود الشہادۃ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گناہ گار ہوں گے۔(غنیۃ المستملی: ص:508)

تارک جماعت کا حکم

عمداً ترک جماعت بلاوجہ شرعی گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: بلا وجہ شرعی عمداً ترک جماعت گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارک جماعت اپنے گھروں میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔یعنی متقی لوگوں کے راستے سے ہٹ جاؤ گے اور اگر کسی نے ترک جماعت کو حلال جانا یا ہلکا سمجھا تو یہ دین سے گمراہ ہونا ہے۔
(فتاویٰ رضویہ: جز:29،ص:284)

ایک اور مقام پر رقم ہیں: جو بلا عذر شرعی ترک جماعت کیا کرے فاسق و مردود الشہادۃ ہے۔

غنیۃ میں ہے: بلا عذر شرعی ترک جماعت کرنے والے پر تعزیر لگائی جائے اور اس کی شہادت رد کردی جائے گی۔

نہر الفائق میں ہے: بلا عذر ایک بار جماعت کو چھوڑنا عراقیوں کے قول کے مطابق موجب گناہ ہے اور خراسانی تب اس کو گناہ قرار دیتے ہیں جب وہ ترک جماعت کو عادت بنالے۔

ردالمحتار صدر واجبات میں ہے: راجح قول کے مطابق جماعت واجب ہے یا حکم واجب میں ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ تارک جماعت فاسق ہے۔(فتاویٰ رضویہ: جز:16،ص:558 تا559)

ایک اور مقام پر راقم ہیں: ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہ کبیرہ۔(فتاویٰ رضویہ: جز:10،ص:768)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: بلا شبہ بلا عذر شرعی ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق و مسقط عدالت و وجہ رد شہادت ہے۔(فتاویٰ رضویہ: جز:11،ص:304)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ

باب: عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کردینا

یہ باب عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کردینے کے حکم میں ہے۔

495-عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِی لَیْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِیْحٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَیْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ یَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈی اور آندھی والی رات میں نماز کے واسطے اذان کہی پھر انہوں نے فرمایا: خوب سن لو! اپنے ٹھکانوں میں نماز ادا کرلو۔ پھر ارشاد فرمایا: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو حکم ارشاد فرماتے اس حال میں کہ سردی اور بارش والی شب ہوا کرتی تھی تو ارشاد فرمایا کرتے: خوب سن لو! (اپنی) جگہوں پر نماز ادا کرلو۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 653، مسند احمد: رقم الحدیث: 5302، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 697، موطا امام مالک: رقم الحدیث: 161، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 797، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2078، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 2399، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1063)

496-وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَاُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا یَاْتِیْهَا حَتّٰی یَفْرُغَ وَاِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

انہی (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم میں سے کسی کے واسطے رات والا کھانا رکھ دیا جائے اور ادھر نماز قائم کی جائے تو رات والا کھانا کھالو اور جلدی اختیار نہ کرو حتیٰ کہ اس سے فراغت نہ پالو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے کھانا لگایا جاتا جبکہ نماز کھڑی ہو جایا کرتی تو وہ اس کے واسطے نہ آتے حتیٰ کہ فراغت نہ پالیتے اور یقیناً وہ امام کی قرأت کو سن پا رہے ہوتے تھے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3313، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 633، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 642)

497- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ یُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کھانے کے حاضر ہونے کے ساتھ نماز نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی بول و براز کے وقت کہ جب تک وہ اسے دفع نہ کرلے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 383، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 249، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 17132، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3756، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1197، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 82، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 196، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 1998، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2073)

498- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّذْهَبَ اِلَی الْخَلَاءِ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلْیَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ ۔ رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِیُّ ۔

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت تم میں سے کوئی بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرے اور ادھر نماز بھی کھڑی ہو جائے تو سب سے پہلے بیت الخلاء جائے۔ (سنن النسائی: رقم

الحدیث:851،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:88،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:614،مسند احمد:ج:3،ص:483،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2071،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:932،سنن الترمذی:رقم الحدیث:142،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:1759)

499-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ فَلَمْ يَأْتِهِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وابن حبان والدار قطنی والحاكم وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اذان سن کر نہ آئے تو اس کی نماز نہیں ہوتی ماسوا عذر کی بناء پر۔(مستدرک:رقم الحدیث:894،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:22482،جمع الجوامع:رقم الحدیث:5213،جمہرۃ الاجزاء:رقم الحدیث:51،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:785،کنز العمال:رقم الحدیث:20993،مسند الصحابہ:رقم الحدیث:463،معرفۃ السنن:رقم الحدیث:1500)

جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کے اعذار

جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کے اعذار پچھلے باب میں بیان کر دیئے ہیں مگر یہاں ان اعذار کو بیان کیا جاتا ہے جو امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی 354ھ نے احادیث کی روشنی میں اعذار کو بیان کیا ہے مگر ہم یہاں پر احادیث کو نقل نہیں کریں گے صرف قول پر ہی اکتفاء کریں گے اور وہ بھی اختصاراً۔

پہلا عذر

جب مرض کی وجہ سے انسان کو جماعت سے نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2065)

دوسرا عذر

جب نماز کے وقت کھانا آ جائے تو جماعت کو ترک کرنا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2066)

تیسرا عذر

جب وقت پر نماز کو پڑھنا بھول جائے یا نماز کے وقت آنکھ نہ کھلے تو جماعت کو ترک کرنا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2069)

چوتھا عذر

بھاری جسم کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2070)

پانچواں عذر

قضاء حاجت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2071)

چھٹا عذر

مسجد کے راستہ میں اگر جان اور مال پر حملہ کا خوف ہو تو جماعت کو ترک کرنا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2075)

ساتواں عذر

بارش کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2078)

آٹھواں عذر

اگر مسجد میں جانے سے بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو جماعت کو ترک کرنا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2085)

نواں عذر

سخت سردی میں جماعت کو ترک کرنا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2077)

دسواں عذر

کچا لہسن اور پیاز کھانے کے فوراً بعد جماعت کو ترک کرنا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2085)

انہی اعذار کو علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ نے بھی لکھا ہے۔ (شرح العینی: ج: 5، ص: 287)

کھانے کو نماز پر مقدم کرنے میں مذاہب اربعہ

کھانے کو نماز پر مقدم کرنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کھانے کے وقت نماز پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی ورنہ نہیں اس کے برخلاف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اہل ظاہر اور علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر کھانے کے وقت نماز پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کھانا کم ہو تو کھانا شروع کر دے ورنہ نماز۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 254)

احناف کے نزدیک اگر جماعت کھڑی ہو اور کھانا تیار ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلے کھانا کھا لیا جائے تاکہ دل پوری طرح نماز کی جانب متوجہ ہو کیونکہ ایسی حالت میں بالعموم دل میں کھانے کا خیال آتا رہتا ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے فرمایا ہے کہ بندہ کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم ہے لیکن اس طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اچھی طرح ادا کیا جائے اور اس کا حق ادا کرتے وقت کسی اور چیز کا بالکل خیال نہ آئے۔ (فتح الباری: ج: 2، ص: 268)

مزید تحقیق کے لئے باب سابق کی طرف رجوع کیجیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

باب: صفوں کو برابر کرنے کا بیان

یہ باب صفوں کو برابر کرنے کے حکم میں ہے۔

500-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وفي رواية له وكان احدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نماز کھڑی کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ انور ہماری جانب فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور مل کر کھڑے ہو یقیناً میں تم کو اپنی پشت پیچھے دیکھتا ہوں۔ایک روایت میں ہے: ہم میں سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنے قدم کو اس کے قدم کے ساتھ ملایا کرتا تھا۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:172،سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:888، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:2531، جمع الجوامع: رقم الحدیث:2542،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2121،سنن النسائی: رقم الحدیث:805،صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2173،صحیح البخاری: رقم الحدیث:678،کنز العمال: رقم الحدیث:20572)

501-وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الانصاری رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِیْ مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ اَشَدُّ اخْتِلَافًا .رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھوں کو چھوا کرتے تو ارشاد فرماتے: سیدھے رہو اور اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے قلوب مختلف ہو جائیں گے اور چاہئے کہ تم میں صاحب عقل سمجھدار میرے پاس کھڑے ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں۔حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم آج اختلاف میں شدید ہو۔(معجم الکبیر: ج:10،ص:88،سنن دارمی: ج:4،ص:45،مستدرک: ج:2،ص:10)

502-وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَى الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مِنْ خِلَلِ الصَّفِّ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ .رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو ملاؤ ان کو پاس پاس کرو اور گردنوں سے محاذی کرو۔اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے یقیناً میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے مابین داخل ہو جاتا ہے گویا کہ وہ بھیڑ کا میمنا ہے۔(شرح السنۃ: ج:1،ص:199،صحیح ابن حبان: ج:5،ص:540،سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:100،سنن النسائی: ج:3،ص:311)

503-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ لِيْنُوْا بِاَيْدِیْ اِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطٰنِ وَمَنْ وَّصَلَ صَفًّا وَّصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ .رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صفوں کو سیدھا کرو اور کندھوں کو محاذی کرو خالی جگہ کو بھر دو اپنے بھائیوں کے حق میں نرمی اختیار کرو اور شیطان کے گزرنے کے واسطے جگہ کو مت چھوڑو جو صف کو جوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کو جوڑے اور جو صف کو توڑے تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:173، جامع الاحادیث: رقم

الحدیث:4247، جمع الجوامع:رقم الحدیث:125، سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:570، سنن البیہقی الکبری:رقم الحدیث:4967، کنز العمال:رقم الحدیث:20570، مسند احمد:رقم الحدیث:5466، مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:360)

صفوں کو برابر رکھنے کا معنیٰ

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:صفوں کے برابر کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ نمازی صف میں ایک سمت پر کھڑے ہوں اور درمیان میں خلل اور خالی جگہ نہ ہو۔(شرح العینی:ج:5،ص:369)

افضل شخص کا صف اول اور امام کے قریب کھڑے ہونا

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:افضل شخص کو صف اول میں اور امام کے قریب کھڑے ہونا چاہئے اور اس میں اس کی فضیلت کے اظہار اور اعزاز و اکرام کا بیان ہے نیز کبھی امام کو کسی شخص کے خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو افضل شخص کو خلیفہ بنانے کا موقع ہوگا نیز جو شخص علم اور عقل میں زیادہ ہوگا وہ غور سے نماز پڑھے گا اور امام کو سہو پر متنبہ کر سکے گا اور یہ امر صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سنت یہ ہے کہ صاحب فضیلت کو ہر مجلس میں مقدم رکھنا چاہئے اور قضاء، ذکر مشاورت، جہاد، امامت نماز، تدریس افتاء اور سماع حدیث کی تمام مجالس میں صاحب فضیلت شخص کو صدر مجلس کے قریب بٹھانا چاہئے اور لوگوں کو علم، دین، عقل، شرف، عمر اور کفو کے مرتبہ کے اعتبار سے اپنے مرتبہ کے مطابق بٹھانا چاہئے اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید ہے۔(شرح للنواوی:ج:1،ص:182)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:مردوں کی پہلی صف کہ امام سے قریب ہے دوسری سے افضل ہے اور دوسری تیسری سے افضل و علٰی هذا القیاس ۔مقتدی کے لئے افضل جگہ یہ ہے کہ امام کے قریب ہو اور دونوں طرف برابر ہوں تو داہنی طرف افضل ہے۔(عالمگیری:ج:1،ص:89)

صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صفوں کو برابر نہ رکھنے پر ناگواری کا اظہار کیا ہے اور ان کی یہ ناگواری اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے نزدیک صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے اور واجب کا تارک گناہ گار ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صف سے باہر پیر رکھتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیر پر ضرب لگاتے تھے اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمارے کندھوں کو برابر کرتے تھے اور نماز میں ہمارے پیروں پر ضرب لگاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نماز کی صفوں کو برابر رکھنا واجب ہے البتہ صفوں کو برابر رکھنا نماز کی حقیقت سے خارج ہے اس لئے اگر کسی کی نماز میں صف برابر نہ ہو تو اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔(شرح العینی:ج:5،ص:375تا376)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:قیام میں دو پیروں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ٹخنوں کو ٹخنوں کے ساتھ ملاؤ اس سے جماعت میں ملانا مراد ہے یعنی ہر شخص دوسرے شخص کی جانب میں کھڑا ہو اسی طرح فتاویٰ سمرقند میں ہے۔(ردالمحتار:ج:2،ص:116)

نماز کے لئے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء

اقامت کے دوران نمازی کے کھڑے ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: نماز کے لئے لوگ کس وقت کھڑے ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا ہے کہ لوگ بیٹھ کر انتظار کریں اور جب اقامت کہی جائے تو لوگ کھڑے نہ ہوں حتیٰ کہ امام آ جائے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے اور حضرت حسن بصری اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ وہ امام کا کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے۔ اور جب امام مسجد میں ہو تو مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے وقت میں اختلاف ہے۔ سالم، ابوقلابہ، زہری اور عطاء سے منقول ہے کہ وہ اول اقامت میں کھڑے ہوں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے کہ مقتدی صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور حضرت ابراہیم نخعی بھی یونہی کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ ابن المنذر، امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور تمام شہروں کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے کہ اقامت مکمل ہونے کے بعد امام اللہ اکبر کہے۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:330 تا 331)

امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 179ھ فرماتے ہیں:

اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا البتہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کیونکہ بعض کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب لوگ ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔ (مؤطا امام مالک: ص:56)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔ (المغنی: ج:1، ص:274)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔ (شرح للنووی: ج:1، ص:221)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: اکثر فقہاء کا یہ مؤقف ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں حتیٰ کہ مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا اس کو ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے اسی طرح امام سعید بن منصور نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے روایت کیا ہے۔ سعید المسیب نے کہا ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب وہ کہے حی علی الصلوٰۃ تو صفوں کو برابر کر لیا جائے اور جب وہ کہے لا الٰہ الا اللہ تو امام اللہ اکبر کہے

کہے۔عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہےاور جب وہ کہے "قد قامت الصلوٰۃ" تو امام اللہ اکبر کہےاور جب امام مسجد میں نہ ہوتو جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو نہ دیکھ لیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حجرہ سے نکلنے سے پہلے اقامت کہی جاتی تھی اور یہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت تک اقامت نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ حجرہ سے نکل آتے۔اور ان دونوں احادیث میں تطبیق یوں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حجرہ سے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے تھے وہ اقامت کی ابتداء اس وقت کرتے تھے جب اکثر لوگ آپ کو نہیں دیکھتے تھے پھر جب لوگ آپ ﷺ کو دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے پھر آپ ﷺ اپنی جگہ پر اس وقت کھڑے ہوتے جب لوگ صفیں برابر کر لیتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے ابن جریج کے طریق سے انہوں نے ابن شہاب کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور نبی کریم ﷺ اپنی جگہ پر اس وقت آتے تھے جب صفیں برابر ہو جاتیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو لوگوں نے اپنی صفیں برابر کر لیں۔پھر نبی کریم ﷺ حجرہ سے نکلے اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی چنانچہ ہم نے صفوں کو برابر کیا اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری جانب نکل کر آئیں۔اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے نماز کی اقامت کہی جاتی اور نبی کریم ﷺ کے آنے سے قبل لوگ کھڑے ہو جاتے۔ان احادیث کی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ تطبیق اس طرح ہے کہ بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ بیان جواز کے لئے اس کو مقرر رکھتے تھے اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے آنے سے قبل کھڑے ہو جاتے تھے تو یہی نبی کریم ﷺ کے منع کرنے کا باعث ہوا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک تم مجھے آتا ہوا نہ دیکھ لو اس وقت تک مت کھڑے ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گھر میں کوئی کام ہو جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو آنے میں تاخیر ہو جائے تو اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلے سے کھڑے ہو جائیں گے تو اتنی دیر تک کھڑے ہونے سے ان کو مشقت ہوگی اور ان پر انتظار شاق گزرے گا۔(فتح الباری: ج:2،ص:234 تا 235)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے کہ جب لوگ صف میں بیٹھے ہوئے ہوں تو جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے کیونکہ مؤذن شرع میں امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے اور قد قامت الصلوٰۃ کا معنی ہے بے شک نماز قائم ہو گئی لہٰذا مؤذن کی خبر کی تصدیق واجب ہے اور جب مسجد میں امام نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔

حافظ ابن حجر نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کی جو احادیث ذکر کی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے اقامت کہی گئی اور

آپ ﷺ کے مسجد میں آنے سے قبل لوگ کھڑے ہو جاتے تھے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتدائی عمل تھا بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا اور ارشاد فرمایا: جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو اس وقت مت کھڑے ہو۔

(شرح العینی: ج: 5، ص: 225)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: مؤذن جب حی علی الفلاح کہے تو اگر امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگوں کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ (بدائع الصنائع: ج: 2، ص: 24)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصل'' میں یہ کہا ہے کہ جب امام لوگوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو وہ صف میں کھڑے ہو جائیں۔

(المحیط البرہانی: ج: 2، ص: 105)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: اگر امام محراب کے قریب ہو تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو مستحب یہ ہے کہ سب جلدی کھڑے ہو جائیں۔ (البحر الرائق: ج: 1، ص: 304)

علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بہ شرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو۔ کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اس لئے اس پر عمل کیا جائے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (مراقی الفلاح: ص: 166)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اگر امام محراب کے قریب ہو تو امام اور مقتدی حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ (درمختار: ج: 2، ص: 156)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جب کوئی شخص اقامت میں داخل ہو تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو جائے۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 57)

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے ''مضمرات'' اور اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ج: 1، ص: 186)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے جب حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو یونہی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بھی بیٹھے رہیں اس وقت اٹھیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے یہی حکم امام کے لئے بھی ہے۔ آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلی پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی یہ خلاف سنت ہے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 471)

نبی کریم ﷺ کا پس پشت دیکھنا

نبی کریم ﷺ حالت نماز میں پس پشت بھی دیکھتے تھے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی کی تحقیق

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: پس پشت دیکھنا نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ مختار بن محمد نے اپنے رسالہ الناصریہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی مثل دو آنکھیں تھیں جن سے آپ ﷺ دیکھتے تھے اور آپ ﷺ کے کپڑے آپ ﷺ کی نظر کے لئے حاجب اور رکاوٹ نہیں ہوتے تھے ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے مراد علم ہے یعنی آپ ﷺ کو پس پشت کا بھی علم ہوتا تھا یہ تاویل بلاضرورت ہے بلکہ حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ شارع علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔ امام احمد اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ دیکھنا حقیقۃً آنکھ سے دیکھنا ہے اور از روئے عقل اس میں کوئی مانع نہیں ہے اور شریعت میں یہ وارد ہے لہٰذا اس کے موافق کہنا واجب ہے۔

(شرح العینی: ج:5، ص:370)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی کی تحقیق

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: ابن الملک نے کہا: یہ ان معجزات میں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کو عطا کئے گئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کشوف میں سے ہے جو ان دلوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جن پر علوم غیب ظاہر ہوتے ہیں۔

(مرقات: ج:1، ص:591)

نیز علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پس پشت دیکھنا حالت نماز میں تھا نماز کی حالت میں آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ پر انتہائی قرب کا فیضان کیا جاتا تھا اور آپ ﷺ پر بہ طور معجزہ تجلیات کا نزول ہوتا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ پر حقائق موجودات منکشف ہو جاتے تھے سو آپ ﷺ پیچھے کی چیزوں کا بھی اسی طرح ادراک کرتے تھے جس طرح سامنے کی چیزوں کا ادراک کرتے تھے ہر چند کہ آپ ﷺ عالم الغیب میں مستغرق اور منہمک ہوتے تھے تب بھی عالم شہادت کی کوئی چیز آپ ﷺ سے مخفی نہیں ہوتی تھی اور وہ جو حدیث میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آپ ﷺ کے اس دیکھنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس میں علم کی نفی نماز سے باہر ہے اور آپ ﷺ کے اس دیکھنے کا عموم حالت نماز میں ہے اور علماء نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں جو سوئی کی نوک کے برابر تھیں اور ان سے آپ اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سر کی آنکھوں سے دیکھتے تھے علاوہ ازیں اس دیکھنے کی اس حدیث کے ساتھ کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث میں آنکھ سے پس پشت دیکھنے کا ثبوت ہے اور دیوار کے پیچھے والی حدیث میں علم غیب کی نفی ہے لہٰذا ثبوت اور نفی کا تعلق ایک چیز کے ساتھ نہیں ہے اور عام مخلوق کا دیکھنا اس طرح ہے کہ شعاع بصری سامنے کی چیز پر پڑتی ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا یہ دیکھنا بہ طور معجزہ تھا اور آنکھ کو پیدا کرنے والا اس پر قادر ہے کہ وہ پس پشت بھی دیکھنے کو پیدا کر دے۔ بعض علماء نے کہا کہ پس پشت جو صورتیں تھیں وہ دیوار قبلہ میں نقش ہو جاتی تھیں سو آپ ﷺ ان کو دیکھ لیتے تھے لیکن یہ قول اس لئے مردود ہے کہ اس کے ثبوت میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ بعض نے کہا: آپ ﷺ کو وحی

اور الہام سے پس پشت کی خبر دی جاتی تھی۔ یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ ﷺ مشاہدہ فرماتے تھے اور وہ حدیث جو ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بے شمار غیوب کی خبر دی ہے اور جو گم شدہ اونٹنی کا واقعہ ہے جس پر منافقوں نے طعن کیا تھا تو بعد میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرما دیا تھا کہ وہ اونٹنی کس جگہ ہے اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اس چیز کا علم ہوتا ہے جس کا علم مجھے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور مجھے میرے رب تعالیٰ نے مطلع کیا ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت میں پھنسی ہوئی ہے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے تو اس اونٹنی کو آپ ﷺ کی خبر کے مطابق پا لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے احوال مختلف ہوتے ہیں اسی وجہ سے ایک وقت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہیں دیکھا حالانکہ وہ کنواں آپ ﷺ کے شہر کے قریب تھا اور دوسرے وقت میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو آ رہی ہے جبکہ وہ قافلہ ابھی مصر سے روانہ ہوا تھا اور ابھی ان کے شہر نہیں پہنچا تھا۔ (مرقات: ج:2، ص:526)

علامہ حسین بن محمد طیبی کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد طیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو یہ علم اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے اور اس کے منکشف کرنے سے تھا۔
(شرح الطیبی: ج:2، ص:326)

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی کی تحقیق

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: امام مازری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پشت میں ادراک پیدا کیا تھا جس سے آپ ﷺ پس پشت دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ کو اس سے بہت زیادہ معجزات عطا کئے گئے تھے اس لئے اس کا انکار نہ کیا جائے اور بقی بن محمد قرطبی متوفی 273ھ نے کہا ہے کہ آپ ﷺ اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے اور امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی آنکھ سے حقیقی رؤیت تھی اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: اس سے مراد علم ہے اور ظاہر احادیث اس قول کا رد کرتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ زیادتی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حج میں عطا فرمائی تھی۔ (اکمال المعلم: ج:2، ص:336)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ سامنے سے اور پس پشت یکساں دیکھتے تھے یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا یہ وحی اور الہام سے کبھی کبھی ہوتا تھا دائمی نہیں ہوتا تھا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی اور یہ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئی ہے تو منافقوں نے کہا: سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس آسمانوں کی خبر پہنچتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا اور مجھے ابھی میرے رب تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اونٹنی فلاں جگہ پر ہے اور اس کی مہار فلاں درخت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے نیز آپ نے فرمایا: میں بشر ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اور نماز نبی کریم ﷺ کے افضل و ارفع حالات سے ہے اور نماز میں آپ ﷺ کو حقائق اشیاء کا انکشاف اور موجودات خارجیہ کی اطلاع بہت اکمل اور اتم طریقہ

سے ہوتی ہے اور نماز میں آپ ﷺ کا استغراق کائنات سے بے خبری کا سبب نہیں ہوتا اور مشائخ قدست اسرارہم کہتے ہیں کہ نماز مقام کشف وحضور ہے اور کسی چیز سے بے خبری اور اضمحلال کا سبب نہیں ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دو کندھوں کے مابین سوئی کی نوک کی مانند دیکھنے کا آلہ پیدا کیا گیا تھا لیکن یہ قول کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج: 1 ص: 392)

نیز علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی 1052ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے اس دیکھنے کی حقیقت کیا ہے اس کی اور آپ ﷺ کے تمام احوال کی حقیقت کوئی نہیں جانتا۔ تاہم قیاس اور عقل سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ دیکھنا آنکھ سے تھا یا دل سے تھا اور ہر صورت میں یہ حالت نماز کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ نماز مکمل انکشاف کا محل ہے اور نور کی زیادتی کا موجب ہے اور یا یہ دیکھنا عام احوال اور اوقات کو محیط ہے اگر رویت بصری ہو تو ان ہی آنکھوں سے ہے جو سر میں ہیں یا اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ قوت بصریہ کو بدن کے ہر جز میں پیدا کر دے یا بہ طور معجزہ نبی کریم ﷺ کے کسی چیز کو دیکھنے میں اس کے سامنے ہونے کی شرط نہ ہو بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان سوئی کی نوک کی طرح دو آنکھیں تھیں اور آپ ﷺ ان آنکھوں سے دیکھتے تھے اور کپڑے دیکھنے سے مانع نہیں تھے یا قبلہ کی دیوار میں پیچھے کی چیزیں آئینہ کی طرح منعکس ہو جاتی تھیں سو آپ ﷺ ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ قول بہت عجیب ہے اگر صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہو تو امنا و صدقنا ورنہ اس میں توقف ہے اور اگر اس سے رویت قلبی مراد ہو تو پھر یہ وحی اور خبر دینے کی قسم سے ہے اور کشف اور الہام ہے اور علماء کرام نے یہ بھی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح آپ کے قلب شریف میں علم معقولات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی اسی طرح آپ کے حواس میں بھی محسوسات کا احاطہ اور وسعت عطا کی گئی تھی اور چھ جہات آپ کے لئے ایک جہت کے حکم میں کر دی گئی تھیں اور آپ بہ یک وقت تمام جہات کا مشاہدہ کرتے تھے اور اس جگہ پر اشکال وارد کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بندہ ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ سامنے اور پیچھے کی چیزوں کا منکشف ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر عام ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور خبر دینے پر موقوف ہے جیسا کہ تمام مغیبات کا یہی حکم ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی پر موقوف ہے جیسا کہ آپ ﷺ کو گم شدہ اونٹنی کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے بتانے سے ہوا۔ (مدارج النبوۃ: ج: 1 ص: 7)

علامہ نور الحق محدث دہلوی کی تحقیق

علامہ نور الحق محدث دہلوی متوفی 1073ھ لکھتے ہیں: آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے: میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔ اس سے مراد حقیقی دیکھنا ہے اور وہ ان ہی آنکھوں کے ساتھ تھا اور کسی چیز کو دیکھنے کے لئے اس کے سامنے ہونے کی شرط عادی ہے اور یہ عادت نبی کریم ﷺ کے حق میں نہیں تھی اور یہ بھی علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی پشت میں سوئی کی نوک کی مثل دو سوراخ تھے اور ان سے آپ ﷺ پس پشت دیکھتے تھے اور کپڑے اس دیکھنے میں مانع نہیں تھے اور آپ ﷺ کا یہ دیکھنا بھی از قبیل معجزات تھا۔

(تیسیر القاری: ج: 1 ص: 158)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِتْمَامِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

باب: پہلی صف کو مکمل کرنا

یہ باب پہلی صف کو مکمل کرنے کے حکم میں ہے۔

504- عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ يَلِيْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگلی صف کو مکمل کرو پھر جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو تو جو بھی کچھ کمی ہو اس کو آخری صف کے اندر ہونا چاہیے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 545، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 543، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 574، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 200، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 529، کنز العمال: رقم الحدیث: 20594، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 3163، مسند احمد: رقم الحدیث: 12958)

شرح:

سب سے پہلے پہلی صف کو مکمل کرنا چاہیے بعد میں دوسری اور تیسری وغیرہ صفوں کو مکمل کرنا چاہیے اگر پہلی صف کی بعد والی صفیں مکمل ہوں اور پہلی والی میں جگہ باقی ہو تو ان صفوں کو چیر کر پہلی صف میں داخل ہو اور اس جگہ کو مکمل کرے۔

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: پہلی صف میں جگہ اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جائے اور اس جگہ میں کھڑا ہو اس کے لئے حدیث میں فرمایا ہے کہ جو صف میں کشادگی دیکھ کر اسے بند کر دے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اور یہ وہاں ہے جہاں فتنہ و فساد کا احتمال نہ ہو۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 587 تا 588)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَوْقِفِ الْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ

باب: امام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ

یہ باب امام اور مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ کے حکم میں ہے۔

505- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّ لَكُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمُ وَرَاءَهٗ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا ابْنَ مَاجَةَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی (یا نانی) جان ملیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر مدعو کیا جسے

انہوں نے آپ ﷺ کے لئے بنایا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا پھر ارشاد فرمایا: اٹھو میں تم کو نماز پڑھا دوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی چٹائی کو لانے کی خاطر اٹھ کھڑا ہوا جو بہت زیادہ استعمال ہونے کی بناء پر کالی ہو گئی تھی اسے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ قیام فرما ہو گئے اور میں اور ایک مقیم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف کو بنایا۔ اس اماں نے ہمارے پیچھے صف کو بنایا پھر آپ ﷺ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ تشریف لے کر چلے گئے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 801، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 756، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2205، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 658، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 454، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 727، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 828، مسند احمد: رقم الحدیث: 12340، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 612، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 380)

506-وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِأَيْدِيْنَا جَمِيْعًا فَدَفَعَنَا حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حدیث مبارکہ:506

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا میں آپ ﷺ کی الٹی جانب کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے گھما دیا حتیٰ کہ مجھے اپنی سیدھی طرف کھڑا فرما لیا پھر حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی الٹی طرف کھڑے ہو گئے پھر آپ ﷺ نے ہم سب کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہم کو پیچھے کر دیا حتیٰ کہ ہم کو اپنے پیچھے کر دیا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 129، جامع الاصول: ج: 5، ص: 454، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4933، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1563)

507-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاہئے کہ تم میں صاحب عقل، سمجھدار میرے قریب تر کھڑے ہوں پھر ایسے لوگ جو ان کے قریب تر ہوں پھر ایسے لوگ جو ان کے قریب تر ہوں اور اختلاف مت کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور بازاری لغو باتوں سے بچو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10041، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 9618، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3850، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1438، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 577، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4941، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 211، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 200)

508-وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَطْلَقَ الْقِرْبَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَوْكَأَ الْقِرْبَةَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ كَمَا

تَـوَضَّا ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَنِيْ بِيَمِيْنِهٖ فَاَدَارَنِيْ مِنْ وَّرَآئِهٖ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رات اپنی خالہ جان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس بسر کی تو رسول اللہ ﷺ رات کے وقت قیام فرما ہوئے پانی کی مشک کھولے وضو فرمایا اس کے بعد مشک کے دہانہ کو ڈوری سے بند فرمادیا۔ پھر نماز کی خاطر قیام فرما ہو گئے چنانچہ میں نے بھی اٹھ کر وضو کیا جس طرح آپ ﷺ نے کیا تھا تو میں آ کر آپ ﷺ کی الٹی جانب کھڑا ہو گیا اس پر مجھے آپ ﷺ نے اپنے مقدس سیدھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پیچھے سے گھما کر اپنی سیدھی جانب کھڑا کر دیا پس میں نے آپ ﷺ کی معیت نماز ادا کی۔ (سنن ابوداود: رقم الحدیث: 516، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1363، مسند احمد: رقم الحدیث: 3175، شمائل ترمذی: رقم الحدیث: 5، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 763، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1341، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1620)

مذاہب فقہاء

اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں اختلاف ہے ائمہ اربعہ کے نزدیک اگر مقتدی ایک ہو تو امام کی سیدھی جانب کھڑا ہو لیکن اگر بائیں جانب کھڑا ہو جائے تب بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے برخلاف امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک بائیں جانب کھڑا ہونے سے نماز فاسد ہو جائے گی اور ابراہیم نخعی کے نزدیک اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو رکوع میں جاتے وقت اگر کوئی شخص آ جائے اور شامل ہو جائے تو ٹھیک ورنہ آگے بڑھ کر امام کے برابر کھڑا ہو جائے اور سعید بن مسیّب کے نزدیک مقتدی ایک ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ (نعمۃ الودود: ج:2، ص:735)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اکیلا مقتدی مرد اگرچہ لڑکا ہو امام کے برابر داہنی جانب کھڑا ہو بائیں جانب یا پیچھے کھڑے ہونا مکروہ ہے۔ امام کے برابر کھڑے ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ ہو یعنی اس کے پاؤں کا گٹا اس کے گٹے سے آگے نہ ہو سر کے آگے پیچھے ہونے کا کچھ اعتبار نہیں تو اگر امام کے برابر کھڑا ہوا اور چونکہ مقتدی امام سے دراز قد ہے لہٰذا سجدے میں مقتدی کا سر امام سے آگے ہوتا ہے مگر پاؤں کا گٹا گٹے سے آگے نہ ہو تو حرج نہیں یونہی اگر مقتدی کے پاؤں بڑے ہوں کہ انگلیاں امام سے آگے ہیں جب بھی حرج نہیں جبکہ گٹا آگے نہ ہو۔ (درمختار: ج:2، ص:368 تا 370)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قِيَامِ الْاِمَامِ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ

باب: امام کا دو اشخاص کے مابین کھڑے ہونا

یہ باب امام کا دو اشخاص کے مابین کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔

509- عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَصَلّٰى مَنْ خَلْفَكُمْ قَالَ نَعَمْ فَقَامَ بَيْنَهُمَا وَجَعَلَ اَحَدَهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ رَكَعْنَا فَوَضَعْنَا اَيْدِيَنَا عَلٰى رُكَبِنَا فَضَرَبَ اَيْدِيَنَا

ثُمَّ طَبَّقَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جَعَلَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

علقمہ اور اسود کا بیان ہے کہ وہ دونوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے نماز ادا کر لی جو تمہارے پیچھے ہیں۔ وہ عرض گزار ہوئے: ہاں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان دونوں کے مابین کھڑے ہوئے ایک کو اپنی سیدھی جانب اور دوسرے کو الٹی جانب رکھا اس کے بعد ہم نے رکوع اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھا اس پر انہوں نے ہمارے ہاتھوں پر مارا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو ملایا پھر انہیں اپنی رانوں کے مابین رکھ دیا جس وقت نماز ادا کر لی تو فرمانے لگے کہ یونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ (جامع الاصول: ج: 5، ص: 405، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 831، مسند احمد: رقم الحدیث: 3733، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 91)

510-وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اسْتَاْذَنَ عَلْقَمَةُ وَالْاَسْوَدُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ كُنَّا اَطَلْنَا الْقُعُوْدَ عَلٰى بَابِهٖ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَاسْتَاْذَنَتْ لَهُمَا فَاَذِنَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

عبدالرحمٰن بن اسود اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ اور حضرت اسود نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اذن مانگا جبکہ ہم کافی دیر سے ان کے دروازہ کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ باندی باہر نکلی اور اس نے ان کے لئے اذن مانگا تو انہوں نے اذن عطا فرما دیا پھر انہوں نے قیام فرما کر میرے اور اس کے مابین نماز ادا کی (یعنی علقمہ اور میرے) پھر انہوں نے فرمایا: میں نے یونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔

(جامع الاصول: رقم الحدیث: 3853، سنن ابوداود: رقم الحدیث: 518، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 613)

مذاہب فقہاء

اگر ایک امام ہو اور دو مقتدی ہوں تو امام کے ساتھ مقتدیوں کے کھڑے ہونے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک اگر امام کے ساتھ دو مقتدی ہوں تو مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوں برخلاف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک مقتدی امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ (ثمرۃ الوردود: ج: 2، ص: 736)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: دو مقتدی ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں برابر کھڑے ہونا مکروہ تنزیہی ہے دو سے زائد کا امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 370)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: دو مقتدی ہوں تو ایک مرد اور ایک لڑکا تو دونوں پیچھے کھڑے ہوں۔

(عالمگیری: ج: 1، ص: 88)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی حنفی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کی حالت میں اس کے پاؤں کا گٹا امام کے گٹے

سے آگے نہ بڑھے۔

اسی احتیاط کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگر چہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں پھر بھی اگر امام کے داہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے تو حرج نہیں مگر دو سے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملتا نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جا سکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کوٹھری میں محبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں جماعت اقامت شعار کے لئے اور اعادہ رفع خلل کے واسطے۔

درمختار میں ہے: جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔

اسی میں مذکور ہے: اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج: 7، ص: 201 تا 202)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

امامت کا زیادہ مستحق کون؟

یہ باب امامت کے زیادہ مستحق ہونے والے شخص کے حکم میں ہے۔

511- عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَآءَۃِ سَوَاءً فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ سِلْمًا وَلَا یَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِیْ سُلْطَانِہٖ وَلَا یَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ عَلٰی تَکْرِمَتِہٖ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو امامت ایسا آدمی کرائے جو ان میں ساروں سے بڑھ کر کتاب اللہ پڑھتا ہو اور اگر وہ قرأت میں سارے مساوی ہیں تو ایسا شخص جو ان میں سنت کا زیادہ علم رکھنے والا ہے اور اگر وہ سنت میں سارے برابر ہیں تو وہ شخص جس نے پہلے ہجرت کی ہے اور اگر ہجرت میں سارے مساوی ہیں تو ان میں سے وہ جو بڑی عمر والا ہے۔ اور کوئی آدمی کسی مقرر کیے ہوئے امام کے ہوتے ہوئے امامت نہ کروائے اور کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر نہ بیٹھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 119، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 558، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 603، المنتقی: رقم الحدیث: 308، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 413، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 17353، جامع الاصول: ج: 5، ص:

574،جمع الجوامع:رقم الحدیث:1418)

512-وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَحَدُهُمْ وَاَحَقُّهُمْ بِالْاِمَامَةِ اَقْرَؤُهُمْ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ مُسْلِمٌ وَ النَّسَآئِیُّ .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تین اشخاص ہوں تو ان میں سے ایک انہیں امامت کروائے اور امامت کا سب سے مستحق وہ آدمی ہے جس کو قرآن مجید کا زیادہ علم ہو۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:رقم الحدیث:1047،احکام الشرعیۃ الکبری:ج:2،ص:118،سنن الکبری للنسائی:رقم الحدیث:857،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:2712،جامع الاصول:رقم الحدیث:3819،جمع الجوامع:رقم الحدیث:2723،سنن البیہقی:رقم الحدیث:4905،سنن النسائی:رقم الحدیث:774)

مذاہب فقہاء

فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ امامت کے لئے قاری کو مقدم کرنا چاہئے یا عالم دین کو۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاری کو مقدم کرنا چاہئے۔ (المغنی:ج:2،ص:5)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عالم دین کو مقدم کرنا چاہئے۔ (اکمال اکمال المعلم:ج:2،ص:332،ہدایہ مع فتح القدیر:ج:1،ص:301)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سب سے زیادہ مستحق امامت وہ شخص ہے جو نماز وطہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو اگر چہ باقی علوم میں پوری مہارت نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اتنا قرآن مجید یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فراشی سے بچتا ہو اس کے بعد وہ شخص جو تجوید کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو اگر کئی اشخاص ان باتوں میں مساوی ہوں تو وہ کہ جو زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام رہا شبہات سے بھی اجتناب کرتا ہو اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے پھر زیادہ خوبصورت پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو پھر زیادہ مالدار پھر زیادہ عزت والا پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں غرض چند شخص برابر ہوں تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے جس کے نام قرعہ نکلے وہ امامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولی کو امام بنایا تو برا کیا مگر گناہ گار نہ ہوئے۔

مزید لکھتے ہیں: امام معین ہی امامت کا حق دار ہے اگر چہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔

(درمختار:ج:2،ص:350تا354)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کسی کے مکان میں جماعت ہوئی اور صاحب خانہ میں اگر شرائط امامت پائے جائیں تو وہی امامت کے لئے اولیٰ ہے اگر چہ اور کوئی اس سے علم وغیرہ میں بہتر ہو ہاں افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے

بوجہ فضیلت علم کے کسی کو مقدم کرے کہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 83)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِمَامَةِ النِّسَآءِ

باب: عورتوں کی امامت کا بیان

یہ باب عورتوں کی امامت کے بیان میں ہے۔

513- عَنْ اُمِّ وَرَقَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِنَا اِلَى الشَّهِيْدَةِ فَنَزُوْرُهَا وَاَمَرَ اَنْ يُّؤَذَّنَ لَهَا وَيُقَامَ وَتَؤُمَّ اَهْلَ دَارِهَا فِي الْفَرَآئِضِ ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَاَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْفَرَآئِضِ ۔

حدیث مبارکہ: 513

حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو شہیدہ کے پاس لے کر چلو تا کہ ہم اس سے ملیں اور آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا تھا کہ ان کے واسطے اذان اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے گھر والوں کو فرائض میں امامت کروائے۔ (اتحاف الخیرہ المہرۃ: رقم الحدیث: 1109، مستدرک: رقم الحدیث: 730، جامع الاصول: ج: 5، ص: 583، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1768، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1676، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 7076)

514- وَعَنْ رَيْطَةَ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَمَّتْهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِيْ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ربطہ حنفیہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کروائی اور فرض نماز میں ان کے مابین قیام فرما ہوئیں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5086)

515- وَعَنْ حُجَيْرَةَ بِنْتِ حُصَيْنٍ قَالَتْ اَمَّتْنَا اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ فَقَامَتْ بَيْنَنَا ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت حجیر بنت حصین کا بیان ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نماز عصر کی امامت کروائی تو ہمارے مابین قیام فرما ہوئیں۔
(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1107، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1526، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4988، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5082)

مذاہب اربعہ

عورت کی امامت کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے جن کے مذاہب حسب ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: آیا عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما، عطاء، ثوری، اوزاعی، امام شافعی، اسحاق اور ابوثور سے روایت ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرائے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ غیر مستحب ہے۔ اصحاب الرائے (فقہاء احناف) نے اس کو مکروہ کہا ہے لیکن وہ اگر پڑھیں گے تو نماز ہو جائے گی۔ شعبی نخعی اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ نوافل میں عورتوں کا امامت کرانا جائز ہے فرائض میں جائز نہیں ہے۔ حضرت حسن بصری اور حضرت سلیمان بن یسار رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ عورت فرض نماز میں نہ امامت کرائے نہ ہی نفل میں کرائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عورت کسی آدمی کی کسی نماز میں امامت نہ کرے کیونکہ عورت کا اذان دینا مکروہ ہے۔ اور اذان کی تعریف یہ ہے کہ جماعت کی دعوت دینا اور جب اس کے لئے جماعت کی دعوت دینا مکروہ ہے تو جماعت کرانا بھی مکروہ ہے اور ہماری دلیل حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ ہے۔ (المغنی: ج:2، ص:17)

علامہ ابو الحسین علی بن حسین مرداوی حنبلی متوفی 885ھ لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کا مردوں کی امامت کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ (الانصاف: ج:2، ص:263)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ عورت کی امامت مطلقاً صحیح نہیں ہے مردوں کے لئے نہ عورتوں کے لئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عورت کسی صورت میں امام نہ بنے اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:1، ص:356)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف ابن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی 897ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک عورت کی امامت صحیح نہیں ہے اور جو شخص بھی عورت کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ اپنی نماز دہرائے خواہ وقت نکل جائے۔ (التاج والاکلیل: ج:2، ص:92)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اگر عورت مردوں کو نماز پڑھائے تو مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر عورت عورتوں کو نماز پڑھائے تو جمعہ کی نماز کے سوا یہ تمام نمازوں میں صحیح ہے اور جمعہ کی نماز میں دو قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ نماز نہیں ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی۔ (شرح المہذب: ج:4، ص:255)

حنفیہ کا مذہب

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: تنہاء عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ فعل حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں ہے اور وہ امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے جیسے برہنہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس لئے یہ فعل

مکروہ ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو جو عورت امام بنے وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا ابتداء اسلام پر محمول ہے۔(ہدایہ اولین،ص:123)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عورت کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح میں ہو۔ (درمختار،ج:1،ص:565)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔ (بہارشریعت،ج:1،ص:569)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِمَامَةِ الْاَعْمٰی

باب: نابینا شخص کی امامت کا بیان

یہ باب نابینا شخص کی امامت کے حکم میں ہے۔

516- عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهٗ وَهُوَ اَعْمٰی وَاَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى فَجَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ فَاَشَارَ اِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت محمود بن ربیع کا بیان ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو امامت کرواتے تھے اس حال میں کہ وہ نابینا تھے وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً اندھیرا اور پانی ہوا کرتا ہے جبکہ میں ایک نابینا آدمی ہوں پس یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں کسی جگہ پر نماز ادا فرمادیں جسے میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا نماز ادا کرنا کس جگہ پر پسند ہے۔ پس انہوں نے گھر میں جگہ کی جانب اشارہ کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر نماز ادا فرمائی۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ،ج:2،ص:59،سنن الکبریٰ للنسائی،رقم الحدیث:863،جامع الاصول،رقم الحدیث:3686،سنن البیہقی،رقم الحدیث:4804،صحیح البخاری،رقم الحدیث:627،مسند الصحابۃ،رقم الحدیث:667،معرفۃ السنن،رقم الحدیث:1546)

517- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَخْلَفَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ اَعْمٰی ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو امامت کروائیں جبکہ وہ نابینا تھے۔(اتحاف الخیرۃ المھرۃ،رقم الحدیث:1095،الآحاد والمثانی،رقم الحدیث:831،بلوغ المرام،رقم الحدیث:425،

جامع الاحادیث: رقم الحدیث:40716، جامع الاصول: رقم الحدیث:3826، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:503، سنن البیہقی الکبریٰ:4896، مسند احمد: رقم الحدیث:12530)

518-وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَخْلَفَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مدینہ منورہ پر مقرر فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا سکیں۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: جز:2، ص:91، بلوغ المرام: رقم الحدیث:426، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث:4456، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1549)

مذاہب فقہاء

• نابینا کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء حسب ذیل ہیں: علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے ہاں اس مسئلہ میں تین قول ہیں:

1-نابینا کی امامت بینا سے افضل ہے کیونکہ لہو ولعب اور دوسری ناجائز چیز کو نہ دیکھنے کی وجہ سے اس کا خشوع زیادہ کامل ہوتا ہے۔

2-نابینا سے بینا کی امامت افضل ہے کیونکہ بینا ہونے کے سبب وہ نجاستوں سے زیادہ احتراز کرتا ہے۔

3-دونوں مساوی ہیں۔ اور یہ تیسرا قول ہمارے اصحاب کے نزدیک زیادہ صحیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔

(شرح للنواوی: جز:1، ص:394)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 776ھ لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست کو نہیں دیکھ سکتا تا کہ اس سے بچ سکے اور کبھی وہ قبلہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اس کو پتہ نہیں چلتا۔ (غنیۃ المستملی: ص:479)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: نابینا چونکہ قبلہ کی سمت متعین نہیں کر سکتا اور نہ اپنے کپڑے کو نجاست سے بچا سکتا ہے اس لئے اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر اس سے افضل شخص نہ ملے تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

(مراقی الفلاح علیٰ ہامش الطحطاوی: ص:180)

علامہ علاؤالدین محمد بن حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار: جز:1، ص:523)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ

غلام کی امامت

یہ باب غلام کی امامت کے حکم میں ہے۔

519-عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَآءٍ قَبْلَ

مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے قبل مہاجرین اولین عصبہ جو قباء مقام پر ایک جگہ ہے وہاں تشریف لائے تو انہیں سالم جو ابوحذیفہ کے مولیٰ تھے امامت کرواتے تھے انہوں نے ان تمام میں زیادہ قرآن مجید پڑھا ہوا تھا۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1511، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 588، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 692)

520- وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَاْتُوْنَ عَآئِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَعْلَى الْوَادِيْ هُوَ وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرِمَةَ وَنَاسٌ كَثِيْرٌ فَيَؤُمُّهُمْ اَبُوْ عَمْرٍو مَوْلٰى عَآئِشَةَ وَ اَبُوْ عَمْرٍو غُلَامُهَا حِيْنَئِذٍ لَمْ يُعْتَقْ قَالَ وَكَانَ اِمَامَ بَنِيْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُرْوَةَ . رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ مَعْرِفَةِ السُّنَنِ وَالْاٰثَارِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت ابن ملیکہ کا بیان ہے کہ وہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تو وہ اور عبید بن عمیر، مسور بن مخرمہ اور کافی لوگ تو انہیں ابوعمر و مولیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امامت کرواتے تھے حالانکہ حضرت ابوعمرو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور وہ اس وقت آزاد بھی نہ ہوئے تھے۔ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا: اور وہ بنی محمد بن ابوبکر و عروہ کے امام بھی تھے۔ (جامع الاصول: ج: 5، ص: 528، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4900، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 3824، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1550)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت ابوذر، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اور تابعین میں سے حضرت حسن بصری، حضرت ابن سیرین، حضرت نخعی، حضرت شعبی، حضرت حکم اور فقہاء میں حضرت ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہم غلام کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ابومجلز نے غلام کی امامت کو مکروہ کہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آزاد لوگوں کو غلام نماز نہ پڑھائے ماسوا اس صورت کے کہ غلام قاری ہو اور آزاد لوگ قرأت پر قادر نہ ہوں البتہ جمعہ اور عید میں اس کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ اور عیدین اس پر واجب نہیں ہیں۔ ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگور کی مثل ہو۔'' جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشی غلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔
(شرح ابن بطال: ج: 2، ص: 382)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے۔ المبسوط میں مذکور ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے اور اس کے غیر کی امامت مستحب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد اس سے اولیٰ ہے کیونکہ بہت عظیم منصب ہے اور آزاد اس کے زیادہ لائق ہے جو غلام فقیہ ہو وہ امامت کے زیادہ لائق ہے کیونکہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام سالم، مسجد قباء میں مہاجرین اولین کی امامت کراتے تھے اور ان

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے کیونکہ ان کو ان سب سے زیادہ قرآن مجید حفظ تھا۔(شرح العینی:ج:5:ص:329)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: غلام کو امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ وہ احکام نماز کی تعلیم کے لئے فارغ نہیں ہوتا۔(ہدایہ اولین:ص:101)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِمَامَةِ الْجَالِسِ

باب: بیٹھ کر امامت کروانے کا بیان

یہ باب بیٹھ کر امامت کروانے کے بیان میں ہے۔

521- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآئَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ ۔ رَوَاهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کے اوپر سوار ہوئے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے جس کی وجہ سے سیدھے پہلو پر چوٹ پہنچ گئی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے ہوئے کسی نماز کو پڑھایا تو ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو ارشاد فرمایا: یقیناً امام صرف اس خاطر بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جس وقت وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو اس وقت تم بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور جس وقت وہ رکوع کرے تو اس وقت تم بھی رکوع کرو اور جس وقت وہ اٹھ کھڑا ہو تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جس وقت وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو اس وقت تم بھی سارے لوگ بیٹھ کر نماز پڑھو۔(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2308، صحیح مسلم: رقم الحدیث:901، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1237، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1614، موطا: رقم الحدیث:310، مسند احمد: رقم الحدیث:24250، سنن النسائی: رقم الحدیث:828، سنن الترمذی: رقم الحدیث:361، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:605، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث:4807)

522- وَعَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَّصَلّٰى وَرَآءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت بیمار ہونے میں نماز ادا فرمائی تو بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز کو پڑھا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا: وہ بیٹھ جائیں۔ پس جس وقت فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً امام کو اس خاطر بنایا جاتا ہے کہ تاکہ اس کی اقتداء کی جائے چنانچہ جس وقت وہ رکوع کرنے تو تم بھی رکوع کرو اور جس وقت وہ اٹھ کھڑے ہو تو اس وقت تم بھی اٹھ کھڑے ہو اور جس وقت وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اس وقت تم ربنا و لک الحمد کہو اور جس وقت وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم بھی اس وقت بیٹھ کر نماز ادا کرو۔ (مسند احمد: ج:6،ص:151، صحیح مسلم: رقم الحدیث:412، کتب الاثار: ج:3،ص:129، جامع المسانید: رقم الحدیث:7473، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2302، سنن الترمذی: رقم الحدیث:361، سنن النسائی: رقم الحدیث:828، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:2،ص:325)

523-وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا اَلَا تُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَتْ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ قَالَتْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ قَالَتْ فَصَلّٰى بِهِمْ اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَاَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا يَتَاَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ قَآئِمٌ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَآئِشَةُ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ حَدِيْثَهَا عَلَيْهِ فَمَآ اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: کیا مجھے آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال کی کیفیت کو بتائیں گی؟ اس پر انہوں نے فرمایا: ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض جس وقت

متعدی ہو گیا تو ارشاد فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: نہیں یارسول اللہ ﷺ! وہ تو آپ ﷺ کے منتظر ہیں۔ ارشاد فرمایا: میری خاطر ٹب کے اندر پانی رکھ دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے پانی کو رکھ دیا چنانچہ آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بڑی دقت کے ساتھ اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ پر غشی کا عالم ہو گیا جس وقت افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: نہیں یارسول اللہ ﷺ! وہ تو آپ ﷺ کے منتظر ہیں؟ ارشاد فرمایا: میری خاطر ٹب کے اندر پانی رکھ دو آپ ﷺ پھر بیٹھ گئے پھر بڑی دقت کے ساتھ اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کے اوپر غشی کا عالم ہو گیا جس وقت کچھ طبیعت درست ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: نہیں یارسول اللہ ﷺ! وہ تو آپ ﷺ کے منتظر ہیں۔ ارشاد فرمایا: میری خاطر ٹب کے اندر پانی رکھ دو پس آپ ﷺ بیٹھ گئے اس کے بعد بڑی دقت کے ساتھ اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کے اوپر غشی کا عالم ہو گیا۔ جس وقت طبیعت میں کچھ صحت آئی تو ارشاد فرمایا: کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: نہیں یارسول اللہ ﷺ! وہ تو آپ ﷺ کے منتظر ہیں۔ اور لوگ ابھی مسجد میں رکے ہوئے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز عشاء کے منتظر تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب پیغام بھجوایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو ان کے پاس پیغام دینے والے نے آ کر کہا: یقیناً رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ وہ رقیق القلب تھے۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: آپ ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی طبیعت کے اندر کچھ تندرستی کو پایا تو آپ ﷺ دو اشخاص کے مابین نماز ظہر کی خاطر باہر تشریف لائے ان میں سے ایک تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے چنانچہ جس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہونے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا: پیچھے کو مت ہٹو۔ ارشاد فرمایا: تم دونوں مجھے اس کے پہلو میں بٹھا دو تو انہوں نے آپ ﷺ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ راوی نے فرمایا: پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا فرمانے لگ گئے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگ گئے اس حال میں کہ نبی کریم ﷺ جلوہ فگن تھے۔ عبید اللہ نے کہا کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں کہا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو رسول اللہ ﷺ کے مرض کے دنوں میں مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی۔ کہا: ہاں۔ چنانچہ میں نے ان کے روبرو ان کی حدیث سنائی تو انہوں نے اس میں سے کسی بات کا بھی انکار نہ فرمایا ماسوا اس کے کہ انہوں نے فرمایا: کیا انہوں نے اس شخص کا نام بتایا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی معیت تھے۔ میں عرض گزار ہوا: نہیں۔ تو ارشاد فرمایا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6602، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 911، سنن النسائی: رقم الحدیث: 834، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 7084، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1618، مسند احمد: جز: 6، ص: 251، دلائل النبوۃ للبیہقی: جز: 7، ص: 191، سنن البیہقی: جز: 3، ص: 81، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 2، ص: 233)

مذاہب فقہاء

جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے یا بیٹھ کر نماز پڑھیں گے اس بارے میں فقہاء کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جب امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں جس طرح کہ اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اس کے لئے صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ مسلم کی حدیث میں صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تکبیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (شرح للنواوی: جز: 1 ص: 177)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی مصری متوفی 321ھ لکھتے ہیں: اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور یہ امام کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھتے پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس جگہ قرأت ختم کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے قرأت شروع کی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرأت منقطع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت شروع کر دی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت نہ کرتے کیونکہ یہ وہ نماز تھی جس میں جہراً قرأت کی جاتی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ ہوتا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرأت کہاں ختم کی ہے اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اس کا علم ہوتا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ جہری نماز تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں جہراً قرأت کی تھی اور سارے لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ اس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امام تھے۔ نظر صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر مقتدی کو عذر نہ ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوگا کیونکہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز مقتدی پر فرض ہو وہ امام کی نماز میں داخل ہونے سے اس سے ساقط نہیں ہوتی جب مقیم مثلاً ظہر کی نماز مسافر امام کی اقتداء میں پڑھے تو اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض ہے اور مسافر امام دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور اس کی اقتداء کرنے سے مقیم پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دو رکعت نماز اور پڑھے اور اس پر جو چار رکعت

نماز ظہر فرض تھی اس کو پورا کرے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مقتدی پر جو چیز فرض تھی وہ امام کی اقتداء کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی پس جو مقتدی تندرست ہو اس پر نماز میں قیام فرض ہے اور بیمار امام جو قیام پر قادر نہ ہو اس کی اقتداء کرنے کی وجہ سے تندرست مقتدی سے نماز میں قیام ساقط نہیں ہوگا جیسے نبی کریم ﷺ مریض تھے اور آپ ﷺ قیام پر قادر نہ تھے تو آپ ﷺ کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے نمازیوں سے قیام ساقط نہیں ہوا رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور باقی نمازیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1 ص: 524 تا 525)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس کی شرح میں راقم ہیں:

اس قاعدہ پر سب کا اتفاق ہے کہ جب مقتدی امام کی نماز میں داخل ہو تو جو چیز اس پر پہلے فرض نہ ہو تو امام کی نماز میں داخل ہونے سے وہ چیز اس پر فرض ہو جاتی ہے جیسے مسافر مثلاً مقیم امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھے تو پہلے اس پر چار رکعت نماز پڑھنی فرض نہیں تھی مگر اب مقیم امام کی اقتداء کرنے کی وجہ سے اس پر بھی چار رکعت پڑھنا فرض ہوگئی۔ اس طرح جو چیز اس پر پہلے فرض تھی اب امام کی اقتداء سے وہ فرض اس سے ساقط نہیں ہوگا۔ مثلاً مقیم نے مسافر امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی تو پہلے اس پر چار رکعت نماز فرض تھی اور مسافر امام نے دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدی سے دو رکعت پڑھنے کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی اسی طرح جب صحت مند شخص بیمار کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو امام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صحت مند شخص سے قیام کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار: ج: 4 ص: 15)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْمُفْتَرِضِ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ

باب: فرض پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا بیان

یہ باب فرض پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

524- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى قَوْمِهٖ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلٰوةَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔ وزاد عبد الرزاق والشافعی وَالطَّحَاوِيُّ والدَّارُقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ هِيَ لَهٗ تَطَوُّعٌ وَّلَهُمْ فَرِيْضَةٌ ۔ وَفِيْ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ كَلَامٌ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نماز عشاء رسول اللہ ﷺ کی معیت ادا فرمائی تھی اس کے بعد اپنی قوم کی جانب پلٹ جاتے تو انہیں بھی اس نماز کو پڑھاتے تھے۔ اور امام بیہقی کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے لئے نفل ہو جاتی اور ان کے واسطے فرض ہو جاتی تھی۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1918، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 465، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2318، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 583، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 986، سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 790، مسند الطیالسی:

رقم الحدیث:1728،سنن الکبریٰ:رقم الحدیث:1674،مسند احمد:رقم الحدیث:14190)

مذاہب فقہاء

فرض پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ہمارے اکثر اصحاب کا یہی مختار ہے۔ زہری، امام مالک اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے کیونکہ حدیث میں ہے: امام اس لئے بنایا جاتا ہے اس کی اقتداء کی جائے۔ اور اس لئے کہ مقتدی کی نماز امام کی نیت سے ادا کی جاتی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز جائز ہے۔

(المغنی:ج:2،ص:437)

شافعیہ کا مذہب

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی فرض نماز کی نیت کرتے تھے اور بعد میں اپنی قوم کو جو امامت کراتے تھے اس میں نفل کی نیت کرتے تھے۔ (فتح الباری:ج:2،ص:295)

حنفیہ کا مذہب

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے وہ ازخود یہ عمل کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایسا نہیں کرتے تھے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی کا بیان ہے کہ بنوسلمہ کے ایک آدمی جن کا نام سلیم تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: ہم دن بھر کام کرتے رہتے ہیں پھر شام کو ہمارے پاس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آتے ہیں پھر اذان دیتے ہیں اور لمبی نماز پڑھتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ بن جبل! بہت فتنہ ڈالنے والے نہ ہو یا تو صرف میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ دو کاموں میں سے ایک کام کریں یا صرف میرے ساتھ نماز عشاء پڑھیں یا صرف اپنی قوم کو نماز پڑھائیں اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نماز پڑھنے کے بعد جو اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں پڑھاتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا تھا۔ اگر بالفرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا ہو کہ تم میرے ساتھ عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو عشاء کی فرض نماز پڑھاؤ تو یہ ابتداء کی بات ہے جب ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھا جاتا تھا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا اور یہ عمل منسوخ ہو گیا۔

(شرح معانی الآثار:ج:1،ص:528)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے اس کے پانچ محامل ہیں:

1- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نفل پڑھتے تھے اور ان کی قوم فرض پڑھتی تھی یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کیا ہے اور حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ ان کی نماز نفل تھی اور ان کی قوم کی نماز فرض تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول غیب کی خبر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نیت کی کسی نے خبر دی اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر دوسروں کو فرض کی امامت کیسے کرا سکتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی تمام مساجد کے ائمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض چھوڑ کر اپنی اپنی مساجد میں فرض نماز پڑھاتے تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کر کے وہاں نماز پڑھانے سے فضیلت حاصل ہوتی تھی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سے زیادہ فضیلت حاصل ہوتی تھی کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھ کر پھر اپنی قوم کو عشاء کے فرض پڑھاتے تھے۔

2- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دن کی نمازیں پڑھتے تھے اور ان سے رات کی نماز رہ جاتی تھی کیونکہ ان کی قوم دن میں کام کرتی تھی اور راوی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو وقتوں کی نماز کی خبر دی ہے نہ کہ ایک وقت کی نماز کی۔

3- اس حدیث میں صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کا ذکر ہے اس نماز کی کیفیت کا ذکر نہیں ہے اس لئے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

4- حدیث میں ہے کہ امام صرف اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور رکوع، سجود وغیرہ ارکان میں امام کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور سب سے بڑا رکن نماز کی نیت ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جو امام تھے وہ عشاء کی نفل کی نیت کریں اور ان کے مقتدی عشاء کے فرض کی نیت کریں یہ نماز اس وقت صحیح ہو سکتی تھی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کے فرض پڑھانے کی نیت کریں۔

5- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام ضامن ہے۔ یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا۔ (عارضۃ الاحوذی: ج:3،ص:55 تا 56)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْمُتَوَضِّیْ خَلْفَ الْمُتَيَمِّمِ

باب: باوضو آدمی کی تیمم والے کے پیچھے نماز کا بیان

یہ باب باوضو آدمی کے تیمم والے کے پیچھے نماز کے حکم میں ہے۔

525- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَلَمْتُ فِیْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِیْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ

فَاَشْفَقْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ فَاَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِاَصْحَابِي الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِاَصْحَابِكَ وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الْاِغْتِسَالِ وَقُلْتُ اِنِّي سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ .

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل کے موقع پر ٹھنڈی رات میں احتلام ہو گیا چنانچہ مجھے خوف ہوا کہ اگر میں غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا سو میں نے تیمم کیا اور اپنے رفقاء کو نماز صبح پڑھائی اس کا ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! تم نے اپنے رفقاء کو حالت جنابت میں نماز پڑھا دی؟ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بتایا جس بات نے مجھ کو غسل کرنے سے روک دیا تھا اور میں کہنے لگا کہ میں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان مقدس کو سنا ہے: اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر مہربان ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے۔ اور کچھ بھی نہ ارشاد فرمایا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1 ص: 538، مستدرک: رقم الحدیث: 629، جامع الاصول: رقم الحدیث: 5297، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 283، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1011، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 693، کنز العمال: رقم الحدیث: 27563، مسند احمد: رقم الحدیث: 17144)

مذاہب فقہاء

ائمہ اربعہ کے نزدیک تیمم والے کے پیچھے باوضو شخص اقتدا کر سکتا ہے۔

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جس نے وضو کیا ہے تیمم والے کی اور پاؤں دھونے والا موزوں پر مسح کرنے والے کی اور اعضائے وضو کا دھونے والا پٹی پر مسح کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (عالمگیری: ج: 1 ص: 84)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى كَرَاهَةِ تَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ

باب: ان روایات کا بیان جن سے مسجد میں دوبارہ جماعت کروانے کی کراہت پر استدلال کیا گیا

526- عَنْ اَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِي الْمَدِيْنَةِ يُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا فَمَالَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَجَمَعَ اَهْلَهٗ فَصَلّٰى بِهِمْ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے مضافات میں جلوہ افروز ہوئے نماز پڑھنا چاہتے تھے تو لوگوں کو اس حالت میں پایا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی تھی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کی جانب پلٹ گئے اور اپنے گھر والوں کو جمع

فرما کرانہیں نماز پڑھادی۔(الکامل لابن عدی:ج:6،ص:2398،مجمع الزوائد:ج:2،ص:45،تمام المنۃ:ص:155)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔انشاءاللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ جَوَازِ تَکْرَارِ الْجَمَاعَةِ فِیْ مَسْجِدٍ

باب:وہ روایات جوایک مسجد میں دوبار جماعت کے جواز کے متعلق وارد ہوئیں

527- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّتَصَدَّقُ عَلٰی ذَا فَیُصَلِّیْ مَعَهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَصَلّٰی مَعَهٗ .

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ .

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھادی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کی معیت نماز ادا کرے تو قوم میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا تو اس نے اس کی معیت نماز ادا کی۔(مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:7096،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:3437،سنن الصغیر للبیہقی:ج:1،ص:487،مسند احمد:ج:3،ص:45،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:574)

528-وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ وَصَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ یُصَلِّیْ وَحْدَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّتَّجِرُ عَلٰی هٰذَا فَیُصَلِّیْ مَعَهٗ ۔ اَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اس حال میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمالی تھی وہ کھڑے ہو کر تنہا ہی نماز پڑھنے لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اس کے ساتھ تجارت کون کرے گا کہ اس کی معیت نماز ادا کرے۔

(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:3426،مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:7093،احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:155،معجم الاوسط:رقم الحدیث:7286،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:24159،جمع الجوامع:رقم الحدیث:2452،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:4792،سنن دارقطنی:رقم الحدیث:1091)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:جماعت ثانیہ میں فقہاء کا اختلاف ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت ثانیہ کرائی۔عطاء اور حسن کا بھی یہی قول ہے۔امام احمد،اسحاق اور اشہب کا بھی یہی موقف ہے۔ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس مسجد میں ایک بار جماعت ہو چکی ہے اس میں دوبارہ جماعت نہ کرائی جائے۔امام مالک،اوزاعی،امام ابوحنیفہ اور امام شافعی علیہم الرحمہ کا بھی یہی قول ہے۔بعض علماء نے کہا ہے کہ ان ائمہ نے جماعت ثانیہ کو اس لئے ناپسند کیا ہے تا کہ امت کی وحدت نہ ٹوٹے اور اہل

بدعت کو جماعت کی مخالفت کرنے کا موقع نہ ملے۔امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب مسجد راستہ میں ہو اور اس کا امام مقرر نہ ہو تو اس میں لوگ متعدد جماعتیں کرا سکتے ہیں۔امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے۔(شرح المہذب:ج:5،ص:242)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:مسجد میں جماعت کا تکرار مکروہ ہے مگر اس مسجد میں جماعت کا تکرار نہیں ہے جو راستہ میں ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(درمختار:ج:2،ص:58)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:اذان اور اقامت کے ساتھ محلّہ کی مسجد میں جماعت کی تکرار مکروہ تحریمی ہے۔راستہ کی مسجد میں مکروہ نہیں ہے یا اس مسجد میں جس میں امام اور مؤذن مقرر نہ ہو یا اس صورت میں جب محلّہ کی مسجد میں غیر اہل نے نماز پڑھائی ہو یا اہل نے نماز پڑھائی ہو۔لیکن بلند آواز سے اذان نہ دی ہو یا محلّہ کی مسجد میں اذان اور اقامت کے بغیر جماعت ثانیہ کرائی جائے یا راستہ کی مسجد میں یا اس مسجد میں جس میں مؤذن اور امام مقرر نہ ہوں اور اس میں لوگ گروہ در گروہ نماز پڑھتے ہوں ان تمام صورتوں میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے اور راستہ کی مسجد میں افضل یہ ہے کہ ہر گروہ الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھے اور محلّہ کی مسجد سے مراد یہ ہے کہ اس مسجد کے مؤذن اور امام معلوم اور معین ہوں۔(درمختار وردالمحتار:ج:2،ص:245تا246)

صدقہ فرمانے سے مراد

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:صدقہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی اس کے ساتھ نیکی کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے تا کہ اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گویا کہ اس نے اس آدمی کو صدقہ عطا کیا۔اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی آدمی کو نیکی کی ترغیب دینا صدقہ ہے۔المظہر نے کہا:آپ نے اس کو صدقہ اس لئے فرمایا:اگر وہ آدمی تنہا نماز پڑھتا تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا اب جبکہ اس کی وجہ سے اس آدمی نے اس کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز پڑھی تو اس کو ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا گویا کہ یہ آدمی اس پر چھبیس نمازوں کا صدقہ کرے گا۔(مرقات:ج:3،ص:225)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْمُنْفَرِدِ خَلْفَ الصَّفِّ

باب:صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے والے کی نماز کا بیان

یہ باب صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے والے کی نماز کے حکم میں ہے۔

529-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيْمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمِّي اُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا .رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اور ایک یتیم نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں اپنے گھر پر نماز ادا کی اور میری والدہ محترمہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔(سنن الکبریٰ للنسائی،رقم الحدیث:941،معجم الکبیر،رقم الحدیث:4679،الموطا

ج:1،ص:272،سنن النسائی:رقم الحدیث:859،مسند ابی عوانہ:رقم الحدیث:1515،مسند احمد:رقم الحدیث:11638،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:694)

530- وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ انْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب پہنچے کہ آپ ﷺ حالت رکوع کے اندر تھے چنانچہ انہوں نے صف میں مل جانے سے قبل ہی رکوع کرلیا یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری حرص کو مزید بڑھائے آئندہ اس طرح نہ کرنا۔ (سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:684،مسند البزار:رقم الحدیث:3651،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2195،معجم الصغیر:رقم الحدیث:1030،سنن النسائی:رقم الحدیث:870،سنن الکبریٰ:رقم الحدیث:943،مسند الطیالسی:رقم الحدیث:876،مسند احمد:رقم الحدیث:20405،مسند الطحاوی:رقم الحدیث:7001،المنتقی:رقم الحدیث:318)

531-وَعَنْ وَّابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رجلًا یُّصَلِّیْ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَہٗ فَاَمَرَ اَنْ یُّعِیْدَ الصَّلٰوۃَ ۔ رَوَاہُ الْخَمْسَۃُ اِلَّا النَّسَائِیَّ وَحَسَّنَہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ ۔

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اکیلے صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اسے آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا: وہ نماز کو دہرائے۔ (معجم الکبیر:ج:2،ص:141،سنن البیہقی الصغریٰ:ج:1،ص:309،سنن ابن ماجہ:ج:1،ص:321،سنن البیہقی الکبریٰ:ج:3،ص:104،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:682،سنن الترمذی:رقم الحدیث:231،مسند احمد:ج:4،ص:228)

532- وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ شَیْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یُّصَلِّیْ خَلْفَ الصَّفِّ فَوَقَفَ حَتّٰی انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ لَہُ اسْتَقْبِلْ صَلٰوتَکَ فَلَا صَلٰوۃَ لِمُنْفَرِدٍ خَلْفَ الصَّفِّ ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ وہ تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ رک گئے حتیٰ کہ اس شخص نے فراغت پالی تو اسے ارشاد فرمایا: اپنی نماز کو دہراؤ کیونکہ تنہا صف کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ (بلوغ المرام:رقم الحدیث:421،الآحاد والمثانی:رقم الحدیث:1678،احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:179،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:40651،جمع الجوامع:رقم الحدیث:70،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:993،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:4995)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جو شخص صف تک پہنچنے سے قبل رکوع کرلے اس کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے صف تک پہنچنے سے قبل رکوع کیا اور حالت رکوع میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے۔ سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، ابوسلمہ اور عطاء نے بھی اسی طرح کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم آؤ اور امام رکوع میں ہو اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے تم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیئے تو تم نے جماعت کو پا

لیا۔

امام مالک اور لیث نے کہا: اگر کوئی آدمی تنہا صف تک پہنچنے سے قبل رکوع کر لے اور چلتا ہوا صف تک پہنچے تو اگر وہ صف کے قریب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک آدمی تنہا صف تک پہنچنے سے قبل رکوع کر لے اور پھر آگے جائے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ایک جماعت ایسا کرے تو پھر مکروہ نہیں ہے اس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے فرمایا: امام مالک فقہاء احناف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: جو شخص تنہا صف تک پہنچنے سے قبل نماز نہ پڑھے اس کی نماز جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ کسی آدمی کو اپنی طرف نہ کھینچے۔ امام اوزاعی، امام احمد، اسحاق اور اہل ظاہر نے کہا: اگر ایک آدمی نے تنہا صف تک پہنچنے سے قبل رکوع کر لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص کو زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ پس اس میں یہ دلیل ہے کہ ان کی نماز صحیح نہ تھی۔ (شرح ابن بطال: ج: 2، ص: 475 تا 476)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی 321ھ فرماتے ہیں:

ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے یہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 514)

علامہ ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی متوفی 388ھ لکھتے ہیں: حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اکیلے آدمی کی صف کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ نماز کا ایک جز جب صف کے پیچھے جائز ہے تو پوری نماز بھی جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا: تم دوبارہ ایسا نہ کرنا اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مستقبل میں افضل طریقہ سے نماز پڑھنے کی ہدایت دی ہے اور اگر یہ نماز جائز نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی تھے اور ان کے پیچھے صرف ایک بوڑھی عورت تھی جو تنہا کھڑی تھی اور اس مسئلہ میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے اور حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز دہرانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا وہ بہ طور وجوب نہیں تھا بلکہ بہ طور استحباب تھا۔ زہری اور اوزاعی یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی آدمی صف تک پہنچنے سے قبل رکوع کر لے تو اگر وہ صف کے قریب ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر صف سے بعید ہے تو پھر اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ (معالم التنزیل: ج: 1، ص: 160 تا 161)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مقتدی کو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے جبکہ صف میں جگہ موجود ہو اور اگر صف میں جگہ نہ ہو تو حرج نہیں اور اگر کسی کو صف میں سے کھینچ لے اور اس کے ساتھ کھڑا ہو تو یہ بہتر ہے مگر یہ خیال رہے کہ جس کو کھینچے وہ اس مسئلہ سے واقف ہو کہ کہیں اس کے کھینچنے سے اپنی نماز نہ توڑ دے۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 107)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ مَالَا يَجُوْزُ فِى الصَّلٰوةِ وَمَا يُبَاحُ فِيْهَا

ان کا بیان جو چیزیں نماز میں جائز نہیں اور ان کا بیان جو چیزیں نماز میں جائز ہیں

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَسْوِيَةِ التُّرَابِ وَمَسْحِ الْحِصٰى فِى الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں مٹی کو برابر کرنا اور کنکریوں کو چھونے کی نہی کا بیان

یہ باب نماز میں مٹی کو برابر کرنے اور کنکریوں کو چھونے کی نہی کے حکم میں ہے۔

533- عَنْ مُعَيْقِيْبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِى الرَّجُلِ يُسَوِّى التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو سجدہ کرتے وقت مٹی کو برابر کرتا ہے کہ اگر تم یونہی کرنے کا ارادہ کرو تو صرف ایک بار (کرلو) (معجم الکبیر: ج:20،ص:351،سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1،ص:385،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:946،سنن النسائی: رقم الحدیث:1192،صحیح مسلم: رقم الحدیث:1199،سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1026،مسند الطیالسی: رقم الحدیث:1187،مشکل الآثار: رقم الحدیث:1431،مسند احمد: رقم الحدیث:15509،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:895)

534- وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ ۔ رَوَاهُ الاربعة وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو کنکریوں کو مس نہ کرے کیونکہ اس کی طرف رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ (سنن الترمذی: ج:2،ص:130،سنن النسائی: ج:4،ص:425،شرح السنۃ: ج:1،ص:165،صحیح ابن حبان: ج:6،ص:49،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:946،سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1026،مسند احمد: ج:3،ص:426)

535- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسْحِ الْحَصَا فَقَالَ وَاحِدَةً وَّلَاَنْ تُمْسِكَ عَنْهَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ مِّائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا سُوْدُ الْحَدَقِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کنکریوں کو چھونے کے متعلق دریافت کیا تو ارشاد

فرمایا: صرف ایک بار اور اس سے بھی رک جانا تمہارے واسطے سو اونٹنیوں سے بہتر ہے جو تمام کی تمام سیاہ آنکھوں والی ہوں۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث 1424، الموطا: ج: 1، ص: 226، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 18248، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3697، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 71، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3364، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1433، کنز العمال: رقم الحدیث: 20040)

مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ حدیث معیقیب رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں سجدہ کی جگہ سے نماز میں ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم نے یہ رخصت دی ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نماز میں اس طرح کرتے تھے۔ فقہاء تابعین میں ابراہیم نخعی اور ابو صالح کا یہی قول ہے۔

علامہ خطابی نے معالم سنن میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری نے اور بعد کے علماء نے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی کراہت میں علماء کا اتفاق ہے کیونکہ یہ تواضع کے خلاف ہے اور نمازی کی نماز سے توجہ ہٹانے کا سبب ہے۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس کی کراہت پر اتفاق نہیں ہے کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور نماز میں ایسا کرتے تھے اور تلویح میں مذکور ہے کہ متقدمین کی ایک جماعت اپنے سجدہ کی جگہ پر ایک بار کنکریوں پر ہاتھ پھیر کر ہٹاتی تھی اور ایک مرتبہ سے زیادہ کو وہ مکروہ کہتے تھے اور اہل ظاہر ایک مرتبہ سے زیادہ ہاتھ پھیرنے کو حرام کہتے ہیں۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے اور اس کو ترک کرنا افضل ہے لیکن نماز شروع کرنے سے قبل سجدہ کی جگہ کو صاف کرلے۔ (شرح العینی: ج: 7، ص: 416)

علامہ ابن حزم ظاہری متوفی 405ھ لکھتے ہیں: نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے۔ (المحلی: ج: 4، ص: 7)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: کنکریاں ہٹانا مکروہ تحریمی ہے مگر جس وقت کہ پورے طور پر بروجہ سنت سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے اور بچنا بہتر ہے اور اگر بغیر ہٹائے واجب ادا نہ ہوتا ہو ہٹانا واجب ہے اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 493)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّخَصُّرِ

باب: کمر پر ہاتھ رکھنے کا بیان

یہ باب کمر پر ہاتھ رکھنے کے حکم میں ہے۔

536- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّصَلِّیَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روکا ہے کہ آدمی پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز ادا فرمائے۔

(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:301، اللؤلؤ والمرجان: ج:1،ص:165، مستدرک: رقم الحدیث: 974، بلوغ المرام: رقم الحدیث:238، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:42613، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:3378، سنن الترمذی: رقم الحدیث:349، سنن داری: رقم الحدیث:1428)

مذاہب فقہاء

ائمہ اربعہ کے نزدیک کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

علامہ عبدالرحمان الجزیری لکھتے ہیں: ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ج:1،ص:284)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی کمر پر ہاتھ رکھنا نہ چاہیے۔ (درمختار: ج:2،ص:494)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِی النَّهْیِ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی نہی کا بیان

یہ باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی نہی کے متعلق ہے۔

537- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ یَّخْتَلِسُهُ الشَّیْطٰنُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے اندر ادھر ادھر التفات کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تو جھپٹ مارنا ہے شیطان بندہ کی نماز سے جھپٹ مار لیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 910، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:1119، شرح السنۃ: رقم الحدیث:732، مسند احمد: رقم الحدیث:24746، سنن النسائی: رقم الحدیث:1195، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2287، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:484، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث:4634، سنن الترمذی: رقم الحدیث:590)

538- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِی الصَّلَاةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِی الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِی التَّطَوُّعِ لَا فِی الْفَرِیْضَةِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهٗ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے بچو کیونکہ

نماز میں ادھر ادھر التفات کرنا ہلاکت کا باعث ہے۔ اگر ضرورت ہو تو نفل میں فرض میں نہیں۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 589، معجم الاوسط: جز: 6، ص: 124، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 856، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 244، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 25836، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3707، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 765، کنز العمال: رقم الحدیث: 19981)

539- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْحَظُ فِي الصَّلٰوةِ يَمِينًا وَّشِمَالًا وَّلَا يَلْوِيْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ. رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اندر دائیں بائیں دیکھا کرتے تھے اور اپنی پشت انور کے پیچھے گردن مقدس موڑا نہ کرتے تھے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 311، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 529، مستدرک: رقم الحدیث: 864، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3706، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2084، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 536، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1885، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1186)

نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ابن بزیزہ نے کہا ہے کہ اس کو شیطان کا اچکنا اس لئے کہتے ہیں کہ نماز کے اتنے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ منقطع ہو جاتی ہے پھر اس پر اجماع ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے بعض شوافع نے کہا: یہ حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی نے لکھا ہے کہ جو التفات مکروہ ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ نمازی اپنی گردن کو موڑے حتیٰ کہ وہ سمت قبلہ سے نکل جائے اور وہ اپنے جسم کے بعض حصہ سے قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب منحرف ہو جائے اور اگر وہ اپنے تمام بدن کے ساتھ قبلہ سے منحرف ہو جائے تو پھر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس نے گردن کو موڑے بغیر اپنی آنکھوں کی طرف سے دائیں یا بائیں جانب دیکھا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔(شرح العینی: ج: 3، ص: 455)

اچکنے لینے کا معنیٰ

علامہ شرف الدین محمد بن عبداللہ طیبی متوفی 743ھ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص نماز میں ادھر ادھر التفات کرتا ہے اس کی نماز سے خشوع نکل جاتا ہے اس وجہ سے اس کو شیطان کا اچکنا کہتے ہیں کیونکہ یہ قبیح اور برا کام ہے یا اس لئے کہ نمازی اس وقت اپنے رب تعالیٰ سے مناجات میں مستغرق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور شیطان اس کی جانب گھات لگائے ہوتا ہے کہ کب اس کو موقع ملے پس جب نمازی ادھر ادھر متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو غنیمت جانتا ہے اور اس کی نماز سے اتنا حصہ اچک لیتا ہے یعنی اتنے حصہ میں اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا۔ اچکنے کا معنیٰ یہ ہے کہ جب نمازی دائیں بائیں سینہ موڑے بغیر دیکھتا ہے تو اس وقت اس کی نماز میں خشوع نہیں رہتا جو نماز میں مطلوب ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (المومنون: 2)

وہ لوگ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔

اس سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن کامل نہیں ہوتی اور اگر قبلہ سے اس کا سینہ پھر جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔
(الکاشف عن حقائق السنن: ج:2، ص:399)

نماز مکروہ تحریمی کب ہوگی؟

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: (نماز میں) ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھیوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:626)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ قَتْلِ الْاَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں دو سیاہ چیزوں کو مارنا

یہ باب نماز میں دو کالی چیزوں کو مارنے کے حکم میں ہے۔

540- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں دو سیاہ چیزوں سانپ اور بچھو کو مار دو۔ (سنن دارمی: ج:1، ص:423، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 786، سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1، ص:526، صحیح ابن حبان: ج:6، ص:116، سنن الترمذی: ج:2، ص:147)

سانپ اور بچھو کو مارنے کا حکم

سانپ اور بچھو کو مارنا اس وقت جائز ہے جب وہ سامنے سے گزرے اور ایذاء دینے کا خوف ہو ورنہ مکروہ ہے۔

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سانپ، بچھو کو نماز میں مارنا اس وقت مباح ہے کہ سامنے سے گزرے اور ایذاء دینے اک خوف ہو اور اگر تکلیف پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔

سانپ، بچھو مارنے سے نماز نہیں جاتی جبکہ نہ تین قدم چلنا پڑے نہ تین ضرب کی حاجت ہو ورنہ جاتی رہے گی مگر مارنے کی اجازت ہے اگرچہ نماز فاسد ہو جائے۔ (عالمگیری: ج:1، ص:103)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ السَّدْلِ

باب: کپڑے کولٹکانے کی نہی کا بیان

یہ باب کپڑے کولٹکانے کی نہی کے متعلق ہے۔

541- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنْ يُّغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے اور آدمی کے اپنا منہ ڈھانپنے سے روکا ہے۔(مستدرک: ج:1 ص:384، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2 ص:242، معجم الاوسط: ج:2 ص:70، شرح السنۃ: ج:1 ص:388، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:548)

مذاہب فقہاء

نماز میں کپڑا لٹکانا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک صرف نماز میں مکروہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً نماز اور خارج نماز میں مکروہ ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں مطلقاً کراہت نہیں یہی مذہب عطاء، حسن اور ابن سیرین وغیرہ کا ہے۔(عمدۃ الودود: ج:3 ص:53)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔(عالمگیری: ج:1 ص:105)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔(درمختار و ردالمحتار: ج:2 ص:488)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ يُّصَلِّيْ وَرَأْسُهٗ مَعْقُوْصٌ

باب: گوندھے ہوئے سر کے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے والے کا بیان

یہ باب گوندھے ہوئے سر کے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے والے کے حکم میں ہے۔

542- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ لَّا اَكُفُّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم فرمایا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور بال اور کپڑے کو نہ سمیٹا کروں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 889، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1092، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 883، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 490، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 634، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 273، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10858، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 2389، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1923)

543- وَعَنْ كُرَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَاْسُهُ مَعْقُوْصٌ مِنْ وَرَآئِهِ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَرَاْسِي فَقَالَ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوْفٌ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز ادا فرما رہے ہیں جبکہ ان کے سر کے بال پیچھے کی جانب بندھ رکھے تھے۔ چنانچہ کھڑے ہو کر ان کو کھولنے لگ گئے جب انہوں نے فراغت پائی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ آپ میرے بالوں کے ساتھ کیا کرنے لگ گئے تھے اس پر انہوں نے کہا کہ یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی مثال اس آدمی کی مانند ہے جو یوں نماز پڑھا کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ گردن کے پیچھے بندھے ہوئے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 552، معجم الکبیر: ج: 11، ص: 413، سنن دارمی: ج: 1، ص: 371، سنن النسائی: ج: 4، ص: 292، سنن الکبری: ج: 2، ص: 108)

مذاہب فقہاء

عقص کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے بالوں کو بجائے ارسال کے سر کے پیچھے ان کا جوڑا باندھ لے جس طرح عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں۔

جمہور علماء وائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کراہت کی صورت تب ہے جبکہ عقص نماز سے قبل نماز ہی کی نیت کرے اور اگر پہلے سے ہے تب کوئی مضائقہ نہیں۔ (عمدۃ الودود: ج: 3، ص: 58)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: بالوں اور کپڑوں کو موڑنا مکروہ ہے ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ صرف حالت نماز میں مکروہ ہے۔ قاضی عیاض نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ جمہور کے خلاف ہے انہوں نے کہا کہ نماز ہو یا غیر نماز یہ ہر حال میں مکروہ ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ تلویح میں مذکور ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر اس نے اسی حال میں نماز پڑھی تو اس نے اچھا نہیں کیا لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ بالوں اور کپڑوں کو نہ موڑنا استحباب پر مبنی ہے جس نے ایسا کیا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔ بال موڑنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو سر کے وسط میں اکٹھا کر کے دھاگے سے باندھ لے اس سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اس کو ایسی حالت میں نماز پڑھنی چاہئے کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ (شرح العینی: ج: 6، ص: 631)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز میں جوڑا

باندھا تو فاسد ہو گئی۔ (درمختار ورد المحتار: ج:2،ص:492)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّسْبِیْحِ وَالتَّصْفِیْقِ

باب: تسبیح کہنے اور تالی بجانے کا بیان

یہ باب حالت نماز میں تسبیح کہنے اور تالی بجانے کے حکم میں ہے۔

544- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ فِی الصَّلٰوةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔ (سنن دارقطنی: ج:2،ص:83،معجم الاوسط: ج:2،ص:62،سنن الترمذی: ج:2،ص:114،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:804،سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:321)

545- وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ ۣ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰی بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِیُصْلِحَ بَیْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّیْ لِلنَّاسِ فَاُقِیْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰی اَبُوْ بَکْرٍ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِی الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰی وَقَفَ فِی الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ لَّا یَلْتَفِتُ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا اَکْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِیْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْکُثْ مَکَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَدَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰی مَا اَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَکْرٍ حَتّٰی اسْتَوٰی فِی الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ مَا کَانَ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لِیْ رَاَیْتُکُمْ اَکْثَرْتُمُ التَّصْفِیْقَ مَنْ نَابَهٗ شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْیُسَبِّحْ فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَیْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی جانب تشریف لے گئے تاکہ ان کے مابین صلح کروائیں چنانچہ اس دوران نماز کا وقت ہو گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس موذن آیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تاکہ میں اقامت کہہ دوں۔ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہو گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیر کر جا کر پہلی صف کے اندر

کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حالت نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہ ہوا کرتے تھے۔ جس وقت لوگ زیادہ تالیاں بجانے لگ گئے تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا: اپنی جگہ پر مستقیم رہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کی اس چیز کی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے کو ہو گئے حتیٰ کہ صف میں برابر ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی تو جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تجھے کس چیز نے ٹھہر جانے سے منع کر دیا حالانکہ میں نے تو تم کو حکم دیا تھا اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ابن ابی قحافہ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ تمہیں میں نے دیکھا کہ تم نے تالیوں کی کثرت کر دی جس کو نماز میں کچھ لاحق ہو جائے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی جانب متوجہ ہو گا اور یقیناً تالیاں بجانا عورتوں کے واسطے ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 421، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 940، سنن النسائی: رقم الحدیث: 783، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1364، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 7524، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 5932، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 853، مسند احمد: رقم الحدیث: 22816، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2261، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1035)

مذاہب فقہاء

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری عفی عنہ نعمۃ الودود میں لکھتے ہیں: اگر نماز میں امام کو کوئی سہو لاحق ہو جائے تو اگر پیچھے مرد ہے تو وہ سبحان اللہ کے ذریعے امام کو متنبہ کریں اور اگر مقتدی عورت ہے تو وہ تالی بجائے یہی مذہب جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لقمہ دینے والا مرد ہو یا عورت دونوں کے واسطے تسبیح مشروع ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث مبارکہ کا مطلب وہ نہیں جو جمہور نے کہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تسبیح "سبحان اللہ" مردانہ فعل ہے اور "تصفیق" تالی بجانا عورتوں کا فعل ہے اور جمہور کی دلیل اس حدیث مبارکہ سے ہے: "اذا نابکم شیء فی الصلوٰۃ فلیسبح الرجال ولیصفح النساء" یعنی جب نماز کے اندر کوئی چیز عارض ہو تو مرد تسبیح کریں اور عورتیں تالی بجائیں۔ عورتوں کو تالی بجانے کا حکم اس واسطے ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔ (نعمۃ الودود: ج:3، ص:606)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے چودہ مسائل کا استنباط

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے چودہ مسائل استنباء ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

پہلا مسئلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرنے کے لئے تشریف لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے درمیان صلح کروانی

چاہئے اور فتنہ کے مادہ کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہئے اور تمام مسلمانوں کو ایک بات پر متفق کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دوسرا مسئلہ

سربراہ ملک کو چاہئے کہ عوام کی اصلاح کرنے کے لئے وہ خود سعی کرے اور یہ چیز امام کی مصلحت پر مقدم ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نماز کی امامت چھوڑ کر امت کی اصلاح کے لئے تشریف لے گئے۔

تیسرا مسئلہ

نماز عصر کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور باقی حصہ نبی کریم ﷺ نے پڑھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک نماز کو دو اماموں کی اقتداء میں پڑھنا جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے امام نماز کے دوران کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے نکل جائے تو یہ بھی جائز ہے غیر مقلدین کا اس میں اختلاف ہے اور ان کا مسلک اس حدیث سے باطل ہے۔

چوتھا مسئلہ

نمازوں کا جو امام مقرر ہو اگر کسی وجہ سے وہ نماز کے وقت موجود نہ ہو تو نمازیوں کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی اہل شخص کو امام بنا کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو جس طرح نبی کریم ﷺ وقت پر تشریف نہیں لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ نماز پڑھا دیں۔

پانچواں مسئلہ

نبی کریم ﷺ کے آنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ نماز میں آپ ﷺ کی تعظیم کی جائے اور آپ ﷺ کے آنے کے بعد کوئی اور آدمی نماز نہ پڑھائے اگر مسجد کے امام کے علاوہ کوئی اور آدمی نماز پڑھا رہا ہو اور اثناء نماز میں مسجد کا امام آ جائے تو اس کی تعظیم کے لئے نماز کے دوران اس امام کا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حالت نماز میں کسی اور شخص کی تعظیم کرنا جائز نہیں ہے۔

چھٹا مسئلہ

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

ساتواں مسئلہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اگر میں نماز کے وقت پر نہ آؤں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل تھے اور وہی آپ ﷺ کے نزدیک امامت اور خلافت کے لائق تھے۔

آٹھواں مسئلہ

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں تو انہوں نے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے لیکن جب کسی آدمی نے الحمد للہ کہہ کر کسی کو جواب دینے کا ارادہ کیا تو اس کی نماز فاسد ہونے کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور المحیط میں مذکور ہے کہ کسی آدمی کو چھینک آئی اور اس نے دل میں الحمد للہ کہا اور زبان کو حرکت نہیں دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر اس نے زبان کو حرکت دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام کو لقمہ دینا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کو نماز میں کوئی امر پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ یہ تعلیم اور تلقین ہے۔ السقاقسی نے کہا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی نے نماز میں اپنی خوشی کی خبر دینے کے لئے الحمد للہ کہا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی ضرر نہ ہوگا اور ابن القاسم نے کہا: جس نے مصیبت کی خبر دینے کے لئے نماز میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا یا کسی بات کی خبر دینے کے لئے کہا: "الحمد للہ علی کل حال" تو اس کی نماز جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب نمازی کو یہ خطرہ ہو کہ نابینا کنویں میں گر جائے گا یا سانپ پر اس کا پیر پڑ جائے گا تو اس کو متنبہ کرنے کے لئے وہ سبحان اللہ کہے تو یہ جائز ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

نواں مسئلہ

جب لوگوں نے بہ کثرت تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر نماز میں ادھر ادھر معمولی سا التفات کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ اس صورت میں ہے جب ضرورت کے موقع پر التفات کیا جائے اور بلاضرورت ادھر ادھر نماز میں التفات کرنا ممنوع ہے۔

دسواں مسئلہ

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب نماز میں امام کو کوئی عذر پیش آ جائے تو وہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر نماز سے باہر نکل سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصری، حضرت علقمہ اور حضرت ثوری سے اسی طرح مروی ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

گیارہواں مسئلہ

اس حدیث میں امام کے لئے صفوں کے درمیان سے اگلی صف میں پہنچنے کا جواز ہے اور دوسرے کے لئے یہ مکروہ ہے۔

بارہواں مسئلہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ آپ میرے حکم دینے کے باوجود نماز پڑھانے پر برقرار کیوں نہیں رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر تابع امیر کے کسی حکم پر عمل نہ کرے تو اس کو زجر و توبیخ کرنے سے پہلے اس سے عمل نہ کرنے کا سبب معلوم کرنا چاہئے۔

تیرہواں مسئلہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے پچھلی صف میں آ گئے اس سے معلوم ہوا کہ عمل قلیل مفسد نماز نہیں ہے۔

چودھواں مسئلہ

دین میں وجاہت عطا فرمانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر شکر ادا کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کو قبول فرما لیا۔ (شرح العینی: جز: 5، ص: 307 تا 309)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں کلام کرنے کی نہی

یہ باب حالت نماز میں کلام کرنے کی نہی کے حکم میں ہے۔

546- عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِهِ فِي الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ) فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا ابن ماجة وزاد مسلم وَاَبُوْدَاوٗدَ و نهينا عن الكلام ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حالت نماز کے اندر باتیں کیا کرتے تھے آدمی اپنے ساتھ والے سے گفت وشنید کرتا اس حال میں کہ وہ نماز میں اس کے پہلو میں ہوا کرتا حتیٰ کہ آیت "کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ" کا نزول ہو گیا اور ہم کو باتیں کرنے سے روک دیا گیا۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 722، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1183، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1219، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 949، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2246، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2986، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 5062، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 11047، مسند احمد: رقم الحدیث: 19278، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 949)

547- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا قَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں ہوا کرتے اور ہمیں جواب بھی مرحمت فرماتے تھے اس کے بعد جس وقت ہم نجاشی کے پاس سے ہو کر لوٹے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جواب مرحمت نہ فرمایا۔ ہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں سلام کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو جواب بھی مرحمت فرماتے تھے ارشاد فرمایا: یقیناً نماز میں

مشغولیت ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 788، مسند ابی عوانہ: جز: 1 ص: 463، مسند ابی یعلی: جز: 9 ص: 118، مسند احمد: جز: 7 ص: 417، شرح السنۃ: جز: 1 ص: 178)

548- وَعَنْهُ قَالَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ نَّاْتِيَ اَرْضَ حَبْشَةَ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَاَخَذَنِيْ مَا قَرُبَ وَمَا بَعُدَ فَجَلَسْتُ حَتّٰى قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَلَّمْتُ عَلَيْكَ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَآءُ وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ لَا تُكَلِّمُوْا فِي الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو حبشہ جانے سے قبل حالت نماز کے اندر سلام کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ ہم کو جواب مرحمت فرمایا کرتے تھے اس کے بعد جس وقت ہم لوٹے تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے تو مجھے آپ ﷺ نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا چنانچہ مجھے قرب و بعد والی باتوں نے گھیر لیا میں اس وقت بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کو مکمل فرما لیا۔ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو حالت نماز میں سلام کیا مگر آپ ﷺ نے کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے احکام میں سے جو چاہے نئے احکام عطا فرماتا ہے اور یقیناً ان نئے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ نماز میں کلام نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 789، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2 ص: 260، مسند الصحابۃ: جز: 24 ص: 464)

549- وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَا ثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَا شَاْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّقَدْ جَآءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَاْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَاْتِهِمْ قَالَ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس دوران میں رسول اللہ ﷺ کی معیت نماز ادا کر رہا تھا تو اسی اثناء میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس پر میں نے کہہ دیا: یرحمك الله۔ مجھے لوگ گھور گھور کر دیکھنے لگ گئے۔ میں نے کہا: تم کو تمہاری مائیں گم کر دیں تم کو کیا ہوا کہ میری جانب گھور گھور کر دیکھ رہے ہو۔ اس پر وہ اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں کے اوپر

مارنے لگ گئے۔ چنانچہ جس وقت میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سکوت اختیار کروا رہے ہیں تو میں بھی سکوت اختیار کر گیا۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمالی تو میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں! میں نے آپ ﷺ سے قبل اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ سے بڑھ کر بہتر کوئی سکھانے والا نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے نہ تو ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہ ہی برا بھلا کہا۔ ارشاد فرمایا: اس نماز میں لوگوں کی باتوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے یقیناً یہ تو تسبیح تکبیر اور قرآن مجید کو پڑھنا ہے یا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! میں زمانہ جاہلیت سے تازہ تازہ نکلا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نوازا ہے ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جایا کرتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کے پاس مت جاؤ۔ عرض گزار ہوئے: ہم میں سے کچھ مرد بدشگونی کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: یہ ایک وسوسہ ہے جس کو لوگ اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ ان کی طرف دھیان مت دو۔ میں عرض گزار ہوا: ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچا کرتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی لکیریں کھینچا کرتے تھے تو جس کی لکیر ان کے موافق ہوگئی تو وہ صحیح ہے۔ (معجم الکبیر: ج:9، ص:402، شرح السنۃ: ج:1، ص:179، مسند ابی عوانہ: ج:1، ص:466، مسند احمد: ج:48، ص:281، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:249، مسند الصحابۃ: ج:50، ص:207، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:795)

مذاہب فقہاء

تمام علماء اسلام اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جان بوجھ کر کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (شرح العینی: ج:7، ص:271)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: کلام مفسد نماز ہے عمداً ہو یا خطاءً یا سہواً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ خطاء کے معنی یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنیٰ ہیں کہ اسے نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔ (درمختار: ج:2، ص:447)

نیز لکھتے ہیں: قصداً کلام سے اس وقت نماز فاسد ہوگی جب بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور بیٹھ چکا ہے تو نماز پوری ہوگئی البتہ مکروہ تحریمی ہوئی۔ (درمختار: ج:2، ص:446)

علامہ ہمام ملا شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کلام وہی مفسد ہے جس میں اتنی آواز ہو کہ کم از کم وہ خود سن سکے اگر کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی آواز بھی نہ ہو بلکہ صرف تصحیح حروف ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (عالمگیری: ج:1، ص:98)

نیز لکھتے ہیں: کلام میں قلیل وکثیر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے لئے ہو یا نہیں مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جاتا ہوں کہا نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری: ج:1، ص:98)

چھینک کے متعلق چند ابحاث

چھینک کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

بحث اوّل: چھینک کا معنیٰ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: تشمیت باب تفعیل سے ہے اور تفعیل کا ایک خاصہ ہے سلب ماخذ۔ جلدت البعیر کا معنیٰ ہے میں نے اونٹ کی کھال اتار دی، اسی نہج پر تشمیت کا معنیٰ ہے دشمنوں کی شماتت کو زائل کرنا اس لئے چھینک لینے والے کو جواب میں جو دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں ان کو تشمیت کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: جز:22، ص:225)

بحث ثانی: نماز میں چھینک کا جواب کے متعلق مذاہب

جمہور کے نزدیک نماز میں چھینک کا جواب دینا مفسد صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں تخاطب ہے یرحمك الله میں کاف خطاب ہے اور نماز میں خطاب وکلام ناجائز ہے۔ مالکیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں۔

بحث ثالث

نماز میں چھینک آنے پر الحمد لله کہنا اور اس کے جواب دینے کے متعلق مسائل

نماز میں چھینک آنے پر الحمد لله کہنا اور اس کے جواب دینے کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: نماز میں چھینک آئے تو سکوت کرے اور الحمد لله کہہ لیا تو بھی نماز میں حرج نہیں اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو فارغ ہو کر کہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:98)

مزید راقم ہیں: نماز میں چھینک آئی کسی دوسرے نے یرحمك الله کہا اور اس نے جواب میں کہا: آمین، نماز فاسد ہوگئی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:98)

مزید راقم ہیں: کسی کو چھینک آئی اس کے جواب میں نمازی نے یرحمك الله کہا تو نماز فاسد ہوگئی اور خود اسی کو چھینک آئی اور خود کو مخاطب کر کے یرحمك الله کہا تو نماز فاسد نہ ہوئی اور کسی اور کو چھینک آئی تو اس مصلی نے الحمد لله کہا نماز نہ گئی اور جواب کی نیت سے کہا تو جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:98)

بحث رابع: چھینک آنے کے اور جواب دینے کے الفاظ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن ابطال اور بعض دوسرے علماء نے ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ چھینک لینے والا صرف الحمد لله کہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الحمد لله علی کل حال کہے۔ کیونکہ امام بزار اور امام طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح تعلیم دی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

اور بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o کہے کیونکہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جس شخص نے چھینک کے بعد یہ کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ علٰى كل حال اس شخص کی داڑھ اور کان میں کبھی درد نہیں ہو گا۔

اس حدیث مبارکہ کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث مبارکہ اگرچہ موقوف ہے لیکن یہ بات قیاس سے نہیں کہ جاسکتی اسی لئے یہ حکماً مرفوع ہے۔

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ حمد کے ساتھ جس قدر کلمات ثناء کا اضافہ کرلیا جائے وہ مستحسن ہے کیونکہ طبری نے ایک معتبر سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: الحمد لله اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: يرحمك الله۔ اور ایک دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: "الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کو اس شخص پر انیس درجہ فضیلت حاصل ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:7:22:ص:225)

مزید رقم ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے وہ کہے الحمد لله اور اس کا بھائی یا ساتھی کہے يرحمك الله اور جب یہ یرحمک اللہ کہے تو وہ کہے "يهديكم الله ويصلح بالكم" اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے۔

علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم کا مذہب یہی ہے انہوں نے کہا: جواب میں صرف يرحمك الله کہے۔

اور علامہ طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوں کہے: "يرحمنا الله واياكم ويغفر الله لنا ولكم" اللہ تعالیٰ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اور ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ (عمدۃ القاری: ج:7:22:ص:226)

بحث خامس: نماز کے علاوہ چھینک کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ چھینک کا جواب دینا مشروع ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا نہیں۔

غیر مقلدین اور ابن مریم مالکی نے کہا ہے کہ جو بھی چھینک لینے والے کو (الحمد لله کہتے ہوئے) سنے اس پر جواب دینا واجب ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب اور دوسرے علماء کرام نے یہ کہا کہ یہ سنت اور مستحب ہے واجب نہیں ہے اور وہ اس حدیث مبارکہ کو ندب اور ادب پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد یہ فرمایا: ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ سات دن میں غسل کرے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے اور اس کے جواب کی کیفیت میں علماء کرام کا اختلاف ہے اور اس میں آثار مختلف ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ علیٰ کل حال کہے۔

علامہ ابن جریر نے کہا: اس کو ان تمام کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو الحمد للہ کہنے کا حکم ہے۔

اور جواب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ

یرحمک اللہ کہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ یرحمک اللہ کہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یرحمنا اللہ وایاکم کہے۔

اور جواب دینے والے کو پھر چھینک لینے والا کیا کہے اس میں بھی اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یغفر اللہ لنا ولکم کہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے کہا: اس کو دونوں کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔

اگر کسی شخص کو بار بار چھینکیں آئیں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تین بار جواب دینے کے بعد خاموش ہو جائے۔ نیز حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ جب چھینک لینے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے۔ اس لئے جب کوئی شخص الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہنے کا اس لئے حکم دیا ہے کہ کیونکہ چھینک کے سبب دماغ سے جو بخارات نکلتے ہیں اس سے انسان کو فرحت حاصل ہوتی ہے تو اس نعمت پر اس کو شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔

(شرح للنواوی: جز:2، ص:412 تا 413)

بحث سادس: چھینک کے متعلق مسائل

چھینک کا جواب دینا واجب ہے مگر بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پر جواب دینا منع ہے جس طرح کہ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب دینا منع ہے۔ اس بحث میں چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر 1:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: چھینک کا جواب دینا واجب ہے جبکہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے اور اس کا جواب بھی فوراً دینا اور اس طرح جواب دینا کہ وہ سن لے واجب ہے جس طرح سلام کے جواب میں یہاں بھی ہے۔

(درمختار: جز:9، ص:683)

مسئلہ نمبر:2

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے دوبارہ چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو دوبارہ جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔(فتاوی ہندیہ: ج:5،ص:326)

مسئلہ نمبر:3

علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری متوفی 827ھ لکھتے ہیں: جب اس نے الحمد للہ کہا تو سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہو گیا اور حمد نہ کرے تو جواب نہیں۔ ایک مجلس میں کئی مرتبہ کسی کو چھینک آئی تو صرف تین بار تک جواب دینا ہے اس کے بعد اس کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے۔(البزازیہ: ج:6،ص:355)

مسئلہ نمبر:4

قاضی حسن بن منصور بن محمود اوز جندی متوفی 592ھ لکھتے ہیں: خطبہ کے وقت کسی کو چھینک آئی تو سننے والا اس کو جواب نہ دے۔
(فتاوی خانیہ: ج:2،ص:377)

مسئلہ نمبر:5

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: عورت کو چھینک آئی اگر وہ بوڑھی ہے تو مرد اس کا جواب دے اگر جوان ہے تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔ مرد کو چھینک آئی اور عورت نے جواب دیا اگر جوان ہے تو مرد اس کا جواب اپنے دل میں دے اور بوڑھی ہے تو زور سے جواب دے سکتا ہے۔(فتاوی ہندیہ:5،ص:326)

مسئلہ نمبر:6

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: کافر کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو جواب میں یھدیك اللہ کہا جائے۔(ردالمحتار: ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: چھینک کا جواب بعض حاضرین نے دے دیا تو سب کی طرف سے ہو گیا اور بہتر یہ ہے کہ سب حاضرین جواب دیں۔(ردالمحتار: ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:8

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: دیوار کے پیچھے کسی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو سننے والا اس کا جواب دے۔(ردالمحتار: ج:2،ص:684)

مسئلہ نمبر:9

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: چھینک کے وقت سر جھکا لے اور منہ چھپا لے اور آواز کو پست کرے۔

چھینک کی آواز بلند کرنا حماقت ہے۔(ردالمحتار:ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:10

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں ہے کہ بات کے وقت چھینک آ جانا شاہد عدل ہے۔ (ردالمحتار:ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:11

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: چھینکنے والے سے پہلے ہی سننے والے نے الحمد للہ کہا تو ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ شخص دانتوں اور کانوں کے درد اور بدہضمی سے محفوظ رہے گا اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ کمر کے درد سے محفوظ رہے گا۔(ردالمحتار:ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:12

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جس کو چھینک آئے وہ یہ کہے:"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یا الحمد لله علٰى كل حال" اور اس کے جواب میں دوسرا شخص یوں کہے: یرحمك الله پھر چھینکنے والا یہ کہے:"یغفر الله لنا ولكم" یا یہ کہے "یهديكم الله ويصلح بالكم" اس کے سوا دوسری بات نہ کہے۔(فتاوی ہندیہ:ج:5،ص:326)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک چھینک لینے والے کو جواب دینا ہے۔

حدیث مبارکہ میں امر کا لفظ بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اس باب کی دوسری احادیث مبارکہ بھی بظاہر چھینک کے جواب کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن المزین مالکی اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) بھی وجوب کے قائل ہیں اور بعض نے کہا: یہ فرض عین ہے اور مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ جواب دے دیں تو باقی بعض سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

اور عبدالوہاب اور بعض مالکی علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ مستحب ہے۔

چھینک کا جواب دینے سے حسب ذیل لوگ مستثنٰی ہیں:

1- جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہیں دیا جائے گا کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب مت دو۔

2- کافر کو چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہود چھینک لیتے تاکہ آپ ان کے لئے یرحمك الله فرمائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے:

"يهديكم الله ويصلح بالكم"

3- جس شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکیں لے اس کو بھی جواب نہیں دیا جائے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ایک، دو اور تین بار چھینک کا جواب دو۔ اس کے بعد بھی اگر چھینک آئے تو اس شخص کو زکام ہے۔

4- جو شخص چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے مکروہ سمجھنے کی وجہ سے سنت کو کس طرح ترک کیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چھینک کا جواب اس کے لئے سنت ہے جو اس کو پسند کرتا ہو اور جو اس کو مکروہ سمجھتا ہو اس کے لئے یہ سنت نہیں ہے۔ یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ

جس شخص کو سلام کرنے سے ضرر کا خوف ہو یا جس کو چھینک کا جواب دینے سے ضرر کا خدشہ ہو اس کو سلام کرے نہ چھینک کا جواب دے۔

میں کہتا ہوں کہ

سلاطین مصر کے پاس جو لوگ جاتے تھے وہ ان کو اسی وجہ سے سلام نہیں کرتے تھے۔

5- خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

6- مجامعت کے وقت اور بیت الخلاء میں اگر چھینک آئے تو الحمد لله کہنے کو مؤخر کردے پھر اگر بعد میں کوئی اس سے الحمد لله سنے تو وہ جواب دے سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:22، ص:226)

بحث سابع: چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت

چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کیونکہ جسم کے اندر سے بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہیں جس سے سر کے مسامات بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات سر میں درد ہو جاتا ہے چھینک آنے سے سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور بخارات نکل جاتے ہیں اور دماغ کو راحت ملتی ہے لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ الحمد لله کہے اور اس کے بھائی کو يرحمك الله کہنا چاہئے اور جب وہ يرحمك الله کہے تو چھینک والے کو يهديكم الله ويصلح بالكم کہنا چاہئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6224)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو چھینک آئے یا ڈکار آئے تو وہ کہے: "الحمد لله على كل حال من الاحوال" تو اس سے ستر بیماریوں کو دور کر دیا جاتا ہے ان میں سب سے کم درجہ کی بیماری جذام ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 25542)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں: رب العالمین اور اگر وہ رب العالمین کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: رحمك الله۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12284)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچی بات وہ ہے کہ اس وقت چھینک آ جائے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3360)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب کوئی بات کی جائے اور چھینک آ جائے تو وہ حق ہے۔ (نوادر الاصول فی احادیث الرسول ﷺ: ج:3، ص:5)

☆ قوله قال ومنا رجال يتطيرون

عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگون لیا کرتے ہیں۔

بدشگونی کی تحقیق

بدشگونی کفار کا طریقہ تھا اور اس سے وہ پرندے کو چھوڑ کر اپنی قسمت کا فیصلہ کرتے تھے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔
امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آئے تو یہود نے اس کو بدشگونی کہا۔
اور انہوں نے کہا: ان کے آنے سے چیزیں مہنگی ہو گئیں اور بارشیں کم ہو گئیں، عرب بدفالی اور بدشگونی کو طائر، تطیر اور طیرہ کہتے تھے۔ وہ طائر (پرندہ) سے فال نکالتے اور فال نکالنے کے لئے پرندہ کو اڑاتے پھر اگر پرندہ دائیں جانب سے آتا تو اس کو نیک شگون قرار دیتے اور اگر وہ بائیں جانب سے آتا تو اس کو بدشگون قرار دیتے اس کے بعد مطلقاً بدشگونی کے لئے طائر اور تطیر کا لفظ استعمال ہونے لگا۔
(تفسیر کبیر: ج:5، ص:344)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ کسی چیز سے بدفال نہیں نکالتے تھے۔ آپ ﷺ جب کسی عامل کو بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر آپ ﷺ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور آپ ﷺ کے چہرے پر بشاشت دکھائی دیتی اور اگر آپ ﷺ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی اور جب آپ ﷺ کسی بستی میں داخل ہوتے تو آپ ﷺ اس کا نام پوچھتے اگر آپ ﷺ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور آپ ﷺ کے چہرے پر بشاشت دکھائی دیتی اور اگر آپ ﷺ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 5799)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: بدشگونی شرک ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے ہر شخص کو بدشگونی عارض ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس سے سخت ناپسندیدگی آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل اس کو زائل کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1620)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے اور مجھے کوئی فال پسند ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: فال کیا چیز ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی بات، نیک بات۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 5754)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مرض نہ تو متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے۔ تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے گھوڑے میں، عورت میں اور مکان میں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2225)

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بدشگونی کی وجہ سے اپنی مہم پر نہیں گیا وہ شرک میں آلودہ ہو گیا۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 3046)

اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں انسان کو عاجز نہیں کر سکتیں بدفالی، بدگمانی اور حسد۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی سے تم کو یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس پر عمل نہ کرو اور بدگمانی سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس کے متعلق کسی سے بات نہ کرو اور حسد سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اپنے بھائی میں برائی نہ ڈھونڈو۔
(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19504)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: تطیر (بدشگونی) کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین طیر (پرندہ) پر اعتماد کرتے تھے جب ان میں سے کوئی شخص کسی کام کے لئے نکلتا تو وہ پرندہ کی طرف دیکھتا اگر وہ پرندہ دائیں طرف اڑتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا اور اگر وہ پرندہ بائیں جانب اڑتا تو وہ اس سے بدشگونی نکالتا اور لوٹ آتا بعض اوقات وہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے خود پرندہ کو اڑاتے تھے پھر جس جانب وہ اڑتا تھا تو اس پر اعتماد کر کے اس کے مطابق مہم پر روانہ ہوتے یا نہ ہوتے۔ جب شریعت آ گئی تو اس نے ان کو اس طریقہ سے روک دیا چونکہ مشرکین بدفال اور بدشگون پر اعتماد کرتے تھے تو مسلمانوں میں بھی اس کے اثرات آ گئے۔ اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں سے کوئی شخص خالی نہیں ہوتا بدشگونی، بدگونی اور حسد۔ پس جب بدشگونی نکلے تو تم واپس نہ ہونا اور جب تم حسد کرو تو اس کو طلب نہ کرنا اور جب تم بدگمانی کرو تو اس کی تحقیق نہ کرنا اور تم اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو۔ اس حدیث مبارکہ کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس کو امام بیہقی اور امام ابن عدی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا یا جس نے تیر سے فال نکالی یا جو شخص بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس آ گیا وہ بلند درجات کو نہیں پا سکتا۔
نیز امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی نکالنا شرک ہے۔ آپ نے اس کو شرک اس لئے قرار دیا کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شگون اور فال کی وجہ سے کوئی نفع

حاصل ہوتا یا کوئی ضرر دور ہوتا ہے گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شگون کو شریک کر لیا اور جس نے بدشگونی کی پرواہ نہیں کی اور سفر پر روانہ ہو گیا تو اس پر اس بدشگونی کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں: بدشگونی یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنتا ہے یا کوئی چیز دیکھتا ہے اور اس سے اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ جس چیز کو اس نے حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل نہیں ہو سکے گی اور فال اس کی ضد ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنے یا کوئی چیز دیکھے تو پھر یہ امید رکھے کہ جس چیز کو اس نے حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور سب سے اچھی چیز فال ہے۔

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ بدشگون نہیں لیتے تھے لیکن آپ ﷺ (نیک) فال نکالتے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے اہل قبیلہ بنی سہم کے ستر افراد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کون ہو؟

انہوں نے کہا: بریدہ (رضی اللہ عنہ)

تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر ارشاد فرمایا: ہمارا معاملہ ٹھنڈا اور اچھا ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کن لوگوں سے ہو؟

میں نے کہا: اسلم سے۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ہم سلامتی سے رہیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کس قبیلہ سے ہو؟

میں نے کہا: بنو سہم سے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارا حصہ نکل آیا۔ (الاستیعاب علی ہامش الاصابہ: جز:1 ص:174)

آپ ﷺ فال کو اس لئے پسند فرماتے تھے کہ نیک فال سے انشراح نفس ہو جاتا ہے اور انسان کو جب یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی اور اس کی امید بر آئے گی اور وہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہ حسن ظن رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ میں بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں اور آپ بدشگونی کو اس لئے ناپسند فرماتے تھے کہ یہ مشرکین کا عمل ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے جیسا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے اور جو شخص بدشگونی کرے وہ ہم میں سے نہیں سوا اس شخص کے جو بدشگونی کے باوجود اپنی مہم پر روانہ ہو جائے اور بدشگونی کی بالکل پرواہ نہ کرے البتہ انسان اس پر قادر نہیں ہے کہ اس دل میں بدشگونی کا بالکل خیال نہ آئے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بن الحکم نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو ان کے دلوں میں کھٹکتی ہے تو وہ اس کے درپے نہ ہوں اور بعض روایات میں ہے اس سے ان کو ضرر نہیں ہو گا لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو بدشگونی جاتی رہتی ہے

اسی لئے آپ نے فرمایا: جب تم بدشگونی نکالو تو اپنی مہم پر روانہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ (الکامل ابن عدی: جز: 4، ص: 1523)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں: (نیک) فال نکالنے کی رخصت ہے اور تطیر (بدشگونی) منع ہے۔ اگر کوئی انسان کسی چیز کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی لگے اور وہ اس کو اپنی حاجت یا مہم پر جانے کے لئے ابھارے تو وہ اس پر عمل کرے اور اگر وہ کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو منحوس شمار کیا جاتا ہو اور وہ اس کو اس کی مہم پر جانے سے منع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مہم پر اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے روانہ ہو جائے اور اگر اس نے اس بدشگونی کو قبول کر لیا اور اپنی مہم پر روانہ نہیں ہوا تو یہ طیرہ (بدشگونی) ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: ج: 8، ص: 313 تا 314)

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں ہے کہ الطیرۃ (بدشگونی لینا) شرک ہے آپ نے اس کو اس لئے شرک فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین جن چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے ان کو ناکامی اور نامرادی کے حصول میں سبب مؤثر خیال کرتے تھے اور یہ شرک جلی ہے اور اگر ان چیزوں کو من جملہ اسباب قرار دیا جائے تو پھر یہ شرک خفی ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: ج: 8، ص: 320)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے تطیر کو اس لئے باطل کہا ہے کہ نفع یا ضرر پہنچانے میں کسی چیز کی تاثیر نہیں ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کام پر جائے خواہ فال اس کے موافق ہو یا مخالف۔ وہ اپنے رب عزوجل پر توکل کر کے اپنی مہم پر روانہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ صفر کے مہینہ کو منحوس قرار دیتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اس کو باطل فرمایا اور فرمایا: لا صفر۔
(شرح السنۃ: ج: 6، ص: 267)

علامہ شمس الدین عبدالرؤف المناوی الشافعی متوفی 1021ھ لکھتے ہیں: اس دن کا منحوس ہونا تطیر (بدشگونی) کی جہت سے نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمام ایام اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور بعض ایام کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں اور تطیر (بدشگونی) امور دین میں سے نہیں ہے بلکہ یہ فعل جاہلیت سے ہے۔ نجومی کہتے ہیں کہ بدھ کا دن عطارد کا دن ہے اور عطارد منحوس ستارہ ہے اور ان کا یہ قول دین سے خارج ہے یہ دن قوم عاد کے لئے نامبارک تھا کیونکہ اس دن ان پر عذاب آیا تھا۔ سو اس دن کو منحوس فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت توبہ اور استغفار کرنا چاہئے جس طرح نبی کریم ﷺ جب الحجر میں گئے تو آپ نے فرمایا: ان معذبین کے پاس روتے ہوئے گزرنا۔ اول تو یہ حدیث سنداً ضعیف یا موضوع ہے اور یہ ان احادیث صحیحہ سے تصادم اور تعارض کی صلاحیت نہیں رکھتی جن میں یہ تصریح ہے کہ کسی چیز میں شوم یا نحوست نہیں ہے اور برتقدیر تسلیم اس کی یہی تاویل ہے کہ یہ دن قوم عاد کے لئے نامبارک ہوا تھا۔ اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ قیامت تک کے لئے یہ دن ہر شخص کے لئے نامبارک ہے۔ علامہ شامی نے دیلمی کی سند ضعیف سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ جس نے بدھ کے دن ناخن تراشے اس سے وسوسہ اور خوف نکل جاتا ہے اور اس کو امن اور شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور منہاج الحلیمی اور شعب البیہقی میں یہ حدیث ہے کہ بدھ کے دن زوال کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور صاحب ہدایہ نے کتاب تعلیم اور تعلم میں لکھا ہے کہ بدھ کے دن جو کام شروع کیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ علامہ مناوی نے بدھ کی سعادت اور برکت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے ہفتہ کے دنوں میں سے ہر دن میں کوئی نہ کوئی مصیبت اور آفت نازل ہوئی اور ہر دن میں کوئی نہ کوئی نعمت ملی ہے اس لئے کوئی دن بھی منحوس نہیں ہے تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور کسی دن بھی کوئی کام شروع کرنا ممنوع

نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور جن روایات میں بعض ایام کی نحوست کا ذکر ہے وہ موضوع ہیں یا شدید ضعیف ہیں۔ (فیض القدیر: ج:1،ص:86تا89)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے۔ شریعت اسلام نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:21،ص:247)

ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی لینا شرک ہے۔

کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر دور ہوتا ہے اور جب انہوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انہوں نے شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے اور اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل مؤثر ہے تو یہ شرک جلی ہے۔ آپ نے اس کو شرک اس لئے فرمایا: وہ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدفالی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں مؤثر سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ جہالت اور سوء اعتقاد بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔ (مرقات: ج:9،ص:6)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لاطیرۃ" یعنی حصول نفع اور دفع ضرر میں بدشگونی لینے کی کوئی تاثیر اور دخل نہیں ہے اور بدشگونی نہیں لینا چاہئے اور نہ اس کا اعتبار کرنا چاہئے جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ شریعت نے اس کو سبب نہیں بنایا۔ (اشعۃ اللمعات: ج:3،ص:620)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں۔

ہر طیرہ (بدشگونی) میں کوئی خیر نہیں ہے اور نیک فال میں خیر ہوتی ہے، جب کوئی شخص کوئی اچھی بات سن کر اس سے مستقبل میں کوئی بات نکالے تو وہ فال ہے۔ طیرہ اور فال میں فرق یہ ہے کہ فال ایک خبر ہے جو غیب سے حاصل ہوتی ہے اور طیرہ میں کسی پرندے یا جانور کی حرکت ہوتی ہے اور اس میں سے کسی چیز کا بیان نہیں ہوتا ایک اور فرق یہ ہے کہ فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اور طیرہ میں برا گمان ہوتا ہے اس لیے مکروہ ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ

فال عام ہے خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اور طیرہ کا استعمال صرف بدشگونی میں ہوتا ہے اور شریعت میں فال خوشی کے لئے ہے اور طیرہ رنج اور افسوس کے لئے ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نیک اور اچھی بات کو سن کر خوش ہوتے ہیں جیسا کہ وہ صاف پانی اور خوشگوار منظر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کسی کام سے جاتے تو آپ یہ سننا پسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کہے "یا نجیح یا راشد" اور اس سے آپ کامیابی کی فال نکالتے۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے اور جب آپ کسی عامل کو بھیجتے تو اس سے اس کا نام پوچھتے۔ اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حلیمی سے روایت کیا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب جب کسی کام کے لئے روانہ ہوتے اس وقت کسی پرندے کو دھکیلا جاتا تو وہ اس سے براشگون لیتے۔ اسی طرح وہ کوے کی آواز سے اور ہرن کے گزرنے سے بھی براشگون لیتے تھے اور ان چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے اور ان سب کو وہ تطیر کہتے تھے اور عجم میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی کام کے لئے جاتے اور اس وقت کوئی بچہ استاذ کے پاس پڑھنے کے لئے جارہا ہوتا تو اس کو وہ نحوست سمجھتے اور اگر وہ استاد کے پاس سے آرہا ہوتا تو اس کو مبارک سمجھتے۔ بدشگونی لینا اس وقت منع ہے جب انسان اس بدشگونی کو موثر جانے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے مدبر ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس کو تجربہ سے معلوم ہے کہ اس کے کام کے وقت اگر فلاں چیز پیش آجائے تو کام نہیں ہوتا۔ پس اگر ایسے مواقع پر وہ اپنے کام کو ترک کر دے تو یہ مکروہ ہے اور اگر وہ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرے اور شر سے پناہ طلب کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو کر گزرے پھر خواہ اس کے دل میں یہ خیال آتا رہے کہ اب چونکہ وہ چیز پیش آگئی ہے لہٰذا کام نہیں ہوگا تو اس سے اس کو ضرر نہیں ہوگا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اس کو وہ متوقع ضرور پیش آجاتا ہے جیسا کہ اکثر جاہلوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اور یہ دراصل اس کو نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملتی ہے۔

علامہ حلیمی نے کہا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیک فال اس لیے پسند تھی کہ بدفالی اور بدشگونی میں بغیر کسی تحقیقی سبب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے اور نیک فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے اور مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ

نیک فال کی اجازت دینے اور بدشگونی سے منع کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی چیز دیکھے اور اس سے یہ نیک گمان کرے کہ اس کو دیکھنے کی وجہ سے اس کا مقصود حاصل ہوجائے گا تو اس کو وہ کام کر لینا چاہئے اور اگر اس نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو دیکھ کر اس کے دل میں خیال آئے کہ اس کو دیکھنے یا اس کے سامنے آجانے کی وجہ سے وہ ناکام ہوجائے گا تو اس کو اس بدگمانی کو قبول نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مقصود کے لئے جانا چاہئے اور اگر اس نے اس چیز کی نحوست کے اعتقاد کو قبول کر لیا اور اپنے مقصود پر جانے سے رک گیا تو یہی وہ بدفالی اور بدشگونی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری: ج: 11 ص: 376)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: الطیرۃ (بدشگونی) شرک ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے ہر شخص بدشگونی کے اعتقاد میں مبتلا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے توکل لے جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3538)

ملاعلی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس کو شرک اس وجہ سے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جب بدشگونی کے تقاضے پر عمل کریں گے تو ان کو نفع حاصل ہوگا اور ان سے ضرر دور ہوگا تو گویا انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرلیا اور یہ شرک خفی ہے۔

شارح نے کہا: یعنی جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بالذات نفع پہنچاتی ہے یا ضرر پہنچاتی ہے تو اس نے شرک جلی کیا۔

علامہ طیبی نے کہا: اس کو شرک اس لیے فرمایا: ان کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو وہ منحوس سمجھتے ہیں وہ نقصان دینے میں سبب مؤثر ہے اور نفس اسباب کو موثر جاننا شرک خفی ہے تو جب اس کے ساتھ بدعقیدگی اور جہالت بھی شامل ہو جائے تو وہ شرک کیوں نہ ہوگی۔

(مرقات: ج:8، ص:349)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: العیافۃ اور الطرق اور الطیرۃ جبلت سے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19502)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں۔

العیافۃ کا معنیٰ ہے پرندے کو اڑانے یا بھگانے کی کوشش کرنا تاکہ دیکھا جائے کہ وہ دائیں طرف جاتا ہے یا بائیں طرف اور پھر اس سے نیک یا بد فال نکالی جائے۔

الطرق کا معنیٰ ہے۔ نحوست اور بدشگونی کا اعتقاد رکھنا اور جبلت کا معنیٰ ہے جادو اور کہانت کا عمل کرنا یا غیر اللہ کی عبادت کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ الطیرۃ یعنی بدشگونی کا عمل کرنا غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے یا شرک ہے اور اس کی تائید سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: الطیرۃ شرک ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: ج:8، ص:319)

علامہ الحسن التوریشتی متوفی 661ھ لکھتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ افعال کاہنوں کے افعال سے ہیں۔ (کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ: ج:3، ص:1013)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے۔

1- گھوڑے میں، 2- عورت میں، 3- اور مکان میں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2838)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے الطیرۃ کی بالکلیہ نفی فرمادی ہے اور آپ ﷺ کا جو ارشاد ہے۔ شوم (نحوست) صرف تین چیزوں میں ہے اس ارشاد میں آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی حکایت کی ہے کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ نحوست ان چیزوں میں ہے اور اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں بھی نحوست ان تین چیزوں میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نحوست کی بالکلیہ نفی کرتی تھیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوحسان سے روایت کیا ہے کہ بنو عامر کے دو آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور بتایا کہ حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نحوست عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر سخت غصہ ہوئیں لگتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا کا ایک ٹکڑا زمین پر گرے گا اور ایک آسمان پر۔
پھر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ پر قرآن مجید نازل کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ بات بالکل نہیں فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ان چیزوں کو منحوس جانتے ہیں یہ بات آپ ﷺ نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی۔ امام ابن عبدالبر نے بھی اس روایت کا ذکر فرمایا ہے اس روایت کے آخر میں ہے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝ (الحدید:22)

”ہر وہ مصیبت جو دنیا میں آتی ہے یا تمہاری جانوں میں اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ کام اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر جو مصائب آتے ہیں بیماریاں آتی ہیں اور مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے یا سفر میں نامرادی ہوتی ہے ان سب کا تعلق انسان کی تقدیر سے ہے اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم تھا کسی چیز کی نحوست یا بدشگونی کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ ابوحسان کی اس روایت کی یحییٰ بن معین اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے بہ شمول امام بخاری سب نے ابوحسان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یہ جھوٹ ہے یہ آپ نے تغلیظاً فرمایا ہے اس روایت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے یہ آپ نے ابتداء اسلام میں زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے اعتقاد کی خبر دی تھی۔ پھر جب صریح قرآن اور سنت ثابتہ نے نحوست کا رد کر دیا تو اس حدیث سے جو حکم مستنبط ہوتا تھا وہ منسوخ ہو گیا۔ نیز یہ حدیث خبر واحد سے ہے اخبار احاد باب عقائد میں حجت نہیں ہیں اور نحوست کے صحیح ہونے کا تعلق عقیدہ سے ہے۔

اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا: ہر عورت اور ہر گھوڑا اور ہر گھر منحوس ہوتا ہے اس سے مراد بعض عورتیں، بعض گھوڑے اور بعض گھر ہیں اور بعض عورتیں بد خلق، حریص، ناشکری یا بانجھ ہوتی ہیں۔ یہ عورتوں کی نحوست ہے اور بعض گھوڑے سرکش اور اکھڑ ہوتے ہیں وہ اپنی پشت پر کسی کو سوار نہیں ہونے دیتے یہ گھوڑوں کی نحوست ہے اور بعض مکان تنگ اور غیر ہوادار ہوتے ہیں یا ان مکانوں کے پڑوسی بداخلاق اور بے دین ہوتے ہیں یہ گھروں کی نحوست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض عورتوں، بعض گھوڑوں اور بعض مکانوں میں یہ عیوب اور نقائص ہوتے ہیں اور یہی ان کی نحوست ہے۔ اس نحوست سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آ جائے گی۔ نیز امام ترمذی نے حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث مبارکہ کو بھی روایت کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی نحوست نہیں ہے اور کبھی مکان میں، عورت میں اور گھوڑے میں برکت بھی ہوتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمارے اس جواب کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے بعض عورتوں کے متعلق نحوست (بمعنی نقص اور عیب) کی خبر دی ہے نہ کہ عورتوں کے بارے میں۔

اس روایت کا چوتھا درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کسی چیز میں (نحوست) ہوتی تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوتی۔ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان چیزوں میں نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور نحوست اور بدشگونی دونوں ایک ہی چیز ہیں اور بدشگونی شرک ہے کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: بدشگونی شرک ہے۔ رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ نحوست اور بدشگونی واحد ہیں تو اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو گھوڑے، مسکن اور عورت میں ہوگی اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کوئی مرض (فی نفسہ) متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی بدشگونی ہے اگر کسی چیز میں بدشگونی ہو تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوگی۔

ایک حدیث مبارکہ میں ان تین چیزوں کے لئے نحوست کا ثبوت ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں بدشگونی کا ثبوت ہے پس ضروری ہوا کہ ان دونوں سے مراد واحد ہو۔ (عمدۃ القاری: ج:14، ص:211 تا 213)

حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں اچھی چیز نیک فال ہے اور وہ مسلمان کو کسی کام سے لوٹاتی نہیں ہے پھر جب تم کوئی منحوس چیز دیکھو تو یہ دعا کرو۔

اے اللہ عزوجل! صرف تو ہی اچھائیوں کو لانے والا ہے اور صرف تو ہی برائیوں کو دور کرنے والا ہے۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوگی۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:1128)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کہانت کا عمل کیا یا فال کا تیر نکالا یا بدشگونی کی وجہ سے سفر پر نہیں گیا وہ قیامت کے دن جنت کے درجات کو نہیں دیکھ سکے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:1134)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں۔

شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمانوں کو اس جگہ چاہئے کہ اللھم لا طیر الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا الٰہ غیرک پڑھ لے اور اپنے رب عزوجل پر بھروسہ کرکے اپنے کام کو چلا جائے ہرگز نہ رکے نہ واپس آئے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:9، ص:129)

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1376ھ لکھتے ہیں۔

ابوداؤد نے عروہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: فال اچھی چیز ہے اور براشگون ہے کسی مسلمان کو واپس نہ کرے یعنی کہیں جارہا تھا اور براشگون ہوا تو واپس نہ آئے چلا جائے۔ جب کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو ناپسند ہے یعنی براشگون پائے تو یہ کہے اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (بہار شریعت: حصہ:16، ص:85)

لکیریں کھینچنا

☆ قولہ قلت ومنا رجال یخطون قال کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خط فذاك

عرض کیا ہم میں سے بعض لکیریں کھینچتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی لکیریں کھینچتے تھے پس جس کی لکیریں اس کے موافق ہو جائیں اس کا فعل درست ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے معنیٰ میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی وہ مباح ہے اور ہمارے پاس اس موافقت کو جاننے کا کوئی علم یقینی نہیں ہے لہٰذا لکیریں کھینچ کر غیب کی باتیں معلوم کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی تو وہ درست ہے اور موافقت پر معلق کیے بغیر یہ نہیں فرمایا: وہ حرام ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس ممانعت میں اس نبی کا فعل بھی داخل ہے جو لکیریں کھینچتے تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس نبی کے احترام میں صرف ہمارے فعل کا حکم بیان فرمایا۔ سو اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نبی علیہ السلام کا فعل ممنوع نہیں ہے اس طرح تمہارا فعل بھی ممنوع نہیں ہوگا بہ شرطیکہ تمہیں اس کی موافقت کا علم ہو جائے لیکن تمہارے پاس اس کے علم کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں۔

علامہ خطابی نے کہا: اس حدیث مبارکہ میں لکیریں کھینچ کر علم حاصل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس نبی کے فعل کی کوئی علامت نہیں ہے تو ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مختار یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس فعل کو ہمارے لیے مباح نہیں کیا۔ (شرح للنواوی: ج:3، ص1806 تا 1807)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى اَنَّ كَلَامَ السَّاهِيْ وَكَلَامَ مَنْ ظَنَّ التَّمَامَ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوةَ

باب: ایسی روایات جن میں اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ بھول کر بات کرنے اور نماز کو مکمل گمان کرنے والے کا کلام نماز کو باطل نہیں کرتا

550- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ سَمَّاهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَاتَّكَاَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ

وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِي الْقَوْمِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَا اَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَكَمَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔قال النيموى ان هذه الرواية وان كانت فى الصحيحين لكنها مضطربة بوجوهٍ وفى الباب احاديثُ اخرى كلها لاتخلو عن نظر ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دوپہر کی دونمازوں سے ایک نماز پڑھائی حضرت ابن سیرین نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام بھی بیان فرمایا مگر میں بھول گیا۔ آپ ﷺ نے ہم کو دو رکعات پڑھائیں اس کے بعد سلام پھیر دیا۔ تو مسجد میں پڑی لکڑی کے پاس قیام فرما ہو کر اس پر ٹیک لگالی گویا کہ آپ ﷺ حالت غصہ میں تھے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل فرمایا اور سیدھے رخسار انور کو الٹے ہاتھ کی پشت کے اوپر رکھ دیا۔ جلدی جانے والے مسجد سے باہر نکل گئے کہا کہ نماز میں تخفیف کردی گئی ہے اور لوگوں کے اندر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے چنانچہ اس وقت وہ دونوں بات کرنے سے ڈر رہے تھے اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جس کے ہاتھ طوالت والے تھے جسے ذوالیدین کہتے تھے۔ وہ عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کو بھول لاحق ہوگئی یا نماز میں تخفیف کردی گئی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز میں تخفیف کی گئی ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا معاملہ اسی طرح ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: ہاں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے آگے ہو کر باقی ماندہ نماز ادا فرمائی۔ پھر سلام پھیر دیا پھر تکبیر کہہ کر اپنے سجدہ کی مانند یا اس سے طویل سجدہ فرمایا پھر اپنے سر انور کو اٹھا کے تکبیر کہی پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنے سجدہ کی مانند یا اس سے طویل سجدہ فرمایا پھر اپنے سر انور کو اٹھا کے تکبیر کہی۔ بعض دفعہ لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرتے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد سلام پھیرا؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے یہ خبر دی گئی کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔ علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یقیناً یہ روایت اگر صحیحین میں ہے مگر چند وجوہ سے مضطرب ہے اور اس بارے میں مزید بھی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ساری کلام سے خالی نہیں ہیں۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 399، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 573، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1221، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1035، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2256، مسند احمد: رقم الحدیث: 7201، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 360، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1214، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1008، سنن البیہقی: جز: 2، ص: 354)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: امام مالک اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما نے نماز کی مصلحت کے

لئے نماز میں کلام کرنے کی اجازت دی ہے اور فقہاء احناف نے اس سے منع کیا ہے۔ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے قصہ کے لئے ناسخ ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:3، ص:188)

علامہ ابو جعفر احمد بن طحاوی حنفی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدیوں میں سے کوئی امام کو اس کے سہو پر مطلع کرنے کے لئے اس سے کلام کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا: کیا نماز کی مقدار کم ہوگئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا کہ نماز کی مقدار نہ کم ہوئی ہے نہ ہی میں بھولا ہوں۔

فقہاء احناف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ نماز میں سوائے تکبیر پڑھنے، تسبیح پڑھنے، لا الہ الا اللہ پڑھنے اور قرآن مجید پڑھنے کے اور کوئی کلام کرنا جائز نہیں ہے۔

آگے امام طحاوی نے پچھلے باب کی روایت معاویہ بن حکم سلمی کے بعد لکھا ہے کہ

اس حدیث سے یہ معلوم ہوگیا کہ نماز میں تسبیح اور تکبیر کے علاوہ کوئی اور کلام جائز نہیں ہے۔

اسی طرح یہ حدیث ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس آدمی کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے، تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے اور مرد سبحان اللہ کہے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی نماز میں کلام کرنے کی روایت ہے وہ نماز میں کلام کو منع فرمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور وہ اب منسوخ ہو چکا ہے اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو فتح خیبر کے سال 7ھ میں اسلام لائے تھے اور انہوں نے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کے نماز میں کلام کرنے کی حدیث روایت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ 7ھ تک نماز میں کلام کرنا جائز تھا۔ اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا نام خرباق ہے وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ امام محمد بن اسحاق وغیرہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ شہداء بدر میں سے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو ان کا واقعہ بیان کیا ہے وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ کسی اور سے سنا ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ کی جانب تشریف لے گئے۔ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ سے منہ پھیر لیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں چلے بھی تھے اگر وہ احادیث کو منسوخ نہ مانا جائے تو کیا نماز میں کلام کرنے کے علاوہ قبلہ سے منہ پھیرنا اور چلنا بھی جائز ہے اور کیا نمازی اثناء نماز میں اپنے حجرے میں چلا جائے اور وہاں جو چاہے کرتا رہے پھر بھی اس کی نماز باقی رہے گی۔

حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث کے منسوخ ہونے پر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی روایت والے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے پھر ان کے زمانہ خلافت میں بھی ایسا ہوا تو انہوں نے نماز دوبارہ پڑھی۔

عطاء کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا پھر نمازیوں کی

طرف مڑے تو ان کو بتایا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے عراق سے ایک سامان سے لدا ہوا قافلہ تیار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مدینہ منورہ میں آ گیا میں اس کے خیال میں مستغرق تھا پھر انہوں نے ان کو چار رکعت نماز پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورت میں دو رکعت مزید پڑھ کر سجدہ سہو کیا تھا اس کے باوجود جب ان کو بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ واقعہ جب پیش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف عمل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔

(شرح معانی الآثار: جز:1 ص:575 تا 576)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کی تحقیق

☆ قولہ انسیت ام قصرت الصلوٰۃ قال لم انس ولم تقصیر

اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان لاحق ہوتا تھا یا نہیں تو اس کی تحقیق حسب ذیل ہے:

نسیان کا معنیٰ

جو چیز انسان کی قوت حافظہ میں ہو اور اس کی طرف سے توجہ ہٹ جائے تو اس کو سہو اور ذہول کہتے ہیں اور جب وہ چیز حافظہ سے نکل جائے تو اس کو نسیان کہتے ہیں اور نسیان کے لغوی معنیٰ ہیں کسی چیز کا یاد نہ رہنا اور اس کو بھول جانا۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔

حافظ العلائی نے کہا ہے کہ

نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو تو ہوتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہاری مثل بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھولتا ہوں اور ائمہ لغت نے ان دونوں کو مساوی قرار دیا ہے کیونکہ دونوں کی تفسیر یہ ہے کہ غفلت دل سے کسی چیز کا نکل جانا۔

علامہ راغب نے کہا ہے کہ

غفلت سے کسی چیز میں خطا کرنا سہو ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

1- ایک قسم وہ ہے جس میں انسان کی تقصیر نہیں ہوتی یہ وہ ہے جس کا سبب اس سے صادر نہ ہو۔

2- دوسری قسم وہ ہے جس میں اس نے سبب صادر کیا ہو مثلاً اس نے کوئی نشہ آور چیز قصداً استعمال کی جس کی وجہ سے غافل ہوا غفلت کی یہ قسم مذموم ہے۔ تہذیب، صحاح اور محکم میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور النہایہ میں مذکور ہے کہ

بغیر علم کے کسی چیز کو ترک کر دینا سہو ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا سہو علم کے باوجود کسی چیز کو ترک کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ کو جو سہو نماز میں ہوا وہ اسی قسم کا ہے۔

اور میں یہ کہتا ہوں کہ

سہو اور نسیان میں بلاشبہ فرق ہے جو چیز قوت حافظہ میں ہو اس سے معمولی غفلت سہو ہے حتیٰ کہ ادنیٰ تنبیہ سے انسان اس چیز پر متنبہ ہو جائے اور نسیان یہ ہے کہ وہ چیز قوت حافظہ سے بالکلیہ زائل ہو جائے۔ (نسیم الریاض: ج:3، ص:161)

نبی کریم ﷺ کو نسیان نہیں ہوا؟

اس بارے میں علماء کرام وائمہ کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا۔

(الشفاء: ج:2، ص:123)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔

حافظ العلائی نے کہا ہے کہ نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو تو ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ (نسیم الریاض: ج:3، ص:161)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متوفی 179ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میرا فعل سنت بنایا جائے۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:228)

حافظ ابوعمر و یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابوعمر و یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ میں اپنی امت کے لئے اس چیز کو سنت قرار دوں کہ جب ان کو سہو ہو جائے تو وہ کس طرح عمل کریں تاکہ وہ میری اقتداء کریں اور میرے فعل کی اتباع کریں۔

(الاستذکار: ج:2، ص:402)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: اکثر فقہاء اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ افعال تبلیغیہ اور اعمال شرعیہ میں نبی

کریم ﷺ سے بلا قصد اور سہواً مخالفت کا واقع ہونا جائز ہے جیسا کہ نماز میں آپ کے سہو سے متعلق حدیث ہے اور اقوال تبلیغیہ میں آپ ﷺ سے سہو کا واقع ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اقوال میں آپ ﷺ کے صدق پر معجزہ قائم ہے اور اس میں مخالفت کا واقع ہونا معجزہ کے خلاف ہے اور افعال میں سہو کا واقعہ ہونا معجزہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ نبوت میں طعن اور اعتراض کا موجب ہے بلکہ یہ دل پر غفلت طاری ہونے اور فعل میں غلطی واقع ہونے کے قبیل سے ہے جو کہ بشری تقاضا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) اور جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھول جاتا ہوں پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کے حق میں سہو اور نسیان کا طاری ہونا علم کا فیضان کرنے اور شریعت کو مقرر کرنے کا سبب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: میں اس لیے بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں کہ میں کسی فعل کو سنت کروں بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ میں بھولتا نہیں ہوں لیکن میں بھلا دیا جاتا ہوں۔ بلکہ سہو اور نسیان کی حالت تبلیغ میں اضافہ ہے اور نعمت کو مکمل کرنا ہے اور نقص اور اعتراض سے بہت دور ہے کیونکہ علماء نبی کریم ﷺ کے سہو کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ رسولوں کو سہو اور غلطی پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو فوراً تنبیہ کر دی جاتی ہے اور وہ فی الفور صحیح حکم کو پہچان لیتے ہیں اور صوفیہ کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سہو، نسیان اور غفلت کا طاری ہونا بالکل جائز نہیں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں نماز میں سہو کا واقع ہونے کا ذکر ہے ان کی انہوں نے اپنے طور پر تشریح کی ہے۔

(الشفاء: ج: ۱ ص 131 تا 132)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی 494ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ اس فعل کو میں سنت بنا دوں۔ اس حدیث میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ میں بیداری میں بھولتا ہوں اور نیند میں بھلا دیا جاتا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا اگرچہ نماز یا کسی اور کام کے وقت آپ ﷺ کو نیند ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے بیداری میں بھولنے کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ اس وقت میں آپ لوگوں کے ساتھ معاملات میں مشغول ہوتے تھے اور نیند کی حالت میں آپ ﷺ نے اپنے بھولنے کی نسبت اپنے غیر کی طرف کی کیونکہ اس حال میں آپ ﷺ کی لوگوں کے ساتھ مشغولیت نہیں ہوتی تھی اور اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح نسیان میں کسی چیز سے سہو اور ذہول ہوتا ہے اور اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے یا کسی چیز کو یاد ہونے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود میں اس کو بھول جاتا ہوں پس آپ ﷺ نے بھولنے کی ایک صورت کو اپنی طرف منسوب کیا اور دوسری صورت کو اپنے غیر کی طرف منسوب کیا کیونکہ ایک صورت میں کسی سبب سے بھولنا ہے اور دوسری صورت میں بغیر کسی سبب کے اضطراری طور پر بھولنا ہے۔ (المنتقی: ج: ۱ ص: 182)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم (خیبر سے واپسی کے موقع پر) ایک رات کو سفر کر رہے تھے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم رات کے آخری حصہ میں یہاں قیام کر لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم سوتے رہو گے اور فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھ سکو گے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سب کو بیدار کر دوں گا پس وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری سے ٹیک لگا لی۔ ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج کی بھوں طلوع ہو چکی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے جو کہا تھا اس کا کیا ہوا؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: آج سے پہلے مجھے کبھی اتنی گہری نیند نہیں آئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہیں وہ روحیں لوٹا دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور جب سورج بلند ہو کر سفید ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ (صحیح البخاری: 595)

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 463ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمیوں کی طرح سو جاتے تھے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے ایک ایسی سنت قائم ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ میں کسی کام کو سنت کروں۔

اور علاء بن خباب کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بیدار کرنا چاہتا تو بیدار کرتا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہارے بعد والوں کے لئے یہ سنت ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا جو طبعی، فطری اور معروف طریقہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی، وہ یہ ہے کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا: بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس معمول کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی معمول ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صف میں مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو اپنے پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔ سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلت فطرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہے۔ باقی رہا سفر میں نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتے ہوئے رہ جانا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کے خلاف تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے قضاء نماز کی سنت کا عمل قائم ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو یہ تعلیم دیں کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا اس پر کیا کرنا واجب ہے اور وہ کس طرح کرے گا اور اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے تعلیم کا سبب بنا دیا۔ (التمہید: ج: 6، ص 385 تا 393)

مزید راقم ہیں: اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صبح کی نماز کے وقت طلوع آفتاب تک سوتے رہنا، یہ وہ امر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت

اور طبیعت سے خارج ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا اور اس وقت آپ ﷺ کی نیند اس لیے تھی کہ یہ امر سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ امر معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور یہ اس قبیل سے ہے کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ کوئی کام سنت ہو جائے۔

اور نبی کریم ﷺ کی فطرت اور عادت یہ تھی کہ نیند آپ ﷺ کے دل کو نہیں ڈھانپتی تھی اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا، اور یہ حکم عام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کی امت کو قضاء نماز کا طریقہ تعلیم فرمائے تو اس نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کر لیا اور جو مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان کی روحوں کو بھی نیند میں قبض فرما لیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ان سب کی روحوں کو لوٹا دیا تا کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مراد بیان فرمائے۔ فقہاء اور محدثین نے اس حدیث مبارکہ کی یہی تاویل کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا بدعتی ہے۔ (التمہید: ج:5، ص:209)

مزید رقم ہیں: امام مالک از ابن شہاب، از عبدالرحمٰن اعرج، از عبداللہ بن بحینہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے پوری نماز پڑھ لی تو ہم آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور بیٹھ کر سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی شخص بھی وہم اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ پر جو نسیان طاری ہوتا ہے وہ امت کے نسیان کی طرح نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ سنت ہو جائے۔ (التمہید: ج:10، ص:184)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 543ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو جو نمازوں میں سہو ہوا ہے وہ اس غفلت کی مثل ہے جو آپ ﷺ کو نیند میں ہوتی ہے اور یہ کسی آفت کی وجہ سے آپ ﷺ پر نسیان نہیں ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی توجہ افعال نماز سے ہٹا دیتا ہے تا کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ احکام شریعہ بیان فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ یہ احکام زبانی بیان فرما دیتے۔ لیکن کوئی کام کر کے دکھانا زبانی بیان کرنے سے زیادہ قوی ہے اور اس میں لوگوں کی زیادہ تسلی ہے۔

(القبس فی شرح موطا ابن انس: ج:1، ص:241)

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1122ھ لکھتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھولتا ہوں تو اس کا محمل یہ ہے کہ بھولنے کی صفت آپ ﷺ کے ساتھ قائم ہے۔ اور جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بھلا دیا جاتا ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

بھولنا آپ ﷺ کی طبیعت کا تقاضا نہیں ہے اور نہ یہ آپ ﷺ کی ایجاد سے ہے اس کا موجد صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
(شرح زرقانی للموطا: جز:1،ص:315)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں: ائمہ کرام نے فرمایا ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا بلکہ ان کو اس پر متنبہ فرما دیتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو علی الفور متنبہ فرماتا ہے یا تاخیر سے۔ قاضی ابوبکر اور اکثر علماء اول الذکر کے قائل ہیں اور ابوالمعالی ثانی الذکر کے قائل ہیں۔ علماء کرام کی ایک جماعت نے افعال بلاغیہ اور عبادات شرعیہ میں سہو کو منع کیا ہے اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اتفاقاً ممنوع ہے۔ اور فرقہ باطنیہ نے یہ کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ ﷺ قصداً اور عمداً نسیان کی صورت کرتے ہیں تا کہ احکام شرعیہ مسنون ہو جائیں۔ ایک بہت بڑے امام ابوالمظفر الاسفرائنی نے بھی اپنی کتاب الاوسط میں یہی لکھا ہے مگر یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:7،ص:15)

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیّد محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے کہ شیطان کا نبی کریم ﷺ کے دل میں وسوسے ڈال کر سہو اور نسیان پیدا کرنا محال ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

بلاشبہ حق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کسی بھی خبر میں غلطی واقع ہونا محال ہے۔ خواہ سہواً ہو یا عمداً، تندرستی میں یا بیماری میں، خوشی میں یا غضب میں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے اقوال اور آپ ﷺ کے افعال جن کے مجموعہ سے ہر موافق و مخالف و مومن اور منکر واقف ہے ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں فرمائی نہ آپ ﷺ کو کبھی کسی بات یا کسی کلمہ میں وہم ہوا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ منقول ہوتا جیسا کہ نماز میں آپ ﷺ کا سہو واقع ہونا منقول ہے البتہ دنیاوی معاملات میں بعض مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا جیسے کھجوروں میں پیوند لگانے کا واقعہ ہے۔ (روح المعانی: جز:7،ص:183)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا استدل بِهٖ عَلٰی جَوَازِ رَدِّ السَّلَامِ بِالْاِشَارَةِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: ایسی روایات جن سے نماز میں اشارہ کے ذریعہ سلام کا جواب دینے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے

551- عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَرْسَلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلٰى بَعِيْرِهٖ فَكَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِيْ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَوْمَا زُهَيْرٌ بِيَدِهٖ ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِيْ هٰكَذَا فَاَوْمَا زُهَيْرٌ اَيْضًا بِيَدِهٖ نَحْوَ الْاَرْضِ وَاَنَا اَسْمَعُهُ يَقْرَاُ يُوْمِئُ بِرَاْسِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَا

فَعَلْتَ فِي الَّذِيْ اَرْسَلْتُكَ لَهٗ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اُكَلِّمَكَ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابوزبیر کا بیان ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا جس وقت آپ بنومصطلق کی جانب جانے کا ارادہ فرما رہے تھے میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کے اوپر نماز ادا فرما رہے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو مجھے اپنے دست اقدس سے یوں اشارہ فرمایا اور حضرت زہیر نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا اس کے بعد میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو مجھے یوں اشارہ فرمایا۔ اور حضرت زہیر نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ بھی فرمایا اور میں آپ کو قرأت کرتے ہوئے سماعت کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر انور کے ساتھ اشارہ فرما رہے تھے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فراغت پا گئے تو ارشاد فرمایا: تم نے اس کام کے معاملہ میں کیا کیا جس کی خاطر تم کو روانہ فرمایا تھا مجھے تم سے بات کرنے کے لئے کسی چیز نے نہیں روکا ماسوا اس کے کہ میں نماز ادا فرما رہا تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 791، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:258، صحیح مسلم: ج:3، ص:474، مسند ابی عوانہ: ج:1، ص:465، مسند احمد: ج:29، ص:164)

552- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح انہیں جواب مرحمت فرمایا کرتے تھے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 286، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1110، مستدرک: رقم الحدیث: 4278، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7291، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 780، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38121، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3710، مسند احمد: رقم الحدیث: 22761)

553- وَعَنْهُ عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ اِشَارَةً وَقَالَ لَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ اِشَارَةً بِاِصْبَعِهٖ ۔ رَوَاهُ الثلاثة وحسنه التِّرْمَذِيُّ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا۔ میرے علم کے مطابق اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 790، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:311، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3709، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 335، مسند احمد: رقم الحدیث: 18168، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 367)

554- وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسْجِدَ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَّهُوَ مَسْجِدُ قُبَا لِيُصَلِّيَ فِيْهِ فَدَخَلَ مَعَهٗ رِجَالٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَدَخَلَ مَعَهُمْ صُهَيْبٌ فَسَاَلْتُهٗ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ ۔ اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِيْ

اَلْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ عَلٰى شَرْطِهِمَا .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی مسجد میں تشریف لے گئے جو کہ قباء والی مسجد ہے۔ تا کہ اس کے اندر نماز ادا فرمائیں تو انصار کے چند اشخاص بھی داخل ہو گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا شروع کر دیا اور ان کی معیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی اندر کو داخل ہوئے پس میں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ نماز میں سلام کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 792، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 259، مسند الصحابة: ج: 17، ص: 145)

555- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يشير في الصلوة . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اندر اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث 4814، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 695، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 806، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3231، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1889، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2264، کنز العمال: رقم الحدیث: 17939، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 3569)

مذاہب فقہاء

نماز میں سلام کا جواب دینے اور سلام کا جواب اشارہ کے ساتھ دینے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دینا مستحب ہے۔ (شرح العینی: ج: 7، ص: 269)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینے اور مصافحہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز میں اشارہ کرنا مکروہ ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 358)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کسی شخص کو سلام کیا یا عمداً یا سہواً نماز فاسد ہو گئی اگر چہ بھول کر السلام کہا تھا کہ یاد آیا سلام نہ کرنا چاہئے اور سکوت کیا۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 98)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 97)

نیز علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: زبان سے سلام کا جواب دینا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور ہاتھ کے اشارے سے دیا تو مکروہ ہوئی سلام کی نیت سے مصافحہ کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 450)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَااسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی نَسْخِ رَدِّ السَّلَامِ بِالْاِشَارَةِ فِی الصَّلٰوةِ

باب: ایسی روایات جن سے حالت نماز میں اشارہ کے ذریعہ سلام کے جواب کے منسوخ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے

556- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَیَّ وَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ شُغْلًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کو سلام کیا کرتا اس حال میں کہ آپ ﷺ حالت نماز میں ہوا کرتے تھے پس آپ ﷺ مجھے جواب مرحمت فرماتے اس کے بعد جس وقت لوٹ آئے (حبشہ سے) تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اس پر مجھے کوئی بھی جواب مرحمت نہ فرمایا۔ اور (بعد نماز میں) ارشاد فرمایا: یقیناً نماز میں مشغولیت ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 788، شرح السنۃ: ج:1، ص:178، مسند ابی عوانہ: ج:1، ص:463، مسند احمد: ج:7، ص:417، مسند ابی یعلیٰ: ج:9، ص:118)

557- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاكُمْ رَافِعِیْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ملاحظہ فرما رہا ہوں گویا کہ وہ سرکش گھوڑے کی دم ہیں حالت نماز میں اطمینان سے رہو۔ (شرح السنۃ: ج:1، ص:166، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 773، مسند الصحابۃ: ج:17، ص:144)

اس باب کے مسئلہ کو پچھلے باب میں بیان کر دیا ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْفَتْحِ عَلَی الْاِمَامِ

باب: امام کو لقمہ دینا

یہ باب امام کو لقمہ دینے کے حکم میں ہے۔

558- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةً فَقَرَاَ فِيْهَا فَلُبِسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِاُبَیٍّ اَصَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالطَّبْرَانِیُّ وَزَادَ اَنْ تَفْتَحَ عَلَیَّ ۔ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو اس میں قرأت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرأت کا اختلاط ہو گیا جس وقت فراغت پالی تو ارشاد فرمایا حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہ کیا تم نے ہماری معیت نماز پڑھی ہے؟ وہ عرض گزار ہوئے: ہاں۔ تو ارشاد فرمایا: تو تم کو کس چیز نے روک دیا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 155، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3923، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 773، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5574، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 166، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 403، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1769)

شرح:

نماز میں لقمہ دینے کے چند اصول ہیں جن کی تحقیق حسب ذیل ہے:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لقمہ دینے کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم میں واضح ہو جائے گا۔

1- امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔

ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنیٰ ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنیٰ نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو، وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں ان سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ ان کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

2- قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ اور بے شک آج کل بہت حفاظ کا شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقتاً یہود کے اس فعل میں داخل ہے "اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور کرو" الخ

3- اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

4- جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کر لیا جائے۔ اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا۔ حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقتاً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام ومفسد نماز مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح میں شک ہوا اور محرم موجود ہے لہٰذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اس کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔

5- غلطی کا مفسد معنیٰ ہونا بنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں ان میں

چند ہی ایسے ہوسکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہوجائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقتاً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہوگیا صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں
3 اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریاء وتشویش چاہیں ان کو روکا جائے نہ مانیں تو ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔

درمختار میں ہے: ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ زبان سے ایذاء دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:286 تا 288)

آیا لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں۔

لقمہ دینا جائز ہے جب امام نماز میں یا قرأت میں غلطی کرے اگرچہ وہ فرض نماز ہو واجب یا نفل۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل، اور اس میں سجدۂ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں۔ ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحان اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برتی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:288)

ایک اور جگہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:289)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا لقمہ لینا مفسد نہیں۔ ہاں اگر مقتدی نے دوسرے سے سن کر جو نماز میں اس کا شریک نہیں ہے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز گئی اور امام نے نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی گئی۔ (درمختار: جز:2، ص:461)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: لقمہ دینے والا قرأت کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے۔ (درمختار: جز:2، ص:461)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے تھوڑا توقف چاہئے کہ شاید امام خود نکال لے اگر جبکہ اس کی عادت اسے معلوم ہو کہ رکتا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے یونہی امام کو مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد

نماز نہ ہو اور اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دے، مجبور کرنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے۔
(ردالمحتار: ج:2،ص:462)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
لقمہ دینے والے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں مراہق بھی لقمہ دے سکتا ہے۔(فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:99)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْحَدَثِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں حدث لاحق ہونے کا بیان

یہ باب حالت نماز میں حدث لاحق ہونے کے حکم میں ہے۔

559- عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلٰوتَهٗ ۔ رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمَذِيُّ وَضَعَّفَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ ۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی حالت نماز میں ریح نکل جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ نماز ترک کر کے چلا جائے اور دوبارہ وضو کرے نماز ادا کرے۔(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:853، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:34، سنن دارقطنی: ج:2،ص:134، شرح السنۃ: رقم الحدیث:753، صحیح ابن حبان: ج:6،ص:8، مسند احمد: ج:1،ص:86، سنن الترمذی: رقم الحدیث:1164، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2237)

560- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصَابَهٗ قَيْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلَسٌ اَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لْيَبْنِ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ الزيلعي وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مقال ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کو قے یا نکسیر یا کڑوا پانی یا مذی آجائے تو اسے چاہئے کہ وہ چلا جائے اور دوبارہ وضو کر کے اپنی نماز کی بناء کر لے اور اس دوران میں کسی سے کوئی بات نہ کرے۔(کامل ابن عدی: ج:1،ص:296، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1221، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:554)

561- وعن عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اِذَا رَعُفَ انْصَرَفَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى وَلَمْ يَتَكَلَّمْ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہیں جس وقت نکسیر پھوٹ جایا کرتی تو پلٹ جایا کرتے اور دوبارہ وضو فرمایا کرتے اور

کوئی بات بھی نہ فرمایا کرتے پھرلوٹ آتے اور جہاں پر نماز پڑھ رہے ہوتے تو اسی پر بناء فرمایا کرتے۔ (المؤطا: رقم الحدیث: 36، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3609، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3200، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 542، معرفة السنن: رقم الحدیث: 1092)

562- وَعَنْهُ قَالَ إِذَا رَعُفَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ أَوْ وَجَدَ مَذْيًا فَإِنَّهُ يَنْصَرِفُ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُتِمُّ مَا بَقِيَ عَلٰى مَا مَضٰى مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ . رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

انہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جس وقت کسی شخص کی حالت نماز میں نکسیر پھوٹ جائے یا قے آجائے یا مذی کو پالے تو لوٹ جائے اور دوبارہ وضو کر کے آئے اور باقی ماندہ نماز سے پڑھی ہوئی پر بناء کر کے پوری کرے جب تک کسی سے کلام نہ کیا ہو۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 561، سنن البیہقی: جز: 1، ص: 143، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2037، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2048، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 653، کنز العمال: رقم الحدیث: 19938، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 3609، معرفة السنن: رقم الحدیث: 328)

563- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فِي بَطْنِهِ ذَرًّا أَوْ قَيْئًا أَوْ رُعَافًا فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلٰى صَلٰوتِهِ مَالَمْ يَتَكَلَّمْ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز کے اندر اپنے پیٹ میں ہوا یا قے یا نکسیر کو پائے تو دوبارہ جا کر وضو کرے اس کے بعد جب تک بات نہ کی ہو اپنی نماز پر بناء کرے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 32213، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 211، کنز العمال: رقم الحدیث: 22409، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5955، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 3606، معرفة السنن: رقم الحدیث: 1095)

564- وَعَنْهُ قَالَ إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ أَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّ صَلٰوتُهُ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

انہی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب کوئی بقدر تشہد بیٹھ جائے اس کے بعد اسے حدث لاحق ہونا سوجھے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ (اتحاف الخیرة المہرة: رقم الحدیث: 1361، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 32174، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2648، کنز العمال: رقم الحدیث: 22370، معرفة السنن: رقم الحدیث: 983)

مذاہب فقہاء

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: وضو ٹوٹنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ وضو ٹوٹنا اختیاری ہو یا اضطراری۔ (فتح الباری: جز: 1، ص: 680)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جس کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے وہ واپس جائے اگر امام ہے تو کسی کو خلیفہ بنا دے اور وضو کرے اور اسی نماز پر بناء کرے اور قیاس یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کیونکہ وضو ٹوٹنا نماز کے منافی ہے اور وضو کے لئے چل کر جانا اور قبلہ سے منحرف ہونا نماز کو فاسد کر دیتے ہیں لہٰذا یہ عمداً وضو توڑنے کے مشابہ ہوگیا۔

(ہدایہ اولین، ص:128)

علامہ زین الدین بن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: نماز میں جس کا وضو جاتا رہے اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے تو وضو کر کے جہاں سے باقی ہے وہیں سے پڑھ سکتا ہے اس کو بناء کہتے ہیں۔ مگر افضل یہ ہے کہ سرے سے پڑھے اسے استیناف کہتے ہیں اس حکم میں عورت و مرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (البحر الرائق، ج:1، ص:642، 653)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جس رکن میں حدث واقع ہو اس کا اعادہ کرے۔ (عالمگیری، ج:1، ص:93)

بناء کے لئے تیرہ شرائط

بناء کے لئے تیرہ شرائط ہیں اگر ان میں ایک شرط بھی معدوم ہوئی بناء جائز نہیں۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بناء کے لئے تیرہ شرائط ہیں اگر ان میں ایک شرط بھی معدوم ہوئی تو بناء جائز نہ ہوگی۔

پہلی شرط

حدث موجب وضو ہو۔

دوسری شرط

اس کا وجود نادر نہ ہو۔

تیسری شرط

وہ حدث سماوی ہو یعنی نہ وہ بندہ کے اختیار سے ہو نہ اس کا سبب۔

چوتھی شرط

وہ حدث اس کے بدن سے ہو۔

پانچویں شرط

اس کے حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کیا ہو۔

چھٹی شرط

نہ بغیر عذر بقدر ادائے رکن ٹھہرا ہو۔

ساتویں شرط

نہ چلنے میں رکن ادا کیا ہو۔

آٹھویں شرط

کوئی فعل منافی نماز جس کی اسے اجازت نہ تھی نہ کیا ہو۔

نویں شرط

کوئی ایسا فعل کیا ہو جس کی اجازت تھی تو بغیر ضرورت بقدر منافی زائد نہ ہو۔

دسویں شرط

اس حدث سماوی کے بعد کوئی حدث سابق ظاہر نہ ہوا ہو۔

گیارہویں شرط

حدث کے بعد صاحب ترتیب کو قضاء نہ یاد آئی ہو۔

بارہویں شرط

مقتدی ہو تو امام کے فارغ ہونے سے قبل دوسری جگہ ادا نہ کی ہو۔

تیرہویں شرط

امام تھا تو ایسے کو خلیفہ نہ بنایا ہو جو لائق امامت نہیں۔ (درمختار: ج:2، ص:422)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْحَقْنِ

باب: دوران نماز پیشاب کو روکنا

یہ باب دوران نماز پیشاب کو روکنے کے حکم میں ہے۔

565- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی بول و براز کے وقت۔ (احکام الشرعیۃ الکبری: ج:2، ص:302، بلوغ المرام: رقم الحدیث:249، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:17132، جامع الاصول: رقم الحدیث:3756، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1197، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:82، سنن المجتبیٰ برقم الحدیث: 4816، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث:1998)

566- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّذْهَبَ اِلَى الْخَلَآءِ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ . رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ .

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی

بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرے اور اس دوران نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے بیت الخلاء جائے۔(متدرک:رقم الحدیث:597،مجم الاوسط:رقم الحدیث:7032،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:1466،جامع الاصول:رقم الحدیث:3754،جمع الجوامع:رقم الحدیث:1377،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:81،سنن البیہقی الکبری:رقم الحدیث:4808،کنز العمال:رقم الحدیث:20062)

567- وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّفْعَلَهُنَّ لَا يَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَنْظُرُ فِيْ قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَاْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يُصَلِّيْ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں کسی کے لئے بھی کرنا جائز نہیں وہ آدمی لوگوں کی امامت نہ کروائے جوان کو ترک کر کے خود کے لئے دعا مخصوص کر دے چنانچہ اگر اس نے اس طرح کیا تو وہ خائن ہے اور کوئی اذن مانگنے سے قبل کسی کے گھر کے صحن میں نہ دیکھے اگر اس نے اس طرح کیا تو یقیناً وہ گھر میں داخل ہو چکا۔اور کوئی پیشاب روک کر نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ وہ ہلکا ہو جائے۔(احکام الشرعیہ الکبری:ج:2،ص:280،جامع الاصول:رقم الحدیث:3847،جمع الجوامع:رقم الحدیث:42،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:83)

نماز مکروہ تحریمی

شدت کا پاخانہ پیشاب آرہا ہے یا غلبہ ریح ہے تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: شدت کا پاخانہ معلوم ہوتے وقت یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔(درمختار:ج:2،ص:492)

علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز شروع کرنے سے قبل اگر ان چیزوں (یعنی پاخانہ، پیشاب اور ریح) کا غلبہ ہو تو وقت میں وسعت ہوتے ہوئے شروع ہی ممنوع و گناہ ہے قضائے حاجت مقدم ہے اگرچہ جماعت جاتی رہنے کا اندیشہ ہو اور اگر دیکھتا ہے کہ قضائے حاجت اور وضو کے بعد وقت جاتا رہے گا تو وقت کی رعایت مقدم ہے نماز پڑھ لے اور اگر اثنائے نماز میں یہ حالت پیدا ہو جائے اور وقت میں گنجائش ہو تو توڑ دینا واجب اور اگر اسی طرح پڑھ لی تو گناہ گار ہوا۔(ردالمحتار:ج:2،ص:492)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ

باب: کھانے کے موجود ہونے کے وقت نماز کا بیان

یہ باب کھانے کے موجود ہونے کے وقت نماز کے حکم میں ہے۔

568- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكُمْ

وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے واسطے رات کا کھانا رکھ دیا جائے تو تم پہلے کھانا کھالو اور وہ عجلت نہ برتے حتیٰ کہ کھانے سے فراغت نہ پالے۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج:1،ص:168، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:2937، جمع الجوامع: رقم الحدیث:2948، صحیح البخاری: رقم الحدیث:633، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:642)

569- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَآءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ . أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو سب سے پہلے کھانا کھالو۔ (مسند الحمیدی: رقم الحدیث:182، صحیح مسلم: رقم الحدیث:559، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:935، مسند احمد: رقم الحدیث:24120، جامع المسانید: رقم الحدیث:2472، مسند الطحاوی: رقم الحدیث:9289، صحیح البخاری: رقم الحدیث:671)

مذاہب فقہاء

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے ظاہر پر عمل کیا ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھانے کو نماز پر مقدم کرنا مستحب ہے۔ فقہاء شافعیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر اس کھانے کی احتیاج ہو تو پہلے کھانا کھائے ورنہ پہلے نماز پڑھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ اتنی دیر میں کھانا خراب ہو جائے گا تو پہلے کھانا کھالے اور بعض فقہاء نے کوئی قید نہیں لگائی اور مطلقاً کہا کہ پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا قول یہی ہے۔ شیخ ابن حزم کا قول بہت افراط پر مبنی ہے انہوں نے کہا: اگر اس نے کھانے سے قبل نماز پڑھ لی تو اس کی نماز باطل ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر کھانا کم مقدار میں ہو تو پہلے کھانا کھالے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کا دل کھانے میں لگا رہے اور نماز میں بھی اس کو کھانے کا خیال آئے تو پہلے کھانا کھالے ورنہ پہلے نماز پڑھے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم ہے لیکن اس طرح نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اچھی طرح ادا کیا جائے اور اس کا حق ادا کرتے وقت کسی اور چیز کا بالکل خیال نہ آئے۔ (فتح الباری: ج:2،ص:268)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجُزْءُ الثَّانِیْ

بَابُ مَا عَلَى الْاِمَامِ

باب: امام کی ذمہ داریوں کا بیان

یہ باب امام کی ذمہ داریوں کے حکم میں ہے۔

570- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو چاہئے کہ اختصار کے ساتھ پڑھائے کیونکہ ان کے اندر کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوا کرتے ہیں اور جس وقت تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی کرے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:117، سنن النسائی: ج:3، ص:326، شرح السنۃ: ج:1، ص:204، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:56، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:673)

571- وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں فلاں آدمی کی بناء پر صبح کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ ہم کو لمبی نماز پڑھایا کرتا ہے چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نصیحت میں اس روز سے بڑھ کر زیادہ غصہ والا نہیں دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً تم میں سے کچھ لوگ متنفر کرنے والے ہیں چنانچہ تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور، بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:466، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:984، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:3726، مسند الحمیدی: رقم الحدیث:453، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1605، المعجم الکبیر: رقم الحدیث:555، شرح السنۃ: رقم الحدیث:844، مسند احمد: ج:4، ص:118، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:2، ص:55، سنن البیہقی: ج:3، ص:115)

572- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ إِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهُ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نبی کریم ﷺ سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز کسی بھی امام کے پیچھے ادانہیں کی اور یقیناً آپ ﷺ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس ڈر کی بناء پر نماز میں تخفیف فرمادیتے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کی ماں آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 470، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 789، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 989، سنن النسائی: رقم الحدیث: 821، مسند احمد: رقم الحدیث: 22602، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 706، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 2، ص: 57)

573- عَنْ اَبِي قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّي لَاَقُوْمُ فِي الصَّلٰوةِ اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو اس کے اندر طویل قرأت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اپنی نماز میں اختصار برت لیتا ہوں یہ ناپسند کرتے ہوئے کہ کہیں اس کی ماں کو مشقت میں نہ ڈال دوں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 470، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 789، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 707، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 989، سنن النسائی: رقم الحدیث: 821، مسند احمد: رقم الحدیث: 22602، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 2، ص: 57)

574- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ مَا عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَمْتَ قَوْمًا فَاَخِفَّ بِهِمُ الصَّلٰوةَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو سب سے آخری نصیحت فرمائی وہ یہ تھی کہ جس وقت تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ان کو تخفیف سے نماز پڑھاؤ۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 135، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2033، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8337، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 1509، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3837، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1520، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 978، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5051)

575- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِالتَّخْفِيْفِ وَيَؤُمُّنَا بِالصَّافَّاتِ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے اندر تخفیف کا حکم ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ہم کو سورہ صافات کے ساتھ نماز پڑھایا کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 136، سنن النسائی: رقم الحدیث: 817، مسند البزار: رقم الحدیث: 6059، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 361)

نماز لمبی پڑھانے سے منع کرنے کی وجوہ

امام کو لمبی نماز پڑھانے سے منع کرنے کا محمل یہ ہے کہ جب نمازیوں میں بوڑھے، کمزور اور بیمار ہوں اور اگر نمازیوں میں سب صحت مند اور توانا ہوں اور وہ لمبی نماز پڑھانے سے خوش ہوں تو پھر امام کے لئے لمبی نماز پڑھانا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ لمبی سورتیں مثلاً

سورہ یوسف پڑھ کر بھی نماز پڑھاتے تھے اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورہ اعراف بھی پڑھی ہے تاہم جب آپ ﷺ نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز کو سنا کرتے تے تو نماز کو مختصر کر دیتے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں نماز کے اندر مضطرب ہوگی اور ذہن بٹ جائے گا اور خشوع و خضوع ختم ہو جائے گا اس وجہ سے اختصار فرمایا کرتے تھے۔

اختصار کا معنیٰ

علامہ علاؤ الدین مغلطائی ابن قلیج حنفی متوفی 762ھ لکھتے ہیں: حدیث میں اختصار کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ قرأت کو کم کر دیتے تھے۔ وکیع نے اپنی سند کے ساتھ ابو سائط سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیات پڑھیں پھر آپ ﷺ نے بچے کے رونے کی آواز کو سنا تو دوسری رکعت میں تین آیات پڑھیں اور آنے والے نمازیوں کے انتظار میں تسبیحات زیادہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔ (شرح ابن قلیج: ج:5، ص:1674)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: شعبی، حسن بصری اور عبدالرحمٰن بن لیلیٰ نے کہا ہے کہ جب امام رکوع میں ہو اور وہ کسی کے آنے کی آہٹ سنے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ رکوع کی تسبیحات کو معمول سے کچھ زیادہ کر دے تاکہ آنے والے اس کی نماز میں شامل ہو جائیں کیونکہ جب بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز کی تسبیحات میں اختصار کیا جا سکتا ہے تو آنے والوں کی آہٹ سن کر تسبیحات کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔ امام احمد، ابو ثور اور اسحاق نے کہا ہے کہ جب تک نمازیوں پر دشوار نہ ہو ان کا انتظار کر سکتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس سے دوسرے نمازی کو ضرر ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے معمول کے مطابق رکوع کرے۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:399)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کی کتب میں سے ذخیرہ میں مذکور ہے کہ امام رکوع میں جوتیوں کی آہٹ سنے تو کیا وہ آنے والے نمازیوں کا انتظار کرے؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے دریافت کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ قرار دیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے اس پر شرک کا خطرہ ہے اور ہشام نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی کراہت کو روایت کیا ہے۔ شعبی نے کہا: اگر ایک یا دو تسبیح کی مقدار زیادہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ ابو القاسم الصغار ن کہا: اگر آنے والا غنی ہو تو پھر انتظار کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ فقیر ہو تو پھر جائز ہے۔ ابو اللیث نے کہا ہے کہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا ہو تو پھر تسبیحات زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو پہچانتا نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادت پر اعانت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ رکوع کو لمبا کرنا مکروہ ہے جبکہ رکوع لمبا کرنے سے اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کا تقرب نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ ظالم کے ظلم اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لئے رکوع کو لمبا کرے تو پھر یہ مکروہ نہیں ہے۔ (شرح العینی: ج:5، ص:359 تا 360)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: رکوع کو لمبا کرنا یا قرأت کو لمبا کرنا تاکہ آنے والے نمازی کو رکعت مل جائے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ آنے والے کو پہچانتا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہ اس فعل سے اللہ

تعالیٰ کے حصول قرب کا ارادہ کرے تو یہ بالاتفاق مکروہ نہیں ہے لیکن یہ بہت نادر ہے اور اس کو مسئلۃ الریاء کہا جاتا ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: عبادت میں ایسے فعل کو ترک کرنا افضل ہے جو عدم اخلاص کا شبہ پیدا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کام کو چھوڑ دو جو شک پیدا کرے اور وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس میں عبادت پر اعانت ہے تو اس سے نمازی کی سستی اور نماز کے لئے جلدی نہ آنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی تیاری نہ کرنے پر بھی اعانت ہے لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے۔ (درمختار وردالمختار: ج:2،ص:175 تا 176)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا عَلَى الْمَامُوْمِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ

باب: امام کی مقتدی پر جس قدر اتباع ضروری ہے

یہ باب امام کی اتباع کرنے کے حکم میں ہے۔

576- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا یَخْشٰی اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اگر وہ اپنے سر کو امام سے قبل اٹھالے تو رب تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا ڈالے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا ڈالے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 427، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 582، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 961، جامع المسانید: رقم الحدیث: 4861، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 691، سنن النسائی: رقم الحدیث: 827، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 623)

577- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ حَدَّثَنِی الْبَرَآءُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ غَیْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ یَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰی یَقَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

عبداللہ بن یزید کا بیان ہے کہ مجھے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور وہ غیر مکذوب تھے۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ جس وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہا کرتے تو ہم میں سے کوئی اپنی کمر کو نہ جھکایا کرتا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ سجدہ کی حالت میں نہ تشریف لے جاتے پھر آپ ﷺ کے بعد سجدے میں تشریف لے جاتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 525، سنن الترمذی: ج:1،ص:492، سنن النسائی: ج:2،ص:96، صحیح البخاری: ج:3،ص:191، صحیح ابن حبان: ج:5،ص:605)

578- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِیَامِ

وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز پڑھائی تو جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل نماز پڑھا لی تو اپنا رخ انور ہماری جانب فرما کر ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقیناً میں تمہارا امام ہوں چنانچہ تم نہ تو رکوع نہ ہی سجود نہ ہی قیام میں نہ ہی سلام پھیرنے میں مجھ سے سبقت کرو کیونکہ میں تم کو اپنے سامنے اور پیچھے ملاحظہ فرماتا ہوں۔

متابعت کا معنیٰ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: متابعت کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی رکن کو امام کے شروع کرنے کے بعد اور اس کے رکن سے امام کے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی اس رکن کو شروع کرے حتیٰ کہ متابعت کا معنیٰ متحقق ہو۔

(شرح العینی: جز:5،ص:323)

صورت کو گدھے کی صورت بنا دینے سے مراد

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حدیث میں گدھے کے سر یا گدھے کی صورت سے مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو انتہائی بے وقوف بنا دے کیونکہ اس امت میں مسخ کا وقوع جائز نہیں ہے۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا: اس امت میں گدھے کی صورت میں مسخ کا وجود نہیں ہے کیونکہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے اور گدھے کی صورت میں مسخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں بصیرت کم ہوگی اور عناد زیادہ ہوگا لیکن ان علماء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ امت مسخ سے مامون اور محفوظ ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کے آخر میں بھی مسخ کا وقوع ہوگا۔ (شرح العینی: جز:5،ص:327)

امام سے مقدم ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری عفی عنہ نعمۃ الودود میں لکھتے ہیں: امام سے مقدم ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے اور یہاں پر تین چیزوں کے حوالے سے بحث ہے: 1-تکبیر تحریمہ، 2-سلام، 3-بقیہ ارکان رکوع و سجود وغیرہ۔ تکبیر تحریمہ میں امام سے مقدم ہونا ائمہ اربعہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے اور سلام میں امام سے مقدم ہونا صرف ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ احناف کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں بلکہ مکروہ ہے اور بقیہ ارکان میں امام سے مقدم ہونا ائمہ اربعہ کے نزدیک مفسد نہیں مکروہ تحریمی ہے۔ (نعمۃ الودود: جز:2،ص:771)

نماز کے افعال میں امام کی اتباع واجب ہے

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نماز کے افعال میں امام کی اتباع کرنا واجب ہے۔

(شرح العینی: جز:5،ص:323)

اقتداء کی شرائط

اقتداء کی تیرہ شرائط ہیں جن میں سے تین شرائط ایسی ہیں جو مقتدی کے لئے ضروری ہیں:

1-مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا۔

2-امام کے انتقالات کا علم ہونا۔

3-ارکان کی ادا میں شریک ہونا۔

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: (اقتداء کی تیرہ شرائط ہیں)

1-نیت اقتداء

2-اور اس نیت اقتداء کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر مقدم ہونا بشرطیکہ صورت تقدم میں کوئی اجنبی نیت و تحریمہ میں فاصل نہ ہو۔

3-امام اور مقتدی کا ایک امکان میں ہونا۔

4-دونوں کی نماز ایک ہو یا امام کی نماز، نماز مقتدی کو متضمن ہو۔

5-امام کی نماز مذہب مقتدی پر صحیح ہونا۔

6-امام و مقتدی دونوں کا اسے صحیح سمجھنا۔

7-عورت کا محاذی نہ ہونا ان شروط کے ساتھ جو مذکور ہوں گی۔

8-مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا۔

9-امام کے انتقالات کا علم ہونا۔

10-امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو۔

11-ارکان کی ادا میں شریک ہونا۔

12-ارکان کی ادا میں مقتدی امام کے مثل ہو یا کم ہو۔

13-یونہی شرائط میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا۔(ردالمختار: ج:2،ص:339)

چار چیزوں میں مقتدی امام کا ساتھ نہ دے

چار چیزیں ایسی ہیں کہ امام کرلے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دے۔

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام کرلے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دے:

1-نماز میں کوئی زائد سجدہ کیا۔

2-تکبیرات عیدین میں اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زیادتی کی۔

3-جنازہ میں تکبیریں کہیں۔

4-پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہوگیا پھر اس صورت میں اگر قعدہ اخیرہ کر چکا ہے تو مقتدی اس کا انتظار کرے اگر پانچویں کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرلے اور اگر پانچویں کا سجدہ کرلیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو سب کی نماز فاسد ہوگئی اگرچہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیرلیا ہو۔

(عالمگیری: ج:2،ص:90)

پانچ چیزیں اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے

پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی وہ نہ بجالائے اور امام کا ساتھ دے۔

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: پانچ چیزیں وہ ہیں کہ امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے:

1-تکبیرات عیدین

2-قعدہ اولیٰ

3-سجدہ تلاوت

4-سجدہ سہو

5-قنوت جبکہ رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع کرلے۔(عالمگیری:ج:2،ص:90)

نو چیزوں میں مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے

نو چیزیں ایسی ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے۔

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: نو چیزیں ایسی ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے:

1-تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا

2-ثناء پڑھنا جبکہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھتا ہو۔

3-رکوع

4-سجود کی تکبیرات

5-تسبیحات

6-تسمیع

7-تشہد پڑھنا

8-سلام پھیرنا

9-تکبیرات تشریق (عالمگیری:ج:3،ص:90)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اَبْوَابُ صَلٰوةِ الْوِتْرِ

وتر کی نماز سے متعلق ابواب

بَابُ مَااسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی وُجُوْبِ صَلٰوةِ الْوِتْرِ

باب: ایسی روایات جن سے نماز وتر کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے

یہ باب نماز وتر کے وجوب کے متعلق ہے۔

579- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1438، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 751، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 998، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 4020، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1680)

580- وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

انہی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح سے قبل وتر ہی کو جلدی سے پڑھ لیا کرو۔ (مسند احمد: جز: 2، ص: 139، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 754، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1683، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 467)

581- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا البخاری ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح ہونے سے قبل وتر پڑھ لیا کرو۔ (سنن النسائی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1392، مستدرک: رقم الحدیث: 1123، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 387، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 9525، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4150، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 7865، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1179، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4293)

582- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْیُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّیْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّیْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَّذٰلِكَ اَفْضَلُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے یہ خوف ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہ اٹھ پائے گا تو وہ اس کی ابتداء ہی میں وتر پڑھ لیا کرے اور جس آدمی کو اس کے آخری حصہ میں اٹھ پانے کی امید ہو تو وہ اخیر رات میں وتر پڑھ لیا کرے کیونکہ رات کے آخری والے حصہ کی نماز (ملائکہ کے) حاضر ہونے کا وقت ہے اور یہ زیادہ فضیلت والا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:353، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 390، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 22111، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4154، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 4842، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1177، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4615، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 418)

583- وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وتر واجب ہے جو وتر ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، وتر واجب ہے جو وتر ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، وتر واجب ہے جو وتر ادا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1419، سنن البیہقی: ج:2، ص:470، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:2، ص:297، مسند احمد: ج:46، ص:493، مستدرک: ج:1، ص:448، التلخیص الحبیر: ج:2، ص:21، تاریخ کبیر: رقم الحدیث: 1245)

584- وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى زَادَكُمْ صَلٰوةً وَّهِيَ الْوِتْرُ ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِيْ مُسْنَدِ الشَّامِيِّيْنَ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً رب تعالیٰ نے تمہارے اوپر ایک نماز کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ وتر ہے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 6863، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2307، کنز العمال: رقم الحدیث: 19525، مسند احمد: رقم الحدیث: 6625، مسند الصحابۃ: ج:44، ص:456، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 3852، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6929، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4582)

585- وَعَنْ اَبِيْ تَمِيْمِ الْجَيْشَانِيِّ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً وَّهِيَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْهَا فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ تَمِيْمٍ فَاَخَذَ بِيَدِيْ اَبُوْ ذَرٍّ فَسَارَ فِي الْمَسْجِدِ اِلٰى اَبِيْ بَصْرَةَ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا قَالَ عَمْرٌو وَقَالَ اَبُوْ بَصْرَةَ اَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ابوتمیم جیشانی کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بروز جمعہ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: حضرت

ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً تمہارے اوپر ایک نماز کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ وتر ہے تو اس کو عشاء کی نماز اور فجر کی نماز کے مابین ادا کرو۔ حضرت ابوتمیم نے فرمایا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ میرے ہاتھ کو پکڑ کر حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ کی جانب مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور انہیں کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جس کو عمرو نے بیان کیا ہے اس پر حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:3، ص:17، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:2، ص:297، مسند الصحابۃ: ج:44، ص:456، مسند احمد: ج:48، ص:374، کنز العمال: ج:7، ص:409، شرح معانی الآثار: ج:1، ص:430، جمع الجوامع: ج:1، ص:8583، جامع الاحادیث: ج:8، ص:92)

586- وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهٖ اَوْ نَسِيَهٗ فَلْيُصَلِّهٖ اِذَا اَصْبَحَ اَوْ ذَكَرَهٗ ۔ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی وتر پڑھنے سے (قبل) سو جائے یا اسے بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ جس وقت صبح کرے یا یاد آئے تو اس کو پڑھ لے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1431، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 465، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1188، مسند احمد: ج:3، ص:31)

مذاہب اربعہ

وتر کے وجوب کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک وتر کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (شرح للنووی: ج:4، ص:12)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: وتر ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس آدمی نے عمداً وتر ترک کیا وہ برا شخص ہے اس کی شہادت نہیں قبول کرنی چاہئے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وتر کی تاکید میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ احادیث میں وتر پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔ (المغنی: ج:1، ص:452 تا 453)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: وتر کے واجب ہونے میں متقدمین کا اختلاف ہے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وتر سنت ہے۔ سعید بن مسیب، حسن بصری، شعبی اور ابن شہاب سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور یہی امام مالک، ثوری، امام ابویوسف، امام محمد اور امام شافعی اور عامۃ الفقہاء رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ علیہم کا مذہب ہے۔ اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اے اہل قرآن! وتر پڑھو۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور یہی نخعی کا قول ہے اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر

واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وتر حق ہے اور جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ان فقہاء کا قول صحیح ہے جنہوں نے وتر کی نماز کو سنت کہا ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں صرف پانچ ہیں اگر وتر بھی فرض ہوں تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا: وتر حق ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وتر کا سنت ہونا برحق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے یہ ترغیب کے لئے ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو خوش الحانی سے قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام سے اس کو اسلام سے نکالنے کا ارادہ نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:656 تا 657)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:379)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں وتر کی قضا پڑھنے سے ابتداء کی تھی اور جس روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز تک وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضا سے منع کرنا مقصود نہیں ہے نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے بھی وتر کی قضاء پڑھی جاتی ہے یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور نہ وتر کے لئے اذان دی جائے گی اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مشروع نہیں ہے اس کے سوا اختلاف ہے۔ حماد بن زید، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وتر فرض ہے اور یوسف بن خالد سمتی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ وتر واجب ہے اور امام اعظم کا یہی ظاہر مذہب ہے اور اسد بن عمر نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وتر سنت مؤکدہ اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمۃ کا قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث اعرابی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو تعلیم دی کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اعرابی نے پوچھا: کیا ان کے سوا بھی مجھ پر کوئی نماز ہے۔ فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھو اور مروی ہے کہ ابو محمد نام کے ایک انصاری شخص نے کہا کہ وتر فرض ہے جب یہ بات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے اس کا رد کیا اور ارشاد فرمایا: ابو محمد نے جھوٹ بولا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وتر سنت ہے لازم نہیں ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی

اور وسطیٰ اسی وقت متحقق ہوگی جب فرائض کا عدد پانچ ہو اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: حضرت ابوبصرہ

غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاریب۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کر دی ہے سنو وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر طلوع فجر تک پڑھا کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وجوب باقی فرائض کے بعد مقرر ہوا کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک نماز زیادہ کی ہے اور زیادہ کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے جبکہ سنتوں کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے اور زیادتی کا تحقق بھی واجبات میں ہوتا ہے کیونکہ واجبات کا عدد معین ہوتا ہے اور نوافل کی کوئی گنتی شمار اور انتہاء نہیں ہوتی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مغرب کی طرح وتر کی تین رکعات ہیں اور ایک روایت میں ہے رات کے وتر دن کے وتر کی مانند ہیں۔ اور دن کے وتر واجب ہیں لہٰذا رات کے وتر بھی واجب قرار پائیں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ تراویح کی مقدار بیس رکعات ہیں کیونکہ دن اور رات کے واجبات کی تعداد بھی بیس رکعات ہے۔ اور دن اور رات کے واجبات کی تعداد بیس رکعت تبھی ہوگی جب وتر کو واجب قرار دے کر دیگر واجبات میں شامل کیا جائے البتہ وتر کا وجوب چونکہ دلیل سے ثابت ہوا ہے اس لئے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور باقی فرائض سے اس کا مرتبہ کم ہوگا اور اس پر فرض کا اطلاق نہیں ہوگا بہر حال فرض صرف پانچ نمازیں ہیں جیسا کہ سابقہ روایات میں مذکور ہے اور فرائض اور واجبات میں ہمارے نزدیک فرق ظاہر ہے۔ (المبسوط: ج:1، ص:155 تا 156)

احناف کے مزید دلائل

وتر واجب ہونے کے متعلق احناف کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

پہلی دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6932)

دوسری دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ وتر ہے وتر سے محبت کرتا ہے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 1580)

تیسری دلیل

حضرت ابو الولید العدوی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز بڑھا دی ہے اور وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے اور وہ وتر ہے اور اس کو تمہارے لئے عشاء سے طلوع فجر تک کے وقت میں کر دیا ہے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 452)

چوتھی دلیل

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو میں وتر کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6933)

پانچویں دلیل

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری ایک نماز زیادہ کردی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6929)

چھٹی دلیل

ابراہیم بن میسرہ کا بیان ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وتر واجب ہے اور وہ تم پر فرض نہیں کیا گیا۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6931)

ساتویں دلیل

عطاء بن یزید کا بیان ہے کہ

حضرت ابوایوب نے کہا کہ وتر حق ہے یا واجب ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6930)

آٹھویں دلیل

حضرت ابوبصری غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز زیادہ کردی ہے اور وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر صبح کے وقت تک پڑھو۔

(مسند احمد بن حنبل: ج:6،ص:397)

نویں دلیل

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو وتر چھوڑ کر سو جائے وہ صبح کے وقت اس کی قضاء پڑھ لے۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث:466)

دسویں دلیل

عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی کا بیان ہے کہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب شام میں تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا: شام کے لوگ وتر میں سستی کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی شام کے لوگ وتر کیوں نہیں پڑھتے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا مسلمانوں پر وتر واجب ہیں۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے رب تعالیٰ نے ایک نماز زیادہ عطا فرمائی ہے جو کہ وتر ہے عشاء اور فجر کے طلوع کے مابین۔(جامع الرضوی صحیح البہاری: ج:2،ص:554)

وتر پڑھنے کے اوقات کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: وتر کا کوئی مقرر اور معین وقت نہیں کہ اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں پڑھنا جائز نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے جس طرح کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان

فرمایا ہے: متقدمین کا وتر کے وقت میں اختلاف رہا ہے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابورافع بن خدیج رضی اللہ عنہم رات کے اول حصہ میں وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابودرداء، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتی تھی۔ امام مالک، امام ثوری، فقہاء احناف اور جمہور علماء رحمہم اللہ نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھنا مستحب ہے تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ وہ سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں احادیث صحیح ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ جب انہیں یہ خطرہ ہو کہ ان پر نیند غالب آ جائے گی تو وہ سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کے وتر یقینی طور پر ادا ہو جائیں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ وہ عرض گزار ہوئے: رات کے اول حصہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم وتر کب پڑھتے ہو۔ وہ عرض گزار ہوئے: رات کے آخری حصہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم نے یقینی چیز پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم نے اپنی قوت پر عمل کیا ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:2، ص:655)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوِتْرِ بِخَمْسٍ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

باب: وتر کی پانچ یا اس سے زائد رکعت پڑھنے کا بیان

یہ باب وتر کی پانچ یا اس سے زائد رکعت پڑھنے کے حکم میں ہے۔

587- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِنْتِ الْحَارِثِ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے ایک شب اپنی خالہ جان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر فرمائی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء ادا فرمائی اس کے بعد تشریف لے کر چلے گئے پھر چار رکعات ادا فرمائیں پھر استراحت فرما ہو گئے پھر اٹھے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ پس مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیدھی جانب کر لیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت ادا فرمائیں اس کے بعد دو رکعت ادا فرما کر استراحت فرما ہو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے کی آواز کو سماعت کیا یا ارشاد فرمایا: خراٹوں کو سنا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی خاطر تشریف لے گئے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: جز:1، ص:164، معجم الکبیر: رقم الحدیث:12365، جامع الاصول: جز:6، ص:80، مسند احمد: رقم الحدیث:3003، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:

1151، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4287، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 12، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1707)

588- وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى صَلّٰى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَلَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُنَّ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ .

انہی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر آپ ﷺ نے دو دو رکعات ادا فرمائیں حتیٰ کہ آٹھ رکعات ادا فرمالیں اس کے بعد پانچ وتر ادا فرمائے اور اس کے مابین بیٹھے نہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12380، جامع الاصول: ج: 6، ص: 80، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1151، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4584، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1357، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1342)

589- وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں تیرہ رکعات نماز ادا فرمایا کرتے تھے ان میں سے پانچ رکعت وتر ادا فرمایا کرتے پھر آخر میں بیٹھنے کے علاوہ کسی چیز میں نہ بیٹھا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 357، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 421، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 379، جامع الاصول: ج: 6، ص: 91، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4578، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 231، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1217، مسند احمد: رقم الحدیث: 24746)

590- وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّ التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ وَتِلْكَ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَهُ اللَّحْمُ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَّصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيْعِهِ الْاَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهٗ نَوْمٌ اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ وَّلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ .

سعد بن ہشام کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں عرض گزار ہوا: اے ام المومنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے وتر کے متعلق بیان فرمائیے۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ہم آپ ﷺ کی خاطر مسواک اور وضو کے پانی کو تیار رکھا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ جس وقت آپ ﷺ کو اٹھا دینا چاہتا تو اٹھا دیتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مسواک فرماتے

اور وضو فرمایا کرتے اور نو رکعت کو ادا فرمایا کرتے ماسوا آٹھویں رکعت کے نہ بیٹھا کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ ذکر اللہ کرتے اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا کرتے پھر کھڑے ہو جایا کرتے مگر سلام نہ پھیرا کرتے کھڑے ہو کر نویں رکعت کو ادا فرماتے اس کے بعد کھڑے ہو جایا کرتے آپ ﷺ ذکر اللہ کرتے اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا کرتے پھر یوں سلام پھیرا کرتے کہ ہم کو سلام پھیرنا سنایا کرتے۔ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے ہوئے دو رکعت ادا فرمایا کرتے یہ یوں گیارہ رکعات ہوئیں اے بیٹے! جب نبی اللہ ﷺ کافی عمر کو پہنچ گئے اور آپ ﷺ کا بدن اقدس کافی بھاری ہو گیا تو سات رکعت وتر ادا فرمایا رکتے اور دو رکعت میں اسی طرح ہی کرتے جس طرح پہلے کرتے تھے اے بیٹے! یوں نو رکعات ہو گئیں اور نبی اللہ ﷺ جس وقت کسی نماز کو ادا فرمایا کرتے تو اس پر دوام کو محبوب سمجھتے تھے۔ جس وقت آپ ﷺ پر رات کے قیام کرنے کی بناء پر نیند کا غلبہ چھایا ہوتا یا کسی تکلیف میں عارض ہوتے تو آپ ﷺ دن کے اندر بارہ رکعات کو ادا فرمایا کرتے اور میں نہیں جانتی کہ نبی اللہ ﷺ نے ایک رات کے اندر مکمل قرآن مجید پڑھا ہو نہ ہی مکمل رات صبح تک نماز ادا فرمائی اور نہ ہی رمضان کے علاوہ پورے ماہ کے روزوں کو رکھا ہو۔ (مسند اسحاق بن راہویہ: ج:3، ص:711، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:377، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:448، جامع الاصول: ج:6، ص:97، شرح السنۃ: ج:1، ص:232، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1078، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:2060، مسند احمد: ج:49، ص:290)

591- وَعَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَوْ بِسَبْعٍ وَلَا تَشَبَّهُوْ بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِىُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِىُّ وَقَالَ الْحَافِظُ اِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین رکعات وتر نہ پڑھو پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو اور نماز مغرب کی مشابہت نہ دو۔ (شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث:3678، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1738، شعب الایمان: رقم الحدیث:5978)

592- وَعَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ تُشَبِّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنْ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ اَوْ بِتِسْعٍ اَوْ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِىُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ الْعِرَاقِىُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وتر تین رکعات نماز مغرب کی مشابہت دے کرمت پڑھو مگر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ یا اس سے زیادہ وتر ادا کرو۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1735، مستدرک: رقم الحدیث:1137، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:17022، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1087، سنن البیہقی الکبریٰ:4593، کنز العمال: رقم الحدیث:19572)

593- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ الْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْ خَمْسٌ وَّلَا نُحِبُّ ثَلَاثًا بُتَرَآءَ . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَالطَّحَاوِىُّ وَقَالَ الْعِرَاقِىُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وتر سات یا پانچ ہیں اور ہم اس کے تین ناقص ہونے کو پسند نہیں کرتے۔ (شرح معانی

الآثار: رقم الحدیث: 1715، مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث: 4648)

594- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَلْوِتْرُ سَبْعٌ اَوْ خَمْسٌ وَّاِنِّيْ لَاَكْرَهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثَلَاثًا بُتَرآءَ ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ وَّالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِنَّ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَالنَّهْيُ فِيْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنْ تُصَلِّيَ وِتْرًا بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ وَّلَمْ يَتَقَدَّمْهُ تَطَوُّعٌ اِمَّا رَكْعَتَانِ وَاِمَّا اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وتر سات یا پانچ ہیں اور یقیناً میں اس کے تین ناقص رکعات ہونے کو پسند نہیں کرتی۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تین رکعات وتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یقیناً ثابت ہے چنانچہ ان حدیثوں میں یونہی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ تین رکعات میں ادا کیے جائیں اور اس سے قبل دو یا چار یا اس سے زیادہ نفل مت پڑھے جائیں۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4138)

اس باب کی شرح "باب الوتر بثلاث رکعات" کے تحت کی جائے گی جو کہ اگلے باب سے اگلا باب ہے۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوِتْرِ بِرَكْعَةٍ

باب: ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھنے کا بیان

یہ باب ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھنے کے بیان میں ہے۔

595- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس سے ایک شخص نے رات کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے پس تم میں سے جس کسی کو صبح ہو جانے کا ڈر ہو تو پھر ایک رکعت ہی پڑھ لے وہ اس کے واسطے پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا ڈالے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 749، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1320، مسند احمد: رقم الحدیث: 4848، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1693، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1326، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1137، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 957، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 437، جامع المسانید: رقم الحدیث: 3394)

596- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ

خَفِيْفَتَيْنِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات رات کو پڑھتے تھے ان کے ساتھ ایک میں وتر پڑھتے اور جس وقت فراغت پالیتے تو اپنے سیدھی جانب والی کروٹ پر استراحت فرما ہوجاتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں مؤذن حاضر ہوجاتا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ خفیف سی دو رکعات پڑھ لیتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:393، المؤطا: رقم الحدیث:166، جامع الاصول: ج:6،ص:91، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1138، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4551، سنن الترمذی: رقم الحدیث:404، شرح السنۃ: ج:1،ص:214، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1682)

597- وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھا۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث:1691)

598- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يفصل بين الوتر والشفع بتسليمة ويسمعناها . رَوَاهُ اَحْمَدُ باسناد قَوِيٍّ .

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر اور دو رکعات کے مابین سلام کے ساتھ فاصلہ رکھا کرتے اور ہمیں اسے سناتے بھی تھی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:5204)

599- وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ . رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ وَاٰخَرُوْنَ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَالصَّوَابُ وَقْفُهٗ .

حضرت ابوایوب انصاری ؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وتر ہر مسلمان پر واجب چنانچہ جو پانچ رکعات وتر پڑھنے کا ارادہ رکھے تو وہ یوں کرلے اور جو تین رکعات وتر کے پڑھنے کو پسند کرے تو وہ یوں کرلے اور جو ایک رکعت پڑھنے کو پسند کرے تو وہ بھی یوں کرلے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:355، المؤطا: ج:1،ص:310، سنن دارقطنی: رقم الحدیث 1659)

600- وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شَفْعِهٖ وَوِتْرِهٖ بِتَسْلِيْمَةٍ وَّاَخْبَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ .

سالم بن عبداللہ بن عمر حضرت ابن عمر ؓ کے متعلق راوی ہیں کہ وہ دو رکعات اور وتر کے مابین سلام کے ساتھ فاصلہ فرمایا کرتے اور حضرت ابن عمر ؓ نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح ہی کرتے تھے۔ (المؤطا: ج:2،ص:15، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1664)

601- وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر میں ایک اور دو رکعت کے مابین سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنی بعض حاجات کا حکم فرماتے۔ (الموطا: جز:2،ص:15، جامع الاصول: رقم الحدیث:4139، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4567، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1665، صحیح البخاری: رقم الحدیث:936، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:946)

602- وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى ابْنُ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا غُلَامُ ارْحَلْ لَّنَا ثُمَّ قَامَ وَ اَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ . رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّقَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

بکر بن عبداللہ مزنی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر فرمایا: ہمارے واسطے کجاوہ رکھ دو اس کے بعد قیام فرما ہوئے اور ایک رکعت وتر ادا کی۔ (الموطا: جز:2،ص:15، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1666)

603- وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَّعِنْدَهٗ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر کو ادا فرمایا اور ان کے حضور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام بھی تھے چنانچہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے متعلق بتایا تو انہوں نے فرمایا: انہیں چھوڑ دیجئے یقیناً وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث:4140، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4575، صحیح البخاری: رقم الحدیث:3480، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:649)

604- وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ قَالَ قُلْتُ لَا يَغْلِبُنِي اللَّيْلَةَ عَلَى الْمَقَامِ اَحَدٌ فَقُمْتُ اُصَلِّيْ فَوَجَدْتُ حِسَّ رَجُلٍ مِّنْ خَلْفِ ظَهْرِيْ فَاِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَتَنَحَّيْتُ لَهٗ فَتَقَدَّمَ فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْاٰنَ حَتّٰى خَتَمَ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ فَقُلْتُ اَوْهَمَ الشَّيْخُ فَلَمَّا صَلّٰى قُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا صَلَّيْتَ رَكْعَةً وَّاحِدَةً فَقَالَ اَجَلْ هِيَ وِتْرِيْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

عبدالرحمٰن تیمی کا بیان ہے کہ میں نے دل میں کہا کہ آج رات تو قیام پر میرے سے کوئی بڑھ نہیں سکتا چنانچہ میں نماز پڑھنے کی خاطر کھڑا ہو گیا تو میں نے کسی آدمی کے پاؤں کی پیچھے سے آہٹ سنی تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ذات تھیں۔ میں ان کی خاطر ایک جانب کو ہو گیا انہوں نے آگے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی حتیٰ کہ انہوں نے پورا پڑھ لیا۔ اس کے بعد رکوع فرمایا اور سجدہ بھی فرمایا۔ میں کہنے لگا کہ حضور کو لگتا ہے وہم ہو گیا ہے جس وقت انہوں نے نماز ادا فرمالی تو میں عرض گزار ہوا: اے امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہی رکعت ادا فرمائی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں یہی میرا وتر ہے۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث:1692، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1750، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:3720)

605- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلْمَةَ قَالَ اَمَّنَا سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَنَحّٰی فِیْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَكْعَةً فَاتَّبَعْتُهٗ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَقُلْتُ يَا اَبَا اِسْحَاقَ مَا هٰذِهِ الرَّكْعَةُ فَقَالَ وِتْرٌ اَنَامُ عَلَيْهِ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ كَانَ يُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ يَعْنِیْ سَعْدًا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

عبداللہ بن سلمہ کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نماز عشاء کی امامت کروائی جس وقت انہوں نے فراغت پائی تو مسجد کی ایک جانب ہو کر ایک رکعت کو ادا فرمایا۔ چنانچہ میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا۔ میں نے انہیں عرض کیا: اے ابواسحاق! یہ ایک رکعت کیسی؟ انہوں نے فرمایا: یہ وتر ہے میں تو پڑھ کر سویا کرتا ہوں۔ عمرو نے کہا کہ میں نے اس کا تذکرہ مصعب بن سعد سے کیا تو انہوں نے کہا: وہ تو ایک رکعت وتر پڑھتے تھے یعنی سعد۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1622، 1753)

606- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهٗ زَمَنَ الْفَتْحِ اَنَّهٗ رَاٰی سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ سَعْدٌ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا حَتّٰی يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

قَالَ النِّيْمَوِیُّ وَفِی الْبَابِ اٰثَارٌ اُخْرٰی جُلُّهَا لَا تَخْلُوْ عَنْ مَّقَالٍ وَّالْاَمْرُ وَاسِعٌ لٰكِنَّ الْاَفْضَلَ اَنْ يُّصَلِّیَ تَطَوُّعًا ثُمَّ يُصَلِّیَ الْوِتْرَ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ مَّوْصُوْلَةٍ ۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ جن کے چہرہ کے اوپر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس فتح مکہ مکرمہ کے موقع پر پھیرا تھا ان کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو انہوں نے دیکھا جبکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے غزوہ میں شامل تھے۔ وہ نماز عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا فرمایا کرتے اس سے زیادہ رات کے مابین کھڑے ہونے تک نہ پڑھتے تھے۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں اور بھی آثار ہیں ان میں اکثر قیل وقال یعنی اعتراض سے خالی نہیں ہیں اور معاملہ میں وسعت ہے مگر افضل تو یہ ہے کہ نفل ادا کیے جائیں پھر تین رکعت ملا کر پڑھے جائیں۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 2604، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4141، صحیح البخاری: ج: 13، ص: 197، مسند احمد: رقم الحدیث: 22555، مسند الصحابۃ: ج: 47، ص: 310)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی ان شاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوِتْرِ بِثَلاثِ رَكْعَاتٍ

باب: تین رکعات کے ساتھ وتر پڑھنے کا بیان

یہ باب وتر تین رکعات کے ساتھ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

607- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رمضان المبارک میں کس طرح نماز ہوا کرتی تھی؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت نماز سے زیادہ ادا نہیں فرمایا کرتے تھے چار رکعات نماز ادا فرمایا کرتے کہ ان کے حسن اور طوالت کے متعلق کیا کہنا پھر چار رکعات نماز ادا فرمایا کرتے کہ ان کے حسن اور طوالت کے متعلق کیا کہنا۔ اس کے بعد تین رکعات نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ وتر پڑھنے سے قبل سو جایا کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یقیناً میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا قلب نہیں سوتا۔ (مسند احمد: ج: 6، ص: 36، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1696، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1147، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4711، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 738، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3430، شرح السنہ: رقم الحدیث: 899، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1166، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1341، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 439، حلیۃ الاولیاء: ج: 10، ص: 384)

608- عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُوْلُ (إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) فَقَرَأَ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِسِتِّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں سوئے پس آپ ﷺ جاگے اور مسواک فرمائی اور وضو کر کے یہ آیت تلاوت فرمار ہے تھے: "ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لایت لاولی الالباب" پس ان آیات کی تلاوت فرمائی حتیٰ کہ سورت پوری فرمائی پھر قیام فرما ہو گئے اور دو رکعات نماز ادا فرمائی

اوران دونوں رکعات میں قیام، رکوع اور سجود کو طوالت بخشی پھر سلام پھیر کر استراحت فرما ہو گئے۔ حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے یونہی تین دفعہ چھ رکعات ادا فرمائیں ہر دفعہ مسواک کر کے وضو فرمایا کرتے اور ان آیات کو پڑھا کرتے۔ پھر تین رکعات وتر ادا فرمائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 763، شمائل ترمذی: رقم الحدیث: 5، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1620، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1341، مسند احمد: رقم الحدیث: 3175، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1363، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 117)

609- وَعَنْ سَعِيْدِ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةِ اِلَّا اَبَا دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 462، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1426، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1172، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1699، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 2555، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1589، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12679، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2448، مسند احمد: رقم الحدیث: 2720، سنن البیہقی: ج: 3، ص: 38)

610- وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وقُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 3016، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1666، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1213، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1161، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 4633، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 31، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1711، مسند احمد: رقم الحدیث: 20217)

611- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقرأ فِي الوتر بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ وَيَقُوْلُ يَعْنِي بَعْدَ التَّسْلِيْمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

انہی (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ اور دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ پڑھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف آخر ہی میں سلام پھیرا کرتے تھے۔ اور سلام کے بعد تین دفعہ دعا پڑھا کرتے سبحان الملك القدوس ۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1697، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1423، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1171)

612- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرَ فَقَرَاَ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا يَمُدُّ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی معیت وتر ادا کئے چنانچہ آپ ﷺ نے پہلی رکعت کے اندر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ اور دوسری میں قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کی تلاوت فرمائی۔ جس وقت فراغت پائی تو تین دفعہ سبحان الملك القدوس پڑھا اور تیسری دفعہ آواز کو اونچا فرمادیا۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4709، مسند احمد: ج: 3، ص: 406)

613- وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

زرارہ بن اوفی سعد بن ہشام سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: نبی کریم ﷺ وتر کی دوسری رکعت کے اندر سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ (المؤطا: ج: 1، ص: 353، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4168، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1680، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 385)

614- وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنْزِلَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ اَطْوَلَ مِنْهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ . رَوَاهُ اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ يُّعْتَبَرُ بِهٖ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز عشاء ادا فرمالیا کرتے تو گھر کو جلوہ افروز ہو جاتے اس کے بعد دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے اس کے بعد دو رکعت نماز دو رکعات سے قدرے طویل ادا فرمایا کرتے پھر تین رکعات وتر ادا فرمایا کرتے اس کے مابین فاصلہ نہ فرمایا کرتے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 24066، مسند الصحابۃ: ج: 12، ص: 77)

615- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ قَالَتْ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَّسِتٍّ وَّثَلَاثٍ وَّثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ وَّعَشْرَةٍ وَّثَلَاثٍ وَّلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

عبداللہ بن ابی قیس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعات وتر پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین اور آپ ﷺ تیرہ رکعات سے زیادہ اور سات رکعات سے کم ادا نہ فرمایا کرتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 24004، مسند اسحاق بن راہویہ: رقم الحدیث: 1667، مسند الصحابۃ: ج: 12، ص: 76)

616- وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ

يٰـاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْاَرْبَعَةُ اِلَّا النَّسَآئِيَّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

عبدالعزیز بن جریج کا بیان ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کس سورہ سے وتر ادا فرمایا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ پہلی رکعت کے اندر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ؁ اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰـاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ؁ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ؁ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ؁ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ؁ پڑھا کرتے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 1144، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3147، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4145، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1163، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1213، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 425، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1695، شرح السنہ: ج: 1، ص: 234)

617- وَعَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَّقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ . رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَصَحَّحَهٗ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تو پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ؁ اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰـاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ؁ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ؁ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ؁ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ؁ پڑھا کرتے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 1144، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3147، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1695، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1695)

618- وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ دَفَنَّا اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ لَمْ اُوْتِرْ فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَآءَهٗ فَصَلّٰى بِنَا ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَّمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ . اَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

مسور بن مخرمہ کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت سپرد خاک کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یقیناً میں نے وتر ادا نہیں کیے چنانچہ وہ قیام فرما ہو گئے اور ہم نے ان کے پیچھے صفوں کو بنا لیا تو انہوں نے ہم کو تین رکعات پڑھائیں۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1742)

619- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جس طرح کہ دن کے وتر مغرب کی نماز ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9420، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 4590، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1672، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1744)

620- وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰى بِيْ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْوِتْرَ وَاَنَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ

رَكْعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُّعَلِّمَنِيْ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ثابت کا بیان ہے کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات پڑھائیں اس حال میں کہ میں ان کے سیدھے پہلو کی جانب تھا اور ان کی ام ولد ہمارے پیچھے تھیں انہوں نے صرف آخر میں سلام پھیرا میں یہ گمان رکھتا ہوں وہ مجھے سکھانے کا ارادہ رکھتے تھے۔(المؤطا:جز:1،ص:260،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1747)

621- وَعَنْ اَبِيْ خَالِدَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عَلَّمُوْنَا اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ اَنَّا نَقْرَاُ فِي الثَّالِثَةِ فَهٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ابوخالدہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوعالیہ سے وتر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکھایا یا ارشاد فرمایا: ہمیں انہوں نے یہ سکھایا کہ وتر نماز مغرب کی مانند ہیں ماسوا اس کے کہ ہم تیسری (وتر کی) رکعت میں قرأت کیا کرتے ہیں چنانچہ یہ رات کے وتر ہیں اور وہ دن کے وتر۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1612)

622- وَعَنِ الْقَاسِمِ وَرَاَيْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَّاِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ اَرْجُوْ اَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَاْسٌ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

قاسم کا بیان ہے اور ہم نے کافی لوگوں کو دیکھا جس وقت سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ وتر تین رکعات پڑھتے ہیں اور یقیناً ہر ایک میں گنجائش ہے اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس میں کچھ بھی حرج نہیں۔(المؤطا:جز:2،ص:15،جامع الاصول:رقم الحدیث:4139،صحیح البخاری:رقم الحدیث:938،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:948)

623- وَعَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ السَّبْعَةِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّاَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَخَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ وَّعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ فِيْ مَشْيَخَةٍ سِوَاهُمْ اَهْلُ فِقْهٍ وَّصَلَاحٍ وَّفَضْلٍ وَّرُبَّمَا اخْتَلَفُوْا فِي الشَّيْءِ فَاُخِذَ بِقَوْلِ اَكْثَرِهِمْ وَاَفْضَلِهِمْ رَاْيًا فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَّا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت ابوزناد ساتوں بزرگ سعید بن میسّب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبیداللہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار سے ان کے علاوہ اہل فقیہ، اہل صلاح واہل فضل اور کافی شیوخ سے روایت کیا ہے اور بعض دفعہ وہ کسی چیز کے اندر اختلاف کرتے تو ان میں سے اکثر اور بہترین رائے والے آدمی کے قول پر عمل کیا جاتا تو جو باتیں میں نے ان نفوس سے مذکورہ طریقہ کے مطابق نکالیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلام نہیں پھیرا جائے گا مگر ان کے آخر میں۔(المؤطا:جز:1،ص:260،سنن البیہقی الکبری:رقم الحدیث:5442،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1757)

624- وَعَنْهُ قَالَ اَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْوِتْرَ بِالْمَدِيْنَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَّا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ ۔

رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ

ابوزناد کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فقہاء کے قول کی رو سے مدینہ منورہ کے اندر تین رکعت وتر طے کئے سلام صرف ان کے آخر ہی میں پھیرا جائے۔ (بلوغ المرام: رقم الحدیث: 385، جامع الاصول: ج: 6، ص: 53، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1757)

مذاہب اربعہ

وتر کی رکعات کتنی ہیں اس میں ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 447)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعات وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے۔ جب بھی کسی دوگانہ کے بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو جائیں گے۔ (بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص: 506)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے اور کم از کم درجہ کمال تین رکعات ہیں پھر اس سے کامل پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعات ہیں اور شہرت کی وجہ سے سب سے زیادہ رکعات ہیں۔ (شرح المہذب مع الشروح: ج: 4، ص: 12)

حنفیہ کا مذہب

علامہ احمد شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: وتر میں تین رکعات میں جن میں ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ ہماری دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس کو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات پڑھنے کے بعد تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے بھیجا تو انہوں نے آکر بتایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا۔ جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لئے رات گزاری اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ کیسی ... نماز پڑھتے ہو یا تو دوگانہ نماز پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ یہ

بات مشہور تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے دم بریدہ نماز سے منع فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قسم بخدا! میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔ (المبسوط: ج:1،ص:164)

احناف کے مزید دلائل

احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے جس پر کثیر دلائل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ایک رکعت وتر کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔ (مؤطا امام محمد: ص:146)

دلیل نمبر:2

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے دم بریدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے۔ (درایہ: ج:1،ص:114)

دلیل نمبر:3

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے دم بریدہ نماز سے منع فرمایا ہے (یعنی ایک رکعت) (نیل الاوطار)

دلیل نمبر:4

ابراہیم سے روایت ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں قرار دیتا۔ (مجمع الزوائد: ج:2،ص:249)

دلیل نمبر:5

حسن سے روایت ہے کہ

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور اس کی صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔
(المصنف: ج:2،ص:294)

دلیل نمبر:6

عبدالعزیز بن جریج سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں کیا پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ○ پڑھتے تھے دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور موذتین پڑھتے تھے۔ (جامع ترمذی: ص:93)

دلیل نمبر:7

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ○ پڑھتے اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی: ج:1، ص:175)

دلیل نمبر:8

حضرت حسن سے روایت ہے کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تین رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

(المصنف: ج:3، ص:26)

دلیل نمبر:9

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔ (المصنف: ج:2، ص:294)

دلیل نمبر:10

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعات کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (المصنف: ج:2، ص:295)

دلیل نمبر:11

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعات کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(المصنف: ج:2، ص:295)

دلیل نمبر:12

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے آپ ﷺ سوائے آخر کے سلام نہ پھیرتے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 1140)

دلیل نمبر:13

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رات کے وتر تین رکعات ہیں، جس طرح کہ دن کے وتر نماز مغرب ہے۔(سنن الدارقطنی: ج:2،ص:148)

دلیل نمبر:14

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک رات میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ﷺ رات کو بیدار ہوئے اور وضو فرمایا مسواک فرمائی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تھی:

ان فی خلق السموٰت الخ

پھر دو رکعات نوافل ادا فرمائے۔ پھر آپ ﷺ دوبارہ سو گئے حتیٰ کہ میں نے حضور انور ﷺ کے خراٹے سنے پھر اٹھے تو وضو فرمایا اور مسواک کی پھر دو رکعات ادا فرمائیں پھر اٹھے اور وضو کے ساتھ مسواک بھی فرمایا اور دو رکعات ادا فرمائیں اور تین رکعات وتر ادا فرمائے۔(سنن نسائی، رقم الحدیث:1705)

دلیل نمبر:15

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم ﷺ وتر تین رکعات ادا فرماتے تھے۔(معجم الکبیر، رقم الحدیث:12730)

دلیل نمبر:16

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورت۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1172)

دلیل نمبر:17

عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ

ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور انور ﷺ وتر میں کیا پڑھا کرتے تھے۔

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ دوسری میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور فلق و ناس۔(مسند احمد، ج:3،ص:406)

دلیل نمبر:18

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم ﷺ وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ٥ اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے اور سلام نہ پھیرتے تھے مگر ان تینوں رکعتوں کے آخر میں۔

(سنن الکبری للبیہقی: رقم الحدیث:4633)

دلیل نمبر:19

ابو خالد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوالعالیہ سے وتر کے بارے میں استفسار کیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ہم تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ تو یہی جانتے ہیں کہ وتر نماز مغرب کی طرح ہیں یہ رات کے وتر ہیں مغرب کے دن وتر ہیں۔

(شرح معانی الآثار: ج:1، ص:293)

دلیل نمبر:20

ابن السباق سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا پھر تین رکعات وتر پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6822)

دلیل نمبر:21

زاذان سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6825)

دلیل نمبر:22

حمید سے روایت ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6824)

دلیل نمبر:23

ابو غالب سے روایت ہے کہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6826)

دلیل نمبر:24

مکحول سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:4662)

دلیل نمبر:25

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6840)

دلیل نمبر: 26

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 685)

دلیل نمبر: 27

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ

وہ تین رکعاتِ وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6835)

دلیل نمبر: 28

علقمہ سے روایت ہے کہ

وتر تین رکعات ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6830)

دلیل نمبر: 29

امام ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

مکحول تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور دو رکعات کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6836)

دلیل نمبر: 30

امام ابن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں:

میں نے ابوالعالیہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6839)

دلیل نمبر: 31

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وتر کم از کم تین رکعات ہیں۔ (الحجہ للشیبانی: ج: 1، ص: 197)

دلیل نمبر: 32

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں تین رکعات وتر چھوڑوں اگر چہ ان کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹوں کا خزانہ مل جائے۔

(الحجہ للشیبانی: ج: 1، ص: 196)

ایک یا پانچ رکعت وتر پڑھنے کا جواب اور رد بلیغ

حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے مابین سلام پھیرا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنی کسی حاجت کا حکم دیتے تھے۔ (آثار السنن، رقم الحدیث: 601)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان فصل کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اس کے خلاف ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے وہ قول یہ ہے: عقبہ بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ مغرب کی نماز ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ یا اچھا کیا۔ پھر کہا: ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بارے میں یا تہجد کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر بنا لو۔

(شرح معانی الآثار، ج: 1، ص: 362)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر پہچانتے ہو؟ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی مثل ہے اور مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک وتر بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے جس طرح مغرب کی نماز ہے پھر اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ جب تمہیں صبح ہونے کا خوف ہو تو نماز کو ایک رکعت کے ساتھ وتر کر لو یعنی اس کے ایک سے پہلے جو دوگانہ پڑھا ہے اس کے ساتھ اس ایک رکعت کو ملا کر اس کو وتر کر لو اور اس معنیٰ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: عامر شعبی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی نماز پڑھتے تھے انہوں نے کہا: تیرہ رکعت، آٹھ رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے اور فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار، ج: 3، ص: 310)

احناف کے مزید دلائل

وتر ایک رکعت نہیں اور نہ ہی پانچ یا اس سے زائد رکعات ہیں بلکہ تین رکعات ہی ہیں اور ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی اس پر فقہاء احناف کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

پہلی دلیل

زاذان کا بیان ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 6914)

دوسری دلیل

حسن کا بیان ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6893)

تیسری دلیل

ابو سلمہ کا بیان ہے کہ

نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6913)

چوتھی دلیل

عبدالرحمان بن اسحاق کا بیان ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعات پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6894)

پانچویں دلیل

زازان ابی عمر کا بیان ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6895)

چھٹی دلیل

اسماعیل بن عبدالملک کا بیان ہے کہ

حضرت سعید بن جبیر تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6905)

ساتویں دلیل

طلق بن معاویہ کا بیان ہے کہ

حضرت علقمہ نے کہا کہ وتر تین رکعات ہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6900)

آٹھویں دلیل

عثمان بن غیاث کا بیان ہے کہ

حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ وتر تین رکعات ہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6899)

نویں دلیل

ابو غالب کا بیان ہے کہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6896)

دسویں دلیل

ثابت کا بیان ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات نماز وتر ادا فرمائی اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:6910)

گیارہویں دلیل

ہشام بن الفاز کا بیان ہے کہ

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6906)

بارہویں دلیل

حماد کا بیان ہے کہ

مجھے ابراہیم نخعی نے وتر کی دو رکعات میں سلام پھیرنے سے روکا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6908)

تیرہویں دلیل

قتادہ کا بیان ہے کہ

حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا: وتر کی دو رکعات میں سلام نہیں پھیرا جاتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6907)

چودھویں دلیل

زیاد بن ابی مسلم کا بیان ہے کہ

میں نے ابوالعالیہ اور خلاس سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اسے اس طرح پڑھو جس طرح مغرب کی نماز میں پڑھتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6909)

پندرہویں دلیل

ابواسحاق کا بیان ہے کہ

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعات میں سلام نہ پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6911)

سولہویں دلیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعات میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6912)

سترہویں دلیل

حضرت حسن بصری کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6904)

اٹھارہویں دلیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھ کر آٹھ رکعات نماز پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور نماز فجر سے قبل دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1703)

انیسویں دلیل

محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو کھڑے ہوئے آپ نے مسواک کی پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر سو گئے پھر کھڑے ہوئے پھر مسواک کی پھر وضو فرمایا تو دو رکعت نماز ادا فرمائی حتیٰ کہ چھ رکعت نماز ادا فرمائی پھر تین رکعات وتر ادا فرمائے اور دو رکعات نماز پڑھی۔ (سنن ابوداود: رقم الحدیث: 58)

بیسویں دلیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعات ہی پڑھا کرتے تھے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1698)

اکیسویں دلیل

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔ (تمہید: ج: 5، ص: 257)

الحمد للہ عزوجل! اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے اور ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور یہی احناف کا موقف ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ قَالَ اَنَّ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ اِنَّمَا يُصَلِّيْ بِتَشَهُّدٍ وَّاحِدٍ

باب: جنہوں نے یہ کہا کہ وتر تین رکعات ایک ہی تشہد کے ساتھ پڑھے گا

625- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ وَّلَا تَشَبَّهُوْا بِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ الْاِسْتِدْلَالُ بِهٰذَا الْخَبَرِ غَيْرُ صَحِيْحٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین رکعات وتر نہ پڑھو بلکہ پانچ یا سات رکعات وتر پڑھو اور نماز مغرب کے مشابہ نہ بناؤ۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ج: 2، ص: 392، احکام الشرعیۃ

الکبری: ج:2،ص:180، مستدرک: رقم الحدیث: 1137، الموطا: ج:2،ص:24، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 4593، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1669، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1738)

626- وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَقْعُدُ إِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ وَهٰذَا وِتْرُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَنْهُ اَخَذَهٗ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ.

قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحَادِيْثِ الَّتِيْ اَوْرَدْنَاهَا فِيْمَا مَضٰى تَدُلُّ بِظَاهِرِهَا عَلٰى تَشَهُّدَي الْوِتْرِ.

سعید بن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر ادا فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ صرف اس کے آخر ہی میں بیٹھا کرتے تھے یہی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وتر ہے اور انہی سے ہی مدینہ منورہ والوں نے لیا ہے۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یقیناً کثیر احادیث جن کو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں ان کا ظاہر وتر کے دو تشہد پر دلالت کرتا ہے۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 1140، الموطا: ج:1،ص:260، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 4581، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6906)

مذاہب فقہاء

شافعیہ وحنابلہ "ولا تشبهوا الصلاة المغرب" کا معنیٰ کرتے ہیں مغرب کی نماز میں تین رکعت دو تشہد کے ساتھ ہے لہٰذا اس کی مشابہت اختیار نہ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ وتر تین رکعات ہی ایک تشہد کے ساتھ پڑھو۔ علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ استدلال درست نہیں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ وتر اللیل میں نماز مغرب کی طرح صرف تین رکعات پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اس سے قبل تہجد بھی پڑھ لو بشرطیکہ سونے کے بعد اٹھنے پر وتر پڑھا کرتے ہو تو ایسا کرلو اور تین وتر کے علاوہ دو رکعات نفل بھی پڑھو یا چار رکعات نفل پڑھ لو اسی لئے انہوں نے پانچ یا سات کا ذکر فرمایا ہے اگر پانچ پڑھو تو تین وتر اور دو نفل ہو گئے اور اگر سات پڑھو تو تین وتر اور چار نفل ہو گئے اب اشکال ہی نہ رہا۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب

یہ حدیث غیر محفوظ ہے کیونکہ اس حدیث میں ابان بن یزید العطار کے الفاظ یہ ہیں: "لایقعد الافی اضرھن" اور سعید بن ابی عروبہ جو ابان سے زیادہ ثقہ ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں: "لاسلم الا فی اضرھن" ابان کی روایت میں قعدہ اخیرہ میں صرف بیٹھنے کا ذکر ہے اور سعید کی روایت میں صرف آخر میں سلام پھیرنے کا ذکر ہے لہٰذا سعید بن ابی عروبہ کی روایت زیادہ قوی ہے اور یہی راجح ہے کہ تشہد دو ہوں گے اور سلام ایک ہوگا۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نماز وتر تین رکعت ہے اور اس میں قعدہ اولیٰ واجب ہے اور قعدہ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے نہ درود پڑھے نہ ہی سلام پھیرے جیسے مغرب میں کرتے ہیں اسی طرح کرے اور اگر بھول کر کھڑا ہو گیا تو اٹھنے کی اجازت نہیں بلکہ سجدہ سہو کرے۔ (درمختار: ج:2،ص:532)

بَابُ الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ

باب: وتر میں قنوت پڑھنے کا بیان

یہ باب وتر میں قنوت پڑھنے کے حکم میں ہے۔

627- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُنَّةٌ مَّاضِيَةٌ اَخْرَجَهُ السِّرَاجُ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ وَّ سَيَأْتِيْ رِوَايَاتٌ اُخْرٰى فِي الْبَابِ الْاٰتِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ان سے قنوت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی ارشاد فرمایا: یہ تو رائج شدہ سنت ہے۔ (تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 2677، تہذیب الآثار لابن عباس: رقم الحدیث: 629، تہذیب الآثار مسند علی: رقم الحدیث: 149، صحیح ابن خزیمہ: جز: 2، ص: 153، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7080)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قُنُوْتِ الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ

باب: وتر کے قنوت کا رکوع سے قبل پڑھنے کا بیان

یہ باب وتر کے قنوت کا رکوع سے قبل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

628- عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا اِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ اُولٰٓئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدًا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

عاصم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ قنوت تھا۔ میں عرض گزار ہوا: رکوع سے قبل یا بعد؟ تو کہا: رکوع سے قبل۔ عاصم نے فرمایا: اسے اس بناء پر دریافت کیا کیونکہ فلاں شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رکوع کے بعد کا فرمایا ہے۔ تو اس پر فرمایا: وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت کو پڑھا ہے میرا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر کے قریب کچھ لوگوں کو جن کو قراء کہتے تھے مشرکین کی ایک جماعت کی جانب روانہ فرمایا یہ ان کے علاوہ تھے (جن پر دعائے ضرر فرمائی تھی) اور ان

کے اور رسول اللہ ﷺ کے مابین ایک معاہدہ تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک ان کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے۔ (جامع الاصول: جز: 5 ص: 384، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 2946، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 947، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 957)

629- وَعَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ أَبَعْدَ الرُّكُوْعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَآءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَآءَةِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي امغازى ۔

عبدالعزیز کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق دریافت کیا کہ وہ رکوع کے بعد ہے یا قرأت سے فراغت پانے کے وقت ہے؟ تو انہوں نے کہا بلکہ قرأت سے فراغت پانے کے وقت ہے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3531، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3779، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 3860)

630- وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر ادا فرماتے تھے اور رکوع سے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1172، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6975)

631- وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا الْوِتْرَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

عبدالرحمٰن بن اسود اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز کے اندر بھی قنوت کو نہ پڑھا کرتے تھے ماسوا وتر کے پس وہ رکوع سے قبل قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9165، تہذیب الآثار طبری: رقم الحدیث: 2710، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 666، شرح معانی الآثار: ج: 11 ص: 366، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 3863، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6976)

632- وَعَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے قبل قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6983)

633- وَعَنْ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِيْ كِتَابِ الْآثَارِ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ ۔

ابراہیم کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پورا سال وتر میں رکوع سے قبل قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9426، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7015)

634- وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ أَنَّ الْقُنُوْتَ وَاجِبٌ فِي الْوِتْرِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَإِذَا

اَرَدْتَّ اَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ وَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ اَيْضًا ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِيْ كِتَابِ الْحُجَجِ وَالْاٰثَارِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت حماد حضرت ابراہیم نخعی سے روایت فرماتے ہیں کہ وتر قنوت میں رکوع سے قبل واجب ہے رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ اور جس وقت تو قنوت پڑھنے کا ارادہ رکھے تو اللہ اکبر پڑھ اور جس وقت رکوع کرنے کا ارادہ کرے تو اس وقت بھی اللہ اکبر کہو۔ (کتاب الآثار،ص:43،مصنف ابن ابی شیبہ،رقم الحدیث:7022)

مذاہب اربعہ

وتر میں قنوت پڑھا جائے گا یا نہیں اگر پڑھا جائے گا تو پھر رکوع سے قبل پڑھا جائے گا یا رکوع کے بعد پڑھا جائے گا؟ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ قنوت میں اختلاف ہے فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے گی۔ یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ، حضرت براء، حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔ ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی جائے گی یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعاء قنوت رکوع سے قبل بھی پڑھی جاتی تھی اور رکوع کے بعد بھی اور یہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور المدونہ میں مذکور ہے کہ صبح کی نماز میں رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھنے میں وسعت ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خصوصیت کے ساتھ رکوع سے قبل دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت ہے۔ اور جب مسلمانوں کو حاجت ہو تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھی جائے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان سے قبل کسی نے اس طرح نہیں کیا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر حیات تک کفار سے جہاد کرتے رہے اور آپ نے نمازوں میں قنوت نہیں پڑھی۔ فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اور جماعت نے یہ کہا ہے کہ کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔ یہ حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ بدعت ہے اور قتادہ اور ابراہیم نے کہا: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرائض میں قنوت نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔

(شرح ابن بطال: جز:2،ص:664 تا 665)

مالکیہ کا موقف

قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: بہر حال وتر کے اندر قنوت پڑھنے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں کہ وتر میں قنوت پڑھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس سے منع فرماتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی ہے۔ (بدایۃ المجتہد: جز:1،ص:148)

حنبلیہ کا موقف

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: رکوع کے بعد قنوت پڑھے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صبح کی نماز میں قنوت کی کیفیت کو پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح قنوت کرتے تھے۔ (المغنی: ج:1، ص:447)

شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: وتر میں قنوت پڑھنے کے کئی قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھے امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی کی تصریح کی ہے۔ (شرح المہذب: ج:4، ص:15)

حنفیہ کا موقف

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کرے جیسا کہ ہم آثار صحابہ سے نقل کر چکے ہیں کیونکہ قنوت حکماً قرأت ہے اس لیے کہ نمازی کا قول اللھم انا نستعینك حضرت ابی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ابی مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں دو سورتوں میں لکھا ہوا ہے اور جبکہ قرأت رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا قول کرتے ہیں اور اس پر ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے انہوں نے وتر کے قنوت کو نماز فجر کے قنوت پر قیاس کیا ہے۔ (المبسوط: ج:1، ص:165)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ قُنُوْتِ الْوِتْرِ

باب: قنوت وتر کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا

یہ باب قنوت وتر کے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کے حکم میں ہے۔

635- عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ اٰخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

اسود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ وتر کی آخری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o" پڑھا کرتے تھے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے اور رکوع سے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9425، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6975)

636- وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِي التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَفِي الْعِيْدَيْنِ وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتٍ وَّعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ

الْجَمْرَتَيْنِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ ہاتھوں کو سات مقامات پر اٹھایا جاتا ہے: 1-نماز کی ابتداء میں، 2-وتر میں قنوت پڑھنے کی خاطر، 3-عیدین میں، 4-حجر اسود کے استلام کے وقت، 5-صفا و مروہ پر، 6-مزدلفہ اور عرفات میں، 7-دو جمرات کے پاس کھڑے ہونے کے وقت۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 16334، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 399، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 3825)

شرح:

وتر میں قنوت پڑھنے کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھایا جائے گا جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ذکر فرمایا گیا ہے:
صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے قبل کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریمہ میں کرتے ہیں پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں بہتر وہ دعائیں ہیں جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے جب بھی حرج نہیں۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 654)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْقُنُوْتِ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ

باب: فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا بیان

یہ باب فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے بیان میں ہے۔

637- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا . رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَأَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر میں قنوت ادا فرماتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے ظاہری پردہ فرمالیا۔ (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 225، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12311، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2615، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1711، غایۃ المقصد: ج: 1، ص: 1075، مسند احمد: رقم الحدیث: 12196، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4964)

638- وَعَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ كَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی تو جس وقت وہ دوسری رکعت میں

قرأت سے فراغت پالی تو انہوں نے تکبیر کہی پھر قنوت کو پڑھا پھر تکبیر کہی اس کے بعد رکوع میں تشریف لے گئے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 30304، شرح مشکل الآثار: ج: 11، ص: 375، کنز العمال: رقم الحدیث: 21947، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 3872، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7106)

639- وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یَقْنُتُ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

ابو عبدالرحمٰن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نماز فجر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 1111، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4638، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1492، کنز العمال: رقم الحدیث: 21975، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6973)

640- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَعْقَلٍ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اَبُوْمُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقْنُتَانِ فِیْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نماز فجر میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (الموطا: ج: 1، ص: 357، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2664، تہذیب الآثار لابن عباس: رقم الحدیث: 618، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1494)

641- وَعَنْ اَبِیْ رَجَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّیْتُ مَعَهُ الْفَجْرَ فَقَنَتَ قَبْلَ الرَّکْعَةِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

ابو رجاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے ساتھ فجر پڑھی تو انہوں نے رکوع سے قبل قنوت کو پڑھا۔ (تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2672، تہذیب الآثار لابن عباس: رقم الحدیث: 626، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2005، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1011، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4973)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَرْكِ الْقُنُوْتِ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی نماز میں قنوت کو ترک کرنے کا بیان

یہ باب فجر کی نماز میں قنوت کو ترک کرنے کے حکم میں ہے۔

642- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّکُوْعِ یَسِیْرًا . رَوَاهُ الشَّیْخَانِ .

محمد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح میں قنوت کو پڑھا تو انہوں نے فرمایا: ہاں رکوع کے بعد پس تھوڑا عرصہ۔ (جامع الاصول: ج: 5، ص: 384، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1232، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2944، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1676، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1061، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1086، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2173، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 2832)

643- عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ یَدْعُوْ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَیَقُوْلُ عُصَیَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

ابومجلز کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک نماز صبح میں قنوت رکوع کے بعد پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رعل اور ذکوان پر بددعا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: عصیہ نے رب تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 224، جامع الاصول: ج: 5، ص: 384، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3140، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1973، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1087، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4263، مسند احمد: رقم الحدیث: 11709، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 677)

644- وَعَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنِ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ اُنَاسًا یَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلٰی اُنَاسٍ قَتَلُوْا اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ یُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

عاصم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے قنوت کے متعلق دریافت کیا کہ رکوع سے قبل یا بعد؟ تو انہوں نے فرمایا: رکوع کے بعد۔ عاصم نے کہا کہ میں نے عرض گزار ہوا: یہ اس وجہ سے پوچھا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت کو پڑھا ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس ایک ماہ تک قنوت کو پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ایسے لوگوں کے لئے دعائے ضرر فرماتے تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ کو شہید کر دیا تھا جنہیں قراء کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 2054، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 2580، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 529)۔

645- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَدْعُوْ عَلٰی بَنِیْ عُصَیَّةَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ نماز فجر میں رکوع کے بعد قنوت کو پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عصیہ کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے۔ (بلوغ المرام: رقم الحدیث: 304، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2588، تہذیب

الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 538، جامع الاصول: ج: 5، ص: 38، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1088، مسند احمد: رقم الحدیث: 12445، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 677، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4029)

646- وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى (اَحْيَاءٍ مِّنْ) اَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهٗ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت کو پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے قبائل کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ (مسند الصحابة: رقم الحدیث: 1089، مسند احمد: رقم الحدیث: 13149، مسند ابویعلی: رقم الحدیث: 3231، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1092، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1069، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 10، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 2943، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 2924، جامع الاصول: ج: 5، ص: 384، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 535)

647- وَعَنْهُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اَوْ دَعَا عَلٰى قَوْمٍ ۔ رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھا کرتے تھے ماسوا اس کے کہ کسی قوم کے لئے دعا کے وقت یا کسی قوم کے خلاف دعائے ضرر فرمانے کے وقت۔ (الموطا: ج: 1، ص: 357، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 306، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 620)

648- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى اَحَدٍ اَوْ يَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهٖ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِاَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ) اَلْاٰيَةَ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی کے خلاف دعا ضرر کرنا چاہتے یا کسی کے لئے دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھا کرتے پھر بعض دفعہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا کرتے تو اس وقت اللهم ربنالك الحمد، اللهم رنج الوليد بن الوليد و سلمه بن هشام و عياش بن ابى ربيعه، اللهم اشدد وطاتك على مضر واجعلها سنين كسني يوسف ان کلمات کو بلند آواز کے ساتھ کہا کرتے اور بعض دفعہ فجر کی بعض نمازوں میں عرب کے کچھ قبیلوں کے بارے میں یوں کہا کرتے: "اللهم العن فلانا و فلانا" حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کا نزول فرمایا: ليس لك من الامر شيء (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 224، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 195، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 54، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6362، تقریب الاسانید وترتیب المسانید: ج: 1، ص: 29، تہذیب الآثار طبری: رقم الحدیث: 2589، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 541، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 42202)

649- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِلَّا اَنْ يَّدْعُوْ لِقَوْمٍ اَوْ عَلٰى قَوْمٍ . رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے ماسوا کسی قوم کے لئے دعا کرنے یا کسی قوم کے خلاف دعائے ضرر کرنے کی خاطر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7034، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1241، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8179، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 306، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2598، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 549، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 620)

650- وَعَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ يَا اَبَتِ اِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْكُوْفَةِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِيْنَ اَكَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْفَجْرِ قَالَ اَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ الا ابا داوٗد وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التلخيص اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

ابو مالک کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد محترم سے دریافت کیا: اے بابا جان! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور کوفہ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم کے ساتھ تقریباً پانچ سال تک نماز ادا فرمائی ہے کیا ان مقدس حضرات نے فجر کے قنوت کو پڑھا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! یہ تو اب کی نکلی ہوئی بات ہے۔ (بلوغ المرام: رقم الحدیث: 307، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3539، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1231، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 2974، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1474، مسند احمد: رقم الحدیث: 151317، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1241، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7035)

651- وَعَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت اسود کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر میں قنوت نہ پڑھا کرتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9166، الموطا: ج: 1، ص: 357)

652- وَعَنْهُ اَنَّهٗ صَحِبَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سِنِيْنَ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَلَمْ يَرَهٗ قَانِتًا فِي الْفَجْرِ حَتّٰى فَارَقَهٗ . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِيْ كِتَابِ الْاٰثَارِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

اسود کا بیان ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کافی سال سفر وحضر میں رہے اور ان کو فجر میں قنوت کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ ان سے جدائی اختیار کر گئے (یعنی فوت ہو گئے) (الموطا: ج: 1، ص: 357)

653- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا حَارَبَ قَنَتَ وَاِذَا لَمْ يُحَارِبْ لَمْ يَقْنُتْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

اسود کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس وقت جنگ لڑا کرتے تو قنوت پڑھا کرتے اور جس وقت جنگ نہ لڑتے تو قنوت بھی

نہ پڑھا کرتے۔(جامع الاحادیث:رقم الحدیث:30741،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1491،کنز العمال:رقم الحدیث:21945)

654- وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

علقمہ،اسود اور مسروق کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔(تہذیب الآثار للطبری:رقم الحدیث:2687،تہذیب الآثار مسند ابن عباس:رقم الحدیث:652،سنن البیہقی الکبری:رقم الحدیث:3695،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1486،مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:7037،مصنف عبد الرزاق:رقم الحدیث:4948)

655- وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نماز صبح میں قنوت نہ پڑھا کرتے تھے۔(معجم الکبیر:رقم الحدیث:9428،تہذیب الآثار للطبری:رقم الحدیث:2704،تہذیب الآثار مسند ابن عباس:رقم الحدیث:658،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1505،مصنف عبد الرزاق:رقم الحدیث:4949)

656- وَعَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا الْوِتْرَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

اسود کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی قنوت کو نہ پڑھا کرتے تھے ماسوا وتر کے اس لئے کہ وہ رکوع سے قبل قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔(معجم الکبیر:رقم الحدیث:9165،تہذیب الآثار للطبری:رقم الحدیث:2710،تہذیب الآثار مسند ابن عباس:رقم الحدیث:666،شرح مشکل الآثار:ج:11،ص:366،مشکل الآثار للطحاوی:رقم الحدیث:3863،مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:6976)

657- وَعَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ مَا شَهِدْتُّ وَمَا رَاَيْتُ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ابو الشعثاء کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قنوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نہ تو شرکت کی اور نہ ہی میں نے دیکھا۔(تہذیب الآثار للطبری:رقم الحدیث:2686،تہذیب الآثار مسند ابن عباس:رقم الحدیث:640،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:1468)

658- وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ مَا الْقُنُوْتُ فَقَالَ اِذَا فَرَغَ الْاِمَامُ مِنَ الْقِرَآءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَامَ يَدْعُوْ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا يَّفْعَلُهٗ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكُمْ مَعَاشِرَ اَهْلَ الْعِرَاقِ يَفْعَلُوْنَهٗ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ابو الشعثاء کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو کہا: قنوت کیا ہے؟ اس پر سائل نے کہا: جس وقت امام آخری رکعت میں قرأت سے فراغت پائے تو کھڑا ہو جائے دعا کو پڑھتے ہوئے فرمایا: میں نے تو اس طرح کسی کو

بھی نہ کرتے ہوئے دیکھا۔اے اہل عراق! میرا خیال ہے کہ تم لوگ یونہی کرتے ہو۔(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1368)

659- وَعَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الصُّبْحَ فَلَمْ یَقْنُتْ فَقُلْتُ الْكِبَرُ یَمْنَعُكَ فَقَالَ مَا اَحْفَظُهٗ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

ابومجلز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز صبح ادا کی تو انہوں نے قنوت کو نہ پڑھا۔ میں نے دریافت کیا: آپ کے واسطے بڑھاپا تو مانع ہو چکا ہے۔تو انہوں نے فرمایا: میں اپنے اصحاب میں سے کسی سے بھی اس کو یاد نہیں رکھ پاتا۔

(تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 679، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 2975، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1467)

660- وَعَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا یَقْنُتُ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی نماز کے اندر بھی قنوت کو نہ پڑھا کرتے تھے۔(المؤطا: رقم الحدیث: 377، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2720، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: رقم الحدیث: 676، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3540، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1403، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 573)

661- وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحَارِثِ السُّلَمِیِّ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الصُّبْحَ فَلَمْ یَقْنُتْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

عمران بن حارث سلمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز صبح ادا کی تو انہوں نے قنوت کو نہ پڑھا۔

(تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 2731، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1503)

662- وَعَنْ غَالِبِ بْنِ فَرْقَدٍ الطَّحَّانِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ شَهْرَیْنِ فَلَمْ یَقْنُتْ فِیْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

غالب بن فرقد طحان کا بیان ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو ماہ رہا تو انہوں نے نماز صبح میں قنوت کو نہ پڑھا۔

(المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 693)

663- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یُصَلِّیْ بِنَا الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَلَا یَقْنُتُ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ .

قَالَ النِّیْمَوِیُّ تَدُلُّ الْاَخْبَارُ عَلٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ لَمْ یَقْنُتُوْا فِی الْفَجْرِ اِلَّا فِی النَّوَازِلِ .

عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ میں نماز صبح ادا کرتے تھے تو وہ قنوت کو نہ پڑھا کرتے تھے۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس پر روایات دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فجر میں

قنوت کو نہ پڑھا ما سوا مصیبت کے وقت۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1512)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علقمہ نے کہا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نماز فجر میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔ طاؤس کا بھی اسی کی مثل قول ہے اور یہی فقہاء کوفہ اور لیث کا قول ہے۔ فقہاء کوفہ نے کہا: دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ ہے کہ ابو مالک اشجعی نے کہا: میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔ امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراء کی شہادت پر ایک ماہ یا اس سے زیادہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھی پھر اس کو ترک کر دیا اور صبح کی نماز میں آپ کا قنوت پڑھنا ثابت ہے اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے چلے گئے۔ ربیع کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قنوت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے چلے گئے۔ ہمارے نزدیک ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں پر ایسی مصیبت آئی جیسے بیر معونہ میں قراء پر مصیبت آئی تھی تو اس وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے حتیٰ کہ مسلمانوں سے وہ مصیبت دور ہو جائے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قنوت پڑھی تھی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب ان لوگوں نے آ کر توبہ کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا ترک کر دی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی تھی۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی کے حق میں دعا کرتے یا کسی کے خلاف دعا کرتے تو قنوت پڑھتے اور اسود نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب جنگ کرتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہیں کرتے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ امام طبری نے کہا: اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر کسی نے عمداً قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا اس پر سجدہ سہو لازم آئے گا کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اگر اس نے قنوت پڑھی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے موافق عمل کیا اور اگر اس نے قنوت کو ترک کر دیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت پر عمل کیا کیونکہ آپ بعض اوقات قنوت پڑھتے تھے اور بعض اوقات قنوت کو ترک کر دیتے تھے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ہے کہ انہیں قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بعض اوقات رفع یدین کیا ہے اور بعض اوقات رفع یدین نہیں کیا اور جس صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت جو کرتے ہوئے دیکھا اس کے مطابق خبر دی اور ہر صحابی صادق ہے۔ المہلب نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ محفوظ نہیں ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے ہیں بلکہ آپ نے اس کو مغرب میں نہیں پڑھا اگر آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت کو پڑھا ہوتا تو اس کو بہت لوگ نقل کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد قنوت پڑھا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کو مستحب کہا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ

نے کہا: ہمارا اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہے کہ لوگ رمضان کے وتر میں کفار پر لعنت کرتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے المدونہ میں کہا ہے کہ ہمارا اس روایت پر عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:2،ص:664 تا 666)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام عبد اللہ بن مبارک، امام احمد، اسحاق اور لیث بن سعد فرض نماز میں قنوت پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیتے اور جن احادیث میں فجر اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے وہ اس آیت سے منسوخ ہیں:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْيُعَذِّ بَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (آل عمران:128)

اس میں آپ کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں۔ (شرح العینی: جز:7،ص:34)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ لَا وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ

باب: ایک رات کے اندر دو وتر نہیں ہیں

664- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ الا ابن ماجة وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

قیس بن طلق اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات کے اندر دو دفعہ وتر نہیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:354، معجم الکبیر: رقم الحدیث:8247، بلوغ المرام: رقم الحدیث:384، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:17319، جامع الاصول: رقم الحدیث:4165، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1384، سنن الترمذی: رقم الحدیث:432، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2013)

665- وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَذَاكَرَا الْوِتْرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّيْ ثُمَّ اَنَامُ عَلٰى وِتْرٍ فَاِذَا اسْتَيْقَظْتُ صَلَّيْتُ شَفْعًا حَتَّى الصَّبَاحِ فَقَالَ عُمَرُ لٰكِنِّيْ اَنَامُ عَلٰى شَفْعٍ ثُمَّ اُوْتِرُ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ حَذِرَ هٰذَا وَقَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَوِيَ هٰذَا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالْخَطَّابِيُّ وَبَقِيُّ بْنُ مُخَلَّدٍ وَّاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ ۔

ابن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپس کے اندر وتر کا تذکرہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تک میری بات ہے تو میں نماز ادا کر لیتا ہوں پھر وتر ادا کر کے سو جاتا ہوں۔ چنانچہ

جس وقت بیدار ہو جاتا ہوں تو صبح تک دو رکعت ہی پڑھا کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن میں تو دو رکعات پڑھ کر ہی سویا کرتا ہوں اس کے بعد سحری کے آخر وقت کے اندر وتر کو پڑھا کرتا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: آپ نے اسے احتیاطاً کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: آپ نے قوت کی وجہ سے اس طرح کیا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1222، معجم الاوسط: ج: 3، ص: 251، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 35، صحیح ابن خزیمہ: ج: 2، ص: 145، مسند الصحابۃ: ج: 36، ص: 78)

666- وَعَنْ اَبِیْ جَمْرَۃَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اِذَا اَوْتَرْتَ اَوَّلَ اللَّیْلِ فَلَا تُوْتِرْ اٰخِرَہٗ وَاِذَا اَوْتَرْتَ اٰخِرَہٗ فَلَا تُوْتِرْ اَوَّلَہٗ قَالَ وَسَاَلْتُ عَآئِذَ بْنَ عَمْرٍو فَقَالَ مِثْلَہٗ ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

ابوجمرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: جس وقت تم رات کے شروع میں وتر پڑھو تو پھر رات کے آخری حصہ میں وتر نہ پڑھو۔ اور جس وقت تم وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھ لو تو پھر وتر رات کے ابتدائی حصہ میں نہ پڑھو۔ ابوجمرہ نے کہا: اور میں نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یونہی کہا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4624، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2018، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6792)

667- وَعَنْ خَلَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَسَاَلَہٗ رَجُلٌ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَاُوْتِرُ ثُمَّ اَنَامُ فَاِنْ قُمْتُ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

خلاس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سنا جس وقت ان سے ایک آدمی نے وتر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں وتر پڑھ کر پھر سو جایا کرتا ہوں اس کے بعد اگر میں اٹھ بھی گیا تو پھر دو دو رکعت پڑھ لیا کرتا ہوں۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2019، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6798)

668- وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ ذُکِرَ عِنْدَ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نَقْضُ الْوِتْرِ فَقَالَتْ لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَۃٍ ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ ۔

سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس وتر توڑ دینے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ایک رات کے اندر دو وتر نہیں ہیں۔ (المؤطا: ج: 2، ص: 6، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2020، کنز العمال: رقم الحدیث: 19538)

مذاہب فقہاء

اس باب میں نقض وتر کا مسئلہ مذکور ہے۔ اور اس کے اندر اختلاف ہے۔

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ لکھتے ہیں: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح کہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نقض وضو کے قائل تھے جبکہ ائمہ اربعہ نقض وضو کے قائل نہیں۔ (نعمۃ الودود: ج: 4، ص: 769)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ

باب: وتر کی بعد والی دو رکعات کا بیان

یہ باب وتر کی بعد والی دو رکعات کے حکم میں ہے۔

669- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيْهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا کرتے پھر دو رکعات ادا فرماتے جن کے اندر بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں قرأت فرمالیا کرتے اس کے بعد جس وقت رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر پھر رکوع فرمایا کرتے۔ (مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 731، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 358، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3400، مسند احمد: رقم الحدیث: 24809، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1186، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1857، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1208، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 1990)

670- وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هٰذَا السَّهَرَ جَهْدٌ وَثِقَلٌ فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ وَإِلَّا كَانَتَا لَهُ . رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ رات کو جاگنا مشقت اور بوجھ والا کام ہے چنانچہ جس وقت تم میں سے کوئی وتر ادا کرے تو اس کو دو رکعات پڑھنے چاہئیں اگر وہ رات کو جاگ جائے تو ٹھیک ورنہ یہ دو رکعات نفل اس کے واسطے تہجد بن جائیں گے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 1594)

671- وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيْهِمَا إِذَا زُلْزِلَتْ وَقُلْ يٰأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعات ادا فرمایا کرتے بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں ان میں اِذَا زُلْزِلَتِ اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ پڑھا کرتے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2010، مسند احمد: رقم الحدیث: 21216)

مذاہب فقہاء

وتر کے بعد پڑھی جانے والی دو رکعات کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک بار پڑھنا ثابت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے اس کے متعلق کوئی صراحت بھی منقول نہیں۔ مگر اصل میں ان دو رکعات کے اثبات میں متعدد احادیث ہیں اور علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی ان دو رکعات کا اثبات

جو وتر کے بعد پڑھی جائیں گی۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ التَّطَوُّعِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

باب: پانچ وقتی نمازوں کے لئے نفل پڑھنے کا بیان

یہ باب پانچ وقتی نمازوں کے لئے نفل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

672- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات یاد کیں ظہر سے قبل دو رکعات اور اس کے بعد دو رکعات، مغرب کے بعد اپنے گھر کے اندر دو رکعات، عشاء کے بعد اپنے گھر کے اندر دو رکعات اور صبح کی نماز دو رکعات۔

(صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1870، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1252، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1426، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 344، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1870، مسند احمد: رقم الحدیث: 5296، سنن بیہقی: ج: 3، ص: 340، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 868)

673- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نوافل کا اس قدر اہتمام نہ فرمایا کرتے تھے جس قدر زیادہ فجر کی دو رکعات کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 206، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1109، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1093، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2114، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 293)

674- وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات اور فجر سے قبل دو رکعات کو کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 402، المؤطا: ج: 2، ص: 71، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 354، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4067، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1062، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4261، سنن الدارمی: رقم الحدیث: 1439، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1737، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 210، مسند احمد: رقم الحدیث: 23992)

675- وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعات دنیا اور جو کچھ اس میں ہے بہتر ہیں۔

(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2 ص:391، مستدرک: رقم الحدیث:1151، بلوغ المرام: رقم الحدیث:356، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:12771، جامع الاصول: رقم الحدیث:4074، جمع الجوامع: رقم الحدیث:12919، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4254، سنن الترمذی: رقم الحدیث:381، سنن النسائی: رقم الحدیث:1738، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث:4133)

676- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِيْ لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے اپنی خالہ جان حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رات بسر کی اور اس رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جلوہ افروز تھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء ادا فرمائی پھر کاشانہ اقدس کو جلوہ افروز ہو گئے تو چار رکعات ادا فرمائیں۔ (جامع الاصول: ج:6 ص:80، صحیح البخاری: رقم الحدیث:114)

677- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر کے اندر ظہر سے قبل چار رکعات ادا فرمایا کرتے پھر کاشانہ اقدس سے تشریف لے جایا کرتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر کاشانہ اقدس جلوہ افروز ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مغرب پڑھایا رکتے پھر کاشانہ اقدس جلوہ افروز ہوتے اور دو رکعت ادا فرمایا کرتے اور لوگوں کو عشاء پڑھاتے اور میرے گھر جلوہ افروز ہو کر دو رکعت ادا فرمایا کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2 ص:320، جامع الاصول: رقم الحدیث:4068، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1201، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:268)

678- وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاٰخَرُوْنَ .

زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بندہ مسلمان ہر دن فرض نماز کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بارہ رکعات نفل کو ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2 ص:406، جامع الاصول: رقم الحدیث:7062، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1199، کنز العمال: رقم

الحدیث:21362،مسند ابی عوانہ:رقم الحدیث:2105،مسند احمد:رقم الحدیث:25550،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:1250)

679- وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ . رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ہر دن اور رات میں بارہ رکعات پڑھیں اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا چار رکعات ظہر سے قبل اور دو رکعات ظہر کے بعد اور دو رکعات مغرب کے بعد اور دو رکعات عشاء کے بعد اور دو رکعات نماز فجر سے قبل۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:408،معجم الاوسط:رقم الحدیث:914،معجم الکبیر:رقم الحدیث:430،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:22798)

680- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ثَابَرَ عَلٰى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ . رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ اِلَّا اَبَا دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے بارہ رکعات پر دوام حاصل کیا تو رب تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ظہر سے قبل چار رکعات،اس کے بعد دو رکعات،مغرب کے بعد دو رکعات، عشاء کے بعد دو رکعات اور فجر سے قبل دو رکعات۔(سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:1467،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:21921، جامع الاصول:رقم الحدیث:4065،جمع الجوامع:رقم الحدیث:4652،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1130،سنن الترمذی:رقم الحدیث:379،سنن النسائی:رقم الحدیث:1771،کنز العمال:رقم الحدیث:21360،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:414)

681- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاٰخَرُوْنَ وَحَسَّنَهُ التِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے عصر سے قبل چار رکعات ادا فرمائیں۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:403،بلوغ المرام:رقم الحدیث:360،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:12700، جمع الجوامع:رقم الحدیث:12848،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:1079،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:4267،سنن الترمذی:رقم الحدیث:395، شرح السنۃ:ج:1،ص:213،کنز العمال:رقم الحدیث:19390)

682- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ اِلَّا صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی نماز عشاء پڑھ کر میرے پاس جلوہ افروز ہوئے آپ ﷺ نے چار رکعات یا چھ رکعات پڑھیں۔(جامع الاصول:رقم الحدیث:4121،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:1108،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:

(4288

683- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى اِثْرِ كُلِّ صَلٰوةٍ رَّكْعَتَيْنِ اِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ ـ رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد دو رکعات ادا فرمایا کرتے تھے ماسوا نماز فجر اور نماز عصر کے۔

(جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 34314، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1196، کنز العمال: رقم الحدیث: 23363، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 617، مسند احمد: رقم الحدیث: 1163، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7417، مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث: 4823)

684- وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا ـ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ـ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت ظہر سے قبل چار رکعات ادا نہ فرماتے تو ظہر کے بعد ان کو پڑھ لیتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 402، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4098، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 391، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 212، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 436)

685- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَّفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَآئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ـ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر سے قبل چار رکعات ادا فرماتے تو ان کے مابین مقربین ملائکہ اور ان کے متبعین مسلمانوں اور مومنوں کے اوپر سلام کے ساتھ فصل فرمایا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 403، البحر الزخار: رقم الحدیث: 613، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4105، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 394، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 429)

686- وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ كَانُوْا لَا يَفْصِلُوْنَ بَيْنَ اَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ بِتَسْلِيْمٍ اِلَّا بِالتَّشَهُّدِ وَلَا اَرْبَعٍ قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَلَا اَرْبَعٍ بَعْدَهَا ـ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْحُجَجِ وَاِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ ـ

حضرت ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ ظہر سے قبل کی چار رکعات اور جمعہ کے بعد چار رکعات کے مابین تشہد کے ساتھ فصل فرمایا کرتے تھے۔ (کتاب الحجۃ: ج: 1، ص: 276)

687- وَعَنْهُ قَالَ مَا كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ فِي الْاَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ ـ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ ـ

حضرت ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ لوگ ظہر سے قبل چار رکعات میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1971)

اس باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ پانچ وقت میں سنت مؤکدہ کی تعداد کتنی ہے اس کے متعلق مذاہب اربعہ بیان کیے جاتے

مذاہب ائمہ اربعہ

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دن اور رات میں سنت مؤکدہ کی تعداد بارہ ہے دو رکعت فجر سے قبل، چار ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد۔ اور ایک قول کے مطابق شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دس رکعات ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف فجر سے قبل دو رکعت سنن ہیں اور باقی سب نوافل ہیں مگر یہ قول ضعیف ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ میں بارہ رکعات کا ذکر ہے۔

اس کے بعد جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے اس میں ظہر سے قبل چار رکعات ذکر فرمائی گئی ہیں مگر تیسری حدیث مبارکہ جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اس میں ظہر سے قبل دو رکعات ہیں جس طرح کہ شوافع وغیرہ کے نزدیک ہے ہوسکتا ہے کہ کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات پر اکتفاء فرماتے ہوں یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد میں دو رکعات ادا فرماتے ہوں جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے اور بقیہ چار رکعات گھر میں ادا فرماتے ہوں جس طرح کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر کا حال بیان فرما رہی ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد کا حال بیان فرما رہے ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد والی دو رکعات تحیۃ المسجد ہوں۔

☆ قولہ تطوعاً

یہ لفظ تطوع عام ہے۔ تطوع، سنت، نفل، مندوب، مستحب یہ تمام کے تمام الفاظ قریب المعنی ہیں یعنی وہ عبادت جس کی شریعت میں ترغیب آئی ہے۔ ویسے سنت کا اطلاق عموماً سنت مؤکدہ پر ہوتا ہے اور نفل مندوب، مستحب وغیرہ کا سنت غیر مؤکدہ پر ہوتا ہے۔

سنت کا معنیٰ

علامہ مجد الدین محمد بن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں: احادیث مبارکہ میں سنت اور اس کے مشتقات کا ذکر متعدد بار آیا ہے۔ سنت لغت میں طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں سنت سے مراد وہ کام ہیں جن کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے اور جن کاموں کو از روئے فعل وقول مستحب قرار دیا ہے اور یہ کام اس زمرہ سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دلائل شرعیہ کتاب اور سنت میں یعنی قرآن وحدیث، حدیث مبارکہ میں ہے میں بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ تمہارے لیے سنت قائم ہو یعنی مجھ پر نسیان اس لیے طاری کیا جاتا ہے تا کہ میں لوگوں کو طریق مستقیم کی رہنمائی کروں اور یہ بتلاؤں کہ جب ان پر نسیان طاری ہو تو وہ کیا کریں اور اسی معنیٰ میں حدیث مبارکہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں اترے اور اس کو سنت نہیں کیا یعنی لوگوں کے عمل کے لئے مشروع نہیں کیا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کسی سبب خاص سے کرتے اور لوگوں کے لئے اس کو مشروع نہیں کرتے کبھی سبب سے کوئی کام کرتے اور سبب کے زائل ہونے کے بعد بھی اس کام کو مشروع رکھتے جیسے پہلے نماز کو قصر کرنا سفر میں خوف کی وجہ سے تھا بعد میں خوف نہ ہونے کی شکل میں بھی سفر میں قصر کو قائم رکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل فرمایا اور اس کو سنت نہیں قرار دیا یعنی تمام امت کے عمل کے لئے اس کو قائم نہیں رکھا کیونکہ یہ ایک خاص

سبب کی وجہ سے تھا وہ یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے اصحاب کی قوت دکھائیں لیکن یہ صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ ہے باقی ائمہ کرام طواف قدوم میں رمل کو سنت قرار دیتے ہیں۔(نہایہ:جز:2،ص:410)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:سنت کا معنیٰ ہے طریقہ اور سنت النبی کا معنیٰ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ۔(المفردات:ص:245)

سنن کی اقسام

علامہ میر سیّد شریف متوفی 816ھ لکھتے ہیں:سنت کا شرعی معنیٰ ہے بغیر فرضیت اور وجوب کے جو طریقہ دین میں رائج کیا گیا ہو جس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔اور کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو وہ سنت ہے اگر یہ دوام بہ طور عبادت ہو تو یہ سنن الہدیٰ ہیں اور اگر یہ دوام بہ طور عادت ہو تو یہ سنن الزوائد ہیں۔سنت الہدیٰ وہ ہے جس کو قائم کرنا دین کی تکمیل کے لئے ہو اور اس کا ترک کرنا کراہت یا اساءت ہے اور سنن الزوائد وہ ہیں جن پر عمل کرنا مستحسن ہے اور ان کا ترک کراہت نہیں اور نہ اساءت ہے جیسے اٹھنے،بیٹھنے،کھانے،پینے اور لباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت،سنن ہدیٰ کو سنت موکدہ کہتے ہیں جیسے اذان اور اقامت،سنت مؤکدہ کا مطالبہ واجب کی طرح ہے مگر واجب کے ترک پر سزا کا استحقاق ہے اور اس کے ترک پر عتاب نہیں ہے۔(کتاب التعریفات:ص:54)

علامہ زین الدین بن نجیم متوفی 976ھ لکھتے ہیں:بغیر لزوم کے دین میں جو طریقہ ہمیشہ رائج کیا گیا ہو وہ سنت ہے اور اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے میں ثواب ہے اور اس کے ترک کرنے پر عتاب اور ملامت ہے اور سزا نہیں ہے۔

مزید رقم ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل کو ہمیشہ کیا ہو اور کبھی ترک نہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے جیسے رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی ترک نہیں فرمایا اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ترک فرمایا وہ سنت غیر مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو کبھی ترک نہ فرمایا ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ وجوب کی دلیل اور علامت ہے۔(البحر الرائق:جز:1،ص:17)

قرآن مجید سے سنت کا مفہوم

قرآن مجید میں سنت کا لفظ کئی جگہوں پر آیا ہے جن کے مختلف مفہوم ہیں۔

آیت نمبر:1

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ (فاطر:43)

سو وہ صرف پہلے لوگوں کے طریقہ کا انتظار کر رہے ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔

آیت نمبر:2

قرآن مجید میں ہے:

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المومن:85)

یہ وہ طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافروں نے سخت نقصان اٹھایا۔

آیت نمبر:3

قرآن مجید میں ہے: سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ (الاحزاب:38)

جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا طریقہ۔

آیت نمبر:4

قرآن مجید میں ہے: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ (آل عمران:137)

بے شک تم سے پہلے طریقے گزر چکے ہیں۔

سنت کے تارک کی سزا

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں: قنیہ میں مذکور ہے کہ سنت (موکدہ) کا تارک فاسق ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے اور تلویح میں مذکور ہے کہ سنت مؤکدہ کو ترک کرنا حرام کے قریب ہے اور اس کا تارک شفاعت سے محروم ہونے کا مستحق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا۔ اور شیخ زین نے شرح المنار میں لکھا ہے کہ سنت مؤکدہ کے ترک سے گناہ گار ہوگا لیکن یہ گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہوگا۔ (حاشیۃ مراقی الفلاح:ص:39)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جو شخص بلا عذر سنت مؤکدہ کو بطور اصرار ترک کرے وہ ملامت کیے جانے اور عذاب کا مستحق ہوگا لیکن سنت مؤکدہ کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہے۔ (ردالمحتار:جز:1،ص:452)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلَى الْفَصْلِ بِتَسْلِيْمَةٍ بَيْنَ الْاَرْبَعِ مِنْ سُنَنِ النَّهَارِ

باب: ایسی روایت جس سے دن کی چار رکعات سنتوں کے مابین ایک بار سلام پھیرنے کے ساتھ فصل پر استدلال کیا گیا ہے

688- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ۔

قَالَ النِّيْمَوِیُّ ذِكْرُ النَّهَارِ لَيْسَ بِمَحْفُوْظٍ وَّيُعَارِضُهٗ بَعْضُ الْاَخْبَارِ الْمُتَقَدِّمَةِ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ فِی الْبَابِ السَّابِقِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔ علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دن کا ذکر محفوظ نہیں۔ پہلے آنے والی روایات اس کے معارض ہیں جن کو ہم نے پیچھے باب میں ذکر کر دیا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبری:جز:2،ص:389،

معجم الاوسط: رقم الحدیث: 79، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 47، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 278، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 368، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 13624، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4204، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 104، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1163، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1312)

مذاہب اربعہ

دن اور رات میں نوافل دو دو پڑھے جائیں گے یا چار چار؟ تو اس بارے میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل جائز نہیں رات کے نوافل دو رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رات کو نماز دو دو رکعت پڑھو اور دن کو دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے لیکن اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات نفل بھی پڑھ لئے تو جائز ہے اگر دن اور رات میں چھ نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو یہ فعل مکروہ لیکن نماز ہو جائے گی۔ (المغنی: ج: 1، ص: 431)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ ابی وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف دو رکعت ہی پڑھے جا سکتے ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 365)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل پڑھنا بھی جائز ہے مگر ان کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو رکعت نفل پڑھے جائیں۔ (شرح المہذب: ج: 4، ص: 56)

حنفیہ کا مذہب

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات پڑھنا افضل ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: دن کے نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔

(درمختار: ج: 2، ص: 550)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّافِلَةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کا بیان

یہ باب مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

689- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ اِذَا اَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وزاد مسلم حتى ان الرجل الغريب لِيَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فيحسب ان الصلوة قد صليت من كثرة من يُصَلِّيْهِمَا .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت مؤذن اذان دیتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ستونوں کی جانب جلدی سے اٹھ کھڑے ہوتے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوتے اور وہ اسی حالت میں دو رکعات مغرب سے قبل ادا کر رہے ہوتے۔ اور عام نے اس قدر پڑھایا ہے حتیٰ کہ نیا آنے والا آدمی مسجد کے اندر داخل ہوتا تو ان دو رکعت کے پڑھنے والوں کی کثرت کو دیکھ کر اس کا یہ زعم ہوتا تھا کہ تحقیق نماز ادا کی جا چکی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث 13983، مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث: 3986، سنن البیہقی: ج: 2، ص: 476، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 503، سنن النسائی: رقم الحدیث: 681، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1288، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1589، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1441)

690- وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهٗ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

انہی (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ میں نے انہیں کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعات کو ادا فرمایا تھا؟ ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دیکھا کرتے تھے۔ چنانچہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا نہ ہی ہم کو روکا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 403، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4110، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1090، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 11، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 5496، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2118، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1282، مشکل الآثار: رقم الحدیث: 4797، معرفۃ السنن: ج: 4، ص: 178)

691- وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ اَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ اَلَا اُعْجِبُكَ مِنْ اَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

مرثد بن عبداللہ یزنی کا بیان ہے کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا: کیا میں آپ کو ابوتمیم کے معاملہ سے متعجب نہ کردوں کہ وہ تو نماز مغرب سے قبل دو رکعات پڑھا کرتے ہیں۔ اس پر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں اس طرح کرتے تھے۔ مرثد نے کہا کہ میں نے کہا تو پھر اب آپ کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا: مشغول ہونے نے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 17416، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1184، سنن النسائی: رقم الحدیث: 581، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 793، سنن البیہقی: جز: 2، ص: 475)

692- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلوٰةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلوٰةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دو اذانوں کے مابین نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے مابین نماز ہے (یعنی اذان و اقامت کے مابین) پھر تیسری دفعہ ارشاد فرمایا: اس کے لئے جو چاہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1815، سنن النسائی: رقم الحدیث: 682، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1287، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 430، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1162، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 838، مسند احمد: رقم الحدیث: 16790، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 5357، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1283، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1559، جامع المسانید: رقم الحدیث: 4243)

693- وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِاَبِي دَاوٗدَ صلوا قبل المغرب رَكْعَتَيْنِ ۔

انہی (حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مغرب سے قبل نماز ادا کرو پھر تیسری دفعہ ارشاد فرمایا: اس کے لئے جو چاہے۔ اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کو لوگ سنت بنا لیں گے۔ (مسند احمد: ج: 5، ص: 55، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1289، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1281، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1183، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 404، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 361، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4114، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1089، سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 265)

694- وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صلى قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ ابن حبان فِي صَحِيْحِهٖ وَ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ خَافَ اَنْ يَّحْسِبَهَا النَّاسُ سُنَّةً وَّاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے قبل دو رکعات ادا فرمائیں اور ابن نصر نے اس قدر اضافہ کیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: مغرب سے قبل دو رکعات ادا کرو۔ پھر تیسری دفعہ ارشاد فرمایا: اس کے لئے یہی حکم ہے جو چاہے۔ آپ کو یہ ڈر لگا کہ اس کو لوگ سنت بنا ڈالیں گے۔ (بلوغ المرام: رقم الحدیث: 361، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 13685، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4114، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 165، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 4269، سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 265، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 213، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 5494)

مذاہب اربعہ

نمازِ مغرب سے قبل دو رکعات پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: مغرب کی اذان کے بعد نماز سے قبل دو رکعت نفل پڑھنے میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت جائز ہیں اور سنت نہیں ہیں۔ اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے یہ دو رکعت صرف ایک بار پڑھی ہیں جب میں نے اس کے بارے میں حدیث سنی انہوں نے کہا: اس کے متعلق جید احادیث ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب اور تابعین سے مروی ہیں مگر یہ کہ آپ نے فرمایا: جو چاہے ان کو پڑھے۔ (المغنی: ج:2، ص:325)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: متقدمین کا نماز مغرب سے قبل نفل پڑھنے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابی ابن کعب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مغرب کی نماز سے قبل نفل پڑھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ستونوں کی جانب سبقت کرتے تھے۔ پس نماز پڑھتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے فرمایا: سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہر اذان کے وقت نماز پڑھتے تھے اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے قبل دو رکعت نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ابراہیم نے کہا: یہ دو رکعت پڑھنا بدعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کوفہ میں تھے چنانچہ جس نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مغرب سے قبل نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہی امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ المہلب نے کہا کہ نماز مغرب سے قبل دو رکعت نماز ابتداء اسلام میں پڑھی جاتی تھی تا کہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی جو ممانعت تھی مغرب کے بعد اس کا وقت ختم ہو گیا اور اب نفل پڑھنے کی اجازت ہے پھر لوگوں نے نماز مغرب کے فرض پڑھنے میں سبقت کر لی تا کہ فاضل وقت میں مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو۔

(شرح ابن بطال: ج:3، ص:176)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مغرب سے قبل دو رکعت پڑھنے میں شوافع کے دو قول ہیں ایک قول میں مغرب سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کو غیر مستحب قرار دیا ہے اور دوسرے قول میں مستحب قرار دیا ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر اذان اور اقامت کے مابین نماز ہے نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغرب کی اذان کے بعد ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ (شرح للنووی: ج:1، ص:251)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں متقدمین کے دو قول ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اور متاخرین تابعین نے ان کو مستحب کہا ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو مستحب نہیں کہا اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء نے۔ النخعی نے کہا: یہ بدعت ہے کیونکہ ان کو مستحب قرار دینا مغرب کی نماز کو اول وقت میں پڑھنے سے تاخیر کو مستلزم ہے۔ (شرح للنواوی: ج:4: ص:2394)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں مذکور ہے کہ مغرب کی اذان کے علاوہ مؤذن اذان دینے کے بعد اتنا وقفہ کرے جس وقفہ میں ایسی دو رکعت پڑھی جا سکیں کہ ہر رکعت میں دس آیات پڑھی جائیں اور کمزور آدمی کے لئے ٹھہرے محلّہ کے رئیس اور بڑے آدمی کے لئے نہ ٹھہرے یہ ہر نماز کے بعد کم از کم وقفہ ہے۔ (شرح العینی: ج:5: ص:202)

حافظ جمال الدین زیلعی متوفی 762ھ لکھتے ہیں: حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے مغرب سے قبل نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مغرب کی نماز سے قبل نماز نہ پڑھتے تھے۔ (نصب الرایہ: ج:2: ص:141)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ اَنْكَرَ التَّنَفُّلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب: جنہوں نے مغرب سے قبل نفل پڑھنے کا انکار کیا

695- عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا يُصَلِّيْهِمَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْكَشِّيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

طاؤس کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے قبل دو رکعات کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں ان دو رکعات کو ادا کرتا ہو۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 39595، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4070، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1092، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4285، مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث: 804، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7465)

696- وَعَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ اَنَّهٗ سَاَلَ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيَّ عَنِ الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فَنَهَاهُ عَنْهَا وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَكُوْنُوْا يُصَلُّوْنَهَا . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْاٰثَارِ وَاِسْنَادُهٗ مُنْقَطِعٌ وَّرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

حماد بن ابی سلیمان کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے مغرب سے قبل نماز کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابراہیم نے ان کو اس سے منع کیا اور انہوں نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کو ادا نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 5502، کتاب الآثار: ص: 29)

اس باب سے احناف کا مؤقف ثابت ہوتا ہے۔ اور مذاہب اربعہ پچھلے باب میں ملاحظہ کر لیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ التَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ

باب: نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنا

یہ باب نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

697- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعات کو کبھی بھی نہ ترک کیا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4190، سنن داری: رقم الحدیث: 1435، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1798، کنز العمال: رقم الحدیث: 22490)

698- وَعَنْهَا قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو رکعات ایسی ہیں جن کو کبھی بھی نہ ترک کیا نہ تو پوشیدہ اور نہ ہی اعلانیہ۔ دو رکعات فجر سے قبل اور دو رکعات عصر کے بعد۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 373، اللؤلؤ والمرجان: جز: 1، ص: 230، سنن النسائی: رقم الحدیث: 573، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1795، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 557، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 147)

699- وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهُ سَاَلَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ اِنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا اَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ اَثْبَتَهُمَا وَكَانَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَثْبَتَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ابوسلمہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو سجدوں کے متعلق جن کو رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے اس پر فرمایا: آپ ﷺ ان دو رکعات کو عصر سے قبل ادا فرمایا کرتے تھے پھر ان سے مشغولیت اختیار فرما گئے (یعنی نہ ادا فرمائے) یا انہیں عصر کے بعد ادا فرمایا پھر اس پر دوام رکھا اور آپ ﷺ جس وقت بھی کسی نماز کو ادا فرماتے تو اس پر دوام فرمایا کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 578، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4106، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4189، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 192، صحیح ابن حبان: جز: 4، ص: 446، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1278، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 1139، مسند ابی یعلیٰ:

رقم الحدیث:4816،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:147)

مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نمازعصر کے بعد نوافل پڑھنا منع ہے اور امام مالک وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک جائز ہے۔
(بدایۃ المجتہد:ص:88)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: نمازعصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہے نفل شروع کر کے توڑ دی تھی تو اس کی قضا بھی اس وقت میں منع ہے اور پڑھ لی تو نا کافی ہے قضا اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوئی۔(عالمگیری:ج:1،ص:53)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهَةِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ

باب: نمازعصر اور نماز فجر کے بعد نفل کے مکروہ ہونے کا بیان

یہ باب نمازعصر اور نماز فجر کے بعد نفل پڑھنے کے مکروہ ہونے کے حکم میں ہے۔

700- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ اَحَبَّهُمْ اِلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنا جن میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ ان سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد نماز پڑھنے سے روکا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکا ہے حتیٰ کہ سورج غروب نہ ہو جائے۔(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:1276،سنن الترمذی:رقم الحدیث:183،صحیح مسلم:رقم الحدیث:826،سنن النسائی:رقم الحدیث:562،مسند البزار:رقم الحدیث:185،مسند ابی یعلی:رقم الحدیث:147،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:2146،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1250،جامع المسانید:رقم الحدیث:5709)

701- وعن اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نمازعصر کے بعد کوئی بھی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب نہ ہو جائے اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج نہ طلوع ہو جائے۔(مسند الحمیدی:رقم الحدیث:731،صحیح مسلم:رقم الحدیث:827،صحیح بخاری:رقم الحدیث:586،سنن الکبری للنسائی:رقم الحدیث:1549،سنن النسائی:رقم الحدیث:563،مسند احمد:رقم الحدیث:11033،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:3961،مسند ابی یعلی:رقم الحدیث:1121،مصنف ابن ابی شیبہ:ج:2،ص:348)

702- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّیْخَانِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکا ہے حتیٰ کہ آفتاب نہ غروب ہو جائے اور صبح کی نماز کے بعد بھی حتیٰ کہ سورج نہ طلوع ہو جائے۔ (صحیح البخاری: 584، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1512، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 217، مسند احمد: ج: 2، ص: 379، جامع المسانید: رقم الحدیث: 4350، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1310، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3377)

703- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰی تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ وَّحِیْنَئِذٍ یَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰی یَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِیْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَیْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطَانٍ وَّحِیْنَئِذٍ یَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّ اَحْمَدُ ۔

حضرت عمرو بن عنبسہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عرض گزار ہوا: یا نبی اللہ ﷺ! مجھے ان چیزوں کے متعلق بتائیے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے اور میں انہیں جانتا ہی نہیں اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز ادا کرو پھر تم نماز سے رک جاؤ حتیٰ کہ آفتاب نہ طلوع ہو کر بلند ہو جائے یقیناً آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے مابین ہوتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کیا کرتے ہیں اس کے بعد تم نماز پڑھو یقیناً ملائکہ اس نماز کی شہادت بیان کریں گے حتیٰ کہ سیاہ نیزہ کے برابر نہ ہو جائے اس کے بعد تم نماز سے رک جاؤ یقیناً اس وقت دوزخ جہنم پھونکی جاتی ہے پھر جس وقت آفتاب ڈھل جائے تو نماز ادا کرو یقیناً ملائکہ اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ تم نماز عصر ادا کرو اس کے بعد تم نماز سے رک جاؤ حتیٰ کہ سورج غروب نہ ہو جائے یقیناً آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے مابین غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کافر سجدہ کیا کرتے ہیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 576، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1545، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40815، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 51، صحیح مسلم: ج: 4، ص: 278، مسند الصحابۃ: ج: 48، ص: 416)

704- وَعَنْ كُرَیْبٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَّالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَزْهَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَرْسَلُوْهُ اِلٰی عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اقْرَأْ عَلَیْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِیْعًا وَّسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا اِنَّا اُخْبِرْنَا عَنْكِ اَنَّكِ تُصَلِّیْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَكُنْتُ اَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُ فَقَالَ كُرَیْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا اَرْسَلُوْنِیْ فَقَالَتْ سَلْ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَخَرَجْتُ اِلَیْهِمْ

فَاَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِمِثْلِ مَا اَرْسَلُوْنِیْ بِهٖ اِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهٰی عَنْهَا ثُمَّ رَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْهِمَا حِیْنَ صَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ وَعِنْدِیْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِیْ حَرَامٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَرْسَلْتُ اِلَیْهِ الْجَارِیَةَ فَقُلْتُ قُوْمِیْ بِجَنْبِهٖ فَقُوْلِیْ لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰی عَنْ هَاتَیْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّیْهِمَا فَاِنْ اَشَارَ بِیَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِیْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِیَةُ فَاَشَارَ بِیَدِهٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ یَا بِنْتَ اَبِیْ اُمَیَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَاِنَّهٗ اَتَانِیْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِالْقَیْسِ فَشَغَلُوْنِیْ عَنِ الرَّكْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ . رَوَاهُ الشَّیْخَانِ .

حضرت کریب کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ابن عباس، حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور انہوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہماری جانب سے سلام عرض کرنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعات کے متعلق دریافت کرنا اور انہیں عرض کرنا کہ ہم کو بتایا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا عصر کے بعد دو رکعات کو ادا فرمایا کرتی ہیں اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اس سے لوگوں کو منع کیا کرتا تھا۔ راوی کریب نے فرمایا ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ پہنچانے والا پیغام دیا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر دریافت کرو چنانچہ میں ان مقدس نفوس کے پاس لوٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب عرض کیا چنانچہ انہوں نے مجھے اس پیغام کے ذریعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان رکعات سے روکتے ہوئے سنا ہے پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس کے بعد میرے پاس جلوہ افروز ہوئے اس وقت انصار کے قبیلہ بنو حرام کی چند عورتیں میرے پاس تھیں تو میں نے ایک باندی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں یہ کہلوا کر بھیجا کہ تو وہاں جا کر پہلو میں کھڑی ہو جانا اور یوں عرض کرنا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض گزار ہوتی ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان رکعات سے روکتے ہوئے سنا ہے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو رکعات کو پڑھتے ہوئے دیکھ پا رہی ہوں۔ چنانچہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ سے فرما دیں تو پیچھے کو ہٹ جانا پس اس باندی نے اسی طرح ہی کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے مقدس ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا تو اس پر وہ پیچھے کو ہو گئیں چنانچہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنت ابوامیہ! تم نے عصر کے بعد دو رکعات کے متعلق دریافت کیا ہے تو میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے چند لوگ حاضر ہوئے انہوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعات سے مشغول کر ڈالا پس یہی وہ دو رکعات ہیں۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج:1، ص:228، جامع الاصول: رقم الحدیث:4108، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1081، سنن دارمی: رقم الحدیث:1436، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1808، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1672، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1377، صحیح البخاری: رقم الحدیث:1157، مسند الصحابۃ: ج:37، ص:345)

705- وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم ایک ایسی نماز ادا کرتے ہو کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف نصیب ہوا ہم نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز ادا فرماتے ہوئے نہ دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز یعنی عصر کے بعد کی دو رکعات سے روکا ہے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4109، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 766، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4168، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1823، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 552، مسند احمد: رقم الحدیث: 16303، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 3555)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد نفل پڑھنے کی ممانعت ہے فرض پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے اور جو فوت شدہ فرائض ہیں وہ کسی وقت بھی پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس نے طلوع شمس سے قبل ایک رکعت پڑھ لی یا غروب شمس سے قبل ایک رکعت کو پڑھ لیا اس نے نماز کو پا لیا اور یہ بات معلوم ہے کہ جس نے ان اوقات میں ایک رکعت نماز پڑھ لی تو وہ دوسری رکعت اسی وقت میں پڑھے گا جس وقت میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ ہمارے قول پر دلالت کرتا ہے اور یہی امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس ممانعت سے نفل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے لیکن مفروضہ اور مسنونہ نمازیں یا جن نوافل کو وہ دائماً پڑھتا ہو ان کی ممانعت نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس ممانعت سے نفل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے اور ان اوقات میں فرائض کی قضاء پڑھ سکتا ہے لیکن جب سورج بلند ہونے سے پہلے ظاہر ہوا اور غروب ہونے سے قبل غروب کی جانب مائل ہوا اس وقت کوئی فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل اور نہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے صرف اس دن کی عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے غروب آفتاب سے قبل ایک رکعت پڑھی تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔ جن فقہاء نے ان دو اوقات میں فرض نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنی نمازوں میں طلوع شمس کا قصد کرو نہ غروب شمس کا۔ اس حدیث میں اس شخص کے لئے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے جو طلوع شمس یا غروب شمس کا قصد کر کے نماز پڑھتا ہے لیکن جو آدمی اس وقت نیند سے بیدار ہوا یا جو آدمی نماز پڑھنا بھول گیا تھا اور اس کو اس وقت نماز پڑھنا یاد آیا تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے اس وقت نماز پڑھ لے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی نماز کو بھول گیا پس وہ اس نماز کو اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آ جائے اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ○ (طٰہٰ:14)

اور آپ مجھے یاد کرنے کے لئے نماز قائم فرمایئے۔

یہ احادیث طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت سے معارض ہیں اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی خصوصیت سے ان اوقات میں نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے اس کے لئے ان اوقات میں فرائض اور نوافل پڑھنا جائز ہیں۔ المہلب نے کہا ہے کہ ان دو اوقات میں نماز پڑھنے کی کراہت کا معنیٰ یہ ہے کہ کچھ لوگ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت قصداً نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کا قصد کرتے تھے لہٰذا نبی کریم ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ ان لوگوں کی مشابہت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:273 تا 274)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهَةِ التَّنَفُّلِ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: طلوع فجر کے بعد فجر کی دو رکعات کے علاوہ نفل کی کراہت کا بیان

یہ باب طلوع فجر کے بعد فجر کی دو رکعات کے علاوہ نفل کی کراہت کے حکم میں ہے۔

706- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَوْ اَحَدًا مِنْكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سَحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ ۔ رَوَاهُ السِّتَّةُ اِلَّا التِّرْمَذِيَّ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کو ہرگز بلال کی اذان اپنی سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ رات میں اذان دیتے ہیں یا ارشاد فرمایا: نداء دیتا ہے تاکہ تمہارے قیام اللیل کرنے والا لوٹ جائے اور تمہارا سونے والا بیدار ہو جائے۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج:1، ص:321، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:18112، جامع الاصول: رقم الحدیث:4542، جمع الجوامع: رقم الحدیث:2177، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:2000، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1686، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:1664، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:787، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:402)

707- وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت فجر طلوع ہو جایا کرتی تو فجر کی دو رکعات کے علاوہ ادا نہ فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1587)

708- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدَعُوْا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَدَتْکُمُ الْخَیْلُ. رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَحَادِیْثُ الْبَابِ فِیْ بَابِ التَّطَوُّعِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعات کو نہ ترک کرو اگرچہ تم کو گھوڑے بھی روند دیں۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 16297، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4075، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 362، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1067، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 4257، مشکل الآثار: رقم الحدیث: 4134، کنز العمال: رقم الحدیث: 19327، مسند احمد: رقم الحدیث: 8885، معرفۃ السنن: ج:4، ص:175)

مذاہب اربعہ

طلوع فجر کے بعد دو رکعات سنت کے علاوہ نماز کے متعلق مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ ابی وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنا جائز نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کے فرض پڑھنے سے پہلے نفل پڑھ سکتا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:368)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سنت فجر پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فجر کے فرض پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شوافع کے نزدیک صحیح قول بھی یہی ہے۔ (شرح للنواوی: ج:1، ص:250)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ ابن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کسی شخص سے تہجد کے نوافل رہ گئے ہوں تو وہ طلوع فجر کے بعد پڑھ سکتا ہے اور اگر کسی شخص سے سنت فجر رہ گئی ہو تو وہ فجر کے فرض کے بعد قضا پڑھ سکتا ہے لیکن مختار یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔ (المغنی)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد طلوع شمس تک دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھے۔ (المبسوط: ج:1، ص:150)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔ (عالمگیری: جز:1، ص:52)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ تَخْفِيْفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی دو رکعات میں تخفیف کا بیان

یہ باب فجر کی دو رکعات میں تخفیف کے حکم میں ہے۔

709- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعات کو تخفیفاً پڑھا کرتے تھے جو نماز فجر سے قبل ہیں حتیٰ کہ میں کہتی: کیا آپ نے ام الکتاب کو پڑھا ہے۔ (اللؤلؤ والمرجان: جز:1، ص:206، بلوغ المرام: رقم الحدیث:363، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1064، شرح السنۃ: جز:1، ص:210، صحیح البخاری: رقم الحدیث:1095، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:2150، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:226)

710- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ الا النسائي وحسنه التِّرْمِذِيُّ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ماہ توجہ کے ساتھ مشاہدہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے قبل دو رکعات میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ کو پڑھا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:405، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:1062، معجم الاوسط: رقم الحدیث:7792، جامع الاصول: رقم الحدیث:4085، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1139، سنن الترمذی: رقم الحدیث:382، شرح السنۃ: جز:1، ص:210، مسند احمد: رقم الحدیث:5433)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: صبح کی دو رکعت سنت فجر میں قرآن مجید پڑھنے کی مقدار میں چار مذاہب ہیں: امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ نے فرمایا ہے کہ ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت میں قرآن نہ پڑھے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سورہ فاتحہ کو تخفیف کے ساتھ پڑھے یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ابن وہب کی روایت کے متعلق یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس میں تخفیف کے ساتھ قرآن مجید پڑھے اور سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن القاسم کی روایت کے مطابق

یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ اگر ان دو رکعات میں لمبی قرأت کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات میں فجر کی دو رکعات سنت میں قرآن مجید کی اپنی منزل پڑھتا ہوں اور یہی ان کے اصحاب کا قول ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ نوافل میں جب لمبی قرأت کی جاتی ہے تو ان میں سب سے افضل قرأت کی جائے اور یہ ہمارے نزدیک کم قرأت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اس میں لمبے قیام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر نوافل کی بہ نسبت افضل قرار دیا ہے، جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں قرآن نہ پڑھا جائے، انہوں نے اس باب کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی فرض نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر روایات کے خلاف ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ثابت کیا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

لہٰذا یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ آپ سنت فجر میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اور یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس میں سورہ الفاتحہ بھی پڑھی ہو اور کوئی اور سورت بھی پڑھی ہو اور بہت تخفیف کے ساتھ قرأت کی ہو حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ نے ان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت بھی پڑھتے تھے ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے کتنی بار سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے قبل دو رکعت سنت فجر میں اور مغرب کے بعد دو رکعت سنت میں قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی مثل سنت فجر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور دیگر فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ

یہ آثار امام ابوحنیفہ اور ان فقہاء کے خلاف حجت ہیں جو سنت فجر میں لمبی قرأت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آثار کے خلاف حدیث محفوظ نہیں ہے اور سنت ثابتہ کے خلاف کسی کا قیاس دلیل نہیں ہے اور ابن سیرین کے سامنے ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ سنت فجر میں لمبی قرأت میں کوئی حرج نہیں ہے تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی ان احادیث پر عمل کرتے تھے جن میں تخفیف قرأت کا ذکر ہے۔ المہلب نے کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں اس لئے تخفیف کے ساتھ قرأت کرتے تھے کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت پڑھنے کے لئے آتا تھا۔

(شرح ابن بطال: ج:3، ص:163 تا 165)

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

یہی امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ اگر ان دو رکعات میں لمبی قراءت کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات میں فجر کی دو رکعات سنت میں قرآن مجید کی اپنی منزل پڑھتا ہوں اور یہی ان کے اصحاب کا قول ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ نوافل میں جب لمبی قراءت کی جاتی ہے تو ان میں سب سے افضل قراءت کی جائے اور یہ ہمارے نزدیک کم قراءت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اس میں لمبے قیام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر نوافل کی بہ نسبت افضل قرار دیا ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں قرآن نہ پڑھا جائے، انہوں نے اس باب کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی فرض نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر روایات کے خلاف ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ثابت کیا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

لہٰذا یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے، جو سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ آپ سنت فجر میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس میں سورہ الفاتحہ بھی پڑھی ہو اور کوئی اور سورت بھی پڑھی ہو اور بہت تخفیف کے ساتھ قراءت کی ہو حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ نے ان میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت بھی پڑھتے تھے ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی بار سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے قبل دو رکعت سنت فجر میں اور مغرب کے بعد دو رکعت سنت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ اور سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی مثل سنت فجر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور دیگر فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ

یہ آثار امام ابوحنیفہ اور ان فقہاء کے خلاف حجت ہیں جو سنت فجر میں لمبی قراءت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آثار کے خلاف حدیث محفوظ نہیں ہے اور سنت ثابتہ کے خلاف کسی کا قیاس دلیل نہیں ہے اور ابن سیرین کے سامنے ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ سنت فجر میں لمبی قراءت میں کوئی حرج نہیں ہے تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی ان احادیث پر عمل کرتے تھے جن میں تخفیف قراءت کا ذکر ہے۔ المہلب نے کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں اس لئے تخفیف کے ساتھ قراءت کرتے تھے کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت پڑھنے کے لئے آتا تھا۔

(شرح ابن بطال، ج:3، ص:163 تا 165)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهَةِ سُنَّةِ الْفَجْرِ اِذَا شَرَعَ فِي الْاِقَامَةِ

باب: جس وقت مؤذن اقامت کہنا شروع کردے تو اس وقت فجر کی سنتیں پڑھنے کا مکروہ ہونا

711- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا البخاری ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو اس وقت کوئی نماز بھی نہیں ماسوا نماز فرض کے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 710، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1266، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 421، سنن النسائی: رقم الحدیث: 864، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1151، کنز العمال: رقم الحدیث: 20226، شرح السنۃ: ج: 7، ص: 89، مجمع الزوائد: ج: 2، ص: 5، مشکوٰۃ: رقم الحدیث: 1058، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1123، مسند احمد: ج: 1، ص: 455، سنن البیہقی: ج: 2، ص: 482)

712- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَّقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ اَرْبَعًا الصُّبْحَ اَرْبَعًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا اس حال میں کہ نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی وہ دو رکعات ادا کر رہا تھا۔ چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو لوگ آپ کے گرد اگرد اکٹھے ہو گئے اس آدمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا صبح کی چار رکعات کو ادا کیا جاتا ہے صبح کی چار رکعات ہیں۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 867، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 2736، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1153، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 711، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2469، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11227، مسند البزار: رقم الحدیث: 518، مسند احمد: رقم الحدیث: 2130، مستدرک: ج: 1، ص: 307، سنن البیہقی: ج: 2، ص: 482، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 2، ص: 253)

713- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا فُلَانُ بِاَيِّ الصَّلَاتَيْنِ اعْتَدَدْتَّ بِصَلٰوتِكَ وَحْدَكَ اَمْ بِصَلٰوتِكَ مَعَنَا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ والاربعة الا التِرْمَذِيّ ۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی مسجد کے اندر داخل ہوا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کی حالت میں تھے تو اس نے مسجد کی ایک جانب دو رکعات کو پڑھا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہو گیا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فلاں! ان دو میں سے کس نماز کو فرض شمار کیا جو اکیلے پڑھی تھیں یا ہمارے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1265، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1152، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 712، مصنف

عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4020، سنن النسائی: رقم الحدیث: 868)

714- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَقَامَ رَجُلٌ يُّصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَجَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبِهٖ وَقَالَ أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ صبح کی نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو ایک آدمی نے اٹھ کر دو رکعات پڑھنا شروع کر دیں اس پر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑوں سے کھینچ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم صبح کی چار رکعات ادا کر رہے ہو۔ (غایۃ المقصد: ج: 1 ص: 646، مسند احمد: رقم الحدیث: 2023، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 606، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6493)

715- وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ وَأَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْإِقَامَةِ فَجَذَبَنِي النَّبِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَتُصَلِّي الصُّبْحَ أَرْبَعًا ۔ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَآخَرُوْنَ وَقَالَ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ ۔

انہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ میں نماز ادا کر رہا تھا جبکہ مؤذن نے اقامت کہنی شروع کر دی تھی تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچ لیا اور ارشاد فرمایا: کیا تم صبح کی نماز چار رکعات ادا کر رہے ہو؟ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 928، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2 ص: 181، مستدرک: رقم الحدیث: 1154، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4322، غایۃ المقصد: ج: 1 ص: 646، مسند احمد: رقم الحدیث: 2023، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 606، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6493)

716- وَعَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ رَأٰى رَجُلًا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْغَدَاةِ حِيْنَ أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ فَغَمَزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْكِبَيْهِ وَقَالَ أَلَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ ذَا ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَإِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے فجر کی دو رکعات اس وقت پڑھیں جس وقت مؤذن اقامت کہنے والا تھا تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھوں سے دبایا اور ارشاد فرمایا: سنو! یہ اس سے قبل تھیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 146، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 146، معرفۃ الصحابۃ: رقم الحدیث: 3970)

717- وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ وَلَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ إِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَفِيْمَا قَالَهٗ نَظَرٌ وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ لَا أَصْلَ لَهَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت اقامت نماز کہی جانے لگ گئی تو کوئی نماز نہیں ماسوا فرض کے۔ کہا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور نہ ہی فجر کی دو رکعات؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اور نہ ہی فجر کی دو رکعات۔ (الموطا: ج: 1 ص: 168، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 1462، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1473، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4326)

مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صبح کی سنتیں اس وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک وہ دوسری رکعت میں شامل ہوسکتا ہو اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جب تک پہلی رکعت میں ملنے کا امکان ہو صبح کی سنتیں پڑھ لے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اقامت کے وقت مطلقاً سنتیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:247)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کو مارتے تھے جو اقامت فجر کے وقت سنتیں پڑھتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:360)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جب کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنے کے لئے اس وقت مسجد میں داخل ہو جب فجر کی نماز کے لئے اقامت ہو رہی ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ فجر کی دو سنتیں پڑھے یا نہیں ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب امام نماز فجر پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد میں صبح کی دو سنتیں نہ پڑھے ان کا قول مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم، عروہ، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور عطاء سے اسی طرح منقول ہے۔ امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جب اس کو یہ یقین ہو کہ وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کو پالے گا تو پھر مسجد کے باہر سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ جس آدمی نے سنت فجر نہیں پڑھی اور وہ نماز فجر میں امام تک پہنچا اگر اس کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سنت فجر پڑھنے میں مشغول ہوا تو ایک رکعت فوت ہو جائے گی لیکن اس کو دوسری رکعت مل جائے گی تو وہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازہ پر پڑھ لے کیونکہ اگر اس نے دو رکعت سنت مسجد میں پڑھیں تو امام فرض پڑھانے میں مشغول ہوگا اور یہ اس وقت نفل پڑھنے میں مشغول ہوگا اور یہ مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ اس وقت سنت فجر پڑھنے کی خصوصیت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کی دو رکعت نہ چھوڑو خواہ تمہیں گھوڑے بھی روندر ہے ہوں یہ اس صورت میں ہے جب وہ مسجد کے دروازہ پر دو رکعت سنت پڑھے۔ اور فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ کوئی آدمی دو رکعت سنت صف میں کھڑے ہو کر پڑھے اور جماعت کی مخالفت کرے اور جو آدمی جماعت کی صف کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھے اور اس کے اور صف کے درمیان کوئی حائل نہ ہو۔ الذخیرہ میں مذکور ہے کہ سنت فجر میں سنت یہ ہے کہ ان کو اپنے گھر میں پڑھے اگر گھر میں نہ پڑھ سکے تو مسجد کے دروازہ پر پڑھے اور اگر امام مسجد میں نماز پڑھا رہا ہو تو اگر امام مسجد کے صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے ہال میں سنت پڑھ لے اور اگر امام مسجد کے ہال میں نماز پڑھا رہا ہو تو وہ مسجد کے صحن میں سنت پڑھ لے اور المحیط میں مذکور ہے کہ یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ مسجد کا داخل ہو یا خارج، ہال ہو یا صحن وہ سب مسجد واحد کے حکم میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ نزدیک اگر وہ سنت پڑھ رہا ہو اور اقامت شروع ہو جائے تو وہ سنت کو منقطع کر دے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کوئی آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس وقت جماعت کھڑی ہو تو وہ مسجد سے باہر دو رکعت سنت فجر پڑھ

لے یا مسجد کے کسی کونے میں پڑھ لے۔(شرح العینی:جز:5،ص:269 تا 271)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جس وقت امام مسجد میں فرض پڑھانے میں مشغول ہو اس وقت سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے پیچھے دو رکعت سنت پڑھ لے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہو اسی صف میں دو رکعت سنت پڑھے یا صف کے پیچھے کھڑا ہو کر متصل سنت فجر پڑھے اسی طرح نہایہ اور معراج میں مذکور ہے اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو سنت کو ترک کر دے کیونکہ مکروہ کو ترک کرنا سنت کے حصول پر مقدم ہے اگر مسجد کے ہال میں امام نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے صحن میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے اسی طرح اگر امام صحن میں نماز پڑھا رہا ہو تو مسجد کے ہال میں سنت فجر پڑھنا کم مکروہ ہے اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ جس صف میں جماعت کھڑی ہوئی ہے اسی صف میں سنت فجر پڑھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سنت فجر کو گھر میں پڑھے ورنہ مسجد کے دروازہ پر پڑھے یا اگر جماعت ہال میں ہو تو صحن میں پڑھے اور بالعکس یا صفوں کے پیچھے کسی ستون کے پاس پڑھے لیکن جب مسجد میں دو جگہیں ہوں اور امام ایک جگہ ہو تو وہ دوسری جگہ پڑھ لے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ اس صورت میں اس لئے مکروہ نہیں ہے کہ وہ قوم کی مخالفت نہیں کر رہا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اب بھی مکروہ ہے کیونکہ پوری مسجد ایک مکان ہے اور جب مشائخ کا کسی کام میں اختلاف ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ کام نہ کیا جائے۔(رد المحتار:جز:2،ص:446 تا 447)

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن اقامت کہنا شروع کر دے تو سنتیں پڑھنا مکروہ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب نماز کی اقامت ہو تو فرض کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماسوا صبح کی سنتوں کے کیونکہ میں ان کو مکروہ نہیں قرار دیتا اسی طرح جب کوئی شخص مسجد میں پہنچے اور فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو اگر اس کو امید ہو کہ وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پالے گا تو سنتیں پڑھ لے۔(المبسوط:جز:1،ص:167)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ قَالَ يُصَلِّي سُنَّةَ الْفَجْرِ عِنْدَ اِشْتِغَالِ الْإِمَامِ بِالْفَرِيْضَةِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ اَوْفِيْ نَاحِيَةٍ اَوْ خَلْفَ اُسْطُوَانَةٍ اِنْ رَّجَا اَنْ يُّدْرِكَ رَكْعَةً مِّنَ الْفَرْضِ

باب: جنہوں نے یہ کہا کہ فجر کی سنتیں امام کی فرض نماز میں مشغولیت کے وقت مسجد سے باہر یا کسی کونے میں یا ستون کے پیچھے پڑھے گا اگر اس کو امید ہو کہ فرض سے ایک رکعت کو پالے گا

718- عَنْ مَّالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ اَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

مالک بن مغول کا بیان ہے کہ میں نے حضرت نافع کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز فجر کے

واسطے بیدار کیا اور اس وقت اقامت کہی جا چکی تھی تو انہوں نے دو رکعات ادا فرمائیں۔(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2203)

719- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنْ بَيْتِهٖ فَاُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ ۔

محمد بن کعب کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے نکلے تو اس وقت صبح کی نماز کے واسطے اقامت ہوئی اور انہوں نے مسجد میں داخل ہونے سے قبل دو رکعات ادا فرمائیں اس حال میں کہ وہ راستے میں تھے پھر مسجد کے اندر داخل ہوئے اور لوگوں کی معیت نماز ادا فرمائی۔(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2041)

720- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ جَآءَ وَالْاِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ فَصَلَّاهُمَا فِيْ حُجْرَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ثُمَّ اِنَّهٗ صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ اِلَّا يَحْيَى بْنَ اَبِيْ كَثِيْرٍ يُدَلِّسُ ۔

حضرت زید بن اسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد کے اندر آئے اس حال میں کہ امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا اور انہوں نے صبح کی نماز سے قبل دو رکعات کو نہ پڑھا تھا۔اس پر انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اقدس میں ان دو رکعات کو ادا فرمایا۔پھر انہوں نے امام کی معیت نماز ادا فرمائی۔(الموطا: جز: 1 ،ص: 168 ،شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2204)

721-وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد کے اندر داخل ہوا کرتے اس حال میں کہ لوگ فجر کی نماز کے اندر صفوں میں سیدھے کھڑے ہوتے تو وہ دو رکعات مسجد کے کونے میں ادا فرمایا کرتے پھر بعد میں لوگوں کی معیت نماز میں داخل ہو جایا کرتے۔(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2044)

722-وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبَا مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَكَعَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَمَّا اَبُوْ مُوْسٰى فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حارثہ بن مضرب کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت سے نکلے تو نماز کھڑی کی جا چکی اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو رکعات ادا فرمائیں پھر بعد میں لوگوں کی معیت نماز میں داخل ہو گئے رہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ تو وہ صف میں داخل ہو گئے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6476)

723-وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ حِيْنَ دَعَاهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ دَعَا اَبَا مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

وَحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ الْغَدَاةَ ثُمَّ خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَجَلَسَ عَبْدُاللّٰهِ إِلٰى أُسْطُوَانَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ لِيْنٌ.

عبداللہ بن ابی موسیٰ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو نماز فجر سے قبل یاد فرمایا تھا تو وہ ان کے پاس سے تشریف لے گئے اس حال میں کہ نماز کھڑی ہو چکی تھی چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک ستون کے پاس تشریف لے جا کر بیٹھ گئے اور دو رکعات ادا فرمائیں اس کے بعد نماز کے اندر داخل ہو گئے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2198)

724-وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُوْسٰى عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهٗ حَسَنٌ.

عبداللہ بن ابی موسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر داخل ہوئے جبکہ امام نماز کی حالت میں تھا تو انہوں نے فجر کی دو رکعات کو پڑھا۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2199)

725-وَعَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْإِمَامُ يُصَلِّيْ فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَكَانَهٗ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

ابو مجلز کا بیان ہے کہ میں نماز فجر میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی معیت مسجد کے اندر داخل ہو گیا اس حال میں کہ امام نماز پڑھا رہا تھا چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صف کے اندر تشریف لے گئے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو رکعات ادا فرمائیں اس کے بعد امام کی معیت داخل ہوئے پھر امام نے سلام پھیرا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ پر تشریف فرما رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا بعد میں کھڑے ہو کر دو رکعات ادا فرمائیں۔ (الموطا: ج: 1، ص: 168، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2200)

726-وَعَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا جَاءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْإِمَامُ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الرَّكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْإِمَامِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

ابو عثمان انصاری کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے اس حال میں کہ امام فجر کی نماز میں تھا اور انہوں نے دو رکعات کو ادا نہ فرمایا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امام کی اقتداء میں دو رکعات کو ادا فرمایا پھر ان کی معیت داخل ہو گئے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2201، شرح معانی الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 2040)

727-وَعَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَاْتِىْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِى الصَّلٰوةِ فَنُصَلِّيْ فِيْ اٰخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

ابوعثمان نہدی کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح کی نماز سے قبل دو رکعات پڑھنے سے پہلے حاضر ہوا کرتے اس حال میں کہ وہ حالت نماز میں ہوا کرتے پس ہم مسجد کے آخری کونہ میں دو رکعات پڑھا کرتے اس کے بعد لوگوں کی معیت ان کی نماز میں داخل ہو جایا کرتے۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2207،شرح معانی الآثار للطحاوی:رقم الحدیث: 2046،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:30019،کنز العمال:رقم الحدیث:22027،مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:6475)

728- وَعَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ مَسْرُوْقٌ يَّجِيْءُ اِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَكُنْ رَّكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّيْ الرَّكْعَتَيْنِ فِى الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

شعبی کا بیان ہے کہ حضرت مسروق لوگوں کے پاس آتے اس حال میں کہ وہ حالت نماز میں ہوا کرتے جبکہ انہوں نے دو رکعت فجر کی ادا نہ فرمائی ہوئی ہوتی تھیں چنانچہ وہ مسجد کے اندر دو رکعات ادا فرمایا کرتے پھر لوگوں کی معیت ان کی نماز میں داخل ہو جایا کرتے۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2209)

729- وَعَنْهُ عن مَّسْرُوْقٍ اَنَّهٗ فَعَلَ ذٰلِكَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی کا بیان ہے کہ حضرت مسروق نے یونہی کیا ماسوا اس کے کہ انہوں نے فرمایا: دو رکعات مسجد کے کونے میں ادا کریں۔
(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2210،شرح معانی الآثار للطحاوی:رقم الحدیث:2049)

730- وَعَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلِّهِمَا وَاِنْ كَانَ الْاِمَامُ يُصَلِّيْ ثُمَّ ادْخُلْ مَعَ الْاِمَامِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

یزید بن ابراہیم کا بیان ہے کہ حضرت حسن فرمایا کرتے تھے جس وقت تم مسجد میں داخل ہو اس حال میں کہ تم نے دو رکعات فجر نہ ادا کر رکھی ہوں تو ان کو ادا کرے چاہے امام نماز بھی پڑھ رہا ہو اس کے بعد امام کی معیت داخل ہو۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2211،شرح معانی الآثار للطحاوی:رقم الحدیث:2211)

731- وَعَنْ يُّوْنُسَ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ يُصَلِّيْهِمَا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

یونس کا بیان ہے کہ حضرت حسن فرمایا کرتے تھے کہ ان دو رکعات کو مسجد کے کونے میں ادا کرنے کے بعد لوگوں کی معیت ان کی نماز کے اندر داخل ہو۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2051)

اس باب کی شرح پچھلے باب میں بیان کر دی گئی ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قَضَاءِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

باب: سورج طلوع ہونے سے قبل فجر کی دو رکعات کی قضا کا بیان

یہ باب سورج طلوع ہونے سے قبل فجر کی دو رکعات کی قضا کے حکم میں ہے۔

732- عَنْ قَيْسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِيْ أُصَلِّيْ فَقَالَ مَهْلًا يَا قَيْسُ أَصَلٰوتَانِ مَعًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا إِذَنْ . رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْبَكْرِ بْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ .

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو اس وقت اقامت کہی گئی چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز صبح ادا کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پلٹے تو مجھے اس حال میں پایا کہ میں نماز ادا کر رہا ہوں ارشاد فرمایا: اے قیس! تھوڑا ٹھہرو۔ کیا دو نمازوں کو ایک ساتھ؟ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے فجر کی دو رکعات کو ادا نہ کیا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر اس وقت تو نہ پڑھو۔ نیموی نے کہا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1076، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 480، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 483، سنن دارقطنی: ج: 4، ص: 105، مسند احمد: ج: 48، ص: 271)

733- وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رِبَاحٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْغَدَاةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ شَيْئًا . أَخْرَجَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِيْمَا قَالَهُ نَظَرٌ .

عطاء بن ابی رباح کا بیان ہے کہ انصار کے ایک آدمی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز فجر کے بعد نماز پڑھ رہا ہے تو وہ عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تو دو رکعات فجر ادا نہ کی تھیں تو ابھی ان دو رکعات کو پڑھ لیا۔ تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی نہ ارشاد فرمایا۔

نیموی نے فرمایا: ان کی کہی ہوئی بات میں اعتراض ہے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 2156، احکام الشرعیہ الکبریٰ: ج: 2، ص: 392، مستدرک: رقم الحدیث: 1018، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 937، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40922، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4089، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4329)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ ان شاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهِةِ قَضَاءِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

باب: سورج نکلنے سے قبل دو رکعات فجر کی قضا کے مکروہ ہونے کا بیان

یہ باب سورج طلوع ہونے سے قبل دو رکعات فجر کی قضا کے مکروہ ہونے کے حکم میں ہے۔

734- عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکا حتیٰ کہ سورج ڈوب نہ جائے اور صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا حتیٰ کہ سورج نکل نہ آئے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:7، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1545، الموطا: رقم الحدیث: 516، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3341، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4164، سنن النسائی: رقم الحدیث: 558، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1544، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1366، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 1123)

735- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ اَحَبَّهُمْ اِلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جن میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ مجھے ان سب میں محبوب تھے۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد نماز سے روکا حتیٰ کہ سورج نکل نہ آئے اور عصر کے بعد بھی حتیٰ کہ سورج ڈوب نہ جائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 826، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1276، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 183، سنن النسائی: رقم الحدیث: 562، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1250، مسند البزار: رقم الحدیث: 185، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 147، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 2146، مسند احمد: رقم الحدیث: 110)

736- وَعَنْ اَبِی سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج نہ ڈوب جائے اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج نہ نکل آئے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:1، ص:574، معجم الاوسط: ج:2، ص:321، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1239، کنز العمال: رقم الحدیث: 22489، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 1161، مسند اسحاق بن راہویہ: رقم الحدیث: 555، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1249)

737- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَنْبَسَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ

بِالرُّمْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ۔ رَوَاهُ

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے نماز کے متعلق بتایئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز پڑھو پھر اس سے ذرا رکے رہو حتیٰ کہ آفتاب نہ نکل آئے حتیٰ کہ وہ بلند بھی ہو جائے اس لئے کہ وہ جب نکلتا ہے کسی شیطان کے دو سینگوں کے مابین طلوع ہوا کرتا ہے اور اس دوران کفار اس کو سجدہ کیا کرتے ہیں اس کے بعد نماز پڑھو یقیناً نماز میں ملائکہ کی جانب شہادت اور حاضری ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سایہ نیزہ کے برابر نہ ہو جائے پھر نماز سے رکے رہو اس لئے کہ اس دوران جہنم کو تپش دی جاتی ہے جس وقت سایہ اصلی نمودار ہو جائے تو نماز پڑھو یقیناً نماز میں ملائکہ کی جانب سے شہادت اور حاضری ہوتی ہے حتیٰ کہ عصر نہ پڑھ لی جائے پھر نماز سے رکے رہو حتیٰ کہ غروب شمس نہ ہو جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے مابین غروب ہوا کرتا ہے اور اس دوران کفار اس کے واسطے سجدہ کیا کرتے ہیں۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 13571، جامع الاصول: ج: 9، ص: 116، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2267، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 190، کنز العمال: رقم الحدیث: 19591، مسند احمد: رقم الحدیث: 16400، مسند الصحابۃ: ج: 48، ص: 431)

738- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ و اسناده صَحِيحٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دو رکعات فجر کی ادا نہ کر رکھی ہوں تو وہ ان کو آفتاب نکلنے کے بعد ادا کر لے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 392، مستدرک: رقم الحدیث: 1015، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 23859، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4094، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 6593، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4333، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 388، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 6)

739- وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بَعْدَ مَا أَضْحٰى ۔ رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بن أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو رکعات فجر ضحیٰ کر لینے کے بعد ادا فرمائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37530)

740- وَعَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْإِمَامُ يُصَلِّي فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَكَانَهُ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ ۔

ابومجلز کا بیان ہے کہ میں نماز فجر میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی معیت مسجد کے اندر داخل ہوا اس حال میں امام نماز پڑھا رہا تھا چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صف میں شامل ہو گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو رکعات ادا فرمائیں اس کے بعد انہوں نے امام کی اقتداء کی پس جس وقت امام نے سلام پھیرا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ پر بیٹھے رہے حتیٰ کہ آفتاب نہ نکل آیا پھر آپ نے دو رکعات ادا فرمائیں۔(الموطا:ج:1 ص:168 شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2200)

741- وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ اِذَا لَمْ اُصَلِّهِمَا حَتّٰى اُصَلِّي الْفَجْرَ صَلَّيْتُهُمَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے قاسم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس وقت میں ان دو رکعات کو ادا نہ کروں حتیٰ کہ نماز فجر ادا کر لوں تو میں ان دو رکعات کو سورج نکلنے کے بعد ادا کروں گا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:6505)

مذاہب فقہاء

اگر کسی آدمی کی فجر کی سنتیں رہ گئیں اور اس نے امام کے ساتھ فرض پڑھ لئے تو اب یہ شخص اپنی رہ گئی سنتوں کو کب پڑھے گا؟ آیا فرض پڑھ لینے کے فوری بعد یا سورج طلوع ہونے کے بعد؟ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ لکھتے ہیں: امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے مگر ایک قول یہ لکھا گیا ہے کہ عطاء، طاؤس اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نماز کے بعد سورج نکلنے سے قبل پڑھ سکتے ہیں۔ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سورج طلوع ہونے سے قبل سنتیں پڑھنا مکروہ ہے۔(عمدۃ الودود:ج:4 ص:387)

علامہ محمد بن ابراہیم بن حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: فجر کی سنت قضا ہو گئی اور فرض پڑھ لئے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔(غنیۃ المستملی:ص:397)

نیز لکھتے ہیں: قبل طلوع آفتاب سنت فجر قضا پڑھنے کے لئے یہ حیلہ کرنا شروع کر کے توڑ دے پھر ادا کرے یہ ناجائز ہے سنت فجر پڑھ لی اور فرض قضا ہو گئے تو قضا پڑھنے میں سنت کا اعادہ نہ کرے۔(غنیۃ المستملی:ص:398)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: طلوع فجر سے قبل سنت فجر جائز نہیں اور طلوع میں شک ہو جب ناجائز اور طلوع کے ساتھ شروع کی تو جائز ہے۔(عالمگیری:ج:1 ص:112)

علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: سنتیں طلوع آفتاب سے قبل پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔
(ردالمحتار:ج:2 ص:556)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئیں ان کی قضاء کرے تو بعد بلند سورج پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صبح کے بعد کوئی نماز جائز نہیں حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے۔
(فتاویٰ رضویہ:ج:5 ص:366)

سنت فجر سورج کے طلوع ہونے کے 22 منٹ بعد ادا کیے جائیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قَضَآءِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ مَعَ الْفَرِيْضَةِ

باب: فجر کی دو رکعات سنتوں کی فرض کے ساتھ قضا کے متعلق

742- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَرَّسْنَا مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَاْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَاْسِ رَاحِلَتِهٖ فَاِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَاءِ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ يَعْقُوْبُ ثُمَّ صَلّٰى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی معیت رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کیا ہم اس وقت تک بیدار نہ ہوسکے حتیٰ کہ سورج نکل آیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر آدمی اپنی اونٹنی کی لگام کو تھام لے کیونکہ اس جگہ میں ہمارے پاس شیطان آ گیا ہے۔ راوی نے فرمایا: ہم نے آپ ﷺ کے حکم پر عمل کیا اس کے بعد آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا پھر دو سجدے فرمائے پھر نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ ﷺ نے نماز فجر ادا فرمائی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 17، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1588، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 240، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 42447، جامع الاصول: جز: 5، ص: 193، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1058، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 2997، سنن النسائی: رقم الحدیث: 619، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 3989)

743- وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِيْ ظَهْرِهٖ قَالَ فَقُمْنَا فَزِعِيْنَ ثُمَّ قَالَ ارْكَبُوْا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيْضَاَةٍ كَانَتْ مَعِيْ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ قَالَ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا وُضُوْءًا دُوْنَ وُضُوْءٍ قَالَ وَبَقِيَ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ ثُمَّ قَالَ لِاَبِيْ قَتَادَةَ احْفَظْ عَلَيْنَا مِيْضَاَتَكَ فَسَيَكُوْنُ لَهَا نَبَاٌ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ فَصَنَعَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ كُلَّ يَوْمٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسی حدیث میں ہے: پھر رسول اللہ ﷺ راستہ سے دور ہو گئے اور اپنے سرانور کو رکھ دیا پھر ارشاد فرمایا: ہم پر ہماری نماز کی حفاظت کرو چنانچہ سب سے پہلے جاگنے والی

رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ تھیں اور آفتاب آپ ﷺ کی پشت انور کی جانب تھا۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم گھبراتے ہوئے اٹھے۔آپ ﷺ نے لوٹے کو طلب فرمایا جو میرے پاس تھا اس کے اندر صرف ذرا سا پانی تھا۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے خفیف سا وضو فرمایا۔راوی نے فرمایا: اس کے اندر ذرا سا پانی باقی بچ گیا پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ہمارے واسطے اپنے لوٹے کی حفاظت کرنا کہ عنقریب اس سے نشانی کا ظہور ہوگا۔اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے واسطے اذان کہی تو رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت ادا فرمائیں پھر صبح کی نماز ادا فرمائی تو اسی طرح عمل کیا جس طرح روزانہ فرمایا کرتے تھے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:12، جامع الاصول: ج:11، ص:339، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1099، مسند ابی عوانہ: ج:1،ص:566، مسند الصحابۃ: ج:35،ص:450)

744- وَعَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ سَفَرٍ لَهُ مَنْ يَكْلَؤُنَا اللَّيْلَةَ لَا يَرْقُدُ عَنِ الصَّلٰوةِ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَا فَاسْتَقْبَلَ مَطْلَعَ الشَّمْسِ وَضُرِبَ عَلٰى اٰذَانِهِمْ حَتّٰى اَيْقَظَهُمْ حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوْا فَقَالَ تَوَضَّؤُا ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَصَلُّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلٰوةَ الْفَجْرِ . رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

نافع بن جبیر اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک سفر میں ارشاد فرمایا: آج والی شب ہماری دیکھ بھال کون کرے گا؟ جو صبح کی نماز سے نہ سوئے۔اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔چنانچہ انہوں نے سورج کے مشرق کا رخ کیا اور وہ لوگ سوئے رہے حتیٰ کہ سورج کی گرمی نے بیدار کر دیا۔پس وہ اٹھے چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو کر لو۔پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ ﷺ نے دو رکعات ادا فرمائیں اور لوگوں نے بھی دو رکعات ادا فرمائیں اور نماز فجر پڑھی۔(جامع الاحادیث: رقم الحدیث:36576، کنز العمال: رقم الحدیث:22680، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث:7410)

نماز فجر اگر نہیں پڑھی اور سورج طلوع ہو گیا تو طلوع آفتاب کے بائیس منٹ کے بعد دو فرض کے ساتھ دو سنتیں بھی پڑھے گا۔

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں علاوہ فجر کے اور سنتیں قضا ہوگئیں تو ان کی قضا نہیں۔(ردالمحتار: ج:2،ص:550)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: فرض تنہا پڑھے جب بھی سنتوں کا ترک جائز نہیں ہے۔(عالمگیری: ج:1،ص:112)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِبَاحَةِ الصَّلٰوةِ فِی السَّاعَاتِ كُلِّهَا بِمَكَّةَ

باب: مکہ مکرمہ میں سارے اوقات میں نماز کے جائز ہونے کا بیان

745- عَنْ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَّا تَمْنَعُوا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَّيْلٍ اَوْ نَهَارٍ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِیُّ والحاكم وَغَيْرُهُمَا وَفِیْ اِسْنَادِهٖ مقال .

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنی عبد مناف! تم کسی کو منع نہ کرو جو اس گھر کا طواف کرے اور نماز پڑھے دن اور رات کی جس ساعت میں بھی چاہے۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث: 2921، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1603، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 167، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 25850، جامع الاصول: رقم الحدیث: 1476، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 779، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1244، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4205، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1561، مستدرک: رقم الحدیث: 1643)

746- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَوْ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَّا تَمْنَعُوْا اَحَدًا يَّطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَيُصَلِّیْ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَكَّةَ عِنْدَ هٰذَا الْبَيْتِ يَطُوْفُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنی عبد المطلب! یا ارشاد فرمایا: اے بنی عبد مناف! تم کسی کو بھی نہ روکو جو خانہ کعبہ کا طواف کرے اور نماز ادا کرے اس لئے کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج نہ نکل آئے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج نہ غروب ہو جائے۔ مگر مکہ مکرمہ میں اس کعبہ معظمہ کے گرداگرد طواف کرتے رہیں اور نماز ادا کرتے رہیں۔ (سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 6)

747- وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَقَدْ صَعِدَ عَلٰى دَرَجَةِ الْكَعْبَةِ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْنِیْ فَاَنَا جُنْدُبٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ جِدًّا .

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس حال میں کہ وہ کعبہ معظمہ کی سیڑھی کے اوپر چڑھے ہوئے تھے کہ جس نے مجھے پہچانا تحقیق اس نے مجھے پہچان لیا اور جس نے مجھے نہ پہچانا تو یقیناً میں جندب ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کے بعد کوئی نماز بھی جائز نہیں حتیٰ کہ سورج نہ طلوع ہو جائے اور نہ ہی عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج نہ غروب ہو جائے ماسوا

مکہ مکرمہ کے، ماسوا مکہ مکرمہ کے، ماسوا مکہ مکرمہ کے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3344، سنن دار قطنی: جز: 1، ص: 424)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ ان شاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْاَوْقَاتِ الْمَكْرُوْهَةِ بِمَكَّةَ

باب: اوقات مکروہ میں مکہ مکرمہ کے اندر نماز کے مکروہ ہونے کا بیان

748- عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ طَافَ بَعْدَ الْعَصْرِ اَوْ بَعْدَ الصُّبْحِ وَلَمْ يُصَلِّ فَسُئِلَ ذٰلِكَ فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ . رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَحَادِيْثُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْاَوْقَاتِ الْخَمْسَةِ .

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عصر کے بعد یا نماز صبح کے بعد طواف کیا اور نماز نہ پڑھی۔ تو اس کے متعلق ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نماز صبح کے بعد نماز پڑھنے سے روکا ہے حتیٰ کہ سورج نہ طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد بھی حتیٰ کہ سورج نہ غروب ہو جائے۔

نیموی نے کہا ہے کہ پانچ اوقات میں نماز کے مکروہ ہونے کے متعلق احادیث گزر چکی ہیں۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1817، معرفۃ الصحابۃ: رقم الحدیث: 5382)

مذاہب فقہاء

مکہ مکرمہ میں اوقات مکروہہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نوافل پڑھنا جائز ہے جبکہ جمہور علماء کے نزدیک کسی جگہ پر بھی چاہے مکہ مکرمہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی جگہ ہو اوقات مکروہہ میں نوافل پڑھنا جائز نہیں۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: طلوع و غروب و نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا یونہی سجدہ تلاوت و سجدہ سہو بھی ناجائز ہے۔ البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 454)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِعَادَةِ الْفَرِيْضَةِ لِاَجْلِ الْجَمَاعَةِ

باب: جماعت کی وجہ سے فرض نماز کو دوبارہ پڑھنا

یہ باب فرض نماز کو جماعت کی وجہ سے دوبارہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

749- عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَآءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَّقْتِهَا اَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِىْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیری حالت اس وقت کیسی ہوگی جس وقت تیرے اوپر امراء مسلط ہوں گے جو نمازوں کو ان کے وقت سے مؤخر کرتے ہوں گے۔ راوی نے فرمایا: میں عرض گزار ہوا: اس وقت مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھو اگر ان کے ساتھ اس کو پالو تو بھی پڑھ لو اس لئے کہ یہ تیرے واسطے نفل ہوگی۔ (احکام الشرعیۃ الکبری: جز:2، ص:18، الموطا: جز:1، ص:324، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 367، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث:5098، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1027، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:1006، مسند البزار: رقم الحدیث:3953، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:648، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1141)

750- وَعَنْ مِحْجَنٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ فِىْ مَجْلِسٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى ثُمَّ رَجَعَ وَمِحْجَنٌ فِىْ مَجْلِسِهٖ لَمْ يُصَلِّ مَعَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّىَ مَعَ النَّاسِ اَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَقَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنِّىْ قَدْ صَلَّيْتُ فِىْ اَهْلِىْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ و آخرون اسناده صَحِيْحٌ ۔

حضرت مِحجن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں مجلس میں تھے کہ نماز کے لئے اذان دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہو گئے اور نماز ادا فرمائی پھر لوٹ گئے اور حضرت مِحجن رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: تم کو لوگوں کی معیت نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے کیا تم مسلمان شخص نہیں ہو۔ عرض گزار ہوئے: کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مگر میں نے تو اپنے گھر میں نماز پڑھ لی ہے۔ اس پر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم حاضر ہو تو لوگوں کی معیت نماز ادا کرلو چاہے پڑھ بھی لی ہو۔ (احکام الشرعیۃ الکبری: جز:2، ص:29، سنن الکبری للنسائی: رقم الحدیث:930، الموطا: رقم الحدیث:296، جامع الاصول: رقم الحدیث:3926، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث:3454، سنن دار قطنی: رقم الحدیث:1560، سنن النسائی: رقم الحدیث:848، شرح السنۃ: جز:1، ص:207)

751- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ الْعَامِرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهٗ

فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ قَالَ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَانْحَرَفَ اِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِيْ اُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيْءَ بِهِمَا تَرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا اَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ ۔ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ الا ابن ماجة وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وابن السكن وَابْنُ حِبَّانَ ۔

جابر بن یزید بن اسود عامری روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی معیت حج میں شامل تھا تو میں نے آپ ﷺ کی معیت مسجد خیف کے اندر نماز فجر ادا کی چنانچہ جس وقت آپ ﷺ نے اپنی نماز کو مکمل فرمالیا تو ایک طرف رخ انور فرمالیا وہاں دیکھا کہ دو اشخاص لوگوں کے پیچھے تھے مگر انہوں نے آپ ﷺ کی معیت نماز نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو میری خدمت میں حاضر کرو چنانچہ انہیں حاضر کیا گیا اس حال میں کہ ان کے کندھوں کا گوشت تھر تھر ررہا تھا۔ ارشاد فرمایا: ہمارے ساتھ تم کو کس چیز نے روک رکھا تھا؟ وہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! یقیناً ہم اپنی جگہوں پر نماز پڑھ کر آئے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کرو جس وقت تم اپنی جگہوں پر نماز پڑھ لو پھر جماعت والی مسجد کے اندر حاضر ہو تو ان کی معیت نماز ادا کرلو اس لئے یہ تمہارے واسطے نفل ہے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 1462، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 7، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 931، المؤطا: ج: 1، ص: 324، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3927، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3460، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 203، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 1550، سنن النسائی: رقم الحدیث: 849)

752- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا سَالَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ اِنِّيْ اُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ اُدْرِكُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْاِمَامِ اَفَاُصَلِّيْ مَعَهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اَيَّتَهُمَا اَجْعَلُ صَلَاتِيْ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَوَ ذٰلِكَ اِلَيْكَ اِنَّمَا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ يَجْعَلُ اَيَّتَهُمَا شَاءَ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

نافع کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ میں اپنے گھر میں نماز ادا کرتا ہوں پھر امام کے ساتھ بھی نماز کو پاتا ہوں تو کیا میں ان کی اقتداء میں نماز ادا کرلوں۔ اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ اس شخص نے دریافت کیا: ان دو میں سے کسے اپنی نماز (فرض) بناؤں گا؟ اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا یہ تیرے سپرد ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے جسے چاہے قبول فرمالے۔ (المؤطا: رقم الحدیث: 297، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3929، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3465، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 273، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1144)

753- وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّهُ سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ مِيْقَاتِهَا وَيَخْنُقُوْنَهَا اِلٰى شَرَقِ الْمَوْتٰى فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمْ قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِمِيْقَاتِهَا وَاجْعَلُوْا صَلٰوتَكُمْ مَعَهُمْ سُبْحَةً ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تم پر عنقریب ایسے امراء مسلط ہوں گے جو نماز کو اس کے اصلی وقت سے موخر کر

دیں گے اور وقت کو کافی تنگ کر ڈالیں گے چنانچہ جس وقت تم ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھو تو تم اپنے وقت پر نماز ادا کرو اور ان کی معیت اپنی نماز کو نفل بنا ڈالو۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:227، معجم الکبیر: رقم الحدیث:10206، تقریب الاسانید ترتیب المسانید: جز:1،ص:28، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:2375، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:91، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:7673)

754- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ اَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا مَعَ الْاِمَامِ فَلَا يَعُدْ لَهُمَا ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے جو مغرب یا صبح کی نماز ادا کر لے پھر ان دونوں نمازوں کو امام کے ساتھ پائے تو وہ ان کا اعادہ نہ کرے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث:3936، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:566، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1149)

مذاہب فقہاء

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اکیلے فرض نماز پڑھ چکا پھر اس کو جماعت نماز میں میسر ہو جائے تو احناف کے نزدیک فجر، عصر اور مغرب میں جماعت میں شریک نہ ہو باقی ظہر، عشاء، جمعہ، عیدین میں شریک ہو سکتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام نمازوں میں دوبارہ نفل کی نیت سے شریک ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ الودود: ج:2، ص:584)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغرب کے علاوہ باقی نمازوں میں شریک ہو سکتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساری نمازوں میں شریک ہو سکتا ہے مگر مغرب میں ایک رکعت اور ملا لے۔

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے اگرچہ مفترض پچھلی رکعات میں قرأت نہ کرے۔ (عالمگیری: ج:1، ص:84)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى

باب: چاشت کی نماز کا بیان

یہ باب نماز چاشت کے حکم میں ہے

755- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مَا اَخْبَرَنِيْ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مَا رَاَيْتُهٗ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ مجھے کسی نے بھی خبر نہ دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو ماسوا حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے انہوں نے بیان فرمایا: نبی کریم ﷺ فتح مکہ مکرمہ والے روز میرے گھر جلوہ افروز ہوئے اور آپ ﷺ نے آٹھ رکعات ادا فرمائیں میں نے کبھی آپ ﷺ کو ان سے خفیف سی نماز ادا فرماتے ہوئے نہ دیکھا لیکن آپ ﷺ رکوع و سجود پورے فرمایا کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2734، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 336، سنن النسائی: رقم الحدیث: 424، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 229، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 465، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1066، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 1620، سنن داری: رقم الحدیث: 1452، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1000، مسند احمد: رقم الحدیث: 26900)

756- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ بِثَلَاثٍ لَّا اَدَعُهُنَّ حَتّٰی اَمُوْتَ صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّصَلٰوةِ الضُّحٰی وَنَوْمٍ عَلٰی وِتْرٍ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی جن کو میں مرنے تک ترک نہیں کروں گا ہر ماہ میں تین روز روزے رکھنا، چاشت کی نماز پڑھنا اور وتر پڑھ کر سونا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 7671، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 781، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 476، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1178، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4856، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1677، جامع المسانید: رقم الحدیث: 5158)

757- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ يَّجِیْءَ مِنْ مَّغِيْبِهٖ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی کریم ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: نہیں ماسوا اپنے سفر سے واپسی کے وقت۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 396، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 393، تقریب الاسانید وترتیب المسانید: ج: 1، ص: 44، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 43257، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4205، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1100، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4691)

758- وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاٰی قَوْمًا يُّصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰی فَقَالَ اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِیْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ چاشت کی نماز ادا فرما رہے ہیں تو فرمایا: یقیناً انہیں پتہ ہے کہ یہ نماز اس وقت کے سوا افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اوابین کی نماز اس وقت ہے جس وقت اونٹ کے بچے کے پاؤں ریت میں گرم ہونے لگیں۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1763، البحر الزخار: رقم الحدیث: 4316، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 395، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 13583، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4714، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 63، سنن المجتبیٰ الکبریٰ: رقم الحدیث: 4687، مسند احمد: رقم الحدیث: 18514، مسند البزار: رقم الحدیث: 4316، مسند الصحابہ: رقم الحدیث: 748)

759- وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ قُبَاءٍ وَّهُمْ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فَقَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ اِذَا رَمَضَتِ الْفِصَالُ مِنَ الضُّحٰى . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل قباء کے پاس جلوہ فگن ہوئے اس حال میں کہ وہ نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ تو ارشاد فرمایا: اوابین کی نماز تب ہے جبکہ چاشت کے وقت اونٹ کے بچے کے پاؤں ریت میں گرم نہ ہونے لگ جائیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:402، البحر الزخار: رقم الحدیث:4315، شرح السنۃ: جز:1،ص:242، مسند احمد: رقم الحدیث:18463، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:18779، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:7869)

760- وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُصْبِحُ الرَّجُلُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّنَهْىٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَّيُجْزِئُ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ .

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ضروری ہوتا ہے چنانچہ ہر سبحان اللہ صدقہ ہے، ہر الحمد للہ صدقہ ہے، ہر لا الہ الا اللہ صدقہ ہے، ہر اللہ اکبر صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان ساروں سے دو رکعات جن کو چاشت کے وقت ادا کرے کفایت کر جائیں گی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:397، تقریب الاسناد: جز:1،ص:45، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:26818، جامع الاصول: رقم الحدیث:7114، جمع الجوامع: رقم الحدیث:11378، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4677، شرح السنۃ: جز:1،ص:241، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:720)

761- وَعَنْ مُّعَاذَةَ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّيَزِيْدُ مَا شَاءَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت معاذہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کتنی رکعات ادا فرمایا کرتے تھے ارشاد فرمایا: چار رکعات اور جس قدر چاہتے اضافہ فرما دیتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:398، السنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:479، بلوغ المرام: رقم الحدیث:392، جامع الاصول: رقم الحدیث:4211، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1371، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4678، شرح السنۃ: جز:1،ص:241، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1175، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:2125)

762- وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ سَاَلْنَا عَلِيًّا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ تَطَوُّعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهَارِ فَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تُطِيْقُوْنَهٗ فَقُلْنَا اَخْبِرْنَا بِهٖ نَاْخُذْ مِنْهُ مَا اسْتَطَعْنَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ يُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَا هُنَا يَعْنِىْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ بِمِقْدَارِهَا مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ هَا هُنَا يَعْنِىْ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ

هَا هُنَا يَعْنِيْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مِقْدَارَهَا مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ مِنْ هَا هُنَا قَامَ فَصَلّٰى اَرْبَعًا وَّاَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَاَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

عاصم بن ضمرہ سلولی کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کے نوافل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یقیناً تم اس قدر طاقت نہیں رکھتے۔ ہم عرض گزار ہوئے: ہم کو بتا دیجیے۔ ہم سے جس قدر ہو پائے گا ہم اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فجر ادا فرمالیا کرتے تو رک جایا کرتے حتیٰ کہ جس وقت آفتاب یہاں سے یعنی مشرق کی طرف سے اس قدر ہو جاتا جس قدر عصر کی نماز کا وقت یہاں سے یعنی مغرب کی طرف سے ہوتا ہے تو اٹھ کھڑے ہوتے اور دو رکعات ادا فرمایا کرتے پھر ٹھہر جاتے حتیٰ کہ جس وقت آفتاب ادھر سے یعنی مشرق کی طرف سے اسی قدر نہ ہو جاتا جس قدر یہاں سے یعنی مغرب کی طرف سے ظہر کے وقت ہوا کرتا تو اٹھ کھڑے ہوتے اور چار چار رکعات ادا فرمایا کرتے ظہر سے قبل جس وقت سورج ڈھل جایا کرتا اور دو رکعات اس کے بعد عصر سے قبل چار رکعات ہر دو رکعات کے درمیان مقرب ملائکہ، انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین مسلمان و مومنین پر سلام بھیجنے کے ساتھ۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3415، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1151، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4693، سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 1879، مسند احمد: رقم الحدیث: 615، مسند البزار: رقم الحدیث: 672، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 43، مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث: 4806)

چاشت کس کو کہتے ہیں؟

علامہ ملا علی بن سلطان القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: زوال سے قبل دن کے ابتدائی حصے کو چاشت کہتے ہیں۔

(مرقاۃ: ج: 3: ص: 195)

مسلمان فرضیت نماز سے قبل نماز چاشت پڑھا کرتے تھے

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے: فرضیت پنجگانہ سے قبل مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب آخر روز کی نماز پڑھتے تو گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 5: ص: 82)

چاشت کی نماز کی رکعات میں اختلاف اور روایات میں تطبیق

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: چاشت کی نماز کے متعلق مختلف آثار مروی ہیں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز کی روایت کی ہے۔ ثمامہ نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات ادا فرماتے تھے۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز

ادا فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاشت کی دو رکعات کی وصیت فرمائی اور فرمایا: جس نے ان کی حفاظت کی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔

امام طبری نے فرمایا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے معارض نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس نے چار رکعت کی روایت کی ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار رکعات ہی پڑھتے ہوئے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو آٹھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو چھ رکعات پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دس رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو بارہ رکعات پڑھتے دیکھا ہو سو جس نے آپ کو جتنی رکعات پڑھتے دیکھا اس نے اتنی رکعات کی خبر دی۔ (شرح ابن بطال: ج:3، ص:168 تا 169)

علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: احادیث صحیحہ کے مطابق چاشت کی زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں اور جو بارہ رکعات کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔

(ردالمحتار: ج:2، ص:405)

نماز چاشت کا وقت

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: نماز چاشت کا وقت سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوال سے قبل تک ہے اور اس کا مستحب وقت وہ ہے جب دن کا چوتھائی حصہ گزر جائے کیونکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اوابین کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب گرم ریت کی شدت سے اونٹ کے بچے کے پاؤں جلنے لگیں۔ (غنیۃ المستملی: ص:390)

نماز اشراق

عام طور پر محدثین وفقہاء کرام صرف نماز چاشت کا ذکر کرتے ہیں اور اسی کے متعلق ہی باب باندھتے ہیں مگر صلوٰۃ الاشراق کا نہ تو باب باندھتے ہیں اور نہ ہی ذکر کرتے ہیں جبکہ اس کا ثبوت بھی حدیث مبارکہ سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور پھر نماز چاشت پڑھی پھر ارشاد فرمایا: اے ام ہانی رضی اللہ عنہا! یہ اشراق کی نماز ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:4258)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ اس نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جو دل کا نور چاہے وہ اشراق کی پابندی کرے۔ بعض روایات میں ہے کہ اسے حج کامل ومقبول کا ثواب ملتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:283)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ التَّسْبِيْحِ

باب: نماز تسبیح کا بیان

یہ باب نماز تسبیح کے متعلق کے حکم میں ہے

763- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ اَلَا اُعْطِيْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اَحْبُوْكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ قَدِيْمَهُ وَحَدِيْثَهُ خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيْرَهُ وَكَبِيْرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ عَشْرَ خِصَالٍ اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عباس! اے چچا محترم! کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ تحفہ نہ دیدوں؟ کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو نفع نہ دوں۔ کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو نہ دوں کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو دس ایسے کام نہ بتاؤں کہ جس وقت تم ان کو بجالاؤ تو رب تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کے اول و آخر کے گناہ معاف فرما دے، پرانے، نئے، غلطی سے ہونے والے، جان بوجھ کر ہونے والے، چھوٹے بڑے، پوشیدہ ظاہری۔ دس باتیں یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ چار رکعات ادا فرمائیں ہر رکعت کے اندر سورہ فاتحہ اور ایک سورہ کو پڑھیں جس وقت پہلی رکعت میں قیام کی حالت میں قرأت سے فراغت پا جائیں تو پندرہ دفعہ یوں کہیں: سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۔ پھر رکوع کریں تو حالت رکوع میں بھی اس کو دس دفعہ کہیں پھر رکوع سے اپنے سر کو اٹھائیں تو ان کو دس دفعہ کہیں پھر سجدہ ریز ہو جائیں تو سجدہ میں دس دفعہ ان کو پڑھیں۔ پھر سجدہ سے اپنے سر کو اٹھائیں تو ان کو دس دفعہ کہیں، پھر سجدہ کریں تو دس دفعہ ان کو پڑھیں پھر اپنے سر کو اٹھائیں تو ان کو دس دفعہ پڑھیں چنانچہ یوں یہ ہر رکعت کے اندر پچھتر ہو گئے یونہی آپ رضی اللہ عنہ چار رکعتوں میں کریں گے اگر ہر روز ایک دفعہ پڑھنے کی طاقت ہو تو یوں کر لینا اگر یوں نہ کر پائیں تو ہر جمعہ میں ایک دفعہ اگر اس طرح بھی نہ کر پائیں تو ہر ماہ میں ایک دفعہ اگر یوں بھی نہ کر پائیں تو اپنی زندگی میں ایک دفعہ ہی کر لینا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1105، مسند الصحابۃ: ج: 32، ص: 29، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 299)

صلوٰۃ التسبیح کا حکم

فقہاء کے نزدیک صلوٰۃ التسبیح پڑھنا مستحب ہے۔

حدیث کو موضوع کہنے والوں کا رد

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے اس حدیث مبارکہ کو موضوع بتایا مگر یہ غلط ہے اسے ابن خزیمہ اور حاکم نے صحیح کہا۔ امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور دار قطنی نے فرمایا: سورتوں کے فضائل میں یہ حدیث صحیح ترین ہے۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ نماز تسبیح رغبت کی بہترین نماز ہے اس پر عمل چاہئے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی اس حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتے ہیں جلد باز ہیں انہوں نے اسے ضعیف کہا۔ (مرأۃ المناجیح: ج:2، ص:291)

صلوٰۃ التسبیح کی رکعات میں کون سی سورتیں پڑھی جائیں؟

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے اس نماز میں کون سی سورت پڑھی جائے؟ تو فرمایا: سورہ تکاثر، والعصر اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اور بعض نے کہا: سورہ حدید اور حشر اور صف اور تغابن۔ (رد المحتار: ج:2، ص:571)

کب پڑھ سکتے ہیں؟

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: ہر وقت غیر مکروہ میں یہ نماز پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے قبل پڑھے۔ (عالمگیری: ج:1، ص:113)

تسبیحات کا انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تسبیح انگلیوں پر نہ گنے بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کرے ورنہ انگلیاں دبا کر پڑھے۔ (رد المحتار: ج:2، ص:572)

سجدہ سہو اور تسبیحات کم پڑھنے کے متعلق حکم

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: اگر سجدہ سہو واجب ہو اور سجدے کرے تو ان دونوں میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں اور اگر کسی جگہ بھول کر دس دفعہ سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لے کہ وہ مقدار پوری ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پر پڑھ لے مثلاً قومہ کی سجدہ میں کہے اور رکوع میں بھولا تو اس کو بھی سجدہ ہی میں کہے نہ قومہ میں کہ قومہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور پہلے سجدہ میں بھولا تو دوسرے میں کہے جلسہ میں نہیں۔ (رد المحتار: ج:2، ص:571)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان کے قیام کے ابواب

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ رَمَضَانَ

باب: تراویح کی فضیلت کا بیان

یہ باب تراویح کی فضیلت کے متعلق ہے

764- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 759، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 37، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 808، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1601، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 7719، سنن البیہقی: ج: 2، ص: 492، مسند احمد: رقم الحدیث: 7787)

765- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى ذٰلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں قیام کی ترغیب دیا کرتے تھے مگر اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکیدی طور پر حکم ارشاد نہ فرمایا کرتے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے: جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان المبارک میں قیام کیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ معاملہ یونہی رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمالیا اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی معاملہ یونہی رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں معاملہ یونہی رہا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1164، سنن الترمذی: ج: 3، ص: 303،

شرح السنۃ:ج:1،ص:237،مسند الصحابۃ:ج:1،ص:15،مجمع مسلم:ج:4،ص:145)

تراویح کا معنیٰ

تراویح ترویحۃ کی جمع ہے دوگانہ اور چار رکعات کے بعد جو بیٹھتے ہیں اس کو ترویحۃ کہتے ہیں کیونکہ چار رکعات پڑھنے کے بعد جو تھکاوٹ ہوتی ہے اس کے بعد بیٹھنے سے اس میں تھوڑا سکون میسر ہو جاتا ہے۔

گناہوں کی بخشش

حدیث میں رمضان المبارک کے مہینہ میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرنے والے کے سابقہ گناہوں کی بخشش کی نوید آئی ہے اس کا ظاہر معنیٰ یہ ہے کہ اس کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ بخش دیئے جائیں گے مگر علماء اہلسنت نے یہ کہا ہے کہ اس عمل سے اس کے صرف صغیرہ گناہ بخش دیئے جائیں گے کیونکہ گناہ کبیرہ صرف توبہ سے یا نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاف ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ نیک اعمال سے اور کبائر سے اجتناب کی وجہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے یا شفاعت سے معاف ہوتے ہیں۔

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: آئندہ ہونے والے گناہوں کی معافی اس سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ اس کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھے گا اور آئندہ اس سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوگا یا اس میں یہ بشارت ہے کہ اگر اس سے آئندہ گناہ ہوتے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا۔ (شرح العینی۔ج:11،ص:177)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ جَمَاعَةِ التَّرَاوِيْحِ

باب: تراویح کی جماعت کا بیان

یہ باب تراویح کی جماعت کے حکم میں ہے

766- عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَصَلَّوْا بِصَلٰوتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات نصف شب کے وقت گھر سے نکلے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی اور چند لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جس وقت صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کو بیان کیا چنانچہ اگلی رات ان سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ پس آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی معیت نماز ادا کی جس وقت صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کو بیان کیا پھر تیسری شب کو اہل مسجد زیادہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ جلوہ فگن ہوئے اور آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی معیت نماز ادا کی جس وقت چوتھی رات ہوئی تو مسجد نمازیوں کے لئے تنگ پڑ گئی حتیٰ کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کی خاطر جلوہ افروز ہوئے جس وقت نماز فجر مکمل کر لی تو لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے کلمہ شہادت پڑھ کر پھر ارشاد فرمایا: امابعد! تمہارا حاضر میرے اوپر مخفی نہ رہا مگر میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں اس نماز کو تمہارے اوپر فرض نہ کر دیا جائے پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ پس رسول اللہ ﷺ وصال فرما گئے اور معاملہ یونہی رہا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1447، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 450، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1600، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 613، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2491، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4190، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 995، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2014، مسند احمد: جز: 5، ص: 182، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1293، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1204)

767- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ اِلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهُ لَيْلَةً فَظَنُّوْا اَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے اندر چٹائی کا ایک حجرہ بنایا جس میں کچھ شب نماز ادا فرمائی حتیٰ کہ آپ ﷺ کے ارد گرد کافی لوگ جمع ہو گئے اس کے بعد ان کو آپ ﷺ کی آواز نہ آئی اور انہوں نے یہ سوچا کہ آپ ﷺ سو گئے ہیں۔ پس ان میں سے کچھ نے کھانسنا شروع کر دیا تاکہ آپ ﷺ ان کے پاس جلوہ افروز ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا یہ معاملہ یونہی رہا جس کو میں نے دیکھا حتیٰ کہ مجھے ڈر لگا کہ تم پر اس کو کہیں فرض نہ فرما دیا جائے۔ اور اگر تمہارے اوپر فرض کر دیا گیا تو تم اس کو پڑھ نہ پاؤ گے پس اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اس لئے فرض نماز کے علاوہ آدمی کی سب سے افضل نماز اس کے گھر میں ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 353، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4218، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5018، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1581، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 613، مسند احمد: رقم الحدیث: 20600، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 6820، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 502)

768- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ

هٰذِهِ اللَّيْلَةَ قَالَ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ قَالَ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُورُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

جبیر بن نفیر کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت رمضان المبارک کا روزہ رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تراویح نہیں پڑھائی تو جب پانچویں رات ہوئی تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھائی حتیٰ کہ نصف شب گزر گئی۔ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل رات کو نماز پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً جس وقت آدمی امام کی معیت نماز پڑھتا ہے حتیٰ کہ وہ فراغت پا لیتا ہے تو اس کے واسطے پوری رات کا قیام شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت چوتھی رات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح ادا نہ فرمائی جس وقت تیسری شب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال اور لوگوں کو اکٹھا فرمایا اور ہم کو تراویح پڑھائی حتیٰ کہ ہم کو خوف لاحق ہوا کہ فلاح فوت ہو جائے گی۔ جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: فلاح کیا چیز ہے۔ انہوں نے فرمایا: سحری۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مہینہ کے باقی روز تراویح نہ پڑھائی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 34، البحر الزخار: رقم الحدیث: 3418، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1287، المنتقی: رقم الحدیث: 403، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4720، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4385، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1777، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 237، شعب الایمان: رقم الحدیث: 3008)

769- وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَرَأٰى نَاسًا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّونَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْآنُ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَأُ وَهُمْ مَعَهُ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ قَالَ قَدْ أَحْسَنُوا وَقَدْ أَصَابُوا وَلَمْ يَكْرَهْ ذٰلِكَ لَهُمْ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ وَلَهُ شَاهِدٌ دُونَ حَسَنٍ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی کا بیان ہے کہ رمضان کی ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے کونے میں کچھ لوگوں کو ملاحظہ فرمایا جو نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ دریافت فرمایا: یہ کیا کر رہے ہیں؟ کسی کہنے والے نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں کو قرآن مجید یاد نہیں ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھا کرتے ہیں یہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: انہوں نے اچھا کیا، انہوں نے صحیح کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو ناپسند نہ گردانا۔ (معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1441)

770- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنِّي أَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ

عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِي يَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

عبدالرحمٰن بن عبد قاری کا بیان ہے کہ میں رمضان المبارک کی ایک شب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی معیت مسجد کی جانب گیا تو دیکھا کہ لوگ گردنوں میں منقسم ہیں کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی نماز پڑھا رہا ہے تو جماعت اس کے پیچھے نماز ادا کر رہی ہے۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر ان کو ایک پڑھنے والے کے پیچھے جمع کر دوں تو یہ سب سے بہتر ہوگا اس کے بعد انہوں نے عزم مصمم فرما لیا اور ان کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع فرما دیا اس کے بعد دوسری شب کو میں ان کی معیت نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور وہ نماز جس کو چھوڑ کر تم سوئے رہتے ہو اس نماز سے جس کو پڑھتے ہو افضل ہے آپ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا اور لوگ رات کی ابتداء میں پڑھا کرتے تھے۔ (الموطا: رقم الحدیث: 241، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 29897، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4222، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4379، شعب الایمان: رقم الحدیث: 2999، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1871، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 231، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 7723، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1442)

771- وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ اِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ فَيَتَفَرَّقُ هٰهُنَا فِرْقَةٌ وَّكَانَ النَّاسُ يَمِيْلُوْنَ اِلٰى اَحْسَنِهِمْ صَوْتًا فَقَالَ عُمَرُ اُرَاهُمْ قَدِ اتَّخَذُوا الْقُرْاٰنَ اَغَانِيَ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَاُغَيِّرَنَّ فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتّٰى اَمَرَ اُبَيًّا فَصَلّٰى بِهِمْ . رَوَاهُ البخاری فِيْ خَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَابْنُ سَعْدٍ وَّجَعْفَرُ الْفِرْيَابِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

نوفل بن ایاس ہذلی کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں مسجد کے اندر تراویح پڑھا کرتے تھے ایک گروہ علیحدہ ہوا کرتا اور لوگ ان میں سب سے اچھی آواز والے کی جانب مائل ہوا کرتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ ان لوگوں نے قرآن مجید کو راگ بنا لیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھ سے ہو سکا تو میں ضرور اس کو بدل ڈالوں گا تو تین روز ٹھہرے ہوں گے کہ آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھا دی۔

(جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 31047)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تراویح سنت ہے یا نفل ہے۔امام حمیدالدین ضریری نے کہا ہے کہ نفس تراویح سنت ہے اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔(شرح العینی: ج:7،ص:258)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی متوفی 279ھ لکھتے ہیں: ابن المبارک اور احمد اور اسحاق کا مختار یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں امام کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مختار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرأت کر سکتا ہو تو وہ تنہا پڑھے۔(سنن الترمذی: ص:254)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَابُ التَّرَاوِيحِ بِثَمَانِ رَكْعَاتٍ

باب: آٹھ رکعات تراویح کا بیان

یہ باب آٹھ رکعات تراویح کے حکم میں ہے۔

772- عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَاَلَ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَيْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّیْ ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَآئِشَةُ اِنَّ عَيْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کس طرح کی ہوا کرتی تھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: آپ ﷺ رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ ہو گیارہ رکعات پر زیادتی نہ فرمایا کرتے تھے۔ چار رکعات ادا فرمایا کرتے تو اس کی طوالت اور حسن کے متعلق نہ پوچھو اس کے بعد چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق نہ پوچھو اس کے بعد تین رکعات ادا فرمایا کرتے۔ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ وتر ادا فرمانے سے قبل سو جایا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر میرا قلب بیدار رہا کرتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1341، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 738، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1696، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 439، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3430، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4711، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 3431، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1166، مسند احمد: رقم الحدیث: 24073، شرح السنہ: رقم الحدیث: 899)

773- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَّاَوْتَرَ فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ يَّخْرُجَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمْ نَزَلْ فِيْهِ حَتّٰی اَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ تُصَلِّیَ بِنَا فَقَالَ اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الصَّغِيْرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمِرْوَزِیُّ فِیْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِيْحَيْهِمَا وَفِیْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائے چنانچہ جس وقت دوسری شب آئی ہم مسجد کے اندر اکٹھے ہو گئے اور ہم نے یہ امید کی آپ ﷺ جلوہ فگن ہوں گے سو آپ ﷺ جلوہ افروز نہ ہوئے چنانچہ یونہی صبح تک مسجد کے اندر رہے پھر ہم جا کر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! ہم

پچھلی شب مسجد کے اندر اکٹھے ہوئے اور ہم کو یہ امید تھی کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا دیں گے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ (معجم الصغیر: رقم الحدیث: 525)

774- وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِيْ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا اُبَيُّ قَالَ نِسْوَةٌ فِيْ دَارِيْ قُلْنَ اِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَنُصَلِّيْ بِصَلٰوتِكَ قَالَ فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَّاَوْتَرْتُ فَكَانَتْ سُنَّةَ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ۔ رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

انہی (حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پچھلی شب میرے ساتھ کوئی ماجرا ہو گیا؟ ارشاد فرمایا: اے ابی وہ کیا ماجرا ہے؟ اس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گھر والی چند عورتوں نے کہا کہ ہم تو قرآن پڑھنے والیاں نہیں ہیں ہم تو تمہارے پیچھے نماز ادا کریں گی تو انہیں میں نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھا دیئے۔ پس یہ سنت رضا ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ بھی نہ فرمایا۔ (مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 1801)

775- وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهُ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيْمًا الدَّارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَ وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِيْنَ حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وسعيد بن منصور وابوبكر بن ابي شيبة وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت یوسف حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں اور قاری مئین سورتوں کو پڑھا کرتا یہاں تک کہ ہم لمبے قیام کی بناء پر عصا کا آسرا لیا کرتے اور ہم صبح سے کچھ دیر قبل نماز سے فراغت پاتے تھے۔ (الموطا: رقم الحدیث: 251، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 282555، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4223، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4392، مسند الصحابۃ. رقم الحدیث: 232، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1444)

مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی شافعی متوفی 279ھ لکھتے ہیں: قیام رمضان میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وتر کے ساتھ اکتالیس رکعات پڑھی جائیں اور یہ اہل مدینہ کا قول ہے اور مدینہ منورہ میں اسی پر عمل ہوتا ہے اور اکثر اہل علم کا مذہب وہ ہے جو حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں یہ سفیان ثوری، ابن المبارک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اسی طرح اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو پایا وہ بیس رکعات پڑھتے تھے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس مسئلہ میں کئی اقوال نقل کیے گئے ہیں اور انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا اور اسحاق نے کہا:

بلکہ ہم اکتالیس رکعت اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔(سنن الترمذی:ص:253)

اس مسئلہ پر مزید تحقیق "باب فی التراویح بعشرین رکعات" میں کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي التَّرَاوِيحِ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَمَانِ رَكْعَاتٍ

باب: آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح کا بیان

یہ باب آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح کے حکم میں ہے۔

776- عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ اَنَّهُ سَمِعَ الْاَعْرَجَ يَقُوْلُ مَا اَدْرَكْتُ النَّاسَ اِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِيْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِهَا فِي اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً رَاَى النَّاسُ اَنَّهُ قَدْ خَفَّفَ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

داؤد بن حصین کا بیان ہے کہ انہوں نے اعرج کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ کفار پر رمضان المبارک میں لعنت بھیجتے تھے۔ اور قاری سورہ بقرہ آٹھ رکعات میں پڑھتا تھا جس وقت وہ اس کے ساتھ بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتا تو لوگ سمجھتے کہ اس نے خفیف نماز پڑھا دی ہے۔ (الموطا: رقم الحدیث:253، جامع الاصول: رقم الحدیث:4225، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:4401، شعب الایمان: رقم الحدیث:3001، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:4639، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:7734)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: بیس رکعت تراویح کی احادیث حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا مذہب ہے مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی سند میں بنی شیبہ کا دادا ابراہیم راوی ہے اس لئے ان کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بیس رکعات تراویح معروف ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے دیکھا کہ لوگ وتر سمیت تیئس رکعات پڑھتے تھے اور وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور ابن مہدی نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ مدینہ منورہ میں چھتیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (شرح ابن بطال: ج:3، ص:147)

نیز مزید علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علامہ داؤد وغیرہ نے کہا ہے کہ امام مالک کی یہ روایت یزید بن رومان کی اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں رمضان المبارک میں تیئس رکعت کے ساتھ قیام کا ذکر ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا اور وہ ان رکعات میں بہت زیادہ قرأت کرتے تھے پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکعات زیادہ کر کے تیئس رکعات کر دیں جیسے کہ یزید بن رومان کی روایت ہے اور یہی سفیان ثوری کا، فقہاء احناف کا، امام

شافعی کا اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی پر عمل رہا پھر لوگوں کے اوپر لمبی قرأت کی وجہ سے لمبا قیام دشوار ہوا تو انہوں نے قرأت کم کر دی اور رکعات زیادہ کر دیں پھر وہ انتالیس رکعات پڑھتے تھے جس میں تین رکعات وتر کی ہوتی تھیں پھر اسی پر لوگوں کا عمل رہا۔ (شرح ابن بطال: ج: 4، ص: 122)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: تراویح کی تعداد بیس رکعات ہے امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ قاضی نے اس کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے اکثر مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس میں قرآن مجید کو ختم کرنا سنت ہے۔ لوگوں کی سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہ کیا جائے۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابوعثمان نہدی سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین قراء کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ نماز میں جلدی جلدی بیس سے تیس سورتوں تک قرآن مجید پڑھیں۔ (شرح العینی: ج: 7، ص: 259)

مزید تحقیق اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ ان شاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي التَّرَاوِيحِ بِعِشْرِينَ رَكْعَاتٍ

باب: بیس رکعات تراویح کا بیان

یہ باب بیس رکعات تراویح کے حکم میں ہے۔

777- عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانُوْا يَقْرَءُوْنَ بِالْمِئِيْنَ وَكَانُوْا يَتَوَكَّئُوْنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

یزید بن خصیفہ کا بیان ہے کہ حضرت سائب بن یزید نے فرمایا: لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک کے اندر بیس رکعتیں پڑھتے تھے کہا: اور وہ سینکڑوں آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں قیام کی شدت کی بناء پر عصوں کے ساتھ ٹیک لگا لیتے تھے۔ (سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث 4393)

778- وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ ۔

یزید بن رومان کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک کے اندر لوگ تیئس رکعتیں پڑھتے تھے۔ (المؤطا: رقم الحدیث: 252، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4224، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4394، شعب الایمان: رقم الحدیث: 3000، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 254)

779- وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَرَ رَجُلًا يُّصَلِّي بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً . رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ .

یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 7764)

780- وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ اَخْرَجَه اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ .

عبدالعزیز بن رفیع کا بیان ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو مدینہ منورہ کے اندر رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھایا کرتے اور تین رکعات کے ساتھ وتر فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7766)

781- وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ . رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

عطاء کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ وتر کے ساتھ تیئس رکعتیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7770)

782- وَعَنْ اَبِي الْخَصِيْبِ قَالَ كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِيْ رَمَضَانَ فَيُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

ابوخصیب کا بیان ہے کہ ہماری حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں امامت فرمایا کرتے تھے تو وہ پانچ ترویحات یعنی بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4395، کنز العمال: رقم الحدیث: 23474)

783- وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً . رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابن ابی ملیکہ ہر رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7765)

784- وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيْعَةَ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ اَخْرَجَهٗ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَفِي الْبَابِ رِوَايَاتٌ اُخْرٰى اَكْثَرُهَا لَا تَخْلُوْ عَنْ وَّهْنٍ وَّلٰكِنْ بَعْضُهَا يُقَوِّيْ بَعْضًا .

سعید بن عبید کا بیان ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو ماہ رمضان میں پانچ ترویحات پڑھایا کرتے اور تین رکعت کے ساتھ وتر فرمایا کرتے۔

نیموی کہتے ہیں کہ اس باب میں کثیر روایات مزید بھی ہیں جن میں اکثر ضعف سے خالی نہیں مگر وہ ایک دوسرے کو قوی بناتی

ہیں۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7772)

چند ابحاث

تراویح کے باب میں چند ابحاث کا ذکر کرنا ضروری ہے اور وہ ابحاث درج ذیل ہیں:

پہلی بحث: تراویح سنت مؤکدہ

تراویح مرد اور عورت کے لئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے اس پر مداومت فرمائی۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تراویح مرد وعورت کے لئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر مداومت فرمائی۔(درمختار: ج:2، ص:596)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: علماء کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین نے بیس تراویح کو بدعت عمر (رضی اللہ عنہ) قرار دیتے ہوئے ان میں تخفیف کرکے گیارہ کرلی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا

الجواب

تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنالے تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس ہی ہے اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی تعداد چھتیس ہے۔

درمختار میں ہے:

تراویح سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کا حکم دیا ہے اور خلفاء راشدین کی اتباع سنت میں تاکید کامل فرمائی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے دانتوں سے اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اسے حسن کہا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رویانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تم میرے بعد میرے صحابہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کرنا۔

یہ بیباک لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی سنت کو بدعت عمری کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے حضرت کے عمل کو گمراہی کہتے ہیں اس کا حساب وکتاب بروز جزا انہیں دینا ہوگا عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس طرف پلٹ کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے عفو وعافیت کا سوال ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالی اعلم (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:457 تا 458)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اصح ومعتمد ومعمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے ماہ مبارک میں سنت مؤکدہ ہے اسی پر جوہرہ میں جزم کیا اور اسی کو سراج وہاج میں اصح کہا۔

عالمگیریہ میں ہے: اگر قرآن مجید انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہو گیا تو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہیں جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ تراویح کا ترک مکروہ ہے جیسا کہ السراج الوہاج میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10،ص:601)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں سنت مؤکدہ کا ترک بد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اسے اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے: میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو عمر ایجاد کریں گے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:6،ص:185)

دوسری بحث: تراویح کی تعداد رکعات میں مذاہب اربعہ

تراویح کی تعداد رکعات میں فقہاء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: رکعات تراویح کے عدد میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد کا قول یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں اور ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر مستحسن قرار دیتے تھے۔ اس اختلاف کی وجہ روایات کا اختلاف ہے کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیئس (23) رکعات پڑھتے تھے۔

اور ابن ابی شیبہ نے داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ

میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں دیکھا کہ ابان بن عثمان چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ یہ قدیم معمول تھا۔ (بدایۃ المجتہد: جز:1،ص:152)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: رکعات تراویح میں ہمارا مذہب وتر کے سوا دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعات ہیں اور یہ پانچ ترویحات ہیں اور ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ چار رکعات ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وتر کے سوا نو ترویحات اور چھتیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ (شرح المہذب: جز:4،ص:32)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک تراویح بیس رکعات ہیں اور امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تراویح چھتیس رکعات ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مدینہ کی اتباع کی ہے کیونکہ صالح مولی التوامۃ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اکتالیس (41) رکعات قیام کرتے تھے جس میں پانچ رکعات وتر کی تھیں۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیس رکعات پر جمع کیا۔

حسن نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس روز تراویح پڑھاتے رہے اور رمضان کے نصف اخیر میں قنوت پڑھتے تھے اور آخری دس دنوں میں اپنے گھر تراویح پڑھتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ چلے گئے اس روایت کو ابوداؤد اور سائب بن یزید نے روایت کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئس (23) رکعات (وتر کے ساتھ) پڑھتے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا لہٰذا بیس رکعات تراویح بمنزلہ اجماع ہے۔

اور صالح نے جو اکتالیس رکعات تراویح کی روایت کا ذکر کیا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ صالح ضعیف ہے پھر ہمیں علم نہیں کہ اکتالیس رکعت تراویح کی کس نے خبر دی ہے ہوسکتا ہے کہ صالح نے کچھ لوگوں کو اکتالیس رکعات پڑھتے دیکھا ہو لیکن یہ حجت نہیں ہے پھر اگر مان لیا جائے کہ اہل مدینہ اکتالیس رکعات پڑھتے تھے تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جس کو ان کے زمانہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید حاصل ہے زیادہ اتباع کے لائق ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اہل مدینہ منورہ چھتیس اس لیے پڑھتے تھے تا کہ اہل مکہ مکرمہ کی موافقت کریں کیونکہ اہل مکہ مکرمہ ہر ترویحہ کے بعد سات طواف کرتے تھے تو اہل مدینہ منورہ نے سات طواف کے قائم مقام چار رکعات پڑھنی شروع کیں۔ بہرحال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک چونکہ بیس رکعات تراویح تھا اس لیے اسی کی پیروی کرنا چاہیے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 456)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: وتر کے علاوہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ (المبسوط: ج: 2، ص: 144)

حنفیہ کے دلائل

حنفیہ کے وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعات پر کثیر دلائل ہیں۔ لہٰذا ان دلائل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ سے پیش کرنا شروع کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھانا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ﷺ نے اگلی رات نماز (نفل) پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے پھر تیسری یا چوتھی رات بھی اکٹھے ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ ان کی طرف تشریف نہ لائے۔

جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا جو تم نے کیا اور مجھے تمہارے پاس (نماز پڑھانے کے لئے) آنے سے صرف اس اندیشہ نے روکا کہ یہ تم پر فرض کر دی جائیں گی اور یہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔

امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا اور حضور انور ﷺ انہیں قیام رمضان (تراویح) کی رغبت دلایا کرتے تھے لیکن حکماً نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان المبارک میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرتا ہے تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر حضور انور ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے تک قیام رمضان کی یہی صورت برقرار رہی اور یہی صورت خلافت ابوبکر اور خلافت عمر رضی اللہ عنہما کے اوائل دور تک جاری رہی حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا اور وہ انہیں نماز (تراویح) پڑھایا کرتے تھے لہٰذا یہ وہ ابتدائی زمانہ ہے جو لوگ نماز تراویح کے لئے (با جماعت) اکٹھے ہوتے تھے۔

اور امام عسقلانی نے التلخیص میں بیان فرمایا ہے کہ حضور انور ﷺ نے لوگوں کو دو راتیں (20) بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی جب تیسری رات لوگ پھر جمع ہو گئے تو آپ ﷺ ان کی طرف (حجرہ مبارکہ سے باہر) تشریف نہیں لائے۔

پھر صبح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اندیشہ ہوا کہ (نماز تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی لیکن تم اس کی طاقت نہ رکھو گے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1077، ابن حبان: رقم الحدیث: 141، ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 2207، تلخیص الحبیر: ج: 2، ص: 21)

نبی کریم ﷺ خود بیس (20) رکعات تراویح ادا فرماتے

نبی کریم ﷺ خود بیس (20) رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس (20) رکعات ادا فرماتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 4391)

اسی روایت کو مسند عبد بن حمید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس (20) رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔ (مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث: 653)

اسی روایت کو معجم الکبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعات تراویح ادا فرماتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12102)

اسی روایت کو مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر ادا فرماتے تھے۔

(المصنف: جز:2،ص:394)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مقدسہ میں تراویح بیس رکعات ہوا کرتی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مقدسہ میں تراویح بیس رکعات ہوا کرتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر لوگوں کو نماز تراویح کے لئے جمع فرمایا پھر اس میں مداومت رہی۔

اس پر کثیر دلائل ہیں جو حسب ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کی اقتداء میں ایک گروہ نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو اچھا ہوگا پس آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا پھر میں ایک اور رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور جو لوگ اس نماز (تراویح) سے سو رہے ہیں وہ نماز ادا کرنے والوں سے زیادہ بہتر ہیں اور اس سے ان کی مراد وہ لوگ ہیں (جو رات کو جلدی سو کر) رات کے پچھلے پہر میں نماز ادا کرتے تھے اور تراویح ادا کرنے والے لوگ رات کے پہلے پہر میں نماز ادا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث:1906)

دلیل نمبر:2

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس رکعات تراویح ادا فرماتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:4393)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مقدسہ میں بشمول وتر 23 رکعات تراویح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مقدس میں تراویح بشمول وتر 23 تیئس رکعات ہوا کرتی تھی جس پر دلائل حسب ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں (بشمول وتر) 23 رکعات پڑھتے تھے۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:252)

دلیل نمبر:2

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے اور ہم (بشمول وتر) 23 رکعات پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7733)

دلیل نمبر:3

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں ہم فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور اس وقت ہم تیئس رکعات پڑھتے تھے۔ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ تین رکعات وتر پڑھے جاتے تھے۔ (التمہید: ج: 8: ص: 115)

دلیل نمبر:4

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ (المصنف: ج: 1: ص: 393)

دلیل نمبر:5

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں 20 رکعات تراویح ادا فرماتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج: 4: ص: 207)

امام ابوجعفر بن محمد الفریابی متوفی 301ھ روایت فرماتے ہیں کہ

اسنادہ رجالہ ثقات۔ (کتاب الصیام: رقم الحدیث: 76)

دلیل نمبر:6

حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ بشمول وتر 23 رکعات پڑھتے تھے۔ (شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث: 3270)

دلیل نمبر:7

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ لکھتے ہیں: اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں بیس تراویح پڑھتے پایا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 806)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں تراویح بیس رکعات

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور اقدس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات ادا فرماتے تھے اور شدت قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مقدسہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس 20 رکعات تراویح ادا فرماتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں تلاوت فرماتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارکہ میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث:4393)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے جس پر کثیر دلائل ہیں:

دلیل نمبر:1

حضرت عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7684)

دلیل نمبر:2

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (اعلام النبلاء: جز:1 ص:400)

دلیل نمبر:3

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ تم لوگوں کو رات میں نماز تراویح پڑھاؤ کیونکہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قرآن مجید اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے بہتر یہ ہے کہ تم ان پر قرآن مجید پڑھا کر ورات میں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! یہ وہ کام ہے جو اس سے پہلے نہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

میں جانتا ہوں لیکن یہ اچھا کام ہے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان کو بیس رکعات پڑھائیں۔

(جامع الرضوی بصحیح البخاری: جز:2 ص:598)

دلیل نمبر:4

حضرت ابن رفیع سے روایت ہے کہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

(المصنف: جز:1، ص:393)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور مقدسہ میں بیس رکعات تراویح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور مقدسہ میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی، جس پر کثیر دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل نمبر:1

حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:7680)

دلیل نمبر:2

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:4396)

دلیل نمبر:3

حضرت ابوالحسناء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان المبارک میں پانچ تراویحوں میں بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:7681)

دلیل نمبر:4

روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (سبل السلام: جز:2، ص:10)

دلیل نمبر:5

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک میں مسلمانوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔

(التمہید: جز:8، ص:115)

دلیل نمبر:6

حضرت ابوالحسناء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ تراویح یعنی بیس رکعات پڑھائیں۔ (سنن الکبری: رقم الحدیث: 4396)

دلیل نمبر: 7

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے اور تین رکعات وتر۔ (السنن الکبری: جز: 2، ص: 496)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

ابوخصیب سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پانچ تراویحوں (بیس رکعات) میں پڑھاتے تھے۔ (سنن الکبری: رقم الحدیث: 4395)

حضرت ابن ملیکہ رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

حضرت نافع بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7683)

حضرت حارث رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک کی راتوں میں (نماز تراویح) میں بیس رکعتیں اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7685)

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

حضرت سعید بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ انہیں رمضان المبارک میں پانچ تراویح (یعنی بیس رکعات) نماز تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7690)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر 23 رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7688)

علامہ ابن رشد قرطبی کا بیس رکعات تراویح پر قول

علامہ ابن رشد قرطبی فرماتے ہیں کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو اقوال میں ایک میں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیس تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین وتر اس کے علاوہ ہیں اسی طرح امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیئس (23) رکعات (تراویح) کا قیام کرتے تھے۔

(بدایۃ المجتہد: جز: 1، ص: 152)

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے

روایت ہے کہ حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحات اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:393)

اکثر اہل علم سے بیس تراویح کا ثبوت

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ فرماتے ہیں۔

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات تراویح ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور یہی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے اپنے شہر میں بیس رکعات تراویح پڑھتے پایا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 806)

شاہ ولی اللہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: تراویح کی رکعتیں بیس ہیں۔ (حجۃ اللہ: ج:2،ص:18)

حضرت زعفرانی کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

حضرت زعفرانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے لوگوں کو مدینہ منورہ میں انتالیس (39) اور مکہ مکرمہ میں (23) تیئس رکعات پڑھتے دیکھا (20 تراویح اور تین رکعات) (فتح الباری: ج:4،ص:253)

شیخ عبداللہ محمد بن عبدالوہاب کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

مجموعۃ الفتاویٰ النجدیہ میں ہے کہ

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے تعداد رکعات تراویح سے متعلق سوال کے جواب میں بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز تراویح کے لئے جمع کیا تو وہ انہیں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔

(صلاۃ التراویح عشرین رکعۃ: ج:1،ص:35)

شیخ ابن تیمیہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ

ثابت ہوا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے تو اکثر اہل علم نے اسے سنت مانا ہے اس لیے کہ وہ مہاجرین اور انصار کے درمیان قیام کرتے (بیس رکعات پڑھاتے) اور ان میں انہیں کبھی بھی کسی نے نہیں روکا۔ (مجموعہ فتاویٰ: ج:1،ص:191)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے اور مشرق و مغرب کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ (ردالمحتار: ج:2، ص:45)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیس رکعات تراویح کے متعلق قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہے سنت مؤکدہ کا ترک بد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اسے اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے: میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہے جو عمر (رضی اللہ عنہ) ایجاد کریں گے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:6، ص:185)

تیسری بحث: تراویح کے احکام

اس بحث میں تراویح کے احکام کے متعلق مسائل بیان کیے جاتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

مسئلہ 1:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تراویح مرد و عورت کے لئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے کیونکہ خلفاء راشدین نے اس پر مداومت فرمائی۔ (درمختار: ج:2، ص:596)

مسئلہ 2:

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تراویح کی بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے اور مشرق و مغرب کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ (ردالمحتار: ج:2، ص:45)

مسئلہ 3:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تراویح فوت ہونے کی صورت میں اصلاً قضا نہیں کی جائے گی اکیلے بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اصح قول کے مطابق اگر قضا پڑھ لی تو نفل مستحب ہوگی۔ تراویح نہیں ہوگی جیسا کہ مغرب و عشاء کی سنتیں فوت ہو جائیں تو یہی حکم ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:44)

مسئلہ 4:

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: تراویح سنت مؤکدہ ہے محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنا لے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:457)

مسئلہ:5

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے نابالغ کے پیچھے تراویح اور حد بلوغ کے متعلق پوچھا گیا۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح وارجح واقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔

ہدایہ میں ہے: مختار یہی ہے کہ تمام نمازوں میں جائز نہیں ہے۔

بحرالرائق میں ہے: اکثر علماء کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر روایت ہے۔

اور اقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ سال ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو فبہا ورنہ بعد تمامی پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو۔

تنویر میں ہے: ''لڑکا احتلام سے بالغ ہو جاتا ہے اگر احتلام نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہو گا اسی پر فتویٰ ہے۔ کم از کم مدت بارہ سال ہے یہی مختار ہے۔''

پسر چاردہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یونہی کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اس کی ظاہر صورت وحالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

درمختار میں ہے: اگر وہ اس عمر کو پہنچے کہ قریب البلوغ ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہراً کوئی بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق کی جائے گی۔ اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے مقید کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار بلوغ کے لئے ایک اور شرط لگائی گئی ہے کہ اسی طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دعویٰ قبول نہ ہو گا۔ شرح وہبانیہ اور اب وہ دونوں بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے بعد ان کا انکار بلوغ قابل قبول نہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:455 تا 456)

مسئلہ:6

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: تراویح میں پورا کلام شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:459)

مسئلہ:7

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ لوٹایا جائے (یہاں تک) کہ نفل میں ان میں سے کوئی شے بھی مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7، ص:459)

مسئلہ:8

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کیے تو وتر میں اس کی اقتداء نہ کرے۔ (ردالمحتار، ج:2، ص:48)

مسئلہ:9

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرے۔ (درمختار: جز:1 ص:99)

مسئلہ:10

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: اصح ومعتمد ومعمول بہ یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہوجائے تراویح سارے رمضان المبارک میں سنت مؤکدہ ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اگر قرآن انیسویں یا اکیسویں کو ختم ہوگیا تو باقی ماہ میں تراویح کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:10 ص:601)

مسئلہ:11

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تراویح کا وقت عشاء کے وقت سے فجر تک ہے اور تہائی یا نصف رات اس کی تاخیر مستحب ہے اصح قول میں اس کے بعد بھی کراہت نہیں۔ (درمختار: جز:2 ص:43)

مسئلہ:12

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر امام کا ختم کا ارادہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں کو ختم کرے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1 ص:118)

مسئلہ:13

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جائز ہے کہ ایک شخص فرض پڑھائے اور دوسرا (شخص) تراویح پڑھائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر میں امامت فرماتے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح میں (امامت فرماتے) (فتاویٰ ہندیہ: جز:1 ص:116)

مسئلہ:14

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر تراویح پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی بہت تاکید آئی ہے یہاں تک کہ ایک قول یہ ہے کہ تراویح بیٹھ کر ہوگی ہی نہیں۔ (درمختار: جز:2 ص:47)

مسئلہ:15

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر تراویح پڑھ لیں لوگوں کا ارادہ ہے کہ پھر پڑھیں تو الگ الگ پڑھیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1 ص:116)

مسئلہ:16

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے ایسا ہی تبیین میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا

ہی محیط السرخسی میں ہے۔اگر کسی نے تراویح بغیر جماعت کے ادا کی یا گھر میں صرف عورتوں کو پڑھائی تو تراویح ہو جائے گی ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے اور اگر تمام اہل مسجد نے جماعت ترک کی تو سب نے برا کیا اور گناہ گار ہوں گے ایسا ہی محیط السرخسی میں ہے اور اگر ایک آدمی نے چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھی تو اس نے فضیلت کو ترک کیا وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور نہ ہی تارک سنت کہلائے گا اور اگر آدمی مقتداء ہو اس کے آنے سے جماعت میں کثرت ہوگی اور نہ آنے سے جماعت میں کمی آئے گی تو اسے جماعت نہیں چھوڑنی چاہئے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:116)

مسئلہ:17

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عورتوں کو جماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح میں ہو۔

(درمختار: جز:1،ص:565)

مسئلہ:18

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: عورتوں کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔

(بہار شریعت: ج:1،ص:569)

مسئلہ:19

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مرد کی عورتوں کی ایسے گھر میں امامت کرانا مکروہ ہے جہاں اس کے علاوہ کوئی مرد نہ ہو یا اس مرد کی محرم نہ ہو جیسا کہ اس کی بہن یا بیوی یا باندی اگر مذکورہ میں سے کوئی ہے تو مکروہ نہیں۔

(درمختار: جز:1،ص:566)

مسئلہ:20

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: جس گھر میں عورتیں ہی عورتیں ہوں اس میں مرد کو ان کی امامت ناجائز ہے ہاں اگر ان عورتوں میں اس کی نسبی محارم ہوں یا بی بی یا وہاں کوئی مرد بھی ہو تو ناجائز نہیں۔ (بہار شریعت: ج:1،ص:582)

مسئلہ:21

عورتوں کا مسجدوں میں آکر تراویح پڑھنا فتنہ سے خالی نہیں لہٰذا گھر ہی میں پڑھیں کیونکہ ان کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا منع ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے پر پابندی لگادی تو عورتیں شکایت لے کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔

تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئیں۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص:183)

عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں

مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ (عمدۃ القاری: جز:6،ص:157)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عورتوں کی جماعت میں حاضری مفتی بہ مذہب پر مطلقاً مکروہ ہے۔ فساد زمانہ کی وجہ سے اگر چہ جمعہ وعید یا وعظ ہو اگر چہ عورت بوڑھی ہو اگر چہ رات کو ہو۔ (درمختار: جز:1،ص:566)

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ جوان ہوں یا بڑھیا۔ (بہار شریعت: ج:1،ص:584)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قَضَآءِ الْفَوَائِتِ

باب: فوت شدہ نمازوں کی قضا کا بیان

یہ باب فوت شدہ نمازوں کی قضا کے حکم میں ہے۔

785- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَّسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ) ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی نماز کو بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے اس کا اس کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں۔ اور میری یاد کے وقت نماز کو قائم کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 684، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 442، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 696، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 178، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 993، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1556، مسند احمد: رقم الحدیث: 14007، سنن النسائی: رقم الحدیث: 612)

786- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُّ اُصَلِّيْ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا اِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّاْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے روز سورج غروب ہونے کے بعد تشریف لائے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگ گئے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عصر کی نماز نہیں ادا کر سکا کہ آفتاب تو ڈوبنے لگ گیا ہے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے بھی نماز عصر ادا نہیں فرمائی چنانچہ ہم بطحان کے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی خاطر وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد نماز عصر ادا فرمائی پھر مغرب ادا فرمائی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 631، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 180، صحیح البخاری: رقم

الحدیث:596،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:995،سنن النسائی:رقم الحدیث:1362،جامع المسانید:رقم الحدیث:1032)

787- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ نَّسِيَ صَلٰوةً فَلَمْ يَذْكُرْهَا إِلَّا وَهُوَ مَعَ الْإِمَامِ فَإِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ فَلْيُصَلِّ الصَّلٰوةَ الَّتِيْ نَسِيَ ثُمَّ لْيُصَلِّ بَعْدَهَا الْأُخْرٰى . رَوَاهُ مَالِكٌ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: جس آدمی کو کوئی نماز یاد نہ رہے پھر اس کو امام کے ساتھ ہونے پر یاد آجائے تو جس وقت امام سلام پھیر لے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی اس نماز کو ادا کرلے جس کو بھول چکا تھا پھر اس کے بعد دوسری نماز کو پڑھے۔(سنن دار قطنی:ج:2،ص:99،سنن البیہقی:ج:2،ص:221،نصب الرایہ:ج:2،ص:162،معجم الاوسط:ج:4،ص:38)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے پہلے وقت نماز پڑھی جائے گی پھر قضاء نماز پڑھی جائے گی۔امام ابوحنیفہ،ان کے اصحاب،امام مالک،امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ وقتی اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بعض مالکیہ اور ظاہریہ کا مذہب ہے۔(شرح العینی:ج:5،ص:133)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جس شخص کی کوئی نماز قضاء ہوجائے وہ اس کو ادا کرلے اور وقتی نماز پر اس کو مقدم کرے۔اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے کیونکہ ہر فرض اپنی جگہ مستقل ہے لہٰذا وہ دوسرے فرض کی ادائیگی کے لئے شرط نہیں بنے گا ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو بھول جائے اور اس کو وہ نماز اس وقت یاد آئے جب وہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوجائے تو پھر وہ اس نماز کو پڑھ لے جس کو پڑھنا بھول گیا تھا پھر اس نماز کو دہرائے جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا یہ حدیث مرفوع بھی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔اور اگر اس کو وقتی نماز کے فوت ہوجانے کا خوف ہو تو پہلے وقتی نماز پڑھ لے پھر فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھے کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے اسی طرح بھولنے کی وجہ سے اور قضاء نمازوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ترتیب ساقط ہوجاتی ہے اور اگر اس نے فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی اور وجہ سے ہے اس کے برخلاف جب وقت میں وسعت اور گنجائش ہو اور وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے وقتی نماز کو اس کے اس وقت سے پہلے پڑھا ہے جو حدیث سے ثابت ہے اور اگر اس کی کئی نمازیں قضاء ہوگئی ہوں تو ان قضاء نمازوں کو اس ترتیب سے پڑھے جس طرح ان کی اصل میں ترتیب ہے کیونکہ غزوہ خندق کے دن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضاء ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ترتیب وار ادا کیا اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

سوا اس صورت کے کہ مجھ سے زیادہ نمازیں فوت ہوجائیں کیونکہ فوت شدہ نمازیں جب زیادہ ہوجائیں تو ان کے درمیان ترتیب

ساقط ہو جاتی ہے اور کثرت کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت نکل جائے اسی طرح جامع الصغیر میں مذکور ہے۔(ہدایہ اولین:ص:154 تا155)

فرض واجب اور سنت کی قضاء کا حکم

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب اور سنت کی قضا سنت یعنی وہ سنتیں جن کی قضا ہے مثلاً فجر کی سنتیں جبکہ فرض بھی فوت ہو گیا اور ظہر کی پہلی سنتیں جبکہ ظہر کا وقت باقی ہو۔

(درمختار ورد المحتار:ج:2:ص:633)

قضاء کے لئے وقت مقرر ہے یا نہیں

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: قضا کے لئے کوئی وقت معین نہیں عمر میں جب پڑھے گا بری الذمہ ہو جائے گا مگر طلوع وغروب اور زوال کے وقت کہ ان وقتوں میں نماز جائز نہیں۔(عالمگیری:ج:1:ص:52)

بلا عذر شرعی نماز قضا کرنے کا حکم اور توبہ

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بلا عذر شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے اس پر فرض ہے کہ اس کی قضاء پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے توبہ یا حج مقبول سے گناہ تاخیر معاف ہو جائے گا۔(درمختار:ج:2:ص:626)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: توبہ جب ہی صحیح ہے کہ قضا پڑھ لے اس کو تو نہ ادا کرے توبہ کئے جائے یہ توبہ نہیں کہ وہ نماز جو اس کے ذمہ تھی اس کا نہ پڑھنا تو اب بھی باقی ہے اور جب گناہ سے باز نہ آیا تو توبہ کہاں ہوئی۔

(ردالمحتار:ج:2:ص:627)

حدیث مبارکہ میں ہے:

گناہ پر قائم رہ کر استغفار کرنے والا اس کے مثل ہے جو اپنے رب تعالیٰ سے ٹھٹھا کرتا ہے۔(شعب الایمان:رقم الحدیث:7178)

کن اعذار کی وجہ سے نماز قضا کی جاسکتی ہے؟

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: دشمن کا خوف نماز قضا کر دینے کے لئے عذر ہے مثلاً مسافر کو چور اور ڈاکوؤں کا صحیح اندیشہ ہے تو اس کی وجہ سے وقتی نماز قضا کر سکتا ہے بشرطیکہ کسی طرح نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو اور اگر سوار ہے اور سواری پر پڑھ سکتا ہے اگرچہ چلنے ہی کی حالت میں یا بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے تو عذر نہ ہوا یونہی اگر قبلہ کو منہ کرتا ہے تو دشمن کا سامنا ہوتا ہے تو جس رخ بن پڑے پڑھ لے ہو جائے گی ورنہ نماز قضا کرنے کا گناہ ہوا۔(ردالمحتار:ج:2:ص:627)

مریض کی قضاء کا حکم

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: ایسا مریض کہ اشارہ سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا اگر یہ حالت پورے چھ وقت تک رہی تو اس حالت میں جو نمازیں فوت ہوئیں ان کی قضا واجب نہیں۔(عالمگیری:ج:1:ص:121)

مجنون کی قضا کا حکم

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مجنون کی حالت جنون جو نمازیں فوت ہوئیں اچھے ہونے کے بعد ان کی قضا واجب نہیں جبکہ جنون نماز کے چھ وقت کامل تک برابر رہا ہو۔ (عالمگیری: ج:1،ص:121)

مرنے والے کی قضا نمازوں کا حکم

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جس کی نمازیں قضا ہوگئیں اور مر گیا تو اگر وصیت کر گیا اور مال بھی چھوڑا تو اس کی تہائی سے ہر فرض و وتر کے بدلے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو تصدیق کریں اور مال نہ چھوڑا اور ورثاء فدیہ دینا چاہیں تو کچھ مال اپنے پاس سے یا قرض لے کر مسکین پر تصدق کر کے اس کے قبضہ میں دیں اور مسکین اپنی طرف سے اس کو ہبہ کر دے اور یہ قبضہ بھی کر کے پھر یہ مسکین کو دے یونہی لوٹ پھیر کرتے رہیں حتیٰ کہ سب کا فدیہ ادا ہو جائے اور اگر مال چھوڑا مگر وہ نا کافی ہے جب بھی یہی کریں اور اگر وصیت نہ کی اور ولی اپنی طرف سے بطور احسان فدیہ دینا چاہے تو دے اور اگر مال کی تہائی بقدر کافی ہے اور وصیت یہ کی کہ اس میں سے تھوڑا لے کر لوٹ پھیر کر کے فدیہ پورا کریں اور باقی کو ورثاء یا اور کوئی لے لے تو گناہ گار ہوا۔

(درمختار ورد المحتار: ج:2،ص:643 تا 644)

میت نے ولی کو اپنے بدلے نماز پڑھنے کی وصیت کی اور ولی نے پڑھ بھی لی تو یہ نا کافی ہے یونہی اگر مرض کی حالت میں نماز کا فدیہ دیا تو ادا نہ ہوا۔ (تنویر الابصار: ج:2،ص:645)

شیخ طریقت امیر اہلسنت ابو البلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہ لکھتے ہیں: میت کی عمر معلوم کر کے اس میں سے نو سال عورت کے لئے اور بارہ سال مرد کے لئے نابالغی کے نکال دیجئے باقی جتنے سال بچے ان میں حساب لگائیے کہ کتنی مدت تک وہ (یعنی مرحومہ یا مرحوم) بے نمازی رہا یا بے روزہ رہا یا کتنی نمازیں یا روزے اس کے ذمہ قضا کے باقی ہیں زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا لیجئے بلکہ چاہیں تو نابالغی کی عمر کے بعد بقیہ تمام عمر کا حساب لگا لیجئے اب فی نماز ایک ایک صدقہ فطر خیرات کیجئے۔ ایک صدقہ فطر کی مقدار دو کلو گرام سے (80) اسی گرام کم گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے اور ایک دن کی چھ نمازیں ہیں پانچ فرض اور ایک وتر واجب۔ مثلاً دو کلو سے 80 گرام کم گیہوں کی رقم 12 بارہ روپے ہو تو ایک دن کی نمازوں کے (72) بہتر روپے ہوئے اور (30) تیس دن کے 2160 روپے اور بارہ ماہ کے تقریباً 25920 روپے ہوئے۔ اب کسی میت پر 50 سال کی نمازیں باقی ہیں تو فدیہ ادا کرنے کیلئے 1296000 روپے خیرات کرنے ہوں گے۔ ظاہر ہے ہر کوئی اتنی رقم خیرات کرنے کی استطاعت (طاقت) نہیں رکھتا اس کے لئے علمائے کرام رحمہم اللہ السلام نے شرعی حیلہ ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً وہ (30) تیس دن کی تمام نمازوں کے فدیہ کی نیت سے 2160 روپے کسی فقیر یا فقیرنی کی ملک کر دے یہ 30 دن کی نمازوں کا فدیہ ادا ہو گیا اب وہ فقیر یا فقیرنی یہ رقم اس دینے والے ہی کو ہبہ کر دے یہ قبضہ کرنے کے بعد پھر فقیر یا فقیرنی کو (30) تیس دن کی نمازوں کے فدیے کی نیت سے قبضہ میں دے کر اس کا مالک بنا دے اس طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یوں ساری نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا (30) تیس دن کی رقم کے ذریعے ہی حیلہ کرنا شرط نہیں وہ تو سمجھانے کے لئے مثال دی ہے بالفرض (50) پچاس سال کے فدیوں کی رقم موجود ہو تو ایک ہی بار لوٹ پھیر کرنے میں کام ہو جائے گا نیز فطرہ کی رقم کا حساب بھی گیہوں کے

موجودہ بھاؤ سے لگانا ہوگا۔اسی طرح روزوں کا فدیہ بھی فی روزہ ایک صدقہ فطر ہے نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کے بعد نمازوں کا بھی اسی طریقے سے فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔غریب وامیر سبھی فدیہ کا حیلہ کر سکتے ہیں اگر ورثاء اپنے مرحومین کے لئے یہ عمل کریں تو یہ میت کی زبردست امداد ہوگی اس طرح مرنے والا بھی ان شاء اللہ عزوجل فرض کے بوجھ سے آزاد ہوگا اور ورثاء بھی اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ بعض اسلامی (بھائی) بہنیں مسجد وغیرہ میں ایک قرآن مجید کا نسخہ دے کر اپنے من کو منا لیتی ہیں کہ ہم نے مرحوم کی تمام نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

مرحومہ کے فدیہ کا ایک مسئلہ

عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے مستثنیٰ کریں (یعنی نو برس کی عمر کے بعد سے لے کر وفات تک ہر مہینے سے تین دن حیض کے سمجھ کر نکال دیں اور بقیہ جتنے دن بنیں ان کے حساب سے فدیہ ادا کر دیں) مگر جتنی بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء نہ کریں (چونکہ اس مدت میں حیض نہیں آتا اس لئے حیض کے دن کم نہ کریں) عورت کی عادت دربارۂ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کریں (یعنی کر دیں) اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لئے جانب اقل (یعنی کم سے کم) میں شرعاً کچھ تقدیر (مقدار مقرر) نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آ کر فوراً پاک ہو جائے (یعنی اگر نفاس کی مدت یاد نہیں تو دن کم نہ کرے) (فتاوی رضویہ: ج:8،ص:154، اسلامی بہنوں کی نماز:ص:161 تا 163)

غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق احادیث میں تطبیق

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ غزوہ خندق کے دن مسلمانوں کی جو نماز رہ گئی تھی وہ صرف ایک نماز تھی اور وہ نماز عصر تھی اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن فرمایا: کفار نے ہمیں صلوٰۃ الوسطیٰ کے پڑھنے سے مشغول کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب کی جانب لوٹ گیا اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو آگ سے بھر دے یا ارشاد فرمایا: ان کے گھروں کو یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

بعض علماء نے ان احادیث میں یوں تطبیق دی ہے کہ غزوہ خندق کئی روز تک ہوتا رہا تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی صرف نماز عصر قضا ہوئی ہو۔جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی چار نمازیں قضاء ہوئی ہوں جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نمازیں آپ سے نسیاناً قضاء ہوئی تھیں یا عمداً قضاء ہوئی تھیں اور زیادہ راجح یہ ہے کہ خندق کے کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ دشمن کے خلاف جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے کیا اب بھی نماز کو ترک کرنا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے یعنی اب نماز کو قضاء کرنے کے بجائے صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر ادا کیا جائے گا۔ (شرح العینی: ج:5،ص:132 تا 133)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

سجدۂ سہو کے ابواب

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ

باب: سلام سے قبل سجدہ سہو کا بیان

یہ باب سلام سے قبل سجدہ سہو کے حکم میں ہے

788- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا اَتَمَّ صَلٰوتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ وَّهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهٗ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عبداللہ بن بحینہ اسدی حلیف بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر میں اٹھ گئے جبکہ آپ ﷺ کو بیٹھنا تھا آپ ﷺ نے اپنی نماز کو مکمل فرما کر بیٹھے بیٹھے سلام سے قبل دو سجدے ہر سجدہ کے واسطے اللہ اکبر کہا کرتے اور آپ ﷺ کی اقتداء میں لوگوں نے بھی سجدہ کیا اس بیٹھنے کی بناء پر جو بھول گئے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1570، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 829، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1035، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1218، جامع المسانید: رقم الحدیث: 3993، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 391)

789- عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا اَمْ اَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلٰى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ فَاِنْ كَانَ صَلّٰى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهٗ صَلٰوتَهٗ وَاِنْ كَانَ صَلّٰى اِتْمَامًا لِاَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيْمًا لِلشَّيْطٰنِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم میں سے کسی کو اپنی نماز کے اندر کوئی شک ہو پھر وہ جانے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار رکعات؟ چنانچہ وہ شک کو ختم کر دے اور جتنی رکعات پر یقین ہو جائے اسی پر نماز کو پورا کر دے پھر سلام پھیرنے سے قبل دو سجدے کرے اگر پانچ رکعتیں پڑھ لی ہیں تو یہ پانچ رکعات اس

کی نماز کو جفت بنادیں گی اگر اس نے چار پوری کرنے کے واسطے مزید پڑھی ہے تو یہ دونوں شیطان کو خوار کردینے والی ہوں گی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:330، المؤطا: ج:1،ص:221، بلوغ المرام: رقم الحدیث:334، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:2190، جامع الاصول: ج:5،ص:534، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2201، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:3619، سنن دارقطنی: رقم الحدیث:20، کنز العمال: رقم الحدیث:19817)

790- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلّٰى أَمْ ثِنْتَيْنِ فَلْيَجْعَلْهَا وَاحِدَةً وَّإِذَا لَمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلّٰى أَمْ ثَلَاثًا فَلْيَجْعَلْهَا ثِنْتَيْنِ وَإِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰى أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَجْعَلْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يَسْجُدُ إِذَا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ سَجْدَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وابن ماجة وَالتِّرْمَذِيُّ وَصَحَّحَهٗ وَهُوَ مَعْلُوْلٌ ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہوجائے پھر وہ یہ جان جائے کہ اس نے تو ایک رکعت کو پڑھا ہے یا دو کو تو پھر وہ اس کو ایک رکعت ہی بنائے اور جس وقت وہ یہ جانے کہ اس نے دو کو پڑھا ہے یا تین کو تو اس کو دو بنادے اور جس وقت وہ یہ جان جائے کہ تین پڑھی ہیں تو پھر اس کو تین ہی بناڈالے اس کے بعد جس وقت وہ نماز سے فراغت پالے تو بیٹھے بیٹھے سلام پھیرنے سے قبل دو سجدے کرے۔ (تہذیب الآثار: رقم الحدیث:22، جامع الاصول: رقم الحدیث:3762، شرح السنۃ: ج:1،ص:185، کنز العمال: رقم الحدیث: 19827، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:398)

سجدہ سہو کرنے کا محل اور مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہوگئے اور واپس لوٹ کر نہیں بیٹھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو کیا اس سے معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد بیٹھنا فرض نہیں ہے البتہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا۔ جن فقہاء کے نزدیک تشہد اول واجب نہیں ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ آپ نے اس کو ترک کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کا سلام پھیرنے سے قبل ہے اور جن فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر نماز میں کسی کمی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام سے پہلے کیا جائے اور اگر نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے تو وہ نماز کے سلام کے بعد کیا جائے انہوں نے اس فرق پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ فرق کرنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کیونکہ کمی کی صورت میں آپ نے پہلے سجدہ کیا اور زیادتی کی صورت میں آپ نے بعد میں سجدہ کیا۔ سجدہ سہو کرنے کی جگہ نماز کے سلام سے پہلے ہے یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے فرمایا ہے کہ سجدہ سہو ہر صورت میں نماز کے سلام سے پہلے ہے مگر یہ کہ جس صورت میں تصریح ہو کہ سجدہ سہو

نماز کے سلام کے بعد کیا گیا تھا۔ (شرح العینی: ج:6،ص:154)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ

باب: سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کا بیان

یہ باب سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کے حکم میں ہے۔

791- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ اَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سے پلٹ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ذوالیدین عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز کم کردی گئی ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول لاحق ہوگئی ہے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا۔ لوگ عرض گزار ہوئے: ہاں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور بقیہ دو رکعات ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا پھر اللہ اکبر فرمایا اور اپنے سجدہ کی طرح سجدہ فرمایا یا اس سے بھی طویل پھر سر انور اٹھایا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 573، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 399، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1221، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1008، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1035، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2256، مسند احمد: رقم الحدیث: 7201، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 360، جامع المسانید: رقم الحدیث: 4750)

792- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَكَّ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ لَا بَأْسَ بِهٖ ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کو اپنی نماز کے اندر شک لاحق ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدوں کو کرے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 593، الموطا: ج:1،ص:219، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 336، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 78، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3769، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 5289، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 870، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3637)

793- وَعَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے سہو کے کئے اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یونہی کیا۔(سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:595،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1208)

794- وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهِمُ فِيْ صَلٰوتِهٖ لَا يَدْرِيْ اَزَادَ اَمْ نَقَصَ قَالَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے متعلق فرمایا جس کو اپنی نماز کے اندر وہم لاحق ہو جائے اور اس کو پتہ نہ لگے کہ کچھ اضافہ کرلیا ہے یا کمی تو ارشاد فرمایا: وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدوں کو کرے گا۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2570)

795- وَعَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهُ صَلّٰى وَرَآءَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَوْهَمَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

ضمرہ بن سعید کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی ان کو وہم لاحق ہوا تو انہوں نے سلام کے بعد دو سجدوں کو کیا۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2571)

796- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَجْدَتَا السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حدیث مبارکہ:796

عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو سجود سہو سلام کے بعد ہیں۔(سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:1251،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:13096،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2566)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کئے جائیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک مطلقاً سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کئے جائیں۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر نماز میں کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کئے جائیں اور اگر نماز میں زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدہ سہو کئے جائیں۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدۂ سہو کئے ہیں وہاں سلام سے قبل سجدہ سہو کئے جائیں اور جن صورتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ سہو کئے ہیں وہاں سلام کے بعد سجدہ سہو کئے جائیں۔ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ صرف ان ہی صورتوں میں سجدہ سہو کیا جائے جن صورتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ سہو کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف صرف اولیت میں ہے اگر سلام سے پہلے بھی سجدہ کرلیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے۔(شرح العینی:جز:7،ص:440)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کرلئے کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی

ہے۔(عالمگیری:ج:1،ص:125)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ مَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ يُسَلِّمُ

باب: سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے پھر سلام پھیرے

797- عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا اَدْرِيْ زَادَ اَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّاْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالْاٰخَرُوْنَ .

علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ ابراہیم نے کہا: مجھے یہ پتہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اضافہ فرمایا یا کمی فرمائی۔ جس وقت سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز میں کچھ نئی بات ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر نماز ادا فرمائی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں اقدس کو موڑ کر قبلہ رخ ہوئے دو سجدے فرمائے پھر جس وقت سلام پھیر لیا تو ہماری جانب رخ انور فرما کر ارشاد فرمایا: اگر نماز کے اندر کوئی نئی بات ہوئی ہوتی تو تم کو ضرور بتاتا مگر میں بھی ایک انسان ہوں جیسے تم بھولا کرتے ہو میں بھی بھولا کرتا ہوں تو جس وقت مجھے بھول لاحق ہو جائے تو مجھے تم یاد دلا دو اور جس وقت تم میں سے کسی کو اپنی نماز کے اندر شک لاحق ہو جائے تو درست بات کو سوچے سمجھے تو پھر اس پر نماز کو مکمل کر لے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:282،البحر الزخار:رقم الحدیث:1316،تہذیب الآثار:رقم الحدیث:31،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1202،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:3634،سنن دارقطنی:ج:1،ص:375،سنن النسائی:رقم الحدیث:1226،سنن النسائی:رقم الحدیث:1227،کنز العمال:رقم الحدیث:19824)

798- وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهٗ صَنِيْعَهٗ وَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتَّى انْتَهٰى اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِيَّ وَالتِّرْمِذِيَّ .

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر ادا فرمائی اور تین رکعتوں پر سلام پھیر دیا پھر اپنے

کاشانہ اقدس میں جلوہ افروز ہو گئے ایک آدمی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا جسے خرباق کہتے تھے۔ اور اس کے ہاتھ میں کتنی طوالت تھی وہ عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! اور اس نے رونما ہونے والا واقعہ ذکر کیا۔ آپ ﷺ حالت غضب نا کی میں رداء اقدس کو گھسیٹتے ہوئے جلوہ فگن ہوئے حتیٰ کہ لوگوں کے پاس جلوہ فگن ہو گئے۔ ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے سچ کہا۔ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے: ہاں۔ آپ ﷺ نے ایک رکعت مزید پڑھائی پھر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے فرمائے پھر سلام پھیر دیا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:330، جامع الاصول: رقم الحدیث:3767، صحیح مسلم: رقم الحدیث:898، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:574)

799- وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَامَ وَلَمْ يَجْلِسْ فَسَبَّحَ مَنْ خَلْفَهُ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنْ قُوْمُوْا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

زیاد بن علاقہ کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو جس وقت آپ ﷺ نے دو رکعات پڑھائیں تو اس وقت کھڑے ہو گئے اور نہ بیٹھے لوگوں نے پیچھے سے سبحان اللہ پڑھنا شروع کر دیا ان کو آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ جس وقت نماز سے فراغت پائی تو سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے فرمائے اور سلام پھیر دیا۔

(جامع الاصول: ج:5، ص:532، سنن الترمذی: رقم الحدیث:333)

800- وَعَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يُسَلِّمُ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

ابوقلابہ کا بیان ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سجدہ سہو کے متعلق ارشاد فرمایا: سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرے پھر سلام پھیرے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2573)

اس باب کی احادیث میں یہ بات صراحتاً ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے سلام پھیرا اور دو سجدے فرمائے پھر سلام پھیرا لہٰذا یہ احادیث فقہاء احناف کے مذہب کی تائید کرتی ہیں۔ اور اختلاف پیچھے گزر چکا وہاں دیکھ لیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْمَرِيْضِ

باب: مریض کی نماز کا بیان

یہ باب مریض کی نماز کے حکم میں ہے۔

801- عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ قَاعِدًا فِيْ ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا فِيْهِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک ہی کپڑے میں نماز ادا فرمائی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغلوں کے نیچے سے نکالے ہوئے شانوں اقدس پر ڈالا ہوا تھا۔

(جامع الاصول: رقم الحدیث: 3887، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 331)

802- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ قَاعِدًا ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَ صَحَّحَهُ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال کے اندر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔

(احکام الشرعیۃ: جز: 2، ص: 122، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3886، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 330، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 362)

803- وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا مسلمًا وزاد النَّسَائِيُّ فان لم تستطع فمستلقيا لا يكلف الله نفسًا الا وسعها ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے بواسیر تھی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اس پر ارشاد فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر یہ نہ ہو پائے تو بیٹھے ہوئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پہلو کے بل لیٹے ہوئے نماز پڑھو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 952، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 372، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1223، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 979، مسند البزار: رقم الحدیث: 3515، مشکل الآثار: رقم الحدیث: 1693، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 983، مسند احمد: رقم الحدیث: 19819، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 6331، المنتقی: رقم الحدیث: 231)

804- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيْضُ السُّجُوْدَ اَوْمَا بِرَاْسِهِ اِيْمَاءً وَّلَمْ يَرْفَعْ اِلٰى جَبْهَتِهِ شَيْئًا ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ مریض اگر سجدہ نہ کر پائے تو اپنے سر کا اشارہ کرے اور اپنی جبین کی جانب کسی چیز کو نہ اٹھائے۔ (الموطا: رقم الحدیث: 403، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3525، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3486، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 578، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1158)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جب بغیر کسی ایسے سبب کے جو قیام سے مانع ہو نفل کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے تو فرض نماز جس میں بغیر کسی سبب مانع کے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے اس میں بھی اگر قیام سے مانع کوئی سبب پایا جائے تو اس کو بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے یہ کہا ہے کہ اگر مریض لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو یا بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو پھر اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قوت آ جائے تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اس نماز کو پہلی نماز پر مبنی کرے۔ امام ابوحنیفہ اور

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس نے لیٹ کر نماز پڑھی تھی پھر اس میں قوت آ گئی تو اب وہ از سر نو نماز پڑھے گا اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع اور سجود کر رہا تھا تو قوت آنے کے بعد اسی نماز پر بناء کرے گا۔ اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور ایک رکعت پڑھ لی تھی پھر وہ قیام سے عاجز ہو گیا اور اشاروں سے نماز پڑھنے پر قادر ہوا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اسی نماز پر بناء کرے۔ امام ابو حنیفہ، ثوری اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے شروع کیے پھر اگر وہ بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال: ج:3، ص:108)

نیز علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف نوافل سے متعلق ہے کیونکہ جو آدمی فرض نماز بیٹھ کر پڑھے گا اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہو گی یا اس سے عاجز ہو گا اگر اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے پھر اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کی نماز جائز نہیں ہو گی اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے تو اس کی نماز کا نصف اجر کیسے ملے گا اور اگر وہ کھڑے ہونے سے عاجز ہے تو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اس کی فرضیت بیٹھنے کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اب جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہو گا اور جب وہ بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہو گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے اور اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہو گا کیونکہ جو آثار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مرض یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے کسی نیک عمل سے روک لے تو اس کے لئے اس نیک عمل کا اجر لکھا جاتا رہتا ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:3، ص:150)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ لکھتے ہیں: سفیان ثوری نے حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ میں کہا ہے کہ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔ انہوں نے کہا: یہ تندرست شخص کے لئے ہے جس کا کوئی عذر نہ ہو یعنی نوافل میں اور جس کا کوئی عذر ہو اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اجر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔

(سنن الترمذی: ص:180)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جو شخص بوجہ بیماری کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں کہ کھڑے ہو کر پڑھنے سے ضرر لاحق ہو گا یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا یا چکر آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے سے قطرہ آئے گا یا بہت شدید درد نا قابل برداشت پیدا ہو جائے گا تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔ (درمختار: ج:2، ص:681)

نیز علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں: اگر مریض بیٹھنے پر قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے خواہ داہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کرے خواہ چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے مگر پاؤں نہ پھیلائے کہ قبلہ کو پاؤں پھیلانا مکروہ ہے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کرے کہ منہ قبلہ کو ہو جائے اور یہ صورت یعنی چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:686)

اگر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو نماز ساقط ہے اس کی ضرورت نہیں کہ آنکھ یا بھوؤں یا دل کے اشارہ سے پڑھے پھر اگر چھ وقت اسی حالت میں گزر گئے تو ان کی قضا بھی ساقط، فدیہ کی بھی حاجت نہیں ورنہ بعد صحت ان نمازوں کی قضا لازم ہے اگر چہ اتنی ہی صحت ہو کہ سر کے اشارہ سے پڑھ سکے۔ (درمختار: ج:2، ص:687)

مریض اگر قبلہ کی طرف نہ اپنے آپ منہ کرسکتا ہے نہ دوسرے کے ذریعہ سے تو ویسے ہی پڑھ لے اور صحت کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں اور اگر کوئی شخص موجود ہے کہ اس کے کہنے سے قبلہ رو کر دے گا مگر اس نے اس سے نہ کہا تو نہ ہوئی اشارہ سے جو نمازیں پڑھی ہیں صحت کے بعد ان کا بھی اعادہ نہیں یونہی اگر زبان بند ہوگئی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زبان کھل گئی تو ان نمازوں کا اعادہ نہیں۔

(درمختار: جز:2، ص:688)

علامہ ہمام ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: بیماری کی نمازیں قضا ہوگئیں اب اچھا ہو کر انہیں پڑھنا چاہتا ہے تو ویسے پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اس طرح نہیں پڑھ سکتا جیسے بیماری میں پڑھتا مثلاً بیٹھ کر یا اشارہ سے اگر اسی طرح پڑھیں تو نہ ہوئیں اور صحت کی حالت میں قضا ہوئیں بیماری میں انہیں پڑھنا چاہتا ہے تو جس طرح پڑھ سکتا ہے پڑھے ہو جائیں گی۔ صحت کی سی پڑھنا اس وقت واجب نہیں۔ (عالمگیری: جز:1، ص:138)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ

باب: سجدہ تلاوت کا بیان

یہ باب سجدہ تلاوت کے حکم میں ہے۔

805- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيْهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهُ غَيْرَ شَيْخٍ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ اِلٰى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا فَرَاَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں سورہ نجم تلاوت فرمائی تو اس کے اندر سجدہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والوں نے بھی سجدہ کیا ماسوا بوڑھے کے اس نے ایک مٹھی کنکر یا مٹی اٹھائی اور اس کو پیشانی تک اٹھالیا اور اس نے کہا: یہ میرے واسطے کفایت کر جائے گی۔ اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 576، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1406، سنن النسائی: رقم الحدیث: 959، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1031، مسند ابی یعلی: رقم الحدیث: 5218، مسند احمد: رقم الحدیث: 3682، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1067، جامع المسانید: رقم الحدیث: 4197)

806- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کا سجدہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:442، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 342، شرح السنۃ: جز:1، ص:187، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1009، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1012)

807- وَعَنْهُ قَالَ صٓ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

انہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ صٓ واجب سجود میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ فرماتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1409، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 578، سنن النسائی رقم الحدیث 967، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: 552، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 566، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5862، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11036، مسند احمد رقم الحدیث 3387، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 11169)

808- وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْ صٓ وَقَالَ سَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَوْبَةً وَّنَسْجُدُهَا شُكْرًا . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صٓ میں سجدہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے اندر حضرت داؤد علیہ السلام نے توبہ کرتے وقت سجدہ فرمایا اور ہم اس میں بطور شکرانے کے سجدہ کرتے ہیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ ج: 2، ص: 443، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1029، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1008، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12386، جامع الاصول ج: 1، ص: 556، سنن النسائی: رقم الحدیث: 948)

809- وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ صٓ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمٌ اٰخَرُ قَرَأَهَا فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ تَشَزَّنَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هِيَ تَوْبَةُ نَبِيٍّ وَّلٰكِنِّيْ رَأَيْتُكُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُوْدِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدُوْا . رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر اقدس پر سورہ صٓ پڑھی تو جس وقت آیت سجدہ پر پہنچے تو اتر کر سجدہ فرمایا اور ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ کسی اور دن اس کو پڑھا تو جس وقت آیت سجدہ پر پہنچے تو لوگ سجدہ کرنے لگے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک نبی علیہ السلام کی توبہ ہے مگر میں نے تم کو دیکھا کہ تم سجدہ کرنے لگے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیچے اتر کر سجدہ فرمایا اور ساتھ لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 470، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3792، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1201، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1410)

810- وَعَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السُّجُوْدِ فِيْ صٓ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْهَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أُسْجُدْ فِيْ صٓ فَتَلَا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ مِنَ الْاَنْعَامِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ اِلٰى قَوْلِهٖ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

عوام بن حوشب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے سورہ صٓ میں سجدہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا تھا تو انہوں نے فرمایا: صٓ میں سجدہ کرو پھر مجھے آپ

نے سورہ انعام کی ان آیات کو پڑھ کر سنایا: وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ ...... اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ

811- عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَرَاَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَلَمْ اَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ اَسْجُدْ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

ابوسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے اذا السماء انشقت سورہ کو پڑھا اور اس میں سجدہ فرمایا۔ میں عرض گزار ہوا: اے ابو ہریرہ! کیا میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ سجدہ فرما رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی سجدہ نہ کرتا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1276، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1408، سنن النسائی: رقم الحدیث: 967، سنن داری: رقم الحدیث: 1468، مسند احمد: رقم الحدیث: 9348، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 766)

812- وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّجْدَةِ الَّتِيْ فِيْ حٰمٓ قَالَ اُسْجُدْ بِاٰخِرِ الْاٰيَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو حٰم میں سجدہ ہے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: دو آیات میں سے آخری میں سجدہ کرو۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 11169، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 11036، جامع الاصول: ج: 5، ص: 556، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 3560، سنن سعید بن منصور: ج: 5، ص: 33، شرح مشکل الآثار: ج: 7، ص: 234، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 551)

سورہ نجم اور المفصل کے سجدوں کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: سورہ نجم کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کیونکہ ان کا المفصل کے سجدوں میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سورہ نجم اور مفصل میں سجدہ کرتے تھے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کے اصحاب میں سے ابن وہب اور ابن حبیب کا مذہب ہے اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سورہ نجم میں سجدہ نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن مسیب، حسن بصری، عطاء، طاؤس اور مجاہد کا یہی قول ہے۔ (شرح ابن بطال: ج: 3، ص: 51)

سورہ ص کے سجدہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: سورہ ص کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت نے کہا: اس میں سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ ایک نبی کی توبہ ہے۔ عطاء کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ اس میں سجدہ تلاوت ہے یہ قول حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عمر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن مسیب، حسن بصری اور طاؤس کا ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ

اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سورہ ص کا سجدہ مؤکد سجدات میں سے ہے۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے نزدیک نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سورہ صٓ کا سجدہ ان مواضع میں سے ہے جو خبر کے موضع میں ہے نہ کہ حکم کے موضع میں پس واجب ہے کہ ان کو ان امثال کی طرف لوٹایا جائے جو خبر کے موضع میں ہیں لہٰذا سورہ صٓ کا سجدہ واجب ہوگا۔مؤکد سجدات میں اختلاف ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مؤکد سجدات چار ہیں الم تنزیل، حٰم تنزیل، النجم اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مؤکدات سجدات پانچ ہیں الاعراف، بنی اسرائیل، النجم، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ اور اذا السماء انشقت۔ابن جبیر نے کہا: مؤکدات سجدات تین ہیں الم تنزیل، النجم اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مؤکدات سجدات گیارہ ہیں ان میں مفصل کے تین سجدے اور الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہیں۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سجدے چودہ ہیں ان میں الحج کا پہلا سجدہ نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا: سجدے چودہ ہیں ان میں صٓ کا سجدہ نہیں ہے کیونکہ یہ شکر کا سجدہ ہے اور ان کے نزدیک حج کے دونوں سجدے ہیں۔(شرح ابن بطال: جز:3، ص:53 تا 54)

علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: سورہ صٓ کا سجدہ ہمارے نزدیک سجدہ تلاوت ہے اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ سجدہ شکر ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورہ ص پڑھی اور سجدہ تلاوت کیا اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ تلاوت کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ یہ سجدہ ہوا اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔اگر یہ سجدہ واجب نہ ہوتا تو اس کو نماز میں داخل کرنا جائز نہ ہوتا۔نیز روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورہ ص لکھ رہا ہوں جب میں سجدہ کی جگہ پر پہنچا تو دوات اور قلم نے سجدہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم دوات اور قلم کی بنسبت سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں سورہ ص کو پڑھنے کا حکم دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس آیت پر سجدہ کیا۔اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی اور امام حاکم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور اس حدیث مبارکہ میں دوات اور قلم کی جگہ درخت کا ذکر ہے اور اس میں درخت کی اس دعا کا ذکر ہے۔اے اللہ عزوجل! مجھ سے اس سجدہ کو اس طرح قبول فرما جس طرح تو نے اس سجدہ کو اپنے بندہ داؤد علیہ السلام سے قبول کیا۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث:579)

علامہ محمود بن احمد بن عبد العزیز البخاری حنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں: سورہ ص کا سجدہ سجدہ تلاوت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ سجدہ شکر ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں سورہ ص کی تلاوت کی تو لوگ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کیوں سجدہ کے لئے تیار ہو گئے یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے۔اور روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ ص کے متعلق فرمایا: حضرت داؤد صلوات اللہ علیہ نے توبہ کرنے کے لئے یہ سجدہ کیا اور زمین پر گئے اور ہم شکر کرنے کے لئے یہ سجدہ کرتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

ایک صحابی نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورہ ص کو لکھ رہا ہوں جب میں سجدہ کی جگہ پر پہنچا تو دوات

اور قلم نے سجدہ کیا۔ تب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم دوات اور قلم کی بنسبت سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی مجلس میں اس کی تلاوت کی گئی اور آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام ؓ کے ساتھ اس پر سجدہ کیا۔ اور وہ جو اس سے پہلے المستدرک اور سنن دار قطنی کی روایت سے گزرا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں سورہ ص کی تلاوت کی اور اس پر سجدہ نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ بیان کرنا چاہتے تھے کہ سجدہ تلاوت کرنا فوراً واجب نہیں ہوتا اور اس کو تاخیر سے ادا کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بار سورہ ص کی خطبہ میں تلاوت کی اور اس پر سجدہ کیا اور یہ سجدہ تلاوت کے وجوب کی دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے خطبہ کو منقطع کر کے سجدہ کیا۔ (المحیط البرہانی: جز:2، ص:103)

جس طرح نبی کریم ﷺ نے منبر سے نیچے تشریف لا کر سجدہ تلاوت کیا اسی طرح حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان بن عفان ؓ نے منبر سے نیچے تشریف لا کر سجدہ کیا۔

چنانچہ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا کہ حضرت عمر ؓ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت فرمائی پھر انہوں نے منبر سے اتر کر سجدہ فرمایا اور پھر منبر پر چڑھ گئے۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث:1502)

اور سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ؓ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت کی پھر منبر سے نیچے تشریف لا کر سجدہ تلاوت ادا کیا۔ (سنن الدار قطنی: رقم الحدیث:1503)

سجدہ تلاوت میں مذاہب اربعہ

سجدہ تلاوت میں ائمہ ثلاثہ جن میں سے امام شافعی ؒ، امام احمد ؒ، امام مالک ؒ اور جمہور فقہاء ایک طرف ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ ؒ دوسری طرف ہیں اور ان میں سجدہ تلاوت کے حکم میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مذہب

امام شافعی ؒ، امام احمد بن حنبل ؒ، امام مالک ؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ تلاوت سنت ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا مذہب

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے دلائل درج ذیل ہیں:

قرآن مجید میں ہے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ (انشقاق:20،21)

وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن مجید کی تلاوت پر سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور جو مذمت بیان کی جاتی ہے وہ واجب کے ترک ہونے پر کی جاتی ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۞ (النجم:62)

اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

یہاں پر فَاسْجُدُوْا امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے لہٰذا سجدہ سہو واجب ہے۔

نماز میں سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ

علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری الدہلوی متوفی 542ھ لکھتے ہیں: ایک آدمی نے سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اگر وہ نماز میں ہے اور آیت سجدہ قرأت کے آخر میں پڑھی ہے یا آیت سجدہ کے بعد صرف ایک یا دو آیتیں پڑھی ہیں تو اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کے بعد رکوع کرے اور اس رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرے اگر وہ چاہے تو الگ سجدہ تلاوت کرے اور پھر قیام کی طرف لوٹ جائے اور سورت کو ختم کر لے اور اگر وہ اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملا لے تو وہ افضل ہے اور اگر وہ فوراً سجدہ تلاوت نہ کرے حتیٰ کہ اس سورت کو ختم کر لے پھر رکوع کرے اور نماز کا سجدہ کرے تو اس سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے فوراً نماز کا رکوع کر لیا اور نماز کا سجدہ کر لیا تو اس کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا خواہ اس نے نماز کے سجدہ میں سجدہ تلاوت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر اس نے آیت سجدہ کے بعد دو آیتیں پڑھی ہوں تو اس پر اجماع ہے کہ نماز کے سجدہ سے سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا خواہ اس نے سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی ہو۔ اور رکوع میں اختلاف ہے۔

امام خواہرزادہ نے کہا کہ

رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ رکوع سجدہ کے قائم مقام ہو جائے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اگر اس نے آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتوں کی تلاوت کر لی اور رکوع کر لیا تو اب الگ سجدہ تلاوت کرے گا۔

اور امام خواہرزادہ نے کہا:

اب رکوع سجدہ کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

اور شمس الحلوائی نے کہا:

تین آیتیں پڑھنے سے سجدہ تلاوت کی فی الفور ادائیگی ختم نہیں ہوتی اور اس کے بعد رکوع کیا تو وہ سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہو جائے گا اور اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ لیا تو اب رکوع سجدہ تلاوت کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

(خلاصۃ الفتاوی: ج:1، ص186 تا 187)

سوال

اگر کسی نے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھا تو کیا اس پر سجدہ ہے کہ نہیں؟

جواب

اس بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

آیا اس کی نماز تو باطل نہیں ہو جائے گی یا پڑھنا ہی مکروہ ہے یا سجدہ سہو واجب ہے چنانچہ مذاہب اربعہ کے علماء کرام کے اقوال یہ ہیں۔

مالکیہ کا مؤقف

چنانچہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: بعض متقدمین نے رکوع اور سجود میں قرآن مجید کو جائز کہا ہے اور جمہور کے نزدیک رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنا ممنوع ہے۔ (اکمال المعلم: ج:2، ص:394)

شافعیہ کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: رکوع اور سجدے میں قرآن مجید پڑھنے کے متعلق دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (شرح للنواوی: ج:3، ص:1695)

حنبلیہ کا مؤقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔

(المغنی: ج:1، ص:298)

حنفیہ کا مؤقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو جائے گی اور صرف نبوت کی بشارتیں باقی رہیں گی اور یہ بتایا کہ قرآن مجید کی شان بہت بلند ہے اور بتایا کہ رکوع اور سجود بندوں کے اظہار تذلل اور اظہار عجز سے ہیں سو رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا: اس کو تذلل کے محل میں نہ پڑھا جائے بلکہ محل قیام میں پڑھا جائے جو کہ محل وقار ہے تاکہ اہل علم اس کے معانی پر غور کریں اگر کوئی شخص رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھے تو اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز باطل نہیں ہوگی خواہ وہ عمداً قرآن مجید پڑھے یا بھول کر لیکن اگر اس نے بھولے سے رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھا تو اس پر سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے۔ (شرح سنن ابوداؤد: ج:4، ص:86)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر نمازی نے اپنے رکوع یا سجود یا تشہد میں قرآن مجید پڑھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یہ اس وقت ہے جب پہلے قرآن مجید پڑھا۔ پھر تشہد پڑھا اور اگر پہلے تشہد پڑھا پھر قرآن مجید پڑھا تو پھر اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے اسی طرح محیط السرخسی میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:126)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: یہ بھی مکروہ ہے کہ نمازی غیر حالت قیام میں مثلاً رکوع، سجود یا قعود کی حالت میں قرآن مجید پڑھے کیونکہ ان حالتوں میں قرآن مجید پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص:357)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے رکوع یا سجود میں قرآن مجید پڑھا

تو اس پر سجدہ سہو ہے۔(فتح القدیر:جز:1،ص:521)

خارج از نماز سجدہ تلاوت کا طریقہ

خارج از نماز سجدہ تلاوت میں آیا تکبیر تحریمہ اور سلام ہے یا نہیں اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت جو خارج از نماز ہے اس میں تکبیر تحریمہ اور سلام دونوں ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلام ہے اور تکبیر تحریمہ نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک بغیر تکبیر تحریمہ اور سلام کے سجدہ تلاوت ہے صرف اتنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور تکبیر کہہ کر سر کو اٹھالے۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں۔

سجدہ تلاوت کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت نہ ہاتھ اٹھانا ہے اور نہ اس میں تشہد ہے اور نہ ہی سلام ہے۔(تنویر الابصار:جز:2،ص:700)

قرآن مجید میں جن مقامات پر سجدہ تلاوت ہے

قرآن مجید میں درج ذیل سورتوں کی آیات پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

سورہ الاعراف میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ نو(9)اور سورہ اعراف کی آیت نمبر 206 پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ نحل میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ چودہ اور سورہ النحل کی آیت نمبر پچاس پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ مریم میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ سولہ(16)سورہ مریم کی آیت نمبر اٹھاون پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ الفرقان میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ انیس(19)اور سورہ الفرقان کی آیت نمبر ساٹھ(60)پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ ص میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ تیئس اور سورہ ص کی آیت نمبر 24 پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ والنجم میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ ستائیس اور سورہ علق کی آیت نمبر (19) انیس پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ الرعد میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ تیرہ اور سورہ الرعد کی آیت نمبر پندرہ (15) پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ پندرہ اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ایک سونو (109) میں سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ الحج میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ سترہ اور سورہ الحج کی آیت نمبر (18) اٹھارہ پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ السجدہ میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ (21) اکیس اور سورہ السجدہ کی آیت نمبر پندرہ (15) پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ حم السجدہ میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ چوبیس (24) اور سورہ حم السجدہ کی آیت نمبر (38) اڑتیس پر سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ انشقاق میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ (30) تیس اور سورہ انشقاق کی آیت نمبر اکیس (21) میں سجدہ تلاوت ہے۔

سورہ علق میں سجدہ تلاوت کا مقام

قرآن مجید کے پارہ تیس اور سورہ علق کی آیت نمبر انیس (19) میں سجدہ تلاوت ہے۔

سجدہ تلاوت کی چودہ آیات مبارکہ

قرآن مجید میں کل چودہ آیات مبارکہ ہیں جہاں پر سجدہ تلاوت کرنے کا حکم ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

آیت نمبر: 1

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ۝ السجدۃ (الاعراف: 206)

بے شک وہ تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

آیت نمبر: 2

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ (الرعد:15)

اوراللہ ہی کوسجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اورزمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اوران کی پرچھائیاں ہر صبح وشام۔

آیت نمبر:3

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ السجدة (النحل:49تا50)

اوراللہ ہی کوسجدہ کرتے ہیں جوکچھ آسمانوں میں ہیں اور جوکچھ زمین پر چلنے والا ہے اورفرشتے اوروہ غرورنہیں کرتے اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اوروہی کرتے ہیں جوانہیں حکم ہو۔

آیت نمبر:4

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ السجدة (بنی اسرائیل:107تا109)

بےشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بےشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

آیت نمبر:5

قرآن مجید میں ہے:

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝ السجدة (مریم:58)

جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں تو گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے۔

آیت نمبر:6

قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ (الحج:18)

کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت آدمی اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اسے کوئی

عزت دینے والا نہیں بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے۔

آیت نمبر:7

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا○ (الفرقان:60)

اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے کیا ہم سجدہ کرلیں جسے تم کہو اور اس حکم نے انہیں اور بدکنا بڑھایا۔

آیت نمبر:8

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ○ (النمل:25تا26)

کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ تعالیٰ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

آیت نمبر:9

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ○ السجدۃ

(السجدہ:15)

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

آیت نمبر:10

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ○ (ص:24)

تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع کیا۔

آیت نمبر:11

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ

خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ○ (حم السجدہ:37تا38)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو تو اگر یہ تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور اکتاتے نہیں۔

آیت نمبر:12

قرآن مجید میں ہے: فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ○ (النجم:62)

تو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔

آیت نمبر:13

قرآن مجید میں ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ○ (الانشقاق:20تا21)

تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے۔

آیت نمبر:14

قرآن مجید میں ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ○ (العلق:19)

اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔

سجدہ تلاوت کے متعلق ضروری مسائل

چونکہ یہ باب "فيمن يقرا السجدة بعد الصبح" سجدہ تلاوت کا آخری باب ہے اس لیے مناسب ہے کہ سجدہ تلاوت کے ضروری مسائل بیان کر دیے جائیں۔

مسئلہ نمبر:1

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے سننے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بالقصد سنی ہو بلا قصد سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ (درمختار:ج2:ص694)

مسئلہ نمبر:2

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس

میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔(ردالمحتار: ج:2،ص:694)

مسئلہ نمبر:3

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: قاری نے آیت پڑھی مگر دوسرے نے نہ سنی تو اگر چہ اس مجلس میں اس پر سجدہ واجب نہ ہوا البتہ نماز میں امام نے آیت پڑھی تو مقتدیوں پر واجب ہوگیا اگر چہ نہ سنی ہو بلکہ اگر چہ آیت پڑھتے وقت وہ موجود بھی نہ تھا بعد پڑھنے کے سجدہ سے پیشتر شامل ہوا اور اگر امام سے آیت سنی مگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا تو امام کا سجدہ اس کے لئے بھی ہے اور دوسری رکعت میں شامل ہوا تو نماز کے بعد سجدہ کرے یونہی اگر شامل ہی نہ ہوا جب بھی سجدہ کرے۔

(درمختار ورد المحتار: ج:2،ص:696)

مسئلہ نمبر:4

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: رکوع یا سجود میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ واجب ہوگیا اور اسی رکوع یا سجود سے ادا بھی ہوگیا اور تشہد میں پڑھی تو سجدہ واجب ہوگیا لہٰذا سجدہ کرے۔(ردالمحتار: ج:2،ص:698)

مسئلہ نمبر:5

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا تو مقتدی بھی اس کی متابعت میں سجدہ نہ کرے گا اگر چہ آیت سنی ہو۔(غنیۃ المستملی: ص:500)

مسئلہ نمبر:6

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جو شخص نماز میں نہیں اور آیت سجدہ پڑھی اور نمازی نے سنی تو بعد نماز سجدہ کرے نماز میں نہ کرے اور نماز ہی میں کرلیا تو کافی نہ ہوگا بعد نماز پھر کرنا ہوگا مگر نماز فاسد نہ ہوگی ہاں اگر تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کیا اور اتباع کا قصد بھی کیا تو نماز جاتی رہی۔(فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:7

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آیت سجدہ پڑھنے والے پر اس وقت سجدہ واجب ہوتا ہے کہ وہ وجوب نماز کا اہل ہو یعنی ادا یا قضا کا اسے حکم ہو لہٰذا اگر کافر یا مجنون یا نابالغ یا حیض ونفاس والی عورت نے آیت پڑھی تو ان پر سجدہ سہو واجب نہیں اور مسلمان عاقل، بالغ اہل نماز نے ان سے سنی تو اس پر واجب ہوگیا اور جنون اگر ایک دن رات سے زیادہ نہ ہو تو مجنون پر پڑھنے یا سننے سے واجب ہے۔ بے وضو یا جنب نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے۔ نشہ والے نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے یونہی سوتے میں آیت پڑھی بعد بیداری اسے کسی نے خبر دی تو سجدہ کرلے نشہ والے یا سونے والے نے آیت پڑھی تو سننے والے پر سجدہ واجب ہوگیا۔

(درمختار: ج:2،ص:702)

مسئلہ نمبر:8

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: عورت نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا حتی کہ حیض آگیا تو سجدہ

ساقط ہو گیا۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:132)

مسئلہ نمبر: 9

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ اسے نامعلوم ہو تو بتا دیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ ہونا بتایا گیا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:133)

مسئلہ نمبر: 10

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نفل پڑھنے والے نے آیت پڑھی اور سجدہ بھی کر لیا پھر نماز فاسد ہو گئی تو اس کی قضا میں سجدہ کا اعادہ نہیں اور نہ کیا تھا تو بیرون نماز کرے۔ (درمختار: ج:2، ص:706)

مسئلہ نمبر: 11

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: چند اشخاص نے ایک ایک حرف پڑھا کہ سب کا مجموعہ آیت سجدہ ہو گیا تو کسی پر سجدہ واجب نہ ہوا یونہی آیت کے ہجے کرنے یا ہجے سننے سے بھی واجب نہ ہوگا۔ یونہی پرندے سے آیت سجدہ سنی یا جنگل اور پہاڑ وغیرہ میں آواز گونج اٹھی اور بجنسہ آیت کی آواز کان میں آئی تو سجدہ واجب نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:133)

مسئلہ نمبر: 12

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: آیت سجدہ لکھنے یا اس کی طرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:133)

مسئلہ نمبر: 13

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سجدہ تلاوت کے لئے تحریمہ کے سوا تمام وہ شرائط ہیں جو نماز کے لئے ہیں مثلاً طہارت، استقبال قبلہ، نیت، وقت اس معنیٰ پر کہ آگے آتا ہے ستر عورت لہٰذا اگر پانی پر قادر ہے تیمم کر کے سجدہ کرنا جائز نہیں۔

(درمختار: ج:2، ص:699)

مسئلہ نمبر: 14

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اس کی نیت میں شرط نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے بلکہ مطلقاً سجدہ تلاوت کی نیت کافی ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:699)

مسئلہ نمبر: 15

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سبحٰن ربی الاعلیٰ کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے پہلے پیچھے دونوں بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر

سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:135)

مسئلہ نمبر:16

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: اگر تنہا سجدہ کرے تو سنت یہ ہے کہ تکبیر اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں تو مستحب یہ ہے کہ اتنی آواز سے کہے کہ دوسرے بھی سنیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:700)

مسئلہ نمبر:17

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آیت سجدہ بیرون نماز پڑھی ہو تو فوراً سجدہ کر لینا واجب نہیں ہاں بہتر ہے کہ فوراً کر لے اور وضو ہو تو تاخیر مکروہ تنزیہی۔ (درمختار: جز:2،ص:703)

مسئلہ نمبر:18

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: اس وقت اگر کسی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو تلاوت کرنے والے اور سامع کو یہ کہہ لینا مستحب ہے "سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير۔" (ردالمحتار: جز:2،ص:703)

مسئلہ نمبر:19

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سجدہ تلاوت میں فوراً کرنا واجب ہے تاخیر کرے گا گناہ گار ہوگا اور سجدہ کرنا بھول گیا تو جب تک حرمت نماز میں ہے کر لے اگرچہ سلام پھیر چکا ہو اور سجدہ سہو کرے۔ (درمختار: جز:2،ص:704)

مسئلہ نمبر:20

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تاخیر سے مراد تین آیت سے زیادہ پڑھ لینا ہے کم میں تاخیر نہیں مگر آخر سورت میں اگر سجدہ واقع ہے مثلاً انشقت تو سورت پوری کر کے سجدہ کرے گا جب بھی حرج نہیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:707)

مسئلہ نمبر:21

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو اس کا سجدہ نماز ہی میں واجب ہے بیرون نماز نہیں ہو سکتا اور قصداً نہ کیا تو گناہ گار ہوا توبہ لازم ہے بشرطیکہ آیت سجدہ کے بعد فوراً رکوع و سجود نہ کیا ہو۔ نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا پھر وہ نماز فاسد ہوگئی یا قصداً فاسد کی تو بیرون نماز سجدہ کر لے اور سجدہ کر لیا تھا تو حاجت نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:705)

مسئلہ نمبر:22

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: آیت سجدہ درمیان سورت میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اسے پڑھ کر سجدہ کر لے پھر کچھ اور آیتیں پڑھ کر رکوع کرے اور اگر سجدہ نہ کیا اور رکوع کر لیا اور اس رکوع میں ادائے سجدہ کی بھی نیت کر لی تو کافی ہے اور اگر نہ سجدہ نہ رکوع کیا بلکہ سورت ختم کر کے رکوع کیا تو اگرچہ نیت کرے ناکافی ہے اور جب تک نماز میں ہے سجدہ کی قضا کر سکتا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری: جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:23

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اگر آیت سجدہ کے بعد ختم سورت میں دو تین آیتیں باقی ہیں تو چاہے فوراً رکوع کردے یا سورت ختم کرنے کے بعد یا فوراً سجدہ کرلے پھر باقی آیتیں پڑھ کر رکوع میں جائے یا سورت ختم کرکے سجدہ میں جائے سب طرح اختیار ہے مگر اس صورت اخیرہ میں سجدہ سے اٹھ کر کچھ آیتیں دوسری سورت کی پڑھ کر رکوع کرے۔
(فتاویٰ عالمگیری:جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:24

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سجدہ پر سورت ختم ہے اور آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا تو سجدہ سے اٹھنے کے بعد دوسری سورت کی کچھ آیتیں پڑھ کر رکوع کرے اور بغیر پڑھے رکوع کردیا تو بھی جائز ہے۔(فتاویٰ عالمگیری:جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:25

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: تلاوت کے بعد امام رکوع میں گیا اور نیت سجدہ کرلی مگر مقتدیوں نے نہ کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوا لہٰذا امام جب سلام پھیرے تو مقتدی سجدہ کرکے قعدہ کریں اور سلام پھیریں اور اس قعدہ میں تشہد واجب ہے اگر قعدہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوگئی کہ قعدہ جاتا رہا یہ حکم جہری نماز کا ہے۔سری میں چونکہ مقتدی کو علم نہیں لہٰذا معذور ہے اور اگر امام نے رکوع سے سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی تو اسی سجدہ نماز سے مقتدیوں کا بھی سجدہ تلاوت ادا ہوگیا اگرچہ نیت نہ ہو لہٰذا امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے کہ مقتدیوں نے اگر نیت نہ کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا اور رکوع کے بعد جب امام سجدہ کرے گا تو اس سے سجدۂ تلاوت بہرحال ادا ہوجائے گا نیت کرے یا نہ کرے پھر نیت کی کیا حاجت۔(فتاویٰ عالمگیری:جز:1،ص:133)

مسئلہ نمبر:26

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جہری نماز میں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ کرنا اولیٰ ہے اور سری میں رکوع کرنا کہ مقتدیوں کو دھوکہ نہ لگے۔(ردالمختار:جز:2،ص:708)

مسئلہ نمبر:27

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: امام نے سجدۂ تلاوت کیا مقتدیوں کو رکوع کا گمان ہوا اور رکوع میں گئے تو رکوع توڑ کر سجدہ کریں اور جس نے رکوع اور ایک سجدہ کیا جب بھی ہوگیا اور اگر رکوع کرکے دو سجدے کرلیے تو اس کی نماز گئی۔
(درمختار:جز:2،ص:709)

مسئلہ نمبر:28

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کو بار بار پڑھا یا سنا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اگرچہ چند اشخاص سے سنا ہو۔یونہی اگر آیت پڑھی اور وہی آیت دوسرے سے سنی بھی جب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔
(درمختار:جز:2،ص:712)

مسئلہ نمبر:29

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: پڑھنے والے نے کئی مجلسوں میں ایک آیت بار بار پڑھی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی مجلسوں میں پڑھے گا اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر ایک اور اگر اس کا عکس ہے یعنی پڑھنے والا ایک مجلس میں بار بار پڑھتا رہا اور سننے والے کی مجلس بدلتی رہی تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر اتنے جتنی مجلسوں میں سنا۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:134)

مسئلہ نمبر:30

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مجلس میں آیت پڑھی یا سنی اور سجدہ کر لیا پھر اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی یا سنی تو وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔ (درمختار: ج:2،ص:712)

مسئلہ نمبر:31

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: ایک مجلس میں چند بار آیت پڑھی یا سنی اور آخر میں اتنی ہی بار سجدہ کرنا چاہے تو یہ بھی خلاف مستحب ہے بلکہ ایک ہی بار کرے بخلاف درود شریف کے کہ نام اقدس لیا یا سنا تو ایک بار درود شریف واجب اور ہر بار مستحب۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:717)

مسئلہ نمبر:32

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آیت سجدہ بیرون نماز تلاوت کی اور سجدہ کر کے پھر نماز شروع کی اور نماز میں پھر وہی آیت پڑھی تو اس کے لئے دوبارہ سجدہ کرے اور اگر پہلے نہ کیا تھا تو یہی اس کے بھی قائم مقام ہو گیا بشرطیکہ آیت پڑھنے اور نماز کے درمیان کوئی اجنبی فعل فاصل نہ ہوا اور اگر نہ پہلے سجدہ کیا نہ نماز میں تو دونوں ساقط ہو گئے اور گناہ گار ہوا توبہ کرے۔

(درمختار و ردالمحتار: ج:2،ص:716)

مسئلہ نمبر:33

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: ایک رکعت میں بار بار وہی آیت پڑھی تو ایک ہی سجدہ کافی ہے خواہ چند بار پڑھ کر سجدہ کیا یا ایک بار پڑھ کر سجدہ کیا پھر دوبارہ تیسری بار آیت پڑھی یونہی اگر ایک نماز کی سب رکعتوں میں یا دو تین میں وہی آیت پڑھی تو سب کے لئے ایک سجدہ کافی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:135)

مسئلہ نمبر:34

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کر لیا پھر سلام کے بعد اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی تو اگر کلام نہ کیا تھا تو وہی نماز والا سجدہ اس کے قائم مقام بھی ہے اور کلام کر لیا تھا تو دوبارہ سجدہ کرے اور اگر نماز میں سجدہ نہ کیا تھا پھر سلام پھیرنے کے بعد وہی آیت پڑھی تو ایک سجدہ کرے نماز والا ساقط ہو گیا۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:712)

مسئلہ نمبر:35

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا پھر بے وضو ہوا اور وضو کر کے بنا کی پھر وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہ ہوا اور اگر بنا کے بعد دوسرے سے وہی آیت سنی تو دوسرا واجب ہے اور یہ دوسرا سجدہ نماز کے بعد کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:135)

مسئلہ نمبر:36

علامہ صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود متوفی 747ھ لکھتے ہیں: ایک مجلس میں سجدہ کی چند آیتیں پڑھیں تو اتنے ہی سجدے کرے ایک کافی نہیں۔ (شرح الوقایہ: ج:1، ص:232)

مسئلہ نمبر:37

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: پوری سورت پڑھنا اور آیت سجدہ چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے اور صرف آیت سجدہ کے پڑھنے میں کراہت نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ دو ایک آیت پہلے یا بعد ملا لے۔ (درمختار: ج:2، ص:717)

مسئلہ نمبر:38

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آیت سجدہ پڑھی مگر کام میں مشغولی کے سبب نہ سنی تو صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں مگر بہت سے علماء کہتے ہیں کہ اگرچہ نہ سنی سجدہ واجب ہو گیا۔ (درمختار: ج:2، ص:718)

مسئلہ نمبر:39

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جمعہ و عیدین اور سری نمازوں میں اور جس نماز میں جماعت عظیم ہو آیت سجدہ امام کو پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر آیت کے بعد فوراً رکوع و سجود کر دے اور رکوع میں نیت نہ کرے تو کراہت نہیں۔ (درمختار: ج:2، ص:720)

مسئلہ نمبر:40

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: زمین پر آیت سجدہ پڑھی تو یہ سجدہ سواری پر نہیں کر سکتا مگر خوف کی حالت ہو تو ہو سکتا ہے اور سواری پر آیت پڑھی تو سفر کی حالت میں سواری پر سجدہ کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:135)

مسئلہ نمبر:41

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مرض کی حالت میں اشارہ سے بھی سجدہ ادا ہو جائے گا یونہی سفر میں سواری پر اشارہ سے ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:135)

الحمدللہ عزوجل! سجدہ تلاوت کے متعلق جس قدر مسائل آتے ہیں اکثر کو بیان کر دیا ہے۔ جس کی چیدہ چیدہ بحث بھی بیان کر دی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ

مسافر کی نماز کے متعلق ابواب

یہاں سے مسافر کی نماز کے متعلق ابواب باندھے جارہے ہیں۔

بَابُ الْقَصْرِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر میں قصر کا بیان

یہ باب سفر میں قصر کے حکم میں ہے۔

813- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِي صَلٰوةِ الْحَضَرِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

زوج النبی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضر وسفر میں دو رکعات نماز فرض کی گئی پھر سفر کی نماز کو برقرار رکھا گیا اور حضر کی نماز میں زیادتی فرمادی گئی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1، ص: 556، اللؤلؤ والمرجان: جز: 1، ص: 199، سنن النسائی: رقم الحدیث: 451، المؤطا: رقم الحدیث: 190، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1013، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5217، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 337، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 944)

814- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضر والی نماز میں چار رکعات اور سفر میں دو رکعات اور خوف میں ایک رکعت کو فرض فرمادیا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 338، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 318، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 776، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11041، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3238، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1056، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5166، سنن النسائی: رقم الحدیث: 452، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2868، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 304)

815- وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلٰوةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ وَصَلٰوةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ وَالْفِطْرُ وَالْأَضْحٰى رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ

وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت، جمعہ کی نماز دو رکعت، عید الفطر کی نماز دو رکعات اور عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعات ہے تمام ہے کم نہیں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 338، البحر الزخار: رقم الحدیث: 325، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 489، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 30280، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3240، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1053، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5509، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1403، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1425، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 241)

816- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَصَحِبْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُّ مختصرًا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں حالت سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پر کوئی زیادتی نہ فرمائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت رہا تو انہوں نے بھی دو رکعات پر کوئی زیادتی نہ فرمائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اٹھا لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معیت رہا تو انہوں نے بھی دو رکعات پر کوئی زیادتی نہ فرمائی حتیٰ کہ انہیں بھی رب تعالیٰ نے اٹھا لیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا تو انہوں نے دو رکعات پر کوئی زیادتی نہ فرمائی حتیٰ کہ ان کو بھی رب تعالیٰ نے اٹھا لیا اور رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 694، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1449، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 2963، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3893، جامع المسانید: رقم الحدیث: 3433، مسند احمد: رقم الحدیث: 4652، المنتقی: رقم الحدیث: 491)

817- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ يَقُوْلُ صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيْلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے اندر چار رکعات پڑھائیں اس بات کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت منیٰ کے مقام پر دو رکعات ادا کیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت منیٰ کے مقام پر دو رکعات ادا کیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی معیت دو رکعات ادا کیں۔ کاش! میرا حصہ چار رکعتوں میں سے دو مستجاب رکعات ہوتیں۔ (سنن

ابوداؤد: رقم الحدیث: 1960، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1448، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 5194، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10141، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1907، مسند احمد: رقم الحدیث: 3593، جامع المسانید: رقم الحدیث: 4124، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 2962، سنن بیہقی: ج: 3، ص: 143)

818- وَعَنْ اَبِیْ لَیْلٰی الْکِنْدِیِّ قَالَ خَرَجَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلاً مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ وَّکَانَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَسَنَّھُمْ حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَقَالُوْا تَقَدَّمْ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ فَقَالَ مَآ اَنَا بِالَّذِیْ اَتَقَدَّمُ اَنْتُمُ الْعَرَبُ وَمِنْکُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیَتَقَدَّمْ بَعْضُکُمْ فَتَقَدَّمَ بَعْضُ الْقَوْمِ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ قَالَ سَلْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَالَنَا وَلِلْمُرَبَّعَۃِ اِنَّمَا یَکْفِیْنَا نِصْفُ الْمُرَبَّعَۃِ ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ ۔

ابولیلیٰ کندی کا بیان ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت غزوہ میں تشریف لے گئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان ساروں میں سے بڑی عمر والے تھے۔ چنانچہ نماز کا وقت ہوا تو نماز کی خاطر اقامت کہی گئی لوگ کہنے لگے: اے ابوعبداللہ! آگے تشریف لے چلئے انہوں نے فرمایا: میں آگے نہیں بڑھوں گا۔ تم عربی لوگ ہو اور تم ہی میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہیں سو تم ہی میں سے کوئی آگے تشریف لے جائے پس لوگوں میں کوئی آگے بڑھ گیا تو اس نے چار رکعات پڑھا دیں۔ جس وقت نماز کو مکمل فرما چکے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا چار رکعات نماز کے ساتھ کیا لینا دینا؟ بے شک ہمیں تو چار کا نصف ہی کفایت کر جاتی ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6053، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5224، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2420، شرح معانی الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 2245، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8244، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 10329)

819- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ اَتَمَّ الصَّلٰوۃَ بِمِنًی ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ السُّنَّۃَ سُنَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسُنَّۃُ صَاحِبَیْہِ وَلٰکِنَّہٗ حَدَثَ الْعَامَ مِنَ النَّاسِ فَخِفْتُ اَنْ یَّسْتَنُّوْا ۔ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَۃِ تَعْلِیْقًا وَّحَسَّنَ اِسْنَادَہٗ ۔

عبدالرحمٰن بن حمید اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے منیٰ کے مقام پر نماز مکمل پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا تو فرمایا: اے لوگو! یقیناً سنت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین کی سنت ہے مگر اس سال لوگوں میں چند لوگ نئے نئے بھی ہیں تو مجھے خوف لاحق ہوا کہ وہ سنت نہ سمجھ لیں (یعنی قصر کو دائمی) (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 31717، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5223، کنز العمال: رقم الحدیث: 22701)

820- وَعَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اِنَّمَا صَلّٰی عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِمِنًی اَرْبَعًا لِاَنَّ الْاَعْرَابَ کَانُوْا اَکْثَرَ فِیْ ذٰلِکَ الْعَامِ فَاَحَبَّ اَنْ یُّخْبِرَھُمْ اَنَّ الصَّلٰوۃَ اَرْبَعٌ ۔ رَوَاہُ الطَّحَاوِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُہٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ ۔

زہری کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے مقام پر چار رکعتیں اس وجہ سے ادا فرمائی تھیں کہ اس سال دیہاتی لوگوں کی کثرت تھی پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا: ان کو یہ خبر دیدیں کہ نماز چار رکعات ہی ہے۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 512، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1675)

وجوب قصر میں مذاہب اربعہ

وجوب قصر میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا مباح ہے۔

(المغنی: ج: 2، ص: 50)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں نماز پوری پڑھنا اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں لیکن قصر کرنا افضل ہے۔ (شرح المہذب: ج: 4، ص: 336)

مالکیہ کا مذہب

علامہ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا مباح ہے۔

(بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص: 122)

حنفیہ کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا واجب ہے اور اس کا ترک گناہ ہے۔ (فتح القدیر: ج: 2، ص: 5)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعات والے فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور قصداً چار پڑھیں اور دو پر قعدہ کیا تو فرض ادا ہو گئے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہوئیں مگر گناہ گار مستحق نار ہوا کہ واجب ترک کیا لہٰذا توبہ کرے اور دو رکعات پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے اور وہ نماز نفل ہو گئی ہاں اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پیشتر اقامت کی نیت کر لی تو فرض باطل نہ ہوں گے مگر قیام و رکوع کا اعادہ کرنا ہو گا اور اگر تیسری کے سجدہ میں نیت کی تو اب فرض جاتے رہے یونہی اگر پہلی دونوں یا ایک میں قرأت نہ کی نماز فاسد ہو گئی۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 139)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر جان بوجھ کر بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے تو گناہ گار ہو گا یا نہیں؟

الجواب

بے شک گناہ گار و مستحق عذاب ہوگا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قصر صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:267 تا 268)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی منیٰ میں چار رکعات پڑھنے کی توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سفر میں پوری نماز اس وجہ سے پڑھی ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے سفر میں مسافر کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ پوری نماز پڑھے یا قصر کرے اور خود نبی کریم ﷺ اس لئے نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے تا کہ امت کو آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے میں چار رکعات کی مشقت نہ اٹھانی پڑے اور آپ ﷺ نے امت کے لئے آسانی کو اختیار کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اس چیز کو اختیار فرماتے جو زیادہ آسان ہو بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے نفسوں پر شدت کو اختیار کیا اور رخصت کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ امر مباح تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چار رکعات نماز پڑھنے پر اعتراض کیا اس کے باوجود ان کے پیچھے چار رکعات نماز پڑھی۔ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پوری نماز پڑھنے پر اعتراض بھی کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کی مخالفت کرنے میں زیادہ شر ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:3،ص:72)

حضرت زہری نے فرمایا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات نماز اس لئے پڑھی کہ اس سال مکہ مکرمہ میں دیہاتی اور اعرابی بہت زیادہ آئے ہوئے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پسند کیا کہ ان کو یہ بتائیں کہ نماز چار رکعت ہے۔

معمر نے الزہری سے یہ روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات اس لئے پڑھیں کیونکہ انہوں نے حج کے بعد وہیں رہائش کی نیت کر لی تھی۔

یونس نے الزہری سے یہ روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب طائف کے اموال حاصل کئے اور وہیں رہائش کا ارادہ کیا تو چار رکعات نماز پڑھی۔

(شرح العینی: ج:173)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ قَدَّرَ مَسَافَةَ الْقَصْرِ بِاَرْبَعَةِ بُرُدٍ

باب: جن کے نزدیک مسافت چار منزل ہے

821- عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَا يُصَلِّيَانِ رَكْعَتَيْنِ وَيُفْطِرَانِ فِیْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ فَمَافَوْقَ ذٰلِكَ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

عطاء بن ابی رباح کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم چار برد یا اس سے زیادہ پر دو رکعت ادا فرمایا کرتے اور روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5180، کنز العمال: رقم الحدیث:20186)

822- وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سُئِلَ اَتُقْصَرُ الصَّلٰوةُ اِلٰی عَرَفَةَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اِلٰی عُسْفَانَ وَاِلٰی جَدَّةَ وَاِلَی الطَّآئِفِ اَخْرَجَهُ الشَّافِعِیُّ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِی التَّلْخِيْصِ . اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

انہی (عطاء بن ابی رباح) کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: کیا عرفہ تک قصر کی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ مگر عسفان، جدہ اور طائف کے مقام تک۔ (مسند الشافعی: رقم الحدیث:94، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1633، معرفۃ السنن: ج:4، ص:461)

823- وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ رَكِبَ اِلٰی رِيْمٍ فَقَصَرَ الصَّلٰوةَ فِیْ مَسِيْرِهٖ ذٰلِكَ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

سالم بن عبداللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے "ریم" کے مقام تک سفر کیا مگر انہوں نے اپنے اس سفر کے اندر قصر کی۔ (مسند الشافعی: رقم الحدیث:97، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:4301، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1637، موطا امام مالک: رقم الحدیث:490)

824- وَعَنْهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَكِبَ اِلٰی ذَاتِ النُّصُبِ فَقَصَرَ الصَّلٰوةَ فِیْ مَسِيْرِهٖ ذٰلِكَ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ . قال النيموی وقدوری عن ابن عمر رضی الله عنهما خلاف ذلك .

انہی (سالم بن عبداللہ) کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے "ذات النصب" تک سفر فرمایا مگر انہوں نے اپنے اس سفر میں قصر کی۔ (مسند الشافعی: رقم الحدیث:96، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1636، موطا امام مالک: رقم الحدیث:491)

825- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اَدْنٰی مَا يَقْصُرُ فِيْهِ مَالٌ لَهٗ بِخَيْبَرَ . رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

قَالَ النِّيْمَوِیُّ بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَخَيْبَرَ ثَمَانِيَةُ بُرُدٍ .

حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے کم مسافت جس کے اندر نماز قصر کرتے تھے وہ اپنی خیبر والی زمین

تک۔

نیموی نے فرمایا: مدینہ منورہ اور خیبر تک آٹھ برد ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4302)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جس مسافت کو قطع کرنے کے بعد نماز کو قصر کرنا واجب ہے اس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ جس مسافت کے بعد نماز کو قصر کیا جاتا ہے وہ اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہے اور اس میں ان کے نزدیک تسلسل سے چلنا مراد نہیں ہے بلکہ انہوں نے کہا: وہ دن میں سفر کریں اور رات کو آرام کریں اور اگر اس کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ اتنی مسافت کو کسی اور راستہ سے ایک دن میں قطع کر لے گا پھر بھی نماز کو قصر کرے پھر انہوں نے اس مسافت کا فراسخ کے ساتھ اعتبار کیا ہے۔ ایک قول اکیس فرسخ کا ہے دوسرا قول اٹھارہ فرسخ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور تیسرا قول پندرہ فرسخ کا ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہے۔ تین دن کی مسافت کی مقدار حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابن مسعود اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور شعبی، نخعی، ثوری، ابن حی، ابوقلابہ، شریک بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین کا بھی یہی موقف ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اہل مکہ! چار برید سے کم مسافت میں قصر نہ کرو۔ اور ایک برید بارہ میل کا ہے یعنی 48 میل سے کم مسافت میں نماز کو قصر نہیں کیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب ضعیف راوی ہے اور بعض محدثین نے اس کو کاذب قرار دیا ہے۔ (شرح العینی: ج: 7، ص: 172)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى اَنَّ مَسَافَةَ الْقَصْرِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ

باب: ایسی روایات جن سے مسافت قصر تین دن ہونے پر استدلال کیا گیا ہے

826- عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَسْاَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَلْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَّلَيْلَةً لِّلْمُقِيْمِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

شریح بن ہانی کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان سے موزوں پر مسح کرنے پر پوچھنے کی خاطر حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: تم حضرت ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دریافت کرو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت سفر میں ہوا کرتے تھے چنانچہ میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین روز تین شب اور مقیم کے لئے ایک روز ایک شب مقرر فرمائی ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 1، ص: 477، بلوغ المرام: رقم

الحدیث:62، جامع الاحادیث:رقم الحدیث:1177، جامع الاصول:رقم الحدیث:5283،جمع الجوامع:رقم الحدیث:1188،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:1222،سنن داری:رقم الحدیث:714،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:533،صحیح مسلم:رقم الحدیث:414)

827- وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهِنَّ فِی الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ . رَوَاهُ ابْنُ جَارُوْدٍ وَّاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کرنے میں مقیم کے واسطے ایک دن ایک رات اور مسافر کے واسطے تین دن تین رات مقرر فرمائی ہے۔(المنتقیٰ:رقم الحدیث:87)

828- وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْوَالِبِيِّ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلٰى كَمْ تُقْصَرُ الصَّلٰوةُ فَقَالَ اَتَعْرِفُ السُّوَيْدَآءَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ بِهَا قَالَ هِیَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ فَاِذَا خَرَجْنَا اِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلٰوةَ . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِی الْاٰثَارِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

علی بن ربیعہ والبی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کتنی مسافت تک نماز قصر کی جائے تو انہوں نے فرمایا: تم کو سویدا کا پتہ ہے۔ میں عرض گزار ہوا: نہیں مگر میں نے اس کے متعلق سن رکھا ہے۔ ارشاد فرمایا: وہ درمیانی چال کے ساتھ تین شب ہیں پس ہم جس وقت اس کی خاطر نکل پڑیں گے تو نماز میں قصر کریں گے۔(سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:5174،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:4302،کتاب الآثار:ص:29)

829- وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ الْجُعْفِيَّ يَقُوْلُ اِذَا سَافَرْتَ ثَلَاثًا فَاقْصُرْ . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِی الْحُجَجِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

ابراہیم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ جعفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت تم تین روز کا سفر کرو تو اس وقت قصر کرو۔(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:4303)

چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: مسافر کا معنیٰ

علامہ ابن منظور جمال الدین مصری متوفی 711ھ لکھتے ہیں: ازہری نے بیان کیا ہے کہ مسافر کو مسافر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ (سفر کی بناء پر) اس کی شخصیت کے پوشیدہ پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں اور راستے کی منزلیں اور جس مقام پر وہ قیام کرتا ہے وہ جگہ اس پر ظاہر ہوتی ہے اور نئی فضا اس پر ظاہر ہوتی ہے اور سفر کو سفر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سفر مسافر کی شخصیت اور سیرت کو لوگوں پر منکشف کر دیتا ہے اور اس کے کردار کے پوشیدہ گوشے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا:

اے شہر والو! تم چار رکعت نماز پڑھو کیونکہ میں مسافر ہوں۔(لسان العرب:ج:7،ص:4،368)

مذاہب اربعہ

مسافت شرعی کی مقدار میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے جن کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

شافعیہ کا مذہب

علامہ ابواسحاق شیرازی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔
(المہذب مع شرح المہذب: ج:4،ص:322)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 630ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔(المغنی: ج:2،ص:47)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن احمد رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے۔(بدایۃ المجتہد: ص:121)

حنفیہ کا مذہب

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں قصر کر سکتا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے، میں نے پوچھا تین دن کے تعین کی کیا دلیل ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔
(المبسوط: ج:1،ص:265)

احناف کے مزید دلائل

احناف کے نزدیک شرعی سفر کی مدت تین دن ہے اس میں وہ قصر کرے گا اس پر احناف کے مزید دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر 1:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔(صحیح بخاری: ج:1،ص:147)
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام اس وقت لاگو ہوں گے جب مدت تین سفر کی ہو۔

دلیل نمبر 2:

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔ (صحیح مسلم: جز: 1، ص: 433)

دلیل نمبر: 3

علی بن ربیعہ والبی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت کے بعد نماز قصر کی جائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سویدا کو جانتے ہو، میں نے عرض کیا نہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تین راتوں کی مسافت پر ہے جب ہم وہاں تک سفر کرتے ہیں تو نماز قصر کرتے ہیں۔
(کتاب الاثار: ص: 39)

دلیل نمبر: 4

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کے متعلق پوچھا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہتے تھے، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تین راتیں مسافر کیلئے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لئے مشروع فرمائی ہیں۔
(صحیح مسلم: جز: 1، ص: 135)

دلیل نمبر: 5

امام ابو جعفر طحاوی متوفی 321ھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہے کہ مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے۔ (شرح معانی الاثار: جز: 1، ص: 50)

دوسری بحث: مسائل کے متعلق

جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر نکل جائے وہ شخص شرعاً مسافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 8، ص: 243)

مسئلہ نمبر: 1

دن سے مراد سال کا سب میں چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے، نماز اور دیگر ضروریات کے لئے ٹھہرنا تو ضرور ہی ہے بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے مثلاً شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یونہی کیا تو اتنی دیر تک کی مسافت سفر کہیں گے دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرنا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رکی ہو نہ تیز۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 138)

مسئلہ نمبر: 2

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: کوس کا اعتبار نہیں کہ کوس کہیں چھوٹے

ہوتے ہیں کہیں بڑے بلکہ اعتبار تین منزلوں کا ہے اور خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار ساڑھے ستاون میل ہے۔

(فتاوی رضویہ: ج:8،ص:270)

مسئلہ نمبر:3

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں ایک سے مسافت سفر ہے دوسرے سے نہیں تو جس راستہ سے آجائے گا اس کا اعتبار ہے۔ نزدیک والے راستے سے گیا تو مسافر نہیں اور دور والے سے گیا تو ہے اگرچہ اس راستہ کے اختیار کرنے میں اس کی کوئی غرض نہ ہو۔ (فتاوی ہندیہ: جز:1،ص:138)

مسئلہ نمبر:4

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں۔ ایک دریا کا راستہ دوسرا خشکی کا ان میں ایک دو دن کا ہے دوسرا تین دن کا۔ تین دن والے سے جائے تو مسافر ہے ورنہ نہیں۔ (فتاوی ہندیہ: جز:1،ص:138)

مسئلہ نمبر:5

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تین دن کی راہ کو تیز سواری پر دو دن یا کم میں طے کرے تو مسافر ہی ہے اور تین دن سے کم کے راستہ کو زیادہ دنوں میں طے کیا تو مسافر نہیں۔ (درمختار و ردالمختار: جز:2،ص:726)

مسئلہ نمبر:6

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: محض نیت سفر سے مسافر نہ ہوگا بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے شہر میں ہے تو شہر سے، گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے اس سے بھی باہر ہو جائے۔ (درمختار و ردالمختار: جز:2،ص:722)

مسئلہ نمبر:7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لئے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، کوڑا پھینکنے کی جگہ اگر یہ شہر سے متصل ہوں تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے اور اگر شہر وقت کے درمیان فاصلہ ہو تو نہیں۔

(ردالمختار: جز:2،ص:722)

مسئلہ نمبر:8

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: آبادی سے باہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جدھر جا رہا ہے اس طرف آبادی ختم ہو جائے اگرچہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ ہوئی ہو۔ (غنیۃ المستملی: ص:536)

مسئلہ نمبر:9

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: کوئی محلہ پہلے شہر سے ملا ہوا تھا مگر اب جدا ہو گیا تو اس سے باہر ہونا بھی ضروری ہے

اور جو محلہ ویران ہو گیا خواہ شہر سے پہلے متصل تھا یا اب بھی متصل ہے اس سے باہر ہونا شرط نہیں۔(غنیۃ المستملی،ص:536)

مسئلہ نمبر:10

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سفر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن کی راہ کا ارادہ ہو اور اگر دو دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ ہوا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے یونہی ساری دنیا گھوم آئے مسافر نہیں۔(درمختار،ج:2،ص:724)

مسئلہ نمبر:11

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو یہ تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا مسافر نہ ہوا۔(فتاویٰ رضویہ،ج:8،ص:270)

مسئلہ نمبر:12

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: کافر تین دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا دو دن کے بعد مسلمان ہو گیا تو اس کے لئے قصر ہے اور نابالغ تین دن کی راہ کے قصد سے نکلا اور راستہ میں بالغ ہو گیا اب سے جہاں جانا ہے تین دن کی راہ نہ ہو تو پوری پڑھے حیض والی پاک ہوئی اور اب سے تین دن کی راہ نہ ہو تو پوری پڑھے۔(درمختار،ج:2،ص:746)

تیسری بحث

مسافر کی دو اقسام

مسافر کی دو اقسام ہیں:

1-وطن اصلی　　　　2-وطن اقامت

وطن اصلی

وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔

وطن اقامت

وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔(فتاویٰ عالمگیری،ج:1،ص:142)

چوتھی بحث:

وطن اصلی اور وطن اقامت کے متعلق مسائل

وطن اصلی اور وطن اقامت کے متعلق مسائل درج ذیل ہیں:

مسئلہ نمبر:1

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: مسافر نے کہیں شادی کر لی اگر چہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ کیا ہو مقیم ہو گیا اور دو شہروں میں اس کی دو عورتیں رہتی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:739)

مسئلہ نمبر:2

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: ایک جگہ آدمی کا وطن اصلی ہے اب اس نے دوسری جگہ وطن اصلی بنایا اگر پہلی جگہ بال بچے موجود ہوں تو دونوں اصلی ہیں ورنہ پہلا اصلی نہ رہا خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔

(درمختار وردالمحتار: ج:2،ص:739)

مسئلہ نمبر:3

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: وطن اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو یونہی وطن اقامت وطن اصلی و سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ (درمختار وردالمحتار: ج:2،ص:739)

مسئلہ نمبر:4

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر دوسری جگہ چلا گیا اور پہلی جگہ مکان و اسباب وغیرہ باقی ہیں تو وہ بھی وطن اصلی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1،ص:142)

مسئلہ نمبر:5

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: وطن اقامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تین دن کے سفر کے بعد وہاں اقامت کی ہو بلکہ اگر مدت سفر طے کرنے سے پیشتر اقامت کر لی وطن اقامت ہو گیا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:142)

مسئلہ نمبر:6

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: مسافر جب وطن اصلی میں پہنچ گیا سفر ختم ہو گیا اگر چہ اقامت کی نیت نہ کی ہو۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:142)

مسئلہ نمبر:7

عورت کی شادی ہوئی اور وہ سسرال چلی گئی اور اپنے سسرال رہنے لگ گئی تو میکا اس کے لئے وطن اصلی نہ رہے گا یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تو میکے آتے ہی سفر ختم ہو گیا نماز پوری پڑھے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْقَصْرِ اِذَا فَارَقَ الْبُيُوْتَ

باب: شہر کے گھر سے جدا ہو جائے تو قصر کرنے کا بیان

830- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَافَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كُلُّهُمْ صَلّٰى مِنْ حِيْنِ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَيْهَا رَكْعَتَيْنِ فِی الْمَسِيْرِ وَالْقِيَامِ بِمَكَّةَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَالطَّبْرَانِیُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِیُّ رِجَالُ اَبِیْ يَعْلٰى رِجَالُ الصَّحِيْحِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی معیت سفر اختیار کیا وہ سارے مدینہ منورہ سے نکلنے سے لے کر واپس پلٹنے تک سفر اور مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران دو رکعات نماز کو ادا فرمایا کرتے تھے۔(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1557، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 5862)

831- وَعَنْ اَبِیْ حَرْبِ بْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ الدِّيْلِیِّ اَنَّ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَةِ فَصَلَّى الظُّهْرَ اَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ اِنَّا لَوْ جَاوَزْنَا هٰذَا الْخُصَّ لَصَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ ۔

ابوحرب بن ابواسود دیلی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے تو ظہر چار رکعات ادا فرمائی پھر ارشاد فرمایا: اگر ہم اس جھونپڑے سے سبقت کر جاتے تو دو رکعات پڑھتے۔(المؤطا: ج:1، ص:293، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 1172، تہذیب الآثار عمر بن خطاب: رقم الحدیث: 1196، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 32642، کنز العمال: رقم الحدیث: 22709، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8253، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4319)

832- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ شُعَبِ الْمَدِيْنَةِ وَيَقْصُرُ اِذَا رَجَعَ حَتّٰى يَدْخُلَهَا ۔ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ جب مدینہ منورہ کی گھاٹیوں سے نکلا کرتے تھے تو قصر فرمایا کرتے تھے اور جب پلٹ آتے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے تک قصر فرمایا کرتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق: ج:2، ص:530)

مذاہب اربعہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مسافر اس وقت نماز کو قصر کرے گا جب وہ شہر کے مضافات اور اس کی حدود سے نکل جائے گا بعض تابعین نے کہا ہے کہ شہر کے مکانات سے نکلنے سے پہلے نماز کو قصر کرے ان کے اس قول کو نبی کریم ﷺ کے فعل سے رد کیا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز پوری پڑھی اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نماز کو قصر کیا اور نماز کو قصر کرنا اس وقت لازم ہے جب انسان شہر یا بستی کے مکانوں سے نکل جائے۔ اس سے پہلے نماز کو قصر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سفر میں عمل اور نیت کی ضرورت ہے اور یہ اقامت کی طرح نہیں ہے جس میں صرف نیت کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں ہے۔(شرح ابن بطال: ج:3، ص:81)

قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی 595ھ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بدایۃ المجتہد میں اور علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول المغنی میں اور علامہ ابوالقاسم محمد رافعی شافعی متوفی 623ھ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب میں اور امام محمد حسن شیبانی متوفی 189ھ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول المبسوط میں یہ لکھا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص سفر شرعی کا ارادہ کر کے شہر کی حدود سے نکل جائے گا اس کے لئے قصر ثابت ہو جائے گی اور جب واپس لوٹے گا تو شہر کی حدود شروع ہوتے ہی اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہوگا۔

(بدایۃ المجتہد: جز:1،ص:122، المغنی: جز:2،ص:50، فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب: جز:4،ص:432، المبسوط: جز:1،ص:265)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ يَقْصُرُ مَنْ لَّمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ وَإِنْ طَالَ مَكْثُهُ وَالْعَسْكَرُ الَّذِیْ دَخَلَ اَرْضَ الْحَرْبِ وَإِنْ نَوَوُا الْإِقَامَةَ

باب: ایسا مسافر جو اقامت کی نیت نہ کرے خواہ اس کا مقیم ہونا طوالت پکڑ جائے اور وہ لشکر جو دارالحرب میں جا گھسا خواہ مقیم ہونے کی نیت کر لے قصر کریں گے

833- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ فَنَحْنُ اِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انیس روز قصر کرتے ہوئے ٹھہرے۔ پس جس وقت ہم انیس روز سفر اختیار کریں گے تو قصر کریں گے اور اگر اس سے زیادہ کیا تو مکمل پڑھیں گے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1230، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 275، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 955، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1028، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4337، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1075، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 549، مسند احمد: رقم الحدیث: 1958، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 3149، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 955)

834- وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ خَمْسَ عَشْرَةَ يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ . رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ مکرمہ والے سال پندرہ روز نماز کو قصر فرماتے ہوئے ٹھہرے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7902، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10735، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4015، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1042، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1066، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5255، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2399، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1231، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8280)

835- وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْمِسْوَرِ قَالَ كُنَّا مَعَ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الشَّامِ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَنُصَلِّيْ نَحْنُ اَرْبَعًا فَنَسْأَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ سَعْدٌ نَحْنُ اَعْلَمُ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

عبدالرحمٰن بن مسور کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معیت شام کی بستیوں میں کسی بستی میں تھے۔ چنانچہ آپ دو رکعت پڑھا کرتے تھے اور ہم چار۔ ہم ان سے اس کے متعلق دریافت کرتے تو وہ فرمایا کرتے: ہم زیادہ جانتے ہیں۔(تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 512، تہذیب الآثار مسند عمر بن خطاب: رقم الحدیث: 386، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2421)

836- وَعَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ نَصْرِ بْنِ عِمْرَانَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّا نُطِيْلُ الْقِيَامَ بِخُرَاسَانَ فَكَيْفَ تَرٰى قَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَاِنْ اَقَمْتَ عَشْرَ سِنِيْنَ . رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

ابو جمرہ نصر بن عمران کا بیان ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض گزار ہوا: ہم خراسان میں عرصہ طویل ٹھہریں گے تو آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: دو رکعات ادا کرتے رہو خواہ دس سال بھی ٹھہرو۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8286)

837- وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ارْتَجَّ عَلَيْنَا الثَّلْجُ وَنَحْنُ بِاَذْرَبَائِيْجَانَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فِيْ غَزَاةٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَكُنَّا نُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم ایک غزوہ میں آذربائیجان کے مقام پر تھے کہ ہمارے اوپر چھ ماہ تک برف باری ہوتی رہی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور ہم دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5263، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1661)

838- وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ كُنَّا مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِبَعْضِ بِلَادِ فَارِسٍ سَنَتَيْنِ فَكَانَ لَا يُجَمِّعُ وَلَا يَزِيْدُ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت حسن کا بیان ہے کہ ہم حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی معیت دو سال تک فارس کے کچھ علاقوں میں رہے تو وہ نہ تو جمعہ فرمایا کرتے تھے اور نہ ہی دو رکعات پر زیادتی فرمایا کرتے تھے۔(المؤطا: جز: 1، ص: 298، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4352)

839- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامُوْا بِرَامَهُرْمُزَ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ يُقْصِرُوْنَ الصَّلٰوةَ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رامہرمز میں نو ماہ رہے وہ نماز کی قصر فرمایا کرتے رہتے تھے۔(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5267)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ انیس دن ٹھہر کر اس لئے قصر فرماتے رہے کہ آپ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا یا آپ ﷺ ہوازن کی جنگ میں مشغول تھے پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مدت کو نماز کے قصر اور اتمام کے درمیان حد بنا دیا اور کہا: جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر کر قصر کرتے اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔ المھلب نے کہا ہے کہ فقہاء اس حدیث کی اس طرح تاویل نہیں کرتے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تاویل کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس مدت میں قیام کا عزم نہیں کیا تھا کیونکہ آپ ﷺ فتح کا انتظار کر رہے تھے پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گمان کیا کہ انیس دنوں تک قصر کرنا لازم ہے پھر اس کے بعد آدمی جتنے دن ٹھہرے ان میں پوری نماز پڑھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور ان دنوں میں نماز قصر کرتے رہے اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور امام ابن عیینہ نے ابن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سالم بن عبداللہ سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح قصر کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: جب وہ قیام کا پختہ ارادہ کر لیتے تو نماز پوری پڑھتے تھے اور جب وہ یہ کہتے کہ میں آج روانہ ہوں گا اور کل روانہ ہوں گا تو نماز کو قصر کرتے خواہ وہ بیس راتیں ٹھہرتے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی فقہاء نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مکہ مکرمہ میں انیس دن ٹھہرنا اس کو وطن بنانے کے لئے نہ تھا تاکہ مکہ مکرمہ سے ہجرت سے رجوع نہ ہو جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے دس راتیں اقامت کی نیت کی وہ پوری نماز پڑھے گا یہ ان کا دوسرا قول ہے جو حدیث میں ان کی تاویل کے خلاف ہے اور مجھے ائمہ فتویٰ میں سے کسی کے قول کا علم نہیں ہے جس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہو اور انیس دنوں کو قصر کی حد قرار دیا ہو سو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منفرد موقف ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سترہ دن قیام کیا اور نماز کو قصر کرتے رہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس نے سترہ دن قیام کیا وہ نماز کو قصر کرے اور جس نے اس سے زیادہ قیام کیا وہ پوری نماز پڑھے۔ اس حدیث کو عباد بن تمیم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے جس میں انیس دنوں کا ذکر ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور سترہ دنوں کا قول بھی فقہاء میں سے صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص خصوصیت سے دار الحرب میں سترہ راتیں قیام کرے وہ قصر کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں ہوں اور اس میں ایک مدت تک اقامت کی نیت کریں تو وہ اس پوری مدت میں نماز کو قصر کریں گے کیونکہ ان کو یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کو کب روانہ ہونا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک یہی قول ہے۔ ابن القصار نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مسلمان دار الحرب میں ٹھہریں اور ہر روز روانہ ہونے کا انتظار کریں تو ان کے لئے سترہ یا اٹھارہ دنوں تک نماز کو قصر کرنا جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹھہریں تو وہ پوری نماز پڑھیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہوازن میں اتنی مدت تک ٹھہر کر قصر کرتے رہے تھے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس قول میں دوسرے فقہاء کی مخالفت کی ہے اور ان کا پہلا قول جو

دوسرے فقہاء کے موافق ہے وہ صحیح ہے کیونکہ جو شخص دارالحرب میں ٹھہرتا ہے اس کی اقامت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اقامت اس پر موقوف ہے کہ اس کو کب فتح حاصل ہوگی اور دشمن کی سرزمین مسلمانوں کے لئے دار اقامت نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور نمازوں میں قصر کرتے رہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان میں چھ ماہ جہاد کرتے رہے اور قصر کرتے رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نیشاپور میں دو سال تک نماز میں قصر کرتے رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اسی طرح کیا ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:3،ص:65 تا 67)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر کی جس مدت کے بعد نماز پوری پڑھنا فرض ہے وہ اکیس نمازوں کی مدت ہے جب نمازیں اکیس سے زیادہ ہوجائیں تو پھر پوری نماز پڑھی جائے گی۔ امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے کہ جب کوئی شخص چار دن اقامت کی نیت کرے گا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور جب چار دن سے زیادہ اقامت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا کیونکہ تین دن قلت کی حد ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہاجر حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں تین دن رہے گا اور سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل الذمہ سے حجاز کو خالی کرالیا تو ان میں سے جو تجارت کے لئے آئے ان کے لئے تین دن مقرر فرمائے۔

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تین دن سفر کے حکم میں ہیں اور جو اس سے زائد دن ہوں وہ اقامت کے حکم میں ہیں اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے پندرہ دن قیام کیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور اگر اس سے کم قیام کیا تو وہ قصر کرے گا یہ مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر اور لیث بن سعد سے مروی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے کہا ہے کہ جب تم آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو نماز پوری پڑھو گے اور اس قول کا کوئی مخالف معروف نہیں ہے اور سعید بن مسیب سے بھی اسی قول کی مثل مروی ہے۔ (المغنی: ج:2،ص:529)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: سفر کا حکم اس وقت تک رہے گا حتیٰ کہ وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن اقامت کی نیت کرے اور اگر اس نے اس سے کم مدت اقامت کی نیت کی تو وہ قصر کرے گا اور یہ مدت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (ہدایہ مع النبایہ: ج:3،ص:257)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرَّدِّ عَلٰی مَنْ قَالَ اِنَّ الْمُسَافِرَ يَصِيْرُ مُقِيْمًا بِنِيَّةِ اِقَامَةِ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ

باب: ان لوگوں کا رد جن کے نزدیک مسافر چار دن اقامت کی نیت سے مقیم بن جائے گا

840- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعَ قُلْتُ كَمْ اَقَامَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے تک دو دو رکعات ادا فرمائیں میں نے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کتنے روز قیام فرمایا۔ تو انہوں نے فرمایا: دس دن۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 693، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1233، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1438، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 548، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1896، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1027، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1510، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 956، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2754، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5004، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 272، مسند احمد: رقم الحدیث: 12945، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4336، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 107)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن 4 ذی الحج کی صبح کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور بدھ کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی المحصب میں گزاری اور اسی رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا تھا اور اس کی صبح 14 چودہ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ سے نکل گئے تھے آپ دو دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے یعنی ظہر، عصر اور عشاء اور فجر اور مغرب کی نماز آپ نے معمول کے مطابق تین رکعت پڑھی تھیں اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح میں دس دن گزارے تھے نہ کہ فقط مکہ مکرمہ میں کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سابق کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث فتح مکہ مکرمہ کے موقع کی تھی اور یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم 14 چودہ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ سے نکل گئے تھے اور مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح میں آپ دس دن ٹھہرے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور مکہ مکرمہ میں آپ چار دن ٹھہرے تھے کیونکہ آپ 8 آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ سے نکلے تھے اور آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی تھی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں چار دن قیام کرے تو وہ قصر کرے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں چار دن ٹھہرے تھے۔ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے پہلے یہ کسی سے منقول نہیں ہے کہ مسافر چار دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کی تو وہ نماز کو قصر کرے گا جیسے پندرہ دن حضر کی مدت ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب تم مسافر اور کسی شہر میں آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو تم پوری نماز پڑھو اور اگر تم کو علم نہیں ہے کہ تم کب سفر کرو گے تو پھر نماز کو قصر کرو۔ اور امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتے تو پوری نماز پڑھتے۔

پھر یاد رہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ مسافر پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے یہ اس وقت ہے جب وہ تین دن کی مسافت کا سفر کرے رہا وہ شخص جو تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور وہ رجوع کا ارادہ کرے یا وہ اقامت کی نیت کرے تو وہ مقیم ہی رہے گا خواہ وہ جنگل میں ہو۔

اسی طرح فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے اور المجتبیٰ میں مذکور ہے کہ سفر صرف اقامت کی نیت سے باطل ہو جاتا ہے یا وطن میں داخل

ہونے سے یا تین دن سے پہلے وطن کی طرف واپس ہونے سے۔امام شافعی رحمۃ اللہ کا بھی زیادہ ظاہر قول یہی ہے اور اقامت کی نیت درج ذیل چار شرائط سے مؤثر ہوتی ہے:

1- سفر کو ترک کر دینا حتیٰ کہ اگر وہ دوران سفر اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔
2- وہ مقام اقامت کی صلاحیت رکھتا ہو حتیٰ کہ اگر وہ جنگل میں یا سمندر میں یا جزیرہ میں اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔
3- پندرہ دن اقامت کی نیت کرے۔
4- وہ اپنی رائے میں مستقل ہو حتیٰ کہ اگر وہ کسی دوسرے کی رائے تابع ہو تو اس کی اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے جیسے لشکر کا سپاہی ہو یا بیوی ہو یا نوکر ہو یا شاگرد ہو یا مقروض ہو جو قرض خواہ کے ساتھ ہو۔(شرح العینی: ج:7،ص:169 تا 170)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ مَنْ قَالَ اِنَّ الْمُسَافِرَ يَصِيْرُ مُقِيْمًا بِنِيَّةِ اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا

باب: جن کے نزدیک مسافر پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم بن جائے گا

841- عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اِذَا اَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن اقامت کا پختہ ارادہ کرتے تو نماز کو پوری پڑھا کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8301، المؤطا: ج:1، ص:299)

842- وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ بِمَكَّةَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَرَّجَ ظَهْرَهٗ وَصَلّٰى اَرْبَعًا ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِيْ كِتَابِ الْحُجَجِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

انہی (حضرت مجاہد) کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس وقت مکہ مکرمہ میں پندرہ روز قیام کا ارادہ فرماتے تو گھوڑے سے زین کو اتار لیا کرتے اور چار رکعات ادا فرمایا کرتے۔(کتاب الحجۃ: ج:1، ص:170)

843- وَعَنْهُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَاَتِمَّ الصَّلٰوةَ وَاِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ فَاَقْصُرْ ۔ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْاٰثَارِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

انہی (حضرت مجاہد) کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس وقت تم مسافر ہو اور خود پندرہ روز قیام کرنے کا عزم کر لیا ہو تو پھر نماز کو پوری پڑھو اور اگر تم کو معلوم نہ ہو پائے تو پھر قصر کرو۔(کتاب الآثار: ص:38)

844- وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اِذَا قَدِمْتَ بَلْدَةً فَاَقَمْتَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَاَتِمَّ الصَّلٰوةَ ۔ رَوَاهُ

مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْحُجَجِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ جس وقت تم کسی شہر کے اندر داخل ہو اور پندرہ روز ٹھہرو تو اس وقت مکمل نماز پڑھو۔(المؤطا:ج:1،ص:299)

مذاہب اربعہ

پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم بن جانے پر نماز قصر کرے گا یا مکمل پڑھے گا؟ اس بارے میں فقہاء کرام کی آراء حسب ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت قصر صرف چار دن ہے اگر کوئی آدمی چار دن یا اس سے زیادہ قیام کا قصد کرے گا تو اس کو مکمل نماز پڑھنی ہوگی۔ جب کوئی شخص چار دن قیام کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو قصر کرے یہی امام شافعی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور کا قول ہے کیونکہ تین قلت کی حد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہاجرین ارکان حج ادا کرنے کے بعد تین دن مکہ مکرمہ میں ٹھہریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمی تاجروں کو صرف تین دن قیام کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ تین دن حکم سفر ہے اور اس کے بعد حکم اقامت ہے۔

(المغنی:ج:2،ص:65)

مالکیہ کا مذہب

علامہ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر کی مدت قصر چار دن تک ہے اور اگر کوئی شخص چار دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ (بدایۃ المجتہد:ج:1،ص:123)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر کی مدت قصر چار دن ہے اگر کوئی اس سے زیادہ ٹھہرنے کا قصد کرے تو وہ مکمل نماز پڑھے گا۔ (شرح المہذب مع الشروح:ج:4،ص:359)

حنفیہ کا مذہب

امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی 189ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن تک ہے اگر کوئی شخص پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے تو اس کو پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: اگر کوئی شخص تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت طے کر کے اس شہر میں پہنچ جائے جس کے لئے اس نے سفر کیا تھا تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اس کی نیت پندرہ دن قیام کی ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس کو پتہ نہ ہو کہ وہ کب تک قیام کرے گا تو قصر کرے۔ میں نے پوچھا: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ دن کس دلیل سے متعین کیے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ سے۔ (المبسوط:ج:1،ص:266)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوۃِ الْمُسَافِرِ بِالْمُقِیْمِ

باب: مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے پڑھنا

845- عَنْ مُوْسَی بْنِ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمَكَّةَ فَقُلْتُ إِنَّا إِذَا كُنَّا مَعَكُمْ صَلَّيْنَا أَرْبَعًا وَّإِذَا رَجَعْنَا إِلٰى رِحَالِنَا صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ قَالَ تِلْكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

موسیٰ بن سلمہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی معیت مکہ مکرمہ میں تھے تو میں عرض گزار ہوا: جس وقت ہم تمہارے ساتھ ہوں گے تو چار رکعات پڑھیں گے اور جس وقت اپنی رہائش گاہوں کی جانب واپس ہوں گے تو دو رکعات ادا کریں گے۔ اس پر انہوں نے فرمایا: یہی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (معجم الاوسط: ج: 4، ص: 311، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12895، تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث: 465، تہذیب الآثار مسند عمر بن خطاب: رقم الحدیث: 333، مسند احمد: رقم الحدیث: 1765، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 115)

مذاہب اربعہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کی اقتداء میں مسافر اگر ایک رکعت با جماعت پڑھے تو اتمام کرے گا ورنہ قصر پڑھے گا اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک امام کی اقتداء میں مسافر بھی پوری نماز پڑھے گا قصر نہیں پڑھے گا چاہے پوری جماعت ملے یا کسی بھی رکن میں شامل ہو۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جن نمازوں میں قصر ہے وقت گزر جانے کے بعد ان میں مسافر مقیم کی اقتداء نہیں کر سکتا خواہ مقیم نے وقت ختم ہونے پر شروع کی ہو یا وقت میں شروع کی اور نماز پوری ہونے سے پہلے ختم ہو گیا البتہ اگر مسافر نے مقیم کے پیچھے تحریمہ باندھ لیا اور بعد تحریمہ وقت ختم ہو گیا تو اقتداء صحیح ہے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 394)

نیز علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: وقت ختم ہونے کے بعد مسافر مقیم کی اقتداء نہیں کر سکتا وقت میں کر سکتا ہے اور اس صورت میں مسافر کے فرض بھی چار ہو گئے یہ حکم چار رکعتی نماز کا ہے اور جن نمازوں میں قصر نہیں ان میں وقت و بعد وقت دونوں صورتوں میں اقتداء کر سکتا ہے وقت میں اقتداء کی تھی نماز پوری کرنے سے قبل وقت ختم ہو گیا جب بھی اقتداء صحیح ہے۔ (درمختار و ردالمحتار: ج: 2، ص: 736)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: مسافر نے مقیم کی اقتداء کی اور امام کے مذہب کے موافق وہ نماز قضا ہے اور مقتدی کے مذہب پر ادا مثلاً امام شافعی المذہب ہے مقتدی حنفی اور ایک مثل کے بعد ظہر کی نماز اس نے اس کے پیچھے پڑھی تو اقتداء صحیح ہے۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 736)

مزید لکھتے ہیں: مسافر نے مقیم کے پیچھے شروع کر کے فاسد کر دی تو اب دو ہی پڑھے گا یعنی جبکہ تنہا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتداء کرے اور اگر پھر مقیم کی اقتداء کی تو چار پڑھے۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 736)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مسافر نے مقیم کی اقتداء کی تو مقتدی پر بھی قعدہ اولی واجب ہوگیا فرض نہ رہا تو اگر امام نے قعدہ نہ کیا نماز فاسد نہ ہوئی اور مقیم نے مسافر کی اقتداء کی تو مقتدی پر بھی قعدہ اولی فرض ہوگیا۔

(درمختار و ردالمحتار: ج:2،ص:736)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْمُقِيْمِ بِالْمُسَافِرِ

باب: مقیم کی نماز مسافر کے پیچھے پڑھنا

846- عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَدِمَ مَكَّةَ صَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ مَكَّةَ اَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَاِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

سالم بن عبداللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جس وقت مکہ مکرمہ تشریف لایا کرتے تو ان کو دو رکعات پڑھایا کرتے پھر فرماتے: اے اہل مکہ! اپنی نماز کو مکمل کرلو کیونکہ ہم مسافر قوم ہیں۔ (الموطا: ج:1،ص:296، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 717، تہذیب الآثار مسند عمر بن خطاب: رقم الحدیث: 409، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 28803، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4029، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5111، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2415، کنز العمال: رقم الحدیث: 22698، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4369)

847- وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ اَنَّهٗ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَعُوْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ فَصَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُمْنَا فَاَتْمَمْنَا ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

صفوان بن عبداللہ بن صفوان کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تیمارداری کی خاطر حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے آئے تو ہم کو انہوں نے دو رکعات پڑھائیں پھر انصراف فرمالیا چنانچہ ہم نے کھڑے ہوکر اپنی باقی نماز کو مکمل کیا۔ (الموطا: ج:1،ص:507، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4030، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5289، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 570، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4373)

مقیم مسافر امام کے پیچھے اقتداء کرسکتا ہے

مسافر مقیم کی جماعت کرواسکتا ہے اور ان کی اقتداء کرنا بھی درست ہے مگر یہ ہے کہ مسافر پہلے اعلان کردے کہ امام مسافر ہے اور جو مقیم ہوں وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کریں گے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اداو قضا دونوں میں مقیم مسافر کی اقتداء کرسکتا ہے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی دو رکعات کو پڑھ لے اور ان رکعات میں قرأت بالکل نہ کرے بلکہ بقدر فاتحہ چپ کھڑا رہے۔

(درمختار: ج:2،ص:735)

حکم صحت اقتداء کے لئے شرط ہے کہ امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو خواہ نماز شروع کرتے وقت معلوم ہو یا بعد میں لہٰذا امام کو چاہئے کہ شروع کرتے وقت اپنا مسافر ہونا ظاہر کر دے اور شروع میں نہ کہا تو بعد نماز کہہ دے کہ اپنی نمازیں پوری کرلو میں مسافر ہوں۔

(درمختار: ج:2، ص:736)

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم امام کے سلام سے پہلے مقتدی کھڑا ہو گیا اور سلام سے پہلے امام نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر مقتدی نے تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو تو امام کے ساتھ ہو لے ورنہ نماز جاتی رہی اور تیسری کے سجدہ کے بعد امام نے اقامت کی نیت کی تو متابعت نہ کرے متابعت کرے گا تو نماز جاتی رہے گی۔ (ردالمحتار: ج:2، ص:735)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ جَمْعِ التَّقْدِيْمِ بَيْنَ الْعَصْرَيْنِ بِعَرَفَةَ

باب: میدان عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا

848- عن جابر بن عبدالله رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِيْ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے متعلق طویل حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ پھر موذن نے اذان دی پھر اقامت کہی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے مابین کسی نماز کو نہ پڑھایا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:1620، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:9280، شرح السنۃ: ج:1، ص:476)

849- وعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ غَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِّنًى حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ صَبِيْحَةِ يَوْمِ عَرَفَةَ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ فَنَزَلَ بِنَمِرَةَ وَهِيَ مَنْزِلُ الْاِمَامِ الَّذِيْ يَنْزِلُ بِهٖ بِعَرَفَةَ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ رَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَجِّرًا فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ ثُمَّ رَاحَ فَوَقَفَ عَلَى الْمَوْقِفِ مِنْ عَرَفَةَ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن صبح کو جب صبح کی نماز پڑھی تو منیٰ سے روانہ ہو گئے اور نمرہ میں نزول فرمایا جو کہ عرفہ کے امام کا ایسا مقام ہے جس جگہ وہ نزول کرتا ہے حتیٰ کہ جب نماز ظہر کے وقت میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو روانہ ہوئے اور ظہر اور عصر کو جمع فرمایا پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا پھر روانہ ہو گئے تو عرفہ میں موقف کے مقام پر قیام فرمایا۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث:1526، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1634، مسند احمد: رقم الحدیث:5856، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1913)

850- وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ إِنَّ مِنْ سُنَّةِ الْحَجِّ أَنَّ الْإِمَامَ يَرُوْحُ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ يَخْطُبُ فَيَخْطُبُ النَّاسَ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ نَزَلَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا . رَوَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حج کی سنت میں سے ہے کہ جس وقت آفتاب ڈھل جائے تو امام خطبہ دینے کی خاطر جائے پس لوگوں کو خطبہ دے تو جس وقت خطبہ سے فراغت پالے تو ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کر کے پڑھے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38342، کنز العمال: رقم الحدیث: 12556، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 14597)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: میدان عرفات میں دو نمازوں ظہر اور عصر کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنے کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مطلقاً عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا نہ پڑھی ہوں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے جب وہ نمازیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی علت سفر ہے حتیٰ کہ اہل مکہ مکرمہ کے لئے اور جو شخص وہاں پر مقیم ہو اس کے لئے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے اور جو لوگ بیرونی ممالک سے سفر کر کے مکہ مکرمہ آتے ہیں وہ یوم عرفہ کو میدان عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر کے وقت عصر پڑھیں گے۔ (شرح العینی: ج: 9، ص: 435)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ جَمْعِ التَّأْخِيْرِ بَيْنَ الْعِشَائَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

باب: مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازوں کو عشاء کے وقت میں جمع کرنے کا بیان

851- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ يَقُوْلُ حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِكَ فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشّٰى ثُمَّ أَمَرَ أُرٰى فَأَذَّنَ وَأَقَامَ قَالَ عَمْرٌو لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ الجمع بين الصلوتين بعرفة والمزدلفة للنسك لا للسفر خلافًا للشافعي .

عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حج فرمایا تو ہم عشاء کی اذان یا اس سے قریب قریب وقت میں مزدلفہ کو آئے انہوں نے ایک آدمی کو حکم دیا تو اس نے اذان کہی اور اقامت پڑھی۔ اس کے بعد انہوں نے مغرب پڑھی اور مغرب کے بعد دو رکعات ادا فرمائیں پھر اپنا رات والا کھانا طلب کروا کر کھایا پھر حکم ارشاد فرمایا میرے خیال میں ایک آدمی کو تو اس نے اذان دی اور اقامت کہی۔ عمرو نے کہا کہ میرے خیال میں شک زہیر کی جانب سے ہے پھر انہوں نے عشاء کی دو رکعات نماز پڑھائی تو جس وقت فجر طلوع ہو چکی تو ارشاد فرمایا: اس روز اسی مقام پر اسی وقت میں نبی کریم ﷺ اس نماز کے سوا کسی نماز کو بھی نہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دونوں نمازیں اپنے وقت سے پھیر کر ادا کی جائیں گی۔ مغرب کی نماز لوگوں کے مزدلفہ آنے کے بعد اور نماز فجر طلوع ہونے کے وقت ادا کی جائے گی۔ ارشاد فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

علامہ نیموی نے فرمایا: میدان عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا حج کی بناء پر ہے نہ کہ سفر کی بناء پر بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3351، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1563، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 45)

مذاہب اربعہ

مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ایک وقت میں جمع کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھنا مستحب ہے اگر ان دونوں نمازوں کو مغرب کے وقت میں پڑھ لیا۔ یا راستہ میں پڑھ لیا یا ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھا تو جائز ہے لیکن فضیلت نہیں ہے۔

(شرح للنواوی: جز: 1، ص: 416)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: علامہ مازری مالکی فرماتے ہیں: جس شخص نے یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھ لیں اس کے بارے میں ہمارے ہاں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب کی نماز دہرائے۔ یہ قول حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی بناء پر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نہ دہرائے کیونکہ ان نمازوں کو جمع کرنا سنت ہے اور ترک سنت اعادہ کو واجب نہیں کرتا اور یہ اختلاف عرفات کی ظہر اور عصر کے جمع کرنے میں نہیں ہے کیونکہ مزدلفہ کی رات کو جب مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی گئی تو وہ اپنے وقت سے پہلے پڑھی گئی اس لئے دہرائی جائے گی اور یوم عرفہ کو جب عصر اپنے معروف وقت میں پڑھی گئی تو اس دن کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھی گئی اس لئے قضا ہو گئی اب اس کے دہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز: 3، ص: 391)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے مزدلفہ پہنچنے سے قبل مغرب کی نماز پڑھی تو اس نے سنت کی مخالفت کی لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا پہلے نماز پڑھنا کافی نہیں ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دونوں نمازوں کو جمع کیا اور یہ حج کا فعل ہو گیا اور آپ نے فرمایا: مجھ سے حج کے افعال سیکھو۔ (المغنی: ج:3، ص:214)

حنفیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جس شخص نے مزدلفہ کے راستہ میں مغرب پڑھ لی تو یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور طلوع فجر سے پہلے اس پر اعادہ لازم ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز اس کے لئے کافی ہے لیکن اس نے برا کیا اور اگر اس نے مغرب کی نماز عرفات میں پڑھ لی پھر بھی یہی اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ جب اس نے مغرب کی نماز اپنے معروف وقت میں پڑھ لی تو اس پر اعادہ نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ طلوع فجر کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ جب مزدلفہ کے راستہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو مغرب کی نماز یاد دلائی تو آپ نے فرمایا: ''نماز کا وقت آگے ہے۔'' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ تاخیر واجب ہے اور یہ تاخیر اس لئے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جا سکے اس لئے جب طلوع فجر نہ ہو اس پر اعادہ واجب ہے تاکہ دونوں نمازیں جمع کی جا سکیں اور فجر کے طلوع ہونے کے بعد اب چونکہ جمع کرنا ممکن نہیں رہا اس لئے اس سے اعادہ ساقط ہو گیا۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:2، ص:378)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا مشروع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کے قبیل سے ہے یا محض سفر کی وجہ سے ہے یا سفر طویل کی وجہ سے ہے پس جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ان کو جمع کر کے پڑھنا حج کے افعال کی وجہ سے ہے وہ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے رہنے والے یوم عرفہ میں ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں گے اور جنہوں نے کہا ہے کہ سفر طویل کی وجہ سے ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں انہوں نے کہا ہے کہ مکہ مکرمہ، منیٰ، میدان عرفات اور مزدلفہ کے رہنے والے ان نمازوں کو پوری پڑھیں گے یعنی عشاء کی نماز میں قصر نہیں کریں گے اسی طرح وہ تمام لوگ جن کے اور مزدلفہ کے درمیان مسافت قصر نہیں ہے اور جن کا سفر طویل ہے وہ قصر کریں گے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا ہر نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا اور ان کے درمیان نفل نہیں پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے بعد نفل پڑھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ نے فرمایا: اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے کہ اس دن مغرب کی نماز مزدلفہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھیں گے۔ ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ان نمازوں کو مزدلفہ میں پڑھنے کی مشروعیت اور استحباب پر اہل علم کا عمل ہے نہ کہ اس کے وجوب اور لزوم پر کیونکہ اس پر ان کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اس میں ان کا اختلاف ہے پس سفیان ثوری نے کہا

ہے کہ ان دو نمازوں کو مزدلفہ میں پہنچے بغیر نہ پڑھے اور اس کے لئے ان نمازوں کو آدمی رات تک پڑھنے کی گنجائش ہے اور اگر اس نے ان دو نمازوں کو مزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھ لیا تو ان نمازوں کا اعادہ کرے گا۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ان دو نمازوں کو مزدلفہ پہنچنے سے قبل پڑھ لیا ہے تو اس پر ان نمازوں کا اعادہ کرنا لازم ہے خواہ اس نے ان نمازوں کو شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھا یا شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھا ہو اس پر لازم ہے کہ جب وہ مزدلفہ پہنچے تو ان نمازوں کا اعادہ کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کوئی آدمی بغیر عذر کے مزدلفہ پہنچنے سے قبل ان نمازوں کو نہ پڑھے اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے ان نمازوں کو مزدلفہ سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اس وقت تک ان نمازوں کو جمع نہ کرے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ افضل ہے اور اگر اس نے ان نمازوں کو مغرب کے وقت میں جمع کر کے پڑھ لیا یا عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھا یا عرفات میں پڑھ لیا یا کسی اور جگہ میں پڑھ لیا یا جمع نہیں کیا بلکہ ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لیا تب بھی جائز ہے۔ اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، امام ابو یوسف اور اشہب کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو اصحاب الحدیث سے نقل کیا ہے اور تابعین میں سے عطاء، عروہ، سالم، قاسم اور سعید بن جبیر کا بھی یہی موقف ہے۔ (شرح العینی: ج:10، ص:16)

مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی اذان و اقامت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اذان اور اقامت کے متعلق فقہاء کی آراء حسب ذیل ہیں:

1- ان میں سے ہر نماز کے لئے اقامت کہی جائے گی اور کسی نماز کے لئے بھی اذان نہیں دی جائے گی یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

2- ان میں سے پہلی نماز کو اقامت کے ساتھ پڑھا جائے گا یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سفیان ثوری کا قول ہے۔

3- پہلی نماز کے لئے اذان دی جائے گی اور ہر نماز کے لئے اقامت کہی جائے گی یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

4- پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری نماز کے لئے اذان اور اقامت نہیں ہوگی۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب ہے۔

5- ہر نماز کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے گی یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ (شرح العینی: ج:10، ص:17)

عرفات میں ظہر اور عصر کی جمع تقدیم میں اذان و اقامت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مسجد نمرہ میں جمع تقدیم مثلاً ظہر اور عصر کے متعلق تین قول ہیں:

1- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جمہور اصحاب کا یہ قول ہے کہ پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور ہر نماز کے لئے اذان اور اقامت نہیں کہی جائے گی۔

2- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے گی اور دوسری کے لئے نہیں کہی جائے گی۔

3۔ ابوالحسین القطان کا مذہب یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے گی۔ (شرح العینی: ج:10، ص:17)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ جَمْعِ التَّقْدِيْمِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر میں جمع تقدیم کا بیان

852- عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَزَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا ثُمَّ ارْتَحَلَ . رَوَاهُ جَعْفَرُ الْفِرْيَابِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالْاِسْمَاعِيْلِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْ مُسْتَخْرَجِهٖ عَلٰى مُسْلِمٍ وَهُوَ حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت کسی سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر وعصر ایک ساتھ پڑھا کرتے پھر کوچ فرمایا کرتے۔ (بلوغ المرام: ج:1، ص:158، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 36167، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3348، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1018، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5312، کنز العمال: رقم الحدیث: 21740، مسند احمد: رقم الحدیث: 11668، مسند الصحابہ: رقم الحدیث: 411، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1686)

853- وَعَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَاِنْ يَّرْتَحِلْ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذٰلِكَ اِنْ غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَاِنْ يَّرْتَحِلْ قَبْلَ اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَنْزِلَ لِلْعِشَآءِ ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَهُمَا . رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَهُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ .

ابوالزبیر ابوالطفیل سے وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک میں جس وقت آفتاب آپ ﷺ کے روانہ ہونے سے قبل ڈھل جاتا تو ظہر وعصر کو جمع فرمالیا کرتے اور اگر آفتاب ڈھل جانے سے قبل روانہ ہوتے تو ظہر کو موخر فرمایا کرتے حتیٰ کہ عصر کے لئے نزول فرماتے اور مغرب میں یونہی اگر آفتاب آپ ﷺ کے روانہ ہونے سے قبل ڈوب جاتا تو مغرب وعشاء کو جمع فرمالیا کرتے اور اگر آفتاب ڈوب جانے سے قبل روانہ ہوتے تو مغرب کو موخر فرمادیتے حتیٰ کہ عشاء کی خاطر نزول فرماتے پھر دونوں نمازوں کو جمع فرمالیا کرتے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1022، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5316، مسند الصحابہ: رقم الحدیث: 1208)

854- وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ زَيْغِ الشَّمْسِ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى اَنْ يَّجْمَعَهَا اِلَى الْعَصْرِ فَيُصَلِّيَهُمَا

جَمِيْعًا وَّاِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ عَجَّلَ الْعَصْرَ اِلَى الظُّهْرِ وَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا ثُمَّ سَارَ وَكَانَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ اَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَآءِ وَاِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ عَجَّلَ الْعِشَآءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ . رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَهُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ جِدًّا .

یزید بن حبیب ابوطفیل سے وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جس وقت آفتاب ڈھلنے سے قبل روانہ ہوتے تو ظہر کو مؤخر فرمادیتے حتیٰ کہ اس کو عصر کے ساتھ جمع فرمالیا کرتے پس ان دونوں کو جمع کرکے ادا فرمالیا کرتے۔ اور جس وقت آفتاب کے ڈھل جانے کے بعد روانہ ہوتے تو عصر کو ظہر کی جانب جلدی فرمادیتے اور ظہر اور عصر کو ایک ہی ساتھ ادا فرمالیتے پھر چل پڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت غروب سے قبل روانہ ہوتے تو مغرب کو مؤخر فرمادیتے تا کہ اس کو عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھ لیں۔ اور جس وقت غروب ہوجانے کے بعد روانہ ہوتے تو عشاء کے اندر جلدی فرمالیا کرتے اور اس کو مغرب کے ساتھ پڑھ لیتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 336، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4533، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 656، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1031، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5317، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 508، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1593، مسند احمد: رقم الحدیث: 21080، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1220)

855- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي السَّفَرِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ فِيْ مَنْزِلِهٖ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ يَّرْكَبَ فَاِذَا لَمْ تَزِغْ لَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ سَارَ حَتّٰى اِذَا حَانَتِ الْعَصْرُ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَاِذَا حَانَتْ لَهُ الْمَغْرِبُ فِيْ مَنْزِلِهٖ جَمَعَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْعِشَآءِ وَاِذَا لَمْ تَحِنْ فِيْ مَنْزِلِهٖ رَكِبَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الْعِشَآءُ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جس وقت آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل ہی میں ڈھل جایا کرتا تو اس وقت ظہر اور عصر کو سوار ہونے سے پہلے اکٹھی فرمالیا کرتے اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل میں آفتاب نہ ڈھلا کرتا تو چل پڑتے حتیٰ کہ جس وقت عصر کا وقت ہوجاتا تو نزول فرمالیتے اور ظہر وعصر کو اکٹھی فرمالیا کرتے اور جس وقت مغرب کا وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل ہی پر ہوجایا کرتا تو اس کو اور عشاء کو اکٹھی فرمالیا کرتے اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل میں مغرب کا وقت نہ ہوتا تو سوار ہوجاتے حتیٰ کہ جس وقت عشاء ہوجاتی تو نزول فرمالیتے اور ان دونوں کو اکٹھی فرمالیا کرتے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11522، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38529، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5320، سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 388، کنز العمال: رقم الحدیث: 22776، مسند احمد: رقم الحدیث: 3300، مسند البزار: رقم الحدیث: 4719، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 4405)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَدُلُّ عَلٰى تَرْكِ جَمْعِ التَّقْدِيْمِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ

باب: ایسی روایات جو سفر میں دو نمازوں کے مابین جمع تقدیم نہ کرنے پر دال ہیں

856- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سورج ڈھل جانے سے قبل کوچ فرمایا کرتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر فرمایا کرتے پھر نزول فرماتے اور ان دونوں کو جمع فرمالیا کرتے۔ اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے سے قبل آفتاب نہ ڈھل چکا ہوتا تو اس وقت ظہر پڑھ کر پھر سوار ہوا کرتے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 704، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1111، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1218، سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 390، سنن النسائی: رقم الحدیث: 586، مسند احمد: رقم الحدیث: 13799، جامع المسانید: رقم الحدیث: 197)

857- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جس وقت جلدی کوچ فرمانا چاہتے تو نماز مغرب کو مؤخر فرما دیتے تاکہ اس کو اور عشاء کی نماز کو جمع فرمالیں۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 202، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3128، المؤطا: ج: 1، ص: 304، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4037، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5326، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1029، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1142، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 703)

مذاہب فقہاء

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام اور فقہاء میں سے امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور اشہب نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مطلقاً نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ حسن بصری، نخعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کا یہی قول ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صاحبین نے اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے اور علامہ سروجی نے شرح الہدایہ میں ان کا رد کیا ہے اور وہی اپنے مذہب کے زیادہ جاننے والے ہیں۔ جن احادیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے ان کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جمع صوری پر محمول ہیں اور وہ یہ ہے کہ مثلاً مغرب کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے۔ علامہ خطابیؒ نے اس پر یہ تعاقب کیا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے اگر ایسا ہی ہو جیسے انہوں نے ذکر کیا ہے تو پھر اس میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی بہ نسبت زیادہ تنگی ہوگی کیونکہ نماز کے اوقات کے اول اور آخر کو اکثر خواص بھی نہیں

جانتے چہ جائیکہ عام لوگ اس پر دلیل کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو، نیز احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا۔ اور جمع کے لفظ سے ذہن میں یہی معنیٰ متبادر ہوتا ہے اور جمع تقدیم سے نقض وارد ہوتا ہے۔ اور لیث نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس کے ساتھ خاص ہے جس کو اپنی مہم پر جلدی روانہ ہونا ہو اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول بھی یہی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا مسافر کے ساتھ خاص ہے۔ مقیم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ ابن حبیب کا قول ہے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہے جس کا کوئی عذر حکمی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جمع تاخیر جائز ہے اور جمع تقدیم جائز نہیں ہے اور یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور ابن حزم کا بھی یہی مختار ہے۔ (فتح الباری: ج:2، ص:604 تا 605)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جو فقہاء ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو شخص ظہر کی نماز کے وقت میں کسی جگہ ٹھہرا اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز کو ظہر کے ساتھ ملا کر دو نمازوں کو جمع کرے اور جب وہ سفر کر رہا ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھے جب اس کو اپنے ٹھہرنے پر اعتماد ہو اور عصر کا وقت باقی ہو اور جب وہ ان دونوں نمازوں کے وقت میں سفر کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے مقدم یا مؤخر کر کے دو نمازوں کو جمع کرے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے ساتھ ملائے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمع کرنے کے وقت میں اختلاف ہے اگر چاہے تو پہلی نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے اور اگر چاہے تو دوسری نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے یہ جمہور کا قول ہے پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو نقل کر کے کہا: یہ قول احادیث اور آثار کے خلاف ہے حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول احادیث اور آثار کے خلاف نہیں ہے بلکہ ائمہ ثلاثہ کا قول قرآن مجید کی آیات، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کے خلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید، سنت، آثار صحابہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے اور جن احادیث اور آثار میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے ان کو جمع صوری پر محمول کیا ہے۔ (شرح العینی: ج:7، ص:225)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (فتح الباری: ج:2، ص:607)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ تقاضا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ زوال آفتاب کے بعد روانہ ہوئے تو آپ دونوں نمازوں کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ ظہر کو اپنے وقت میں پڑھتے پھر سوار ہوتے اور عصر کو ظہر کی نماز کے بعد متصل نہیں پڑھتے تھے بلکہ عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے بعد اپنے وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ اصول کا تقاضا اسی طرح ہے اسی وجہ سے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھنے کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اسحاق بن راہویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں

ہوتے اور سورج زائل ہو جاتا تو آپ ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے پھر روانہ ہوتے اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اسحاق کا قول منکر قرار دیا ہے۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسحاق شبابہ سے اس حدیث کی روایت میں متفرد ہے اور شبابہ لوگوں کو ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ شبابہ مرجئی تھا اس لئے دو نمازوں کو جمع کرنے کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (شرح العینی: ج: 7، ص: 226)

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ جَمْعِ التَّاْخِيْرِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر میں دو نمازوں کے مابین جمع تاخیر کا بیان

858- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَاِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لمسلم اخر الظهر حتى يدخل اول وقت العصر ثم يجمع بينهما .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آفتاب کے ڈھل جانے سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کو عصر کے وقت مؤخر کرتے پھر ان دونوں کے مابین جمع فرمایا کرتے اور جس وقت آفتاب ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوا کرتے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے ظہر کو مؤخر کرتے تا کہ عصر کا اول وقت داخل ہو جائے پھر دونوں کو جمع فرمالیا کرتے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 704، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1111، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1218، سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 390، مسند احمد: رقم الحدیث: 13799، سنن النسائی: رقم الحدیث: 586، جامع المسانید: رقم الحدیث: 197)

859- وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَجِلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ اِلٰى اَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَآءِ حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

انہی (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت جلدی سفر کرنا ہوتا تو ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر فرماتے پھر دونوں کے مابین جمع فرماتے اور مغرب کو مؤخر فرماتے تا کہ اس کے اور عشاء کے مابین جمع کرلیں جبکہ شفق غائب ہو جاتا۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4031، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1145، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 704)

860- وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بَعْدَ اَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جس وقت سفر میں جلدی ہوا کرتی تو شفق غائب ہونے کے بعد مغرب وعشاء کو جمع

کرتے اور فرمایا کرتے: یقیناً رسول اللہ ﷺ کو جس وقت سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب وعشاء کو جمع فرما لیتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:335،سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:1572،اللؤلؤ والمرجان: جز:1،ص:390،معجم الاوسط: رقم الحدیث:7578، تقریب الاسانید وترتیب المسانید: جز:1،ص:50،جامع الاصول: رقم الحدیث:39723،جامع الاصول: جز:5،ص:713،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5299،سنن النسائی: رقم الحدیث:594)

861- وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ اِلٰى رُبْعِ اللَّيْلِ . رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ فِي الْمَرْفُوْعِ اِنَّمَا هُوَ وَهْمٌ وَّالصَّوَابُ وَقْفُهَا وَفِيْهَا اِضْطِرَابٌ وَالْمَحْفُوْظُ بِدُوْنِهَا .

انہی (نافع) کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جس وقت سفر میں جلدی ہوا کرتی تو چوتھائی رات تک مغرب وعشاء کو جمع کر لیا کرتے۔ نیموی نے فرمایا: حدیث مرفوع میں ان الفاظ کا اضافہ ایک وہم ہے اور درست بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اس میں اضطراب ہے اور اضافہ کے بغیر یہ حدیث محفوظ ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:964، کنز العمال: رقم الحدیث:22783،مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث:2387،مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث:5422،مسند احمد: رقم الحدیث:5574،مسند البزار: رقم الحدیث:5428،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:5516،سنن دارقطنی: جز:1،ص:390)

862- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَابَتْ لَهُ الشَّمْسُ بِمَكَّةَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا بِسَرِفَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَفِيْهِ اَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ وَهُوَ مُدَلِّسٌ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں آفتاب غروب ہو گیا تو آپ ﷺ نے مقام سرف میں دونوں نمازوں کو جمع فرمایا۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث:4036،سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1028،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5324، مسند احمد: رقم الحدیث:14543،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:240،معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1695)

مذاہب اربعہ

فقہاء کے مذاہب درج ذیل ہیں:

حنابلہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر شرعی میں جو موجب قصر ہے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اگرچہ جمع مقدم ہو یا جمع موخر ہو۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی بناء پر مغرب اور عشاء کو ایک ہی وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے مگر ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ سرد اور اندھیری رات میں آندھی کی بناء پر دو نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور دوسرا عدم جواز کا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرض کی بناء پر دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس مرض کی بناء پر مریض میں ضعف اور کمزوری ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بارش کی بناء پر جو دو نمازوں کو جمع کرنا

جائز قرار دیا ہے وہ اس آدمی کے واسطے ہے جو مسجد جا کر نماز ادا کرے اور جو اکیلا گھر میں نماز پڑھے اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک تو جواز کا ہے اور دوسرا عدم جواز کا ہے۔ (المغنی: ج:2، ص56 تا 59)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق تین قول ہیں:

1-عدم جواز، 2-کراہت، 3-اگر سفر میں جلد جانا مطلوب ہو تو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

مرض کی بناء پر دو نمازوں کو جمع کرنے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو اقوال ہیں: 1-اگر مرض کی بناء پر عقل زائل ہونے کا خدشہ ہو تو جمع کرے ورنہ نہیں۔

2-جمع صوری کرے یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اول وقت میں ادا کرے۔ بارش، کیچڑ اور اندھیرے کی بناء پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ایک ہی وقت میں پڑھنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اجازت نہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص355 تا 358)

شافعیہ کا مذہب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر طویل جو موجب قصر ہے اس میں ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے خواہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھیں یا دوسری نماز کو پہلی کے وقت میں پڑھیں اور جو سفر قصر ہے اور موجب قصر نہیں اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سفر میں بھی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بھی سفر ہے اور اس میں بھی سواری پر نفل جائز ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ سفر قصر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سفر میں روزہ ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المہذب مع المجموع: ج:4، ص:370)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی بناء پر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے مگر یوں کہ پہلی نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا کی جائے اور دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھنے کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ املاء میں سفر پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے اور کتاب الام میں اس کو نا جائز قرار دیا ہے کیونکہ بعض اوقات دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے بارش رک جاتی ہے تو یہ جمع بغیر عذر ہو گا۔ (المہذب مع المجموع: ج:4، ص:378)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی بناء پر جمعہ اور عصر کو بھی جمع کرنا جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرض، آندھی، اندھیرا، خوف اور کیچڑ کی بناء پر دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے مشہور مذہب اسی طرح ہے البتہ علماء شافعیہ میں سے قاضی حسین اور ابو سلیمان خطابی نے مرض اور خوف کی بناء پر ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (شرح المہذب مع المجموع: ج:4، ص:383)

حنفیہ کا مذہب

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ سفر ہو مرض ہو بارش ہو یا آندھی، اندھیرا، کیچڑ اور خوف ہو۔

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے بتائیں کیا عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا نہ تو سفر میں جائز ہے اور نہ حضر میں جائز ہے۔ (المبسوط: ج:1، ص:47)

مزید راقم ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا یہ بیان فرمایئے کہ کیا بیمار شخص دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھے اور ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں نہ پڑھے۔ (المبسوط: ج:1، ص:224)

حنفیہ کے مزید دلائل

حنفیہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کے قائل ہی نہیں عرفات میں جو عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اس کو تواتر کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے مزید دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ نماز اپنے وقت میں ادا فرماتے تھے۔ (سنن النسائی: ج:2، ص:36)

دلیل نمبر:2

ابو العالیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(المصنف: ج:2، ص:552)

دلیل نمبر:3

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بغیر عذر کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ (المصنف: ج:2، ص:459)

دلیل نمبر:4

حسن اور محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ

ہمارے علم میں سنت یہی ہے کہ سفر اور حضر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جاتا سوا اس کے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے۔ (المصنف: ج: 2، ص: 459)

دلیل نمبر 5:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نیند میں قصور اور کوتاہی نہیں ہے قصور یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ پڑھے۔ (المصنف: ج: 2، ص: 551)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سفر وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے دو نمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے خواہ یوں ہو کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے یا یوں کہ پہلی کو اس قدر موخر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مگر اس دوسری صورت میں پہلی نماز ذمہ سے ساقط ہوگئی کہ بصورت قضا پڑھ لی اگر چہ نماز کے قضا کرنے کا گناہ کبیرہ سر پر ہوا اور پہلی صورت میں تو دوسری نماز ہوگی ہی نہیں اور فرض ذمہ پر باقی ہے ہاں اگر عذر سفر و مرض وغیرہ سے صورۃً جمع کرے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں پڑھے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 52)

اس باب کے مسئلہ کی تحقیق پچھلے باب میں بھی ہے لہٰذا وہاں بھی دیکھ لیجیے۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَدُلُّ اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ كَانَ جَمْعًا صُوْرِيًّا

باب: ایسی روایات جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جمع صوری ہوتی ہیں

863- عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا اِلَّا بِجَمْعٍ وَّعَرَفَاتٍ ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اس کے مخصوص وقت پر ادا کرتے تھے صرف مزدلفہ اور عرفات کا معاملہ مختلف ہے۔ یہ روایت امام نسائی نے نقل کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

864- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَآءَ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو موخر فرمایا کرتے عصر کو مقدم فرماتے اور مغرب کو موخر

فرماتے اور عشاء کو مقدم فرمایا کرتے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث:1582، طحاوی: جز:1، ص:113، مسند احمد: جز:6، ص:135)

865- وَعَنْ كَثِيرِ بْنِ قَارَوَنْدَ قَالَ سَأَلْنَا سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ اَبِيْهِ فِي السَّفَرِ وَسَأَلْنَاهُ هَلْ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوتِهِ فِيْ سَفَرِهٖ فَذَكَرَ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِيْ عُبَيْدٍ كَانَتْ تَحْتَهٗ فَكَتَبَتْ اِلَيْهِ وَهُوَ فِيْ زِرَاعَةٍ لَّهٗ اِنِّيْ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا وَ اَوَّلِ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ فَرَكِبَ فَاَسْرَعَ السَّيْرَ اِلَيْهَا حَتّٰى اِذَا حَانَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَلَمْ يَلْتَفِتْ حَتّٰى اِذَا كَانَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ نَزَلَ فَقَالَ اَقِمْ فَاِذَا سَلَّمْتُ فَاَقِمْ فَصَلّٰى ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةُ فَقَالَ كَفِعْلِكَ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى اِذَا اشْتَبَكَتِ النُّجُوْمُ نَزَلَ ثُمَّ قَالَ لِلْمُؤَذِّنِ اَقِمْ فَاِذَا سَلَّمْتُ فَاَقِمْ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْاَمْرُ الَّذِيْ يَخَافُ فَوْتَهٗ فَلْيُصَلِّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ ۔ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

کثیر بن قاروند کا بیان ہے کہ ہم نے سالم بن عبداللہ سے حالت سفر میں ان کے والد محترم کی نماز کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ اپنے سفر میں کسی نماز کو جمع کر کے پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: صفیہ بنت ابی عبید آپ کے عقد میں تھیں۔ انہوں نے آپ کو مکتوب لکھا کہ اس وقت آپ اپنی زرعی زمین میں تشریف فرما تھے۔ یقیناً میں دنیا کے دنوں کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میں ہوں چنانچہ وہ سوار ہوئے اور جلدی سے اس کی جانب پہنچ گئے حتیٰ کہ جس وقت نماز ظہر کا وقت ہوا تو مؤذن نے ان کو کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! نماز! آپ نے التفات نہ فرمایا حتیٰ کہ جس وقت دو نمازوں کا درمیانی وقت ہوا تو نزول فرما کر کہا: اقامت کہو۔ جس وقت میں سلام پھیرلوں تو اقامت کہنا آپ نماز پڑھتے ہی سوار ہو گئے حتیٰ کہ سورج غائب ہو گیا۔ مؤذن نے کہا: نماز! ارشاد فرمایا: جس طرح ظہر و عصر میں معاملہ کیا تھا ویسے ہی پھر چل پڑے حتیٰ کہ جب تارے چمکنے لگے تو نزول فرمایا پھر مؤذن سے فرمایا: اقامت کہو اور جس وقت میں سلام پھیرلوں تو دوبارہ اقامت کہنا پس آپ نے نماز ادا فرمائی پھر فراغت فرما کر واپس ہوئے پس ہماری جانب التفات کر کے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم میں سے کسی کو یہ معاملہ ہو جس کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو اس کو یہ نماز پڑھنا چاہیے۔

(جامع الاصول: جز:5، ص:713، سنن النسائی: رقم الحدیث:584)

866- وَعَنْ نَّافِعٍ وَّعَبْدِاللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ اَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ الصَّلٰوةُ قَالَ سِرْ سِرْ حَتّٰى اِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَآءَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهٖ اَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِيْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ مَسِيْرَةَ ثَلَاثٍ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

نافع اور عبداللہ بن واقد کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے کہا: نماز! ارشاد فرمایا: چلو چلو۔ حتیٰ کہ جس وقت شفق غائب ہونے سے قبل کا وقت ہوا تو نزول فرما کر مغرب ادا فرمائی پھر انتظار کیا حتیٰ کہ جس وقت شفق غائب ہوا تو عشاء ادا

مائی پھر فرمایا: یقیناً رسول اللہ ﷺ کو جس وقت کسی کام میں جلدی ہوا کرتی تو یونہی کرتے جیسے میں نے کیا پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس دن اور رات میں تین دن کی مسافت چل پڑے۔

(احکام الشرعیہ الکبریٰ: ج:2، ص:335، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1026، سنن دار قطنی: رقم الحدیث:18)

867- وَعَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ سَفَرٍ یُرِیْدُ اَرْضًا لَّهٗ فَاَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ صَفِیَّةَ بِنْتَ اَبِیْ عُبَیْدٍ لَّمَا بِهَا فَانْظُرْ اِنْ تُدْرِكُهَا فَخَرَجَ مُسْرِعًا وَّمَعَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُّسَایِرُهٗ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ یُصَلِّ الصَّلٰوةَ وَكَانَ عَهْدِیْ بِهٖ وَهُوَ یُحَافِظُ عَلَی الصَّلٰوةِ فَلَمَّآ اَبْطَاَ قُلْتُ الصَّلٰوةُ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَالْتَفَتَ اِلَیَّ وَمَضٰی حَتّٰی اِذَا كَانَ فِیْ اٰخِرِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَقَامَ الْعِشَآءَ وَقَدْ تَوَارَی الشَّفَقُ فَصَلّٰی بِنَا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهِ السَّیْرُ صَنَعَ هٰكَذَا. رَوَاهُ النَّسَآئِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالطَّحَاوِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ.

ابن جابر کا بیان ہے کہ مجھے نافع نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی معیت نکلا وہ اپنی ایک زمین کا ارادہ رکھتے تھے پس ان کو ایک آنے والے نے کہا: یقیناً صفیہ بنت ابی عبید اپنی ایک تکلیف میں ہیں۔ اگر آپ اس کو پالیتے۔ چنانچہ آپ جلدی سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک قریش کا آدمی بھی ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ آفتاب غروب ہوا تو آپ نے نماز ادا نہ فرمائی اور جس وقت سے میرا ان کے ساتھ میل ملاپ تھا تو وہ نماز کی حفاظت فرماتے تھے۔ پس جس وقت تاخیر ہوگئی تو میں عرض گزار ہوا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے نماز! اس پر انہوں نے میری جانب دیکھا اور پھر چل دیئے حتیٰ کہ جس وقت شفق کے آخری وقت پر تھے تو سواری سے نزول فرمایا۔ اور مغرب ادا فرمائی پھر عشاء کی اقامت فرمائی اس وقت شفق غائب ہوگیا تھا ہم کو نماز پڑھا کر ہماری جانب التفات فرما کر ارشاد فرمایا: یقیناً رسول اللہ ﷺ نے جس وقت جلدی روانہ ہونا ہوتا تو یونہی کرتے۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:1569، جامع الاصول: ج:5، ص:713، سنن النسائی: رقم الحدیث:591، مسند الصحابہ: رقم الحدیث:595)

868- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتّٰی كَادَ اَنْ تَظْلِمَ ثُمَّ یَنْزِلُ فَیُصَلِّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ یَدْعُوْا بِعَشَآءٍ فَیَتَعَشّٰی ثُمَّ یُصَلِّی الْعِشَآءَ ثُمَّ یَرْتَحِلُ وَیَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ.

عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن جدہ سے راوی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس وقت سفر فرماتے تو سورج غروب ہو جانے کے بعد روانہ ہوتے حتیٰ کہ اندھیرا چھانے لگ جاتا پھر نزول فرما کر مغرب ادا فرمایا کرتے پھر رات کا کھانا طلب کروا کر کھاتے پھر عشاء ادا فرماتے پھر روانہ ہو جاتے اور ارشاد فرماتے: رسول اللہ ﷺ بھی یونہی کرتے تھے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث:32605، جامع الاصول: رقم الحدیث:4036، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1045، کنز العمال: رقم الحدیث:17644، مسند ابی یعلیٰ: رقم

الحدیث:548،مسند الصحابة:رقم الحدیث:1234)

869- وَعَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ وَفَدْتُ اَنَا وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَنَحْنُ نُبَادِرُ لِلْحَجِّ فَكُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهٖ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهٖ وَنَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهٖ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهٖ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ . رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

ابو عثمان کا بیان ہے کہ میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک ساتھ سفر کیا اور ہم کو حج کی جلدی تھی پس ظہر وعصر کو جمع فرمایا کرتے تھے اس میں سے کچھ پہلے کر لیتے اور اس میں کچھ مؤخر کر لیتے مغرب وعشاء کو جمع فرماتے اس میں سے کچھ مقدم کر لیتے اور اس میں سے کچھ مؤخر کر لیتے حتیٰ کہ ہم مکہ مکرمہ آ گئے ۔(شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:990)

یہ باب احناف کے مسلک کی تائید میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس جگہ بھی نمازوں کو اپنے اوقات سے مقدم یا مؤخر کرتے تھے تو اس سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ حقیقتاً ایک کو دوسرے کے وقت میں ادا کرتے تھے۔

جمع صوری کے متعلق پیچھے مسئلہ بیان ہو گیا ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْجَمْعِ فِی الْحَضَرِ

باب: حضر میں جمع کرنا

یہ باب حضر میں نماز جمع کرنے کے حکم میں ہے۔

870- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِالْمَدِيْنَةِ فِیْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ و اٰخرون .

قَالَ النِّيْمَوِیُّ وللعلمآء تاویلاتٌ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ كلها سخيفة الا الحمل على الجمع الصورى .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف یا بارش کے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

علماء کے نزدیک اس حدیث کی کافی ساری تاویلات ہیں جو ساری کی ساری ضعیف ماسوا جمع صوری پر محمول کرنے کے۔

(صحیح مسلم:رقم الحدیث:705،سنن ابو داؤد:رقم الحدیث:1210،سنن النسائی:رقم الحدیث:601)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجَمْعِ فِي الْحَضَرِ

باب: حضر میں جمع کی ممانعت کا بیان

871- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً إِلَّا لِمِيْقَاتِهَا إِلَّا صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کوئی ایسی نماز ادا فرمائی ہو۔ ماسوا اس کے اپنے وقت میں ادا کرنے کے مگر دو نمازوں کے مغرب و عشاء مزدلفہ کے اندر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز فجر کو اس کے وقت سے قبل پڑھا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 2988، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2270، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 3506، مسند احمد: رقم الحدیث: 3455، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 45)

872- وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْأُخْرٰى . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْآخَرُوْنَ .

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوب سن لو! سونے کے اندر کوئی کوتاہی نہیں کوتاہی تو اس آدمی کے اوپر جو دوسری نماز کا وقت داخل ہونے پر نماز ہی نہ ادا کرے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 12، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1583، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 153، الموطا: جز: 1، ص: 43، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 19443، جامع الاصول: جز: 5، ص: 85، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1256، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 373، سنن البیہقی الکبریٰ: 1639)

873- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ سُئِلَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا التَّفْرِيْطُ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ أَنْ تُؤَخِّرَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الْأُخْرٰى . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

عثمان بن عبداللہ موہب بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: نماز میں کوتاہی کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ کہ تم نماز کو اتنا مؤخر کر دو کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ یہ روایت امام طحاوی نے نقل کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 989، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 338)

874- وَعَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَا يَفُوْتُ صَلٰوةٌ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الْأُخْرٰى . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نماز فوت نہیں ہوا کرتی حتیٰ کہ دوسری کا وقت نہ آ جائے۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 988)

مذاہب اربعہ

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرض، آندھی، اندھیرا، خوف اور کیچڑ کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں ہے مشہور مذہب یہی البتہ علماء شافعیہ میں سے قاضی حسین اور ابوسلیمان خطابی نے مرض اور خوف کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (شرح المہذب: ج:4،ص:387)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی وجہ سے بھی دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن اس طرح کہ پہلی نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھی جائے اور دوسری کے وقت میں پہلی نماز پڑھنے کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں املاء میں سفر پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے اور کتاب الام میں اس کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ بعض اوقات دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے بارش رک جاتی ہے تو یہ جمع بغیر عذر ہوگا۔ (المہذب مع المجموع: ج:4،ص:387)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس میں شرط یہ ہے کہ بارش اتنی شدید ہو کہ کپڑے بھیگ جائیں۔ (شرح المہذب مع المجموع: ج:4،ص:387)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی بیان فرماتے ہیں کہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی وجہ سے جمعہ اور عصر کو بھی جمع کرنا جائز ہے۔ (شرح المہذب: ج:4،ص:387)

علامہ نووی اس حدیث ''بغیر سفر اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا'' کی یہ تاویل بھی کہ آپ نے بارش کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا پھر اس تاویل کو خود یہ کہہ کر ادا کر دیا کہ سنن ترمذی میں ہے آپ نے بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔ دوسری تاویل یہ کی مطلع ابر آلود تھا اور آپ نے ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی تھی ان کا بعد میں پتہ چلا تھا لیکن اس تاویل کو بھی انہوں نے رد کر دیا کہ یہ بات ظہر اور عصر میں تو چل سکتی ہے مغرب اور عشاء میں نہیں۔ تیسری تاویل یہ کی ہے کہ آپ نے پہلی نماز آخری وقت میں پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو پتہ چلا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو چکا تھا اس کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ تاویل خلاف ظاہر ہے اور باطل ہے۔ چوتھی تاویل جس پر ان کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بیماری کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا۔

(شرح للنواوی: ج:3،ص:2149تا2150)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تاویل بھی باطل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ نے بغیر سفر کے اور بغیر خوف کے دو نمازوں کو جمع کیا۔ اگر آپ نے بیماری کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کیا تھا تو وہ مرض بڑھنے کے خوف میں داخل ہے حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں آپ نے بغیر خوف کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ نیز آپ کی بیماری کے ایام معروف ہیں اور ان ایام میں آپ کے نماز پڑھنے کی تفصیل کا احادیث میں ذکر ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ علاوہ ازیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہرحال قرآن مجید کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو قرآن

مجید کی مخالفت پر محمول کیا جائے اور یہ کیوں نہ کہا جائے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھا اور مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا اور دو نمازوں کو صورۃً جمع کیا تا کہ بیماری کے ایام میں امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: مرض کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اگر مرض کی وجہ سے عقل ماؤف ہونے کا خدشہ ہو تو جمع کرے ورنہ نہیں دوسرا یہ کہ جمع صوری کر لے یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھ لے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:355)

بارش، کیچڑ اور اندھیرے کی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اجازت نہیں دیتے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:358)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بارش کی وجہ سے مغرب اور عشاء کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ سرد اور اندھیری رات میں آندھی کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور دوسرا عدم جواز کا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرض کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ سے مریض میں ضعف اور کمزوری ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بارش کی وجہ سے جو جمع بین الصلوٰتین کو جائز قرار دیا ہے وہ اس آدمی کے لئے ہے جو مسجد میں جا کر نماز پڑھے اور جو تنہا گھر میں نماز پڑھے اس کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک جوازی اور دوسرا عدم جواز کا۔ (المغنی: ج:2،ص:56 تا 59)

حنفیہ کا مذہب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ سفر ہو، بارش ہو یا آندھی، اندھیرا، کیچڑ اور خوف ہو۔

امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی 189ھ فرماتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: مجھے یہ بتلائیے کہ کیا عرفات اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا نہ سفر میں جائز نہ حضر میں۔ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: یہ بتلائیے کہ کیا بیمار شخص دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے فرمایا: ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھے اور ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں نہ پڑھے۔

(المبسوط: ج:1،ص:47، ج:1،ص:224)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے ابواب

بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن کی فضیلت کا بیان

875- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ يَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا: اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جسے مسلمان بندہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی حالت میں پا لے تو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمادے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کی کمی کی جانب اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 852، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1340، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1751، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 935، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5416، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1549، مسند احمد: رقم الحدیث: 7764)

876- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِي الْجُمُعَةِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین دن جس پر آفتاب طلوع ہوا وہ جمعہ کا روز ہے۔ اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اسی روز وہ جنت میں داخل فرمائے گئے اسی روز جنت سے باہر نکالے گئے۔ اور قیامت قائم نہ ہوگی مگر جمعہ کے روز میں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 3: ص: 366، معجم الاوسط: ج: 4، ص: 326، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 12158، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 12467، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5800، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 450، شعب الایمان: رقم الحدیث: 2709، کنز العمال: رقم الحدیث: 21050، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2543، مسند احمد: رقم الحدیث: 9041)

877- وَعَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيِّدُ الْاَيَّامِ يَوْمُ

الْجُمُعَةِ وَاَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَهُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ يَّوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْاَضْحٰى وَفِيْهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَهْبَطَ اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْاَرْضِ وَفِيْهِ تَوَفَّى اللّٰهُ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَّا يَسْاَلُ الْعَبْدُ فِيْهَا شَيْئًا اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ مَالَمْ يَسْاَلْ حَرَامًا وَّفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ مَامِنْ مَّلَكٍ مُّقَرَّبٍ وَّلَا سَمَآءٍ وَّلَا اَرْضٍ وَّلَا رِيَاحٍ وَّلَا جِبَالٍ وَّلَا بَحْرٍ اِلَّا هُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابولبابہ بدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے زیادہ بڑائی والا ہے وہ رب تعالیٰ کے ہاں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ سے بھی عظمت والا ہے۔ اور اس روز میں پانچ اشیاء ہوئیں۔ اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے پیدا فرمایا اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کے اوپر اتارا۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اٹھایا اسی روز میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس میں کسی چیز کو طلب کرتا ہے مگر رب تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا فرما دیتا ہے جب تک وہ کسی حرام چیز کو طلب نہ کرے اور اسی روز قیامت برپا ہوگی کوئی ایسا مقرب فرشتہ نہیں اور نہ ہی آسمان، نہ ہی زمین، نہ ہی ہوائیں، نہ ہی پہاڑ اور نہ ہی سمندر جو جمعہ کے روز سے خوفزدہ نہ ہوتا ہو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 4511، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 8698، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2047، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1074، کنز العمال: رقم الحدیث: 21061، مسند احمد: رقم الحدیث: 14997، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 15120، مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث: 309، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5559)

878- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ اِنَّا لَنَجِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ يُّصَلِّيْ يَسْاَلُ اللّٰهَ فِيْهَا شَيْئًا اِلَّا قَضٰى لَهٗ حَاجَتَهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاَشَارَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بَعْضُ سَاعَةٍ فَقُلْتُ صَدَقْتَ اَوْ بَعْضُ سَاعَةٍ قُلْتُ اَيُّ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ هِيَ اٰخِرُ سَاعَاتِ النَّهَارِ قُلْتُ اِنَّهَا لَيْسَتْ سَاعَةَ صَلٰوةٍ قَالَ بَلٰى اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا صَلّٰى ثُمَّ جَلَسَ لَا يَحْبِسُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ فَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا اور رسول اللہ ﷺ جلوہ فگن تھے یقیناً ہم کتاب اللہ میں جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت پاتے ہیں جسے کوئی مومن بندہ پڑھنے کے وقت اس ساعت اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرتے ہوئے نہیں پاتا مگر اس کی حاجت کو پورا فرما دیا جاتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے میری طرف اشارہ فرمایا (ایک ساعت) یا ساعت کا کچھ حصہ۔ میں عرض گزار ہوا: وہ ساعت کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دن کی ساعات میں سے آخری ساعت۔ میں عرض گزار ہوا: بے شک یہ نماز والی ساعت تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں۔ یقیناً! مومن بندہ جس وقت نماز ادا کرے پھر یونہی بیٹھا رہ جائے کہ صرف اس کو نماز ہی روکے رکھے تو وہ نماز ہی میں ہے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 14854، جامع الاصول: ج:9، ص:369، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1129)

879- وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَّسْاَلُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْهَا خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَهِيَ بَعْدَ الْعَصْرِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً بروز جمعہ کو ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے اس میں بھلائی کی بھیک مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرما دیتا ہے اور وہ بعد عصر کے ہے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1414، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 251، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1736، غایۃ المقصد: جز: 1، ص: 1140)

880- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ سَاعَةً لَّا يُوْجَدُ فِيْهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَّسْاَلُ اللّٰهَ شَيْئًا اِلَّا اٰتَاهُ اِيَّاهُ فَالْتَمِسُوْهَا اٰخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے روز بارہ ساعات ہیں کوئی مسلمان اس میں رب تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہوا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ وہ اس کو ضرور عطا فرما دیتا ہے پس تم اسے عصر کے بعد آخری ساعت میں ڈھونڈو۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1697، مستدرک: رقم الحدیث: 1032، جامع الاصول: رقم الحدیث: 6875، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 11481، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 884، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5797، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1372)

881- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاَيَّامُ فَعُرِضَ عَلَيَّ فِيْهَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَاِذَا هِيَ كَمِرْاٰةٍ بَيْضَاءَ فَاِذَا فِيْ وَسْطِهَا نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قِيْلَ السَّاعَةُ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر ایام کو پیش کیا گیا تو ان کے اندر جمعہ کے دن کو پیش کیا گیا دیکھا تو وہ سفید شیشے کی مانند تھا اور اس کے مابین ایک سیاہ نقطہ تھا میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے۔ کہا گیا: قیامت۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1468، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7307، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 14103، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 80، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4089، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5561)

882- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيْسَ بِتَارِكٍ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا غُفِرَلَهٗ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ جمعہ کے روز مسلمانوں میں سے کسی کی مغفرت کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4817، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 7071، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2518، کنز العمال: رقم الحدیث: 21053)

883- وَعَنْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَمَعُوْا فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَتَفَرَّقُوْا وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا اَنَّهَا اٰخِرُ سَاعَةٍ مِّنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ. رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ سُنَنِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

سلمہ بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے آپس میں اس ساعت کا ذکر کیا جو جمعہ کے روز ہے اس کے بعد وہ متفرق ہو گئے اور اس میں اختلاف نہ کیا کہ یہ جمعہ کے روز کی آخری ساعت ہے۔(مسند الشافعی: رقم الحدیث: 378، مسند الصحابۃ: ج: 47، ص: 408)

جمعہ کہنے کی وجوہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: ابوسلمہ نے کہا: پہلے جمعہ کے دن کو العروبۃ کہا جاتا تھا اور سب سے پہلے جس نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے انصار نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

امام ابن سیرین نے کہا: نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے قبل اور جمعہ کی فرضیت نازل ہونے سے قبل اہل مدینہ منورہ جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔ انہوں نے کہا: یہود کا بھی ایک دن ہے جس میں وہ عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ہر سات دنوں میں ان کا ایک مقدس دن ہے اور وہ السبت ہے اور نصاریٰ کے لئے بھی اس کی مثل ایک دن ہے اور وہ اتوار کا دن ہے پس آؤ ہم بھی ہفتہ میں ایک دن معین کریں جن میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس دن خصوصی نماز پڑھیں پھر انہوں نے کہا: یہود نے السبت کا دن معین کیا ہے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن معین کیا ہے پھر ہم یوم العروبۃ کا دن معین کرتے ہیں پھر وہ سب حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا پھر جس دن وہ جمع ہوتے تھے اس دن کا نام انہوں نے یوم الجمعہ رکھا۔(الجامع الاحکام القرآن: ج: 18، ص: 88)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا تھا وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا ہے اس دن کو جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن عبادت کے لئے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں جس طرح بہت زیادہ لعنت کرنے والے شخص کو لغت میں لعنہ کہا جاتا ہے۔ علامہ ثعلب نے فرمایا ہے کہ جس آدمی نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے جدامجد کعب بن لوی تھے اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔

علامہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کا نام دیا لیکن عروبہ کا یہ نام زمانہ اسلام میں مشہور ہوا ہے۔ علامہ سہیلی لکھتے ہیں: کعب بن لوی اسی دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں ان کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبر دیتے اور یہ بتلاتے کہ آپ ان کی اولاد میں سے مبعوث ہوں گے اور ان کو آپ کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں پڑھا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم کو جمع کیا۔
علامہ ثعلب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن قریش دارالندوہ میں جمع ہوتے تھے اس لئے یہ دن جمعہ کہلایا بہر حال اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے کہ اس دن کو زمانہ اسلام میں جمعہ کہا گیا۔ (لسان العرب: جز: 8، ص: 59)
علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس دن کا نام جمعہ رکھنے میں کئی اقوال ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس دن کا نام جمعہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بناوٹ کو مکمل کیا۔ (شرح العینی: جز: 2، ص: 231)

جمعہ سیّد الایام ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن سیّد الایام ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 2971)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان سیّد الشہور ہے اور جمعہ سیّد الایام ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 900)
علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: تنہا جمعہ یوم عرفہ سے افضل ہے پس ثابت ہوا کہ جمعہ سیّد الایام ہے جیسا کہ زبان زد خلائق ہے۔ (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط: ص: 483)

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت میں اقوال علماء کرام

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: متقدمین کا اس ساعت میں اختلاف ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ساعت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہوتی ہے اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک رہتی ہے۔
حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ نے کہا: یہ ساعت زوال آفتاب کے وقت ہوتی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ساعت زوال آفتاب سے لے کر ایک ہاتھ سائے تک ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس ساعت کا وقت وہ ہے جب مؤذن نماز کی اذان دیتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس ساعت کا وہ وقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نماز کے لئے اختیار کر لیا ہے۔ حضرت ابو بردہ اور ابن سیرین کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابوامامہ نے کہا: مجھے امید ہے کہ یہ وہ ساعات ہیں جب مؤذن اذان دیتا ہے یا جب امام منبر پر بیٹھتا ہے یا جب اقامت ہوتی ہے۔
شعبی نے کہا: یہ وقت خرید و فروخت ہونے سے لے کر حلال ہونے تک ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ساعت عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور مجاہد اور طاؤس سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ المہلب نے کہا ہے کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ساعت عصر کے بعد ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں یہ عروج کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کرنے کا وقت ہے سو اس وقت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے نمازیوں کی مغفرت واجب کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے سودا بیچنے کے لئے یہ قسم کھائی کہ اس کو یہ چیز اتنے کی ملی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا تو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید وعید سنائی ہے اور یہ اس ساعت کی تعظیم کی وجہ سے وعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا یہ معنیٰ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا جو آدمی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں۔ یہ وضاحت اس لئے کی کہ عصر کے بعد تو نوافل پڑھنا منع ہے اور حدیث میں یہ ہے کہ یہ ساعت اس وقت ہوتی ہے جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بندہ عصر کی نماز پڑھ کر مغرب کی نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو اس کا شمار نماز میں ہی ہوتا ہے اس لئے اس ساعت کا عصر کے بعد ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے وہ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ (شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 605 تا 606)

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی کا قول

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں: اس گھڑی کی تعیین میں اختلاف ہے بعض علماء کرام نے اس حدیث میں نماز کو لغوی معنیٰ پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دعا ہے اور یہ گھڑی جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر مغرب تک ہوتی ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ امام کے آنے سے لے کر نماز جمعہ سے فراغت تک یہ ساعت ہے۔ بعض نے کہا: امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت تک یہ ساعت ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: جز: 3، ص: 121)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ساعت کا حقیقی معنیٰ ہے ایک گھنٹہ یعنی دن اور رات کا چوبیسواں جز اور کبھی ساعت کا اطلاق زمانہ کے جز پر ہوتا ہے۔ جس کی مقدار غیر معین ہے اور کبھی ساعت کا اطلاق آن حاضر پر ہوتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے یا اٹھالی گئی صحیح یہ ہے کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے اور ہر جمعہ میں آتی ہے۔

ساعت جمعہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کو لیلۃ القدر کی طرح مخفی رکھا گیا ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کو ڈھونڈنے کے لئے محنت اور جدوجہد کریں اور جمعہ کے دن سارا دن اس ساعت کو تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔ ساعت جمعہ کے متعلق چالیس اقوال ہیں۔ محب طبری نے کہا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابو موسیٰ

اشعری رضی اللہ عنہ والی ہے۔
ان میں سب سے زیادہ مشہور حدیث حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (شرح العینی: ج:5،ص:353-354)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: اس ساعت کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز سے فراغت پانے تک یہ ساعت ہے۔ معراج میں ہے کہ خطبہ کے دوران دل میں دعا مانگے کیونکہ خطبہ کے دوران سکوت کا حکم فرمایا گیا ہے ایک اور حدیث میں ہے: یہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے اس حدیث مبارکہ کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔
علامہ طحطاوی لکھتے ہیں کہ علامہ زرقانی نے فرمایا: جمعہ کی ساعت کے بیالیس اقوال میں سے یہ دو قول زیادہ صحیح ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی ساعت ان دو اوقات میں گھومتی رہتی ہو لہٰذا ان دونوں اوقات میں دعا کرنی چاہئے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ایک لطیف ساعت ہے اور ہر شہر اور ہر خطیب کے اعتبار سے اس کا وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے کیونکہ جس وقت ایک شہر میں دن ہوتا ہے دوسرے شہر میں رات ہوتی ہے اور جس وقت ایک شہر میں ظہر ہوتی ہے دوسرے شہر میں عصر ہوتی ہے بہر حال سورج جس درجہ پر بھی حرکت کرتا ہے اس کی حرکت سے یہ ساعت کسی قوم پر طلوع ہوتی ہے اور کسی پر غروب ہوتی ہے۔ (ردالمحتار: ج:1،ص:773)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِهَا لِمَنْ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ

باب: جس پر جمعہ واجب اس پر ترک جمعہ کرنے کی وجہ سے سختی

884- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں یقیناً میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگادوں جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبری: ج:2،ص:20، البحر الزخار: رقم الحدیث: 1839، مستدرک: رقم الحدیث: 1020، تقریب الاسانید وترتیب المسانید: ج:1،ص:33، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3955، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 4714، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 999)

885- وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِيْنَاءَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَاهُ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَلٰى وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ

اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت حکم بن میناء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر اقدس پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جمعہ کو ترک کرنے سے باز آ جائیں گے یا رب تعالیٰ ان کے قلوب پر مہر ثبت فرما دے گا پھر وہ ضرور غافلین میں سے ہو جائیں گے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:475، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:1659، بلوغ المرام: رقم الحدیث:445، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:19625، جامع الاصول: رقم الحدیث:3953، جمع الجوامع: رقم الحدیث:1443، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:786، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5360)

886- وَعَنْ اَبِى الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ . رَوَاهُ الخمسة وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابو الجعد ضمری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جبکہ آپ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تین جمعوں کو ترک کر دے ان کو حقیر جان کر تو رب تعالیٰ اس کے قلب پر مہر ثبت فرما دیتا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:476، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1656، مستدرک: رقم الحدیث: 1034، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 288، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 21749، جامع الاصول: رقم الحدیث:3952، جمع الجوامع: رقم الحدیث:4480، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:888)

887- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تین جمعوں کو ترک کر دیا بغیر کسی ضرورت کے تو رب تعالیٰ اس کے قلب پر مہر ثبت فرما دیتا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث:1503، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1657، مستدرک: رقم الحدیث: 1081، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:21729، جمع الجوامع: رقم الحدیث:4460، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1116، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5781، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث:3183، شعب الایمان: رقم الحدیث:2744، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1856)

888- وَعَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ طُبِعَ عَلٰى قَلْبِهٖ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تین بار جمعہ کو ترک کر دیا بغیر کسی عذر کے تو اس کے دل پر مہر ثبت کر دی جائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:21515، اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1501، مستدرک: رقم الحدیث: 3811، غایۃ المقصد: ج:1، ص:1144، کنز العمال: رقم الحدیث:21136)

جمعہ کی فرضیت اور اس کے انکار کرنے والے کے لئے حکم

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: نماز جمعہ پڑھنا فرض قطعی ہے اس کی فرضیت کتاب سنت اور اجماع امت

سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (الجمعہ:9)

جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔

اور سنن ابوداؤد میں طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے سوا چار اشخاص کے غلام، عورت، بچہ اور مریض اور سنن بیہقی میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بچہ، غلام اور مسافر کے سوا ہر شخص پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے تین بار نماز جمعہ کو بغیر عذر کے ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں آزادی، مرد ہونا، مقیم ہونا، تندرست ہونا، آنکھوں اور ٹانگوں کا سلامت ہونا، شہر، جماعت، خطبہ، سلطان، جمعہ کا وقت اور اذن عام۔ (فتح القدیر: جز:2 ص:21 تا 22)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ (درمختار: جز:3 ص:5)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: بلاشبہ بلاعذر شرعی ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق ومسقط عدالت ووجہ رد شہادت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:11 ص:304)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ عَدَمِ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ عَلَى الْعَبْدِ وَالنِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ وَالْمَرِيْضِ

باب: غلام، عورتوں، بچوں اور مریض پر جمعہ کا واجب نہ ہونے کا بیان

889- عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْدًا مَّمْلُوْكًا اَوِ امْرَاَةً اَوْ صَبِيًّا اَوْ مَرِيْضًا . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ .

طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان پر باجماعت جمعہ حق واجب ہے ماسوا چار لوگوں کے مملوک غلام، عورت یا بچہ یا مریض۔ (مستدرک: جز:1 ص:425، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1 ص:373، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:901، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3 ص:172، مسند الصحابۃ: جز:46 ص:356)

شرح:

جمعہ فرض ہونے کے لئے چند شرائط ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی مفقود ہوئی تو جمعہ فرض نہیں ہوگا:

1-شہر میں مقیم ہونا، 2-صحت یعنی مریض پہ جمعہ فرض نہیں۔ مریض سے مراد وہ ہے جو کہ مسجد جمعہ تک نہ جا سکتا ہو یا چلا تو جائے مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا، شیخ فانی بھی مریض کے میں ہے۔

3-آزاد ہونا، لہٰذا غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کر سکتا ہے۔

4-مرد ہونا (لہٰذا عورت پر فرض نہیں)

5-بالغ ہونا (لہٰذا نابالغ پر فرض نہیں)

6-عاقل ہونا (لہٰذا مجنون پر جمعہ فرض نہیں)

یہ دونوں شرائط خاص جمعہ کے لئے نہیں بلکہ ہر عبادت کے وجوب میں عقل و بلوغ شرط ہے۔

7-انکھیارا ہونا (یعنی وہ دیکھ بھی سکتا ہو)

8-چلنے پر قادر ہونا۔

9-قید میں ہونا، 10-بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا۔

11-مینہ یا آندھی یا اولے یا سردی کا نہ ہونا یعنی اس قدر کہ ان سے نقصان کا خوف صحیح ہو۔ (درمختار مع ردالمحتار: ج:3،ص 26تا29)

علامہ کمال ابن الہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں۔

1-آزاد ہونا، 2-مرد ہونا

3-مقیم ہونا، 4-تندرست ہونا

5-آنکھوں کا تندرست ہونا، 6-ٹانگوں کا تندرست ہونا

7-شہر ہونا، 8-جماعت کا قائم ہونا

9-سلطان کا ہونا، 10-جمعہ کا وقت ہونا

11-اور اذان عام ہونا۔ (فتح القدیر: ج:2،ص 21تا22)

ان شرائط سے یہ ثابت ہوا کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو مرد ہو، مقیم ہو، آزاد ہو اور تندرست ہو۔ لہٰذا عورت، غلام، بچہ اور مریض پر جمعہ واجب نہیں۔

ائمہ اربعہ کا موقف

ائمہ اربعہ کے نزدیک غلام، عورت، بچہ اور مریض پر جمعہ فرض نہیں البتہ داؤد ظاہری کا عبد میں اختلاف ہے ان کے نزدیک غلام پر بھی جمعہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے فاسعوا الی ذکر اللہ اسی طرح مجنون پر بھی واجب نہیں۔

(نعمۃ الودود: ج:4،ص:38)

☆ قولہ الا اربعة عبد مملوك اذا مراة اوصبی او مریض

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: بیمار سے وہ بیمار مراد ہے جسے مسجد میں آنے میں حرج ہو یہ

مطلب نہیں کہ سر میں درد ہو جمعہ چھوڑ دو خیال رہے کہ حصر اضافی ہے ورنہ مجنون، مسافر، نابینا اور گاؤں والوں پر بھی جمعہ فرض نہیں اگر یہ لوگ جمعہ پڑھ لیں تو ان کا فرض ادا ہو جائے گا اور ظہر واجب نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ جمعہ کے لئے جماعت شرط ہے یعنی امام کے علاوہ تین آدمی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2، ص:316)

مسئلہ 1:

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: عورتوں کو اگر مسجد جامع سے روکا جائے تو اذان عام کے خلاف نہ ہوگا کہ ان کے آنے میں خوف فتنہ ہے۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:29)

مسئلہ 2:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جمعہ واجب ہونے کے لئے گیارہ شرطیں ہیں۔ ان میں ایک بھی ایک معدوم ہو تو فرض نہیں پھر بھی اگر پڑھے گا تو ہو جائے گا بلکہ مرد عاقل بالغ کے لئے جمعہ پڑھنا افضل ہے اور عورت کے لئے ظہر افضل، ہاں عورت کا مکان اگر مسجد سے بالکل متصل ہے کہ گھر میں امام مسجد کی اقتدا کر سکے تو اس کے لئے بھی جمعہ افضل ہے اور نابالغ نے جمعہ پڑھا تو نفل ہے کہ اس پر نماز فرض ہی نہیں۔ (درمختار وردالمحتار: جز:3، ص:30)

مسئلہ 3:

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: صحت یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں مریض سے مراد وہ ہے کہ مسجد جمعہ تک نہ جا سکتا ہو یا چلا جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ (غنیۃ المستملی: ص:548)

مسئلہ 4:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: شیخ فانی مریض کے حکم میں ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:31)

مسئلہ 5:

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جو شخص مریض کا تیماردار ہو جانتا ہے کہ جمعہ کو جائے گا تو مریض دقتوں میں پڑ جائے گا اور اس کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا تو اس تیماردار پر جمعہ فرض نہیں۔ (درمختار: جز:3، ص:31)

مسئلہ 6:

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کر سکتا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:144)

مسئلہ 7:

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: مالک نے غلام کو جمعہ پڑھنے کی اجازت دے دی جب بھی واجب نہ ہوا اور بلا اجازت مالک اگر جمعہ یا عید کو گیا اگر جانتا ہے کہ مالک ناراض نہ ہوگا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:32)

غلام کی تعریف

حدیث مبارکہ میں غلام کا لفظ آیا ہے اس لئے غلام کی تعریف بیان کی جاتی ہے:

''غلام وہ آدمی ہوتا ہے جو غیر کا مملوک ہو اس میں مالکیت اور ولایت کی اہلیت ہوتی ہے نہ شہادت کی اور اس کو خود بخود کسی چیز میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہوتا نہ تو اپنے نفس میں اور نہ کسی غیر میں۔''

بَابُ اَنَّ الْجُمُعَةَ غَيْرُ وَاجِبَةٍ عَلَى الْمُسَافِرِ

باب: جمعہ مسافر پر واجب نہیں ہے؟

یہ باب مسافر پر جمعہ کے عدم وجوب کے حکم میں ہے۔

890- عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَبْصَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَجُلاً عَلَيْهِ هَيْئَةُ السَّفَرِ فَسَمِعَهُ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ لَخَرَجْتُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُخْرُجْ فَاِنَّ الْجُمُعَةَ لَا تَحْبِسُ عَنِ السَّفَرِ . رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

اسود بن قیس کا بیان ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے اوپر سفر کی حالت تھی آپ نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر آج کا دن نہ ہوتا تو میں روانہ ہو گیا ہوتا۔ تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس لئے کہ جمعہ سفر کرنے سے مانع نہیں۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 27956، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5428، کنز العمال: رقم الحدیث: 17605، مسند الشافعی: رقم الحدیث: 188، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5537، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1720)

مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک مسافر پر جمعہ واجب نہیں چاہے وہ اذان کی آواز سنے یا نہ سنے۔

جمعہ کی شرائط میں سے ہے کہ جمعہ پڑھنے والا مقیم ہو لہٰذا اگر مسافر ہو تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں آزادی، مرد ہونا، مقیم ہونا، تندرست ہونا، آنکھوں اور ٹانگوں کا سلامت ہونا، شہر، جماعت، خطبہ، سلطان، جمعہ کا وقت اور اذن عام۔ (فتح القدیر: ج: 2، ص: 22)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ جمعہ کی شرائط میں سے ایک یہ بھی لکھتے ہیں: شہر میں مقیم ہونا (یعنی جمعہ مقیم پر واجب ہے مسافر پر نہیں)۔ (درمختار: ج: 3، ص: 31)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ عَدَمِ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ عَلٰى مَنْ كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ

باب: اس شخص پر جمعہ کا عدم وجوب ہونا جو شہر سے باہر ہو

891- عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ اَلْحَدِيْثَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ لوگ جمعہ کے روز اپنے گھروں اور عوالی سے باری باری آتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 847، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1055، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 178، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5315، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 9365، مسند احمد: رقم الحدیث: 24339، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 2، ص: 95، سنن بیہقی: ج: 3، ص: 189)

892- وَعَنْ حُمَيْدٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ قَصْرِهٖ اَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَاَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ . رَوَاهُ مُسَدَّدٌ فِيْ مُسْنَدِهِ الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَّذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا وَّزَادَ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ .

حمید کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں بعض دفعہ جمعہ کروا لیتے تھے اور بعض دفعہ جمعہ نہ بھی کرواتے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1492)

893- وَعَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَّوْلٰى ابْنِ اَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَجَآءَ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ وَقَالَ اِنَّهٗ قَدِ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيْ يَوْمِكُمْ هٰذَا عِيْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ الْعَالِيَةِ اَنْ يَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ ثُمَّ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَّعُثْمَانُ مَحْصُوْرٌ فَجَآءَ فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالْبُخَارِيُّ فِيْ كتاب الاضاحى .

ابوعبید مولیٰ ابن ازہر کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معیت عید کو حاضر ہوا پس آپ نے جلوہ افروز ہو کر نماز پڑھائی پھر نماز سے فراغت پا کر خطبہ ارشاد فرمایا اور ارشاد فرمایا: یقیناً آج کے روز دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں پس جو عالیہ والے ہیں وہ جمعہ کا انتظار کرنا چاہیں تو وہ جمعہ کا انتظار کر لیں اور جو لوٹ جانا چاہیں تو اس کو میں نے اذن دے دیا ہے۔ (الموطا: ج: 2، ص: 232، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 31919، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6085، شرح معانی الآثار: ج: 3، ص: 192، صحیح ابن حبان: ج: 8، ص: 365، کنز العمال: رقم الحدیث: 23307، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 386، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1949)

894- وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى جُمُعَةٌ اِنَّمَا الْجُمَعُ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلِ الْمَدَآئِنِ . رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ .

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دیہات والوں پر جمعہ نہیں ہے جمعہ مدائن شہر کی مثل والوں پر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5100)

895- وَعَنِ الشَّافِعِيِّ قَالَ وَقَدْ كَانَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَكُوْنَانِ

بِالشَّجَرَةِ عَلٰى اَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ اَمْيَالٍ يَشْهَدَانِ الْجُمُعَةَ وَيَدَعَانِهَا وَكَانَ يَرْوِىْ اَنَّ اَحَدَهُمَا كَانَ يَكُوْنُ بِالْعَقِيْقِ يَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَيَشْهَدُهَا وَكَانَ يَرْوِىْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ عَلٰى مِيْلَيْنِ مِنَ الطَّائِفِ يَشْهَدُ الْجُمُعَةَ وَيَدَعُهَا . رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِى الْمَعْرِفَةِ بِاِسْنَادِهٖ اِلَى الشَّافِعِيِّ .

حضرت شافعی کا بیان ہے کہ حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما مقام سبحہ میں جو کہ چھ میل سے کم فاصلہ پر واقع ہے وہاں رہائش پذیر تھے مگر دونوں جمعہ کو حاضر ہوا کرتے اور بعض دفعہ ترک بھی کر دیتے اور حضرت شافعی کا بیان ہے کہ ان میں سے ایک عقیق پر ہوا کرتا تو بعض دفعہ جمعہ کو چھوڑ دیتا اور بعض دفعہ حاضر بھی ہو جایا کرتا۔ اور ان کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل پر تھے وہ جمعہ کو حاضر ہوا کرتے اور ترک بھی کر دیتے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5383، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1709)

مذاہب فقہاء

علامہ زین الدین بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں: جو لوگ شہر سے باہر ہوں اگر ان کے لئے جمعہ کی اذان کا سننا ممکن ہے تو پھر ان پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے ورنہ نہیں۔ یہ امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو اذان سنے اور ان کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عبیداللہ بن کعب بن مالک اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ جمعہ کے دن اذان سنتے ہیں اور پھر جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے وہ باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے یا اہل دوزخ میں سے ہو جائیں گے۔ (فتح الباری لابن رجب: ج: 5، ص: 405)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے کہ جو مدینہ منورہ سے دور آبادیوں میں رہتے تھے وہ باری باری نماز جمعہ پڑھنے مدینہ منورہ آتے تھے۔ علامہ قرطبی مالکی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رد ہے کیونکہ وہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کو واجب نہیں کہتے تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علامہ قرطبی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب ہوتا تو وہ سب کے سب جمعہ پڑھنے آتے باری باری نہ آتے سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہے۔ (فتح الباری: جز: 2، ص: 447)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: جو لوگ شہر سے باہر رہتے ہیں ان پر جمعہ کے وجوب میں اختلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت ابن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا یہ مسلک ہے کہ ان پر جمعہ واجب ہے۔ نافع، حسن، عکرمہ، حکم اور ابراہیم نخعی وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اہل قباء میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء سے جمعہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی رات کو اپنے اہل میں پہنچ جائے اس پر جمعہ فرض ہے۔ اور ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ جو شخص اذان کو سنے اس پر جمعہ کو نماز کے لئے حاضر ہونا واجب ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے

کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ ہر اس آدمی پر فرض ہے جس نے اذان کو سنا۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ گاؤں اور دیہات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے جب تک کہ وہ شہر میں نہ ہوں۔ الینابیع میں مذکور ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے باہر ہو تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے تین فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور وہ جمعہ پڑھ کر رات کو اپنے گھر پہنچ سکتا ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر اس کا گھر شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے تو اس پر جمعہ فرض ہے اور یہی امام مالک اور لیث کا مذہب ہے۔ الذخیرہ میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کی ظاہر روایت یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر میں رہنے والوں پر فرض ہے اور شہر کے مضافات میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (شرح العینی: ج:6، ص:285 تا 287)

عید اور جمعہ کے ایک ہی دن موافق ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: المغنی میں مذکور ہے کہ شعبی، نخعی اور اوزاعی کے نزدیک عید کے دن جمعہ کی نماز ساقط ہو جائے گی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور عامۃ الفقہاء نے فرمایا ہے کہ آیت کے عموم اور دیگر احادیث مبارکہ کی وجہ سے جمعہ کی نماز واجب ہے اور یہ دونوں نمازیں واجب ہیں اور ایک کے پڑھنے سے دوسری ساقط نہیں ہو گی عید کے دن ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔ (شرح العینی: ج:4، ص:398)

جن کے نزدیک عید کے دن جمعہ کی نماز ساقط ہو جاتی ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کے دن تو تم لوگوں کے واسطے دونوں عیدیں اکٹھی ہو گئیں پس جو جمعہ پڑھنا چاہتا ہے تو وہ پڑھ لے اور ہم جمعہ ہی ادا کریں گے۔ (مستدرک: ج:1، ص:425)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو چاہے اس کے لئے عید کی نماز جمعہ سے کافی ہو گی یہ رخصت ابتداء میں ان لوگوں کے لئے تھی جو بالائی بستیوں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے پھر یہ امر مقرر ہو گیا کہ عید کی نماز جمعہ کی نماز سے کافی نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس شخص نے عید کی نماز پڑھ لی اور امام کے ساتھ جمعہ پڑھنے حاضر نہیں ہوا وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے گا۔ (شرح العینی: ج:4، ص:402)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ عید اور جمعہ دونوں لازم ہیں۔ الہدایہ میں الجامع الصغیر سے منقول ہے کہ دو عیدیں ایک دن میں جمع ہو گئیں پس عید سنت ہے اور دوسری عید (جمعہ) فرض ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کیا جائے گا۔ (ردالمحتار: ج:3، ص:42)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِقَامَةِ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى

باب: دیہاتوں میں جمعہ قائم کرنا

896- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ فِي الْاِسْلَامِ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِالْمَدِيْنَةِ لَجُمُعَةٌ جُمِعَتْ بِجَوَاثَا قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ قَالَ عُثْمَانُ قَرْيَةٌ مِّنْ قُرٰى عَبْدِالْقَيْسِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ قَوْلُهٗ قَرْيَةٌ مِّنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ اَوْ قَرْيَةٌ مِّنْ قُرٰى عَبْدِالْقَيْسِ تَفْسِيْرٌ مِّنْ جِهَةِ الرَّاوِيْ لَا مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَالْقَرْيَةُ قَدْ تُطْلَقُ عَلَى الْمُدُنِ وَكَانَتْ بِجَوَاثٰى بَعْضُ اٰثَارِ الْمَدِيْنَةِ وَقَدْ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدِ الْبَكْرِيُّ فِيْ مُعْجَمِهٖ هِيَ مَدِيْنَةٌ بِالْبَحْرَيْنِ لِعَبْدِ الْقَيْسِ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یقیناً اسلام میں اس جمعہ کے بعد جو مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں قائم کیا گیا پہلا جمعہ وہ ہے جس کو جوثاء کے مقام پر قائم کیا گیا جو کہ بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔ عثمان نے کہا: عبدالقیس کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔ علامہ نیموی نے فرمایا: اس کا یہ قول کہ بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے یا عبدالقیس کے دیہاتوں میں ایک دیہات ہے یہ راوی کی طرف سے تفسیر ہے نہ یہ کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کلام ہے۔ اور قریہ کا اطلاق بعض دفعہ شہر پر بھی ہوتا ہے اور جوثاء میں شہر کے چند آثار تھے ابوعبید بکری نے اپنی معجم میں کہا ہے کہ یہ بحرین میں قبیلہ عبدالقیس کا ایک شہر ہے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4005، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 902، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1068، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1711)

897- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَّكَانَ قَائِدَ اَبِيْهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بَصَرُهٗ عَنْ اَبِيْهِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَحَّمَ لِاَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقُلْتُ لَهٗ اِذَا سَمِعْتَ النِّدَآءَ تَرَحَّمْتَ لِاَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِنَا فِيْ هَزْمِ النَّبِيْتِ مِنْ حَرَّةِ بَنِيْ بَيَاضَةَ فِيْ نَقِيْعٍ يُقَالُ لَهٗ نَقِيْعُ الْخَضَمَاتِ قُلْتُ كَمْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ اَرْبَعُوْنَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَّلِابْنِ مَاجَةَ فِيْهِ قَالَ اَيْ بُنَيَّ كَانَ اَوَّلَ مَنْ جَمَّعَ بِنَا صَلٰوةَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّكَّةَ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اَنَّ تَجْمِيْعَهُمْ هٰذَا كَانَ بِرَاْيِهِمْ قَبْلَ اَنْ تُشْرَعَ الْجُمُعَةُ لَا بِاَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ مُرْسَلُ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَخْرَجَهٗ عَبْدُالرَّزَّاقِ ۔

عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک اور وہ اپنے والد محترم کے قائد تھے جس وقت ان کی بینائی چلی گئی تھی سے روایت ہے کہ ان کے والد محترم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جس وقت بھی جمعہ کے دن اذان کی آواز سنا کرتے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ

کے واسطے دعا رحمت کرتے تھے۔ میں انہیں عرض گزار ہوا: آپ رضی اللہ عنہ جس وقت بھی اذان کی آواز کو سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے واسطے رحمت کی دعا کرتے ہیں؟ فرمایا: اس وجہ سے کہ انہوں نے ہی حرہ بنی بیاضہ کے ہزم النبیت میں نقیع کے مقام پر جس کو نقیع الخضمات کہتے ہیں۔ اس جگہ انہوں نے سب سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔ میں نے دریافت کیا: آپ لوگ ان دنوں کتنی تعداد میں تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: چالیس۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے پیارے صاحبزادے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے جلوہ افروز ہونے سے پہلے ہم کو انہوں نے ہی جمعہ کی نماز سب سے پہلے پڑھائی تھی۔ علامہ نیموی نے فرمایا: یقیناً یہ ان کا نماز جمعہ پڑھنا اپنی رائے سے تھا اس سے قبل کہ جمعہ مشروع ہوتا نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جس طرح کہ ابن سیرین کی وہ مرسل روایت اس پر دال ہے جس کو عبدالرزاق نے بیان کیا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبری: جز: 2، ص: 480، المنتقی: رقم الحدیث: 291، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4006، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 903، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 5396، سنن دارقطنی: جز: 2، ص: 6، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1069، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1712)

898- وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَّعَ فِيْ اَوَّلِ جُمُعَةٍ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فِيْ مَسْجِدِ بَنِيْ سَالِمٍ فِيْ مَسْجِدِ عَاتِكَةَ . رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ فِيْ اَخْبَارِ الْمَدِيْنَةِ وَلَمْ اَقِفْ عَلٰى اِسْنَادِهٖ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْ اَهْلِ التَّارِيْخِ وَالسِّيَرِ اخْتَارُوْا مَا فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ لٰكِنَّهٗ يُعَارِضُ بِمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمْ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَّذٰلِكَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَقَامَ فِيْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ وَبَنُوْ سَالِمٍ كَانَتْ مَحَلَّةٌ مِّنْ مَّحَلَّاتِ الْمَدِيْنَةِ بِشَيْءٍ مِّنَ الْفَصْلِ .

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ جلوہ افروز ہونے کے وقت بنی سالم کی مسجد میں سب سے پہلے مسجد عاتکہ میں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یقیناً کافی سارے اہل تاریخ وسیر نے اس روایت کے مضمون کو اختیار کیا ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ہے "حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں نزول فرمایا۔" اور یہ ماہ ربیع الاول میں سوموار کا روز تھا۔ اور ایک روایت میں ہے "پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں چودہ راتیں ٹھہرے۔" اس سے اس روایت کا معارضہ ہوتا ہے۔ علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بنی سالم کچھ فاصلہ پر مدینہ منورہ کا ایک محلّہ تھا۔ (تاریخ مدینہ منورہ: جز: 1، ص: 68)

899- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمْ كَتَبُوْا اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْاَلُوْنَهٗ عَنِ الْجُمُعَةِ فَكَتَبَ جَمِّعُوْا حَيْثُ مَا كُنْتُمْ . رَوَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَسَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ هٰذَا الْاَثَرُ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

قَالَ الْعَيْنِيُّ مَعْنَاهُ جَمِّعُوْا حَيْثُ مَا كُنْتُمْ مِّنَ الْاَمْصَارِ اَلَا تَرٰى اَنَّهَا لَا تَجُوْزُ فِي الْبَرَارِيْ .

قَالَ وَفِي الْبَابِ اٰثَارٌ أُخْرٰى لَا تَقُوْمُ بِمِثْلِهَا الْحُجَّةُ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے مکتوب کے اندر جمعہ کے متعلق لکھ کر دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو جمعہ قائم کرو۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تم جس شہر میں بھی ہو جمعہ قائم کرو کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جنگلات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس بارے میں اور بھی آثار ہیں ان جیسے آثار سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 29816، کنز العمال: رقم الحدیث: 23305)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر وہ جگہ جہاں مسجد ہو اور بازار ہو وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ قائم کرنا واجب ہے اور خانہ بدوشوں پر جمعہ قائم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ مسافروں کے حکم میں ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔

(شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 568)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ابوالقاسم عمر بن حسین الخرقی نے کہا کہ جب کسی بستی میں چالیس عقل والے مرد نہ ہوں تو ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: جمعہ سات شرائط سے واجب ہوتا ہے: 1- وہ جگہ گاؤں یا دیہات ہو، 2- وہاں چالیس آدمی ہوں، 3- مرد ہوں، 4- بالغ ہوں، 5- صاحب عقل ہوں، 6- مسلمان ہوں، 7- وہ جگہ ان کا وطن ہو۔

گاؤں یا دیہات ایسے ہوں کہ ان کے مکان پتھروں، مٹی، اینٹوں، سرکنڈوں اور درختوں سے بنے ہوئے ہوں۔ خیموں میں رہنے والے خانہ بدوشوں پر جمعہ واجب نہیں ہے اسی وجہ سے مدینہ کے گرد جو قبائل عرب رہتے تھے وہ جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔ (المغنی: جز: 3، ص: 38)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر کی جامع مسجد میں جائز ہے یا شہر کی عیدگاہ میں اور منیٰ میں بھی جائز ہے جبکہ امام حج کا امیر ہو یا خلیفہ مسافر ہو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: منیٰ میں جمعہ جائز نہیں ہے اور نہ عرفات میں۔ (شرح العینی: جز: 6، ص: 271)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی حنفی کا فتویٰ

الجمعة على اهل القرى ليست بواجبة لقوله عليه الصلوة والسلام لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع اوفى مدينة عظيمة وفى فتح القدير ان قوله تعالٰى فاسعوا الى ذكر الله ليس على اطلاقه اتفاقا بين الامة اذ لا يجوز اقامتها فى البرارى اجماعا ولا فى كل قرية عنده فكان خصوص المكان مرادا فيها اجماعا فقدر الشافعى القرية الخاصة وقدرنا المصر وهو اولى

لحدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ولو عورض بفعل غیرہ کان علی رضی اللہ تعالٰی عنہ مقدما علیہ فکیف ولم یتحقق معارضة ما ذکرنا ایاہ ولھذا الم ینقل عن الصحابة الھم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القری ولو کان لنقل ولو احاد او ایضا ان الجمعة فرضت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو بمکة قبل الھجرة کما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فلم یکن اقامتھا من اجل الکفار فلما ھاجر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن ھاجر معہ من اصحابہ الی المدینة لبث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف اربعة عشر ایام ولم یصل الجمعة فھذ ادلة علی عدم الجمعة فی القری والا یصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعة ومع ان البخاری روی فی صحیحہ کان الناس یتنابون وفی روایة یتناولون الجمعة من منازلھم والعوالی فیاتون فی الغبار فیصیبھم الغبار والعرق ویخرج منھم العرق الحدیث وفی القدوری ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوزفی القری قال مولنا بحر العلوم فی ارکانہ تحت قولہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الٰی ذکر اللہ وذروا البیع (ای یحرم البیع ویجب السعی الی الجمعة بعد سماع الندأ) ثم ان البیع قد یطول الکلام فیہ فیفوت الخطبة او الجمعة لان التجاد لایترکون صفقاتھم فی ھذا الزمان ولذا منع من النداء الاول فالبیع والشراء فی المصر ظاھر وقال ایضا فیہ ویکرہ للمریض وغیرہ من المعذورین ان یصلوا الظھر یوم الجمعة بجماعة، ولاباس بالجماعة للظھر للقروی لان الجمعة جامعة للجماعات فی المصر فعلم ان شرط المصر لوجوب الجمعة مشروع لانہ جری التوارث من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی ھذا الاٰن ان لا یصلی الجمعة اھل البدو والقری فالعمل علی قول صاحب القدوری لازم علی المقلدین لانہ قولہ مطابق لمذھب الحنفی واتبعوہ و رجحوہ جمھور فقھاء المحققین ولم ینکرہ احد من علماء الحنفیین کما فی الدر المحتار، فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لوا فتونا فی حیوٰتھم الحق احق بالاتباع والمقلد الذی یخالف فحکم غیر جائز کما فی الدر المختار و اما المقلد فلا ینفذ قضاء ہ بخلاف مذھبہ اصلا فشرط المصر لصحة الجمعة محقق عند جمھور الحنفیة بلا انکار احد لکن الاختلاف بینھم فی تعریف المصر البتة فقال الامام الشافعی موضع فیہ بنیان غیر منتقلة ویکون المقیمون اربعون رجلا من اصحاب المکلفین فاذا کان کذلک لزمت الجمعة واختلف الروایات فی مذھبنا ففی ظاھر الروایات بلدة لھا امام اوقاض یصلح لا قامة الحدود وفی فتح القدیر قال الامام ابوحنیفة المصر کل بلدة فیھا سکک واسواق وبھا رساتیق ووال ینصف المظلوم من الظالم وعالم یرجع الیہ من الحوادث، وروایة عن الامام ابی یوسف المصر موضع یبلغ المقیمون فیہ عدد الایسع اکبر

مساجد اياهم في الهداية وهو اختار البلخي وبه افتى اكثر المشائخ لما رأوا فساد اهل الزمان والولاة وعنه ايضا كل موضع فيه يسكن عشرة الأف رجل، وعنه ايضا ان كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود وهو اختيار الكرخي كذافي الهداية وقال بعضهم هو ان يعيش كل محترف بحرفته من سنة الى سنة من غير ان يحتاج الى حرفة اخرى وقال بعضهم هو ان يكون بحال لو قصدهم عدو يمكنهم دفعه وقال بعضهم ان يولد فيه كل يوم ويموت فيه انسان، وقال بعضهم هو ان لايعرف عدد اهله الا بكلفة ومشقة فمختار اكثر الفقهاء مراعة لضرورة زماننا والمفتى به عند جمهور المتاخرين في تعريف المصر الرواية المختارة للبلخي اى مالايسع اكبر مساجده اهله المكلفون بها وقال ابوشجاع هذا حسن ماقيل فيه وفي الولوالجية وهو صحيح بحر وعليه مشى في الوقاية ومتن المختار وشرحه وقدمه في متن الدرر على قول الأخر وظاهره ترجيحه وايده صدر الشريعة بقوله لظهور التواني في احكام الشرع لاسيما في اقامة الحدود في الامصار وكل موضع يصدق عليه التعريف المذكور فهو مصرتجب الجمعة على اهله والافلا تجب سواء ذلك الموضع يتعارف بلفظ القرية او دونها غير المصر، فالأن هو لاحق في حكم المصر شرعا لاعرفا لتطبيق تعريف المتاخرين وهذا احسن ومالا يصدق عليه التعريف المذكور فهو ليس بمصر شرعا وعرفا ففي لفظ القرية اعتبار ان شرعا بحيث ترسم به بحيث لاترسم به ففي الاول تصح الجمعة وهي مدينة عظيمة او قرية كبيرة وفي الثاني لا تصح الجمعة وهي قرية صغيرة ومفازة ومثلها كما يدل عليه عبارة القهستاني وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة فيها اسواق وفي البحر لاتصح في قرية ولا مفازة لقول علي رضى الله تعالیٰ عنه لاجمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة ثم قال فلا تجب على غير اهل المصر كذا في الطحطاوى فبينهما عموم وخصوص فبثت بالدلائل المذكوره فرضية الجمعة مخصصة بالاجماع فان صلى الجمعة اهل قرية لايقال لها مصر شرعا لايسقط الظهر عن ذمته وان صلى الظهر فرادى يعصو بكبيرة لترك الواجب اى الجماعة الظهر باداء جماعة النفل وهذا من قباحة عظيمة، اعلم ان الجمعة جامعة للجماعات وفي اداء الظهر بالجماعة تفريق الجماعة عن الجمعة وتقليها فيها بخلاف اهل القرىٰ اذ لا جمعة عليهم، ولا يفضى اداء الظهر بالجماعة الى تفريق الجمعة وتقليلها فيكون ذلك في حقهم كسائر الايام في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير كراهة مجالس الابرار فقول من يقول ما الفرق بين الجمعة والظهر غير الخطبتين وصحت الجمعة بلا كراهة في كل موضع مثل الظهر سواء كان ذلك الموضع مصرا او قرية او غيره وتاركها بلا عذر فاسق و عاص، مردود وقائله ضال مضل ليس من المقلدين وعلى المقلدين اجتناب عن اقواله و افعاله واحتراز عن مصاحبته ومخالطته والله اعلم

وعلمه احکم کتبه احقر الوری ابو الفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ ۔

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہیں۔ فتح القدیر میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان "پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگو" ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگلوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا، تو یہاں بالاتفاق جگہ کی تخصیص کرنا ہوگی۔ امام شافعی نے دیہات کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی، اور شہر حدیث علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معارضہ اگر دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تقدیم ہوگی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں اسی لئے صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انہوں نے علاقے فتح کیے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے نہ کہ دیہاتوں میں، اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت ہوتی، اور یہ بھی مسلم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر مکہ مکرمہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ دن تک قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا، یہ دلیل ہے اس پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری نے صحیح روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ کے لئے آتے پس وہ غبار میں آتے تو انہیں غبار پہنچتی اور پسینہ آتا۔ اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عیدگاہ کا ہونا ضروری ہے دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں، مولانا بحر العلوم "ارکان الاسلام" میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ آؤ اور بیع ترک کر دو" کے تحت لکھتے ہیں: یعنی اذان کے بعد بیع حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے پھر بیع میں گفتگو طویل ہو جانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے وقت تاجر سودا ختم نہیں کرتے اور اسی لئے ندا اول کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا گیا، پس بیع و شراء کا شہر میں ہونا ظاہر ہے، اور وہاں یہ بھی فرمایا: مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لئے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے البتہ دیہاتی لوگوں کے لئے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہوتا ہے، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک یہی متوارث ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے، تو صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لئے عمل لازم ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ درمختار میں ہے تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے جسے انہوں نے راجح کہا اور اس کی تصحیح کی، جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر ہمیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے، بہرحال اپنے مذہب کے خلاف مقلد کی قضا اصلاً نافذ نہ ہوگی، صحت جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا جمہور

احناف کے ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں، ہاں تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے، ہمارے مذہب میں اس بارے میں روایات مختلف ہیں، ظاہر الروایت میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی ہو جو اقامت حدود کی طاقت رکھتا ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں شہر وہ ہوگا جس میں محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی فریاد رسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں، امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لئے ناکافی ہو۔ ہدایہ میں ہے یہ امام بلخی کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امراء کا فتنہ دیکھتے ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا، اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں دس ہزار مرد مقیم ہوں، یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا اختیار رکھتا ہو۔ امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ ہدایہ، بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت سالہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری صنعت کی محتاجی نہ ہو، بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو، بعض نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے، بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانے کی ضرورت کے پیش نظر تعریف شہر میں اکثر فقہاء کا مختار اور متاخرین کا مفتیٰ بہ قول وہی روایت ہے جو امام بلخی کی مختار ہے کہ وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔ شیخ ابوشجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہی حسن ہے۔ ولوالجیۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ بحر، وقایہ، متن مختار اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، اور متن درر میں اسے ہی دوسرے قول پر مقدم کیا اور ظاہراً ترجیح اسی کو ہے، صدر الشریعۃ نے اپنے اس قول سے تائید کی ہے کہ کیونکہ احکام شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی واقع ہو چکی ہے، ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آ رہی ہو وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہوگا خواہ وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے، تو اب وہ مقام متاخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر میں شرعاً ہوگا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے، اور جس پر تعریف مذکور صادق نہ ہو وہ نہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً، لفظِ قریہ میں شرعاً دو۲ اعتبار ہیں ایک وہ جس کی یہ تعریف کی گئی، دوسرا وہ جس کی یہ تعریف نہ ہو سکے، پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا شہر یا قصبہ ہے اور دوسرے میں جمعہ صحیح نہیں اور یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اس پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے، اور بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہو سکتا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ، تکبیرات تشریق، نماز عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا نہیں ہو سکتیں، پھر کہا: اہل شہر کے علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں طحطاوی میں اسی طرح ہے، تو ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت ہے تو دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ مخصوص ہے تو اگر ایسے اہل دیہات جمعہ قائم رکیں جسے شرعاً شہر نہیں کہا جا سکتا تو ان کے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوگی، اور اگر وہ ظہر تنہا ادا کریں گے تو انہوں نے کبیرہ کا ارتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا، یہی نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی جماعت ترک کر دی

اور یہ عظیم قباحت ہے، واضح رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے، ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے بخلاف اہل دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لئے تفرق و تقلیل کا سبب نہیں ان کے لئے تو یہ دن جماعت کے ساتھ بلا کراہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں کی طرح ہی ہے مجالس الابرار، تو وہ شخص جو کہتا ہے کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق نہیں، جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے خواہ شہر ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو، اس کا تارک فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے نہیں، اس کے اقوال وافعال، اس کی محبت ومخالطت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ کا علم کامل واکمل ہے۔ کتبہ احقر الوری ابوالفیض محمد حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ۔ (ت)

الجواب

الذی یدعی عموم الجمعة کل محل ولا یخصه بمصر ولا قریة فقد خالف الاجماع وهو ضلال بلا نزاع وقد اجتمع ائمتنا علی اشتراط المصر لها وان الاشتغال به فی القری تکره تحریما لکونه اشتغالا بما لایصح کمافی الدر وغیره وقد حققنا المسئلة فی رسالتنا لوامع الیها وغیر ما موضع من فتاوٰنا واما المصر فالصحیح فی تعریفه ماهو ظاهر الروایة عن امامنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی کما بیناه فی فتاوٰنا بما لامزید علیه واما ما لایسع اکبر مساجده اهله فغیر صحیح عند المحققین کما نص علیه فی الغنیة وکفی قاضیا علیه بالبطلان ان مکة والمدینة تخرجان علیه من المصر وتمنع الجمعة فیهما لان اتساع مسجدیهما لایوف مؤفة من یرد الیهما من الافاق مشاهد مرئی فضلا عن اهلهما خاصة ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

جو شخص یہ دعوٰی کرتا ہے کہ جمعہ ہر مقام پر ہو جاتا ہے اس کے لئے کسی شہر اور دیہات کی تخصیص نہیں، وہ بالاتفاق اجماع کے مخالف اور گمراہ ہے، ہمارے ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے دیہاتوں میں جمعہ کا قیام مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ نادرست کام میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ در وغیرہ میں ہے، اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ لوامع البہا اور اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ کی ہے۔ شہر کی صحیح تعریف جو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر الروایت میں منقول ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی وہ تفصیل دی جس پر اضافہ دشوار ہے، رہی یہ تعریف کہ ”جس جگہ کی سب سے بڑی مسجد اس کے باشندوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو“ محققین علماء کے ہاں درست نہیں، جیسا کہ اس پر غنیۃ میں تصریح ہے اور اس تعریف کے بطلان پر یہی دلیل کافی ہے کہ اس صورت میں مکۃ المکرمۃ اور مدینہ طیبہ دونوں ہی شہر نہ ہوں اور ان میں جمعہ کی نماز منع ہو کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ وہ تو مشرق تا مغرب آنے والے زائرین سے نہیں پر ہوتیں، چہ جائیکہ وہاں کے لوگوں کے لئے کافی نہ ہوں۔

(فتاوٰی رضویہ: ج: 8، ص: 28 تا 35)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَابُ لَا جُمُعَةَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ

باب: جمعہ صرف بڑے شہر میں ہونے کا بیان

900- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ حَجَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتٰی عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ فَاَتٰی بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ النَّاسَ اِلٰی اَنْ قَالَ ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَهُمَا شَیْئًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ النِّیْمَوِیُّ وَکَانَ ذٰلِكَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے متعلق طویل حدیث میں ہے فرمایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے حتیٰ کہ عرفہ جلوہ افروز ہوئے تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبہ کو مقام نمرہ دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی خاطر نمرہ کے مقام پر نصب کیا گیا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نزول فرمایا حتیٰ کہ آفتاب ڈھل گیا تو قصواء اونٹنی کے متعلق حکم ارشاد فرمایا جس پر کجاوہ ڈالا گیا پھر وادی کے درمیان جلوہ فگن ہوئے تو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ پھر اذان ہوئی پھر اقامت کہی اور ظہر کو پڑھا پھر اقامت فرمائی تو عصر کو پڑھا اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کسی بھی نماز کو نہ پڑھا۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ سارا کچھ جمعہ کے روز ہوا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: 2/421، رقم: 4012، جامع الاصول: 3/462، رقم الحدیث: 1476، سنن النسائی رقم الحدیث: 600، مسند الصحابہ رقم الحدیث: 240)

901- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ اَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثٰی یَعْنِیْ قَرْیَةً مِّنَ الْبَحْرَیْنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

قال النیموی ان هذا الاثر یستفاد منه ان الجمعة تختص بالمدن کالمدینة وجواثا و لا تجوز فی القری.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پڑھی جانے والی نماز جمعہ کی نماز کے بعد سب سے پہلی جمعہ کی نماز بحرین کے جواثا علاقہ میں عبدالقیس کی مسجد میں پڑھی گئی۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یقیناً اس اثر سے یہ پتہ لگتا ہے نماز جمعہ مدینہ منورہ اور جواثا جیسے شہروں کے ساتھ خاص ہے بستیوں میں جائز نہیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: 2/22، صحیح بخاری رقم الحدیث: 1/2971، جامع الاصول رقم الحدیث: 1/3، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 902، سنن الکبریٰ للبیہقی رقم الحدیث: 3/373، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: 1725، مسند الصحابہ رقم الحدیث: 1/1، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 3/116، مرقاۃ المفاتیح رقم الحدیث: 17)

902- وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا تَشْرِیْقَ وَلَا جُمُعَةَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ

جَامِعٍ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَهُوَ اَثَرٌ صَحِيْحٌ ۔

ابوعبدالرحمٰن سلمٰی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ تو تکبیر تشریق ہے نہ ہی جمعہ کی نماز ہے مگر بڑے شہر میں۔ (المؤطا: جز: 1، ص: 343، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 34539، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5405، شرح مشکل الآثار: جز: 3، ص: 189، کنز العمال: رقم الحدیث: 23310، مسند ابن الجعد: رقم الحدیث: 2990، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 971، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5098، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5175)

903- وَعَنِ الْحَسَنِ وَ مُحَمَّدٍ اَنَّهُمَا قَالَا الْجُمُعَةُ فِي الْاَمْصَارِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ جمعہ شہروں میں ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5101)

مذاہب اربعہ

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لئے شہر ہونا شرط نہیں ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر ہونا شرط ہے۔ (الفقہ فی المذاہب الاربعہ: جز: 1، ص: 379)

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور دیہات میں جائز نہیں۔ (غنیۃ المستملی: ص: 551)

فقہاء شافعیہ نے حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس بستی میں چالیس آزاد مسلمان رہتے ہوں اس میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بستی میں جمعہ قائم کرنے کے اوپر اس حدیث کو پیش کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ جوثا بستی یا گاؤں نہیں ہے بلکہ شہر ہے اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ بستی ہے تو اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہو گئے تھے کہ جوثا گاؤں ہے اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جمعہ قائم کرنے کو برقرار رکھا۔ (شرح العینی: جز: 6، ص: 270)

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری لکھتے ہیں: جوثاء دیہات نہیں تھا بلکہ وہ شہر تھا کیونکہ صحاح ستہ کی احادیث مبارکہ میں ہے کہ جوثاء بحرین کا قلعہ تھا اور قلعہ میں حاکم اور عالم دونوں ہوتے ہیں اور قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوا کرتا ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ (زخرف: 31)

اور کفار نے کہا کہ دو شہروں کے کسی عظیم شخص پر قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں مکہ مکرمہ اور طائف پر قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے جبکہ یہ ہیں شہر۔ (عمدۃ الودود: جز: 4، ص: 42)

شہر کی تعریف

علامہ علاؤ الدین سمرقندی متوفی 529ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے مضافات ہوں اور وہاں حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے پر قادر ہو خواہ اپنے علم سے خواہ دوسرے کے علم سے اور لوگ اپنی

پیش آمدہ مشکلات اور حوادث میں اس کی جانب رجوع کرتے ہوں یہ تعریف زیادہ صحیح ہے۔ (تحفۃ الفقہاء، ج:2، ص:162)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں ہمارے فقہاء نے شہر کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ تعریف منقول ہے۔ ہر وہ جگہ جس میں ہر قسم کے پیشے ہوں اور لوگوں کے معاش کی ہر چیز وہاں میسر ہو اور وہاں پر قاضی ہو جو حدود کو قائم کرتا ہو وہ شہر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جس جگہ کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہو وہ شہر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہاں دس ہزار جنگجو ہوں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں پر اگر کوئی حملہ کرے تو وہ اس کا دفاع کر سکیں وہ شہر ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ وہاں امیر ہو اور حدود قائم کرنے کے لئے قاضی ہو۔ پانچواں قول یہ ہے کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کی آبادی نہ سما سکے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ تعریف منقول ہے کہ جس جگہ امیر ہو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ تعریف منقول ہے کہ جس جگہ امیر ہو جس کا نائب حدود اور قصاص قائم کر سکے۔ (شرح العینی، ج:6، ص:271)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ و سطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لئے ہو اسے فنائے مصر کہتے ہیں جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فنائے مصر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز لہٰذا جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور گاؤں میں جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ج:1، ص:762تا763)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْغُسْلِ لِلْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے لئے غسل کرنا

904- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْتِيَ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ غسل کرلے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ، ج:2، ص:450، اللؤلؤ والمرجان، ج:1، ص:233، سنن البیہقی الکبریٰ، رقم الحدیث:1676، معجم الاوسط، رقم الحدیث:22، معجم الکبیر، رقم الحدیث:13419، المنتقی، رقم الحدیث:283، الموطا، ج:1، ص:115، تقریب الاسانید، ج:1، ص:53، جامع الاحادیث، رقم الحدیث:1212)

905- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَمِنَ الْعَوَالِيْ فَيَأْتُوْنَ فِي الْعَبَاءِ فَيُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَتَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

زوج النبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ لوگ اپنے گھروں اور عوالی میں باری باری جمعہ پڑھنے آتے تھے پس وہ گرد وغبار میں آتے تو ان کو پسینہ اور غبار لگ جاتا پس ان سے پسینہ نکلتا چنانچہ ان میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ میرے پاس تھے اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم لوگ اپنے اس روز کے لئے خوب طرح سے صاف ستھرے ہو جاؤ۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:449، اللؤلؤ والمرجان: جز:1،ص:234، الموطا: جز:1،ص:127، جامع الاصول: رقم الحدیث:3949، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 891، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5370، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1754، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:860)

906- وَعَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ اَهْلَ عَمَلٍ وَّلَمْ تَكُنْ لَهُمْ كُفَاةٌ فَكَانُوْا يَكُوْنُ لَهُمْ تَفَلٌ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کا بیان ہے کہ لوگ کام کاج خود ہی کیا کرتے تھے اور ان کے پاس کوئی کافی ہونے والے نہ تھے تو ان سے بدبو آتی پس انہیں کہا گیا اگر تم لوگ جمعہ کے روز غسل کر لیا کرو۔ (جامع الاصول: جز:5،ص:665، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1399، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:188)

907- وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ ۔ رَوَاهُ الثلاثة وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے جمعہ کے روز وضو کیا تو یہ اچھا کام ہے اور جو غسل کرے تو غسل کر لینا افضل کام ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 354، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 497، سنن النسائی: رقم الحدیث:1379، مسند احمد: جز:5،ص:8، سنن البیہقی: جز:1،ص:295)

908- وَعَنْ عِكْرَمَةَ اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ جَآءُوْا فَقَالُوْا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ اَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِّمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَّمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَّسَاُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَاَ الْغُسْلُ كَانَ النَّاسُ مَجْهُوْدِيْنَ يَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَيَعْمَلُوْنَ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُّقَارِبَ السَّقْفِ اِنَّمَا هُوَ عَرِيْشٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ وَّعَرِقَ النَّاسُ فِيْ ذٰلِكَ الصُّوْفِ حَتّٰى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ اٰذٰى بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيْحَ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِذَا كَانَ هٰذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوْا وَلْيَمَسَّ اَحَدُكُمْ اَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهٖ وَطِيْبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ثُمَّ جَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ بِالْخَيْرِ وَلَبِسُوْا غَيْرَ الصُّوْفِ وَكُفُوا الْعَمَلَ وَوَسَّعَ مَسْجِدَهُمْ وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِيْ كَانَ يُؤْذِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِّنَ الْعَرَقِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ

الْحَافِظُ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

عکرمہ کا بیان ہے کہ اہل عراق میں سے کچھ لوگ آئے تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا آپ جمعہ کے روز غسل کو واجب سمجھتے تھے۔انہوں نے فرمایا: نہیں مگر جو غسل کرے تو اس کے لئے یہ زیادہ پاکی کا باعث ہے۔اور عمدہ ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس کے اوپر واجب نہیں ہے اور میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ جمعہ کے روز غسل کی ابتداء کس طرح ہوئی۔لوگ محنت کش تھے اون کو پہنتے اور اپنی پشتوں پر بوجھ لادتے تھے جبکہ ان کی مسجد قریب چھت والی تھی۔وہ چھپر تھی اس پر رسول اللہ ﷺ گرم روز میں نکلے پس اس اون کے لباس میں لوگوں کو پسینہ آ گیا پس اس سے بو پھیل گئی جس کی وجہ سے ان میں ایک دوسرے کو اذیت ہوئی تو جس وقت رسول اللہ ﷺ کو یہ بو محسوس ہوئی تو ارشاد فرمایا: اے لوگو! جس وقت جمعہ کا دن ہو تو تم غسل کر لیا کرو اور تم میں سے جو اچھا تیل یا خوشبو کو پالے تو وہ اس کو لگا لے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت کو درست کر دیا تو وہ اونی کپڑوں کے علاوہ دوسرے کپڑے پہننے لگ گئے اور کام کاج سے رک گئے اور انہوں نے اپنی مسجد کو کشادہ فرما دیا اور بعض لوگوں کو تکلیف پہنچانے والی بو بھی ختم ہو گئی۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11548، المؤطا: جز: 1، ص: 127، جامع الاصول: جز: 7، ص: 326، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 299، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1309، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 707، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 461)

909- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ . رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت سے ہے۔(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1476، البحر الزخار: رقم الحدیث: 1768، بغیۃ الباحث: رقم الحدیث: 202، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40480، سنن ابن الجعد: رقم الحدیث: 1918، مسند البزار: رقم الحدیث: 1932، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5057)

غسل کا معنیٰ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: غسل کا معنیٰ ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لئے غسل اور غسل دونوں لغتیں ہیں بعض کے نزدیک غسل کا معنیٰ ہے دھونا اور غسل کا معنیٰ ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غسل جمعہ سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شیمپو اور بیری کے پتوں کو کہتے ہیں۔(شرح للنواوی: جز: 1، ص: 118)

مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مستحبہ ہے۔(شرح للنواوی: جز: 1، ص: 279)

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ اہل ظاہر کے سوا کسی نے جمعہ کے غسل کو واجب کہا ہو انہوں نے اس غسل کو واجب کہا ہے۔ابن وہب نے بیان کیا کہ امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا آیا جمعہ کا غسل واجب ہے انہوں نے کہا: جمعہ کا غسل مستحب ہے واجب نہیں نیز جمعہ کے غسل کا وجوب اس حدیث سے منسوخ ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا تو یہ اچھا اور عمدہ کام ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔ (شرح العینی: ج:6، ص:220)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جمعہ، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے۔ (درمختار: ج:1، ص:339)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ السِّوَاكِ لِلْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے لئے مسواک کرنا

910- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمَعِ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِىُّ فِى الْاَوْسَطِ وَالصَّغِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جمعہ کے روز ارشاد فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! یقیناً یہ ایک ایسا دن ہے جسے رب تعالیٰ نے تمہارے لئے عید بنا دیا ہے پس تم غسل کرو اور مسواک کرو۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3433، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 358، المؤطا: ج: 1، ص: 118، جامع الاصول: رقم الحدیث: 5363، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 5752، شعب الایمان: رقم الحدیث: 2732، مسند الشافعی: رقم الحدیث: 268، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5054)

مسواک کا معنیٰ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ائمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہو جائے۔ (شرح للنووی: ج:1، ص:127)

مذاہب فقہاء

جمعہ کے دن مسواک کرنا سنت ہے اسی طرح ہر نماز میں بھی مسواک کرنا سنت ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت ہے اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے نماز میں نہ غیر نماز میں اس پر علماء کا اجماع ہے۔ علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے

سے نماز باطل نہیں ہوتی اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہر سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

1- نماز پڑھنے کے وقت خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے۔

2- وضو کرنے کے وقت

3- قرآن مجید کی تلاوت کے وقت

4- نیند سے بیدار ہونے کے وقت

5- جب منہ کی بو متغیر ہو خواہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 127)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ دن اور رات مسواک کرنے پر دوائی عمل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے حتیٰ کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسواک کرنا وضو کا جز ہے اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی کریم ﷺ کا دائمی عمل تھا۔

مسواک میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا: مسواک کرنا وضو کی سنت ہے اور بعض نے کہا: یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا: یہ سنت دین ہے یہی زیادہ قوی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ہدایہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے۔ علامہ ابو حامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے اہل نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ (شرح العینی: جز: 3، ص: 185)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مسواک نماز کے لئے سنت نہیں بلکہ وضو کے لئے سنت ہے تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے اس سے ہر نماز کے لئے مسواک کا مطالبہ نہیں جب تک تغیر رائحہ (سانس بدبودار) نہ ہو گیا ہو ورنہ اس کے دفعہ کے لئے مستقل سنت ہے البتہ اگر وضو میں مسواک نہ کی تھی تو اب نماز کے وقت کر لے۔ (درمختار و رد المحتار: جز: 1، ص: 248)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الطِّيْبِ وَالتَّجَمُّلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن خوشبو لگانے اور زینت اختیار کرنے کا بیان

یہ باب جمعہ کے دن خوشبو لگانے اور زینت اختیار کرنے کے حکم میں ہے۔

911- عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ اَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں جو جمعہ کے روز غسل کرے اور جس قدر ممکن ہو پاکی حاصل کرے اور اپنے تیل میں سے کچھ تیل لگالے مگر اس کے اور دوسرے جمعہ کے مابین (والے گناہ) بخش دیئے جائیں گے۔ (سنن الدارمی: رقم الحدیث: 1541، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2776، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6190، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1058، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 956، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 2529، مسند احمد: رقم الحدیث: 23710، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 2، ص: 152، جامع المسانید: رقم الحدیث: 2293، سنن البیہقی: ج: 2، ص: 464)

912- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ هَلْ تَدْرِيْ مَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ قُلْتُ هُوَ الَّذِيْ جَمَعَ اللّٰهُ فِيْهِ اَبَاكَ اَوْ اَبَوَيْكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اُحَدِّثُكَ عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ وَيَلْبَسُ اَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيَتَطَيَّبُ مِنْ طِيبِ اَهْلِهِ اِنْ كَانَ لَهُمْ طِيبٌ وَاِلَّا فَالْمَاءُ ثُمَّ يَاْتِي الْمَسْجِدَ فَيُنْصِتُ حَتّٰى يَخْرُجَ الْاِمَامُ ثُمَّ يُصَلِّيْ اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى مَا اجْتُنِبَتِ الْمَقْتَلَةُ وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

انہی (حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمان! کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا روز کیا ہے؟ میں عرض گزار ہوا: یہ وہی دن ہے جس میں رب تعالیٰ نے آپ کے والد محترم یا والدین کو جمع فرمایا تھا۔ ارشاد فرمایا: نہیں مگر میں تم سے جمعہ کے دن کے متعلق بیان کرتا ہوں۔ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جو پاک صاف ہو اپنے کپڑوں میں سے سب سے عمدہ لباس زیب تن کرے اور اپنے گھر والوں کے پاس اگر خوشبو میسر ہو تو اس پر لگائے ورنہ پانی ہی سہی پھر وہ مسجد میں آکر سکوت اختیار کر کے بیٹھ جائے حتیٰ کہ امام خطبہ کے لئے نکل آئے پھر نماز پڑھے تو یہ عمل اس کے اور دوسرے جمعہ کے مابین (جتنے گناہ ہو چکے سب کا) کفارہ بن جائے گا جب تک تم قتل سے اجتناب کرو اور یہ اجر سارا زمانہ ہے۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث: 2207، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1664، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6089، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 25942، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 871)

913- وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ حَتَّى يَأْتِيَ الْمَسْجِدَ فَيَرْكَعُ إِنْ بَدَالَهُ وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يُصَلِّيَ كَانَتْ كَفَّارَةً لَهُ لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن غسل کیا اگر اس کے پاس خوشبو میسر ہے تو لگائے اور اپنے عمدہ لباس میں سے کوئی لباس زیب تن کرلے پھر یوں باہر نکلے کہ اس کے اوپر وقار طاری ہو حتیٰ کہ وہ مسجد میں آئے اور اگر ہو سکے تو دو رکعات ادا کرے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے پھر سکوت اختیار کرے جب امام خطبہ کے لئے نکلے حتیٰ کہ وہ نماز ادا کرلے تو اس کا یہ عمل اس جمعہ اور دوسرے کے مابین جتنے بھی گناہ ہوئے ان کا کفارہ ہو جائے گا۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث:4006، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:21397، جمع الجوامع: رقم الحدیث:4128، غایۃ المقصد: ج:1، ص:1152، مسند احمد: رقم الحدیث:22468)

تیل اور خوشبو لگانے کے استحباب پر فقہاء کرام کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جمعہ کے دن تیل لگانا خوشبو لگانے کی طرح مستحب ہے اور تمام علماء اس کے استحباب پر متفق ہیں۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس ثواب کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے وہ اس وقت ملے گا جب نمازی اس طرح جمعہ پڑھے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور خاموشی سے اپنے امام کا خطبہ اور نماز میں اس کی قرأت سنے اور جو شخص اس دوران خاموش نہیں رہا اس کو یہ ثواب نہیں ملے گا اگر امام کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو اور اس کا سننا ممکن نہ ہو لیکن وہ اس دوران خاموش رہا ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ اس کو یہ ثواب عطا فرمائے گا۔(شرح ابن بطال: ج:2، ص:559)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي فَضْلِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت کا بیان

914- عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا فرمائے گئے اسی دن ہی ان کا وصال ہوا اسی دن میں صور پھونکنا ہے اور اسی دن میں دوبارہ صور

پھونکنا ہے پس تم لوگ اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ راوی نے فرمایا: لوگ عرض گزار ہوئے: آپ ﷺ پر ہمارا درود کس طرح پیش ہوگا جبکہ آپ ﷺ وصال فرما چکے ہوں گے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین پر کھانا حرام کردیا ہے۔ (معجم الاوسط: ج:5، ص:97، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:386، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 883، مستدرک: ج:1، ص:413، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:248)

جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنا

قوله فاكثروا علی من الصلوٰة فيه فان صلوتكم معروضة علی الخ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس دن (یعنی جمعہ کے دن) مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اسی روایت کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ میں اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابن حبان میں اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے علاوہ جمعۃ المبارک کے دن درود شریف پڑھنے کے متعلق اور بھی احادیث مبارکہ ہیں جس طرح کہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:3، ص:249)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔

ہم نے استفسار کیا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کردیا ہے۔ (جلاء الافہام: رقم الحدیث: 110)

حیات مصطفیٰ کریم ﷺ

☆ **قوله قال قالوا يارسول الله صلى الله عليه وسلم وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت فقال ان الله عزوجل حرم على الارض اجساد الانبياء .**

جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف پڑھنا مجھ پر پیش کیا

جاتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارا درود شریف پڑھنا کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال پا چکے ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے ان گستاخوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ نبی مرکر مٹی ہوگیا ہے۔ ہم اس عقیدہ سے بار بار توبہ کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے جو قرآن مجید واحادیث مبارکہ وخلف وسلف کے اقوال سے ثابت ہے۔

قرآن مجید سے دلائل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اس پر قرآن مجید کی کثیر آیات مبارکہ شاہد ہیں مگر تشفی کے لئے چند آیات مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔

آیت مبارکہ:1

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال:33)

اور اے محبوب! اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جبکہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس کے نبی اس قوم میں موجود ہوں وہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے درمیان سے نکال لاتا ہے پھر ان پر عذاب نازل فرماتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: اقوال میں سے اولیٰ یہ ہے کہ اے محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درمیان سے باہر لے آئے کیونکہ وہ کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک ان میں ان کا نبی موجود ہو۔ (جامع البیان: ج:9،ص:315)

پچھلی قوموں میں سے جو بھی گناہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل فرمادیتا تھا مگر قربان جائیے اس مقدس وحیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پچھلی قوموں کے گناہ اس امت میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ پھر بھی ان پر عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ فرمادیا اے محبوب اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہوں اور میں ان پر عذاب نازل فرمادوں۔ پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں۔

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (احزاب:45)

اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے آپ کو حاضر وناظر بھیجا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ مطہرہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور حیات ہیں اور تمام کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

آیت مبارکہ 3:

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ التوبۃ(128)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت کریمہ میں جَآءَكُمْ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو نبی کریم ﷺ بھی ہر جگہ تشریف فرما ہیں۔ دوسرا یہ کہ فرمایا گیا مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی آپ ﷺ کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔ تیسرا یہ کہ فرمایا گیا عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور انور ﷺ کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر نہ ہو تو پھر تکلیف کیسی؟

آیت مبارکہ 4:

قرآن مجید میں ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء:64)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگنا قیامت تک کے لئے ہے۔ جَآءُوْكَ میں حاضر ہونا دو طرح کا ہے ایک تو یہ ہے کہ نفس نفیس مدینہ طیبہ جا کر سنہری جالیوں کے روبرو کھڑے ہو کر شفاعت مانگنا۔ دوسرا یہ کہ جہاں بھی ہوں چاہے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں آقائے دو عالم ﷺ تمہارے پاس موجود ہیں بس شفاعت کی بھیک مانگ لیں آپ ﷺ تمہاری سنتے ہیں اور شفاعت بھی فرماتے ہیں۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کے پاس آکر استغفار کریں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کریں کہ آپ ﷺ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ ۔

ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ: میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا

اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الاية"۔میں آپ ﷺ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں۔

پھر اس نے دو شعر پڑھے:

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں۔

جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔

میری جان اس روضہ انور پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ ساکن ہیں۔

اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف وکرم ہے۔

پھر وہ اعرابی چلا گیا۔

عتبی بیان کرتے ہیں کہ

مجھ پر نیند غالب آ گئی۔ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:329)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اس لیے تو اس اعرابی کی عرض سن کر شفاعت فرما کر مغفرت کا پروانہ دلوا دیا۔

خود دیوبندیوں کے وڈیروں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر قول بیان کیے ہیں۔

مفتی محمد شفیع متوفی 1396ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت کریمہ اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔اس کے بعد انہوں نے عتبی کی حکایت لکھی ہے۔(معارف القرآن: ج:2،ص:460)

معروف دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں: عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیماً وحدیثاً اس کو نقل کیا ہے۔

اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ

مواہب میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○" اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب عزوجل کے حضور میں

آپ ﷺ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات 228ھ میں ہوئی ہے۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں۔ پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب: ص:254)

اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر کہتے ہیں:

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں۔

(آب حیات: ص:40)

اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن: ج:10، ص:330)

ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے۔

بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنیٰ میں صریح ہے۔ (شفاء السقام: ص:128)

اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(تسکین الصدور: ص:365 تا 366)

آیت مبارکہ 5:

قرآن مجید میں ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:107)

اور ہم نے تمہیں سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے واسطے سے رحمت کا عموم قیامت تک کے لئے ہے۔ کفار کے لئے یوں رحمت کہ آپ ﷺ کے واسطے ان پر عذاب نازل نہیں کیا جاتا اور مسلمانوں کے لئے یوں رحمت کہ کئی دن میں کئی گناہ کرتے ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو رزق عطا فرماتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو صرف اس سبب سے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں پر رحم کریں یا ہم نے آپ ﷺ کو صرف اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں پر رحم کرنے والے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ تمام جہانوں میں کفار بھی شامل ہیں کیونکہ آپ ﷺ کو جو دین دے کر بھیجا ہے اسی میں دنیا و آخرت کی سعادت اور مصلحت ہے یہ اور بات ہے کہ کافروں میں آپ ﷺ سے استفادہ کی صلاحیت نہ تھی تو انہوں نے اپنے حصہ کی رحمت کو ضائع کر دیا جیسے کوئی پیاسا شخص دریا کے کنارے کھڑا ہو اور پانی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے یا کوئی شخص دھوپ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو تو اس سے دریا کی فیاضی اور سورج کے روشنی پہنچانے میں کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور ان کا ہے جنہوں نے پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا یا روشنی کے باوجود آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ﷺ تمام ممکنات پر ان کی صلاحیت کے اعتبار

سے فیض الٰہی کے لئے واسطہ ہیں اسی لیے آپ ﷺ کا نور اول المخلوقات ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اے جابر (رضی اللہ عنہ)! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اور ابن القیم نے مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے کہ

اگر نبی نہ ہوتے تو جہاں میں کوئی چیز کسی کو نفع نہ دیتی نہ کوئی نیک عمل ہوتا۔ نہ روزی حاصل کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہوتا اور نہ کسی حکومت کا قیام ہوتا اور تمام لوگ جانوروں اور درندوں کی طرح ہوتے۔ ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے سے چھین کر کھا جاتے۔ سو دنیا میں جو بھی خیر اور نیکی ہے وہ آثار نبوت سے ہے اور جو شر اور برائی ہے وہ آثار نبوت کے مٹ جانے یا چھپ جانے کی وجہ سے ہے۔ پس یہ عالم ایک جسم ہے اور نبوت اس کی روح ہے اور جب زمین پر نبوت کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، چاند تاریک ہو جائے گا، پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر روئی کے گالوں کی طرح منتشر کر دیا جائے گا، زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور جو لوگ زمین کے اوپر ہیں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے پس اس جہان کا قیام آثار نبوت کی وجہ سے ہے اور جب نبوت کا کوئی اثر نہیں رہے گا تو یہ جہان بھی نہیں رہے گا۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ

العالمین سے مراد صرف مومنین ہیں۔ میرے نزدیک یہ لوگ اس حق پر مطلع نہیں ہو سکے جس کی اتباع واجب ہے اور حقائق پر مطلع ہو کر ان لوگوں کا رد کرنا بہت آسان ہے اور میرا یہ نظریہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ العلمین کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتوں کا عالم ہو یا انسانوں کا عالم ہو یا جنات کا عالم ہو اور انسانوں میں بھی آپ ﷺ مومنوں اور کافروں سب کے لئے رحمت ہیں اسی طرح جنات میں بھی سب کے لئے رحمت ہیں البتہ رحمت کا فیضان ہر فرد پر اس کی صلاحیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

(روح المعانی: ج:17 ص:155)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: کوئی ہو جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور انور ﷺ کا رحمت ہونا عام ہے۔ ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا ہو۔ مومن کے لئے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ ﷺ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ ﷺ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مسخ اور استیصال (قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا) کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔

تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ، تامہ، کاملہ، عامہ، شاملہ، جامعہ، محیطہ، بہ جمیع مقیدات، رحمت غیبیہ شہادت علمیہ وعینیہ و وجودیہ وشہودیہ وسابقہ ولاحقہ وغیرہ ذالک تمام جہانوں کے لئے۔۔۔ عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لئے رحمت لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہو۔ (کنز الایمان: ص:531)

آپ ﷺ کی رحمت سے یہ جہان قائم ہے ورنہ اس امت کو کثرت سے گناہوں کی وجہ سے کب سے تباہ و برباد کر دیا گیا ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اور اے محبوب اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں کہ میں ان کو عذاب دے دوں۔ پتہ چلا کہ آپ ﷺ حیات ہیں اور آپ ﷺ کی رحمت سے جہاں میں رونقیں ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ہو نہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

....

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے — نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

....

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

....

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے — غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

آیت مبارکہ:6

قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (الحجرات:7)

جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اور اپنی امت کو جس طرح اپنی ظاہری حیات میں ملاحظہ فرماتے تھے اسی طرح دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

آیت مبارکہ:7

قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب:6)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ آپ ﷺ ان کے تمام احوال سے آگاہ ہیں تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ حیات ہیں۔

قرآن مجید کی کثیر آیات مبارکہ ایسی ہیں کہ جن میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ثابت ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ کوئی ایمان کی نظر سے دیکھے اور اس میں غور وفکر کرے۔ اور اگر ایمان ہی نہیں تو پھر بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ سے دلائل

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

حدیث مبارکہ 1:

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درود شریف پڑھنا کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ تو وصال فرما چکے ہوں گے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1085)

حدیث مبارکہ 2:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مجھ پر سو بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری فرماتا ہے ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میرے وصال کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 2242)

حدیث مبارکہ 3:

سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ

ایام حرہ میں نبی کریم ﷺ کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتہ چلتا تھا جو نبی کریم ﷺ کے روضہ انور سے آتی تھی۔ (سنن الدارمی: رقم الحدیث: 94)

حدیث مبارکہ 4:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے روضہ میں حیات ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 3425)

حدیث مبارکہ 5:

ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا:

کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا بھی کوئی اپنی قبور میں نماز پڑھتا ہے؟
انہوں نے کہا:
نہیں۔(حلیۃ الاولیاء، رقم الحدیث: 2567)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کے روضوں میں نہیں چھوڑا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور پھونکا جائے۔(کنز العمال، رقم الحدیث: 32230)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے: درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔(مسند ابو یعلی، رقم الحدیث: 6584)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:)
اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔(التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الحدیث: 8902)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے میرے روضہ انور کے پاس درود شریف پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔(شعب الایمان، رقم الحدیث: 1583)
اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے خود نہیں سنتے کیونکہ یہ بھی حدیث مبارکہ ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود شریف پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے اور فرشتہ کا درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یا درود شریف کے اعزاز واکرام کے لئے جس طرح کہ فرشتے اللہ تعالیٰ پاس اعمال پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اقوال بھی سنتا ہے مگر فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال پہنچائیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امتی کے احوال کو دیکھتے ہیں اور ان کے اقوال کو بھی سنتے ہیں۔

اقوال علماء کرام سے دلائل

کثیر اقوال علماء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ثابت ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: یہ احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اصیاتی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ پر بھی اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران:169)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے پاس سے رزق دی جاتی ہے۔

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم جو ان سے افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولی زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو لہٰذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی کریم ﷺ کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ ﷺ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔ (جامع المسانید والسنن، رقم الحدیث: 611)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جس بیماری میں نبی کریم ﷺ وفات پا گئے تھے اس میں آپ ﷺ فرما رہے تھے اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

(جامع المسانید والسنن، رقم الحدیث: 1503)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کسی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ ﷺ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ ﷺ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ ﷺ کے لئے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے معنیٰ میں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ

آپ ﷺ کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن سے آپ ﷺ کی حیات مستمر ثابت ہے جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منکشف کیے ہیں۔

۱۔ "الا رد اللہ علی روحی" جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے "قد" کا لفظ محذوف ہے۔

جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (النساء:90)

اس سے پہلے بھی لفظ ''قد'' محذوف ہے اور اس کا معنیٰ ہے یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لئے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا بھی معنیٰ ہے۔ جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ روح لوٹا چکا ہوتا ہے اور اب یہاں پر "رد اللہ" کا جملہ ماضی کے معنیٰ میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب "رد اللہ" حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹانا لازم آتا۔ اس سے ایک تو لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ ﷺ کو بار بار درد ہوتا اور یہ آپ ﷺ کی تکریم کے خلاف ہے۔ نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے۔ کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی کریم ﷺ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات مستمر ہو۔ اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنیٰ قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنیٰ ان احادیث مبارکہ صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ ﷺ کی حیات طیبہ مستمر ثابت ہے اور جو معنیٰ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

2- اس حدیث مبارکہ میں لفظ ''رد''، ''صیر ورۃ'' کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے۔

قَدِافْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (الاعراف:89)

عدنا کا لفظ عود سے بنا ہے اور عود کا معنیٰ ہے لوٹنا، اگر یہاں عود اپنے معنیٰ میں ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا۔ اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنیٰ باطل ہے اس لیے اس آیت کریمہ میں ''عدنا'' کا لفظ ''صرنا'' کے معنیٰ میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ ہے جب کوئی شخص مجھے سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

3- روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے رب عز و جل کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

4- روح کو لوٹانا آپ ﷺ کی حیات کے دوام اور استمرار سے کنایہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ ﷺ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ﷺ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ ﷺ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

5- رد روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے نطق کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

6- رد روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔

7- رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کے جواب کی

طرف فارغ کر دیتا ہے۔

8-روح سے خوشی اور فرحت مراد ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ (الواقعہ:89)

یعنی جو شخص مقرب ہو اس کے لئے راحت اور خوشی ہے اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ ہے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی فرحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

9-رد روح سے مراد ہے۔ صلوٰۃ کے ثواب کو آپ ﷺ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ ﷺ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

10-امام راغب نے ''رد'' کا ایک معنیٰ تفویض بھی لکھا ہے۔ اس صورت میں حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ ﷺ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات بھیجتا ہے یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ ﷺ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں۔

11-روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی کریم ﷺ کے دل میں آپ ﷺ کی امت کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی اس رحمت کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔

12-رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اعمال برزخ میں مشغول ہوتے ہیں۔ مثلاً اعمال امت کا ملاحظہ فرماتے ہیں۔ ان کے نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے برے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں۔ ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ اطراف زمین میں برکت پہنچانے کے لئے آمد و رفت جاری رکھتے ہیں اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور اشغال برزخ سے ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان اشغال برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

13-روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتا ہے۔

14-ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ ﷺ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ ﷺ پر وحی فرمائی کہ آپ ﷺ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔

(انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء: ص8 تا 16)

علامہ سید محمد آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپ ﷺ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے۔

شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ
شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ
میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟
میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں عجمی شخص ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح کلام کروں؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا منہ کھولو۔ میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ ﷺ نے اس میں سات بار لعاب دہن ڈالا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ رب عزوجل کے دین کی دعوت دو۔ پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے۔
آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟
میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا۔
آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو تو میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ بار لعاب دہن ڈالا۔
میں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے سات بار کیوں نہیں ڈالا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے۔ پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔
نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی رسول اللہ ﷺ کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ ﷺ کی سترہ بار زیارت کی۔
ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لئے بے قرار نہ ہوا کرو کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے۔
اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں لکھا ہے کہ
ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے۔
انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔
اور شیخ مرسی نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا۔ اس قول کی مثل بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔
بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انہوں نے اس حدیث مبارکہ کی تصدیق کی اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان

چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کو مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بشری سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے اور اسی وجہ سے یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

(جذب القلوب: ص:153)

اور اپنے رسالہ ہزدم مسمی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل میں فرماتے ہیں:

اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور انور ﷺ حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔ (مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار: ص:155)

مزید راقم ہیں:

حضور انور ﷺ کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت و حیاء سے رہو اور جانو کہ حضور انور ﷺ دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کو کیونکہ حضور انور ﷺ صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔ (مدارج النبوۃ: ج:2: ص:621)

مزید راقم ہیں کہ

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ روضہ انور میں تو درست ہے روضہ انور سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔ (مدارج النبوۃ: ج:2: ص:450)

مزید راقم ہیں:

بعض عارفین نے کہا ہے کہ

التحیات میں یہ خطاب اسی لیے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کیے ہیں۔ پس حضور انور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:3: ص:181)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا قول

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی 1317ھ لکھتے ہیں: رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم وروحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہیں اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ: ص:7)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب تعالیٰ کو تحیہ اور خود نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کر رہا ہے۔ (درمختار: جز:1، ص:476)

علامہ احمد طحطاوی کا قول

علامہ احمد طحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: حضور انور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے (بلکہ یوں سمجھے کہ آقا ﷺ ہمارے سامنے ہیں) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جز:1، ص:225)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی کا قول

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: نمازی کو تشہد کے الفاظ پڑھتے وقت بالارادہ وقصد یہ نیت کرنی چاہیے کہ ان الفاظ کی حقیقت اور مفہوم موضوعہ ادا کر رہا ہوں گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مالی، جسمانی عبادات کی انشاء کر رہا ہے اور انشائی طور پر ہی رسول اللہ ﷺ کو عرض سلام کر رہا ہے۔ (مراقی الفلاح علی نور الایضاح: ص:170)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کا قول

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: ہم نے تشہد کے بعض معانی اس لیے ذکر کیے تاکہ نمازی ان کی ادائیگی کے وقت ان کے معانی کی انشائی نیت کرے جیسا کہ اس کی مجتبیٰ نے تصریح فرمائی۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس لیے کہ نمازی کو الفاظ تشہد کے حقیقی معانی قصد کرنے چاہئیں گویا وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت اور نبی کریم ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔ (بحرالرائق: جز:1، ص:343)

امام بدرالدین عینی حنفی کا قول

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازیوں نے جب عبادت کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہِ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت برکت اور آپ ﷺ کی پیروی سے ملا ہے جب اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته۔ (عمدۃ القاری: جز:6، ص:111)

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا قول

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی 973ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نمازی کو دوران نماز صلوٰۃ و سلام کا حکم اس لیے دیا تا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حضور غفلت سے بیٹھے ہیں انہیں یہ تنبیہ کر دی جائے کہ اس بارگاہ میں ان کے نبی بھی موجود ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے لہٰذا نمازی آپ کو بالمشافہ سلام عرض کریں۔ (میزان الکبریٰ للشعرانی: جز: 1، ص: 167)

امام ابن حجر مکی ہیتمی کا قول

امام ابن حجر مکی ہیتمی متوفی 974ھ لکھتے ہیں: ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

(الفتاویٰ الکبریٰ: جز: 2، ص: 9)

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی کا قول

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی متوفی 1350ھ لکھتے ہیں: حضور انور ﷺ پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ قریب ہو یا دور۔

مزید رقم ہیں: حضور انور ﷺ کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کی آرام کی جگہ دور، و یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لیے حضور انور ﷺ تمام زمانوں کے خطبات سنتے ہیں۔ (شواہد الحق: ص: 151)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: کیونکہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ (شرح شفاء: جز: 3، ص: 464)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اس قول کی شرح میں لکھا ہے کہ جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ (شفاء بعریف حقوق المصطفیٰ: جز: 2، ص: 43)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو تم حضور انور ﷺ کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ ﷺ مسجدوں میں موجود ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

غیر مقلد نواب حسن خان کا قول

غیر مقلد نواب حسن خان متوفی 1307ھ لکھتے ہیں: بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا ہے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے پس نبی اکرم ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں پس نمازی کو چاہیے اس معنیٰ و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فیض یاب ہو۔

(مسلک الختام بشرح بلوغ المرام: جز: 1، ص: 459)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہراً مسلمانوں کی پریشانی کا باعث یہ ہے کہ اس قول کو صاحب اشتہار کی طرف سے سمجھے حالانکہ اس میں وہابیہ کا قول نقل کیا ہے۔ یہ قول وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا ہے کہ اس نے تقویۃ الایمان میں لکھا اور شیطنت پر سخت شیطنت یہ کی کہ اس کلمۂ کفر کو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بھی تمہاری طرح ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان: ص: 42)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا کلمہ اور پھر اس کو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا دوہرا استحقاق عذاب نار ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے انبیاء کرام علیہم السلام کا بدن کھانا زمین پر۔ اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

دوسری صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مزارات طیبہ میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 14، ص: 648)

ایک اور مقام پر راقم ہیں:

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روز دفن مبارک تھے۔

وہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 9، ص: 271)

ایک اور مقام پر راقم ہیں:

حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا منکر گمراہ بددین ہے اور خلت سرے سے طریان موت پر بھی دلیل نہیں نہ کہ معاذ اللہ استمرار موت یہ لفظ صرف انقضائے عہد پر دال ہے جیسے بلا تشبیہ یہ کہنا کہ سلطان محمد خان خامس سے پہلے اتنے سلاطین ہو گزرے اس سے یہ نہ سمجھا جائے گا کہ سلطان حمید خان زندہ ہی نہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام سب بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم مبارک کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 29، ص: 110)

ایک اور مقام پر راقم ہیں:

یقین جانو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی موت صرف وعدۂ خدا عزوجل کی تصدیق کو ایک آن کے لئے تھی۔

ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد بن الحاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں:

حضور انور ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور انور ﷺ پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:10، ص:764)

شیخ شبیر احمد عثمانی کا قول

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی 1369ھ لکھتے ہیں: انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے چلے جاتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے۔

اور علامہ ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ ﷺ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا۔ شب معراج نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ (فتح الملہم: ج:1، ص:306)

ان اقوال علماء سے بذریعہ اتم ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اپنی امت کے اعمال کو مشاہدہ فرماتے ہیں جب چاہیں جہاں چاہیں جس وقت چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں۔

الحمد للہ عزوجل! نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو ثابت کرنے کے لئے بدکار و گناہ گار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے دلائل پیش کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے نبی محترم شفیع امم ﷺ کے ساتھ سچی محبت عطا فرمائے اور مرتے وقت ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ، حشر میں شفاعت شفیع عظیم ﷺ اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ اَجَازَ الْجُمُعَةَ قَبْلَ الزَّوَالِ

باب: جنہوں نے زوال سے قبل جمعہ کو جائز قرار دینے کا بیان

915- عن سَلَمَةَ بنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت جمعہ پڑھتے پھر انصراف فرما لیتے تھے اس حال میں کہ دیواروں کا اس قدر سایہ نہ ہوتا جس سے ہم سایہ لے سکتے۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 237، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3850، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 4168)

916- وَعَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدّٰى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وزاد مسلم فِيْ رِوَايَة واحمد والتِرْمَذِيُّ فِيْ عهد رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم صبح کا کھانا کھایا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 459، اللؤلؤ والمرجان: ج: 1، ص: 237، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 5902، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 447، جامع الاصول: ج: 5، ص: 672، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1089، سنن دار قطنی: ج: 2، ص: 19، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 897)

917- وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَرْجِعُ اِلَى الْقَائِلَةِ فَنَقِيْلُ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نماز جمعہ پڑھتے ہی قیلولہ کے واسطے لوٹا کرتے تھے تو قیلولہ کرتے تھے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8088، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 36173، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1092، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2809، مسند احمد: رقم الحدیث: 13002، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 13514، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5165)؛

918- وَعَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَاَلَ مَتٰى كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّيْ ثُمَّ نَذْهَبُ اِلٰى جِمَالِنَا فَنُرِيْحُهَا زَادَ عَبْدُاللّٰهِ فِيْ حَدِيْثِهٖ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ يَعْنِي النَّوَاضِحَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

جعفر اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کس وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھایا کرتے پھر ہم اونٹوں کے پاس جاتے تو ان کو چرایا کرتے۔ عبداللہ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا: جس وقت آفتاب زائل ہو رہا ہوتا یعنی پانی کھینچنے والے اونٹ ہیں۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 3965، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1421، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 106)

919- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّيْدَانِ السُّلَمِيِّ قَالَ شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ

صَـلوٰتَهُ وَخُطْبَتَهُ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ ثُمَّ شَهِدْتُّهَا مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلوٰتُهُ وَخُطْبَتُهُ اِلٰى اَنْ اَقُوْلَ
اَنْتَـصَفَ النَّـهَارُ ثُمَّ شَهِدْتُّهَا مَعَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلوٰتُهُ وَخُطْبَتُهُ اِلٰى اَنْ اَقُوْلَ زَالَ النَّهَارُ فَمَا
رَأَيْتُ عَابَ ذٰلِكَ وَلَا اَنْكَرَهُ ۔ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ ۔

عبداللہ بن سیدان اسلمی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت جمعہ کے روز حاضر ہوا تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ نصف النہار سے قبل تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معیت جمعہ کے روز حاضر ہوا تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ اتنی دیر میں ہوا کرتا کہ میں کہتا کہ آدھا دن گزر گیا۔ پھر میں جمعہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معیت حاضر ہوا تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ اتنی دیر میں ہوا کرتا کہ میں کہتا کہ دن ڈھل چکا پس میں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اس کو عیب ٹھہرایا ہو اور نہ ہی انہوں نے ناپسند گردانا۔(جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 27657، سنن دار قطنی: ج:2، ص:17)

920- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِيْ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ ضُحًى
وَّقَالَ خَشِيْتُ عَلَيْكُمُ الْحَرَّ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ ۔

عبداللہ بن سلمہ کا بیان ہے کہ ہم کو حضرت عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ چاشت کے وقت پڑھائی اور انہوں نے ارشاد فرمایا: میں نے تم پر گرمی کی شدت کا خدشہ سمجھا۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5176)

921- وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ ضُحًى رَّوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ
شَيْبَةَ وَسَعِيْدُ بْنُ سُوَيْدٍ ذَكَرَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الضُّعَفَاءِ ۔

حضرت سعید بن سوید کا بیان ہے کہ ہم کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ کے وقت پڑھایا۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5177)

922- وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يَّقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهُ
صَحِيْحٌ وَّهٰذَا الْاَثَرُ لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيْهِ ۔

مصعب بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کے بعد قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5162)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي التَّجْمِيْعِ بَعْدَ الزَّوَالِ

باب: زوال کے بعد نماز جمعہ پڑھنے کا بیان

923- عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلوٰةِ قَالَ صَلِّ صَلوٰةَ

الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَتَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطٰنٍ وَّحِيْنَئِذٍ يَّسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَّحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّىَ الْعَصْرَ الْحَدِيْثَ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ مُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ ۔

حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوا: یا نبی اللہ ﷺ! مجھے نماز کے متعلق بتایئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز صبح پڑھ کر پھر یونہی رکے رہو حتیٰ کہ آفتاب نکل آئے اور وہ بلند ہو جائے اس لئے کہ وہ جب بھی نکلتا ہے کسی شیطان کے دو سینگوں کے مابین نکلتا ہے اور کفار اس دوران اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھو یقیناً نماز میں ملائکہ کی جانب سے شہادت اور حاضری ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سایہ نیزے کے برابر نہ ہو جائے پھر نماز سے رکا رہ اس لئے کہ اس دوران جہنم کو بھڑکا دیا جاتا ہے چنانچہ جس وقت سایہ اصلی آ جائے تو نماز پڑھو یقیناً نماز میں ملائکہ کی جانب سے شہادت اور حاضری ہوتی ہے حتیٰ کہ نماز عصر پڑھو۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1 ص: 576، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 13571، جامع الاصول: جز: 5 ص: 257، جمع الجوامع: جز: 1 ص: 2607، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2 ص: 454، شرح السنۃ: جز: 1 ص: 190، کنز العمال: جز: 7 ص: 419، مسند ابی عوانہ: جز: 1 ص: 322)

924- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ ۔ الْحَدِيْثُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت کہ جب آفتاب زائل ہو جائے اور آدمی کا سایہ اس کی لمبائی کی مقدار ہو جائے جب تک عصر کا وقت نہ ہو پائے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 1 ص: 594، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 151، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 25289، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3276، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 191، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 1587، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1473، مسند احمد: رقم الحدیث: 6671)

925- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّقْتِ الصَّلٰوةِ فَلَمَّا دَلَكَتِ الشَّمْسُ اَذَّنَ بِلَالٌ الظُّهْرَ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ الْحَدِيْثَ ۔ اَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ سے ایک آدمی نے نماز کے وقت کے متعلق پوچھا پس جس وقت سورج زائل ہو گیا تو اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پھر ان کو رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا تو نماز کے واسطے اقامت کہی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6786)

926- وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَيْءَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی معیت نماز جمعہ اس وقت پڑھتے جس وقت سورج زائل ہو جایا کرتا پھر ہم سایہ ڈھونڈتے ہوئے واپس ہوتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:459، بلوغ المرام: رقم الحدیث:446، جامع الاصول: رقم الحدیث:3962، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5461، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1512، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1839، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1423، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:860)

927- وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز جمعہ اس وقت ادا فرمایا کرتے جس وقت سورج زائل ہو رہا ہوتا تھا۔ (المنتقی: رقم الحدیث:289، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3959، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5460، سنن الترمذی: رقم الحدیث:462، شرح السنۃ: ج:1، ص:257، صحیح البخاری: رقم الحدیث:853، مسند احمد: رقم الحدیث:11851، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:862)

928- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْجُمُعَةَ فَنَرْجِعُ وَمَا نَجِدُ فَيْأً نَسْتَظِلُّ بِهٖ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَقَالَ فِي التَّلْخِيْصِ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ اس وقت ادا فرمایا کرتے جس وقت سورج زائل ہو جاتا اس کے بعد ہم یوں لوٹا کرتے کہ ہم کو اس قدر سایہ بھی نہ مل پاتا جس سے ہم سایہ لے سکیں۔ (معجم الاوسط: ج:6، ص:290، بلوغ المرام: رقم الحدیث:446، جامع الاصول: رقم الحدیث:3962، عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث:140، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1160)

929- وَعَنْ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ اَرٰى طِنْفِسَةً لِعَقِيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تُطْرَحُ اِلٰى جِدَارِ الْمَسْجِدِ الْغَرْبِيِّ فَاِذَا غَشِيَ الطِّنْفِسَةَ كُلَّهَا ظِلُّ الْجِدَارِ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَصَلَّى الْجُمُعَةَ قَالَ مَالِكٌ وَالِدُ اَبِيْ سُهَيْلٍ ثُمَّ نَرْجِعُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنَقِيْلُ قَائِلَةَ الضُّحٰى . رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُؤَطَّا وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

مالک بن ابی عامر کا بیان ہے کہ میں نے جمعہ کے روز حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی چادر کو دیکھا جو مسجد کی دیوار پر ڈالی ہوئی تھی۔ تو جس وقت دیوار کا سایہ تمام چادر کے اوپر پھیل جاتا تو اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکلا کرتے اور نماز جمعہ پڑھایا کرتے پھر نماز جمعہ کے بعد واپس ہو کر قیلولہ فرمایا کرتے۔ (المؤطا: ج:1، ص:330، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 31052، جامع الاصول: رقم الحدیث:3963، کنز العمال: رقم الحدیث:23305)

930- وَعَنْ اَبِي الْقَيْسِ عَمْرِو بْنِ مَرْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ . رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

ابو القیس عمرو بن مروان اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت آفتاب ڈھل جایا کرتا تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:5181)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہوتا ہے مگر حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز کو عید کی نماز کے وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی عید کی نماز ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز کو زوال سے قبل پڑھنا بھی جائز ہے یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مردود ہے اور یہ قول خلفاء راشدین کے عمل سے بھی مردود ہے۔

ابن القصار نے کہا: جمعہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ ظہر ہے تو اس کا وقت وہی زوال آفتاب ہے اور یا وہ ظہر کا بدل ہے تو بھی اس کا وقت زوال آفتاب ہے کیونکہ ابدال مبدلات کے وقت کو تبدیل نہیں کرتا جیسے نماز کو قصر کرنے کی وجہ سے نماز کے اوقات تبدیل نہیں ہوتے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم جمعہ کی نماز جلدی پڑھا کرتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ آفتاب کے زوال کے فوراً بعد نماز جمعہ پڑھ لیتے تھے۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:576)

نیز علامہ ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں: جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور یہ کہ جمعہ ظہر کے بعد پڑھا جائے گا اور سخت گرمی میں ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے تو پھر جمعہ کو زوال کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے جیسے حضرت مجاہد کا اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا زعم ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:2، ص:577)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک نماز زوال کے بعد جلدی پڑھنی چاہئے جبکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورج کے زوال سے قبل نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

(شرح للنووی: ج:1، ص:383)

نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام دنوں میں ظہر سے قبل صبح کا کھانا تناول فرما کر آرام کرتے تھے اور جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے لئے تیاری میں مشغول ہونے کی وجہ سے جمعہ سے قبل یہ سارے کام نہیں کر سکتے تھے بلکہ جمعہ کی نماز سے فراغت پا کر ہی کھانا تناول فرمایا کرتے اور قیلولہ بھی کرتے جس سے یہ معلوم ہوا کہ جمعہ کے علاوہ دنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظہر سے قبل کھانا بھی تناول فرماتے اور قیلولہ بھی کرتے جبکہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد کھانا بھی تناول فرماتے اور قیلولہ بھی فرماتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نماز کے بعد قیلولہ کرتے تھے یعنی نماز جمعہ جلدی پڑھنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اول وقت قیلولہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال: ج:2، ص:577)

قیلولہ کرنا مستحب بلکہ سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے

قیلولہ کرنا مستحب بلکہ سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور بعض دفعہ مصروفیت کی بناء پر قیلولہ نہ بھی فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ہمام شیخ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: قیلولہ کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ (عالمگیری: جز:5، ص:376)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْاَذَانَیْنِ لِلْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے لئے دو اذانوں کا بیان

931- عَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَآءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ البخاری وَالنَّسَآئِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ۔

سائب بن یزید کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن اذان شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ طیبہ میں اس وقت ہوا کرتی جس وقت جمعہ کے روز امام منبر پر بیٹھ جایا کرتا پھر جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ اقدس آیا اور لوگوں کا جم غفیر ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ مقام زوراء میں اس اذان کو کہا گیا پھر معاملہ یونہی رہا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:516، سنن النسائی: رقم الحدیث:1393، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1135، شرح السنۃ: رقم الحدیث:1071، مسند احمد: رقم الحدیث:15728، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1673، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1090، معجم الکبیر: رقم الحدیث:6647، المنتقی: رقم الحدیث:290، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1774)

مذاہب فقہاء

جمعہ کے لئے اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ مقدسہ میں ایک ہی ہوا کرتی تھی پھر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان کا اضافہ فرمایا اور اس اذان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجماع فرمایا اور کسی نے بھی انکار نہ فرمایا لہٰذا یہ مسلمانوں کے لئے مسنون ہوئی کیونکہ یہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ اور حدیث میں جو تیسری اذان کا فرمایا گیا اس سے مراد اقامت ہے ورنہ تیسری اذان کا کوئی بھی قائل نہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جمعہ کے دن اذان کی صنعت میں امام مالک علیہ الرحمہ کے اقوال مختلف ہیں۔ ابن عبدالحکم نے امام مالک علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے چکے تو لوگوں کو اس وقت خرید و فروخت سے منع کر دیا جائے گا اور ان کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اذان واحد ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور المدونہ میں امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دینا شروع کر دے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ فقہاء کوفہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

امام ابن شہاب زہری نے سائب سے روایت کیا ہے کہ جب لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان

دینے کا حکم دیا حدیث میں اس کو تیسری اذان جو کہا ہے وہ اقامت کے اعتبار سے ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:2، ص:584)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب التَّأْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ

باب: خطبہ کے وقت مسجد کے دروازہ پر اذان دینا

932- عَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ .

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جمعہ کے دن دروازہ پر اذان تب کہی جاتی جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر جلوہ فگن ہوتے اور یونہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ لفظ ''مسجد کے دروازہ پر'' محفوظ نہیں ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:461، جامع الاصول: جز:5، ص:674، سنن ابوداود: رقم الحدیث:919، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1087)

شرح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ مقدسہ میں اذان مسجد کے دروازہ پر ہوا کرتی تھی اسی وجہ سے فقہاء کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اس بارے میں فقہاء کرام کے کثیر اقوال ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ مفتی امجد علی اعظمی حنفی کا قول

صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: خطیب جب منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے دوبارہ اذان دی جائے۔ یہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ سامنے سے یہ مراد نہیں کہ مسجد کے اندر منبر سے متصل ہو کر مسجد کے اندر اذان کہنے کو فقہائے کرام مکروہ فرماتے ہیں۔ (بہار شریعت: جز:1، ص:775)

علامہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی کا قول

علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی 962ھ لکھتے ہیں: شریعت میں اصل یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے تاکہ سب لوگوں کو خبر ہوا جئے اور یہ سنت ہے جیسا کہ قنیہ میں مذکور ہے اور یہ کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ نظم میں ہے لیکن جلالی میں مذکور ہے کہ مسجد میں اذان دی جائے گی یا اس جگہ میں جو مسجد کے حکم میں ہو اور مسجد سے بعید جگہ میں اذان نہ دی جائے۔

(جامع الرموز: جز:1، ص:123)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی کا قول

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی 542ھ لکھتے ہیں: اذان مسجد کے مینار یا مسجد سے باہر دینی چاہیے اور مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ (خلاصۃ الفتاوی: ج:1، ص:49)

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی کا قول

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی 734ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ اذان منارہ میں ہو اور اقامت مسجد میں۔

(تبیین الحقائق: ج:1، ص:246)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد حنفی کا قول

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اذان مینار میں دینی چاہیے اور اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں دینی چاہیے۔

فقہاء کرام نے کہا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:250)

علامہ زین ابن نجیم حنفی کا قول

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے اور اقامت زمین پر کہی جائے۔

(البحر الرائق: ج:1، ص:255)

علامہ سیّد احمد بن محمد طحطاوی حنفی کا قول

سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر دی جائے جیسا کہ السراج میں مذکور ہے اور مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے النظم سے نقل کیا ہے اور اگر وہاں کوئی بلند جگہ اذان دینے کے لئے نہ ہو تو فناء مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:198)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں مسجد میں مینار نہیں تھے نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مقام زوراء پر اذان دی جاتی تھی پھر بنو امیہ کے زمانہ میں مینار بنائے گئے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی مسجد میں بھی چار مینار بنائے گئے۔ (شرح سنن ابوداؤد: ج:4، ص:427)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور جس قدر اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اس کو کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ یہاں پر اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چیدہ چیدہ وضاحت کو نقل کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: پس میں اس کی مدد کے ساتھ کہتا ہوں کہ سنن ابوداؤد، صحیح ابن خزیمہ، معجم کبیر، امام ابوالقاسم، الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اذان خطبہ میں سنت یہ ہے کہ امام منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے حدود مسجد کے اندر (نہ کہ خاص مسجد میں) اذان دی جائے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عہد ہائے مبارک ومسعود میں اور دیگر خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ کرام وزمانہ تابعین وائمہ مجتہدین میں ایسا ہی ہوتا رہا۔ کسی سے اس کا خلاف مروی نہیں اور معاذ اللہ رب العالمین وہ اس کے خلاف کہہ بھی کیسے سکتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ پر بے شمار ائمہ مفسرین نے آیت مبارکہ **اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة** کی تفسیر میں اعتماد کیا۔ چنانچہ کشاف میں علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ، مفاتیح الغیب میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، لباب التاویل میں امام خازن رحمۃ اللہ علیہ، رغائب الفرقان میں امام نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ خطیب وجمل وغیرہ نے اسے ذکر کیا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ میں اس پر اعتماد کیا۔ عبارتیں سب کی آگے آرہی ہیں **ان شاء اللہ تعالیٰ**

ہمارے ائمہ فقہ نے کثرت کے ساتھ فقہ کی کتب معتمدہ میں مسجد کے اندر اذان کی ممانعت فرمائی کہ مکروہ ہے۔ فقیہ النفس امام قاضی خان نے خانیہ میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصہ میں، امام اسیجابی نے شرح طحاوی میں، امام اتقانی نے غایۃ البیان میں، امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بنایہ میں، امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام زندوستی نے نظم میں، امام سمعانی نے خزانۃ المفتین میں، مختار زاہدی نے مجتبیٰ میں، محقق زین ابن نجیم نے بحر الرائق میں، محقق ابراہیم حلبی نے غنیۃ میں، برجندی نے شرح نقایہ میں، قہستانی نے جامع الرموز میں، سیّد الطحطاوی نے حواشی مراقی الفلاح میں، نیز اصحاب فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ تاتارخانیہ اور مجمع البرکات نے اس کی تصریح فرمائی۔ ان حضرات نے نہ تو کسی جزء کا استثناء کیا نہ تخصیص کی طرف اشارہ فرمایا تو غیر مخصوص کی تخصیص کا ارادہ ایک ناقص رائے اور وہم قیاس آرائی ہے۔ اس مسئلہ میں مزید چند امور بھی قابل غور ہیں:

1- جوف مسجد میں اذان دینا دربار الٰہی کی بے ادبی ہے اس پر قرآن مجید واحادیث مبارکہ اور عہد قدیم سے آج تک کا عرف شاہد ہے۔

2- جوف مسجد میں اذان، مشروعیت اذان کے مقصد کے خلاف ہے۔

3- جوف مسجد میں اذان کے جواز پر قرآن مجید وحدیث مبارکہ سے کوئی دلیل نہیں اگر کہیں علامت یا اشارۃ النص یا احتمال ومجاز کے طور پر اس کا تذکرہ بھی ہو تو یہ اسی باب میں علی الترتیب حکم، عبارۃ النص اور صریح وحقیقت کے معارض نہیں ہو سکتے۔

4- اندرون مسجد اذان گو آج کل بعض مقامات میں شائع وذائع ہو مگر پورے عالم اسلام میں نہ تو اس پر اجماع ہوا ہے نہ عہد رسالت سے اس کا توارث ثبوت ثابت ہے پس ایسے امر کا جواز نہ تو محتمل ہے نہ قابل قبول اور جو فعل شرعاً ناپسندیدہ ہو گو لاکھ معروف ومشہور ہو گو ہم اس کے ایجاد کا زمانہ متعین نہ کر سکیں مقبول ومعروف شرعی نہیں ہو سکتا۔

اے سرداران امت علماء اہلسنت! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو احیائے سنت کے لئے تیار کر رکھا ہے اور آپ کے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں آپ کو اس کی دعوت دی ہے اس پر سو شہیدوں کے اجر اور دار آخرت میں اپنی ہم نشینی کا وعدہ فرمایا ہے۔ سنت کا

احیاء جبھی ہوگا کہ لوگوں نے اسے مردہ کرڈالا ہواور موت اسی صورت میں ہوگی کہ لوگ اس پر عملدرآمد ترک کردیں۔ اور اس وقت کے علماء مذکورہ بالا کی وجوہ کی بناء پر ان کی اس حرکت پر خاموش رہے ہوں پس جو ایسی سنت زندہ کرے اسے اس کا اجر ملے گا اور جس نے خاموشی اختیار کی وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اسی نہج پر احیائے سنت کا معاملہ عہد قدیم سے آج تک چلتا رہا ہے اس لیے لوگوں کے عمل یا عادت یا کسی عمل پر ماضی قریب کے علماء کی خوشی سے استدلال اور یہ خیال کہ اگر مسئلہ دائرہ خلاف شرع ہوتا تو اس پر ان علماء کی خاموشی ان کے لئے باعث عار ہوتی۔ یہ سب خیال کھلی جہالت اور واضح وہم پرستی اور احیائے سنت کا سد باب ہے حالانکہ حضور سید عالم ﷺ نے احیائے سنت کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور اس پر عظیم انعام واکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اب ہم مہکتے شاموں اور بھکتے نفحات میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حبیب ﷺ اور ان کے آل واصحاب پر مقدس درود اور مبارک تسلیمات نازل فرمائے۔ آمین!

تحفہ 1:

ہمارے شیخ، شیخ علمائے حرم سیّد احمد بن زید ابن دحلان مکی قدس سرہ نے مکہ مکرمہ میں 1296ھ میں ہم سے بیان کیا۔ ان سے شیخ عثمان بن حسن دمیاطی ازہری نے، ان سے شیخ محمد امیر مالکی نے اور شیخ عبداللہ شرقاوی شافعی ازہری نے ح، ہم سے علامہ مولانا مفتی عبدالرحمٰن بن سراج مکی نے ذوالحجہ 1295ھ میں مولانا مفتی مکہ جمال ابن عبداللہ ابن عمر کے واسطہ سے بیان کیا ح، ہمیں حسین ابن صالح جمل اللیل مکی نے باب صفا کے پاس اپنے گھر ذوالحجہ 1295ھ میں بیان کیا اور احمد ابن زید جمل اللیل نے بھی۔ دونوں حضرات نے شیخ عابد سندھی اور انہوں نے شیخ صالح غلانی اور سیّد عبدالرحمٰن اہدل اور یوسف ابن محمد مزجاجی اور سیّد احمد وقاسم ابنائے سلیمان اور اپنے چچا محمد حسین انصاری سے ح، ہمارے شیخ سیّد امام عارف باللہ شاہ آل رسول احمدی نے جمادی الاولیٰ 1294ھ میں ہم کو خبر دی انہیں شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کردی مدنی نے ح، ان سب لوگوں ن اپنے مشائخ کرام سے جن کی معروف ومشہور سندیں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ تک متصل ہیں انہوں نے اپنی سنن میں نفیلی، محمد بن مسلمہ، محمد بن اسحٰق، زہری عن سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے۔ ایسا ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ مقدسہ میں ہوتا رہا۔

یہ حدیث حسن وصحیح ہے اس کے راوی محمد بن اسحاق قابل بھروسہ، نہایت سچے امام ہیں۔ ان کے بارے میں امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ محدث ابوزرعہ اور ابن حجر نے فرمایا یہ بہت سچے ہیں۔

امام عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ

ہم نے انہیں صدوق پایا، ہم نے انہیں صدوق پایا، ہم نے انہیں صدوق پایا۔ امام عبداللہ بن مبارک، امام شعبہ اور سفیان ثوری اور ابن عینیہ اور امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کیں اور ان کی شاگردی اختیار کی۔

امام ابوزرعہ دمشقی نے فرمایا:

اجلہ علماء کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اصل صدق وخیر پایا۔

ابن عدی نے کہا:

آپ کی روایت میں ائمہ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں ہے اور آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام علی بن المدینی نے کہا:

کسی امام یا محدث کو ابن اسحاق پر جرح کرتے نہیں دیکھا۔

امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ

میں ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت کرتا رہا اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا نہ ان پر کچھ تنقید کی۔

(آگے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے ثقہ ہونے پر اقوال بیان کئے ہیں)

تحفہ 2:

وہ شخص بھی کیا خوب جاہل ہے جو یہ کہتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث خود ہی متناقض ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ”خطیب کے سامنے“ اور ”مسجد کے دروازہ پر“ میں تناقض ہے تو اگر باب مسجد پر ہوگی تو خطیب کے سامنے کیسے ہوگی؟ یہ شبہ سراسر وہم کی پیداوار ہے کیونکہ جب تم منبر پر بیٹھو اور تمہارے منہ کے سامنے مسجد کا دروازہ ہو تو دروازے پر کھڑا ہونے والا کیوں تمہارے سامنے نہ ہوگا؟ کیا اس کو تمہارے پیچھے کھڑا ہونے والا کہا جائے گا؟ شاید یہ سوچتے ہوں گے کہ اس صورت میں امام اور مؤذن کے بیچ میں صفیں حائل ہیں پھر سامنے کیسے ہوا؟ صفیں بیچ میں ضرور ہیں لیکن وہ مؤذن اور امام میں حائل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ آسمان وزمین تمہارے آگے پیچھے ہیں“ حالانکہ کتنے پہاڑ اس کے اور ہمارے درمیان میں حائل ہیں ”بین یدیه“ کی زیادہ تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تحفہ 3:

اور جب ”بین یدیه“ اور ”علی الباب“ کا تناقض ختم ہوگیا تو اس پر حدیث کی جو تاویل مبنی تھی وہ بھی ختم ہوگئی کہ درخت بیج کے بغیر نہیں اگ سکتا۔ لیکن اس تاویل میں حیرتناک بات یہ ہے کہ مؤول کے نزدیک سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دروازہ سے مراد وہ دروازہ ہے جو دیوار قبلہ میں منبر کی پشت پر تھا تو خطیب کے سامنے منبر کے بالکل کھڑے ہونے والے مؤذن کو مسجد کے دروازہ پر کہہ دیا اگرچہ مؤذن اور دروازہ کے بیچ میں خود خطیب اور منبر حائل تھا مگر کھڑے والے مؤذن کے سامنے ہی دروازہ تھا۔

یا للعجب! مؤول جس دروازہ کی بات کر رہا ہے وہ اب نہیں ہے اسے بند کر کے اب دیوار کر دیا گیا ہے وہ تو مراد ہو سکتا ہے اور حقیقی دروازہ جو فی الوقت موجود ہے اور خطیب کے سامنے ہے وہ مراد نہیں ہو سکتا کیا ایسی صورت میں کوئی باب المسجد کہے تو کسی کا ذہن اس بات کی طرف منتقل ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد موجود اور مشاہد دروازہ موجود نہیں بلکہ یہ دیوار مراد ہے اس کو تاویل نہیں کہتے۔ یہ تو تحویل ہے تعطیل ہے اور تبدیل ہے خصوصاً اس صورت میں کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اس بند شدہ دروازہ کو دیکھا بھی نہیں کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سات سال کے تھے۔ اس حساب سے ان کی ولادت 3 ہجری میں ہوئی جبکہ تحویل قبلہ کا واقعہ 2ھ کا ہے تو جب وہ اپنے مشاہدہ کی بات کر رہے ہیں تو یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ وہ اس ان دیکھے دروازہ کی گواہی دیں گے پھر اس تاویل میں مجاز در مجاز ماننا پڑے گا کیونکہ یہ دروازہ قبلہ کی دیوار میں تھا اور اسی کے پاس منبر تھا۔ اس دروازہ اور منبر کے درمیان بکری کے گزرنے بھر کی جگہ تھی اور منبر کے بعد مؤذن

کھڑا ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں مؤذن حقیقی معنیٰ میں دروازہ پر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے کیونکہ حقیقی معنیٰ میں دروازہ پر ماننے کی صورت تو یہ ہوگی مؤذن منبر سے آگے بڑھ کر قبلہ کی دیوار کے اندر والے دروازہ پر کھڑا ہو کر حضور ﷺ کی پشت اقدس کے پیچھے قبلہ کی طرف پشت اور آپ کے پشت کی طرف رخ کرے بلکہ سچ پوچھو تو یہ اذان بھی دروازہ پر نہ ہوگی کہ دروازہ تو بند ہو کر اس جگہ دیوار بنادی گئی تھی۔

تحفہ 4:

اور دروازہ سے مسجد کا باب شمالی مراد لینا جو منبر کے سامنے واقع تھا اور "علی باب المسجد" کے علی کو محاذات پر محمول کرنا اور مطلب یہ بتانا کہ مؤذن تو منبر سے متصل ہی کھڑا ہوتا تھا لیکن لفظ "علی باب المسجد" سے اس کی تعبیر اس لیے کی گئی کہ دروازہ منبر کے سامنے تھا تو مؤذن اور دروازہ میں آمنا سامنا تھا۔ یہ بے وزن اور حقیر کلام ہے۔

اولاً

بلا قرینہ معنیٰ بعید مراد لینا اور ایسا کلام بولنا سامع کو غلط فہمی میں ڈالنا اور تلبیس سنت ہے۔ صحابی رسول ﷺ ایسی حرکت نہیں کر سکتے۔

ثانیاً

اس تاویل کی رو سے "علی باب المسجد" کا لفظ بے سود ہے کیونکہ دروازہ جب امام کے سامنے ہے تو جو امام کے سامنے کھڑا ہے وہ دروازہ کے سامنے بھی کھڑا ہے تو لفظ "بین یدیه" کے ذکر کے بعد لفظ "علی باب المسجد" نہ تو اس پہلے معنیٰ کی توضیح ہوئی نہ تخصیص اور نہ ہی اس لفظ سے کسی معنیٰ کا افادہ مقصود کیونکہ بقول مؤل مقصد تو امام کے سامنے کھڑا ہونا ہے دروازہ پر کھڑا ہونا نہیں۔ ایسی صورت میں لفظ علی باب المسجد لغو اور بیکار ہوا جس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

ثالثاً

اولاً یہ تاویل خود اپنے وجود کے ابطال کی دلیل ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ کلام کے معنیٰ ظاہر درست نہ ہوں اور مخالف نے علی باب المسجد کو محاذات پر اس لئے محمول کیا کہ اس کے نزدیک بین یدیه اور علی باب المسجد میں تضاد تھا اور بین یدیه کے معنیٰ محاذات بلا فائل ہیں جیسا کہ تمہاری خالہ کے ابن اخت نے اس کا اعتراف کیا اور اب تمہاری تاویل سے جب امام کے پاس کھڑا ہونے والا دروازہ کے سامنے اور محاذی ہے تو دروازہ پر کھڑا ہونے والا امام کے محاذی و مقابل کیوں نہ ہوگا جبکہ دونوں کے درمیان حائل نہیں۔ تو جب آپ کی یہ تاویل علی الباب کے معنیٰ ظاہر کی تائید کرتی ہے تو اس تاویل کی کیا ضرورت ہے اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ آپ کی تاویل اپنی تخریب کا سامان اپنے ساتھ ہی لائی ہے اور یہ بدترین بات ہے۔

تحفہ 5:

اس سے بری تاویل یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ الفاظ حدیث میں لفظ "علی الباب" سے پہلے واؤ یا او محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اذان کبھی حضور کے سامنے منبر کے پاس ہوتی اور کبھی دروازہ پر یا مطلب یہ ہے کہ مؤذن بانگ دونوں جگہ دیتا۔ منبر کے پاس والی تو اذان ہوئی اور دروازے کے پاس والا اعلان تھا جو اذان کے الفاظ میں نہیں ہوتا تھا۔ یہ بات خود ہی اپنا بطلان کر رہی ہے کیونکہ یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی کفارہ ظہار کی آیت صیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا (صحبت سے قبل مسلسل دو ماہ روزہ رکھنا ہے) میں یہ

کہے کہ آیت میں لفظ من قبل کے پہلے حرف واؤ جو بمعنی او ہے مقدر ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل دو مہینے روزہ رکھے یا عورت سے صحبت سے پہلے روزہ رکھے۔

پھر اولاً اس تاویل کی بناء اس واہمہ پر ہے کہ لفظ بین یدی اور علی الباب میں تقابل ہے۔ دونوں ایک مصداق پر صادق نہیں آ سکتے اور چونکہ یہ وہم باطل ہے اس لئے او بھی یہاں تقسیم کے لئے نہیں ہوگا بلکہ اس بات کے اظہار کے لئے ہوگا کہ لفظ بین یدیه اور علی الباب دونوں ایک ہی ہیں یعنی جمع کے لئے ہوگا۔

ثانیاً "علی الباب" اور "بین یدیه" دو الگ الگ نداؤں کے متعلق ماننے پر یہ لازم آئیگا کہ عہد رسالت میں نماز جمعہ کے لئے تھویب ہوتی تھی اور یہ تصریحات علماء کے بالکل خلاف ہے بلکہ خود حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں ایک ہی مؤذن ہوتا تھا جو امام کے منبر پر بیٹھتے ہی اذان دیتا۔ یہ روایت بخاری شریف کی ہے۔

ثالثاً۔ حدیث شریف میں تو ایک ہی اذان کے بین یدیه اور علی الباب ہونے کی تصیص ہے اس تفصیل کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے کہ دروازہ پر اذان سے مختلف کلمات میں اعلان ہوتا تھا۔ ہاں حرف عطف کے ساتھ معطوف کو بھی مقدر مانا جائے یعنی و بعد ما کان الاعلام علی باب المسجد (مسجد کے دروازہ پر اعلان ہونے کے بعد سامنے اذان ہوتی) یا لفظ یوذن کو ہی عموم مجاز پر محمول کیا جائے جس سے ڈبل مجاز بلکہ بلا کسی قرینہ ملجئہ کے ترک حقیقت ماننا لازم آئے۔ تو یہ سب مخالفین کی ہوس ہے جس سے وہ حدیث مبارکہ تفسیر کے نام پر تغیر و تبدیل حدیث کرنا چاہتے ہیں۔

نفحہ 6:

اور مخالفین میں سے بعض جن کو ہم نے جہالت پر عار دلایا تھا اس نے حدیث پاک میں ایک ایسی علت پیدا کرنی چاہی جو سرے سے اس حدیث سے استدلال کو ہی ختم کر دے وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں کوئی دروازہ منبر کے سامنے تھا ہی نہیں پوری مسجد نبوی شریف میں صرف تین دروازے تھے پوربی رخ پر باب جبرائیل اور پچھم طرف باب السلام اور باب الرحمۃ (اور شمال وجنوب میں کوئی دروازہ تھا ہی نہیں) یہ خبیث جہالت سے حدیث کو رد کرنا ہے۔ مسجد شریف میں یہ تین دروازے ضرور تھے مگر اور دروازے بھی تھے جن کی تفصیل یوں ہے پوربی جانب باب جبریل، پھر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی سمت باب النساء قائم فرمایا۔ پچھم طرف باب الرحمۃ، پھر اسی طرف امیر المومنین نے باب السلام قائم فرمایا۔ شمالی جانب باب ابی بکر، پھر اسی طرف امیر المومنین نے ایک دروازے کا اور اضافہ فرمایا۔ عالم مدینہ حضرت سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصۃ الوفاء میں اس کی تصریح فرمائی۔ پھر باب شمال کے لئے کسی دوسرے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ بخاری شریف باب الاستسقاء کی یہ حدیث کافی ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اس دروازہ سے جو منبر کے سامنے تھا ایک جمعہ کو آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

نفحہ 7:

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہاں دو سنتیں ہیں جن میں ایک کا تعلق خاص اذان خطبہ سے ہے۔ یہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت اذان

کا اس کے سامنے ہونا ہے اور ایک عام سنت ہے جو ہر اذان کو عام ہے اور اذان کا حدود مسجد کے اندر اس کے صحن میں ہونا ہے نہ کہ خاص مسجد کے اندر۔ اس کی تصریح ان فقہاء کے نصوص میں ہے جن کا ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی اس حدیث مبارکہ میں ان دونوں ہی سنتوں کا بیان کیا ہے کہ اذان خطبہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے ہوئی اور یہ کہ اذان مسجد کے دروازہ پر ہوئی اور دروازہ مسجد کی حد پر ہوتا ہے مسجد کے اندر نہیں لیکن اذان کی سنت میں دروازہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اہمیت صرف منبر کے سامنے ہونے کو ہے۔ اگر کسی مسجد میں منبر کے سامنے دروازہ نہ ہو تو ایسا نہیں ہے کہ دروازہ ڈھونڈ کر وہیں اذان دی جائے بلکہ خطیب کے سامنے حدود مسجد اور صحن مسجد میں ہوگی۔ اس سے دو سوالوں کا جواب ہو گیا جو اکثر کیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ علماء نے اس اذان کی سنتوں میں اس کا دروازہ پر ہونا ذکر نہ کیا۔ جواب یہ ہے کہ اس لیے اس کا ذکر نہ کیا کہ دروازہ اس باب میں غیر مقصود ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں اس کا ذکر ایسے ہی ہے جیسے دوسری حدیث میں سطح بیت نوار ام زید کا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نوار ام زید پر اذان دیتے تھے تو اگر کوئی یہ گمان کرے کہ اذان میں یہ سنت ہے کہ پڑوسیوں کے گھر کی چھت پر ہو اور کوئی شخص منارہ یا مسجد کے دروازہ کے اوپر کھڑا ہو کر دے تو سنت کے مخالف ہے تو غلط ہے کیونکہ اس گھر کی چھت کے ذکر سے مقصد تو یہ ہے کہ بلند جگہ پر اذان ہو نہ یہ کہ پڑوسی کے گھر کی چھت پر۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ فقہاء اس اذان کے لئے خارج مسجد ہونے کی شرط باب جمعہ میں ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف اتنا بتاتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ امام کے سامنے ہو۔ جواب یہ ہے کہ خاص باب جمعہ میں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سنت صرف اذان جمعہ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام اذانوں کی سنت ہے اس لیے علماء نے اس کو مطلق اذان کے باب میں ذکر کیا۔ ہاں خطیب کے سامنے ہونا اذان جمعہ کے ساتھ خاص تھا تو اس کو باب جمعہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اذان کے دو خاص و عام حکم کو شامل تھی۔ اصولاً اس کو دو علیحدہ علیحدہ ابواب میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔ فقہائے امت نے ایسا ہی کیا۔ یہ جواب اسی تقدیر پر ہے کہ سائل کے قول کو تسلیم کیا جائے ورنہ ہمارے علماء کرام نے ابواب جمعہ کو بھی اس بیان سے خالی نہیں رکھا۔ ان شاء اللہ آئندہ ہم اس کی شہادتیں پیش کریں گے۔

نفحہ 8:

اور جب ہر طرف سے عاجز ہو گئے تو کہا کہ لوگوں نے اس حدیث کا چرچا ہی نہیں کیا تو یہ متروک العمل رہی مگر یہ بات ایسے شخص کی ہو سکتی ہے جو عوام کے درجہ سے بالشت بھر بھی بلند نہ ہو سکا کیونکہ ہر چیز کو وہیں تلاش کرنا چاہیے جہاں اس کا ٹھکانہ ہو اور دوسری جگہ نہ ملنے میں کوئی شکایت نہیں اور یہ بات اسی قبیل سے ہے کہ کسی چیز کے نہ ہونے پر اندھوں کی گواہی پیش کی جائے ورنہ علماء تو اس حدیث کا مسلسل ذکر کرتے رہے اور اس پر اعتماد کرتے رہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

(جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی) اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔

ابوداؤد کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

حضور انور ﷺ جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے قول ”جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے“ یعنی جو ندا جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اذان نہیں دی جاتی تھی۔ جمعہ کے دن جب حضور انور ﷺ منبر پر بیٹھتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے ایسا ہی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی تھا۔

تفسیر کشاف میں ہے:

(سورہ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی تھی۔ حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں ایک ہی مؤذن آپ ﷺ پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا اور دور دور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اور اضافہ فرمایا اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ زوراء پر دی جاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے مؤذن سے اذان دیتے۔ پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

درشفاف لعبد اللہ بن الہادی میں ہے:

آپ ﷺ کے ایک ہی مؤذن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازہ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

نہر الماد من البحر لابی حیان میں بھی اسی طرح ہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوتا رہا پھر عثمان کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے اور مکانات دور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اضافہ فرمایا اور انہیں حکم فرمایا: پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مؤذن دوسری اذان دیتا پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے اس اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے:

حضور انور ﷺ اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایک ہی مؤذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

اور تجرید کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے:

حضور انور ﷺ کا ایک ہی مؤذن تھا جب آپ ﷺ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور ﷺ کا ایک مؤذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

تفسیر خطیب وفتوحات الٰہیہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان "جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے" اس نداء سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں۔ ایک ہی مؤذن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا۔ جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی پھر حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت علی (رضی اللہ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے۔ مدینہ منورہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں آبادی بڑھی اور مکانات دور دور تک پھیل گئے تو انہوں نے ایک اذان اور زائد کی۔

کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے:

اذان اول حضور انور ﷺ اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا اور اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔

(آگے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے "الشمامۃ الثانیۃ من صندل القفہ" کا رسالہ لکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے مگر میں چیدہ چیدہ مقامات نقل کرتا ہوں)

نفحہ 1:

اللہ تعالیٰ کے لئے بے شمار حمد ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے پر کثیر التعداد فقہی نصوص ہیں وہ بھی صیغہ نفی کے ساتھ جو ممانعت میں نہی سے زیادہ موکد ہوتا ہے۔

خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، شرح نقایہ لعلامہ عبدالعلی، فتاویٰ ہندیہ، تاتارخانیہ، مجمع البرکات میں ہے:

مئذنہ پر اذان دینا چاہئے یا مسجد کے باہر؟ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

بحرالرائق شرح کنزالدقائق اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

شرح مختصر الامام طحاوی للامام اسبیجابی اور مجتبیٰ شرح مختصر للامام قدوری میں ہے:

اذان نہ دی جائے مگر صحن متعلقہ مسجد میں یا منارہ پر۔

بنایہ شرح ہدایہ للامام عینی میں ہے:

اذان نہ دی جائے مگر صحن مسجد میں یا مسجد کے کنارے۔

غنیۃ شرح منیہ میں ہے:

اذان منذنہ پر یا خارج مسجد ہو اور اقامت مسجد کے اندر۔

نظم امام زندویستی، شرح نقایہ لشمس قہستانی حاشیہ مراقی الفلاح للعلامہ سیّد احمد طحطاوی میں ہے:

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔

غایۃ البیان شرح ہدایہ لعلامہ اتقانی فتح القدیر شرح ہدایہ لمحقق علی الاطلاق میں ہے:

مصنف امام برہان الدین صاحب ہدایہ کا قول کہ (مکان ہمارے مسئلہ میں مختلف ہے) اس امر کا فائدہ دیتا ہے کہ اذان واقامت کے مقامات کا اختلاف ہی معہود ومعروف نیز حکم شرعی ہے کہ اقامت مسجد میں ہونا ضروری ہے اور اذان مئذنہ پر اور مئذنہ نہ ہو تو مسجد کے صحن میں۔

ائمہ کرام نے فرمایا:

مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی۔

اور دونوں شارحین نے اپنی دونوں کتابوں میں جمعہ کے لئے طہارت مسنون ہونے کے مسئلہ میں اذان میں اذان پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا:

کافی میں دونوں مسئلوں میں علت جامعہ یہ بتائی کہ خطبہ اور اذان دونوں ہی مسجد کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں جن کے لئے طہارت سنت ہے۔ مسجد کے اندر کا مطلب حدود مسجد ہے کیونکہ اذان داخل مسجد مکروہ ہے۔

یہ انیس نصوص ہیں اور بیسویں نص امام ابن الحاج مکی مالکی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب مدخل میں ایک فصل تحریر فرمائی جس میں مسجد کے اندر اذان کی کراہت بیان فرمائی اور بتایا کہ مطلقاً سلف صالحین نے اس فصل کی نفی کی ہے تو اس عموم میں ائمہ اربعہ داخل ہو گئے اور ان سے پہلے کے صحابہ وتابعین بھی۔

مدخل کی عبارت یہ ہے:

مسجد میں اذان کی ممانعت کے بیان میں گزر چکا کہ اذان کے لئے تین جگہیں ہیں مسجد کی چھت، مسجد کا دروازہ اور منارہ۔ اور جب ایسا ہے تو مسجد کے اندر اذان کی ممانعت کئی وجہ سے ثابت ہے اول یہ کہ گزشتہ بزرگان دین مسجد کے اندر اذان نہیں دیتے تھے۔

یہ کل بیس نصوص ہوئے۔

نمبر 2:

یہ نصوص اپنے عموم واطلاق کے ساتھ سب کے سامنے ہیں اور اصول فقہ سے یہ ظاہر ہے کہ فصل نکرہ کے حکم میں ہے اور نفی کے تحت ہو تو عام ہے پس فقہاء کا قول لایو ذن فی المسجد عام ہے اور باقی اقوال مطلق ہیں جن میں تخصیص وتقیید کا کوئی اثر نہیں تو ان کو اپنے عموم پر ہی جاری رکھنا ہوگا۔

اور جن عبارتوں میں مئذنہ کا ذکر ہے تو وہ خطبہ کی اذان کو اس حکم سے نکالنے کے لئے نہیں اولاً اس لئے کہ صدر اول کے بعد ہی لوگوں نے بلند منبر اور ان کے سامنے اذان جمعہ کے لئے چبوترے بنائے جیسا کہ شاہی مسجدوں میں اب بھی دیکھا جا سکتا ہے (اور ان کی بنا مخصوص شرائط کے ساتھ جائز بھی ہے) تو اذان جمعہ کے لئے یہی مئذنہ ہوئے۔ اور ان پر اذان، اذان علی المئذنہ ہوئی تو اس حکم میں کہ مئذنہ پر اذان نہ ہو تو صحن مسجد میں، اذان جمعہ بھی داخل رہی۔

ثانیاً۔(یہ جمعہ اذان مئذنہ پر ہونی چاہئے نہ ہو تو صحن مسجد میں دی جائے) مطلق یا عام (اذان) کے لئے ایک حکم مردد ہے اور ایسے تردیدی حکم کا یہ تقاضا نہیں ہوتا کہ مطلق یا عام کا ہر ہر فرد حکم کے دونوں پہلوؤں سے متصف ہو بلکہ مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی فرد بھی حکم کے دونوں پہلوؤں سے یکسر خالی نہ ہو کوئی فرد حکم کے ایک پہلو سے متصف ہو اور کوئی دوسرے پہلو سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اس تشریح کی رو سے مذکورہ بالا جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ اذان خواہ پنج وقتہ ہو یا اذان خطبہ سب کو مئذنہ پر ہونا چاہئے (لائق اذان مئذنہ ہی نہ ہو یا اس پر اذان نہ ہو سکی تو صحن مسجد میں ہو پس مذکورہ بالا حکم اذان جمعہ کو بھی شامل ہوا)

اعتراض

فتح القدیر اور غایۃ البیان کی مذکورہ بالا عبارت کا ظاہر تو یہی ہے کہ یہ حکم صرف نماز پنجوقتہ کے ساتھ خاص ہو کہ مئذنہ کی ضرورت اسی کے لئے ہے اذان جمعہ تو عدم محاذات کی وجہ سے متعارف مئذنوں پر منع ہے۔

جواب

ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت یہ ہے:

اما الاذان فعلى المئذنة وان لم لكن (ایک نسخہ)

وان لم تكن (دوسرا نسخہ) ففي فناء المسجد، پہلے نسخہ کی تقدیر پر ترجمہ یہ ہوا ''اگر مئذنہ پر اذان نہ ہوئی'' اذان نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ اول اذان کا مئذنہ پر ہونا تو ممکن تھا مگر مؤذن نے سستی وغیرہ کی وجہ سے اذان مئذنہ پر نہ دی۔ یہاں عدم اذان علی المئذنہ بوجہ ترک مؤذن ہے اور دوسری صورت یہ کہ مؤذن مئذنہ پر اذان دینا چاہتا تھا لیکن وہ مئذنہ پر اذان اس لیے نہ دے سکا کہ شریعت نے اسے روک دیا کہ یہ مئذنہ خطیب کے محاذاۃ میں نہیں اس لیے اس پر اذان منع ہے یہ عدم اذان مؤذن کو اذان سے کفا و منع کی وجہ سے ہے۔ان میں پہلی صورت اذان پنجوقتہ میں ہے اور دوسری جمعہ کی اذانوں میں۔ اور عدم اذان کی ان دونوں صورتوں کے لئے حکم یہی ہے اذان صحن مسجد میں ہو تو جمعہ کی اذان کو بھی یہ حکم شامل ہوا اور دوسرے نسخہ کی رو سے ترجمہ یہ ہوگا کہ مئذنہ نہ ہو تو اذان صحن مسجد میں ہو گی مئذنہ نہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ عدم حسی اور عدم شرعی۔ مسجد میں سرے سے کوئی مئذنہ ہی نہ ہو یہ عدم حسی ہے اور مئذنہ تو ہو مگر خطیب کی محاذات میں نہ ہو تو عدم شرعی کی صورت ہے اور حکم مذکور کا مدار عدم شرعی ہے اور جب متعارف منارے عدم محاذات کی وجہ سے خطبہ کی اذان کے لئے شرعاً معدوم ہیں تو حکم مذکور اذان جمعہ کے لئے بھی ہوا کہ صحن مسجد میں ہو تو بر تقدیر اس حکم سے خطبہ کی اذان خارج نہ ہوئی وللہ الحمد اور کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حکم میں جمعہ کے خطبہ کی اذان شامل تو بر سبیل تنزل گزارش ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اس کا بھی خیال رکھا ہے چنانچہ اپنی اسی عبارت میں مذکورہ بالا ٹکڑے کے بعد اسلوب بدل کر لفظ قالوا کے اضافہ کے ساتھ ایک عام اور تام حکم دیا۔

فرماتے ہیں کہ

لایوذن فی المسجد، فقہاء کا قول ہے کہ مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی اور یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ لایوذن فی المسجد کا حکم اپنے عموم کے ساتھ تمام اذانوں کو شامل ہے لیکن بطور تنزل جب ہم نے سابقہ جمعہ کو پنجوقتہ اذان کے لئے مخصوص مان لیا

تو یہ حضرات اگر عبارت کا اسلوب بدلیں اور لفظ قالوا کا اضافہ کئے بغیر لایؤذن فی المسجد کہہ دیتے تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ حکم بھی اسی معہود اذان پنجوقتہ کے لئے ہے جس کا ذکر جملہ سابقہ میں ہے لیکن جب عبارت کا سیاق بدل گیا اور قالوا کے اضافہ نے اسے ایک علیحدہ جملہ کردیا تو وہ وہم بالکلیہ ختم ہوگیا اور یہ امر بالکل واضح ہوگیا کہ یہ ایک علیحدہ حکم جملہ اذانوں کے لئے مطلق اور عام ہے جس میں خطبہ کی اذان بھی شامل ہے۔

نفحہ 3:

یہ بات کسی علم و عقل والے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ عام سے خاص پر استدلال صحیح اور درست ہے خود حضور ﷺ نے آیت مبارکہ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر اسیرہ" (جس نے ذرہ بھر بھلائی کی اس کا بدل پائے گا) میں برتا اور آپ کے بعد صحابہ وائمہ اعلام رضی اللہ عنہم نے اسے اپنا دستور العمل بنایا۔ اگر ہر خاص کے ثبوت کے لئے خاص اسی کے بارے میں آیت اور حدیث کو ضروری قرار دیا جائے تو شریعت معطل ہوجائے گی اور انسان بے مقصد بھٹکتا پھرے گا حالانکہ شریعت میں احکام تو عام ہی ہوتے ہیں کہ سب لوگ اس پر عمل کریں اگر نصوص عامہ سے استدلال صحیح نہ ہو تو ہر شخص مطالبہ کرے گا خاص میرے نام سے حکم لاؤ۔ تو یہ جاہل وہابیہ اور مسئلہ اذان میں ان کی اتباع کرنے والے سنی جہلاء کس درجہ ناسمجھ ہیں جو ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم کو ممانعت اذان کی کوئی حدیث دکھاؤ جس سے خاص طور سے اذان خطبہ کا ذکر ہو۔ اسی کے قریب ان لوگوں کی یہ بات بھی ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ دینے کا حکم اذان کے باب میں ہے جمعہ کے باب میں نہیں۔ اس لیے یہ حکم اذان جمعہ کے لئے نہیں ہوگا۔ اس کا تفصیلی جواب تو نفحات حدیثیہ کے گیارہویں نفحہ میں گزرا۔ اس نفحہ نبیہ میں بھی مذیر گزارش ہے کہ شاید یہ نادان سمجھ رہے ہیں کہ اذان جمعہ کے ساتھ وہی احکام خاص ہیں جو باب جمعہ میں مذکور ہیں مثلاً اس اذان کا خطیب کے سامنے ہونا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے وہ سارے ہی عمومی احکام جو اذان سے متعلق ہیں گو صرف باب اذان میں ہی ان کا ذکر کیوں نہ ہو سب کے سب اذان جمعہ پر بھی عائد ضرور ہوں گے تو اگر صرف باب اذان کا بیان ہی اذان جمعہ کے لئے کافی نہ ہو تو جمعہ کی اذان میں ان پر عملدرآمد کی کیا سبیل ہوگی یہ بات تو بچوں پر بھی واضح ہے مگر نادان وہابیہ نادانی سے باز نہیں آتے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے خطبہ جمعہ باوضو مسنون فرمایا اور خطبہ کے مسئلہ کو اذان کے مسئلہ پر قیاس کیا کہ جیسے اذان کے لئے طہارت مسنون ایسے خطبہ کے لئے بھی۔ اس سے یہ وہم ہوا کہ ان دونوں کے درمیان علت جامعہ ان دونوں کا نماز کے لئے شرط ہونا ہے۔ یہ بات غلط تھی اس لیے ان دونوں شارحوں نے مذکورہ بالا علت کو چھوڑ کر اس کی علت جامعہ کی طرف رجوع کیا جس کو امام نسفی نے اپنی کتاب کافی میں متعین طور سے ذکر کیا تھا کہ خطبہ جمعہ اور اس کی اذان کے درمیان علت مشترکہ ان کا ایسا ذکر ہونا ہے جو مسجد کے اندر ہوتا ہے اس توجیہ پر یہ اعتراض وارد ہو رہا تھا کہ اذان تو مسجد کے اندر ہونے والا ذکر نہیں یہ تو مسجد کے اندر مکروہ ہے تو ان حضرات نے جواب دیا کہ تعلیل میں اذان کو ذکر مسجد کہنے کا مطلب قلب مسجد نہیں حدود مسجد ہے۔ اور اذان خطبہ اندرون مسجد نہ ہوتی ہو حدود مسجد میں تو ہوتی ہے اس اعتبار سے اس کو ذکر مسجد کہنا صحیح ہے تو اذان خطبہ کے مسجد کے اندر مکروہ ہونے کی اس سے بڑی اور کون سی نص چاہئے۔

نفحہ 4:

جب نصوص کی تخصیص ان کے بس سے باہر ہوئی تو سوچا کہ اذان خطبہ کو ہی اذان کی جنس سے خارج کردیں تا کہ یہ خود اذان کی جنس

سے خارج ہو جائے اور ہم تخصیص کی زحمت سے نجات پا جائیں تو وہ کہنے لگے کہ اذان تو غیر موجود مصلیوں کا بلاوا ہے اور اقامت مسجد میں موجود مصلیوں کو اطلاع ہے جیسا کہ ائمہ کرام نے اس کی تصریح کی ہے علامہ عینی ﷫ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے فرمایا اذان غیر موجود مصلیوں کا بلاوا ہے۔

پس یہ لوگ اذان خطبہ کو حاضر مصلیوں کی اطلاع مانتے ہیں۔ غائبین کا بلاوا تسلیم نہیں کرتے اور اذان خطبہ اذان کے الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی اذان نہیں جیسے وہ اذان جو نومولود کے کان میں کہی جاتی ہے۔ غمزدہ انسان کے لئے یا مسافر کے پیچھے اور غول بیابانی کا اثر دور کرنے کے لئے دی جاتی ہے اور دفن میت کے وقت منکر ونکیر کا جواب یاد دلانے کے لئے اور شیطان کو بھگانے یا دیگر اغراض کے لئے پکاری جاتی ہے جن کا مقصد حاضری مسجد یا دخول وقت کا اعلان نہیں ہوتا بلکہ مبارک کلمات سے تبرک یا بلا کا اندفاع ہوتا ہے۔

اس کے بعد ان کی باتوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک جاہل کہتا ہے کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں اذان ہوتی ہی نہیں تھی اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ بے اذان کے ہی پڑھتے تھے تو کہتا ہے کہ حضور انور ﷺ تو مکہ مکرمہ میں ساری نمازیں بغیر اذان کے ہی پڑھتے تھے اس مسکین کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اجماع امت وتصریح قرآن کا انکار ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں خطبہ کے علاوہ کوئی اذان نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے دوڑ پڑو۔ یہ مسجد کی طرف سعی کا حکم غائبین کے لئے ہی تو ہے۔ یہ بھی فرمایا: بیع وشراء چھوڑ دو بیع وشراء تو بازار میں ہوتی ہے مسجد میں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں اذان خطبہ مسجد میں موجود نہ رہنے والوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے ہی ہوتی تھی۔ اور یہی اذان شرعی واصطلاحی ہے اور مکہ مکرمہ کی نماز نزول اذان سے قبل ہوئی تو کوئی مومن اس پر نماز جمعہ کو قیاس نہیں کر سکتا اور دوسرے مخالف کا کہنا یہ ہے کہ بے شک حضور انور ﷺ اور صاحبین ﷠ کے زمانہ میں یہی اذان خطبہ تھی لیکن حضرت عثمان غنی ﷛ کے زمانہ میں جب انہوں نے اذان اول ایجاد کی تو یہ اذان حاضرین کا اعلان ہو گئی تو جب پہلے زمانہ میں یہ اعلان تھی تو باب مسجد پر ہونا ہی مناسب تھا۔ اور عہد عثمان غنی ﷛ میں جب یہ حاضرین کو خطبہ کے لئے خاموش کرنے کے واسطے ہے تو اس کا مسجد کے اندر منبر کے قریب ہونا ہی مناسب ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل غلط اور ظاہر البطلان ہے کہ یہ بھی ہمارے علماء کرام کے اجماع کے خلاف ہے۔

1- سارے ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ کے لئے دو اذانیں ہیں۔

2- جنبی کی اذان دہرائی جائے گی اقامت نہیں دہرائی جائے گی دلیل یہ دی گئی کہ اذان کی تکرار مشروع ہے اقامت کی نہیں۔ ہدایہ میں اس کی تصریح ہے اور تکرار اذان کے جواز کے ثبوت میں اذان جمعہ کو ہی پیش کیا گیا ہے چنانچہ کافی، تبیین، عنایہ اور در مختار میں ہے کہ

اذان کی تکرار فی الجملہ مشروع ہے حتیٰ کہ پانچوں کتابوں کی عبارت میں اتفاق ہے۔

آگے کافی میں فرماتے ہیں کہ

اقامت کی تکرار تو بالکل جائز نہیں۔

تبیین میں صرف یہ ہے کہ

اقامت کا یہ حکم نہیں۔

عنایہ میں ہے:

بخلاف اقامت کے۔

اور در مختار کی عبارت یوں ہے:

اذان کی تکرار جمعہ میں مشروع ہے نہ کہ اقامت کی تکرار۔

پس اذان ثانی اگر اذان اول کی طرح ہی اذان نہ ہو تو اس کی تکرار کس طرح ہوگی۔

3- علامہ بحر نے اپنی کتاب بحر الرائق میں صریح عبارت ارشاد فرمائی۔

اس لیے کہ اذان کی تکرار شرعاً جائز ہے جیسے جمعہ کی اذان کی بار بار ہوتی ہے اس لیے وہ غائبین کے اعلان کے لئے ہے تو اس کے بار بار کرنے میں فائدہ ہے کہ کسی نے پہلے نہ سنا ہو تو اب سن لے گا۔ البتہ اقامت کی تکرار جائز نہیں۔

4- اذان خطبہ کے اذان ہو کر اذان نہ ہونے کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ اذان سے اعلام غائبین کی ضرورت پوری ہوگئی تو اب اذان خطبہ کی اس کے لئے ضرورت ہی نہیں رہی۔ تو یہ اذان نہ رہی۔ یا یہ وجہ ہوگی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہلی اذان ایجاد فرما کر یہ کہا کہ اب اذان خطبہ اذان نہ رہی بلکہ اس سے اطلاع حاضرین کا کام لیا جائے گا۔ پہلی بات تو باطل ہے کہ تثویب بھی تو اعلام بعد الاعلام ہی ہے جسے متقدمین نے مکروہ کہا اور متاخرین نے مستحسن گردانا تو متاخرین اور متقدمین دونوں نے طے کر دیا اعلام تکرار کا امکان رکھتا ہے اگر محال ہوتا تو نہ مستحسن ہو سکتا نہ مکروہ پھر اس کے رد کے لئے صاحب بحر الرائق کا کلام ہی کافی ہے۔ دوسری بات باطل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی بری اور گندی بھی ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بدل ڈالی۔ پناہ خدا خلفائے راشدین اس سے بری ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں اضافہ کر سکتے ہیں اس میں تغیر و تبدل نہیں کر سکتے جیسا کہ آپ نے جمعہ کے دن اذان کی سنت میں ایک اذان کا اضافہ کیا جمیع اہل اسلام نے تمام شہروں میں اس کی اتباع کی۔ آپ کی سنت بدلنے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا۔

آپ فرماتے ہیں:

چھ آدمیوں پر میں نے لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور ہر نبی مجاب الدعوات سے ان چھ آدمیوں میں سے ایک سنت بدلنے والا ہے۔

اس حدیث کو ترمذی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، حاکم نے ام المومنین اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طبرانی نے کبیر میں عمرو بن سعواء رضی اللہ عنہ بلفظ سبعة لعنتهم و كل نبي حجاب روایت فرمایا۔ پس ان لوگوں کی کیسی بوالعجبی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف تغیر سنت کی نسبت کا انکار کرنے والوں کے فعل کو ضلالت شنیعہ بتاتے ہیں اور خود ان مسکینوں کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کی طرف تغیر سنت کی نسبت کرنا بہت بڑی گمراہی ہے اور اس کے مردود ہونے کی سب سے بڑی وجہ خود وہی ہے دوسری بات کا یہ جواب بھی ہے کہ آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اذان خطبہ کی اذانیت کو ختم کر دیا کیا انہوں نے خود اس کا اقرار کیا ہے یا انہوں نے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ وہ اس اذان کی طرف رجوع نہ کرے یا انہوں نے مؤذن کو حکم دیا تھا کہ اس اذان میں تخفیف کرے یا اس کو پست آواز سے کہے یا آپ لوگ امیر المومنین پر بے جانے بوجھے افتراء کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے باز پرس نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا

ہے اس پر کان بھی نہ دھرو جس کا علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ، دل سب سے پوچھا جائے گا۔ اس پر یوں بھی غور کرنا چاہئے کہ عہد رسالت کی اذان خطبہ اگر حسب سابق اعلان کا فائدہ دے رہی تھی تو اس کو اذانیت سے نکالنے کے لئے اس میں کچھ ایسا تصرف ناروا ضروری تھا کہ اس سے اعلام کا فائدہ ختم ہو جائے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تو دانستہ فائدہ شرعیہ کو ختم کرنا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو دور دراز تک پھیلے ہوئے لوگوں کی اطلاع کے لئے اذان اول کا اضافہ فرمایا تھا تو اذان ثانی کو عہد رسالت اور عہد صاحبین کی طرح اعلام غائبین کے لئے باقی رکھنے میں کہ جن لوگوں نے پہلا اعلان نہ سنا ہو یہ دوسرا اعلان سن کر تو مسجد میں ضرور آ جائیں گے کیا حرج تھا کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ دوسری اذان کی اذانیت کو ختم کر دیتے تو اس کی اذانیت کے ختم کرنے کی نسبت حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا ان پر الزام لگانا ہے کہ انہوں نے سنت بدلی فائدہ شرعیہ گھٹایا اور اپنی مصلحت توڑی ورنہ اتنا تو ہے کہ ایک بے فائدہ کام کیا اور ہدایہ میں ہے کہ العبث الحرام ہے ایک لغو فعل ہوا اور قرآن عظیم ان کے اوصاف بیان کرتا ہے وہ لغو سے پرہیز کرتے ہیں۔

نفحہ 5:

ہماری گزشتہ بحثوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اذان ثانی کو اب صرف مقتدیوں کو خطبہ کے لئے خاموش کرانے کی غرض سے باقی رکھنا صحیح نہیں بلکہ یہ نص، حرمت صحابہ اور ہمارے ائمہ کے اجماع اور نصوص فقہاء کے خلاف و مصادم ہے تو اب یہ بات نہ ماننے کے قابل ہے نہ لائق التفات لیکن تباہی تو یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنے مذہب کی نصوص چھوڑ کر مذکورہ بالا غیر مفید بحثوں کا سہارا لیا اور بے مقصد زحمتیں برداشت کیں پھر بے تکی حرکت یہ کی کہ اس پر ایک تفریع باطل لگا دی لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے بالکل متصل ہو حالانکہ اس اذان کی غرض اسکان سامعین مان بھی لی جائے تو اس اذان کے زیادہ ضرورت مند حصہ صیفی و بیرونی صحن کے لوگ ہیں اندرونی دالان کے لوگ تو امام کو منبر پر بیٹھا دیکھ کر خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔ ضرورت تو باہر صحن میں اذان دینے کی ہے تا کہ جو لوگ امام کو نہیں دیکھتے مطلع ہو جائیں اس اذان کو اقامت پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ اس کا مطلب تو جماعت کے لئے صف لگانے کا ہے اور صف کے لئے پہلی صف سے درجہ بدرجہ صفیں مکمل کرنے کا حکم ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پہلے پہلی صف مکمل کرو پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد اور جو کمی ہو تو آخری صف میں ہو۔

اس حدیث مبارکہ کو امام احمد نے اپنی مسند، امام نسائی، ضیاء مقدسی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا۔ اب لوگوں نے سرکار کی اس سنت کو بھی ترک کر دیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اقامت تو پہلی ہی صف میں ہونی چاہئے اور اذان خطبہ کے باہر والے زیادہ محتاج ہیں۔

(اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نفحہ: 10 کے تحت ساد ساً والے قول میں فرماتے ہیں)

سادساً

مسجد میں اذان دینے میں بارگاہ الٰہی کی بے ادبی ہے۔

سابعاً

حضور ﷺ کی عادت کریمہ یہ بھی کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لئے افضل کو بھی ترک کر دیتے تھے جبکہ زمانہ رسالت میں کبھی بھی اذان کا مسجد کے اندر ہونا ثابت نہیں تو یہ سب باتیں مل جل کر یہ ثابت کرتی ہیں کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ تحریمی ہے اور جس کو اس سے تسلی نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہے کہ یہ مسئلہ کراہت تحریمیہ و کراہت تنزیہہ میں دائر ہے تو ایک امر مشکوک کو چھوڑ دینا دانش مندی ہے اور کم از کم اتنا تو ہے جس کے ماننے بغیر چارہ نہیں کہ مسجد میں اذان مطلقاً مکروہ ہے اور اہل عقل کے لئے ممانعت کا اتنا حکم ہی کافی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ: ج:28،ص59 تا155)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تحقیقی مقالے لکھے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يَدُلُّ عَلَى التَّأْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عِنْدَ الْإِمَامِ

باب: ایسی روایت جو جمعہ کے دن خطبہ کے وقت امام کے پاس اذان دینے پر دال ہے

933- عَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُؤَذِّنُ اِذَا جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِذَا نَزَلَ اَقَامَ ثُمَّ كَانَ كَذٰلِكَ فِيْ زَمَنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا . رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز تب اذان دیتے جس وقت رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ فگن ہو جایا کرتے پھر جس وقت آپ ﷺ نیچے تشریف لاتے تو اس وقت وہ اقامت کہا کرتے پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ مقدسہ میں اسی طرح رہا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:472،سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:1701،معجم الکبیر: رقم الحدیث:6643،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1394،جامع الاحادیث: رقم الحدیث:37886،جامع الاصول: رقم الحدیث:3966،سنن النسائی: رقم الحدیث:1377،کنز العمال: رقم الحدیث:23282)

اذان کب دی جائے اور اقامت کب کہی جائے؟

جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اذان اس وقت کہی جائے جس طرح کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما میں ہوا کرتا تھا اور جس وقت امام مصلی پر بیٹھ جائے تو اس وقت اقامت کیہ جائے جس طرح زمانہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما میں ہوتا تھا۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: منبر پر جب خطیب بیٹھ جائے تو اس وقت اس کے سامنے

دوبارہ اذان کہی جائے۔(درمختار:جز:3،ص:43)
جبکہ مسجد کے اندر نہ ہو جیسا کہ پچھلے باب میں تحقیق بیان کر دی گئی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّفْرِيقِ وَالتَّخَطِّي

باب: تفریق کرنے اور پھلانگنے کی نہی

934- عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے جمعہ کے روز غسل کیا اور جس قدر ممکن ہوا صاف وستھرا ہوا پھر تیل لگایا یا خوشبو کو لگایا اور کسی بھی دو اشخاص کے مابین فرقت نہ ڈالی اور جس قدر نصیب مفروضہ تھا ادا کیا پھر جس وقت امام نکل آیا تو اس نے سکوت اختیار کیا تو اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے مابین (گناہوں کو) بخش دیا گیا۔(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5684، سنن دارمی: رقم الحدیث:1541، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2169، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2776، صحیح البخاری: رقم الحدیث:859، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:910، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1824، معرفۃ الصحابۃ: رقم الحدیث: 4051)

935- وَعَنْ اَبِي الزَّاهِرِيَّةِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَآءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ جَآءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسْ فَقَدْ اٰذَيْتَ . رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

ابوزاہریہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی معیت جمعہ والے دن تھا تو ایک شخص حاضر ہوا جو کہ لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ رہا تھا اس پر حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو جمعہ کے روز پھلانگتا ہوا آیا اس حال میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ تحقیق تم نے تو اذیت پہنچا دی ہے۔(سنن ابوداود: رقم الحدیث:1118، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1115، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1398، مسند احمد: جز:4،ص:199، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2115)

گردنیں پھلانگ کر جانا ناجائز ہے

نعمۃ الودود میں رقم ہے:

جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جانا جائز نہیں۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حرمت کی تصریح فرمائی ہے اور بعض نے اس کو مکروہ بھی لکھا ہے۔ (نعمۃ الودود: جز:4، ص:177)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: امام سے قریب ہونا افضل ہے مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگے البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جا سکتا ہے اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو مسجد کے کنارے ہی بیٹھ جائے۔ (بہار شریعت: جز:1، ص:768)

گردنیں پھلانگنے پر سخت وعید

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں:

جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 513)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ السُّنَّةِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا

باب: نماز جمعہ سے قبل اور اس کے بعد سنت کا بیان

936- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰى یَفْرُغَ الْاِمَامُ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے غسل کیا پھر وہ جمعہ کے لئے حاضر ہوا اور جتنا نماز پڑھنا مقدر تھا ادا کی پھر سکوت اختیار کیا حتی کہ امام نے خطبہ سے فراغت پالی پھر اس کی معیت نماز پڑھی تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور تین روز کے زیادہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2، ص:457، بلوغ المرام: رقم الحدیث:462، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:21389، جامع الاصول: رقم الحدیث:7104، شرح السنۃ: جز:1، ص:255، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:540)

937- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّیًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْیُصَلِّ اَرْبَعًا ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِی ۔

انہی (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو آدمی جمعہ کے بعد نماز پڑھنا

چاہے تو وہ چار رکعتیں ادا کرے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7558، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 23600، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4124، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 6333، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 481، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1575، شرح السنة: ج: 1، ص: 210، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 4103، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1874)

938- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 479، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1744، مستدرک: رقم الحدیث: 1072، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7992، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 39343، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4125، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1121، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5730)

939- وَعَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ اِذَا كَانَ بِمَكَّةَ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعًا وَّاِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

عطاء کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس وقت مکہ مکرمہ میں ہوا کرتے اور نماز جمعہ ادا فرماتے تو آگے ہو کر دو رکعتیں ادا فرمایا کرتے پھر آگے بڑھ کر چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے اور جس وقت مدینہ منورہ میں ہوا کرتے تو نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے پھر اپنے گھر کو لوٹ کر دو رکعتیں ادا فرمایا کرتے اور مسجد کے اندر نہ ادا فرمایا کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4126، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 955، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5739، مسند الصحابة: رقم الحدیث: 1130)

940- وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا لَّا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

جبلہ بن سحیم کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ سے قبل چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے جن کے مابین سلام کے ساتھ فصل نہ فرمایا کرتے پھر جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرمایا کرتے پھر چار رکعات۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1965)

941- وَعَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّصَلِّيَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ مِثْلَهَا . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

خرشہ بن حر کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پسند نہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز جمعہ کے بعد اسی کی مانند نماز پڑھے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1981، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6057)

942- وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ الْاِمَامُ اَرْبَعَ

رَكْعَاتٍ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

علقمہ بن قیس کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز امام کے سلام پھیرنے کے بعد چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے۔

(معجم الکبیر: جز:9،ص:360)

943- وَعَنْ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ كَانَ عَبْدُاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَأْمُرُنَا أَنْ نُصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا . رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم جمعہ سے قبل چار رکعتیں پڑھیں۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3959، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9552، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 542، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5525)

944- وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ النَّاسَ أَنْ يُصَلُّوْا بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا فَلَمَّا جَاءَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَّمَهُمْ أَنْ يُصَلُّوْا سِتًّا . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

انہی (ابوعبدالرحمٰن سلمی) کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھیں تو جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے پھر چار رکعتیں سکھائیں۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1979)

945- وَعَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا فَقَدِمَ بَعْدَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا فَأَعْجَبَنَا فِعْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاخْتَرْنَاهُ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

انہی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے تو وہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ جس وقت نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تو اس کے بعد دو رکعت اور چار رکعتیں پڑھا کرتے ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل محبوب لگا اس وجہ سے اسی کو ہی اختیار کر لیا۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1980)

946- وَعَنْهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ سِتًّا . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

انہی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آدمی جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو وہ چھ رکعتیں ادا کر لے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1978)

مذاہب فقہاء

علامہ ابن قیم جوزی متوفی 751ھ لکھتے ہیں: مالکیہ، حنابلہ اور بعض اصحاب شافعیہ جمعہ سے قبل سنت پڑھنے کے قائل ہی نہیں ہیں کیونکہ وہ تو عید پر قیاس کرتے ہیں اور جس طرح عید سے قبل نماز نہیں ہے جمعہ سے قبل بھی نہیں ہے۔ (زاد المعاد: ج:1، ص:119)

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے قبل چار رکعات ادا فرمایا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چار رکعات ادا فرماتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا اسی پر عمل ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعات نماز پڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات نماز پڑھا کرتے تھے پہلے چار رکعات اس کے بعد دو رکعات ادا فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات نماز پڑھا کرتے تھے پہلے چار رکعات اس کے بعد دو رکعات ادا فرماتے تھے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے دو اور پھر چار رکعات ادا فرماتے تھے۔ بعض علماء کرام نے ظہر کے بعد کی سنتوں پر قیاس کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی اور کہا کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعات پڑھے تاکہ ایک فرض کے بعد اسی کی مثل نفل پڑھنا لازم نہ آئے۔ (المبسوط: ج: 1: ص: 157)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: جمعہ کے بعد چار رکعات اور پھر دو رکعات نماز پڑھے۔

(البحر الرائق: ج: 2: ص: 49)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْخُطْبَةِ

باب: خطبہ کا بیان

یہ باب خطبہ کے متعلق ہے۔

947- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ كَمَا تَفْعَلُوْنَ الْاٰنَ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ قیام فرما کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے پھر بیٹھ جاتے پھر قیام فرما ہو جاتے جیسا کہ تم لوگ اب کرتے ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 861، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 566، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1103، معجم کبیر: رقم الحدیث: 13296، مسند احمد: رقم الحدیث: 4919، شرح السنہ: رقم الحدیث: 1072، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1721، المنتقی: رقم الحدیث: 295، جامع المسانید: رقم الحدیث: 3368، سنن دار قطنی: ج: 2: ص: 20)

948- وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

انہی (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ دو خطبے ارشاد فرمایا کرتے تھے جن کے مابین بیٹھا کرتے تھے۔

(جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 39340، مسند البزار: رقم الحدیث: 5610، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3968، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 921، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1093، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5538، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1558، کنز العمال: رقم الحدیث: 23334)

949- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا الْبُخَارِي .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ہوا کرتے تھے جن کے مابین آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی قرأت فرماتے اور لوگوں کو پند ونصائح فرماتے تھے۔ (اتحاف الخیرۃ المھرۃ: رقم الحدیث: 1538، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1991، عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث: 137)

950- وَعَنْ سِمَاكٍ قَالَ اَنْبَاَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّاَكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ وَاللّٰهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلٰوةٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

سماک کا بیان ہے کہ مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے پھر جلوہ فرما ہو جاتے پھر قیام فرما ہو کر خطبہ دیتے پس جو تم کو یہ بتائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو تحقیق اس نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت دو ہزار سے زیادہ نمازوں کو ادا کیا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5385، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1930، مسند احمد: رقم الحدیث: 19930، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 20878)

951- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهُ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهُ قَصْدًا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّاٰخَرُوْنَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نماز ادا کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درمیانی تھی اور درمیانہ ہی خطبہ تھا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 469، البحر الزخار: رقم الحدیث: 4253، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1787، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1928، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 36697، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5551، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 465، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1557، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1564)

952- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُطِيْلُ الصَّلٰوةَ وَيُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو طویل کرتے تھے۔ اور خطبہ کا اختصار فرماتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 469، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1716، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8197، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 405، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8103، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8825، سنن دارمی: رقم الحدیث: 74، شعب الایمان: رقم الحدیث: 7761، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1414)

953- وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ حَزْنِ الْكُلَفِيِّ قَالَ قَدِمْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابِعَ سَبْعَةٍ اَوْ تَاسِعَ تِسْعَةٍ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ اَيَّامًا شَهِدْنَا فِيْهَا الْجُمُعَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مُتَوَكِّئًا عَلٰى قَوْسٍ اَوْ قَالَ عَلٰى عَصًا ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حکم بن حزن کلفی کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات میں سے ساتواں یا نو میں سے نواں شخص تھا پھر ہم نے

آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ روز قیام کیا ہم ان دنوں میں جمعہ میں جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے قول یا فرمایا: عصا پر ٹیک لگائے خطبہ پڑھا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2 ص: 464، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 37545)

954- وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْدَأُ فَيَجْلِسُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ جَلَسَ شَيْئًا يَسِيْرًا ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الثَّانِيَةَ حَتّٰى اِذَا قَضَاهَا اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّكَانَ اِذَا قَامَ اَخَذَ عَصًا فَتَوَكَّأَ عَلَيْهَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ كَانَ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ فِيْ مَرَاسِيْلِهٖ وَهُوَ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ ۔

ابن شہاب کا بیان ہے کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ شروع کرتے تو منبر اقدس پر جلوہ فگن ہوتے جس وقت مؤذن خاموش ہو جایا کرتا تو قیام فرما ہو جاتے اور پہلا خطبہ پڑھتے پھر کچھ دیر جلوہ افروز ہوتے پھر قیام فرما ہو جاتے اور دوسرا خطبہ پڑھا کرتے حتیٰ کہ جس وقت اس کو مکمل پڑھ لیتے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار فرماتے۔ اور نزول فرما کر نماز پڑھا کرتے۔ ابن شہاب نے فرمایا: اور آپ ﷺ جس وقت قیام فرما ہوتے تو ایک عصا کو پکڑتے اور منبر اقدس پر کھڑے ہو کر اس کے اوپر ٹیک لگایا کرتے پھر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(مراسیل ابوداؤد: ص: 7)

خطبہ جمعہ کے متعلق چند ابحاث

یہاں خطبہ جمعہ کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔ جو کہ حسب ذیل ہیں:

پہلی بحث: خطبہ جمعہ کے حکم میں مذاہب فقہاء

جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک خطبہ جمعہ شرط صلوٰۃ ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ جمعہ کی شرائط کے متعلق لکھتے ہیں: جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرائط ہیں ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں۔

1- مصر یا فنائے مصر

2- سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

3- وقت ظہر

4- خطبہ

5- جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مرد

6- اذن عام (بہار شریعت: ج: 1 ص: 762 تا 770)

دوسری بحث: خطبہ جمعہ ایک فرض ہے یا دونوں یا سنت؟

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ سے اسی طرح کا سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں؟ بینوا و توجروا

الجواب

خطبہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ علیہم کے نزدیک ذکر طویل جسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولیٰ بلکہ اس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور بہ ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصہ کو جو ادنیٰ درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور بہ ٹھہرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اس مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قرأت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہ کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرلے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقرء وا ما تیسر من القرآن (پس قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو) کا فرد ہے ولہٰذا اگر سورہ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کرکے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لئے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہٰذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لئے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا: جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف ولہٰذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ پہلا رکوع عود الی الفرض کے سبب زائل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی سب مطلق فاسعوا الی ذکر اللہ (اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ) کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: جز:8، ص:411 تا 412)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً سردیوں میں۔ (درمختار: جز:3، ص:23)

تیسری بحث: خطبہ جمعہ منبر پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ چاہے کھڑا ہو کر خطبہ دے چاہے بیٹھ کر۔ یہ ابن القصار نے ان سے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے یہ خطبہ دینے کے فعل کے تکرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کے خلاف نہیں کیا اور بیٹھ کر خطبہ نہیں دیا۔ امام ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور سب سے پہلے جس نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا وہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ شعبی نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

بیٹھ کر اس وقت خطبہ دیا جب ان کے پیٹ پر بہت زیادہ گوشت چڑھ گیا تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھ کر خطبہ دے اور اس کے بیمار ہونے کا علم نہ ہو تو اس کے فعل کو عذر پر محمول کیا جائے گا اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر خطبہ دیا ہے تو ان سب کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ۚ (الجمعہ: ۱۱) اور یہ آپ کو خطبہ میں کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا ہے۔

علامہ ابن القصار نے فرمایا ہے کہ جو چیز میرے دل میں ہے وہ یہ ہے کہ خطبہ میں قیام واجب ہے اور یہ سنت سے وجوب کا ثبوت ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اگر خطبہ میں قیام کو ترک کر دیا تو خطبہ فاسد ہو جائے گا اور نہ یہ اس کی دلیل ہے کہ خطبہ میں قیام مباح ہے اگر چاہے تو قیام کرے اور اگر چاہے تو قیام نہ کرے۔ (شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 588)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں یہ لکھا ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبوں میں قیام شرط ہے سوا اس کے کہ کسی کو عذر ہو۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ احادیث اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ خطبہ میں قیام شرط ہے زیادہ سے زیادہ قیام کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ توضیح میں مذکور ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کے لئے خطبہ میں کھڑا ہونا شرط ہے اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی شرط ہے اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے جس طرح نماز میں ہوتا ہے اور اس کی اقتداء صحیح ہے اور ہمارے نزدیک اس طرح ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کا بھی بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے اور یہ شاذ ہے ہاں! یہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس کا قیاس اذان پر کیا ہے اور علامہ ابن بطال نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح نقل کیا ہے اور ابن القصار سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح نقل کیا ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرتی بعض علماء نے خطبہ میں قیام کے شرط ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت کعب بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت عبد الرحمٰن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے انہوں نے فرمایا: اس خطیب کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے: وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ؕ نیز حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آج کے سوا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ مسلمانوں کا امام ہو اور بیٹھ کر خطبہ دے۔ اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے سو جو شخص تم کو یہ حدیث بیان کرے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا پس بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کے یہ اقوال مبالغہ پر محمول ہیں اور نبی کریم ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کے ثبوت میں ہمارے اصحاب کی سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی

کریم ﷺ منبر پر بیٹھے اور ہم آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے پاس پیغام بھیجا تم اپنے بیٹے کو حکم دو کہ وہ میرے لئے سیڑھیوں پر مشتمل بنا دے جس پر میں اس وقت بیٹھوں جب میں لوگوں سے کلام کروں۔

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ کے منبر پر بیٹھنے کی تصریح ہے اور یہ احادیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہیں۔

(شرح العینی: جز:6،ص:315 تا 316)

چوتھی بحث: دوخطبوں کے درمیان بیٹھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: احادیث میں یہ ثبوت ہے کہ جمعہ کے دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے یا مستحب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مذہب ہے کہ یہ بیٹھنا سنت ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، فقہاء عراق اور تمام شہروں کے فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ جمعہ کے دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے سوائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے انہوں نے اس کو واجب کہا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ اتباع سنت کی وجہ سے یہ بیٹھنا مستحب ہے اور اکثر اہل علم کے قول کے موافق یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں بیٹھنے کے وقت کا مخصوص ذکر مشروع نہیں ہے لہذا یہ بیٹھنا واجب نہیں ہے۔ (شرح العینی: جز:6،ص:329)

پانچویں بحث: لکڑی یا عصا سے ٹیک لگا کر خطبہ دینے میں مذاہب فقہاء

نعمۃ الودود میں ہے:

جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا مطلق مسلک یہی ہے کہ خطیب کو چاہئے کہ کسی لکڑی وغیرہ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو۔ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عصا یا کمان کا سہارا لگانا مکروہ ہے۔ (نعمۃ الودود: جز:4،ص:107)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ خطیب کو وقت خواندگی خطبہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا نہیں؟ فقط

جواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر نہ ہو وہ اس لئے کہ جب فعل کے سنت اور مکروہ ہونے میں شک ہو تو اس کا ترک بہتر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: جز:8،ص:303)

چھٹی بحث: خطبوں کو مختصر پڑھنا

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ دوخطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو یہ مکروہ ہے خصوصاً سردیوں میں۔ (درمختار: جز:3،ص:23)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: قرأت بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو تو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا: آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:454)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

خطبہ مختصر کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:446)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ خطبہ کی سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں: خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں (جن میں سے یہ بھی ہے)

دونوں خطبے ہلکے ہونا (وغیرہم) (بہار شریعت: ج:1،ص:768)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهَةِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْمِنبَرِ

باب: منبر پر ہاتھ اٹھانے کی کراہت کا بیان

955- عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ رَاى بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزِيْدُ عَلٰى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاٰخَرُوْنَ ۔

حصین کا بیان ہے کہ حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو منبر پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کو برباد کردے یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ کے وقت صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:472، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 40714، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3972، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 930، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5565، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 473، شرح السنۃ: ج:1،ص:259، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1793)

شرح

حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ہیں انہوں نے بشر بن مروان جو عبدالملک بن مروان کا بھائی اور امیر کوفہ تھا کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن خطبہ کے دوران اپنے ہاتھوں سے دعا کر رہا تھا۔ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اس پر غصہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کو ستیاناس کرے اور آگے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خطبہ میں صرف سبابہ والی انگلی سے اشارہ فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

خطبہ میں ہاتھوں کو بلند کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: خطبہ میں دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو پھیلانا اور بلند

کرنا، اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے اور تذلل کا اظہار کرنے کے لئے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے ہاتھوں کو نا کام اور نامراد نہیں لوٹاتا اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔

بعض لوگوں نے جمعہ کے خطبہ میں ہاتھوں کے بلند کرنے کا انکار کیا ہے۔ مسروق نے بیان کیا ہے کہ امام نے جمعہ کے دن ہاتھوں کو منبر پر بلند کیا تو لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو بلند کیا۔ پس مسروق نے کہا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالے۔ الزہری نے کہا: جمعہ کے دن ہاتھوں کو بلند کرنا بدعت ہے۔ ابن سیرین نے کہا: سب سے پہلے جس نے جمعہ کے دن اپنے ہاتھوں کو بلند کیا وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز استسقاء کے خطبہ کے سوا ہاتھوں کو بلند کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

(شرح ابن بطال: ج:2، ص:600)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّنَفُّلِ حِيْنَ يَخْطُبُ الْإِمَامُ

باب: امام کے خطبہ دینے کے دوران نفل پڑھنا

956- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ اَصَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جمعہ کے روز ایک آدمی آیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تو نے نماز ادا کی ہے۔ وہ عرض گزار ہوا: نہیں۔ ارشاد فرمایا: پھر دو رکعات پڑھ لو۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج:1، ص:238، معجم الکبیر: رقم الحدیث:6702، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1102، سنن البیہقی الکبریٰ:5481، سنن دارمی: رقم الحدیث:1555، شرح السنۃ: ج:1، ص:260، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1453، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث:1830، مسند احمد: رقم الحدیث:13789)

957- وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ سُلَيْكُ نِ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَلَسَ فَقَالَ لَهُ يَا سُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا ثُمَّ قَالَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاٰخَرُوْنَ .

انہی (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ جمعہ کے روز حضرت سلیک عطفانی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ پس وہ بیٹھ گیا۔ اس پر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلیک! اٹھ کر دو رکعات ادا کرو اور ان میں اختصار کرو۔ پھر فرمایا: جس وقت تم میں سے کوئی جمعہ کے روز حاضر ہو جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو دو رکعت پڑھے اور ان میں اختصار کرے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:477، معجم الاوسط: ج:6، ص:280، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:25954، جامع الاصول: رقم الحدیث:4122، جمع الجوامع: رقم الحدیث:26994، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1835، کنز العمال: رقم الحدیث:20866، مسند

الصحابة: رقم الحدیث: 8)

958- وَعَنْ سُلَيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم میں سے کوئی جمعہ کے روز آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ دو رکعات خفیف سی پڑھ لے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 510، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1410، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 875، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1115، مسند احمد: رقم الحدیث: 14906، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1112، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1832، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6709، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 1905، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 1223)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کے معنیٰ میں فقہاء کا اختلاف ہے ایک قوم نے اس کے ظاہر کے اعتبار سے اس کا معنیٰ کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو خفیف رکعات پڑھے یہ وہ سنت ہے جس پر عمل کیا گیا ہے یہ قول حسن بصری اور مکحول سے مروی ہے۔ امام شافعی، امام احمد، ابوثور رحمہم اللہ اور غیر مقلدین کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔

اوزاعی نے کہا ہے کہ جس آدمی نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھ لی ہے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا تو وہ بیٹھ جائے اور اگر اس نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ لے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ اس نے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔

اس سلسلہ میں تیسرا قول ابومجلز کا ہے کہ اگر تم چاہو تو دو رکعت نماز پڑھ لو اور اگر چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

اور چوتھا قول جمہور کا ہے کہ اگر تم مسجد میں اس وقت آؤ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو آکر بیٹھ جاؤ اور دو رکعت نماز نہ پڑھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے عطاء، نخعی، ابن سیرین، شریح، عروہ اور سعید بن مسیب کا بھی یہی موقف ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور لیث رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ اور ان کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے: الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سفیان، ابن جریج اور عطاء یہ کہتے تھے کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

ثعلبہ بن ابی مالک القرظی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو پایا وہ کہتے تھے جب امام نکل آئے تو ہم نماز کو ترک کر دیتے تھے۔ عطاء کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ کہتے تھے۔

خطبہ کے وقت نماز پڑھنا منع ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا اس کی توجیہ میں جمہور یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ نمازی اس کی اس ہیئت کو دیکھ لیں اور اس پر صدقہ کریں۔

(شرح ابن بطال: ج: 2، ص: 595 تا 596)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بعض تابعین کے نزدیک جمعہ کے دن جب کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اور دو رکعت نماز پڑھے بغیر اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا منع ہے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے۔ (شرح للنووی: ج:7، 1ص:287)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی 321ھ لکھتے ہیں: عیاض بن عبداللہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منبر پر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نداء کی اور فرمایا: قریب آؤ اور اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اس شخص نے مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ شخص دوسرے جمعہ پھر دوران خطبہ آیا آپ نے پھر اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا وہ آدمی تیسرے جمعہ پھر دوران خطبہ آیا آپ نے پھر اس کو اسی طرح حکم دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں سے ارشاد فرمایا: اس پر صدقہ کرو۔ نمازیوں نے کپڑے پھیلا دیئے آپ نے اس آدمی کو کپڑے اٹھانے کا حکم دیا اس کے بعد پھر آپ نے نمازیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اس آدمی نے بھی ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا ڈال دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کو لے لے۔

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بعض فقہاء نے ان آثار کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ جو شخص مسجد میں اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے۔ دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جب کوئی آدمی جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آئے تو وہ مسجد میں بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو آپ نے اس کے نماز پڑھنے کے دوران خطبہ کو منقطع کر دیا تھا۔ اور اس سے آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوں تو ان کو کیا کرنا چاہئے پھر آپ نے دوبارہ خطبہ پڑھا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اسی خطبہ پر بناء کی ہو اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا پھر نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوگیا اور خطبہ میں کلام کرنا منسوخ ہوگیا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہے: ابوالزاہریہ کا بیان ہے کہ میں جمعہ کے دن حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا پھر ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ تم نے ایذاء پہنچائی ہے۔

ابوالزاہریہ نے کہا: ہم باتیں کرتے رہتے حتیٰ کہ امام نکل آتا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا لہٰذا یہ حدیث حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو ہم نے اس سے پہلے روایت کیا ہے کہ پہلے خطبہ کے دوران اس قسم کے افعال مباح تھے اور بعد میں ان افعال سے منع کیا گیا تھا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگوں نے اپنے کپڑے لاکر ڈالے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت کپڑے اتارنا اور کنکریوں کو چھونا

اور اپنے اصحاب کو کہنا چپ کرو یہ تمام کام مکروہ ہیں اور یہ اس پر دلیل ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اس وقت خطبہ کے دوران بات کرنا مباح تھا بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے صاحب سے کہو چپ کرو تو تم نے لغو کام کیا۔

خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کی ممانعت میں یہ آثار بھی وارد ہیں:

خالد الحذاء کا بیان ہے کہ ابو قلابہ جمعہ کے روز اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا تھا وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت امام منبر پر ہو اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے۔ ثعلبہ بن مالک قرظی کا بیان ہے کہ امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا کلام کو منقطع کر دیتا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: ہم نے جو آثار روایت کئے ہیں ان میں یہ تصریح ہے کہ امام کا نکلنا نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ عبداللہ بن صفوان آئے اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما خطبہ دے رہے تھے پس وہ آ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان پر انکار نہیں کیا اور نہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے کسی نے ان پر اعتراض کیا اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھ لے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس وقت مسجد میں داخل ہو جب مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت اس کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی آدمی اس وقت مسجد میں داخل ہو جب سورج طلوع ہو یا سورج غروب ہو یا سورج بالکل اس کے سر پر ہو تو اس وقت اس کا اس نماز کو پڑھنا جائز نہیں ہے بس اسی طرح جب وہ مسجد میں داخل ہوا اور اس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کا بھی اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1 ص: 473 تا 481)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جب امام خطبہ کے لئے آ جائے تو نماز اور کلام جائز نہیں۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: جز: 2 ص: 27)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہو جلد جلد پوری کر لے۔ (درمختار: جز: 3 ص: 38)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْمَنْعِ مِنَ الْكَلَامِ وَالصَّلٰوةِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

باب: خطبہ کے دوران کلام اور نماز کی ممانعت کا بیان

959- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نے جمعہ کے روز امام کے خطبہ دیتے وقت اپنے ساتھی سے کہا: سکوت اختیار کرو تو تم نے لغو کام کیا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 457، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1727، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 938، اللؤلؤ والمرجان: جز: 1 ص: 236، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 9167، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 299، المؤطا: رقم الحدیث: 232، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 455، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2519)

960- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَلَسَ اِلٰی جَنْبِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَاَلَهُ عَنْ شَیْءٍ اَوْ كَلَّمَهُ بِشَیْءٍ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ اُبَیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَظَنَّ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهَا مُوْجِدَةٌ فَلَمَّا انْفَتَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا اُبَیُّ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَرُدَّ عَلَیَّ قَالَ اِنَّكَ لَمْ تَحْضُرْ مَعَنَا الْجُمُعَةَ قَالَ وَلِمَ قَالَ تَكَلَّمْتَ وَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَامَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اُبَیٌّ اَطِعْ اُبَيًّا . رَوَاهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر داخل ہوئے اس حال میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ تو وہ آ کر حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کے پہلو میں تشریف فرما ہو گئے تو ان سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا یا کوئی بات کہی اس پر ان کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ وہ ناراضگی اختیار کر گئے ہیں جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز سے فراغت پالی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابی رضی اللہ عنہ! مجھے جواب دینے سے تم کو کس چیز نے روک دیا۔ انہوں نے فرمایا: یقیناً تم ہماری معیت جمعہ میں نہ رہے۔ انہوں نے کہا: وہ کیوں؟ اس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے اس وقت بات کی جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہو کر ساری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابی نے سچ کہا۔ ابی کی بات تسلیم کرو۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 1799)

961- وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ اَبِیْ مَالِكٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ اِنَّ جُلُوْسَ الْاِمَامِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَكَلَامُهٗ يَقْطَعُ الْكَلَامَ وَقَالَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ حِيْنَ يَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى يَسْكُتَ الْمُؤَذِّنُ فَاِذَا

قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِيَ خُطْبَتَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ثُمَّ اِذَا نَزَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَقَضٰى خُطْبَتَيْهِ تَكَلَّمُوْا ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ثعلبہ بن ابی مالک قرظی کا بیان ہے کہ یقیناً امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو اور اس کے کلام کو ختم کر دیتا ہے اور فرمایا: یقیناً لوگ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ باتیں کر رہے ہوتے تھے حتیٰ کہ مؤذن سکوت اختیار کر جاتا۔ تو جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو جاتے ان کے دونوں خطبے مکمل کرنے تک کوئی بھی بات نہ کرتا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نزول فرماتے اور اپنے خطبے کو پورا کر لیا کرتے تو لوگ باتیں کرتے۔ (شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2174)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: ائمہ فتویٰ کی جماعت نے یہ کہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب ہے۔ حدیث میں ہے جو جمعہ کے درمیان باتیں کرتا رہا اس کا جمعہ نہیں ہوا۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا جمعہ کامل نہیں ہوا جس طرح اس شخص کا جمعہ ہوتا ہے جو جمعہ کے خطبہ کے دوران خاموش رہا اور فقہاء کی جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کا جمعہ ادا ہو جائے گا اور وہ ظہر نہ پڑھے۔ ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں یا خطبہ کے دوران کلام کیا تو آیا اس پر ظہر پڑھنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ جب ظالم حکام جمعہ کا خطبہ دیں یا خطبہ میں ناجائز امور بیان کریں تو ان کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی، شعبی، ابو بردہ اور سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ وہ حجاج بن یوسف کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے رہتے تھے اور بعض نے کہا: ہم کو ان کا خطبہ سننے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جب امام خطبہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نصیحت نہ کرے تو اس کے خطبہ کے دوران باتیں کرنا اور اس کا خطبہ نہ سننا جائز ہے۔

ابن وہب مالکی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب امام خطبہ میں لغو باتیں کرے اور لوگوں کو برا کہے تب بھی لوگوں پر واجب ہے کہ وہ خاموش رہیں اور باتیں نہ کریں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت ہے کہ جب امام خطبہ میں ایسے امور ذکر کرے جن کا خطبہ سے تعلق نہیں ہے نہ نماز سے اور نہ کتاب اللہ سے تو پھر لوگوں پر دوران خطبہ خاموش رہنا واجب نہیں ہے۔

خطبہ کے دوران اگر کوئی سلام کرے یا کسی کو چھینک آئے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ ابراہیم نخعی، شعبی اور حضرت حسن بصری نے اس کی اجازت دی ہے اور یہی ثوری، اوزاعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (شرح ابن بطال: جز: 2، ص: 602)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک دوران خطبہ خاموش رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس تک آواز آ رہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 281)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: خطبہ کے دوران کلام نہ کرنے کے مسئلہ میں فقہاء تابعین کا اختلاف ہے۔ شعبی، سعید بن جبیر، نخعی اور ابن بردہ خطبہ کے دوران کلام کرتے تھے اور علامہ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر، ابراہیم بن مہاجر، ابو بردہ، النخعی اور شعبی حجاج کے خطبہ کے دوران باتیں کرتے تھے ہمارے نزدیک ان کا یہ فعل قابل رد ہے اور ان کی طرف سے یہ توجیہ ہے کہ ان کو اس مسئلہ میں یہ حدیث نہیں پہنچی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کے دن تم نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو اور امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا تو تم نے لغو کام کیا۔

اور جب اس طرح ہے تو خطبہ سننے والے کے لئے سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا بھی مکروہ ہے البتہ امام شافعی نے اپنے قول جدید میں کہا ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ جب خطبہ سننے والے کو سلام کیا جائے تو وہ دل میں اس کے سلام کا جواب دے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب بھی دے گا اور چھینک کا جواب بھی دے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ وہ سلام کا جواب تو اسی وقت دے گا اور چھینک کا جواب خطبہ کے بعد دے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دل میں پڑھے گا۔

نصر بن یحییٰ نے کہا: وہ تسبیح بھی پڑھے گا اور قرآن مجید بھی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ خطبہ کے دوران باتیں نہیں کرے گا ایک قول یہ ہے کہ ذکر میں اور قرآن مجید پڑھنے میں مشغول رہنا خاموش رہنے سے افضل ہے رہا فقہ کا تکرار کرنا اور کتب فقہ کا مطالعہ کرنا اور لکھنا اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح العینی: جز:6، ص:331 تا 332)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کر لے۔

جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام و جواب وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں حتیٰ کہ امر بالمعروف ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:38 تا 39)

خطبہ سننے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا وجوب سنت ہے اور بعض علماء نے اس کو فرض کہا ہے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن مجید کا سننا صرف دو جگہوں پر واجب ہے نماز میں اور جمعہ کے خطبہ میں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے خواہ اس کو خطبہ سنائی دے یا نہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے خواہ اس کی آواز نہ سنائی دے اس کو بھی اتنا اجر ملتا ہے جتنا

خطبہ سننے والے کو اجر ملتا ہے۔ عروہ بن زبیر یہ کہتے تھے کہ جس کو خطبہ نہ سنائی دے اس کے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابراہیم نخعی نے کہا: جب مجھے خطبہ سنائی نہیں دیتا تو میں اپنا وظیفہ پڑھتا رہتا ہوں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس آدمی کو خطبہ سنائی نہیں دیتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے اور قرآن مجید پڑھتا رہے۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ نمازی کس وقت خاموش رہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ جب امام حجرہ سے نکل آئے تو نمازی اس وقت باتیں کرنا بند کر دیں اور اس وقت نماز بھی منقطع کر دیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر جب امام حجرہ سے نکل آئے تو فرشتے اپنے صحائف کو لپیٹ دیتے ہیں اور وعظ کو سنتے ہیں اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاموش رہنا صرف خطبہ کی ابتداء میں واجب ہے اور اس سے پہلے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یہ امام مالک، ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد، اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام کلام نہ کرے تو نمازی خاموش ہو جائیں۔

(شرح ابن بطال: ج:2، ص:595)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: جس وقت امام خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے۔ جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارہ سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ (درمختار: ج:3، ص:39)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يُقْرَأُ بِهٖ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کی نماز میں کیا پڑھا جائے

962- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِيْنَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز فجر کی نماز میں الٓمّٓ تنزیل السجدہ اور ھل اتی علی الانسان حین من الدھر۔ پڑھا کرتے اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:221، معجم الکبیر: رقم الحدیث:12376، جامع الاصول: رقم الحدیث:3436، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 908، شعب الایمان: رقم الحدیث:2261، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1454، مسند احمد: رقم الحدیث:2662، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:269، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:5490)

963- وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى لَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ فَقَرَاَ بَعْدَ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ اِذَا جَآءَكَ

الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ فَاَدْرَكْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ حِيْنَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ اِنَّكَ قَرَاْتَ بِسُوْرَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْرَاُ بِهِمَا بِالْكُوْفَةِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ابن ابی رافع کا بیان ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر خلیفہ بنایا اور خود مکہ مکرمہ نکل گیا پس ہمیں جمعہ کے روز نماز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور سورہ جمعہ کے بعد دوسری رکعت میں اذا جاء ك المنافقون تلاوت فرمائی فرمایا: میری واپس ہونے کے دوران حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ تو انہیں میں عرض گزار ہوا: آپ نے ان دو سورتوں کی تلاوت فرمائی ہے جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کوفہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے روز ان کو تلاوت فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:474، المنتقی: رقم الحدیث: 301، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 42328، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3989، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 949، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 5511، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 542، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5495)

964- وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَاِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ يَقْرَاُ بِهِمَا اَيْضًا فِي الصَّلَاتَيْنِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ○ اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ○ تلاوت فرمایا کرتے۔ ارشاد فرمایا: اور جس وقت عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جایا کرتے تو دونوں نمازوں میں انہی دونوں سورتوں کو پڑھا کرتے۔ (سنن ابن ماجہ: ج:4، ص:160، سنن الترمذی: ج:2، ص:423، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 947، سنن الکبریٰ للنسائی: ج:1، ص:536، سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1، ص:390)

965- وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَتَبَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ اِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ يَّسْاَلُهٗ اَيُّ شَيْءٍ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سِوٰى سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَاُ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ضحاک بن قیس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو مکتوب لکھ کر دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز سورہ جمعہ کے سوا کون سی سورت پڑھا کرتے تھے اس پر انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ○ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:473، جامع الاصول: رقم الحدیث: 3991، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 5515، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1453، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 8178)

966- وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ○ کی تلاوت فرماتے تھے۔(الموطا:ج:1،ص:334،جامع الاصول:رقم الحدیث:3990،مسند احمد:رقم الحدیث:19291،مسند الشافعی:رقم الحدیث:301،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:20162،معرفۃ السنن:رقم الحدیث:1751)

سورہ سجدہ اور سورہ حٰم کے پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن نماز فجر میں ان سورتوں کو پڑھنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک کسی نماز میں کسی سورت کے پڑھنے کو معین کرنا مکروہ ہے کہ ہر جمعہ کو فجر کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ اس صورت میں مکروہ ہے جب وہ یہ سمجھے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھنا لازم اور واجب ہے اور کسی اور سورت کو پڑھنا جائز نہیں ہے یا مکروہ ہے لیکن اگر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی نیت سے پڑھے یا اس وجہ سے کہ اس کو یہ سورتیں اچھی طرح یاد ہیں اور وہ ان کو سہولت سے پڑھ سکتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ محیط میں مذکور ہے: پھر بھی اس کو چاہئے کہ کبھی کبھی کوئی سورت پڑھ لے تاکہ ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ فجر کی نماز میں ان ہی سورتوں کو پڑھنا لازم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دو سورتوں کے پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ ان میں حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت اور قیامت کے احوال کا ذکر ہے یعنی انسان کی ابتداء اور انتہاء کا۔(شرح العینی:ج:6،ص:267تا268)

جمعہ میں مخصوص سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ نعمۃ الودود میں راقم ہیں:

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون افضل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھنا اولیٰ ہے اور احناف کے نزدیک امام کو اختیار ہے جمعہ ہو یا غیر جمعہ جو سورت چاہے پڑھ لے ہاں جو احادیث مبارکہ میں سورتیں پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے یہ استحباب پر محمول ہیں۔

(نعمۃ الودود:ج:4،ص:182)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نماز جمعہ میں بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون یا پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ اور دوسری میں هَلْ اَتٰكَ پڑھے مگر ہمیشہ ان کو نہ پڑھے کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھے۔(ردالمحتار:ج:3،ص:64)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عید کی نماز کے ابواب

چند ابحاث

عیدین کی نماز سے پہلے اس کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں:

پہلی بحث: عید کا معنیٰ

عید کے معانی میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں جو حسب ذیل ہیں:

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی کا قول

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: وہ دن جس میں لوگوں کا اجتماع ہو اسے عید کہا جاتا ہے۔
عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ لوٹنا ہے کیونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اس لیے اس کو عید کہا جاتا ہے یا عادت سے ماخوذ ہے کیونکہ اس دن میں جمع ہونا لوگوں کی عادت ہے۔

ازہری فرماتے ہیں کہ

اہل عرب کے نزدیک عید اس دن کو کہا جاتا ہے جس دن میں خوشی یا غم لوٹ کر آئے۔

ابن العربی فرماتے ہیں کہ عید کو عید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہر سال نئی خوشی کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے۔

(لسان العرب: ج:3، ص:319)

علامہ شیخ محمد بن علی شوکانی کا قول

علامہ شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں: ہر وہ دن جس میں کوئی خوشی لوٹ کر آئے عید کا دن ہے۔

خلیل نے کہا ہے کہ ہر وہ دن جس میں لوگ جمع ہوں عید کا دن ہے گویا لوگ اس دن کی طرف لوٹتے ہیں۔

ابن انباری نے کہا ہے کہ جس دن خوشی اور راحت لوٹے عید ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن ہر انسان اپنے مرتبہ کے مطابق اجر لے کر لوٹتا ہے۔ (نیل الاوطار: ج:4، ص:233)

دوسری بحث: سب سے پہلی عید کب پڑھی گئی؟

سب سے پہلی عید دو 2ھ کو پڑھی گئی۔

علامہ عبدالکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی 623ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے دو ہجری میں عید الفطر کی نماز پڑھی اس کے بعد ہمیشہ عیدین کی نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (فتح العزیز: ج:5، ص:23)

تیسری بحث: نمازِ عید کے حکم کے متعلق مذاہب

نمازِ عید کے حکم کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ظاہر مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر مداومت کی ہے یہ وجوب کی دلیل ہے اور چونکہ اس کے لئے اذان نہیں دی جاتی اس لیے یہ وجوب کفائی ہے۔

(المغنی: ج:2، ص:215)

شافعیہ کا مذہب

شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اصحاب شافعیہ میں سے علامہ اصطخری کے نزدیک عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے۔ (المہذب: ج:5، ص:3)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:3، ص:33)

احناف کا مذہب

امام ابوا عظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر والوں پر عید کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

یہ ارشاد فرمائیے کہ کیا بستیوں، پہاڑوں اور گاؤں والوں پر عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! عیدین کی نماز صرف شہر والوں پر پڑھنا واجب ہے۔ (المبسوط: ج:1، ص:370)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں: ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ سنت کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور وہ تمہارے لئے سنت ہیں: 1- وتر، 2- چاشت کی نماز، 3- اور عیدین کی نماز، کیونکہ اگر یہ نمازیں واجب ہوتیں تو ان میں اذان اور اقامت بھی مشروع ہوتی جیسے باقی نماز واجبہ ہیں اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (البقرہ:185)

اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

اس سے مراد نماز عید کی تکبیرات ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز عید کی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور جس حدیث سے مشائخ نے عید کی نماز کا سنت ہونا بیان کیا ہے اس میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ چاشت کی نماز تمام ایام میں سنت ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس لئے عید کی نماز سنت ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے۔ عامۃ المشائخ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے۔ الجامع الصغیر میں یہ مذکور ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے نہ کہ کتاب سے۔ علامہ سرخسی نے کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے کیونکہ یہ دین کے ان معالم سے ہے جن کو لینا ہدایت ہے اور ان کو ترک کرنا گمراہی ہے اور نوادر البشر میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ یہ سنت واجبہ ہے اس کی تاویل بھی یہ کی گئی ہے کہ عید کی نماز کا وجوب صرف سنت سے معلوم ہے۔

(المحیط البرہانی: ج:2، ص:476 تا 477)

علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ان کے اصحاب میں سے الاصطخری نے کہا: عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ امام احمد، امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ (شرح العینی: ج:6، ص:396)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

أَبْوَابُ صَلوٰةِ الْعِيدَيْنِ

نمازعیدین سے متعلق ابواب

بَابُ التَّجَمُّلِ يَوْمَ الْعِيدِ

باب: عید کے دن زینت اختیار کرنے کا بیان

967- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ بُرْدَةَ الْاَحْمَرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ . رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِيحٍ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کے دن احمر کی دھاری دار چادر پہنا کرتے ۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1588، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5778، کنز العمال: رقم الحدیث: 18281، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5592، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1898)

968- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيدِ بُرْدَةً حَمْرَآءَ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز سرخ رنگ کی دھاری دار چادر پہنا کرتے ۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7609)

969- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ ويأكلهن وترًا .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے روز اس وقت تک عید گاہ تشریف نہ لے جاتے حتیٰ کہ چند کھجوروں کو نہ تناول فرمالیا کرتے ۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1105، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1429، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1754، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2814، مسند البزار: رقم الحدیث: 650، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1601، مسند احمد: رقم الحدیث: 12268، مستدرک: جز: 1 ص: 294، سنن دار قطنی: جز: 2 ص: 45)

سنت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عید کا دن خوشی کا دن ہے کہ اس روز اچھا لباس پہنا جائے اور خوشبو لگائی جائے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین میں اچھا لباس زیب

تن فرمایا کرتے اور خوشبو لگایا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ سنت مصطفیٰ کریم ﷺ ہے اور مستحب بھی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن سرخ چادر اوڑھتے تھے اور اچھے کپڑے پہنتے تھے اور خوشبو لگاتے اور اسی طرح عیدین میں بھی کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا اصحاب بدر اور اصحاب شجرہ کو پایا وہ سارے جمعہ کے دن عمدہ اور حسین لباس پہنتے تھے اور اگر ان کے پاس خوشبو ہوتی تو خوشبو لگاتے تھے اور پھر جمعہ کے لئے روانہ ہوتے۔

(شرح ابن بطال: ج: 2، ص: 562)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ عید کے مستحبات میں لکھتے ہیں عید کے دن یہ امور مستحب ہیں:

1- اچھے کپڑے پہننا نیا ہو تو نیا ورنہ دھلا ہوا۔

2- خوشبو لگانا وغیرہم۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 780)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاَكْلِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْاَضْحٰى

باب: عید الفطر کے دن نکلنے سے قبل اور عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانے کا استحباب

970- وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَكَانَ لَا يَاْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ شَيْئًا حَتّٰى يَرْجِعَ فَيَاْكُلُ مِنْ اُضْحِيَتِهٖ ۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کے روز اس وقت تک عید گاہ تشریف نہ لے جاتے تھے حتیٰ کہ کچھ تناول نہ فرما لیتے اور یوم النحر کو جس وقت تک واپس نہ آجاتے اس وقت کچھ بھی تناول نہ فرمایا کرتے پس آپ ﷺ اپنی قربانی میں سے تناول فرمایا کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 484، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 542، مسند احمد: ج: 5، ص: 352، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1756)

971- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى تُخْرِجَ الصَّدَقَةَ وَتَطْعَمَ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَزَّارُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ وَاِسْنَادُ الطَّبَرَانِيِّ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ سنت میں سے یہ ہے کہ عید الفطر کے روز جو صدقہ فطر نکالے بغیر عید گاہ کی جانب نہ جاؤ اور یہ کہ تم عید گاہ جانے سے قبل کچھ کھالو۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11296)

972- وَعَنْ عَطَاءٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا يَغْدُوَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ

الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَلَمْ اَدَعْ اَنْ اٰكُلَ قَبْلَ اَنْ اَغْدُ وَمُنْذُ سَمِعْتُ ذٰلِكَ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاٰكُلُ مِنْ طَرْفِ الصَّرِيْفَةِ الْاُكْلَةَ وَاَشْرَبُ اللَّبَنَ وَالْمَآءَ فَقُلْتُ عَلٰى مَا تَاَوَّلَ هٰذَا قَالَ سَمِعَهٗ اَظُنُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَمْتَدَّ الضُّحٰى فَيَقُوْلُوْنَ نَطْعَمُ لِئَلَّا نَعْجَلَ عَنْ صَلٰوتِنَا ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ ۔

عطاء کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم سے ہو سکے تو تم میں سے کوئی بھی عیدالفطر کے دن نہ نکلے یہاں تک کہ کچھ کھانہ لے تو وہ یونہی کر لے۔ عطاء نے فرمایا: جس وقت سے میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سن رکھا ہے تو میں نے عیدگاہ جانے سے قبل کچھ بھی کھانے سے ترک نہ کیا پس میں روٹی کے ایک کنارے سے کھالیا کرتا اور دودھ اور پانی بھی پی لیا کرتا۔ میں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کدھر سے حکم لیا ہے تو انہوں نے فرمایا: میرے خیال میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے' حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ نہ نکلا کرتے یہاں تک کہ دن اچھی طرح روشن ہو کر بلند نہ ہو جاتا پس وہ کہتے کہ ہم اسی وجہ سے کھالیا کرتے ہیں تا کہ ہم اپنی نماز میں جلدی اختیار نہ کریں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 2720، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 636، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5734)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: عیدگاہ کی طرف جانے سے قبل کچھ کھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے فقہاء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ عیدالفطر کے دن کچھ کھائے بغیر گھر سے نہ نکلے یہ عام فقہاء کا قول ہے اور بعض تابعین راستہ میں کھانے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اگر وہ چاہے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے۔ ابراہیم نخعی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نہ کھانے کی رخصت منقول ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کچھ کھائے بغیر عیدگاہ کی طرف جاتے تھے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر فقہاء کا اس پر عمل ہے کہ کچھ کھانا مستحب ہے۔

المہلب نے کہا ہے: عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف جانے سے قبل اس لئے کچھ کھایا جاتا ہے تا کہ کوئی گمان کرنے والا یہ نہ گمان کرے کہ عیدالفطر کے دن نماز عید تک روزہ رکھنا لازم ہے سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں کوئی زیادتی نہ کی جائے اس لئے آپ نے کچھ کھا کر اس کی اصلاح کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ جانے سے قبل کچھ کھانے کا حکم نہیں دیا۔ طاق عدد کھجور آپ اس لئے کھاتے تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی طرف اشارہ ہو اور آپ تمام کاموں میں اسی طرح کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال: ج: 2، ص: 629 تا 630)

عبداللہ بن ابی بکر بن انس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ عیدالفطر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عیدگاہ نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ تین یا پانچ یا سات کھجوریں کھالیں یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ طاق عدد۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2814)

حضرت عکرمہ نے فرمایا: لوگ اس پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب: جز:6، ص:89)

علامہ ہمام شیخ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: عید نماز کو جانے سے قبل چند کھجوریں کھالینا تین پانچ سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے نماز سے قبل کچھ نہ کھایا تو گناہ گار نہ ہوا مگر عشاء تک نہ کھایا تو عتاب کیا جائے گا۔

(عالمگیری: جز:1، ص:149، در مختار: جز:3، ص:54)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْخُرُوْجِ اِلَى الْجَبَانَةِ لِصَلٰوةِ الْعِيْدِ

باب: نماز عید کے لئے صحرا کی جانب نکلنے کا بیان

یہ باب نماز عید کے لئے صحرا کی جانب نکلنے کے حکم میں ہے۔

973- عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى ۔ الْحَدِيْثُ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی جانب تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 4785، اللؤلؤ والمرجان: جز:1، ص:241، مستدرک: رقم الحدیث: 1161، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 494، جامع الاصول: رقم الحدیث: 424، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 5929، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1558، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 903، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 15، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1895)

مذاہب فقہاء

عید کی نماز صحراء یعنی عیدگاہ میں پڑھی جائے مگر بارش کی وجہ سے جمہور علماء اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مسجد میں پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عیدگاہ میں ہی اصل یہ ہے کہ اس کو بھی مسجد میں پڑھا جائے اگر سارے لوگ وہاں پورے آسکتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عید کی نماز کے لئے عیدگاہ کی جانب تشریف لے جانا مسجد میں جگہ تنگ پڑنے کی وجہ سے تھا۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل مذکورہ حدیث ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدِ فِي الْمَسْجِدِ لِعُذْرٍ

باب: کسی عذر کی بناء پر نماز عید مسجد میں پڑھنے کا بیان

یہ باب کسی عذر کی وجہ سے نماز کو مسجد میں پڑھنے کے حکم میں ہے۔

974- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَصَابَ النَّاسَ مَطَرٌ فِي يَوْمِ عِيْدٍ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَفِي إِسْنَادِهِ عيسى بن عبد الاعلى وهو مجهول .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں عید والے روز لوگوں پر بارش ہوگئی تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر نماز پڑھائی۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 1094، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 501، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4236، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 980، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1303، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6051، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1989)

975- وَعَنْ حَنَشٍ قَالَ قِيْلَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ ضَعَفَةً مِّنَ النَّاسِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ إِلَى الْجَبَّانَةِ فَأَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ لِلْعِيْدِ وَرَكْعَتَيْنِ لِمَكَانِ خُرُوْجِهِمْ إِلَى الْجَبَّانَةِ. رَوَاهُ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ .

حنش کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کمزور لوگ عیدگاہ کو نہیں جاسکتے تو ایک آدمی کو انہوں نے حکم فرمایا: لوگوں کو چار رکعتیں پڑھائے دو رکعتیں عید کے لئے اور دو رکعتیں عیدگاہ جانے کے عوض۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 34222، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5864)

976- قَالَ الْبُخَارِيُّ أَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْلَاهُ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيْهِ وَصَلّٰى كَصَلٰوةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيْرِهِمْ انْتَهٰى وَهُوَ مُعَلَّقٌ .

بخاری کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ میں حکم دیا پھر اپنے گھر والوں اور بیٹوں کو جمع کیا اور ان کو شہر والوں کی نماز اور تکبیر کی مانند نماز پڑھائی۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4267، صحیح البخاری: ج: 4، ص: 65)

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ لکھتے ہیں: حکم یہ ہے کہ عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھی جائے مگر عذر کی وجہ سے یعنی جب بارش ہو جائے تو مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں یہ تب ہے کہ وہ لوگ پہلے عیدگاہ میں پڑھتے ہوں ورنہ شہروں میں اکثر جگہوں پر مساجد میں پہلے سے ہی عید نماز پڑھی جاتی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج: 4، ص: 231)

مذاہب اربعہ پچھلے باب میں ملاحظہ کریجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ فِي الْقُرٰى

باب: دیہات میں عیدین کی نماز پڑھنے کا بیان

یہ باب دیہات میں عیدین کی نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

977- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعِيْدِ مَعَ الْاِمَامِ جَمَعَ اَهْلَهُ يُصَلِّيْ بِهِمْ مِثْلَ صَلٰوةِ الْاِمَامِ فِي الْعِيْدِ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَاِسْنَادُهُ غَيْرُ صَحِيْحٍ .

عبداللہ بن ابی بکر بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جس وقت ان کی امام کے ساتھ نماز عید پڑھنے سے رہ جاتی تو وہ اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ان کو امام کی نماز عید کی مانند نماز پڑھایا کرتے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6031، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5855، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1994)

978- وَعَنْ بَعْضِ اٰلِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَنَسًا كَانَ رُبَّمَا جَمَعَ اَهْلَهُ وَحَشَمَهُ يَوْمَ الْعِيْدِ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ عُتْبَةَ مَوْلَاهُ رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ لٰكِنْ بَعْضُ اٰلِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَجْهُوْلٌ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی آل میں سے کسی سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ عید کے روز بعض اوقات اپنے گھر والوں اور خادمین کو جمع فرمایا کرتے پس ان کو آپ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن ابی عتبہ دو رکعات نماز پڑھایا کرتے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4267، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5853)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ لَا صَلٰوةَ الْعِيْدِ فِي الْقُرٰى

باب: دیہات میں عید کی نماز نہیں ہوتی

979- عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا تَشْرِيْقَ وَلَا جُمُعَةَ اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ . رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاٰخَرُوْنَ وَهُوَ اَثَرٌ صَحِيْحٌ .

ابو عبدالرحمٰن سلمی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عید اور جمعہ بڑے شہر ہی میں ہوا کرتے ہیں۔ (الموطا: جز: 1، ص: 343، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 34539، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5405، شرح مشکل الآثار: جز: 3، ص: 189، کنز العمال: رقم الحدیث: 23310، مسند ابن الجعد: رقم الحدیث: 2990، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5097، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5175)

مذاہب فقہاء

دیہات میں نماز ہوسکتی ہے؟ یا نہیں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک دیہات میں نماز عید ہوسکتی ہے۔ اور احناف کے نزدیک دیہات میں نماز عید درست نہیں۔

ائمہ ثلاثہ جمعہ پر اطلاق کر کے کہتے ہیں کہ جس وقت جمعہ دیہات میں جائز ہے تو نماز عید بھی جائز ہے اور علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ نے ائمہ ثلاثہ کے مذاہب کو بیان کیا ہے جن کا حوالہ یہ ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:2،ص:568)

اور علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ یہ صرف شہر میں جائز ہے۔ (شرح العینی: جز:6،ص:271)

احناف کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ والی ہے۔

صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہیں پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور اس میں نہ پڑھا تو نماز ہوگئی مگر برا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا خطبہ بعد نماز اگر پہلے پڑھ لیا تو برا کیا مگر نماز ہوگئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت صرف اتنا دوبار کہنے کی اجازت ہے الصلوٰۃ جامعۃ بلاوجہ عید کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے۔

گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت: جز:1،ص:779)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوۃِ الْعِیْدَیْنِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا نِدَآءٍ وَّلَا اِقَامَۃٍ

باب: عیدین کی نماز اذان، نداء اور اقامت کے بغیر ہے

یہ باب عیدین کی نماز میں بغیر اذان پکارنے اور اقامت کہنے کے بغیر حکم میں ہے۔

980- عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَا لَمْ یَکُنْ یُؤَذَّنُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا یَوْمَ الْاَضْحٰی ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ ۔

عطاء کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: نہ تو عیدالفطر میں اذان کہی جاتی تھی اور نہ ہی عیدالاضحیٰ والے روز۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز:2،ص:415، اللؤلؤ والمرجان: جز:1،ص:240، جامع الاصول: رقم الحدیث:4238، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5960، صحیح البخاری: رقم الحدیث:907، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1468، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:110، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:5227)

981- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِیْدَیْنِ

غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ایک دو سے زیادہ بار عیدین کی نماز پڑھی ماسوا اذان واقامت کے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1981، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 184، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4237، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 969، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 5962، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 489، شرح السنۃ: جز: 1 ص: 265، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2819، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1470)

982- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ لَا اَذَانَ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَآءَ وَلَا شَيْءَ وَلَا نِدَآءَ يَوْمَئِذٍ وَّلَا اِقَامَةَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عید الفطر کے روز نہ تو امام کے نکلنے کے وقت اور نہ ہی امام کے نکلنے کے بعد کوئی بھی اذان نہیں نہ ہی کوئی نداء ہے اور نہ ہی کوئی چیز اور نہ ہی کسی قسم کی پکار اور نہ ہی اس روز اقامت ہے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 4238، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 5960، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1468، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 110)

مذاہب اربعہ

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ لکھتے ہیں: ائمہ اربعہ کے نزدیک عید کی نماز بغیر اذان واقامت کے ہے۔ البتہ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عیدین کے لئے اذان اور اقامت کے قائل تھے۔ (نعمۃ الودود: جز: 4 ص: 218)

صدر الشریعۃ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت صرف دو بار اتنا کہنے کی اجازت الصلوٰۃ جامعۃ۔ (بہار شریعت: جز: 1 ص: 779)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

باب: عیدین کی نماز سے قبل خطبہ کا ہونا

983- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے قبل پڑھا کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 531، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1767، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 888، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1276، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 963، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5721)

984- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی معیت عید کے روز حاضر رہا تو انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز ادا فرمائی تھی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1142، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1273، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1603، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1437، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5673، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1570، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 884، مسند احمد: ج: 1، ص: 220)

985- وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَّبْدَاُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَاْمُرُهُمْ فَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ اَوْ يَاْمُرَ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِيْ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا اَتَيْنَا الْمُصَلّٰى اِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَاِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَّرْتَقِيَهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیدالفطر کے روز نبی کریم ﷺ عیدگاہ کی جانب جاتے تو پہلے جس چیز سے ابتداء فرمایا کرتے وہ نماز ہوا کرتی پھر نماز سے فراغت پا کر لوگوں کی جانب التفات فرما کر قیام فرما ہو جاتے اور اس وقت لوگ صفوں کی حالت میں بیٹھے ہوا کرتے پس انہیں پند و نصائح فرماتے اگر آپ ﷺ کسی لشکر کو بھیجنے کا ارادہ فرماتے تو بھیج دیتے یا کوئی حکم دینا ہوتا تو حکم فرما دیتے۔ پھر واپس لوٹ جایا کرتے۔ عطاء کا بیان ہے کہ لوگوں کا اسی پر عمل رہا حتیٰ کہ میں عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے روز مروان کی معیت نکلا جبکہ وہ مدینہ منورہ کا گورنر تھا تو ہم جس وقت عیدگاہ کو آئے تو ایک منبر دکھائی دیا جسے کثیر بن صلت نے بنایا تھا چنانچہ جس وقت نماز عید سے قبل اس پر مروان نے چڑھنا چاہا تو میں نے اس کو کپڑے سے پکڑ کر کھینچ لیا اس پر وہ مجھ سے دامن چھڑا کر چڑھ گیا اور عید کی نماز سے قبل لوگوں کو خطبہ دیا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے نبی کریم ﷺ کی سنت کو بدل ڈالا۔ وہ کہنے لگا: اے ابوسعید! تم کو جو علم ہے اس کا زمانہ گزر چکا۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! جو میں علم رکھتا ہوں یہ اس سے بہتر ہے جس کا میں علم نہیں رکھتا تو وہ کہنے لگا: لوگ ہمارا خطبہ سننے کے لئے نہیں بیٹھتے تو اسی وجہ سے عید سے قبل خطبہ دینا شروع کر دیا۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1572، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 889، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 956، جامع المسانید: رقم الحدیث: 2058، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1288)

مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت

مغیرہ، حضرت ابو مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید خطبہ پر مقدم ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔ (شرح العینی: جز:6،ص:406)

عید کی نماز پر خطبہ مقدم کرنے والے کا نام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عیدین کی نماز میں سب سے پہلے خطبہ کو مقدم کس نے کیا۔ ابن نافع نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو عیدین میں مقدم کیا تا کہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ طارق بن شہاب نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز پر مقدم کیا وہ مروان تھا۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اجتہاد سے لوگوں کے لئے نئے نئے طریقے وضع کرنے چاہئیں جبکہ ان میں لوگوں کی مصلحت ہو اور اس کی اصل اور دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز سے قبل خطبہ دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ نے عید کے دن نماز کی تقدیم کو ترک کر دیا اور خطبہ کو مقدم کر دیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کو نماز پر مقدم کرتے تھے اور یہ کوئی خاص تغییر نہیں ہے بلکہ ایک فعل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے فعل کے مطابق کیا ہے۔ (شرح ابن بطال: جز:2،ص:632 تا 633)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے عید کے دن کس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا۔ امام ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور ان کے دور خلافت میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے پس جب وہ خطبہ دینے کے لئے جاتے تو شقی لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو مقدم کر دیا اور نماز کو آخر میں کر دیا۔

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔

ایک قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا لیکن اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا۔ نیز قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے بصرہ میں خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا بلکہ صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مروان نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا۔ (شرح العینی: جز:6،ص:405)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا يُقْرَأُ فِيْ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ

باب: جن سورتوں کو نماز عیدین میں پڑھا جاتا ہے

986- عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَاَلَ اَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوواقد لیثی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کیا پڑھتے تھے۔ اس پر انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں "قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ٥" اور "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ٥" پڑھا کرتے تھے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 415، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 11550، الموطا: جز: 1، ص: 180، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4551، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5986، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 11، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1846، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1477، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 891)

987- وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَاِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا اَيْضًا فِي الصَّلَاتَيْنِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ٥" اور "هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ٥" پڑھا کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا: اور جس وقت عید و جمعہ ایک روز میں جمع ہو جائیں تو ان دونوں سورتوں کو دونوں نمازوں میں پڑھا کرتے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 210، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1738، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 1042، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 458، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4252، سنن ابوداود: رقم الحدیث: 947، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1271، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5988، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 490، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1568)

988- وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ٥ اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ٥ پڑھا کرتے تھے۔ (مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 20092، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 6778، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1774، البحر الزخار: رقم الحدیث: 4529، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 416، مسند احمد: رقم الحدیث: 9222، مسند البزار: رقم الحدیث: 4529)

مذاہب فقہاء

امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک پہلی رکعت میں سورہ الاعلیٰ اور دوسری میں الغاشیہ پڑھنا مستحب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں سورہ قٓ اور دوسری میں سورہ القمر یا پہلی میں سورہ الاعلیٰ اور دوسری میں الغاشیہ پڑھی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورہ الاعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھنا مستحب ہے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: عیدین میں مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون پڑھے یا پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں هَلْ اَتٰكَ پڑھے۔ (درمختار: جز: 3، ص: 61)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ بِثِنْتَيْ عَشَرَةَ تَكْبِيْرَةً

باب: بارہ تکبیرات کے ساتھ نماز عیدین کا بیان

989- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِيْ عِيْدٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ تَكْبِيْرَةً سَبْعًا فِي الْأُوْلٰى وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ ۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عید میں بارہ تکبیرات کہیں سات پہلی رکعت کے اندر اور پانچ دوسری رکعت کے اندر۔ (جامع الاصول: ج:6،ص:349،مسند احمد: رقم الحدیث:6401،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:138،مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:5743)

990- وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْأُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ جِدًّا ۔

حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عیدین میں پہلی رکعت کے اندر قرأت سے قبل سات تکبیرات کہیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:416،البحر الزخار: رقم الحدیث:2878،جامع الاصول: رقم الحدیث:4233،شرح السنۃ: ج:1،ص:267،مسند البزار: رقم الحدیث:3389،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1279)

991- وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى سَبْعًا وَخَمْسًا سِوٰى تَكْبِيْرَتَيِ الرُّكُوْعِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَفِيْ إِسْنَادِهِ ابن لهيعة وفيه كلام مشهور ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے اندر رکوع کی حالت کے علاوہ سات اور پانچ تکبیرات کہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1270،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5970،سنن دار قطنی: رقم الحدیث:18،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:501)

992- وعَنْ سَعْدٍ الْمُؤَذِّنِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْأُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْآخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ ۔

حضرت سعد مؤذن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کے اندر پہلی رکعت میں قرأت سے قبل سات اور دوسری رکعت کے اندر قرأت سے قبل پانچ تکبیرات فرماتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:8،الموطا: ج:1،ص:349،سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1267،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5968،سنن دار قطنی: رقم الحدیث:23،صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1439،مسند احمد: رقم الحدیث:23226،مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1277،مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث:290)

993- وَعَنْ نَّافِعٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ شَهِدْتُ الْأَضْحٰى وَالْفِطْرَ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ خَمْسَ تَكْبِيْرَاتٍ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ . رَوَاهُ مَالِكٌ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی معیت عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں حاضر رہا پس انہوں نے پہلی رکعت کے اندر قرأت سے قبل سات تکبیرات کہیں اور دوسری رکعت کے اندر قرأت سے قبل پانچ تکبیرات فرمائیں۔(الموطا: رقم الحدیث:434)

994- وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ أَبِيْ عَمَّارٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَبَّرَ فِيْ عِيْدٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ تَكْبِيْرَةً سَبْعًا فِي الْأُوْلٰى وَخَمْسًا فِي الْاٰخِرَةِ . رَوَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت عمارہ بن ابی عمار کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز عید میں بارہ تکبیرات فرمائیں سات پہلی رکعت کے اندر اور پانچ تکبیرات دوسری رکعت کے اندر۔(جامع الاصول: ج:6،ص:127، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:5773)

اب باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ بِسِتِّ تَكْبِيْرَاتٍ زَوَائِدَ

باب: چھ زائد تکبیروں کے ساتھ نماز عیدین کا بیان

995- عَنْ أَبِيْ عَائِشَةَ جَلِيْسٍ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ سَأَلَ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ أُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ قَالَ أَبُوْ عَائِشَةَ وَأَنَا حَاضِرٌ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ . رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جلیس ابو عائشہ کا بیان ہے کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کس طرح تکبیرات کہا کرتے تھے اس پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ جنازے کی طرح چار تکبیرات کہا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ فرمایا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بصرہ میں بھی یونہی تکبیر کہتا تھا جس وقت میں ان پر مقرر تھا۔ ابو عائشہ نے فرمایا ہے اور میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا۔(الموطا: ج:1،ص:349، جامع الاصول: رقم الحدیث:4234، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:973، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:5978، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:87، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:1931)

996- وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ قَالَا كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهُ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَاَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِيْ صَلٰوةِ الْعِيْدِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَلِ الْاَشْعَرِيَّ فَقَالَ الْاَشْعَرِيُّ سَلْ عَبْدَاللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَقْدَمُنَا وَاَعْلَمُنَا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَاُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ فَيَقُوْمُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَاُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَآءَةِ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

علقمہ اور اسود کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جلوہ فرما تھے اس حال میں کہ ان کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے تو حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے نماز عید میں تکبیر کے متعلق دریافت کیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت اشعری رضی اللہ عنہ سے دریافت کرلو۔ حضرت اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرلو اس لئے کہ وہ ہم میں اول اور سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ان سے دریافت کیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار تکبیرات کہے پھر قرأت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے دوسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو جائے تو پھر تلاوت کرے پھر تلاوت کے بعد چار تکبیرات کہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9516)

997- وَعَنْ كُرْدُوْسٍ قَالَ اَرْسَلَ الْوَلِيْدُ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَحُذَيْفَةَ وَاَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَاَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا عِيْدٌ لِّلْمُسْلِمِيْنَ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ فَقَالُوْا سَلْ اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ يَقُوْمُ فَيُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَاُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ عَنِ الْمُفَصَّلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا يَّرْكَعُ فِيْ اٰخِرِهِنَّ فَتِلْكَ تِسْعٌ فِي الْعِيْدَيْنِ فَمَا اَنْكَرَهٗ اَحَدٌ مِّنْهُمْ ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

کردوس کا بیان ہے کہ ولید نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابوالمسعود رضی اللہ عنہم کی خدمت میں تہائی شب کے بعد پیغام بھیجا عرض کیا کہ یہ مسلمانوں کی عید ہے تو پھر نماز کس طرح ہوگی۔ انہوں نے فرمایا: ابوعبدالرحمٰن سے دریافت کرو۔ ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: کھڑا ہو اور چار تکبیرات کہے پھر سورہ فاتحہ کے بعد مفصل میں سے ایک سورت کو پڑھے پھر چار تکبیرات کہے ان میں سے آخری تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلا جائے تو اس طرح عیدین میں نو تکبیرات ہوگئیں اس پر ان میں سے کسی نے بھی انکار نہ کیا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9514)

998- وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ تِسْعًا اَرْبَعًا قَبْلَ الْقِرَآءَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ وَفِي الثَّانِيَةِ يَقْرَاُ فَاِذَا فَرَغَ كَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ رَكَعَ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

علقمہ اور اسود کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو تکبیرات کہا کرتے تھے چار قرأت سے قبل پھر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے اور دوسری رکعت کے اندر قرأت فرمایا کرتے جس وقت فراغت (قرأت سے) پالیتے تو چار تکبیرات کہا کرتے پھر رکوع فرمایا کرتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9517، الموطا: ج: 1، ص: 349، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 5686)

999- وَعَنْ كُرْدُوْسٍ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ تِسْعًا تِسْعًا يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يُكَبِّرُ وَاحِدَةً فَيَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ يَقُوْمُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرٰى فَيَبْدَأُ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَرْكَعُ بِإِحْدَاهُنَّ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

کردوس کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں نو نو تکبیرات کہا کرتے تھے نماز کو شروع کرتے تو اس وقت چار تکبیرات کہا کرتے پھر ایک تکبیر اور کہہ کر رکوع کرتے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر شروع میں قرأت فرمایا کرتے پھر چار تکبیرات کہا کرتے پھر ان میں سے ایک کے ساتھ رکوع فرمالیا کرتے۔ (معجم الکبیر، رقم الحدیث: 9513)

1000- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَبَّرَ فِي صَلٰوةِ الْعِيْدِ بِالْبَصْرَةِ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَالٰى بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ قَالَ وَشَهِدْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ. رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِيْصِ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے نماز عید میں بصرہ کے مقام پر نو تکبیرات کہیں قرأت کے مابین تواتر رکھا فرمایا: میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا انہوں نے بھی یونہی کیا۔ (المؤطا: ج: 1، ص: 349، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 5757)

مذاہب اربعہ

نماز عیدین کی تکبیرات کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے جن کے مذاہب اور اقوال حسب ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت سات تکبیریں کہے ان تکبیرات میں تکبیر رکوع کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں اور ان میں تکبیر قیام کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ان دونوں رکعات کی تکبیریں قرأت سے قبل ہیں۔ (المغنی: ج: 2، ص: 19)

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیر تحریمہ کے ساتھ سات تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے ساتھ چھ تکبیریں ہیں۔ (بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص: 157)

شافعیہ کا مذہب

شیخ ابواسحاق شیرازی حنبلی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے علاوہ سات تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام اور تکبیر رکوع کے علاوہ پانچ تکبیریں کہے اور دونوں رکعات کی تکبیریں قرأت سے قبل ہیں۔

(المہذب مع المجموع: ج: 5، ص: 15)

احناف کا مذہب

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: نماز عیدین میں تکبیریں کس طرح پڑھے؟
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام کھڑا ہو کر ایک تکبیر کہہ کر نماز شروع کرے اس کے بعد تین تکبیریں کہے اس کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ قرأت سے فراغت پا کر تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ رکوع سے فراغت پا کر سجدہ کرے دوسری رکعت میں کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے۔ قرأت سے فراغت پا کر تین تکبیریں کہے پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر سجدہ کرے پھر تشہد کے بعد سلام پھیر دے۔ (نصب الرایہ: ج:2،ص:111)

احناف کے مذہب پر مزید دلائل یہ ہیں: کردوس سے روایت ہے کہ ذوالحجہ میں سعید بن العاص آئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قاصد بھیج کر عیدین کی تکبیر کے متعلق سوال کیا۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ اس سوال کا جواب مرحمت فرمائیں۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھڑا ہو کر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے اس کے بعد قرأت شروع کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر قرأت کرے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر پر رکوع کرے۔
(المصنف: ج:2،ص:174)

علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ ان کے پاس حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں سے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نماز کا طریقہ پوچھا۔
ان دونوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس سوال کا جواب دیجئے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار تکبیریں کہے پھر قرأت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو پھر قرأت کرے پھر چار تکبیریں کہے۔ (المصنف: ج:3،ص:294)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: امام نے چھ تکبیرات سے زیادہ کہیں تو مقتدی بھی امام کی پیروی کرے مگر تیرہ سے زیادہ میں امام کی پیروی نہیں۔ (ردالمحتار: ج:3،ص:63)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: پہلی رکعت میں امام کے تکبیر کہنے کے بعد مقتدی شامل ہوا تو اسی وقت تین تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام نے قرأت شروع کر دی اور تین ہی کہے اگرچہ امام نے تین سے زیادہ کہی ہوں اور اگر اس نے تکبیریں نہ کہیں کہ امام رکوع میں چلا گیا تو کھڑے کھڑے نہ کہے بلکہ امام کے ساتھ رکوع میں جائے اور رکوع میں تکبیر کہہ لے اور اگر امام کو رکوع میں پایا اور غالب گمان ہے کہ تکبیریں کہہ کر امام کو رکوع میں پا لے گا تو کھڑے کھڑے تکبیریں کہے پھر رکوع میں جائے ورنہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع

میں جائے اور رکوع میں تکبیریں کہے پھر اگر اس نے رکوع میں تکبیریں پوری نہ کی تھیں کہ امام نے سر اٹھالیا تو باقی ساقط ہو گئیں اور اگر امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے بلکہ جب اپنی پڑھے اسی وقت کہے اور رکوع میں جہاں تکبیر کہنا بتایا گیا اس میں ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ پڑھنے کھڑا ہو اس وقت کہے اور دوسری رکعت کی تکبیریں اگر امام کے ساتھ پا جائے تو ٹھیک ورنہ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو پہلی رکعت کے بارے میں مذکور ہوئی۔
(درمختار: ج:3، ص 64 تا 66)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: پہلی رکعت میں امام تکبیرات بھول گیا اور قرأت شروع کر دی تو قرأت کے بعد کہہ لے یا رکوع میں اور قرأت کا اعادہ نہ کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:151)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: امام نے تکبیرات زوائد میں ہاتھ نہ اٹھائے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ ہاتھ اٹھائے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:1، ص:151)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: امام تکبیر کہنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو قیام کی طرف نہ لوٹے نہ رکوع میں تکبیر کہے۔ (ردالمحتار: ج:3، ص:65)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَرْكِ التَّنَفُّلِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا

باب: نمازِ عید سے قبل اور اس کے بعد نفل نہ پڑھنا

1001- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کے روز جلوہ افروز ہوئے اور دو رکعات پڑھیں نہ تو ان سے قبل کوئی نماز ادا فرمائی اور نہ ہی اس کے بعد۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:415، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 492، مستدرک: رقم الحدیث: 1095، المنتقی: رقم الحدیث: 261، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 491، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4227، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1281، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 5992، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 493، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1569)

1002- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا خَرَجَ يَوْمَ عِيدٍ فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلّٰى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ عید کے روز نکلے نہ تو اس سے قبل نماز ادا فرمائی نہ ہی اس کے بعد اور انہوں نے ذکر فرمایا: نبی کریم ﷺ نے یونہی کیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 1095، سنن البیہقی الکبری: رقم الحدیث: 6021، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 494، مسند احمد: رقم الحدیث: 4962، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 5212، مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث: 838، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5786)

1003- وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعِيْدِ شَيْئًا فَاِذَا رَجَعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید سے قبل کسی بھی نماز کو ادا نہ فرمایا کرتے تھے تو جس وقت اپنے گھر کو تشریف لے جایا کرتے تو دو رکعتیں پڑھا کرتے۔ (الموطا: ج: 1، ص: 345، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 493، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1283، کنز العمال: رقم الحدیث: 18094، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1293)

1004- وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ الصَّلٰوةُ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ امام کے نکلنے سے قبل عید کے روز نماز ادا کرنا مسنون نہیں ہے۔ (احکام الشرعیۃ الکبری: جز: 2، ص: 415، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 692)

1005- وَعَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّحُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَا يَنْهَيَانِ النَّاسَ اَوْ قَالَ يُجَلِّسَانِ مَنْ يَّرَيَانِهٖ يُصَلِّيْ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ فِی الْعِيْدِ ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُّ وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ ۔

ابن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو منع فرماتے تھے یا ارشاد فرمایا: ان لوگوں کو بٹھادیا کرتے تھے جنہیں عید کے روز امام کے نکلنے سے قبل نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا کرتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9524)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حدیث میں یہ صراحت ہے کہ نماز عید سے قبل اور نماز عید کے بعد نفل نہیں پڑھے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور ابن وہب اور اشہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا مباح ہے۔

الذخیرہ میں مذکور ہے: نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔ کرخی نے تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل المروزی یہ کہتے تھے کہ عیدگاہ کی جانب نکل کر جانے سے قبل چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عامۃ المشائخ نے کہا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے۔ حضرت ابن مسعود، حضرت جابر اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم نماز

عید سے قبل اور نماز عید کے بعد نوافل کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، مسروق، شعبی، ضحاک، سالم، قاسم، الزہری، معمر، ابن جریج اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (شرح المنیۃ: ج:6، ص:412)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: عید کے دن عید سے قبل عید گاہ اور گھر دونوں میں اور نماز کے بعد عید گاہ میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے، جمہور کے نزدیک مختار بات یہی ہے۔ (نور الایضاح: ص:212)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ عید گاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہیں یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز ہو جانے کے بعد پڑھے اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعات پڑھے یہ احکام خواص کے ہیں عوام اگر نفل پڑھیں اگرچہ نماز عید سے قبل اگرچہ عید گاہ میں انہیں منع نہ کیا جائے۔ (درمختار: ج:3، ص:57تا60)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الذِّهَابِ اِلَى الْمُصَلّٰى فِيْ طَرِيْقٍ وَّالرُّجُوْعِ فِيْ طَرِيْقٍ اُخْرٰى

باب: عیدگاہ کی جانب ایک راستہ سے جانے اور دوسرے راستے واپس آنے کا بیان

1006- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت عید کا روز ہوتا تو راستہ کو تبدیل فرما لیا کرتے تھے۔
(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:419، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 497، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4260، شرح السنۃ: ج:1، ص:267، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 933، کنز العمال: رقم الحدیث: 18106، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 943)

1007- وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ اِلَى الْعِيْدِ يَرْجِعُ فِيْ غَيْرِ الطَّرِيْقِ الَّذِيْ خَرَجَ فِيْهِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت عید کے واسطے نکلتے تو جس راستے سے تشریف لے جاتے تھے اس راستے کے سوا دوسرے راستے سے واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث: 3302، مستدرک: رقم الحدیث: 1099، شرح السنۃ: ج:1، ص:267، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1468، مسند احمد: رقم الحدیث: 8100، مسند البزار: رقم الحدیث: 3880، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1613)

1008- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ ثُمَّ رَجَعَ فِيْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز ایک راستے سے تشریف لے کر گئے اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لائے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 1098، بلوغ المرام: جز: 1، ص: 179، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4259، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 976، کنز العمال: رقم الحدیث: 18105، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 409)

مستحب عمل

عیدین کے روز ایک راستے سے عیدگاہ جانا اور واپسی دوسرے راستے سے آنا مستحب عمل ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ عیدین کے مستحبات میں لکھتے ہیں: عید کے دن یہ امور مستحب ہیں جن میں سے یہ بھی ہے عیدگاہ کو پیدل جانا (اور) دوسرے راستہ سے واپس آنا۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 780)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَكْبِيْرَاتِ التَّشْرِيْقِ

باب: تکبیرات تشریق کا بیان

یہ باب تکبیرات تشریق کے حکم میں ہے۔

1009- عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ابو اسود کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ عرفہ کے روز نماز فجر سے قبل یوم النحر کی نماز عصر تک تکبیر پڑھا کرتے تھے وہ کہا کرتے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 9534، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5679)

1010- وَعَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَيُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

شقیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ عرفہ کے روز نماز فجر کے بعد سے ایام تشریق کے آخری روز نماز عصر تک تکبیر کہا کرتے تھے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 32944، کنز العمال: رقم الحدیث: 12757، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5677)

مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کے نزدیک تکبیر تشریق واجب ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نمازوں کے بعد شہر کی جماعت مستحب میں تکبیر مشروع ہے لہٰذا وتر نماز عید اور سنن اور نوافل کے بعد تکبیر

تشریق پڑھنی واجب نہیں ہے اور نہ مسافروں پر واجب ہے اور نہ تنہا نماز پڑھنے والوں پر۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی ثوری کا قول ہے اور یہی امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور مذہب ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا: ہر اس شخص پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے جو فرض نماز پڑھے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر ہو تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ، اوزاعی اور امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نوافل اور جنائز کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھے اور مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے جب ان کے ساتھ مقیم نہ ہوں۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک یوم عرفہ کو نماز فجر کے بعد تکبیر تشریق شروع کی جائے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یوم نحر کو عصر کے بعد تکبیر ختم کر دی جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، علقمہ اور اسود اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تکبیر ختم کر دے۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابو ثور اور امام احمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ یوم النحر کی ظہر سے تکبیر شروع کرے اور آخر ایام تشریق کی صبح کو ختم کر دے۔ حضرت ابن عمر اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایک ہی روایت ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ یوم نحر کی ظہر سے تکبیر شروع کرے اور جس دن منیٰ سے روانگی ہو اس دن ظہر تک تکبیر پڑھے۔

(شرح العینی: ج:6، ص:424 تا 425)

جماعت کے ساتھ تکبیر پڑھنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی امام احمد رحمہ اللہ کی مشہور روایت ہے اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا: تنہا نماز پڑھنے والا بھی تکبیر پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیر پڑھنا واجب ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یہ سنت ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (شرح العینی: ج:6، ص:420)

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی حنفی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب اور تین بار افضل اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں اور وہ یہ ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ (تنویر الابصار: ج:3، ص:71، 74)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے یعنی جب تک کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو کہ اس نماز پر بنا نہ کر سکے اگر مسجد سے باہر ہو گیا یا قصداً وضو توڑ دیا یا کلام کیا اگرچہ سہواً تو تکبیر ساقط ہو گئی اور بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو کہہ لے۔

تکبیر تشریق اس پر واجب ہے جو شہر میں مقیم ہو یا جس نے اس کی اقتداء کی اگرچہ عورت یا مسافر یا گاؤں کا رہنے والا اور اگر اس کی اقتداء نہ کریں تو ان پر واجب نہیں۔ (درمختار: ج:3، ص:73 تا 74)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورج گرہن کی نماز کے ابواب

سورج گرہن کی نماز کے ابواب کے تحت ہونے والے مسائل سے قبل کسوف کا معنیٰ اور حکم بیان کیا جاتا ہے جن کی تحقیق حسب ذیل ہے:

کسوف کا معنیٰ

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: سورج کی روشنی چلے جانے پر لغت کی رو سے کسوف کا اطلاق ہوتا ہے اور چاند کی روشنی چلے جانے سے خسوف کا اطلاق ہوتا ہے لیکن احادیث مبارکہ میں سورج کی روشنی چلے جانے پر خسوف کا اطلاق ہے۔ (لسان العرب: جز:9، ص:68)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسوف اور خسوف کا معنیٰ ہے کل یا بعض روشنی کا چلے جانا۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:295)

نماز کسوف کے حکم کے متعلق مذاہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز خسوف سنت ہے۔ البتہ جماعت میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خسوف کی نماز میں جماعت سنت ہے اور احناف کے نزدیک بغیر جماعت کے الگ الگ نماز پڑھنی چاہیے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز کسوف دو رکعت نماز ہے اور ہر رکعت میں دو قیام دو قرأت اور دو رکوع ہیں اور احناف کے نزدیک عام نوافل کی طرح اس کو پڑھا جائے گا۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:295)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور چاند گہن کی نماز مستحب ہے، سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑھنی مستحب ہے اور تنہا بھی ہو سکتی ہے اور جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائط جمعہ اس کے لئے شرط ہیں وہی شخص اس کی جماعت قائم کر سکتا ہے جو جمعہ کی کر سکتا ہے وہ نہ ہو تو تنہا تنہا پڑھیں گھر میں یا مسجد میں۔ (درمختار: جز:3، ص:80)

کسوف کون سی ہجری میں ہوا؟

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: سب سے پہلی بار نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں جو کسوف ہوا وہ پانچ 5ھ میں ہوا۔ اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے سورج گہن کا سن 6ھ تحریر فرمایا ہے۔ جب سورج گہن دوسری بار ہوا تو وہ 10ھ کو ہوا اور ایک قول 9ھ کا بھی ہے۔

سورج گرہن اللہ تعالیٰ کی نشانی

سورج گرہن اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ دکھاتا ہے اور اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے کہ وہ میری نافرمانیوں کو چھوڑ کر میری اطاعت کریں مجھے کبھی نہ بھولیں جس طرح میں نے سورج کو پکڑ لیا ہے اسی طرح تمہاری پکڑ بھی کر سکتا ہوں مجھ سے کوئی چیز بعید نہیں لہٰذا مجھ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو گویا کہ سورج گرہن توجہ الی اللہ ہے اسی لیے حکم ہے کہ جب سورج گرہن لگ جائے تو توبہ استغفار کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا جائے اور صدقہ وخیرات کی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو معاف فرما کر اپنی رحمتوں اور نوازشوں میں رکھے۔

سورج گرہن کی تاریخ اور اس کے متعلق غلط اعتقادات

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: (سورج گرہن اس دن ہوا) جس دن حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ وہ چاند کی دس تاریخ تھی لہٰذا فلاسفہ کا یہ قول باطل ہے کہ سورج گرہن چاند کی بالکل آخری تاریخوں میں ہی لگ سکتا ہے۔ خیال رہے کہ کفار عرب اور مشرکین ہند کے اس گرہن کے متعلق عجیب خیالات ہیں۔ کفار عرب کہتے تھے کہ کسی بڑے آدمی کی پیدائش یا اچھے آدمی کی وفات پر گرہن لگتا ہے۔ مشرکین ہند کا عقیدہ یہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے انہوں نے بھنگیوں چماروں سے کچھ قرض لیا اور ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے چنانچہ ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں کہ سورج مہاراج کا قرض چکاؤ۔ اسلام ان لغویات سے علیحدہ ہے وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کر دے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے چونکہ یہ قہر خداوندی کے ظہور کا وقت ہے اس لیے اس وقت نماز پڑھو، دعائیں مانگو، صدقہ دو، غلام آزاد کرو تا کہ رحم کیے جاؤ۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:364)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اَبْوَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ

نماز کسوف سے متعلق ابواب

بَابُ الْحِثِّ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْإِسْتِغْفَارِ فِي الْكُسُوْفِ

باب: سورج گرہن میں نماز، صدقہ اور استغفار کی ترغیب

1011- عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کے مرنے کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جب تم انہیں دیکھ لو تو کھڑے ہو کر نماز ادا کر لو۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 1462، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 911، صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1041، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1261، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 429، البحر الزخار: رقم الحدیث: 1416، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1845، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2162)

1012- وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اس دن سورج کو گرہن لگا تو لوگ کہنے لگے: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مرنے کی وجہ سے سورج گرہن لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان دونوں کو کسی کے مرنے یا زندہ رہنے کی بنا پر گرہن نہیں لگتا پس جس وقت تم یوں دیکھو تو رب تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ روشن ہو جائے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2827، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 915، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 694، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1461، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1843، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1016، مسند احمد: رقم الحدیث: 18178، جامع المسانید: رقم الحدیث: 6407، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 2، ص: 471، سنن البیہقی: ج: 3، ص: 341)

1013- وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ

لا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان دونوں کو کسی کے مرنے یا حیات رہنے کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا پس جس وقت یوں دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو نماز ادا کرو اور صدقہ کرو۔ (مستدرک: ج:1، ص:334، مسند الحمیدی: رقم الحدیث:180، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1391، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1191، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 961، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1859، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1471، سنن دارمی: رقم الحدیث: 1529، صحیح ابن حبان: 2845، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1142)

1014- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دیتے ہیں کہ سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کے مرنے کی بناء پر گرہن نہیں لگتا مگر یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جس وقت تم انہیں دیکھو تو اس وقت نماز ادا کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 914، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1461، جامع المسانید: رقم الحدیث: 3514، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1042، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 257، صحیح ابن حبان: ج:7، ص:87، کنز العمال: رقم الحدیث: 21572، مسند احمد: رقم الحدیث: 5724)

1015- وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَّخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَّرُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ مَّا رَاَيْتُهٗ قَطُّ يَفْعَلُهٗ وَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنْ (يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ) فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِهٖ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سورج کو گرہن لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائی ہوئی حالت میں قیام فرما ہو گئے اس بات سے خوف رکھتے ہوئے کہ کہیں حشر نہ بپا ہو جائے اس کے بعد مسجد کے اندر جلوہ افروز ہوئے اور اس قدر طویل قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھی کہ ایسا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور ارشاد فرمایا: یہ نشانیاں کسی کے مرنے اور حیات ہونے کی بناء پر نہیں ہوتیں جسے اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے لہٰذا جس وقت تم ان میں سے کچھ دیکھو تو رب تعالیٰ سے خوف رکھتے ہوئے ذکر، دعا اور استغفار کی جانب دوڑے آؤ۔

(جامع المسانید: رقم الحدیث: 3957، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 912، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1059، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1499، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1371، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:439، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2718، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1890، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 8648، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4274، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6156)

1016- وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِيْ كُسُوْفِ

الشَّمْسِ ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن لگنے میں غلام کو آزاد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 905، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3114، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 86، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1138، مسند احمد: رقم الحدیث: 36925، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 2189، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 316، مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 2، ص: 469، مسند ابی عوانہ: جز: 2، ص: 370، سنن بیہقی: جز: 3، ص: 338)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گرہن کی نماز میں چھ چیزوں کا حکم فرمانا

قاضی ابوبکر بن العزی متوفی 543ھ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں چھ چیزوں کا حکم دیا ہے:

1- اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، 2- دعا کرو، 3- نماز پڑھو، 4- تکبیر پڑھو، 5- صدقہ کرو، 6- غلام آزاد کرو۔

(عارضۃ الاحوذی: جز: 3، ص: 31)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوفزدہ ہونے کی توجیہ

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوا کہ قیامت آگئی ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی نے تمثیل بیان کی ہے گویا کہ اس نے یوں کہا: آپ اس شخص کی طرح گھبرا کر کھڑے ہوئے جو ڈر رہا ہو کہ قیامت آگئی ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم یقینی تھا کہ جب آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہیں تو قیامت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تمام ادیان پر سربلند فرمائے گا اور ابھی کتاب اپنی مدت کو نہیں پہنچی ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ قیامت سے قبل تو چند چیزوں کا وقوع ضروری ہے۔ مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابۃ الارض کا خروج، دجال کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ علیہ السلام کا دجال کو قتل کرنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا وغیرہا تو آپ کو سورج کے گرہن لگنے سے کیسے یہ خوف ہوا کہ قیامت آگئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ سورج پر گہن اس سے پہلے لگا ہو جب آپ کو قیامت کی یہ علامات بتائی گئی تھیں یا یہ صرف راوی کا گمان ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آگئی ہے اور واقع میں آپ کو یہ خوف ہوا کہ قیامت آگئی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ امت پر عذاب آرہا ہے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے امت پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ وعدہ فرماچکا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (الانفال: 33)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل فرمادے۔

علامہ کرمانی کا جواب ان کے جواب سے بہتر ہے۔ یا اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ قیامت کا وقوع بعد میں ہونا تھا مگر نبی کریم ﷺ نے سورج گہن کے واقعہ کو عظیم قرار دیتے ہوئے قیامت کو بہ منزلہ واقعہ قرار دے دیا اپنی امت کو اس پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ جب آپ کے بعد سورج کو گہن لگے تو وہ اس سے اس طرح خوف زدہ ہوں جیسے قیامت آگئی ہے اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اس سے مغفرت طلب کریں، نماز پڑھیں اور صدقہ دیں کیونکہ ان کاموں سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹل جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ کو کسی چیز کا علم تو ہوتا ہے مگر شدت خوف یا کسی اور کیفیت کے غلبہ سے اس علم سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے آپ کو علم تھا کہ وقوع قیامت سے پہلے خروج دجال اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوگا یا جوج ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور ہوگا لیکن شدت خوف کی وجہ سے ان امور کی جانب سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔ (شرح العینی: ج:7، ص:127)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ بِخَمْسِ رُكُوْعَاتٍ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ

باب: ہر رکعت میں پانچ رکوع کے ساتھ سورج گرہن کی نماز کا بیان

1017- عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فَقَرَاَ سُوْرَةً مِّنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَاَ سُوْرَةً مِّنَ الطُّوَلِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ حَتّٰى انْجَلٰى كُسُوْفُهَا . رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ .

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں سورج کو گرہن لگا اور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے طویل سورتوں میں سے ایک سورت کی تلاوت فرمائی پانچ رکوع فرمائے اور دو سجدے پھر دوسری رکعت کے واسطے قیام فرما ہو گئے تو آپ ﷺ نے طویل سورتوں میں سے ایک سورت کو پڑھا پانچ رکوع فرمائے اور دو سجدے فرمائے پھر اسی کیفیت میں بیٹھے قبلہ رخ ہو کر دعا گو ہوتے رہے حتیٰ کہ گرہن ختم ہو گیا۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 35327، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 998)

1018- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا صَلَّاهَا اَحَدٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرِيْ . رَوَاهُ ابْنُ جَرِيْرٍ وَّصَحَّحَهٗ .

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ سورج کو گہن لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قیام فرما ہوئے اور انہوں نے پانچ رکوع اور دو سجدے فرمائے پھر یونہی دوسری رکعت میں کیا پھر سلام پھیرا میرے سوا رسول اللہ ﷺ کے بعد اس نماز کو کسی نے بھی نہ ادا کیا۔

(البحر الزخار: رقم الحدیث: 571، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 33058، مسند البزار: رقم الحدیث: 628)

1019- وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ نُبِّئْتُ اَنَّ الشَّمْسَ كَسَفَتْ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْكُوْفَةِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ قَالَ عَشْرُ رَكَعَاتٍ وَّاَرْبَعُ سَجَدَاتٍ ۔ رَوَاهُ ابْنُ جَرِيْرٍ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ اِتِّصَالُ الْحَسَنِ بِعَلِيٍّ ثَابِتٌ بِوُجُوْهٍ لٰكِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْ هٰذِهِ الْوَاقِعَةَ عَلٰى مَا يَقْتَضِيْهِ قَوْلُهُ نُبِّئْتُ ۔

حضرت حسن کا بیان ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقام کوفہ میں تھے تو وہاں سورج کو گرہن لگ گیا اس پر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پانچ رکوع کے ساتھ نماز پڑھائی پھر پانچ رکوع کے دوران دو سجدے بھی کئے پھر کھڑے ہو کر پانچ رکوع فرمائے پھر پانچویں رکوع کے دوران دو سجدے فرمائے فرمایا: دس رکوع اور چار سجدے۔

علامہ نیموی نے فرمایا ہے کہ حضرت حسن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنا متعدد وجوہ سے ثابت ہے مگر وہ اس واقعہ میں موجود نہ تھے جس طرح کہ ان کا یہ فرمانا ''مجھے بتایا گیا ہے'' مقتضی ہے۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 34882، کنز العمال: رقم الحدیث: 23505)

اس باب کی شرح "باب کل رکعة برکوع واحد" کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كُلِّ رَكْعَةٍ بِاَرْبَعِ رُكُوْعَاتٍ

باب: ہر رکعت چار رکوعوں کے ساتھ پڑھنے کا بیان

1020- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفٍ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ قَالَ وَالْاُخْرٰى مِثْلُهَا ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْاٰخَرُوْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ صَلّٰى ثمان ركعات فِيْ اربع سَجَدَاتٍ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں نماز ادا فرمائی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فرما کر پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرما کر پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرما کر پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرما کر پھر رکوع فرمایا پھر سجدہ فرمایا۔ راوی کا بیان ہے اور دوسری رکعت میں بھی یونہی کیا۔ اور ایک روایت میں ہے چار سجدوں کے ساتھ آٹھ رکوع ادا فرمائے۔

(بلوغ المرام: جز: 1، ص: 182، جامع الاصول: جز: 6، ص: 173، سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 999، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6116، سنن ترمذی: جز: 2، ص: 419، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1451، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1514، مسند احمد: رقم الحدیث: 3066، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 909)

1021- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلنَّاسِ فَقَرَاَ يٰسٓ اَوْنَحْوَهَا ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِّنْ قَدْرِ السُّوْرَةِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَامَ قَدْرَ السُّوْرَةِ يَدْعُوْ

وَيُكَبِّرُ ثُمَّ رَكَعَ قَدْرَ قِرَآءَتِهِ أَيْضًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَامَ أَيْضًا قَدْرَ السُّوْرَةِ ثُمَّ رَكَعَ قَدْرَ ذٰلِكَ أَيْضًا حَتّٰى صَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فَفَعَلَ كَفِعْلِهِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ جَلَسَ يَدْعُوْ وَيَرْغَبُ حَتّٰى انْكَشَفَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ فَعَلَ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سورج کو گرہن لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ سورہ یٰسٓ یا اسی کی مثل کسی سورت کو تلاوت فرمایا پھر سورت کے برابر رکوع فرمایا پھر اپنے سرانور کو اٹھائے سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پھر سورت کے برابر کھڑے ہونے کی حالت میں دعا مانگتے رہے اور اللہ اکبر فرماتے رہے پھر دوبارہ بھی اپنی قرأت کے برابر رکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پھر دوبارہ بھی سورت کے برابر کھڑے رہے پھر دوبارہ اسی کی مثل رکوع فرمایا حتیٰ کہ چار رکوع فرمائے پھر فرمایا: سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پھر سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت کے لئے قیام فرما ہو گئے پس پہلی رکعت کی مثل کیا پھر بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں دعا مانگتے رہے اور توجہ فرماتے رہے حتیٰ کہ آفتاب روشن ہو گیا پھر انہیں حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ہی کیا۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1616، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 34420، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6122، غایۃ المقصد: جز: 1، ص: 1222، کنز العمال: رقم الحدیث: 23509، مسند احمد: رقم الحدیث: 1153)

اس باب کی شرح "باب کل رکعة بر کوع واحد" کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ ثَلَاثِ رُكُوْعَاتٍ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ

باب: ہر رکعت میں تین رکوع کرنے کا بیان

1022- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ إِنَّمَا انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں جس روز حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو اس روز سورج کو گرہن لگا لوگ کہنے لگے: سورج کو گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مرنے کی بناء پر لگا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو چھ رکوع، چار سجود کے ساتھ نماز پڑھائی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 437، مسند ابن عوانہ: رقم الحدیث: 2415)

1023- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ ، رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سجود میں چھ رکوع فرمائے۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:432، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 503، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1454، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 42991، جامع الاصول: ج:6،ص:156، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6112)

1024- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفٍ فَقَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ وَالْاُخْرٰى مِثْلُهَا . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں نماز پڑھی پس تلاوت فرمائی پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرما کر پھر رکوع فرمایا پھر قرأت فرما کر پھر رکوع فرمایا پھر سجدہ فرمایا۔ اور دوسری بھی اس کی مثل ادا فرمائی۔(مرجع السابق: حدیث: 1020)

اس باب کی شرح "باب کل رکعة برکوع واحد" کے تحت کی جائے گی۔ انشاءاللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كُلِّ رَكْعَةٍ بِرُكُوْعَيْنِ

باب: ہر رکعت کو دو دو رکوعوں کے ساتھ پڑھنے کا بیان

1025- عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهٗ فَكَبَّرَ فَاقْتَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً هِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ اَدْنٰى مِنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاسْتَكْمَلَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَّانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّنْصَرِفَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں سورج کو گرہن لگ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی جانب گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں نے صف کو بنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہہ کر طویل تلاوت فرمائی پھر تکبیر کہہ کر طویل رکوع فرمایا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پس قیام فرما ہو گئے اور سجدہ نہ فرمایا۔ اور پہلی رکعت کی قرأت سے کم قرأت فرمائی۔ پھر تکبیر کہہ کر پہلی رکعت کے رکوع سے کم رکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد

فرمایا پھر سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت میں بھی یونہی کیا پس آپ ﷺ نے چار سجود میں چار رکوع مکمل فرمائے اور آپ ﷺ کے انصراف فرمانے سے قبل سورج روشن ہو گیا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 1529، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1191، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2061، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2848، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1142، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 180، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1391، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 9379، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1471، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1859)

1026- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا نَحْوًا مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں سورج کو گرہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی سورہ بقرہ کی مثل طویل تلاوت فرمائی پھر طویل رکوع کر کے سر انور کو اٹھایا پس طویل قیام کیا جو پہلے والے قیام سے تھوڑا تھا۔ پھر طویل رکوع فرمایا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ فرمایا پھر طویل قیام فرمایا جو پہلے قیام سے تھوڑا تھا پھر رکوع فرمایا جو پہلے والے رکوع سے تھوڑا تھا پھر سر انور کو اٹھا کر طویل قیام فرمایا جو پہلے والے قیام سے قدرے تھوڑا تھا پھر رکوع فرمایا جو پہلے والے رکوع سے قدرے کم تھا پھر سجدہ فرمایا پھر انصراف فرمایا اور اس وقت سورج روشن ہو گیا تھا۔ (اللؤلؤ والمرجان: جز: 1، ص: 251، المؤطا: جز: 1، ص: 186، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 505، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4272، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2832، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2458، مسند البزار: رقم الحدیث: 5286، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 18)

1027- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ شَدِيْدِ الْحَرِّ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِهٖ فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى جَعَلُوْا يَخِرُّوْنَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ نَحْوًا مِنْ ذٰلِكَ فَكَانَتْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں شدت والی گرمی کے روز سورج کو گرہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اور طویل قیام فرمایا حتیٰ کہ لوگ گرنے لگ گئے پھر رکوع فرمایا تو کچھ دیر رکوع ہی میں رہے پھر سر انور کو اٹھایا تو دیر تک قیام میں رہے۔ پھر رکوع فرمایا تو دیر تک ہی رکوع میں رہے پھر سر انور اٹھایا تو دیر تک کھڑے رہے۔ پھر دو سجدے فرمائے پھر قیام فرمایا تو اسی کی مثل کیا۔ پس چار رکوع اور چار سجود ہوئے۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1، ص: 573، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 36988، جامع الاصول: جز: 6، ص: 166، سنن ابوداؤد: جز: 3، ص: 408،

صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1380، کنز العمال: رقم الحدیث: 23511، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2445، مسند احمد: رقم الحدیث: 14566)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كُلِّ رَكْعَةٍ بِرُكُوْعٍ وَّاحِدٍ

باب: ہر رکعت کو ایک ہی رکوع کے ساتھ پڑھنے کا بیان

1028- عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَآئَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وزاد كما تصلون وَابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ رَكْعَتَيْنِ مثل صلوتكم .

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں تھے تو سورج کو گرہن لگ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اقدس کو گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ مسجد کے اندر جلوہ افروز ہوئے ہم بھی اس وقت داخل ہو گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعات پڑھائی۔ بخاری اور نسائی نے اس کو روایت کر کے یہ اضافہ کیا: جیسے تم نماز پڑھتے ہو۔ ابن حبان کی روایت میں یہ ہے: اور فرمایا: تمہاری نمازوں کی مثل دو رکعات۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1386، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 500، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1374، مسند الطیالسی: رقم الحدیث: 872، مسند احمد: رقم الحدیث: 20390، سنن نسائی: رقم الحدیث: 1491، مسند البزار: رقم الحدیث: 3660، سنن البیہقی: ج: 3، ص: 331، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 2، ص: 468، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2833)

1029- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَرْمِیْ بِاَسْهُمِیْ فِیْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهُنَّ وَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى مَا يَحْدُثُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی انْكِسَافِ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَّدَيْهِ يَدْعُو وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ حَتّٰى جُلِّیَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَاَ سُوْرَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَآئِیُّ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ .

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں رمی کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں سورج کو گرہن لگ گیا میں نے تیر پھینک کر کہا: آج کے روز سورج گرہن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کیا ہوتی ہے اس کو ضرور ہی مشاہدہ کروں گا۔ پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کو اٹھا کر دعا کو تھے۔ تکبیر و تحمید اور تہلیل فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ سورج بالکل صاف ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سورتوں کو پڑھا اور دو رکوع فرمائے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 332، صحیح مسلم: ج: 4، ص: 466، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1010، مسند ابی عوانہ: ج: 2، ص: 105، مسند احمد: ج: 42، ص: 82)

1030- وَعَنْ قَبِيْصَةَ الْهِلَالِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَزِعًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاَنَا مَعَهٗ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَانْجَلَتْ فَقَالَ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا كَاَحْدَثِ صَلٰوةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں سورج کو گرہن لگ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے ہونے کی حالت میں چادر کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ان ایام میں مدینہ منورہ میں تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پڑھیں جن کے اندر طویل قیام کیا پھر لوٹ گئے تو آفتاب روشن ہو گیا تھا۔ ارشاد فرمایا: یہ نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ڈراتا ہے چنانچہ جس وقت تم ان نشانیوں کو دیکھ لو تو اس وقت نماز پڑھو جس طرح کہ تم نے ابھی ابھی نماز فرض پڑھی ہے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: جز: 1، ص: 576، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4283، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1469، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6131، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1948، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8399، مستدرک: رقم الحدیث: 1238، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1001، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1185)

1031- وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا وَغُلَامٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ نَرْمِيْ غَرَضَيْنِ لَنَا حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيْدَ رُمْحَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ فِيْ عَيْنِ النَّاظِرِ مِنَ الْاُفُقِ اسْوَدَّتْ حَتّٰى اٰضَتْ كَاَنَّهَا تَنُّوْمَةٌ فَقَالَ اَحَدُنَا لِصَاحِبِهٖ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَاللّٰهِ لَيُحْدِثَنَّ شَاْنُ هٰذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُمَّتِهٖ حَدَثًا قَالَ فَدُفِعْنَا فَاِذَا هُوَ بَارِزٌ فَاسْتَقْدَمَ فَصَلّٰى فَقَامَ بِنَا كَاَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِيْ صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَاَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِيْ صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَاَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِيْ صَلٰوةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور انصاری لڑکا اپنے لئے نشانہ کے اوپر تیر اندازی میں لگے ہوئے تھے حتیٰ کہ سورج دو یا تین نیزوں کے برابر ہو گیا اور دیکھنے والے کی نظر میں افق سے وہ سیاہ ہو کر تنومہ گھاس کی مانند اختیار کر گیا۔ پس ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ہماری معیت مسجد میں چلو اللہ تعالیٰ کی قسم! سورج کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق کسی نئی بات کو جنم دے گی۔ ہم جا ہی رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک جلوہ افروز ہوئے اور ہم کو آگے ہو کر نماز پڑھائی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری معیت اس قدر لمبا قیام فرمایا: پہلے کبھی بھی کسی نماز کے اندر نہ کیا تھا۔ مگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سن نہیں پا رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری معیت اس قدر لمبا رکوع فرمایا: پہلے اس قدر کسی نماز میں بھی نہیں کیا تھا مگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن نہیں پا رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری معیت اس قدر طویل سجدہ کیا کہ پہلے کسی بھی نماز میں سجدہ نہ کیا تھا۔ مگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سن نہیں پا رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت میں بھی

یونہی سجدہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1264، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1184، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1483، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 562، مصنف ابن ابی شیبہ: 8399، مسند احمد: رقم الحدیث: 19318، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1397، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4278، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1869، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 4، ص: 569)

1032- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نماز کے واسطے قیام فرما ہوئے قریب نہیں تھا کہ آپ ﷺ رکوع فرماتے پھر رکوع فرمایا: قریب نہ تھا کہ سرانور کو اٹھا دیتے پھر سر انور کو اٹھایا۔ قریب نہیں تھا کہ سجدہ میں تشریف لے جاتے پھر سجدہ میں تشریف لے گئے۔ قریب نہیں تھا کہ سرانور کو اٹھاتے پھر سرانور کو اٹھایا پس قریب نہ تھا کہ سجدہ فرماتے پھر سجدہ فرمایا پس قریب نہ تھا کہ سرانور کو اٹھاتے اور آپ ﷺ نے دوسری رکعت میں بھی اس کی مثل کیا۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 43772، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 1009، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1929، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1392، مسند احمد: رقم الحدیث: 6195، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 104)

1033- وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلَا وَاِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا كَذٰلِكَ فَافْزَعُوْآ اِلَى الْمَسَاجِدِ ثُمَّ قَامَ فَقَرَاَ فِيْمَا نَرٰى بَعْضَ الٓرٰ كِتٰبٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ اعْتَدَلَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْاُوْلٰى ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس روز حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو سورج کو گرہن لگ گیا اس پر لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کر جانے کی بناء پر سورج کو گرہن لگ گیا ہے پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور یقیناً ان میں کسی کی موت اور حیات کی بناء پر گرہن نہیں لگتا۔ چنانچہ جس وقت تم ان دونوں کو اس حالت میں دیکھو تو مسجد کی جانب دوڑو۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے ہمارے خیال میں آپ ﷺ نے "الٓر کتب" چند آیات فرمائیں۔ پھر رکوع فرمایا پھر سیدھے قیام فرما ہو کر پھر دو سجدے کئے پھر قیام فرما ہوئے تو دوسری رکعت میں بھی اسی کی مثل کیا جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ (غایۃ المقصد: ج: 1، ص: 1224، مسند احمد: رقم الحدیث: 22522، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 23118)

1034- وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي كُسُوْفِ

الشَّمْسِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِكُمْ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں نماز پڑھائی جس طرح کہ تم رکوع اور سجود کرتے ہوئے نماز پڑھا کرتے ہو۔ (جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 41226، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1942، کنز العمال: رقم الحدیث: 23514، مسند احمد: رقم الحدیث: 17666، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 8384)

1035- وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خُسِفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَصَلُّوْا كَأَحْدَثِ صَلٰوةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ مِّنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَإِسْنَادُهُمَا صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت سورج اور چاند میں گرہن لگ جائے تو یونہی نماز ادا کرو جیسے تم نے ابھی نماز پڑھی ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1614، البحر الزخار: رقم الحدیث: 2800، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1873، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2805، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2741، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1471، کنز العمال: رقم الحدیث: 21550، مسند البزار: رقم الحدیث: 3294)

مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صلوٰۃ الکسوف دو رکعات ہیں اس میں دو رکوع اور دو قیام جبکہ احناف کے نزدیک دو رکعات ہیں اور ہر رکعت میں ایک ہی قیام اور رکوع ہے۔ جمہور کے نزدیک سورج گہن کی نماز دو رکعت ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہیں اور یہ وہ اضافہ ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے۔
فقہاء احناف نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سورج گہن کی نماز صبح کی نماز کی طرح دو رکعت ہے۔

(شرح ابن بطال: ج: 3، ص: 28)

علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے لیکن اس کی ادائیگی کے طریقہ میں اختلاف ہے ہمارے علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں جس طرح باقی نمازیں پڑھی جاتی ہیں خواہ اس نماز کو طول دیں یا اختصار کے ساتھ پڑھیں اور جو سورت ان کو پسند ہو اس کو پڑھیں اس میں قرآن مجید کی کسی سورت کا پڑھنا متعین نہیں ہے پھر دعا مانگیں حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

(اس کے بعد علامہ ابن مازہ بخاری نے حدیث عبداللہ بن عمر اور حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ دلیل کے طور پر بیان کی اس کے بعد لکھتے ہیں)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں ایک رکوع ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے۔

اس کے بعد (علامہ مازہ بخاری نے حدیث سمرہ بن جندب بیان کی پھر لکھتے ہیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں صورۃً دو رکوع کیے ہیں نہ کہ حقیقتاً کیونکہ اس نماز میں جنت اور دوزخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کردی گئی اور اس نماز میں آپ اپنے ہاتھ سے کسی چیز سے بچ رہے تھے اور آگے ہو رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے اور ان نمازوں میں آپ نے کئی بار کہا: اف اف اور کہا: کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب میں ان کے درمیان ہوں تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: دوزخ میرے قریب کردی گئی ہے حتیٰ کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی چنگاریوں سے بچ رہا تھا اور جنت میرے قریب کردی گئی حتیٰ کہ اگر میں اس کے پھلوں کو لینا چاہتا تو لے لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اس کے خوشوں کو توڑنا چاہتا تو توڑ لیتا۔

اور جب آپ کے دوزخ قریب کردی گئی تو آپ نے گھبرا کر رکوع سے سر اٹھایا اور آپ کا رکوع سے یہ سر اٹھانا صورۃً تھا حقیقتاً نہیں تھا پھر جب آپ دوزخ سے مامون ہو گئے تو دوبارہ رکوع کی طرف لوٹ گئے تاکہ پہلے رکوع میں جو کمی ہوئی تھی وہ کمی پوری ہو جائے نہ یہ وجہ تھی کہ آپ نے دوسرا رکوع کیا تھا اور آپ نے ایک قیام میں صرف ایک ہی رکوع کیا تھا جیسا کہ دوسری نمازوں میں معروف ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے رکوع میں ہو پھر اس کو یاد آئے کہ اس نے رکوع سے قبل سجدہ تلاوت کرنا ہے تو وہ رکوع سے سر اٹھائے اور سجدہ میں گر جائے پھر دوبارہ رکوع پورا کرنے کے لئے رکوع کی طرف لوٹے تو یہ اس کی نماز میں دوسرا رکوع نہیں ہوگا۔

شمس الائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ استاذ ابوعلی النسفی نے دوسرا جواب دیا ہے اور وہی معتمد ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں بہت طویل رکوع کیا تھا۔ بعض نمازی تھک گئے اور انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو ان سے پیچھے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھا لیا ہے تو انہوں نے اپنے سروں کو اوپر اٹھا لیا پھر پہلی صف والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رکوع کی طرف لوٹ گئے اور ان کے پیچھے نمازی بھی ان کی اتباع میں رکوع کی طرف لوٹ گئے اور دوسرے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے ہیں اور اس قسم کا اشتباہ ان لوگوں کو ہو جاتا ہے جو آخری صف میں ہوتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری صف میں نماز پڑھ رہی تھیں اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بچوں کے ساتھ آخری صف میں تھے لہٰذا ان دونوں نے اسی کو نقل کیا جو ان کے نزدیک واقع ہوا تھا اور اگر یہ صحیح ہوتا تو یہ ایسا امر ہوتا جو نماز کے معروف طریقہ کے خلاف تھا پھر اس کو بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نقل کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو کر اگلی صفوں میں نماز پڑھتے تھے اور جب بڑے بڑے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کو روایت نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ صحیح وہی ہے جسے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے۔ (المحیط البرہانی: ج:3، ص:15 تا 18)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْقِرَآءَةِ بِالْجَهْرِ فِيْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ

باب: سورج گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنے کا بیان

1036- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ فِي الْخُسُوْفِ بِقِرَآءَتِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خسوف میں بلند آواز کے ساتھ تلاوت فرمائی پس آپ ﷺ نے دو رکعات میں چار رکوع اور چار سجود کیے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:435، بلوغ المرام: رقم الحدیث:504، جامع الاصول: ج:6،ص:156، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:6137، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1502، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:141)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْاِخْفَاءِ بِالْقِرَآءَةِ فِيْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ

باب: سورج گرہن کی نماز میں آہستہ آواز کے ساتھ قرأت کرنے کا بیان

1037- عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن میں لوگوں کو نماز پڑھائی ہم آپ ﷺ کی آواز کو سن بھی نہیں پا رہے تھے۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1882، مستدرک: رقم الحدیث: 1242، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1234، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 515، سنن النسائی: رقم الحدیث:1478، شرح السنۃ: ج:1،ص:277، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:1956، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2851، مسند احمد: رقم الحدیث:19301)

1038- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ اَسْمَعْ لَهٗ قِرَآءَةً . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جس روز سورج گرہن لگا تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا پس میں نے قرأت کو سنا بھی نہیں۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث:397، معجم الکبیر: رقم الحدیث:11612)

مذاہب فقہاء

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہراً قرأت مسنون ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کے نزدیک قرأت سراً مسنون ہے۔

اور صاحب نعمۃ الودود نے ہدایہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ
امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز کسوف میں جہراً قرأت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سراً قرأت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جہراً کی روایت ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کی روایت ہے اور نماز کے احوال میں مردوں کی روایت کو ترجیح حاصل ہے نیز دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھنا ہی اصل ہے۔
(ہدایہ: ج:1، ص:176، نعمۃ الودود: ج:4، ص:290)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: یہ نماز نماز کسوف دوسرے نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں نہ اس میں اذان ہے نہ اقامت نہ بلند آواز سے قرأت۔ (درمختار: ج:3، ص:78)
مزید لکھتے ہیں: اگر یاد ہوں تو سورہ بقرہ اور آل عمران کی مثل بڑی بڑی سورتیں پڑھیں۔ (درمختار: ج:3، ص:79)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک اور حدیث میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ کے لگ بھگ قیام کیا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1052)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الکسوف میں سراً قرأت کررہے تھے۔ (شرح العینی: ج:7، ص:119)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْاِسْتِسْقَآءِ

باب: بارش طلب کرنے کی نماز

1039- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي قَالَ فَحَوَّلَ اِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْ ثُمَّ حَوَّلَ رِدَآئَهٗ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وزاد البخاری جهر فِيْهِمَا بالقرآءة .

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارش طلب کرنے والے روز دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی جانب پشت اقدس فرمائی اور دعا کو ہوتے وقت قبلہ رخ ہوگئے پھر اپنی رداء اقدس کو گھما دیا پھر ہم کو دو رکعات نماز پڑھائی۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث:1510، صحیح مسلم: رقم الحدیث:894، سنن الترمذی: رقم الحدیث:556، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:1167، مسند الحمیدی: رقم الحدیث:416، مسند احمد: رقم الحدیث:16432، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:4890، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1267، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:1407، سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:1825)

1040- وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى وَاسْتَسْقٰى وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ حِيْنَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَا . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

انہی (حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدگاہ کی جانب نکلے اور بارش مانگی جب قبلہ رخ ہوئے تو اپنی رداء اقدس کو گھمادیا اور خطبہ سے قبل نماز ادا فرمائی پھر قبلہ رخ ہو گئے تو دعا فرمائی۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1407، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5867، مسند احمد: رقم الحدیث: 15871، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 5983)

1041- وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى وَعَلَيْهِ خَمِيْصَةٌ لَّهُ سَوْدَآءُ فَأَرَادَ أَنْ يَّأْخُذَ بِأَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهُ أَعْلَاهَا فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ فَقَلَّبَهَا عَلَيْهِ الْأَيْمَنَ عَلَى الْأَيْسَرِ وَالْأَيْسَرَ عَلَى الْأَيْمَنِ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُوْدَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

انہی (حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے بارش طلب فرمائی آپ ﷺ پر ایک کالی کملی تھی آپ ﷺ نے اس کو پکڑ کر اوپر کرنا چاہا تو وہ آپ ﷺ کو ثقیل ہو گئی چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی سیدھی جانب کو الٹی اور الٹی جانب کو سیدھی جانب پلٹا دیا۔ (الموطا: ج: 2، ص: 67، جامع الاصول: ج: 6، ص: 193، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 983، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6210، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2867)

1042- وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَّسْتَسْقِيْ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ بِلَا أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰهَ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَّدَيْهِ ثُمَّ قَلَبَ رِدَآئَهُ فَجَعَلَ الْأَيْمَنَ عَلَى الْأَيْسَرِ وَالْأَيْسَرَ عَلَى الْأَيْمَنِ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَآخَرُوْنَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بارش طلب کرنے کے روز جلوہ افروز ہوئے تو ہم کو بغیر کسی اذان و اقامت کے دو رکعات نماز پڑھائی پھر ہم کو خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہاتھ اٹھا کر اپنے چہرہ انور کو قبلہ رخ پھیرا پھر رداء اقدس کو پلٹ دیا تو سیدھی جانب کو الٹی اور الٹی کو سیدھی جانب کر دیا۔ (مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1071، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1422، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6194، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1907، مسند ابی عوانہ: رقم الحدیث: 2522، مسند احمد: رقم الحدیث: 7977، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1258)

1043- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ شَكَا النَّاسُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمُصَلّٰى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَّخْرُجُوْنَ فِيْهِ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتِيْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَنْ تَدْعُوْهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَّسْتَجِيْبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَآءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ قُوَّةً وَّبَلَاغًا إِلٰى حِيْنٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتّٰى بَدَا بَيَاضُ إِبْطَيْهِ ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلَبَ أَوْ حَوَّلَ رِدَآءَهُ وَهُوَ رَافِعٌ يَّدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَنْشَاءَ اللّٰهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ

وَبَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَمْ يَاْتِ مَسْجِدَهٗ حَتّٰى سَالَتِ السُّيُوْلُ فَلَمَّا رَاٰى سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش کی قحط (یعنی رک جانے) کی شکایت کی اس پر آپ ﷺ نے منبر کے متعلق حکم ارشاد فرمایا پس منبر کو آپ ﷺ کی خاطر عیدگاہ میں رکھ دیا گیا اور لوگوں سے ایک روز کا وعدہ فرمایا جس کے اندر وہ خروج کریں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہوئے جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو گیا منبر پر جلوہ فگن ہوئے۔ رب تعالیٰ کی بڑائی وحمد وثناء فرما کر ارشاد فرمایا: یقیناً تم نے اپنے شہروں کے خشک ہو جانے اور بارش کے اپنے مقررہ وقت سے تاخیر ہونے پر شکوہ کیا ہے۔ جبکہ رب تعالیٰ نے تمہیں حکم ارشاد فرمایا ہے کہ تم اس کو پکارو اور تم سے وعدہ فرمایا وہ تمہاری دعا کو قبول فرمائے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ لا الٰه الا اللّٰه يفعل ما يريد اللّٰهم انت اللّٰه لا الٰه الا انت الغنى ونحن الفقراء انزل علينا الغيث واجعل ما انزلت قوة وبلاغا الى حين۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند فرمایا اور متواتر ہی اٹھا کر رکھے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگ گئی۔ پھر لوگوں کی جانب اپنی پشت انور فرمائی اور اپنی رداء مقدسہ کو الٹا دیا جبکہ اپنے مقدس ہاتھوں کو اٹھا رکھا تھا۔ پھر لوگوں کی طرف پھرے اور نزول فرمایا پس دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے ایک بادل کے ٹکڑے کو بھیجا جو کہ گرجا اور چمک اٹھا پھر رب تعالیٰ کے حکم سے برسا آپ ﷺ ابھی مسجد میں جلوہ افروز نہ ہوئے تھے نالے بہہ پڑے چنانچہ جس وقت آپ ﷺ نے لوگوں کو سرعت انگیزی سے اپنی پناہ گاہوں کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تو ہنس دیئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے مقدس دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا: میں شہادت بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 21587)

1044- وَعَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كِنَانَةَ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَمِيْرٌ مِّنَ الْاُمَرَآءِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَسْئَلُهٗ عَنِ الْاِسْتِسْقَاءِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَّا مَنَعَهٗ اَنْ يَّسْاَلَنِيْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاضِعًا مُّتَبَذِّلًا مُّتَخَشِّعًا مُّتَضَرِّعًا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يُصَلِّيْ فِي الْعِيْدَيْنِ وَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هٰذِهٖ . رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

اسحاق بن عبداللہ بن کنانہ کا بیان ہے کہ مجھے امراء میں سے کسی امیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس نماز استسقاء کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے بھیجا تو اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کو مجھ سے سوال کرنے سے کس چیز نے روکے رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے واسطے سادہ کپڑوں میں عاجزی وانکساری کرتے ہوئے جلوہ افروز ہوئے چنانچہ آپ ﷺ نے نماز عید کی مانند دو رکعات پڑھائیں مگر تمہارے اس خطبہ کی مانند خطبہ ارشاد نہیں فرمایا۔ (سنن الکبریٰ

للنسائی: جز: 1، ص: 561، مستدرک: رقم الحدیث: 1218، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 513، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 38512، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1256، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1504، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1405، کنز العمال: رقم الحدیث: 23545)

چند ابحاث

نماز استسقاء شروع کرنے سے پہلے چند ابحاث کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی بحث: استسقاء کا معنیٰ

لفظ استسقاء سقی سے ماخوذ ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: سقی کا معنیٰ ہے پینے سے حصہ، کہا جاتا ہے یعنی تمہاری زمین کے پینے کا کس قدر حصہ ہے۔ (لسان العرب: جز: 14، ص: 391)

ایک اور مقام پر راقم ہیں: استسقا، کا معنیٰ ہے پانی کو طلب کرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ وہ شہروں میں اور اپنے بندوں پر بارش کا نزول فرمائے۔ (لسان العرب: جز: 14، ص: 393)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: استسقاء کے معنی ہیں بارش یا سیرابی مانگنا۔ شریعت میں دعائے بارش کو استسقاء کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت کی جائے۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 2، ص: 375)

دوسری بحث: استسقاء کی مشروعیت

نماز استسقاء کی مشروعیت 6ھ میں ہوئی ہے۔

تیسری بحث: استسقاء کی تین صورتیں

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

استسقاء کی تین صورتیں ہیں:

صرف دعائے بارش کرنا نوافل پڑھ کر دعا کرنا۔

باقاعدہ جنگل میں جا کر نماز باجماعت پڑھنا بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ دعا مانگنا۔

چادر الٹی کرنا۔

یہ تینوں طریقے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 2، ص: 375)

چوتھی بحث: نماز استسقاء کے متعلق مذاہب

نماز استسقاء کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب درج ذیل ہیں:

ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ عبد الرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں: ائمہ ثلاثہ اور امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب بارش نہ ہو تو دو

رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعہ: جز:1،ص:358)

احناف کا مذہب

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ ﷫ کا قول یہ ہے کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھ لیں تو جائز ہے اور استسقاء دعا اور استغفار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاo يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًاo (نوح:10تا11)

اپنے رب عزوجل سے استغفار کرو وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی مسلسل تبلیغ کے بعد جب قوم آپ کی تکذیب کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی اور چالیس سال تک ان کی عورتیں بچہ پیدا نہ کرسکیں۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہریالی عطا فرمائے گا اور خشک سالی کو ان سے دور کردے گا اور اس آیت کریمہ سے استدلال کا باعث یہ ہے کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے اور ہم سے پہلی شریعت کا جو حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ بغیر انکار کے بیان فرمائیں وہ حجت ہوتا ہے۔(عنایہ علی ہامش فتح القدیر: ج:2،ص:58)

پانچویں بحث: نماز استسقاء کا حکم

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: استسقاء کی نماز جماعت سے جائز ہے مگر جماعت اس کے لئے سنت نہیں چاہیں جماعت سے پڑھیں یا تنہا تنہا دونوں طرح اختیار ہے۔(درمختار: ج:3،ص:83)

چھٹی بحث: نماز استسقاء کا طریقہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: استسقاء کے لئے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر تذلل وخشوع وخضوع وتواضع کے ساتھ سر برہنہ پیدل جائیں اور پابرہنہ ہوں تو بہتر اور جانے سے پیشتر خیرات کریں۔ کفار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہ جاتے ہیں رحمت کے لئے اور کافر پر لعنت اترتی ہے تین دن پیشتر روزے رکھیں اور توبہ واستغفار کریں پھر میدان میں جائیں اور وہاں توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے کریں اور جن کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب ادا کرے یا معاف کرائے۔ کمزوروں، بوڑھوں، بڑھیوں، بچوں کے توسل سے دعا کرے اور سب آمین کہیں کہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعے ملتی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے: اگر جوان خشوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر شدت سے عذاب کی بارش ہوتی۔

اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور مویشی بھی ساتھ لے جائیں غرضیکہ توجہ رحمت کے تمام اسباب مہیا کریں اور تین دن متواتر جنگل کو جائیں اور دعا کریں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام دو رکعت جہر کے ساتھ نماز پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری میں ھل اتٰك پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ

بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبہ میں دعاو تسبیح واستغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کردے کہ حال بدلنے کی فال ہو۔ خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دعا کرے بہتر وہ دعائیں ہیں جو احادیث مبارکہ میں وارد ہیں اور دعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشت دست جانب آسمان رکھے۔ (بہار شریعت: ج:1،ص:794)

چادر پلٹنے کی صفت میں اختلاف

علامہ ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی متوفی 388ھ لکھتے ہیں: چادر پلٹنے کی صفت میں اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ چادر کا اوپر کا حصہ نیچے کردے اور نیچے کا حصہ اوپر کردے اور چادر کا جو حصہ دائیں کندھے پر ہے اس کو بائیں کندھے پر کردے اور جو حصہ بائیں کندھے پر ہے اس کو دائیں کندھے پر کردے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ چادر کی دائیں جانب کو بائیں جانب کر دے اور بائیں جانب کو دائیں جانب کردے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اس کے قریب ہے۔ (معالم السنن: ج:1،ص:219)

چادر پلٹنے کی حکمت

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: چادر پلٹنے کی حکمت یہ ہے کہ چادر کو پلٹ کر مسلمان اپنے حالات کو بدلنے کی نیک فال نکالیں تا کہ اللہ تعالیٰ قحط کو مسلمانوں سے پلٹ دے اور گویا کہ مسلمان یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ عزوجل! جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں ہے ہم اس کو پلٹ رہے ہیں اور چادر کو پلٹ رہے ہیں سو جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس کو تو پلٹ دے اور ہماری خشک سالی کو اور قحط کو بارش، زرخیزی اور خوشحالی سے بدل دے اور ہم اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور معصیت اور گناہ آلود زندگی کو اطاعت اور فرمانبرداری اور نیکی سے بدلتے ہیں۔ اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عزم پر قائم رہیں اور ہماری توبہ کو قبول فرما اور بارش نازل کر کے ہماری خشک سالی کو خوشحالی سے بدل دے۔ (شرح العینی: ج:7،ص:36)

نماز استسقاء کے متعلق علامہ ابن بطال کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب بارش نازل نہ ہو اور مسلمان قحط کا شکار ہوں تو بارش کی طلب کے لئے گھروں سے نکل کر عیدگاہ کی طرف جانا اور بارش کی دعا کرنا جائز ہے اور نماز استسقاء میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بارش کے نہ ہونے سے جو مصیبت آئی ہے اس کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور تضرع سے گڑگڑا کر دعا کرنی چاہئے اور اگر امام نے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانے کے لئے خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور بارش کی طلب کے لئے نماز پڑھنا معروف نہیں ہے۔

اور باقی فقہاء اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے یہ فرمایا ہے کہ استسقاء میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو رکعت نماز استسقاء پڑھنا ثابت ہے اور جن راویوں نے اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا وہ حجت نہیں ہے بلکہ جن راویوں نے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ان کی روایت اولیٰ ہے کیونکہ یہ حدیث میں وہ زیادتی ہے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:3،ص:5)

نماز استسقاء کے متعلق علامہ بدرالدین عینی حنفی کی آراء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ استسقاء میں استغفار اور دعا

ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں پھر بھی جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ امام دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھائے جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ المحیط میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ابراہیم نخعی نے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی مثل کہا ہے چادر کو پلٹنے کا وقت ہمارے نزدیک خطبہ کے شروع میں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں خطبوں کے بعد امام چادر کو پلٹے۔
(شرح العینی: ج:7، ص:37)

نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: جو بارش طلب کرنے کے لئے نکلے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی بعض دعاؤں میں قبلہ کی جانب رخ کرے اور جو شخص لوگوں کو خطبہ دے وہ ان کو مسائل کی تعلیم دے اور وعظ اور نصیحت کرے اور لوگوں کی طرف منہ کرے پھر جب بارش کو طلب کرنے کی دعا کرے تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا افضل ہے۔ (شرح ابن بطال: ج:3، ص:16)

نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: فقہاء نے کہا ہے کہ نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارا رب تعالیٰ حیاء دار کریم ہے جب اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا نظریہ یہ ہے کہ استسقاء میں دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ پشت اپنی طرف ہو اور ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اور یہ طریقہ اس وقت ہے جب خوف خدا کا غلبہ ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرتے ہوئے دعا کرے تو ہتھیلیاں اپنی طرف رکھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (الانبیاء:90)

وہ ہم سے رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر وہ دعا جو قحط جیسی کسی مصیبت کو دور کرنے کے لئے کی جائے اس میں وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے تو اپنی ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان کی طرف کرے اور جب وہ کسی چیز کا سوال کرنے کے لئے اور کسی چیز کو

حاصل کرنے کے لئے دعا کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی جانب رکھے۔ (شرح العینی: ج:7،ص:74)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: المہلب نے کہا ہے کہ نماز استسقاء اور دیگر نمازوں کی دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے کیونکہ ہاتھوں کو اٹھانے میں خضوع اور خشوع ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں انکسار اور تذلل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نماز استسقاء کی دعا میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مستحسن ہے۔

ابن القاسم نے المدونہ میں کہا ہے کہ نماز استسقاء میں اور دیگر دعاؤں کے مقامات پر ہاتھ اٹھائے اور صفا اور مروہ میں اور جمرتین میں میدان عرفات میں اور مشعر حرام میں اور تھوڑی مقدار میں ہاتھ بلند کرے زیادہ بلند کرے۔ (شرح ابن بطال: ج:2،ص:19)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ

باب: نماز خوف کا بیان

1045- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَاَخَذَ سَيْفَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَخَافُنِيْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ قَالَ فَتَهَدَّدَهُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْمَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهُ قَالَ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرَ وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَالْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت چل پڑے حتیٰ کہ جس وقت ہم ذات الرقاع کے مقام پر تھے فرمایا: جس وقت بھی ہمارا کسی سایہ دار درخت میں سے گزر ہوتا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ترک کر دیتے فرمایا: پس مشرکین میں سے ایک آدمی اس حال میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت کے ساتھ معلق تھی۔ اس نے اسے پکڑ کر سونت لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خوف رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ وہ کہنے لگا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے کون بچا سکے گا۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بچائے گا۔ فرمایا: اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دھمکایا تو اس نے تلوار کو نیام کے اندر رکھ دیا اور اس کو لٹکا دیا۔ فرمایا: پھر نماز کے واسطے اذان کہی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دو رکعت پڑھائیں پھر وہ پیچھے کو چلے گئے اور دوسرے گروہ کو دو رکعت پڑھائیں۔ فرمایا: پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوگئیں اور لوگوں کی دو رکعت۔ (اللؤلؤ والمرجان: ج:1،ص:232، جامع الاصول: رقم الحدیث:

4054،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:5829،صحیح البخاری:ج:13،ص:37،صحیح مسلم:رقم الحدیث:1391،مسند ابی عوانہ:رقم الحدیث:2427،
مسند احمد:رقم الحدیث:14400،مسند الصحابہ:رقم الحدیث:14970)

1046- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَّعَهُ تُصَلِّيْ وَاَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت نجد کی جانب غزوہ میں شریک رہا ہم نے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے صفوں کو سیدھا کر لیا۔ پس ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قیام فرما کر نماز یوں پڑھائی کہ ایک گروہ آپ ﷺ کی معیت تھا اور دوسرا گروہ دشمن کا مقابلہ کرنے پر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ والے گروہ کے ساتھ رکوع فرمایا اور دو سجدے بھی فرمائے پھر وہ دوسرے گروہ کی جگہ پر چلے گئے جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی معیت ایک رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیر دیا تو ان میں سے ہر ایک شخص کھڑا ہوا اور اپنے لئے ایک رکوع فرمایا اور دو سجدے فرمائے۔ (سنن النسائی:رقم الحدیث:564،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:1243،صحیح مسلم:رقم الحدیث:839،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1258،شرح السنۃ:رقم الحدیث:1093،صحیح ابن خزیمہ:رقم الحدیث:1367،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:2887،
مسند احمد:رقم الحدیث:6159،مسند الطحاوی:رقم الحدیث:4034،سنن الترمذی:رقم الحدیث:564)

1047- وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمُ الْاِمَامُ رَكْعَةً وَّتَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّى الَّذِيْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً اسْتَاْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْاِمَامُ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَتَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً رَكْعَةً بَعْدَ اَنْ يَنْصَرِفَ الْاِمَامُ فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّوْا رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ كَانَ خَوْفًا هُوَ اَشَدَّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا ۔

قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَّا اَرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اِلَّا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمؤطا ثم البخاری من طريقه فِي كتاب التفسير من صَحِيْحِهٖ ۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ ان صلوة الخوف لها انواع مختلفة و صفات متنوعة وردت فيها اخبارٌ صَحِيْحَةٌ

نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جس وقت نماز خوف کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ فرمایا کرتے: امام اور لوگوں کا ایک گروہ آگے بڑھے امام انہیں ایک رکعت پڑھائے پس ان میں سے ایک گروہ امام اور دشمن کے مابین کھڑا ہو

جائے تو وہ نماز ادا نہ کرے۔ جب امام کے ساتھ والے ایک رکعت پڑھ چکیں تو وہ پیچھے ان لوگوں کی جگہ پر پہنچ جائیں جن لوگوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ سلام نہ پھیریں گے پس وہ لوگ آگے بڑھ جائیں گے جن لوگوں نے نماز نہیں پڑھی ہے پس وہ بھی امام کی معیت ایک رکعت ہی کو پڑھیں گے۔ پھر امام یوں واپس ہوگا کہ اس نے دو رکعات پڑھ لی ہوں گی۔ چنانچہ دو گروہوں میں سے ہر ایک امام کے فارغ ہونے کے بعد کھڑا ہوگا اور اپنی ایک ایک رکعت کو ادا کرلے گا پس ہر ایک گروہ نے بھی دو رکعات نماز پڑھ لی ہوگی۔ اگر خوف اس سے بھی بڑھ کر ہو تو قبلہ رخ یا غیر قبلہ رخ پیادہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے یا سوار ہو کر نماز ادا کریں گے۔ مالک نے فرمایا: نافع نے فرمایا: مجھے نہیں لگتا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو بیان کیا ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یقیناً نماز خوف کے مختلف طریقے اور مختلف اقسام ہیں۔ جن کے بارے میں احادیث صحیح آئی ہیں۔ (تقریب الاسانید وترتیب المسانید: جز: 1، ص: 51، صحیح ابن حبان: جز: 7، ص: 144، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 980، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4171، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 4261، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 1849)

مذاہب فقہاء

علامہ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی قرطبی حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں جو طریقہ مذکور ہے یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ صالح بن خوات نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الرقاع کے دن نماز پڑھائی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت نے دشمن کے سامنے صف بنائی جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کر لی پھر وہ واپس گئے اور دشمن کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے پھر دوسری جماعت آئی تو آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی جو کہ آپ کی باقی رہ گئی تھی پھر آپ بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو نماز خوف پڑھائی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے تھی پس جو آپ کے پیچھے تھے آپ نے ان کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی وہ واپس گئے اور انہوں نے سلام نہیں پھیرا پس وہ دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے پھر دوسری جماعت آئی اور وہ ان کی جگہ کھڑی ہو گئی آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی پھر آپ نے سلام پھیر دیا پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھی پھر انہوں نے سلام پھیر دیا اور چلے گئے اور جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پہلی جماعت اپنی جگہ پر لوٹ آئی پھر انہوں نے اپنی اپنی رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اسی حدیث پر عمل کیا ما سوا امام ابو یوسف کے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ان کا بیان ہے کہ میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے اس کو قضاء نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے۔ (تمہید: ج:6، ص:173 تا 182)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جب میدان جنگ میں خوف بڑھ جائے تو امیر لشکر مسلمانوں کی دو جماعتیں کردے ایک جماعت دشمن کے سامنے رہے اور دوسری جماعت اس کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آ کر اس کے پیچھے ایک رکعت پڑھے۔ امام تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ جماعت سلام نہ پھیرے اور دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آ کر الگ الگ بغیر قرأت کے ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ لاحق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آ کر قرأت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اس کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ الصدر طریقہ سے نماز خوف پڑھی ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: ج:2، ص:62 تا 63)

مسافر کے لئے نماز خوف کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے وہ مسافر تھے لیکن اگر وہ مقیم ہوں تب بھی خوف کے وقت وہ مسافروں کے حکم میں ہیں۔ امام شافعی، امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا مشہور قول یہی ہے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ نماز خوف حضر میں جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان سے اس قول کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مشہور قول کے خلاف ہے۔ (شرح العینی: ج:6، ص:372)

نماز خوف پڑھنے کا سن ہجری

اس میں اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نماز خوف پڑھی گئی ہے۔ جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھی گئی ہے اب غزوہ ذات الرقاع کے سن میں اختلاف ہے اور اس میں ان اقوال کو ذکر کیا گیا ہے: 1-4ھ، 2-5ھ، 3-6ھ، 4-7ھ

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان 4ھ میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔ (شرح العینی: ج:6، ص:271)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَبْوَابُ الْجَنَآئِزِ

جنائز کے ابواب

جنائز جنازہ کی جمع ہے اور جنازہ میں دو لغتیں ہیں بفتح الجیم و بکسر الجیم اور بفتح الجیم میت کو کہا جاتا ہے اور بکسر الجیم چارپائی کو کہا جاتا ہے جس پر میت کو اٹھایا جاتا ہے۔

بَابُ تَلْقِيْنِ الْمُحْتَضَرِ

باب: قریب المرگ آدمی کو تلقین کرنے کا بیان

1048- عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ الا البخاری ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے قریب المرگ اشخاص کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 376، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 383، سنن الترمذی: ج: 4، ص: 84، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2709، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 1952، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8550، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6390، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 363، شعب الایمان: رقم الحدیث: 8797، صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3003)

1049- وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 484، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 1119، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 513، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 537، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 18579، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 379، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6391، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1524، کنز العمال: رقم الحدیث: 12166)

1050- وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (مستدرک: جز:1، ص:503، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2709، معجم الکبیر: جز:20، ص:112، صحیح ابن حبان: جز:1، ص:433)

مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تلقین مستحب ہے البتہ اس کی کثرت اور اس پر اصرار مکروہ ہے کیونکہ جو شخص مرض الموت میں مبتلا ہو وہ تکلیف اور کرب میں ہوتا ہے بار بار تلقین کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ اس دل میں کلمہ پڑھنے سے کوئی تنگی آ جائے یا وہ زبان سے انکار کر دے اور جب مرنے والا ایک بار کلمہ پڑھ لے تو اس سے دوبارہ پڑھنے کے لئے اصرار نہ کیا جائے مگر یہ کہ وہ کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات کرے کیونکہ حدیث کے مطابق اس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہونا چاہئے۔ (شرح للنواوی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حکم استحبابی ہے یہی جمہور علماء کا مذہب ہے بعض مالکیوں کے ہاں وجوبی ہے۔

مجازاً قریب الموت کو موتی کہہ دیتے ہیں یعنی جو مر رہا ہے اسے کلمہ سکھاؤ اس طرح کہ اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو اس کا حکم نہ دو کیونکہ حدیث شریف میں ہے جس کا آخری کلام ”لا الہ الا اللہ“ ہو وہ جنتی ہے۔ خیال رہے کہ اگر مومن بوقت موت کلمہ نہ پڑھ سکے جیسے بے ہوش یا شہید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا لہٰذا اب بھی مومن بلکہ اگر نزع کی غشی میں اس کے منہ سے کلمہ کفر سنا جائے تب بھی وہ مومن ہی ہوگا اس کا کفن دفن نماز سب کچھ ہوگی کیونکہ غشی کی حالت کا ارتداد معتبر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیث مذکورہ پر عمل کے لئے ہے نہ کہ اسے مسلمان بنانے کے لئے مسلمان تو وہ پہلے ہی ہے یا یہ مطلب ہے کہ میت کو کلمہ کی تلقین کرو قبر پر کلمہ پڑھو یا قبر کے سرہانے اذان کہہ دو کیونکہ یہ وقت امتحان قبر کا ہے۔ اذان میں نکیرین کے سارے سوالات کے جوابات کی تلقین بھی ہے اور اس سے میت کے دل کو تسکین بھی ہوگی اور شیاطین کا دفعیہ بھی ہوگا اور اگر قبر میں آگ ہے تو اس کی برکت سے بجھے گی اس لئے پیدائش کے وقت بچے کے کان میں دل کی گھبراہٹ، آگ لگنے، جنات کے غلبے وغیرہ پر اذان سنت ہے یہ دوسرے معنیٰ زیادہ قوی ہیں۔ شامی نے یہی معنیٰ اختیار کئے ہیں کیونکہ حقیقت موتی وہی ہے جو مر چکا مگر زیادہ قوی یہ ہے کہ عموماً مجاز کے طریقہ پر دونوں معنیٰ ہی مراد لئے جائیں یعنی جو مر رہا ہو اور جو مر چکا ہو دونوں کو تلقین کرو ہمارے ہاں دفن قبر پر اذان دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2، ص:429)

اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی اگر چہ عمر بھر کلمہ پڑھتا رہا لیکن مرتے وقت کلمہ ضرور پڑھنا چاہئے کہ اس کی برکت سے بخشش ہوگی۔ مرنے والے کو کلمہ پڑھانا اس حدیث پر عمل ہے۔
(مرآۃ المناجیح: جز:2، ص:431)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: جان کنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی

اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ" مگر اسے اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کردیں ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخر کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ تلقین کرنے والا نیک شخص ہوا یسا نہ ہو کہ جس کو اس کے مرنے کی خوشی ہو اور اس کے پاس اس وقت نیک اور پرہیز گار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے۔ (بہار شریعت،ح:1،ص:806)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَوْجِيْهِ الْمُحْتَضَرِ اِلَى الْقِبْلَةِ

باب: قریب المرگ کو قبلہ رخ کرنے کا بیان

1051- عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ سَاَلَ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالُوْا تُوُفِّيَ وَاَوْصٰى اَنْ يُّوَجَّهَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ ذَهَبَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ۔ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگ عرض گزار ہوئے: فوت ہوگئے ہیں۔ اور یہ وصیت فرمائی کہ ان کو قبلہ رو کردیا جائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فطرت کو پالیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر ان پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (مستدرک، رقم الحدیث: 1305، سنن البیہقی الکبریٰ، رقم الحدیث: 6396)

قبلہ رخ کرنا سنت

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: جب موت کا وقت قریب آئے اور علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے کہ دہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف منہ کردیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کریں کہ یوں بھی قبلہ کو منہ ہو جائے گا مگر اس صورت میں سر کو قدرے اونچا رکھیں اور قبلہ کو منہ کرنا دشوار ہو کہ اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت رہے چھوڑ دیں۔

(بہار شریعت،ح:1،ص:808)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قِرَاءَةِ يٰسٓ عِنْدَ الْمَيِّتِ

باب: میت کے پاس سورہ یٰسٓ کے پڑھنے کا بیان

1052- عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوْا يٰسٓ عَلٰى

مَوْتَاكُمْ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَاَعَلَّهُ ابْنُ الْقَطَّانِ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اپنے مردوں کے پاس سورہ یٰسٓ کو پڑھو۔(جامع الاصول: رقم الحدیث: 8552، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2714، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 3121)

شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی جس کی جان نکل رہی ہو وہاں بیٹھ کر یٰسین پڑھو تا کہ جان کنی آسان ہو بعد دفن یہ پڑھو نیز کچھ روز تک میت کے گھر میں پڑھتے رہو۔

قرآن مجید کی ہر سورہ میں کوئی خاص فائدہ ہوتا ہے سورہ یٰسین حل مشکلات کی تاثیرات ہے۔(مرآۃ المناجیح: ج:2،ص:432)

علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: میت کے پاس تلاوت قرآن مجید جائز ہے جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہوا ور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً حرج نہیں۔(ردالمحتار: ج:3،ص:100)

علامہ ہمام ملا شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: میت کے پاس سورہ یٰسین کی تلاوت ہونا اور خوشبو ہونا مستحب ہے مثلاً لوبان یا اگر کی بتیاں سلگادیں۔(عالمگیری: ج:1،ص:157)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَغْمِيْضِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی آنکھوں کو بند کرنے کا بیان

1053- عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ فَاَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهِ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو بند کردیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس وقت روح کو قبض کیا جاتا ہے تو اسے آنکھیں دیکھتی ہیں اور بعض ان کے گھر والے رونے لگ گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم اپنے واسطے صرف خیر کو طلب کرو یقیناً اس پر ملائکہ آمین کہا کرتے ہیں۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللھم اغفر لابی سلمة و ارفع درجته فی المهديين واخلفه فی عقبه فی الغابرين واغفر لنا وله يا رب العالمين

والفسح له في قبره و نور له في قبره ۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:488،معجم الکبیر:رقم الحدیث:712،بلوغ المرام:رقم الحدیث:539،جامع الاصول:رقم الحدیث:8554،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:6398،شرح السنۃ:ج:1،ص:363،صحیح مسلم:رقم الحدیث:1528،مسند ابی یعلیٰ:رقم الحدیث:7030،مسند احمد:رقم الحدیث:25332)

☆ قولہ وقد شق بصرہ فاغمضہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی روح کے ساتھ نور نگاہ بھی نکل جاتا ہے اس لئے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں آنکھیں کھلی رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں شکل ڈراونی ہو جاتی ہے اس لئے آنکھیں فوراً بند کرو بلکہ اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اس کو بھی بند کر دیا جائے۔ اور جبڑے باندھ دیئے جائیں۔(مرأۃ المناجیح:ج:2،ص:431)

علامہ ابوبکر بن علی حداد حنبلی متوفی 800ھ لکھتے ہیں: جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ دے دیں کہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کر دی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں یہ کام اس کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو باپ یا بیٹا وہ کرے۔(الجوہرۃ النیرۃ:ص:131)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آنکھیں بند کرنے کے دوران اس دعا کو پڑھا جائے:
بسم اللہ وعلی ملہ رسول اللہ اللھم یسر علیہ امرہ وسھل علیہ مابعدہ و اسعدہ بلقائك واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ۔(درمختار:ج:3،ص:97)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَسْجِيَةِ الْمَيِّتِ

باب: میت کو کپڑے سے ڈھانکنے کا بیان

1054- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ کو وصال فرما جانے کے بعد ایک یمنی چادر سے ڈھانپا گیا۔(سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:7113،اللؤلؤ والمرجان:ج:1،ص:264،بلوغ المرام:رقم الحدیث:540،جامع الاصول:رقم الحدیث:8540،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:2713،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:6404،شرح السنۃ:ج:1،ص:363،صحیح البخاری:رقم الحدیث:5367،مسند احمد:رقم الحدیث:23440،مسند اسحاق بن راھویہ:رقم الحدیث:1065)

شرح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: حبرہ یمن کا ایک شہر ہے جہاں کی چادریں مخطط اور بہترین ہوتی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ میت کو حتی الامکان بہتر کفن دیا جائے بلکہ زندگی میں جو کپڑا اس کو پسند تھا اسی میں

کفن دینا بہتر۔حضور انور ﷺ کو بردیمانی نہایت پسند تھی۔(مرأۃ المناجیح:جز:2،ص:431)

علامہ ہمام ملا شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:میت کے سارے بدن کو(بعد از وصال)کسی کپڑے سے چھپا دیں اور اس کو چارپائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھیں کہ زمین کی میل نہ پہنچے۔(عالمگیری:جز:1،ص:157)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ

باب:میت کو نہلانے کا بیان

1055- عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ تَعْنِي اِزَارَهُ .رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمْ ابدان بميا مِنْهَا ومواضع الوضوء مِنْهَا .

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ اس وقت تشریف لائے کہ جس وقت آپ ﷺ کی صاحبزادی کا وصال ہو گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:اسے تین یا پانچ بار غسل دو یا تم مناسب گردانو تو اس سے زیادہ بار بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دو اور آخر میں تھوڑا سا کافور بھی لگا دینا جس وقت تم فراغت پا جاؤ تو مجھے خبر کر دینا چنانچہ جس وقت ہم نے فراغت پائی تو ہم نے آپ ﷺ کو خبر دی اس پر ہمیں آپ ﷺ نے چادر اتار کر عطا فرمادی پس ارشاد فرمایا:اسے سارے کپڑوں کے نیچے پہنا دو یعنی اس کا ازار بنا دو۔

اسے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تم اس کی سیدھی طرف اور وضو والے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرو۔(سنن ابوداود:رقم الحدیث:3142،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1458،صحیح مسلم:رقم الحدیث:939،سنن النسائی:رقم الحدیث:1885،سنن الترمذی:رقم الحدیث:990،مسند الحمیدی:رقم الحدیث:360،مسند احمد:رقم الحدیث:20795،معجم الکبیر:ج:7:25،ص:165،مصنف ابن ابی شیبہ:جز:3،ص:243)

میت کو نہلانا فرض کفایہ

علامہ ہمام شیخ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقط ہو گیا۔(عالمگیری:جز:1،ص:158)

مذاہب فقہاء

صاحب نعمۃ الودود لکھتے ہیں:عورت کے بالوں میں کنگھی کرنا اور چوٹی کی طرح اس کو بل دے کر کمر کے پیچھے ڈالنا یہ سب کچھ حنفیہ

کے نزدیک نہیں ہے۔امام شافعی،امام احمد اور ابن حبیب مالکی رحمۃ اللہ علیہم اس کے قائل ہیں اور احناف کے نزدیک یہ سب چیزیں بدعت سے ہیں۔(نخبۃ الودود:ج:7:8،ص:785)

میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا اور طاق بار غسل دینا

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا چاہئے اور اس کے کفن میں کافور یا اور کسی قسم کی خوشبو لگانی چاہئے اور طاق بار غسل دینا چاہئے۔(شرح العینی:ج:8:7،ص:60)

میت کو غسل دینے کا طریقہ

میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تختہ یا تخت پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپادیں پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجاء کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک صابن اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا یا بیسن یا کسی اور چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یونہی کریں اور بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے تو دھوڈالیں وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ دیں۔(عالمگیری:ج:1،ص:158)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ

باب:مرد کا اپنی بیوی کو نہلانے کا بیان

1056- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَقِيْعِ فَوَجَدَنِيْ وَاَنَا اَجِدُ صُدَاعًا فِيْ رَأْسِيْ وَاَنَا اَقُوْلُ وَا رَأْسَاهُ فَقَالَ بَلْ اَنَا يَا عَائِشَةُ وَا رَأْسَاهُ ثُمَّ قَالَ مَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِيْ فَقُمْتُ عَلَيْكِ فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاٰخَرُوْنَ قَالَ النِّيْمَوِيُّ قوله فغسلتك غير محفوظ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع سے تشریف لے آئے تو مجھے اس حالت میں پایا کہ میں اپنے سر میں درد کو محسوس کر رہی تھی اور میں یوں کہہ رہی تھی:ہائے میرا سر!اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:بلکہ میں اے عائشہ!ہائے میرا سر!پھر ارشاد فرمایا:تجھے کیا نقصان ہے اگر تم مجھ سے پہلے وفات پا جاؤ تو میں تمہارے پاس ہوں گا تجھ کو غسل دوں گا اور تیرے اوپر نماز جنازہ ادا کروں گا اور تجھے دفن بھی کروں گا۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:4،ص:335،سنن الکبریٰ للنسائی،رقم الحدیث:

7079،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1454،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:6451،سنن دارقطنی:ج:2،ص:74،سنن داری:رقم الحدیث:81،
مسند ابی یعلیٰ:رقم الحدیث:4579،مسند احمد:رقم الحدیث:24720،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:1465)

1057- وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا غَسَلْتُ اَنَا وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وفات پاگئیں تو میں نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا۔(معرفۃ السنن:رقم الحدیث:2158)

مذاہب فقہاء

جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شوہر اپنی عورت کو غسل دے سکتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں دے سکتا۔
علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:عورت مرجائے تو شوہر نہ اسے غسل دے سکتا ہے نہ چھوسکتا ہے اور دیکھنے کی ممانعت نہیں۔(درمختار:ج:3،ص:106)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ غُسْلِ الْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا

باب:بیوی کا اپنے خاوند کو غسل دینے کا بیان

1058- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ امْرَاَةَ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ غَسَّلَتْ اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ حِيْنَ تُوُفِّيَ ثُمَّ خَرَجَتْ فَسَاَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنِّيْ صَائِمَةٌ وَّاِنَّ هٰذَا يَوْمٌ شَدِيْدُ الْبَرْدِ فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ غُسْلٍ فَقَالُوْا لَا . رَوَاهُ مَالِكٌ وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ .

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا جس وقت آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے پھر باہر آ کر اپنے پاس موجود ہونے والے مہاجرین سے دریافت کیا کہ میں حالت روزہ سے ہوں اور یقیناً یہ سخت سرد دن ہے تو کیا میرے اوپر غسل ضروری ہے اس پر انہوں نے فرمایا:نہیں۔(المؤطا:رقم الحدیث:303،جامع الاصول:رقم الحدیث:5380،صحیح ابن حبان:ج:3،ص:436)

شرح

علامہ ہمام شیخ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے جبکہ موت سے قبل یا بعد کوئی ایسا امر نہ واقع ہوا ہو جس سے اس کے نکاح سے نکل جائے مثلاً شوہر کے لڑکے یا باپ کو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا یا معاذ اللہ مرتدہ ہوگئی اگرچہ غسل سے قبل ہی پھر مسلمان ہوگئی کہ ان وجوہ سے نکاح جاتا رہا اور اجنبیہ ہوگئی لہٰذا غسل نہیں دے سکتی۔(عالمگیری:ج:1،ص:160)

میت کو غسل دینے والے پر غسل یا وضو کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ لکھتے ہیں: اہل علم کا میت کو غسل دینے والے پر غسل کے وجوب میں اختلاف ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص میت کو غسل دے تو اس پر غسل ہے اور بعض نے کہا: اس پر وضو ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے نزدیک غسل میت کی وجہ سے غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے میت کو غسل دیا مجھے امید ہے اس پر غسل واجب نہیں ہے رہا وضو تو اس کے متعلق بہت کم کہا گیا ہے اور عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے: غسل میت سے غسل واجب ہوتا ہے نہ وضو۔ (سنن ترمذی: ص: 420)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّكْفِيْنِ فِي الثِّيَابِ الْبِيْضِ

باب: سفید کپڑوں میں کفن دینا

1059- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ الا النَّسَآئِيَّ وَصَحَّحَهُ التِّرْمَذِيُّ وَاٰخَرُوْنَ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑوں کو پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارے واسطے بہترین کپڑے ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفناؤ۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج: 2، ص: 563، مستدرک: رقم الحدیث: 1308، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3471، معجم الصغیر: رقم الحدیث: 388، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12427، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 548، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8304، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3380، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1461)

1060- وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا ثِيَابَ الْبَيَاضِ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِيُّ وَالتِّرْمَذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَاهُ .

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید کپڑوں کو پہنا کرو کیونکہ وہ پاکیزہ اور اچھے ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفناؤ۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث: 4520، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 9643، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8305، سنن النسائی: رقم الحدیث: 5228، کنز العمال: رقم الحدیث: 41110، مسند احمد: رقم الحدیث: 19281، مسند البزار: رقم الحدیث: 4520، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 5323)

مستحب عمل

فقہاء کے نزدیک سفید کفن مستحب ہے۔

علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: سفید کفن بہتر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مردے سفید کپڑوں میں کفناؤ۔ (ردالمحتار: ج:3،ص:112)

بلکہ تین سفید کپڑوں میں کفنانا سنت مصطفی کریم ﷺ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یمنی سحولی روئی سے بنے ہوئے تھے ان میں قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 2066)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّحْسِيْنِ فِي الْكَفَنِ

باب: اچھا کفن پہنانے کا بیان

1061- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے کوئی جس وقت اپنے بھائی کو کفن دے تو اس کو اچھا کفن پہنائے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:502، مستدرک: رقم الحدیث: 1364، المنتقیٰ: رقم الحدیث: 546، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 549، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2732، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8596، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2743، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2737، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6486)

1062- وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَلِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ .

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کو کفن دینے کا ولی بنایا جائے تو اس کو چاہیے کہ اچھا کفن پہنائے۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2،ص:502، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 2980، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 2991، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1463، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 916، کنز العمال: رقم الحدیث: 42244، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1474)

کیسا کفن ہونا چاہیے؟

علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: کفن اچھا دینا چاہیے کہ جس میں مرد عیدین و جمعہ کے لئے جس طرح کے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جس طرح کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا کفن ہونا چاہیے۔ حدیث مبارکہ میں مردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات کرتے اور اچھے کفن سے تفاخر کرتے یعنی خوش ہوتے ہیں۔ (ردالمحتار: ج:3،ص:112)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن دیا جاسکتا ہے اور جو زندگی میں

ناجائز اس کا کفن بھی ناجائز۔(عالمگیری:جز:1،ص:161)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ تَكْفِيْنِ الرَّجُلِ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ

باب: مردوں کو تین کپڑوں میں کفن دینے کا بیان

1063- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ تو قمیص تھی نہ ہی عمامہ۔(سنن الکبریٰ:رقم الحدیث:2026،صحیح مسلم:رقم الحدیث:941،مستدرک:ج:3،ص:65،شرح السنۃ:رقم الحدیث:1476،معجم الاوسط:رقم الحدیث:8369،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:3037،مسند احمد:رقم الحدیث:24119،سنن البیہقی:ج:3،ص:400،مصنف ابن ابی شیبہ:ج:3،ص:58،دلائل النبوۃ:ج:7،ص:246)

1064- وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهُ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا فِيْ كَمْ كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ سَحُوْلِيَّةٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ابوسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے زوج النبی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تو انہوں نے فرمایا: تین سوتی کپڑوں میں۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ:ج:2،ص:502،سنن الکبریٰ للنسائی:رقم الحدیث:2025،معجم الاوسط:رقم الحدیث:7584،بلوغ المرام:رقم الحدیث:546،تقریب الاسانید:ج:1،ص:60،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:6466،سنن النسائی:رقم الحدیث:1871،صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:3037،صحیح مسلم:رقم الحدیث:1565)

1065- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ قُبِضَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا قُبِضَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَاِنِّيْ اَرْجُوْ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ قَالَتْ وَكَانَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ فِيْهِ رَدْعٌ مِّنْ مَّشْقٍ فَقَالَ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاغْسِلُوْا ثَوْبِيْ هٰذَا وَضُمُّوْا اِلَيْهِ ثَوْبَيْنِ جَدِيْدَيْنِ فَكَفِّنُوْنِيْ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ فَقُلْنَا اَفَلَا نَجْعَلُهَا جُدُدًا كُلَّهَا قَالَتْ فَقَالَ لَا اِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ قَالَتْ فَمَاتَ لَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ وَقَالَ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے: سوموار کا دن۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کس دن کو دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تھے۔ ہم عرض گزار ہوئے: سوموار والے دن۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس وقت اور رات کے درمیان امید ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اور آپ پر ایک کپڑا تھا جس کے اندر گیرو کے نشان تھے۔ ارشاد فرمایا: جس وقت میں وصال کر جاؤں تو میرے اس کپڑے کو دھو کر اس کے

ساتھ دو نئے مزید کپڑوں کو ملا لینا تو مجھے ان تین کپڑوں میں کفنا دینا۔ ہم عرض گزار ہوئے: کیا ہم سارے کپڑوں کو ہی نہ نیا بنا دیں۔ فرمایا: انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ دراصل یہ تو آلائش کے واسطے ہے (یعنی صرف پرانے ہی کپڑوں میں کفن دیئے جانے کے لائق ہے) فرمایا: آپ ﷺ منگل کے روز وصال فرما گئے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1298، سنن البیہقی الکبری، رقم الحدیث: 6465، مسند اسحاق بن راہویہ، رقم الحدیث: 829)

مذاہب اربعہ

میت کی تکفین میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

مذہب مالکیہ

علامہ ابوعبداللہ ابی وشتانی مالکی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفن تین کپڑوں سے کم نہیں ہونا چاہئے اور ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ ان تین کپڑوں کے علاوہ قمیص اور عمامہ بھی ہونا چاہئے۔ (اکمال اکمال المعلم، ج: 3، ص: 79)

مذہب شافعیہ

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: میت کو تین کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے ایک چادر اور دو لفافے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ملک سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

(المہذب مع المجموع، ج: 5، ص: 193)

مذہب حنبلیہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ مرد کو تین سفید چادروں میں کفن دیا جائے اس میں قمیص ہو نہ عمامہ تین کپڑوں سے زیادہ ہو نہ کم۔ (المغنی، ج: 2، ص: 169)

مذہب حنفیہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ کفن میں قمیص سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفن میں قمیص شامل نہیں ہے لیکن صرف تین چادریں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تین سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص بھی تھی اور وفات کے بعد وہی لباس معتبر ہوگا جو حیات میں ہو مگر یہ کہ حیات میں آپ شلوار بھی پہنتے تھے تا کہ چلتے وقت شرم گاہ کے کھل جانے کا خطرہ نہ ہو اور وفات کے بعد یہ وجہ نہیں رہی اس لئے چادر شلوار کے قائم مقام مگر حیات میں چادر قمیص کے نیچے ہوتی ہے تا کہ چلنے میں آسانی رہے اور وفات کے بعد چادر کندھوں سے لے کر قدم تک قمیص کے اوپر ہوتی ہے کیونکہ اب چلنے کی ضرورت نہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کفن میں عمامہ کا ذکر نہیں کیا اور بعض مشائخ نے کفن میں عمامہ کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور کفن میں سنت طاق کا عدد ہے۔ بعض مشائخ نے کفن میں عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ میت کو عمامہ پہناتے تھے اور عمامہ کا شملہ اس کے سامنے رکھتے تھے برخلاف حالت

حیات کے کیونکہ زندگی میں شملہ زینت کی بناء پر گردن کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور موت کے بعد زینت منقطع ہو جاتی ہے۔
(المبسوط: ج:1،ص:420)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَكْفِينِ الْمَرْأَةِ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ

باب: عورتوں کو پانچ کپڑوں میں کفن دینے کا بیان

1066- عَنْ لَيْلَى بِنْتِ قَانِفِ الثَّقَفِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ فِيمَنْ غَسَلَ أُمَّ كُلْثُومٍ ابْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا فَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ ثُمَّ الدِّرْعَ ثُمَّ الْخِمَارَ ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْآخِرِ قَالَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهُ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ .

حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں بھی اس وقت ان عورتوں کی معیت تھی جس وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کے انتقال کر جانے کے بعد غسل دیا تھا۔ پس مجھے جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیز عطا فرمائی تھی وہ ازار تھا پھر قمیص پھر اوڑھنی پھر چادر پھر انہیں لپیٹنے کے واسطے مزید کپڑا عطا فرمایا۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے پاس جلوہ فگن تھے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا کفن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جس میں سے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کر کے کپڑا عطا فرماتے جاتے تھے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث: 3209، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8592، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2745، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6564، مسند احمد: رقم الحدیث: 25884، مسند الصحابۃ: ج: 49، ص: 490، معرفۃ الصحابۃ: رقم الحدیث: 7186)

مذاہب فقہاء

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ صاحب نعمۃ الودود لکھتے ہیں: جمہور کے نزدیک اور ان میں ائمہ ثلاثہ بھی ہیں کہ عورت کا کفن مسنون پانچ کپڑے ہیں وہ پانچ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہیں: 1-ازار، 2-قمیص، 3-خمار (سربند)، (4,5) لفافتین۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سات ہیں ان کے نزدیک لفافے بجائے دو کے چار ہیں۔ ہمارے فقہاء احناف نے ان پانچ کپڑوں کو یوں بیان فرمایا ہے: 1-ازار، 2-قمیص، 3-لفافہ، 4-سربند، 5-سینہ بند۔ (نعمۃ الودود: ج:8،ص:805)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: قمیص، تہبند، دوپٹہ، لفافہ اور وہ کپڑا جس کے ساتھ اس کے پستانوں کو باندھا جائے۔ پہلے قمیص پہنائی جائے پھر اس کے سر پر دوپٹہ رکھا جائے جو قمیص کے اوپر ہو اور تہبند اور لفافہ کے نیچے ہو اور اس کپڑے کو سینہ کے پاس باندھا جائے۔ (شرح العینی: ج:8،ص:64)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے قمیص، چادر، دوپٹہ،

لفافہ اور سینہ بند کیونکہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانچ کپڑے دیئے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: ج:3، ص:79)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب: میت پر نماز جنازہ کے متعلق وارد ہونے والی روایات

1067- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَّمَنْ شَهِدَ حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جنازہ میں حاضر ہوا حتیٰ کہ اس نے نماز ادا کی تو اس کے واسطے ایک قیراط ہے اور جو شریک ہوا حتیٰ کہ اس کو دفن بھی کر دیا گیا تو اس کے واسطے دو قیراط ہیں۔ دریافت کیا گیا: دو قیراط کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: دو بڑے پہاڑوں کی مثل۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:509، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 2122، اللؤلؤ والمرجان: ج:1، ص:265، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 570، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 22576، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 5307، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 6536، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1968، عمدۃ الاحکام: رقم الحدیث: 169)

1068- وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس میت کے اوپر مسلمانوں کی سو والی جماعت نماز پڑھے تو وہ سارے کے سارے اس کے حق میں شفاعت کریں تو ان کی شفاعت اس میت کے حق میں قبول کی جائے گی۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:529، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 2118، معجم الاوسط: ج:6، ص:145، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 20748، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4351، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 1427، سنن البیہقی: رقم الحدیث: 6694)

1069- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَّا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ مُسْلِمٌ وَّاَبُوْدَاوٗدَ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان آدمی وفات پا جائے تو اس کی نماز جنازہ ایسے چالیس لوگ ادا کریں جو رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو اس میت کے حق میں قبول فرمائے گا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:529، معجم الاوسط: رقم الحدیث:

8898،بلوغ المرام:رقم الحدیث:559،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:20467،جمع الجوامع:رقم الحدیث:1110،شرح السنۃ:جز:1،ص:370، شرح مشکل الآثار:رقم الحدیث:271،شعب الایمان:جز:11،ص:447،صحیح ابن حبان:جز:7،ص:351)

1070- وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا تُوُفِّیَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتِ ادْخُلُوْا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰی اُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَاُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَیْهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی ابْنَیْ بَیْضَآءَ فِی الْمَسْجِدِ سُهَیْلٍ وَّاَخِیْهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہیں مسجد میں داخل کر دو تا کہ ان کی نماز جنازہ میں بھی ادا کرلوں تو اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر انکار فرمایا گیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ان کے دو بیٹوں سہیل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ کو مسجد میں پڑھایا تھا۔ (جامع الاصول:رقم الحدیث:4333،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:2775،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:6827،شرح السنۃ:جز:1،ص:367،صحیح مسلم:رقم الحدیث:1617،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:443)

1071- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَیْسَ لَهٗ شَیْءٌ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مسجد میں میت کے اوپر نماز جنازہ پڑھی تو اس کے واسطے کچھ بھی نہیں ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:رقم الحدیث:1905،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:22762،جامع الاصول:رقم الحدیث:4335،جمع الجوامع:رقم الحدیث:5494،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:2776،سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1506،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:6831،شرح معانی الآثار:رقم الحدیث:2824،کنز العمال:رقم الحدیث:42284)

1072- وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعَ تَكْبِیْرَاتٍ . رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ .

انہی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے فوت ہو جانے کی خبر دی جس دن وہ فوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی معیت جنازہ گاہ کو تشریف لے کر گئے وہاں ان کی صفیں بنوا کر اس پر چار تکبیرات کہیں۔ (مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:6393،جامع المسانید:رقم الحدیث:4513،صحیح مسلم:رقم الحدیث:951،سنن النسائی:رقم الحدیث:1971،صحیح البخاری:رقم الحدیث:1245،مسند احمد:رقم الحدیث:7776،سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:3204،سنن البیہقی:جز:4،ص:35)

1073- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی اَصْحَمَةَ النَّجَاشِیِّ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیرات کہیں۔ (اللؤلؤ والمرجان:جز:1،ص:267،جامع الاحادیث:رقم الحدیث:36736،جامع الاصول:رقم الحدیث:4303،سنن البیہقی الکبریٰ:رقم الحدیث:6724،صحیح البخاری:رقم الحدیث:1248،صحیح مسلم:رقم الحدیث:1582،مسند احمد:رقم الحدیث:14360،مسند الصحابۃ:رقم الحدیث:23،مصنف ابن ابی شیبہ:رقم الحدیث:

11536، معرفۃ الصحابۃ: رقم الحدیث:1015)

1074- وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَعَافِهٖ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِمَاءٍ وَّثَلْجٍ وَّبَرَدٍ وَّنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ عَوْفٌ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ لَّوْ كُنْتُ اَنَا الْمَيِّتَ لِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَيِّتِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ ادا فرمائی تو میں نے آپ ﷺ کو دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما دے اس کے اوپر رحم فرما دے اسے عافیت میں رکھ عزت کے ساتھ اس کی مہمانی فرما اور اس کی قبر کو وسعت والا بنا دے اور اس کو برف اور اولوں کے ساتھ دھو دے اور اسے گناہوں سے یوں پاک فرما دے جیسے میلے کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور اسے دنیوی گھر کے عوض بہتر گھر عطا فرما دے اور دنیوی اہل سے بہتر اہل عطا فرما دے اور دنیوی زوجہ سے بہتر زوجہ عطا فرما دے۔ اور اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما دے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی اس میت پر دعا کی بناء پر میں نے یہ تمنا کی کاش یہ مرنے والا میں ہی ہوتا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:516، البحر الزخار: رقم الحدیث:2375، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:2110، معجم الکبیر: رقم الحدیث:76، المنتقیٰ: رقم الحدیث:538، بلوغ المرام: رقم الحدیث:566، تہذیب الآثار: رقم الحدیث:235، جامع الاصول: رقم الحدیث: 4313، شرح السنۃ: ج:1، ص:368)

1075- وَعَنْ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔

ابو ابراہیم انصاری اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو میت پر نماز جنازہ میں اس دعا کو کرتے ہوئے سنا: اے اللہ عزوجل! ہمارے زندہ، فوت شدہ، ہمارے حاضر و غائب اور ہمارے مردوں اور عورتوں اور ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کی بخشش فرما دے۔ (الآحاد والمثانی: رقم الحدیث:2187، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:517، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث:2113، المنتقیٰ: رقم الحدیث:541، بلوغ المرام: رقم الحدیث:567، تہذیب الآثار: رقم الحدیث:227، جامع الاصول: رقم الحدیث:4315، مسند احمد: رقم الحدیث:16885)

1076- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْمَيِّتِ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَلِاُنَاثِنَا وَلِذُكُوْرِنَا مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالْاَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ

اِسْنَادُہٗ حَسَنٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت کسی میت کے اوپر نماز جنازہ ادا فرمایا کرتے تو اس دعا کو پڑھا کرتے: اے اللہ عزوجل! ہمارے زندہ اور مردہ، حاضر اور غائب، ہماری عورتوں اور مردوں کی بخشش فرما دے ہم میں سے جسے زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے تو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔ اے اللہ عزوجل! ہم تجھ سے عفو تجھ سے عفو طلب کرتے ہیں۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1136، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12680، تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 228)

نماز جنازہ فرض کفایہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گناہ گار رہوا۔ (عالمگیری: ج: 1، ص: 165)

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے بعض اصحاب، امام ابوحنیفہ اور ابن ابی ذئب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انکار کی بنیاد پر یہ کہا کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انکار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سہیل بن بیضاء کی مسجد میں نماز پڑھانے سے جو جواز ثابت ہوا تھا وہ منسوخ ہو چکا تھا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی چیز کا انکار کرتے تھے جس کے خلاف وہ کوئی حکم سن چکے ہوتے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 3، ص: 100)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اگر میت کی کسی چیز کے ساتھ مسجد کے نجس ہونے کا خوف نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ (المغنی: ج: 2، ص: 185)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں شوافع کی دلیل ہے جو مسجد میں نماز جنازہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (شرح للنووی: جز: 1، ص: 312)

حنفیہ کا مذہب

علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: مسجد میں نماز جنازہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اور حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ہماری دلیل ہے کیونکہ مسجد میں نماز جنازہ کا انکار کرنے والے مہاجرین اور انصار تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات ان کے درمیان معروف اور ثابت تھی کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے تبھی انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل پر انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے جو سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت آپ معتکف تھے۔اس وجہ سے آپ باہر نہیں آئے اور جنازہ کو مسجد میں رکھنے کا حکم دیا اور ہمارے نزدیک جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو نمازیوں کا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے کراہت صرف جنازے کو مسجد میں لانے میں ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مسجد کو بچوں اور مجنون سے دور رکھو اور جب مسجد کو مجنونوں سے دور رکھا جاتا ہے تو مسجد کو میت سے بطریق اولیٰ دور رکھنا چاہئے۔

(المبسوط:ج:2،ص:68)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔

(عمدۃ القاری:ج:7،ص:20)

علامہ احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: شمس الائمہ سرخسی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ احناف کا مذہب یہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح:ص:360)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔(عنایۃ علی ہامش فتح القدیر:ج:2،ص:90)

علامہ عالم بن العلاء انصاری اندرپتی دہلوی متوفی 786ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہے اور ایک روایت میں ہے جب جنازہ مسجد سے باہر ہو اور امام اور قوم مسجد میں ہوں تو پھر مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔(فتاویٰ تاتارخانیہ:ج:2،ص:179)

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں: اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: من صلى على جنازة في المسجد فلا شيء له، اس حدیث میں ظرف کا تعلق اگر صلی کے ساتھ کیا جائے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہوگا اور اگر ظرف کو جنازہ کی صفت بنایا جائے تو پھر صرف اس وقت مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہوگا جب جنازہ مسجد میں رکھا ہوا ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد کو صرف فرض نمازیں پڑھنے کے لئے بنایا گیا ہے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد میں نجاست کے متلوث ہونے کا خدشہ ہے تو جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا۔ شمس الائمہ نے مبسوط میں اسی طرف میلان کیا ہے۔(کفایہ مع فتح القدیر:ج:2،ص90تا91)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں احتمال ہیں اگر ظرف کا تعلق صلی کے ساتھ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اور اگر ظرف جنازہ کی صفت ہو تو مسجد سے باہر رکھے ہوئے جنازہ پر مسجد میں نماز جنازہ

پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد کو اس لئے بنایا نہیں گیا تو پھر اس صورت میں بھی مکروہ ہے اور اگر کراہت کی علت تلویث نجاست کا خدشہ ہو تو پھر اس صورت میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔ مبسوط میں اسی طرف میلان ہے اور محیط میں ہے کہ اسی پر عمل ہے اور یہی مختار ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص:546)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جب ہم کراہت کی علت تلویث مسجد کا خدشہ قرار دیں تو جب جنازہ خارج مسجد ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ جنازہ کے ساتھ کچھ لوگ ہوں یا نہ ہوں۔

شرح المنیۃ میں ہے کہ مبسوط اور محیط کا اسی طرف میلان ہے اور اسی پر عمل ہے اور یہی مختار ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بلکہ غایت البیان اور عنایہ میں مذکور ہے کہ اس صورت میں بالاتفاق کراہت نہیں ہے۔ البحر الرائق نے اس کو رد کر دیا ہے اور النہر الفائق میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بالاتفاق کراہت اس وقت نہیں ہے جب کچھ نمازی اور جنازہ خارج مسجد ہوں کراہت کی جو یہ علت بیان کی گئی ہے کہ مسجد کو صرف فرض نمازوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھنا میت کے لئے دعا ثناء اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور دعا اور ذکر ان امور سے ہے جن کے لئے مسجد کو بنایا گیا ہے ورنہ مسجد میں نماز استسقاء اور نماز کسوف اور دیگر دعاؤں کی بھی ممانعت ہونی چاہئے۔ (ردالمحتار: ج:1،ص:827تا828)

غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق مذاہب اربعہ

غائبانہ نماز جنازہ کے حکم میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جو کسی اور شہر میں غائب ہو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے نمازی اس کی نیت کرے اور منہ قبلہ کی جانب کرے اور اس پر اسی طرح نماز پڑھے جس طرح حاضر پر پڑھتے ہیں عام ازیں کہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو اور عام ازیں کہ دونوں شہروں میں مسافت کم ہو یا زیادہ ہو۔ (المغنی: ج:2،ص:195)

مالکیہ کا مذہب

علامہ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ صرف حاضر کی پڑھی جائے گی۔ بعض علماء نے حدیث نجاشی کی بناء پر کہا: غائب کی نماز جنازہ بھی جائز ہے اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ واقعہ صرف نجاشی کے ساتھ خاص تھا۔ (بدایۃ المجتہد: ج:1،ص:176)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی کیونکہ عام مسلمانوں کے علم میں اس کا اسلام لانا نہیں تھا تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو اس کے اسلام کی خبر دیں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اس کے حق میں دعا کریں تاکہ اسے تمام مسلمانوں کی دعا کی برکت حاصل ہو اس کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ان مہاجرین اور انصار کی جو مختلف شہروں میں فوت ہو گئے تھے اور نبی کریم ﷺ کے بعد اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا اور نبی کریم ﷺ نے نجاشی کے علاوہ کسی کی بھی غائبانہ

نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو شخص جس شہر میں فوت ہو جائے صرف اس شہر کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور غائبانہ نماز جنازہ صرف نجاشی بادشاہ کی خصوصیت ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ نجاشی کی روح نبی کریم ﷺ کے سامنے حاضر تھی۔ سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تھی اور آپ کے لئے جنازہ کو اٹھا کر لایا گیا تھا جیسا کہ آپ کے لئے بیت المقدس کو منکشف کر دیا گیا تھا جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کی صفات کے متعلق سوال کیا تھا آپ کو نجاشی کی موت کا علم تھا اور آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی موت کی خبر دی تھی آپ گھر سے نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اس کی خصوصیت کی دلیل ہے اسی وجہ سے امت نے غائبانہ نماز جنازہ کو ترک کر دیا ہے اور میں نے امت میں سے کسی کو نہیں پایا جس نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہو۔ (شرح ابن بطال: جز:3، ص:245)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ جو میت شہر سے غائب ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے عام ازیں کہ وہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو خواہ دونوں شہروں کے درمیان مسافت قریب ہو یا بعید لیکن نمازی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔ (شرح المہذب مع المجموع: جز:5، ص:523)

حنفیہ کا مذہب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا نبی کریم ﷺ کی خصوصیت تھی اور عام مسلمانوں کے لئے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حافظ جمال الدین زیلعی متوفی 762ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے لئے نجاشی کا تخت اٹھا لیا گیا تھا اور آپ نے اس کو دیکھ لیا تھا اور آپ کا اس پر نماز جنازہ پڑھنا ایسا تھا جیسے امام کے سامنے میت ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور باقی نمازی نہ دیکھ رہے ہوں۔

شیخ تقی الدین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر ثبوت نقل کے محض احتمال کی بناء پر یہ جواب صحیح نہیں ہے۔

علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح ابن حبان کی قسم خامس کی اکتالیسویں نوع میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے پس کھڑے ہو کر اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں اور ان کو یہ یقین تھا کہ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ضروریات میں سے ہے کیونکہ نجاشی ایسی جگہ فوت ہوئے تھے کہ وہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی مسلمان نہ تھا لہٰذا ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا فرض متعین ہو گیا تھا۔

اور پہلے جواب کی تائید میں علامہ زیلعی طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک میں تھے آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے لئے زمین لپیٹ دی جائے

اور آپ ان پر نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پروں کو زمین پر مارا اور آپ کے لئے ان کا تخت اٹھالائے۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: ایسا کس وجہ سے ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ سے محبت کرتا تھا اور اس کو آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے اور ہر حال میں پڑھتا رہتا تھا۔ (نصب الرایہ: ج:2، ص:284)

علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: پھر خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ ماسوا ان لوگوں اور نجاشی کے آپ نے کسی اور صحابی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ سفر میں بہت سے مسلمان فوت ہوئے تھے جیسے حبشہ کی سرزمین میں اور بہت سے غزوات میں مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ آپ کو بئر معونہ کے قاری عزیز تھے اور ان میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو حالانکہ جو صحابی فوت ہو جاتے تھے آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہت خواہش مند ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی فوت ہو مجھے اس کی اطلاع ضرور دیا کرو کیونکہ اس کے حق میں میری نماز رحمت ہے۔ (فتح القدیر: ج:2، ص:81)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام متوفی 861ھ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ اس لئے پڑھی تھی کہ آپ کے سامنے اس کا تخت لایا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے اس کو دیکھ لیا تھا سو یہ اس میت پر نماز تھی جس کو امام دیکھ رہا تھا اور اس کا جنازہ امام کے سامنے تھا اور مقتدیوں کے سامنے نہیں تھا اور یہ اقتداء سے مانع نہیں ہے ہر چند کہ یہ ایک احتمال ہے لیکن اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھیں۔ آپ ﷺ نے چار تکبیریں پڑھیں اور وہ یہ گمان نہیں کرتے تھے کہ اس کا جنازہ آپ کے سامنے تھا۔

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ واقع میں ان کے گمان کے خلاف تھا یا تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سن لیا تھا اور یا ان کے لئے جنازہ منکشف کر دیا گیا تھا یا یہ صرف نجاشی کی خصوصیت تھی اور دوسرا کوئی اس کے ساتھ لاحق نہیں ہے جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی شہادت دو شہادتوں کے برابر ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے جیسے حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تبوک میں نازل ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے لئے زمین سمیٹ دی جائے اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے اپنے دونوں پر زمین پر مارے تو ان کا تخت اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے پھر وہ تخت واپس ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ معاویہ نے یہ فضیلت کس وجہ سے حاصل کی۔ انہوں نے کہا: وہ سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ○ سے محبت رکھتے تھے اور آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اس کو پڑھتے تھے۔

اور امام ابن سعد نے اس کو طبقات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روای کیا ہے اور امام واقدی نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے آپ کے اور شام کے درمیان جو منظر تھا وہ آپ پر منکشف کر دیا گیا۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد

کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھالیا اور وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے پھر آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا کی۔ آپ نے فرمایا: ان کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں دوڑ رہے ہیں پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا اٹھالیا اور وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا کی آپ نے فرمایا: ان کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور اپنے دو پروں کے ساتھ جہاں چاہیں جنت میں دوڑ رہے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے خصوصیت کا دعویٰ اس وقت کیا ہے جب ان کا تخت لایا گیا ہو نہ وہ دکھائی دیئے گئے ہوں علاوہ ازیں مغازی میں اس کی دونوں سندیں ضعیف ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے اور طبقات کی سند میں علاء بن یزید ضعیف ہے اور امام طبرانی کی سند میں بقیہ بن ولید معنعن ہے۔ (علامہ کمال الدین نے وہی عبارت لکھی جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں) (فتح القدیر: ج:2، ص121 تا 122)

نجاشی کا قبول اسلام

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجاشی نے نبی کریم ﷺ کے پاس ایک وفد بھیجا نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا وہ مسلمان ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر وہ وفد نجاشی کے پاس گیا اور اس کو خبر دی تو نجاشی بھی مسلمان ہو گیا اور وہ تادم مرگ مسلمان رہا اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا اس کی نماز جنازہ پڑھو پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اس پر نماز پڑھی اور نجاشی اس وقت حبشہ میں تھا۔ (جامع البیان: ج:7، ص:3)

نجاشی کی مسلمانوں کے ساتھ بھلائی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم حبشہ میں پہنچے تو ہمیں نجاشی نے وہاں پناہ دی۔ ہم نے اپنے دین کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہم کو نہ کوئی ایذاء دی جاتی تھی نہ ہم کوئی ناگوار بات سنتے تھے جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہمارے متعلق نجاشی کے پاس دو قوی آدمی بھیجے جائیں اور مکہ مکرمہ کی عمدہ چیزوں میں سے نجاشی کے لئے ہدیے بھیجے جائیں ان لوگوں کو چمڑا پسند تھا تو انہوں نے بہت سے چمڑے جمع کر لئے ان کے سرداروں میں سے ہر شخص کو انہوں نے چمڑے اور تحفے دینے کا فیصلہ کیا پھر انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو یہ ہدیے دے کر روانہ کیا اور ان سے کہا: مسلمانوں کے متعلق نجاشی سے بات کرنے سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیے دے دیئے جائیں۔ وہ حبشہ پہنچ گئے اور نجاشی کے ساتھ ملاقات سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیے دیئے اور ہر سردار سے یہ کہا: تمہارے بادشاہ کے ملک میں ہمارے چند نادان لڑکوں نے آکر پناہ لی ہے وہ اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور تمہارے دین میں داخل نہیں ہوئے وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں نہ تم جانتے ہو۔ اور ہماری قوم نے اپنے معزز لوگوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ ان کو واپس لے جائیں سو جب ہم بادشاہ سے اس معاملہ میں بات کریں تو تم بادشاہ کو یہ مشورہ دینا کہ وہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور بادشاہ ان سے بات نہ کرے۔ کیونکہ ہماری قوم ان کے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ سرداروں نے کہا: اچھا پھر انہوں نے نجاشی کو ہدیے اور تحفے پیش کیے جن کو اس نے قبول کر لیا۔ پھر انہوں نے کہا: اے بادشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے کچھ نادان لوگ آگئے ہیں جو اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جس

کو ہم پہچانتے ہیں نہ آپ اور ہم کو آپ کی طرف ان کی قوم کے معزز لوگوں نے بھیجا ہے جو ان کے آباء و اجداد اور رشتہ دار ہیں تا کہ آپ انہیں واپس بھیج دیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس سے زیادہ اور کوئی بات ناپسند نہیں تھی کہ نجاشی مسلمانوں کی بات سنے اس کے سرداروں نے کہا: ان دو آدمیوں نے سچ کہا ہے۔ ان لوگوں کے کرتوتوں کو ان کی قوم ہی بہتر طور سے جانتی ہے سو آپ ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے کر دیجئے تا کہ یہ ان کو ان کی قوم کے پاس واپس لے جائیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ سن کر نجاشی غضبناک ہوا۔ اس نے کہا: نہیں! خدا کی قسم میں ان لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کروں گا جن لوگوں نے میری پناہ لی ہے اور میرے ملک میں آئے ہیں اور جنہوں نے دوسروں کے بجائے مجھے اختیار کیا ہے جب تک میں ان سے سوالات کر کے تحقیق نہ کرلوں ان کو تم لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ اگر وہ ایسے ہی نکلے جیسا تم نے کہا تو میں ان کو تمہارے حوالے کر دوں گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں ان کی حفاظت کروں گا اور جب تک یہ میری پناہ میں رہیں گے ان سے حسن سلوک کروں گا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بلایا۔ جب مسلمان آگئے تو نجاشی نے اپنے علماء کو بھی بلایا اور وہ اس کے گرد اپنی کتابیں کھول کر بیٹھ گئے۔

پھر نجاشی نے مسلمانوں سے سوال کیا وہ کون سا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور تم اس کی وجہ سے نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ان کے ادیان میں سے کسی دین میں داخل ہوئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس شخص نے ان کو جواب دیا وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کہا: اے بادشاہ ہم جاہلوں کی قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا، ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیج دیا جن کے نسب، ان کے صدق، ان کی امانت داری اور ان کی پاکیزگی کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تا کہ ہم اس کو واحد مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس سے قبل ہم اور ہمارے باپ دادا جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اس کو چھوڑ دیں اور انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتوں کو ملانے، پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنے، حرام کاموں اور خون ریزیوں سے باز رہنے کا حکم دیا اور بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے منع کیا اور ہم کو حکم دیا کہ ہم فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم کو نماز پڑھنے، زکوۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہوں نے اسلام کے تمام احکام گنوائے سو ہم نے اس رسول کی تصدیق کی اور ہم اس پر ایمان لے آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو احکام لائے تھے ہم نے ان پر عمل کیا اور فقط اللہ وحدہ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا اور جن چیزوں کو انہوں نے ہم پر حرام کیا تھا ان کو ہم نے حرام قرار دیا اور جن چیزوں کو انہوں نے ہمارے لئے حلال کیا تھا ان کو ہم نے حلال رکھا اس بناء پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی۔ انہوں نے ہم کو عذاب میں مبتلا کیا اور ہم کو ہمارے دین سے چھڑانے کے لئے آزمائشوں میں مبتلا کیا تا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے چھڑا کر بتوں کی عبادت کی طرف لے آئیں اور پھر ان ہی بدکاریوں کو حلال کرنے لگیں جن کو ہم پہلے حلال سمجھ کر کرتے تھے سو جب انہوں نے ہم پر قہر اور ظلم کیا اور ہم پر ہماری معیشت کو تنگ کر دیا اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے اور ہم نے دوسروں کے بجائے آپ کو پسند کر لیا اور آپ کی

پناہ میں رغبت کی اور ہم نے یہ امید رکھی کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر نجاشی نے کہا: کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے کلام کی کچھ آیتیں یاد ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ نجاشی نے کہا: مجھے سناؤ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ آیتیں سن کر نجاشی رونے لگا اور اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی اور اس کے علماء بھی رونے لگے اور ان کے مصاحف ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے پھر ان سے نجاشی نے کہا: بے شک یہ دین اور جس دین کو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے یہ دونوں دین ایک ہی طاق سے نکلے ہیں۔

پھر ان دونوں مشرکوں سے کہا: جاؤ تم واپس جاؤ! بخدا! میں ان مسلمانوں کو تمہارے حوالے ہرگز نہیں کروں گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب وہ دونوں نجاشی کے دربار سے نکل گئے تو عمرو بن العاص نے کہا: بخدا! میں کل پھر اس کے پاس جاؤں گا اور اس کے سامنے ایسی چیز پیش کروں گا جس سے ان کی جڑ کٹ جائے گی۔ عبداللہ بن ربیعہ نے کہا: ایسا نہ کرو۔ اگر چہ یہ ہمارے مخالف ہیں لیکن ہماری ان کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں اس نے کہا: میں نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں پھر اگلے دن وہ گیا اور نجاشی سے کہا: اے بادشاہ! یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے متعلق بہت سخت بات کہتے ہیں آپ ان کو بلا کر ان سے پوچھئے کہ یہ ان کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر بادشاہ نے ہم کو بلوایا اور اس جیسی آزمائش ہم پر پہلے نہیں آئی تھی جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بادشاہ نے پوچھا: تم لوگ عیسیٰ بن مریم کے متعلق کیا کہتے ہو جب ان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے؟ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک دامن مریم کی طرف القاء کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھایا۔ پھر کہا: بخدا! تم نے جو کچھ بیان کیا ہے عیسیٰ بن مریم اس سے ایک تنکے سے بھی زیادہ نہیں ہیں جب نجاشی نے عیسیٰ بن مریم کے متعلق یہ کہا تو اس کے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں نے غصہ سے پھنکارنا شروع کر دیا۔ نجاشی نے کہا: ہر چند کہ تم غصہ سے پھنکار رہے ہو (اور مسلمانوں سے کہا) تم میری سرزمین میں مامون ہو جو شخص تم کو گالی دے گا اس پر جرمانہ ہوگا میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور میں اس کے بدلہ میں تم میں سے کسی شخص کو ایذاء پہنچاؤں۔ ان لوگوں کے ہدیے اور تحفے ان کو واپس کر دو۔ ہم کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔ بخدا! جب اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا ملک واپس کیا تو مجھ سے رشوت نہیں لی تو میں ان سے کیسے رشوت لوں گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس وہ دونوں نجاشی کے پاس سے ناکام اور نامراد ہو کر لوٹے اور ہم نجاشی کے ملک میں اچھے گھر اور اچھے پڑوسی کی حیثیت سے رہے اسی اثناء میں نجاشی کے ملک پر کسی نے حملہ کیا ہم نے اس کے غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حتیٰ کہ وہ کامیاب ہو گیا اور ہم اس کے ملک میں اچھی طرح رہے حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 1740)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت میں مذاہب اربعہ

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ صرف دعا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے شہر میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا معمول نہیں ہے اور فرمایا: نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے شفاعت کرے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔ (بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص: 171)

شافعیہ کا مذہب

شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: نماز جنازہ میں تکبیر اول کے بعد سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ جب نماز جنازہ میں دیگر فرائض نماز کی طرح قیام فرض ہے تو سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی فرض قرار پائے گا اور ضم سورت کے بارے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورت پڑھی جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سورت نہ ملائی جائے کیونکہ نماز جنازہ کی بناء اختصار پر ہے۔

دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور یہ بھی فرض ہے۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرے کیونکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ میں نے سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا

اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے:

اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منافتوفه على الايمان .

اور میت کے لئے دعا کرنا بھی نماز جنازہ کے فرائض میں سے ہے۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے اور سلام پھیرنے کا حکم بھی باقی نمازوں کی طرح واجب ہے۔ (المہذب: ج: 5، ص 232 تا 239)

حنابلہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نماز جنازہ میں یہ امور واجب ہیں نیت تکبیرات، قیام، سورہ فاتحہ کا پڑھنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، میت کے لئے دعا اور ایک طرف سلام پھیر دینا اور وقت کے سوا اس میں فرض نماز کی تمام شرائط ہیں۔

(المغنی: ج: 2، ص: 184)

حنفیہ کا مذہب

امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی 189ھ لکھتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میت پر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: جب جنازہ رکھ دیا جائے تو امام آگے بڑھ جائے اور لوگ پیچھے صف باندھ لیں امام رفع یدین کر کے تکبیر کہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ رفع یدین کر کے تکبیر کہیں پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں پھر امام دوسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تکبیر کہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر امام تیسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تیسری تکبیر کہیں اور میت کے لئے استغفار اور اس کی شفاعت کریں۔ پھر امام چوتھی تکبیر کہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ بغیر رفع یدین کے تکبیر کہیں اور امام دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے اور لوگ بھی سلام پھیر دیں۔

اور ابن ابی لیلیٰ جنازہ کی پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

(امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) میں نے پوچھا: کیا حمد وثناء، درود شریف اور میت کی دعا باآواز بلند پڑھی جائے۔ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں اس میں سے کسی چیز کو بلند آواز سے نہ پڑھیں بلکہ آہستہ آہستہ پڑھیں۔ میں نے پوچھا: کیا امام اور اس کے پیچھے مقتدی قرآن مجید پڑھیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہ امام قرأت کرے نہ ہی اس کی اقتداء میں مقتدی قرأت کریں۔

(المبسوط: ج:1، ص:424)

دلائل حنفیہ

نماز جنازہ میں قرآن مجید میں کسی چیز کے نہ پڑھنے پر کثیر دلائل ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

پہلی دلیل

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے۔ (المصنف: ج:3، ص:298)

دوسری دلیل

حضرت ایوب کا بیان ہے کہ محمد بن سیرین نماز جنازہ میں قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے۔ (المصنف: ج:3، ص:298)

تیسری دلیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے پھر دعا کرتے: "اللهم اغفر لاحيائنا و امواتنا" (المصنف: ج:3، ص:295)

چوتھی دلیل

حضرت شعبی سے روایت ہے کہ

پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے، دوسری تکبیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے، تیسری تکبیر میں میت کے لئے دعا کی جائے اور چوتھی تکبیر میں سلام پھیر دیا جائے۔ (المصنف: ج:3، ص:295)

پانچویں دلیل

ابوالمنہال کا بیان ہے کہ میں نے ابوالعالیہ سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: میرے گمان میں

سورہ فاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جاتی ہے جس میں رکوع اور سجود ہو۔(المصنف: ج:3،ص:299)

چھٹی دلیل

حضرت علی سے روایت ہے کہ میں نے فضالہ بن عبیدہ سے پوچھا: کیا میت پر قرآن مجید پڑھا جائے گا۔انہوں نے کہا: نہیں۔ (المصنف: ج:3،ص:299)

ساتویں دلیل

حضرت سعید بن ابی بردہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبردہ سے ایک شخص نے پوچھا: کیا میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھوں تو فرمایا: مت پڑھو۔(المصنف: ج:3،ص:299)

آٹھویں دلیل

عبداللہ بن ابی سارہ سے روایت ہے کہ میں نے سالم سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرأت ہے۔انہوں نے کہا: نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔(المصنف: ج:3،ص:299)

نویں دلیل

ابراہیم اور شعبی کا بیان ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔(المصنف: ج:3،ص:299)

دسویں دلیل

حجاج کا بیان ہے کہ میں نے عطاء سے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔انہوں نے کہا: ہم نے یہ نہیں سنا۔(المصنف: ج:3،ص:299)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

نماز جنازہ میں تکبیرات کے متعلق مذاہب فقہاء

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں: چاروں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں جن پر بے شمار احادیث صحیحہ وارد ہیں۔اس حدیث سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل چار تکبیروں پر ہی تھا کیونکہ خود حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ چار ہی کہتے تھے اور جس نماز میں انہوں نے پانچ 5 کہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔
شارحین فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھول کر پانچ کہہ گئے تھے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا: نماز درست ہو گئی کیونکہ پانچ تکبیروں پر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی بھولے سے پانچ تکبیریں کہہ جائے تو نماز فاسد ہو گی۔
خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ چھ تکبیریں بھی ثابت ہیں مگر وہ سب منسوخ ہیں چنانچہ مؤطا امام محمد میں ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ عہد فاروقی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز جنازہ میں کبھی کبھی تکبیریں چار کہتے کبھی پانچ کبھی چھ۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب کو جمع

کرکے فرمایا: اگر تم میں ہی اختلاف رہے گا تو قیامت تک سارے مسلمانوں میں اختلاف رہے گا۔ تحقیق کرو کہ حضور انور ﷺ نے آخری جنازوں میں تکبیریں کتنی کہیں۔ تحقیق سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر، حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر چار تکبیریں ہی کہیں بلکہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کا جنازہ پڑھا تو آپ علیہ السلام پر چار تکبیریں ہی کہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:454 تا 455)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر، حضرت ابن ابی اوفی، حضرت علی، حضرت براء بن عازب، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں اور فقہاء تابعین میں سے محمد بن حنفیہ، عطا ابن ابی رباح، محمد بن سیرین، نخعی، سوید بن غفلہ اور ثوری کا یہی مسلک ہے۔ اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔
(شرح العینی: ج:8، ص:168)

مزید علامہ عینی لکھتے ہیں: التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور نماز جنازہ کی چار تکبیریں ظہر کی چار رکعات کی طرح ہیں حتیٰ کہ اگر نمازی نے ایک تکبیر ترک کر دی تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے اور جو نمازی ایک یا اس سے زائد تکبیرات کے بعد نماز جنازہ میں ملا تو وہ سلام پھیرنے کے بعد باقی تکبیرات پڑھے گا۔ (شرح العینی: ج:8، ص:199)

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: نماز میں یہ چار تکبیرات فرض ہیں اور قیام فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (درمختار ورد المحتار: ج:3، ص:106)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ تَرْكِ الصَّلٰوةِ عَلَى الشُّهَدَآءِ

باب: شہید پر نماز جنازہ کو نہ پڑھنے کا بیان

1077- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِيْ دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ شہداء احد میں سے دو اشخاص کو ایک ہی کپڑے کے اندر جمع فرماتے تھے پھر ارشاد فرماتے: ان میں کون قرآن مجید کا زیادہ قاری ہے تو جس وقت ان میں سے کسی کی جانب اشارہ کر دیا جاتا تو اسے آپ ﷺ لحد میں رکھ دیتے اور ارشاد فرماتے: بروز حشر میں ہی ان پر گواہ ہوں اور ان کو آپ ﷺ نے ان کے

خون کے ساتھ دفن کر دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور ان کو نہ تو غسل دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1514، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3139، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1954، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1036، مسند الطحاوی: رقم الحدیث: 109، صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1343، جامع المسانید: رقم الحدیث: 996)

اس باب کی شرح اگلے باب کے تحت بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الشُّهَدَآءِ

باب: شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کا بیان

1078- عَنْ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اُهَاجِرُ مَعَكَ فَاَوْصٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةٌ غَنَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَسَّمَ وَقَسَّمَ لَهٗ فَاَعْطٰى اَصْحَابَهٗ مَا قُسِمَ لَهٗ وَكَانَ يَرْعٰى ظَهْرَهُمْ فَلَمَّا جَآءَ دَفَعُوْهُ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا قِسْمٌ قَسَمَهٗ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَهٗ فَجَآءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ قَسَمْتُهٗ لَكَ قَالَ مَا عَلٰى هٰذَا اتَّبَعْتُكَ وَلٰكِنِّيْ اتَّبَعْتُكَ عَلٰى اَنْ اُرْمٰى اِلٰى هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى حَلْقِهٖ بِسَهْمٍ فَاَمُوْتُ فَاَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يُصْدِقْكَ فَلَبِثُوْا قَلِيْلًا ثُمَّ نَهَضُوْا فِيْ قِتَالِ الْعَدُوِّ فَاُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْمَلُ قَدْ اَصَابَهٗ سَهْمٌ حَيْثُ اَشَارَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهُوَ هُوَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ صَدَقَ اللّٰهَ فَصَدَقَهٗ ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُبَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدَّمَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَكَانَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

شداد بن الہاد کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں دیہاتیوں میں سے ایک دیہاتی حاضر ہوا اور آپ ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کی اتباع کی پھر اس نے کہا: میں آپ ﷺ کی معیت ہجرت بھی کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کے متعلق اپنے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید بھی فرمائی ایک غزوہ جس میں نبی کریم ﷺ کو مال غنیمت ملا تو مال غنیمت کو آپ ﷺ نے بانٹ دیا اور اس کے حصہ کو بھی باقی بچا کر رکھا اور جس قدر اس کا حصہ آتا تھا وہ اس کے رفقاء کے حوالہ فرما دیا۔ وہ آدمی ان کے اونٹوں کو چرایا کرتا تھا۔ پس وہ حاضر ہوا تو اس کو انہوں نے وہ حصہ تھما دیا۔ اس نے کہا: یہ کیا ہے۔ وہ کہنے لگے: یہ وہ حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمہارے واسطے رکھ چھوڑا ہے وہ آدمی اسے لئے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ تمہارے واسطے حصہ رکھ چھوڑا ہے۔ وہ عرض گزار ہوا: میں نے اس وجہ سے تو آپ ﷺ کی اتباع نہیں کی۔ میں نے تو آپ ﷺ کی اتباع صرف اس پر

کی ہے کہ مجھے اس جگہ پر تیر مارا جائے۔اس نے ایک تیر کے ساتھ اپنے حلق کی جانب اشارہ بھی کیا۔پھر مر کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں سچ کہو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں سچا کر دکھائے گا۔لوگ کچھ عرصہ یونہی رہے پھر وہ دشمن سے قتال کرنے کی خاطر کھڑے ہوئے (پس شہید ہو گئے) چنانچہ اس کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اٹھا کر لایا گیا اس حال میں کہ اس کو اس جگہ پر تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا یہ وہی ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے: ہاں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں سچ کہا تھا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا پھر نبی کریم ﷺ نے اس کو اپنے جبہ کے اندر کفن دیا۔پھر اس کو آگے رکھ کر اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔پس آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھانے سے جن کلمات کا ظہور ہوا وہ یہ ہیں: اے اللہ عزوجل! یہ تیرا بندہ ہے تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا پھر شہید کر دیا گیا میں اس کے اوپر گواہ ہوں۔(احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 520، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 2080، معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7108، جامع الاصول: رقم الحدیث: 1070، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6608، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1927، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2891، مسند الصحابۃ: جز: 46، ص: 201، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 9597)

1079- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُتِيَ بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَجَعَلَ يُصَلِّيْ عَلٰى عَشَرَةٍ عَشَرَةٍ وَّحَمْزَةُ هُوَ كَمَا هُوَ يُرْفَعُوْنَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَوْضُوْعٌ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لين .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہیں (شہداء احد) غزوہ احد والے روز رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے اوپر دس دس کر کے نماز پڑھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یونہی رہے اور ان کو اٹھایا جاتا رہا اور وہ زمین کے اوپر تشریف فرما رہے۔(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1502، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 526)

1080- وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ اُحُدٍ بِحَمْزَةَ فَسُجِّيَ بِبُرْدِهٖ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ اُتِيَ بِالْقَتْلٰى يُصَفُّوْنَ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِ مَعَهُمْ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ وَهُوَ مُرْسَلُ صَحَابِيٍّ .

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد والے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حکم ارشاد فرمایا تو ان کو چادر کے ساتھ ڈھانپا گیا پھر ان کے اوپر نماز جنازہ ادا فرمائی پس نو تکبیرات کہیں پھر دوسرے شہیدوں کو ایک ہی لائن میں کر کے لایا جاتا رہا تو آپ ﷺ ان ساروں پر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی ان کی معیت نماز ادا فرماتے رہے۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2881)

1081- وَعَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْغِفَارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ عَشَرَةً عَشَرَةً فِيْ كُلِّ عَشَرَةٍ حَمْزَةُ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِي الْمَرَاسِيْلِ وَالطَّحَاوِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ

وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ ۔

ابو مالک غفاری کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد پر دس دس کر کے نماز ادا فرمائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہر دس میں ہوا کرتے حتیٰ کہ ان کے اوپر آپ ﷺ نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6595، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2888)

شہید کیوں کہا گیا؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی روح اس وقت جنت میں شاہد ہو جاتی ہے اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی روحیں قیامت سے پہلے جنت میں حاضر نہیں ہوں گی۔

ابن الانباری نے کہا: اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لئے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور شہید مشہود لہ کے معنیٰ میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی روح نکلتی ہے وہ اپنے ثواب اور عزت و کرامت پر شاہد ہو جاتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اس کی روح کو نکال لیتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا خون اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے زخموں اور خون کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(شرح للنواوی: جز: 1، ص: 81)

کیا حیات شہداء حیات حقیقی کے ساتھ ہے

حیات شہداء حیات حقیقی کے ساتھ ہوتے ہیں یا نہیں اس بارے میں سب سے پہلے آیت کریمہ پیش کی جاتی ہے بعد میں اقوال علماء بیان کئے جائیں گے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران: 169 تا 170)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو ہرگز مردہ مت سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے فضل پر خوش ہیں اور ان کے بعد میں آنے والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہوتے ہیں کہ ان پر (بھی) کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر ضیاء الدین عمر رازی شافعی کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ شہداء زندہ ہیں۔ معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حیات مجازی ہے یعنی وہ آخرت میں زندہ ہوں گے لیکن ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت راہ خدا عزوجل میں قتل ہونے والے زندہ تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا

قوم نوح غرق کی گئی اور فوراً آگ میں داخل کر دی گئی۔

نیز قرآن مجید میں ہے۔

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا

آل فرعون کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کفار کو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے زندہ کر کے ان کو عذاب دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل عذاب اور عقاب پر راجح ہے اور جب وہ اہل عذاب کو قیامت سے پہلے زندہ کر کے عذاب دیتا ہے تو قیامت سے پہلے اہل ثواب کو زندہ کرنا اور اس کے فضل اور احسان کے زیادہ لائق ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر اس آیت سے یہ مراد ہو کہ شہداء قیامت میں زندہ ہوں گے تو پھر یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ ان کو مردہ گمان نہ کرو کیونکہ قیامت کی زندگی کے بارے میں تو کسی مسلمان کو کوئی تردد نہیں تھا۔ نیز قیامت کی حیات میں شہداء کی کیا تخصیص ہے وہ تو سب مسلمانوں کو حاصل ہوگی۔

چوتھی دلیل ہے کہ اس آیت کریمہ میں ہے کہ ان شہداء کے بعد میں آنے والے لوگ جو ابھی فوت نہیں ہوئے ان کے متعلق بشارت پا کر شہداء خوش ہوتے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو یہ خوشی اس دنیا میں قیامت سے پہلے حاصل ہو کیونکہ قیامت میں تو وہ لوگ مر کر شہداء کو لاحق ہو چکے ہوں گے اور اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا ہے کہ ابھی وہ ان کو لاحق نہیں ہوئے اس لئے ضروری ہے کہ یہ خوشی ان کو اس دنیا میں قیامت سے پہلے حاصل ہو اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ شہداء زندہ ہوں۔ (تفسیر کبیر: ج:3 ص:154)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی حنبلی کا قول

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: شہداء زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور جنت میں چرتی ہیں۔ سو شہداء اس اعتبار سے زندہ ہوتے ہیں اگرچہ روح نکلنے کے لحاظ سے وہ مردہ ہوتے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس طرح کی حیات تو ہر مسلمان کو مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور ان کو ثواب ہوتا ہے پھر اس میں شہداء کی کیا تخصیص ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء کی دوسرے مسلمان پر فضیلت ہے کہ شہداء کو جنت کے کھانوں سے رزق دیا جاتا ہے اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کو دوسری انواع کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (زاد المسیر: ج:1 ص:161)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: شہداء جنت میں زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے ہرچند کہ وہ فوت ہو گئے اور ان کے اجسام مٹی میں دفن ہو گئے لیکن ان کی ارواح باقی مومنوں کی ارواح کی طرح زندہ ہوتی ہیں۔ اور ان کو قتل کے

وقت سے لے کر تا حیات رزق کی فضیلت دی جاتی ہے۔شہداء کی حیات میں علماء کا اختلاف ہے لیکن جمہور کا وہی نظریہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے پھر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ شہداء کی قبروں میں ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ ثواب حاصل کرتے ہیں جس طرح کفار کو قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ انہیں جنت کے پھل دیئے جاتے ہیں یعنی وہ ان پھلوں کی خوشبو سونگھتے ہیں۔

اور بعض علماء نے کہا: یہ مجاز ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنت کی نعمتوں کے مستحق ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مرا نہیں یعنی اس کا ذکر زندہ ہے یعنی شہداء کو نیک نامی اور ثناء جمیل کا رزق دیا جاتا ہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور انہیں جنت میں رزق دیا جاتا ہے وہ وہاں کھاتے ہیں اور نعمتیں پاتے ہیں اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ یہ احادیث کے مطابق ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ شہداء کی ارواح قیامت تک عرش کے نیچے رکوع اور سجود کرتی رہتی ہیں جس طرح ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو وضو کر کے سوتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ شہید کا جسم قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتا اور نہ اس کو زمین کھاتی ہے۔

اور ہم نے تذکرۃ میں لکھا ہے کہ انبیاء، شہداء، علماء، ثواب کے لئے اذان دینے والوں اور قرآن مجید کے حافظوں کے اجسام کو قبر نہیں کھاتی۔(الجامع الاحکام القرآن: تحت آیۃ کریمہ: 169 تا 170)

حیات شہداء کی حالت میں مذاہب فقہاء کرام

علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: شہداء کی حیات کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے۔اکثر متقدمین نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے اور جسم اور روح کے ساتھ ہے لیکن ہم اس زندگی میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ان کا استدلال اس آیت سے ہے "عند ربھم یرزقون" انہیں ان کے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے۔

نیز صرف روحانی حیات میں شہداء کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ یہ حیات تو عام مسلمانوں بلکہ کفار کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے پھر ان کا دوسروں سے کیا امتیاز ہوگا؟

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات صرف روحانی ہوتی ہے اور ان کو رزق دیا جانا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ حضرت حسن سے مروی ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحوں کو رزق پیش کیا جاتا ہے جس سے ان کو فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے جس طرح آل فرعون پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے جس سے ان کو تکلیف اور اذیت ہوتی ہے سو رزق سے مراد یہ فرحت اور مسرت ہے اور شہداء کا باقی مسلمان روحوں سے صرف حیات میں امتیاز نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا جو خصوصی قرب حاصل ہے اور جو ان کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں خصوصی عزت اور وجاہت حاصل ہوگی اس سے ان کا باقی مسلمانوں سے امتیاز ہوگا۔بلخی نے شہداء کی حیات کا مطلقاً انکار کیا ہے اور اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ شہداء کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا اور ان کو اچھی جزا دی جائے گی۔

اور بعض معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر زندہ رہے گا اور دنیا میں ان کی تعریف ہوتی رہے گی۔

اور اصم سے منقول ہے کہ حیات سے مراد ہدایت اور موت سے مراد گمراہی ہے یعنی یہ نہ کہو کہ شہداء گمراہ ہیں بلکہ وہ ہدایت پر ہیں لیکن یہ تمام اقوال نہایت ضعیف ہیں بلکہ باطل ہیں۔ اور شہداء کی حیات جسمانی کا قول ہی صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عبید، حضرت واصل بن عطاء، جبائی، رمانی اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔ جو علماء شہداء کی جسمانی حیات کے قائل ہیں ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا وہی جسم زندہ ہوتا ہے جس کو قتل کیا گیا تھا یا وہ کسی اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جو علماء اس کے قائل ہیں کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس کو قتل کیا گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس قتل شدہ جسم میں ایسی حیات پیدا کر دے جس کی وجہ سے ان کو احساس اور ادراک حاصل ہو جائے اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اجسام زمین میں مدفون ہیں اور کوئی تصرف نہیں کر رہے اور ان میں زندہ جسموں کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ انتہاء بصر تک مومن کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تم دلہن کی طرح سو جاؤ حالانکہ ہم اس کا مشاہدہ نہیں کرتے کیونکہ برزخ کے امور اور واقعات ہمارے ذہنوں اور ادراک وشعور سے بہت دور ہیں۔

جسمانی حیات کے بعض قائلین نے کہا کہ شہداء کی حیات ایک اور جسم کے ساتھ ہوتی ہے جو پرندوں کی صورت پر ہوتا ہے اور ان کی روح اس جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے ان کی دلیل اس حدیث سے ہے۔

امام عبدالرزاق، عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت کی قندیلوں پر معلق رہتی ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو لوٹا دے گا اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور جنت کے پھلوں یا درختوں پر معلق رہتی ہیں۔

اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں چرتی ہیں پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں کیونکہ پرندوں کے پیٹوں میں یا ان کے پوٹوں میں ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ پرندوں کی صورت پر ہوتی ہیں کیونکہ دیکھنے والا ان کو صرف پرندوں کی صورتوں میں دیکھتا ہے۔

بعض امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ شہداء اپنے دنیاوی جسم کی صورت پر ایک اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ان کو کوئی شخص دیکھ لے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ابو جعفر یونس بن ظبیان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں ابوعبداللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا مومنین کی ارواح کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عرش کے نیچے سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی۔

ابوعبداللہ نے کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو سبز پرندے کے پوٹے میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ جب مومن کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ اس روح کو ایسے قالب میں رکھتا ہے جو اس کے دنیاوی قالب کی مثل ہوتی ہے پھر وہ کھاتے پیتے رہتے ہیں پھر جب ان کے پاس کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کو ان کی اسی دنیاوی صورت میں پہچان لیتا ہے۔ اگر اس

حدیث میں مومنوں سے مراد شہداء ہوں پھر تو وجہ استدلال بالکل ظاہر ہے اور اگر اس سے مراد عام مومن ہو تو پھر شہید کا حال اس سے بطریق اولیٰ معلوم ہوگا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک ہر مرنے والے کے لئے برزخ میں حیات ثابت ہے خواہ وہ شہید ہو یا نہ ہو اور اس بات سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اس دنیاوی بدن کے علاوہ کسی اور برزخی بدن کے ساتھ اس کی روح کا تعلق ہو اور ارواح شہداء کا بھی برزخی ابدان کے ساتھ اس طرح تعلق ہوتا ہے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز رہتے ہیں اور علاوہ ازیں ان کو ایسی فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے اور ایسی نعمتیں اور ثواب حاصل ہوتا ہے جو ان کے مقام کے لائق ہے اور ان برزخی ابدان لطیفہ کی دنیاوی اجسام کثیفہ کے ساتھ مکمل مشابہت ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ احادیث میں شہداء کے لئے جو سبز پرندوں کا ذکر ہے وہ بر بناء تشبیہ یعنی یہ اجسام برزخیہ اس قدر سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں کہ ان کو سبز پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور صورت کا معنیٰ صفت ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے "خلق آدم علی صورۃ الرحمان" آدم صورت رحمان پر پیدا کیا گیا ہے، یعنی رحمان کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے اور حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جو مومن کی روح کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہنے کو مستبعد قرار دیا وہ اس کے ظاہری معنیٰ کے اعتبار سے تھا اور ہم نے جو بیان کیا ہے کہ سبز پرندوں سے مراد ان کے تیزی سے اڑنے کی صفت ہے اس بناء پر یہ اشکال لازم نہیں آئے گا کہ ایک جسم کے ساتھ دو روحیں متعلق ہو گئیں ایک پرندے کی روح اور ایک شہید کی روح اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شہید کی روح بنفسہ پرندہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے کیونکہ ارواح انتہائی لطیف ہوتی ہیں اور ان میں کسی جسم کی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ رہا یہ کہنا کہ دنیاوی جسم جو بوسیدہ ہو جاتا ہے جس کے اجزاء بکھر جاتے ہیں اور جس کی ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے۔ شہید کا یہی جسم زندہ رہتا ہے تو ہر چند کہ اس جسم کا زندہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور نہ اس میں شہید کی کوئی فضیلت اور عظمت ہے بلکہ اس کی وجہ سے ضعیف الایمان مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اتنے سال پہلے شہید ہوا تھا اور اس کے جسم کے زخم اب بھی تر و تازہ ہیں اور اس کے زخم سے پٹی ہٹائی تو اسی طرح خون بہہ رہا تھا تو یہ محض قصہ کہانیاں اور خرافات ہیں۔ (روح المعانی: جز:2،ص:20 تا 22)

علامہ سیّد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے درست نہیں کیونکہ بعض شہداء کی قبور بڑے بڑے عرصہ کے بعد کھل گئیں اور ان کے اجسام اسی طرح تر و تازہ پائے گئے اور ان کے زخموں سے اسی طرح خون رس رہا تھا۔

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن صعصعہ سے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی تا کہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جا سکے جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آ گیا۔ غزوۂ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔ (مرقات: جز:4،ص:72)

شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دوسرے احکام میں مذاہب اربعہ

شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دوسرے احکام میں مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالولید سلیمان بن عبدالملک باجی اندلسی مالکی متوفی 494ھ لکھتے ہیں: شہادت ایک ایسی فضیلت ہے جس کی بناء پر غسل میت کی فرضیت، اس کو نئے کفن پہنانے کا حکم اور اس کی نماز جنازہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا لیکن اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

علامہ باجی فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس مقتول کے بارے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا ہو لیکن جس شخص نے اپنے گھر کے اندر کسی دشمنی سے مدافعت میں جنگ کی اور وہ قتل کر دیا گیا تو ابن قاسم یہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

اور ابن وہب اور اشہب یہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یہ اختلاف اس وقت ہے جب اس نے اپنی مدافعت میں جنگ کی ہو اور اگر اس نے مدافعت نہیں کی اور دشمن نے بغیر مزاحمت کے اس کو قتل کر دیا۔ مثلاً اچانک دشمن آ کر اس پر ٹوٹ پڑے یا اس کو سوتے میں قتل کر دیا یا قید کرنے کے بعد قتل کر دیا تو اشہب کہتے ہیں کہ اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

اور سحنون اور اصبغ کہتے ہیں کہ اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا ان کو جنگ میں نہیں بلکہ غفلت میں قتل کیا گیا تھا اور اس قتل میں ان کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں تھی اور ان کو غسل بھی دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور یہ عمل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوا سو اس پر اجماع ہو گیا۔ (المنتقی، ج:3، ص:210)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: شہید کی تین اقسام ہیں:

1- جو شخص کفار کے خلاف جنگ میں کسی بھی سبب سے قتل کیا جائے یہ شخص شہید الدنیا والاخرہ ہے۔ اخروی شہادت کا ثمرہ اجر و ثواب اور عزت و کرامت ہے اور دنیاوی شہادت کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

2- جو شخص پیٹ کی بیماری یا طاعون میں مر جائے یا دب کر مر جائے یا اپنے مال وغیرہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے یا اور کسی ایسی وجہ سے مارا جائے جس کو احادیث میں شہید فرمایا گیا ہے۔ یہ صرف اخروی ثواب کے اعتبار سے شہید ہے۔ دنیاوی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہے اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں اس کا اجر و ثواب پہلی قسم کے شہید سے کم ہوگا۔

3- جس شخص نے مال غنیمت میں خیانت کی یا اور کوئی ایسا کام کیا جس کی بناء پر احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع فرمایا ہے ایسا شخص جب کفار کے خلاف جنگ میں قتل کیا جائے تو یہ صرف دنیاوی احکام کے اعتبار سے شہید ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی

نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اخروی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں اور اس کو شہید کا کامل ثواب نہیں ملے گا۔ (شرح الطحاوی: ج:1،ص:81)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: شہید جب میدان جہاد میں قتل کیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ غسل کے معاملہ میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے البتہ حضرت حسن بصری اور سعید بن میتب کا قول یہ ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا کیونکہ ہر میت موت کے وقت جنبی ہوتا ہے تاہم شہید کو غسل نہ دینے میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی اقتداء کرنا زیادہ لائق ہے۔ شہید کی نماز جنازہ کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا یہی قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اس قول کو خلال نے اختیار کیا ہے اور یہی ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تشریح یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے واجب نہیں ہے ایک جگہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھ لی تو کوئی حرج نہیں اور ایک جگہ کہا کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اچھا ہے اور اگر نہیں پڑھی تو بھی ٹھیک ہے ان دونوں روایتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ استحباب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ احد کی طرف تشریف لے گئے اور شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر لوٹ آئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا کہ شہداء احد کو ان کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے آپ نے ان کو غسل دیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث شہداء احد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر نماز پڑھی تھی حالانکہ ان کی قبروں پر نماز بالکل نہیں پڑھی جاتی تھی۔ شہید کو غسل نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بدن سے شہادت کے آثار نہ ڈھل جائیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہو رہا ہے وہ قیامت کے دن جب آئے گا تو اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس سے خوشبو مشک کی آ رہی ہوگی اور شہید سے نماز جنازہ ساقط ہونے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے رب عزوجل کے پاس زندہ ہیں اور نماز جنازہ مردوں کی پڑھی جاتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز جنازہ میں میت کی شفاعت کی جاتی ہے اور شہید شفاعت سے مستغنی ہوتا ہے کیونکہ وہ خود اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرتا ہے۔

(المغنی: ج:2، ص:204 تا 205)

جو شخص ظلماً قتل کیا گیا یا اپنے مال یا اپنی جان یا اپنے اہل وعیال کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے قتل کیا گیا اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا۔ خلال نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ اس کا مرتبہ اس شخص کے مرتبہ سے کم ہے جو میدان جہاد میں شہید ہوتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ یہ اس شخص کے

مشابہ ہے جو میدان جہاد میں شہید ہوا ہو۔ شعبی، اوزاعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال کے پاس قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ جو شخص بغیر قتل کے شہید ہو مثلاً جو شخص پیٹ کی بیماری میں مرا یا طاعون میں مرا یا ڈوب کر مرا یا چھت یا دیوار کے نیچے آکر مرا یا عورت نفاس میں مری تو ان سب کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ ہمارے علم میں کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے البتہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ قول منقول ہے کہ نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ وہ شہید ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک عورت نفاس میں فوت ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ اور حضرت سعد بن معاذ شہید ہوئے اور آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (المغنی: ج:2، ص:207)

حنفیہ کا مذہب

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: جب کسی شہید کو میدان جنگ میں قتل کر دیا جائے تو ہمارے نزدیک اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ شہید کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کے متعلق فرمایا: انہیں ان کے خون کے ساتھ کپڑوں میں لپیٹ دو اور ان کو غسل مت دو کیونکہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اس کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد میں سے کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ نیز شہداء کی شہادت کی بناء پر گناہوں سے پاک ہو گئے اور نماز جنازہ میت کے لئے دعا اور شفاعت ہے اور وہ اس دعا اور شفاعت سے اس طرح مستغنی ہیں جس طرح غسل سے مستغنی ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے شہداء کو زندہ قرار دیا ہے اور نماز جنازہ مردے کی پڑھی جاتی ہے زندہ کی نہیں پڑھی جاتی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی حتیٰ کہ روایت ہے کہ آپ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھی اور اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جسد آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا آپ کے سامنے ایک ایک کر کے شہید کو لایا جاتا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ اس سے راوی نے یہ گمان کر لیا کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ شہداء احد میں سے کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی سو یہ ضعیف روایت ہے اور اس کی یہ بھی تاویل ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس دن بہت مشغول تھے کیونکہ ان کے والد محترم، ان کے بھائی اور ان کے ماموں سب شہید ہو گئے تھے اس لئے وہ مدینہ منورہ واپس چلے گئے تھے کہ ان لاشوں کو مدینہ منورہ لے جانے کی تدبیر کریں۔ سو جس وقت رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی وہ اس وقت حاضر نہ تھے اس وجہ سے انہوں نے نماز نہ پڑھنے کی روایت کی اور جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے نماز جنازہ پڑھنے کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے یہ حدیث روایت کی کہ آپ نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھ لی پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منادی سے یہ سنا "جس جگہ لاشیں گری ہیں ان کو اسی جگہ دفن کیا جائے" پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے اور اپنے والد محترم، بھائی اور ماموں کو احد میں دفن کر دیا۔ نیز نماز جنازہ میت کے اعزاز

اور اکرام کے لئے وضع کی گئی ہے اسی وجہ سے یہ مسلمانوں کے لئے خاص ہے اور رسول اللہ ﷺ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور اسباب کرامت کے متصف ہونے کے شہید زیادہ لائق ہے اور بندے کے گناہ ہر چند کہ شہادت سے دھل جاتے ہیں لیکن وہ کسی درجہ میں بھی دعا سے مستغنی نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور بلاشبہ نبی کریم ﷺ کا درجہ شہداء کے درجہ سے بہت زیادہ ہے باقی رہا شہید کا زندہ ہونا سو وہ احکام آخرت میں زندہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "بل احیاء عند ربھم" بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ اور احکام دنیا میں شہید مردہ ہوتا ہے، اس کی میراث تقسیم کی جاتی ہے اور عدت وفات پوری کرنے کے بعد اس کی عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے اور نماز جنازہ کی فرضیت دنیاوی احکام کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے شہید مردہ ہے اس لئے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

شہید کو اسی کے کپڑوں میں دفن کیا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو ان کے خون اور زخموں میں لپیٹ دو اور جو شخص میدان جہاد سے زندہ اٹھا کر بلایا گیا پھر وہ لوگوں کے ہاتھوں میں یا گھر آ کر مر گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ اب وہ ایسا ہے کہ جس میں رمق حیات باقی ہے۔ اور جو شخص میدان جنگ سے اٹھا کر مردہ لایا گیا دراں حالیکہ اس کے جسم پر قتل کئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہے اس کو بھی غسل دیا جائے گا۔

جس شخص کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اس کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے مال سے مدافعت کی ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کے پاس مارا گیا وہ شہید ہے اس لئے اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ جس شخص کو شہر میں کسی ہتھیار سے ظلماً قتل کر دیا گیا ہمارے نزدیک اس کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا ان کے نزدیک قتل عمد دیت کا موجب ہے اور جب اس کی جان کے بدلہ میں مال ادا کرنا واجب ہے تو اس کو غسل دیا جائے گا ہمارے نزدیک قتل عمد مال کو واجب نہیں کرتا اور یہ شخص ظلماً قتل کیا گیا ہے اور اس کا کوئی مالی عوض واجب نہیں ہے لہٰذا یہ شہید ہے اور قصاص بدل محض نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی سزا ہے اور ہمارا اعتماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہر میں قتل کیا گیا تھا اور آپ شہید تھے اور آپ کو غسل نہیں دیا گیا تھا اور اگر کسی شخص کو شہر میں کسی ہتھیار کے بغیر قتل کیا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ یہ قتل خطاء ہے اور اس میں دیت واجب ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو پتھر یا بڑی لاٹھی سے مار کر قتل کیا گیا تو صاحبین کے نزدیک وہ ہتھیار سے قتل کرنے کے برابر ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں غسل دیا جائے گا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ پتھر اور لاٹھی سے قتل کرنے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا وجوب قصاص میں اختلاف ہے صاحبین کے نزدیک اس صورت میں قصاص ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں دیت ہے۔ اگر کسی شخص کو قصاص میں قتل کیا گیا یا رجم کیا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ روایت ہے کہ جب حضرت ماعز کو رجم کیا گیا تو ان کے چچا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ماعز کو کتے کی طرح قتل کر دیا گیا اب آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کہو ماعز نے اتنی عظیم توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام روئے زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو کافی ہو جائے گی جاؤ اس کو غسل دو کفن پہناؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھو نیز اس لئے کہ شہید اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان خرچ کرتا ہے اور یہ بات حد اور قصاص میں قتل کئے جانے والے میں نہیں پائی جاتی کیونکہ اس کو دوسروں کے حق کی بناء پر قتل کیا جاتا ہے۔

جس مسلمان کو درندوں نے پھاڑ کھایا یا جو آگ میں جل گیا یا پہاڑ سے گر کر مر گیا یا دیوار یا چھت کے نیچے آ کر مر گیا یا ڈوب گیا ان کو دوسرے مردوں کی طرح غسل دیا جائے گا کیونکہ یہ امور احکام دنیا میں شرعاً معتبر نہیں ہیں اس طرح مرنے والے اور طبعی موت سے مرنے والے برابر ہیں اس طرح جو شخص محلہ میں مقتول پایا گیا اور اس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے اسے غسل دیا جائے گا کیونکہ وہ اپنی جان کے عوض مالی بدل کا مستحق ہے اور قسامت اور اس کی دیت اہل محلہ پر واجب ہے۔(المبسوط:ج:2،ص:49تا52)

غزوہ احد میں شہداء کی تعداد

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: ابن اسحاق نے پینسٹھ شہداء کا شمار کیا ہے جس میں سے چار مہاجر تھے اور باقی انصار تھے۔ حضرت حمزہ، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت شماس بن عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔(فتح الباری:ج:7،ص:375)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِیْ حَمْلِ الْجَنَازَةِ

باب: جنازہ کو اٹھانے کا بیان

1082- عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةً فَلْیَحْمِلْ بِجَوَانِبِ السَّرِیْرِ كُلِّهَا فَاِنَّهٗ مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ اِنْ شَاءَ فَلْیَتَطَوَّعْ وَاِنْ شَاءَ فَلْیَدَعْ ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ جَیِّدٌ ۔

ابوعبید کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آدمی جنازہ کے پیچھے چلے تو وہ اس کو چاروں جانب سے اٹھائے کیونکہ یہی سنت ہے پھر اگر چاہے تو اور بھی اٹھالے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث:9598، جامع الاحادیث: رقم الحدیث:45598، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1467، کنز العمال: رقم الحدیث:42336، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:11397)

1083- عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ مِنْ تَمَامِ اَجْرِ الْجَنَازَةِ اَنْ تُشَیِّعَهَا مِنْ اَهْلِهَا وَاَنْ تَحْمِلَ بِاَرْكَانِهَا الْاَرْبَعَةِ وَاَنْ تَحْثُوَ فِی الْقَبْرِ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ فِیْ مُصَنَّفِهٖ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِیٌّ ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنازہ کے پورے ثواب میں سے ہے کہ تو اس کو اس کے گھر سے الوداع کروائے اور چاروں پایوں سے اٹھائے اور قبر کے اندر مٹی کو ڈالے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:11399)

مذاہب فقہاء

جنازہ کو کندھا دینا ثواب کا کام ہے مگر اس کو کندھے دینے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میت کو کندھا دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی آگے والے دو پایوں کو اپنے دونوں کندھوں پر اٹھائے اور دوسرا آدمی پیچھے والے دونوں پایوں کو

دونوں کندھوں پر اٹھائے۔اور حنفیہ،حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک میت کو کندھا دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ چار اشخاص میں سے ہر شخص ایک ایک پائے کو کندھا دے۔

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ چار اشخاص جنازہ اٹھائیں ایک ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر صرف دو اشخاص نے جنازہ اٹھایا ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔(عالمگیری:ج:1،ص:162)

سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھے دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے دہنے سرہانے کندھا دے پھر دہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے: جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ نیز حدیث میں ہے: جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمادے گا۔(جوہرۃ النیرۃ،ص:139،عالمگیری:ج:1،ص:162،درمختار:ج:3،ص:159)

جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔(عالمگیری:ج:1،ص:162،درمختار:ج:3،ص:159)

چھوٹا بچہ شیر خوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لئے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔(عالمگیری:ج:1،ص:162،غنیۃ المستملی،ص:592)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ اَفْضَلِيَّةِ الْمَشْيِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ

باب: جنازہ کے پیچھے چلنے کے افضل ہونے کا بیان

1084- عَنْ طَاوٗسٍ قَالَ مَا مَشٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَاتَ اِلَّا خَلْفَ الْجَنَازَةِ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ صَحِيْحٌ ۔

طاؤس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے۔

(معجم الکبیر:رقم الحدیث:5853،مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:6262)

1085- وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ فِيْ جَنَازَةٍ وَّاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَمْشِيْ خَلْفَهَا فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ اَرَاكَ تَمْشِيْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَهٰذَانِ يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمَا اَنَّ فَضْلَ الْمَشْيِ خَلْفَهَا عَلَى الْمَشْيِ اَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَذِّ وَلٰكِنَّهُمَا اَحَبَّا اَنْ يَّتَيَسَّرَا عَلَى النَّاسِ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

عبدالرحمن بن ابزی کا بیان ہے کہ میں ایک جنازہ میں تھا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آگے آگے تھے جبکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے اس پر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میں آپ رضی اللہ عنہ کو جنازہ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں جبکہ یہ دونوں بزرگ آگے آگے چل رہے ہیں۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً انہیں پتہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے کی فضیلت اس کے آگے چلنے پر اس طرح ہے کہ جس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے پر ہے۔ مگر ان دونوں بزرگوں نے لوگوں کے لئے آسانی کو پسند فرمایا ہے۔ (البحر الزخار: رقم الحدیث: 467، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 27399، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6659، شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2762، کنز العمال: رقم الحدیث: 42874، مسند البزار: رقم الحدیث: 497، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 11353، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 2228)

1086- وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ لَهٗ كُنْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ فَاِنَّ مُقَدَّمَهَا لِلْمَلَآئِكَةِ وَخَلْفَهَا لِبَنِيْ اٰدَمَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد محترم نے انہیں ارشاد فرمایا: جنازہ کے پیچھے چلو کیونکہ اس کی آگے والی طرف ملائکہ کے لئے اور پیچھے والی طرف آدمیوں کے لئے ہے۔ (المؤطا: جز: 2، ص: 92)

مذاہب فقہاء

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے اور احناف کے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

علامہ ہمام شیخ ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: جنازہ کے ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلیں داہنے بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اس کو چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری: جز: 1، ص: 162)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب: جنازہ کے لئے کھڑے ہونا

1087- عَنْ عَامِرِ ابْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ اَوْ تُوْضَعَ ۔ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ ۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم جنازہ کو دیکھو تو اس وقت کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ وہ تم کو پیچھے چھوڑے یا زمین کے اوپر رکھ دیا جائے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1042، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1916، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 958، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3172، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1542، صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1265، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 7200، شرح السنۃ: رقم الحدیث: 1484، مسند الحمیدی: رقم الحدیث: 142، مسند احمد: رقم الحدیث: 15685)

1088- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّبِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس سے ایک جنازہ کا گزر ہوا تو اس پر نبی کریم ﷺ قیام فرما ہو گئے پس ہم نے بھی قیام کر لیا۔ ہم عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! یقیناً یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت تم جنازہ کو دیکھا کرو تو کھڑے ہو جایا کرو۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:543، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8628، سنن النسائی: رقم الحدیث: 1896، مسند احمد: رقم الحدیث: 13906، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 22)

1089- عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ مَسْعُوْدَ بْنَ الْحَكَمِ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِيْ شَاْنِ الْجَنَائِزِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَاِنَّمَا حَدَّثَ بِذٰلِكَ لِاَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَاَى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتّٰى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

نافع بن جبیر کا بیان ہے کہ مجھے مسعود بن حکم انصاری نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنازہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے یقیناً رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا پھر تشریف فرما ہو گئے اور یقیناً اس حدیث کو اس وجہ سے بیان کیا کہ نافع بن جبیر نے حضرت واقد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کھڑے رہے حتیٰ کہ جنازہ کو رکھ دیا گیا۔ (تہذیب الآثار: رقم الحدیث: 827، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1598، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 308، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 32، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 11638)

مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مسور بن مخرمہ، قتادہ، محمد بن سیرین، شعبی، نخعی، اسحاق بن ابراہیم اور عمر بن میمون نے کہا ہے کہ جب جنازہ کسی شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اس جنازہ کے لئے کھڑا ہو جائے۔ امام احمد اور محمد بن الحسن کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دوسروں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جس کے پاس سے جنازہ گزرے اس کا کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے اور جو لوگ جنازے کے پیچھے آ رہے ہوں ان کے لئے بھی جنازہ کو اتارنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے۔

علامہ فرماتے ہیں: دوسروں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ حضرات ہیں عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ، اسود، نافع، سعید بن جبیر، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور یہی عطاء بن ابی رباح، مجاہد اور ابو اسحاق کا قول ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب، ان کے صاحبزادے حضرت حسن، حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی یونہی روایت ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ جنازہ کے لئے قیام کا حکم منسوخ ہے۔ (شرح العینی: ج:8، ص:159)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنازہ کے لئے قیام کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بعد میں رسول اللہ ﷺ جنازہ کو دیکھ کر بیٹھ گئے تھے۔ سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، امام مالک بن انس، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

امام طحاوی عشاللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عامر بن ربیعہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھوتو کھڑے ہو جاؤ اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب جنازے کو رکھنے سے قبل بیٹھ جاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن ربیعہ کی حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

قاسم کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اہل جاہلیت جنازہ کے لئے قیام کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنازہ کے لئے قیام کا اصلاً انکار کرتی تھیں اور یہ خبر دیتی تھیں کہ یہ افعال جاہلیت میں سے ہیں۔ (شرح ابن بطال: ج:3،ص:293)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ نَسْخِ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب: جنازہ کے لئے قیام کے منسوخ ہونے کا بیان

1090- وَعَنْهُ عَنْ مَسْعُوْدِ بْنِ الْحَكَمِ الزُّرَقِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِرَحْبَةِ الْكُوْفَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالطَّحَاوِيُّ وَالْحَازِمِيُّ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

نافع بن جبیر کا بیان ہے کہ مسعود بن حکم زرقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو میدان کوفہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنازہ میں قیام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ پھر اس کے بعد بیٹھ گئے اور ہم کو بھی بیٹھ جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (الموطا: ج:1،ص:232،تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث:265،تہذیب الآثار مسند عمر بن خطاب: رقم الحدیث:825،جامع الاحادیث: رقم الحدیث:34306،جامع الاصول: رقم الحدیث:8632،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:6675،شرح السنۃ: ج:1،ص:366،شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2801،صحیح ابن حبان: ج:7،ص:327)

1091- وَعَنْ اِسْمَاعِيْلَ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ جَنَازَةً بِالْعِرَاقِ فَرَاَيْتُ رِجَالاً قِيَامًا يَنْتَظِرُوْنَ اَنْ تُوْضَعَ وَرَاَيْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُشِيْرُ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ بَعْدَ الْقِيَامِ ۔ رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ ۔

اسماعیل زرقی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں عراق میں ایک جنازہ کے ساتھ شریک ہوا تو بعض لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا جو کہ میت کے رکھے جانے کے منتظر تھے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ان کی جانب اشارہ کر رہے ہیں بیٹھ جاؤ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں قیام کے بعد بیٹھ جانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث:268،تہذیب الآثار مسند عمر بن خطاب: رقم الحدیث:827،سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:6679،شرح معانی الآثار: رقم الحدیث:2802،مسند البزار: رقم الحدیث:909)

1092- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ تَذَاكَرْنَا الْقِيَامَ إِلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ قَدْ كُنَّا نَقُوْمُ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذٰلِكَ وَاَنْتُمْ يَهُوْدُ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

زید بن وہب کا بیان ہے کہ ہم نے آپس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہونے کا تذکرہ کیا تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بھی کھڑے ہوا کرتے تھے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تب تھا کہ جس وقت تم یہود تھے۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 2808)

اس باب کی شرح پچھلے باب کے تحت بیان ہو چکی ہے لہٰذا وہاں دیکھ لیجئے۔

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ ہوں یونہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہونا ضروری نہیں ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اٹھ کر ساتھ چلا جائے۔ (عالمگیری: جز: 1، ص: 162)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الدَّفْنِ وَبَعْضِ اَحْكَامِ الْقُبُوْرِ

باب: دفن اور قبور کے بعض احکام کا بیان

1093- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَلْحَدُ وَآخَرُ يَضْرَحُ فَقَالُوْا نَسْتَخِيْرُ رَبَّنَا وَنَبْعَثُ اِلَيْهِمَا فَاَيُّهُمَا سُبِقَ تَرَكْنَاهُ فَاُرْسِلَ اِلَيْهِمَا فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ فَلَحَدُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَآخَرُوْنَ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو مدینہ منورہ میں ایک آدمی تھا جو لحد کو بنایا کرتا تھا اور ایک اور تھا جو شق کو بنایا کرتا تھا لوگ کہنے لگے: ہم اپنے رب تعالیٰ سے بہتری کے طالب ہیں اور ان دونوں کے پاس پیغام بھیجتے ہیں تو جو ان دونوں میں سے پہلے پہل آئے گا اس کو ہم مامور کر دیں گے۔ پس دونوں کے پاس پیغام بھیجا گیا تو پہلے لحد بنانے والا آ پہنچا چنانچہ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے لحد بنائی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8848، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1546، شرح مشکل الآثار: رقم الحدیث: 2832، مسند احمد: رقم الحدیث: 11965، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 1557، مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث: 2370)

1094- وَعَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ اَوْصَى الْحَارِثُ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الرِّجْلِ وَقَالَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ . رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .

ابواسحاق کا بیان ہے کہ حارث نے یہ وصیت کی کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ ادا کروائیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر انہیں قبر میں پاؤں کی طرف سے داخل کیا اور ارشاد فرمایا: یہ سنت ہے۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 8647، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2796، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6844، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 3211، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 2318)

1095- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْخِلُوْنَ الْمَيِّتَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ خِرَاشٍ وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَضَعَّفَهُ جَمَاعَةٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میت کو قبلہ کی طرف سے داخل فرمایا کرتے تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11112)

1096- وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اَدْخَلَ يَزِيْدَ بْنَ الْمُكَفَّفِ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ ۔ رَوَاهُ عَبْدُالرَّزَّاقِ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلّٰى ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے یزید بن مکف کو قبلہ کی طرف سے داخل فرمایا۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 6472)

1097- وَعَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ شَهِدْتُّ جَنَازَةَ الْحَارِثِ فَمَدُّوْا عَلٰى قَبْرِهٖ ثَوْبًا فَجَبَذَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَالَ اِنَّمَا هُوَ رَجُلٌ ۔ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

ابواسحاق کا بیان ہے کہ میں حارث کے جنازہ کے وقت حاضر تھا لوگوں نے ان کی قبر پر ایک چادر کو کھینچا اس پر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اسے کھینچ کر ارشاد فرمایا: یہ تو مرد ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 11785)

1098- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَاٰخَرُوْنَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا تو اس وقت بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ پڑھا کرتے۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 1949، مستدرک: رقم الحدیث: 1354، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8336، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2798، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1539، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6850، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 967، کنز العمال: رقم الحدیث: 18510، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 419، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 11817، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 2321)

1099- وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ اِلْحَدُوْا لِيْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاٰخَرُوْنَ ۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیماری کے اندر جس میں وصال فرما گئے تھے ارشاد فرمایا: میرے واسطے لحد کو تیار کر دینا پھر میرے اوپر کچی اینٹ کو کھڑا کر دینا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:534، جامع الاصول: رقم الحدیث:8545، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:6407، صحیح مسلم: رقم الحدیث:1606، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:966، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:2139)

1100- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلٰى جِنَازَةٍ ثُمَّ أَتٰى قَبْرَ الْمَيِّتِ فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلَاثًا . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِيْ دَاوٗدَ وَصَحَّحَهٗ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز ادا فرمائی پھر میت کی قبر کے پاس تشریف لے کر آئے اور اس پر سر کی طرف سے تین دفعہ مٹی کو ڈالا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث:4673، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1554، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1002)

1101- وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا أُمَّهْ اِكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَكَشَفَتْ لِيْ عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُوْرٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَّلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ . رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَاٰخَرُوْنَ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ مَسْتُوْرٌ .

قاسم کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: میری اماں جان! میرے لئے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صاحبین کی قبروں کو کھولئے تو انہوں نے میرے واسطے تینوں قبروں کو کھولا جو نہ تو کافی بلند تھیں اور نہ ہی زمین سے متصل تھیں۔ ان پر مقام عرصہ کی سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:2803، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:6549، مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث:4571، جامع الاصول: رقم الحدیث:8548، مستدرک: رقم الحدیث:1368، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:538)

1102- وَعَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهٗ حَدَّثَهٗ أَنَّهٗ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

سفیان تمار کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو کوہان کی مانند بنا ہوا دیکھا۔ (مسند الصحابۃ: رقم الحدیث:1390، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:23276، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:2، ص:538، جامع الاصول: رقم الحدیث:8549، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:6551، صحیح البخاری: رقم الحدیث:1302)

1103- وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ الرَّشَّ عَلَى الْقَبْرِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّالْبَيْهَقِيُّ وَإِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ .

جعفر بن محمد اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں تھا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث:6530، معرفۃ السنن: رقم الحدیث:2326)

1104- وَعَنْهُ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهٖ إِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ .

رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَاِسْنَادُهٗ مُرْسَلٌ جَیِّدٌ ۔

جعفر بن محمد اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور اس کے اوپر کنکروں کو رکھا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6531 شرح السنۃ: جز: 1، ص: 372)

1105- وَعَنْهُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلٰی قَبْرِهِ الْمَاءَ وَوَضَعَ عَلَیْهِ حَصْبَاءً مِّنْ حَصْبَاءِ الْعَرْصَةِ وَرَفَعَ قَبْرَهٗ قَدْرَ شِبْرٍ ۔ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ وَهُوَ مُرْسَلٌ ۔

یہی (جعفر بن محمد) اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے آپ (حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ) کی قبر انور پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور اس کے اوپر عصر والے کنکروں کو رکھا اور آپ کی قبر کو ایک بالشت کی مقدار بلند فرمایا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 6528، معرفۃ السنن: رقم الحدیث: 2324)

1106- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْهِ وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْهِ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر چونے کے پتھر لگانے، اس کے اوپر بیٹھنے اور اس کے اوپر عمارت کو بنانے سے روکا۔ (سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 2154، مستدرک: رقم الحدیث: 1369، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 580، جامع الاصول: رقم الحدیث: 8652، سنن النسائی: رقم الحدیث: 2000، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1610، کنز العمال: رقم الحدیث: 42575، مسند احمد: رقم الحدیث: 13634، مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 2027، مسند عبد بن حمید: رقم الحدیث: 1075)

1107- وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَاسْاَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ یُسْاَلُ ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَصَحَّحَهُ الْحَاکِمُ ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت میت کے دفن ہونے سے فراغت پالیتے تو اس کے اوپر کھڑے ہو کر فرمایا کرتے: اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے واسطے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اس لئے کہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 3221، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2804)

قبر کی دو اقسام

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ صاحب نعمۃ الودود لکھتے ہیں: قبر کی دو اقسام ہیں لحد اور شق، شق وہی ہے جو ہمارے ہاں رائج ہے یعنی سیدھی قبر اور لحد بغلی قبر یعنی زمین شق کرنے کے بعد قبلہ کی جانب میں رکھا غار نما گڑھا کھود دیا جاتا ہے پھر میت کو اس میں رکھ دیا جاتا ہے پیچھے کی جانب سے اس کو پاٹ دیا کرتے ہیں جہاں کی زمین سخت ہو وہاں یہ قبر بن سکتی ہے جائز دونوں صورتیں ہیں۔
(نعمۃ الودود: ج: 9، ص: 97)

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: قبر دو قسم ہے لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میت کے رکھنے

کی جگہ کھودیں اور صندوق وہ جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے لحد سنت ہے اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں اور نرم زمین ہو تو صندوق میں حرج نہیں۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 413)

قبر بنانے کی کیفیت میں مذاہب اربعہ

قبر کو مساوی کرنے یا نہ کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ قبر کو زمین سے زیادہ بلند نہ کیا جائے نہ کوہان کی شکل میں بنایا جائے بلکہ ایک بالشت بلند کر کے ہموار مسطح بنائی جائے۔

(شرح للنواوی: ج: 1، ص: 312)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ سنوسی مالکی متوفی 895ھ لکھتے ہیں: علامہ اشہب فرماتے ہیں قبر کو کوہان کی شکل میں بنانا چوکور بنانے کی بہ نسبت پسندیدہ ہے۔ (مکمل اکمال الاکمال: ج: 3، ص: 97)

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ قبر کو کوہان کی شکل میں بنایا جائے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 3، ص: 97)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے۔

(المغنی: ج: 2، ص: 192)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: قبر کو کوہان نما بنانا مسطح بنانے سے افضل ہے امام مالک، ابوحنیفہ، امام احمد اور ثوری رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قبر کو مسطح بنانا افضل ہے۔ (المغنی: ج: 3، ص: 176)

حنفیہ کا مذہب

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ لکھتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: قبر کس چیز کی بنائی جائے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کچی اینٹوں اور سرکنڈوں سے۔ میں نے کہا: کیا آپ پختہ اینٹوں کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: مجھے بتلایئے کہ قبر چوکور بنائی جائے یا کوہان کی شکل میں؟ فرمایا: کوہان کی شکل میں بنائی جائے اور چوکور نہ بنائی جائے۔ میں نے کہا: کیا آپ پختہ قبر بنانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ (المبسوط: ج: 1، ص: 422)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ابوبکر بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ سفیان تمار نے بیان کیا: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا وہ کوہان کی شکل میں بنی ہوئی تھی اور ابن ابی شیبہ نے سفیان سے روایت کیا کہ میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ہے میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کی قبریں کوہان کی شکل میں تھیں۔(فتح القدیر:جز:2،ص:101)

علامہ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان اور اس پر پانی چھڑکنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور قبر ایک بالشت اونچی ہو یا کچھ خفیف زیادہ۔(عالمگیری:جز:1،ص:166،ردالمحتار:جز:3،ص:168)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی 616ھ لکھتے ہیں: قبر کو کوہان کی طرز پر بنانا چاہئے وہ زمین سے ایک بالشت یا کچھ زیادہ اونچی ہو اس سے زیادہ اونچی نہ بنائی جائے۔(المحیط البرہانی:جز:3،ص:92)

میت کو قبر میں اتارنے کی کیفیت میں مذاہب فقہاء

میت کو قبر میں اتارنے کی کیفیت میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک میت کو قبر کے پائنتانہ سے اتارنا اولی ہے اس صورت میں چارپائی کو لمبائی میں قبر کے نیچے کی جانب رکھ دیا جائے گا اور پھر اسے قبر میں سر کی جانب سے اتارا جائے گا۔اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میت کو قبر کی قبلہ کی جانب سے اتارا جائے۔

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ صاحب نعمۃ الودود لکھتے ہیں: احناف کے نزدیک میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارا جائے یعنی میت کی چارپائی کو دائیں جانب سے اس کے عرض میں رکھا جائے اور پھر اس کے پورے جسم کو ایک ساتھ اس میں داخل کر دیا جائے اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک میت کو قبر کے پائنتانہ سے داخل کرنا اولیٰ ہے اس صورت میں میت کی چارپائی کو طولاً قبر کے نیچے کی طرف رکھا جائے گا اور پھر بتدریج اس کو قبر میں سر کی جانب سے داخل کیا جائے گا اور ایک تیسرا طریقہ بھی ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے کہ میت کو قبر میں قبر کے سرہانے کی جانب سے داخل کیا جائے۔(نعمۃ الودود:جز:9،ص:102)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1086ھ لکھتے ہیں: جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے یوں نہیں کہ قبر کی پائینتی رکھیں اور سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔(درمختار:جز:3،ص:166)

میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ میت کو زمین پر رکھ کر اور چاروں طرف سے دیواریں قائم کر کے بند کر دیں۔(عالمگیری:جز:1،ص:165)

میت کو قبر میں رکھتے وقت دعا پڑھنا

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: میت کو قبر میں جب رکھیں تو یہ دعا پڑھیں:

بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ۔(عالمگیری:جز:1،ص:166)

اور یہ الفاظ بھی پڑھ سکتے ہیں: بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ

قبر میں پکی اینٹیں استعمال کی جائیں یا کچی اینٹیں؟

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: قبر کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم سے قریب ہے پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔(عالمگیری:جز:1،ص:166)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کردیں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے۔ (درمختار ورد المحتار: ج:3،ص:167)

قبر کے پاس کتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے

علامہ ابوبکر بن علی بن حداد حنفی متوفی 800ھ لکھتے ہیں: دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے گوشت تقسیم کردیا جائے کہ ان کے رہنے سے میت کو انس ہوگا اور نکیرین کا جواب دینے میں وحشت نہ ہوگی اور اتنی دیر تلاوت قرآن مجید اور میت کے لئے دعا اور استغفار کریں اور یہ دعا کریں کہ سوال نکیرین کے جواب میں ثابت قدم رہے۔

(جوہرۃ النیرۃ ،ص:141)

قبر پر عمارت کے متعلق مذاہب اربعہ

قبر پر عمارت بنانے کے حکم میں مذاہب اربعہ حسب ذیل ہیں:

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابوعبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: قبر کو پختہ کرنا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے۔

(المغنی: ج:2،ص:192)

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:3،ص:99)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے۔

(شرح للنووی: ج:1،ص:312)

حنفیہ کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ابوبکر بن عباس سے روایت کیا ہے کہ سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا وہ کوہان کی شکل میں بنی ہوئی تھی اور ابن ابی شیبہ نے سفیان سے روایت کیا کہ میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں کوہان کی شکل میں تھیں۔ (فتح القدیر: ج:2،ص:101)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: علماء و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے۔ (درمختار: ج:3،ص:169)

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: جب (قبر پر) خیمہ کسی فائدہ کی بناء پر لگایا جائے مثلاً تاکہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ

کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی (حدیث میں) ممانعت نہیں ہے اور سلف صالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں۔ (مرقات: جز:4، ص:69)

علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی متوفی 973ھ لکھتے ہیں: میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گنبد بنانے، تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گنبد اور چادریں صرف انبیاء کرام علیہم السلام اور اکابر اولیاء کی شان کے لائق ہیں رہے ہم تو ہمیں لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا چاہیے۔ (لواقح الانوار القدسیہ، ص:593)

شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریہ لکھتے ہیں: کشف النور میں شیخ عبدالغنی نابلسی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بدعات حسنہ شارع کے مقصود کے موافق ہو وہ سنت کہلاتی ہے لہٰذا علماء اور صلحاء کی قبور پر گنبد بنانا اور ان کی قبروں پر چادریں اور عمامے چڑھانا جائز کام ہے جبکہ اس سے یہ مقصود ہو کہ عوام کی نگاہوں میں ان کی تعظیم پیدا کی جائے تاکہ وہ صاحب قبر کو معمول نہ سمجھیں اسی طرح ان کی قبروں کے پاس قندیلوں اور شمعوں کو روشن کرنا بھی باب تعظیم سے ہے کیونکہ اس میں نیک مقصد ہے اور تیل اور شمعوں کی نذر اولیاء اللہ کے لئے ہوتی ہے جو ان کی قبروں پر ان کی تعظیم اور ان سے محبت کے اظہار کے لئے جلائی جاتی ہیں یہ بھی ایک جائز کام ہے اس سے منع نہ کرنا چاہیے۔ (تقریرات رافعی: جز:1، ص:123)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ لِلْمَيِّتِ

باب: میت کے واسطے قرآن مجید پڑھنا

1108- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ بْنِ اللَّجْلَاجِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ لِيْ اَبِي اللَّجْلَاجُ اَبُوْ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا بُنَيَّ اِذَا اَنَا مِتُّ فَالْحَدْلِيْ فَاِذَا وَضَعْتَنِيْ فِيْ لَحْدِيْ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سُنَّ عَلَيَّ التُّرَابَ سَنًّا ثُمَّ اقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِيْ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَخَاتِمَتِهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ الْكَبِيْرِ وَاِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ ۔

عبدالرحمن بن علاء بن الجلاج اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد محترم حضرت اللجلاج ابو خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! جس وقت میں انتقال کر جاؤں تو میرے واسطے لحد بنانا جس وقت تم مجھے میری لحد میں رکھو تو بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھنا پھر میرے اوپر مٹی برابر کر دینا پھر میرے سر کے پاس سورہ بقرہ ابتدائی اور اس کی آخری آیات کو پڑھنا کیونکہ اسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 491)

دو ابحاث

اس باب کے تحت دو ابحاث ذکر کی جاتی ہیں ایک بحث تو یہ ہے کہ جب میت کو دفن کر دیا جائے تو اس وقت قبر کے سرہانے الٓمٓ سے مفلحون کا پڑھنا اور پائینتی کی جانب امن الرسول سے ختم سورت تک پڑھنے کا حکم اور دوسری بحث یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر میت کو

ایصال ثواب کرنے کا حکم۔

پہلی بحث: دفن کے بعد سورہ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا

علامہ ابوبکر بن علی حداد حنفی متوفی 800ھ لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کا اول وآخر پڑھیں سرہانے پر الٓم سے مفلحون تک اور پائنتی کی جانب امن الرسول سے ختم سورت تک پڑھیں۔ (جوہرۃ النیرہ، ص: 141)

دوسری بحث: ایصال ثواب کا حکم

میت کو قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرنا اور اسی طرح میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

فقہاء کرام کے اقوال سے ایصال ثواب کا ثبوت

فقہاء کرام نے اس بات پر تصریح فرمائی ہے میت کو قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کرنا اور میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے۔ ان فقہاء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: دوسرے کی طرف سے حج کرنے میں اصل یہ ہے کہ انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا کوئی اور عمل (مثلاً تلاوت اور اذکار) یہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو سرمئی رنگ کے خصی مینڈھے ذبح کئے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے جب آپ نے ان مینڈھوں کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا تو یہ دعا پڑھی: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ (الانعام: 79) اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (الانعام: 162 تا 163) اے اللہ عزوجل! یہ تیری طرف سے اور تیرے لئے ہے محمد کی طرف سے اور اس کی امت کی طرف سے بسم اللہ واللہ اکبر پر آپ نے ان کو ذبح کر دیا۔

آپ نے دو مینڈھوں میں سے ایک کی قربانی امت کی طرف سے کی ہے اور عبادات کئی اقسام کی ہیں۔ مالیہ محضہ مثلاً زکوۃ، بدنیہ محضہ مثلاً نماز ان دونوں سے مرکب مثلاً حج اور قسم اول میں نیابت مطلقاً جاری ہوتی ہے خواہ حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار ہو کیونکہ نائب کے فعل سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور قسم ثانی میں نیابت جاری نہیں ہوتی کیونکہ اس میں مقصود ہے نفس کو مشقت میں ڈالنا اور وہ اس سے حاصل نہیں ہوتا اور قسم ثالث اس میں عجز کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے کیونکہ اس میں مال کے کم ہونے سے مشقت حاصل ہوتی ہے اور جب انسان عاجز نہ ہو بلکہ قادر ہو کیونکہ اس میں نفس کو تھکانے کی مشقت نہیں ہے اور شرط یہ ہے کہ موت تک دائمی عجز رہے کیونکہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے اور حج نفلی میں نیابت مطلقاً جائز ہے اور حالت قدرت میں بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں وسعت ہے پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہو گا جس کی طرف سے حج کیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خثعمی عورت سے فرمایا تھا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو اور امام محمد کا ایک قول یہ ہے کہ حج، حج کرنے

والے کا ہوگا اور حج کرانے والے کے لئے مال خرچ کرنے کا ثواب ہوگا کیونکہ یہ عبادت بدنیہ ہے اور عجز کی صورت میں مال خرچ کرنے کو عبادت کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ جیسے روزہ میں فدیہ دینے کو روزے کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ (ہدایہ اولین: ص296 تا 297)

علامہ سیّد محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سیّد محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: معتزلہ ایصال ثواب کی نفی اس آیت سے کرتے ہیں:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ (النجم:39)

لیکن یہ آیت یا منسوخ ہے یا مقید ہے یعنی سابقہ امتوں کو یا کافر کو صرف اپنی سعی کا اجر ملے گا۔ سابقہ امتوں کے مومنوں کو آخرت میں اور کافر کو صرف دنیا میں کیونکہ بہ کثرت ایسی احادیث مبارکہ مروی ہیں جو اس تقیید کا تقاضا کرتی ہیں۔

حجاج بن دینار روایت کرتے ہیں کہ

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ میرے ماں باپ ہیں جن کے ساتھ میں زندگی میں نیکی کرتا تھا اب میں ان کی موت کے بعد کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی اس طرح ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:3، ص:387)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سنا۔ ایک شخص کہہ رہا تھا شبرمہ کی طرف سے لبیک۔ آپ ﷺ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے عرض کیا۔ میرا بھائی یا میرا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:2903)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا وہ قیامت کے دن ابرار کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دار قطنی: رقم الحدیث:2574)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

(سنن دار قطنی: ج:2، ص:259)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔

(سنن دار قطنی: رقم الحدیث:2576)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا

جی ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 2577)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝" پڑھا پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں اتنی بار پڑھنے کا اس کو اجر ملے گا۔ (جمع الجوامع: رقم الحدیث: 23152)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قبرستان میں جا کر سورہ یٰس پڑھی (اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچایا) اللہ تعالیٰ اس دن ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ (ردالمحتار: ج: 4، ص: 12، 13، 15، 28)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

1- امام ابوبکر نجار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔

2- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یٰسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

3- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ یٰس کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

4- امام ابوحفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا:

الحمد لله رب العلمين رب السمٰوات ورب الارض رب العلمين وله الكبرياء في السمٰوات والارض وهو العزيز الحكيم رب السمٰوات ورب الارض رب العلمين وله العظمة في السمٰوات والارض وهو العزيز الحكيم هو الملك رب السمٰوات ورب الارض ورب العلمين وله النور في السمٰوات والارض وهو العزيز الحكيم ۔

پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا۔ یہ احادیث مبارکہ ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے اور اس کا ان کو ثواب پہنچتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (حشر:10)

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں۔

بعض احادیث مبارکہ یہ ہیں۔

1- نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما۔

2- نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔

نیز احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

1- امام دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

2- کتاب القاضی میں امام ابو الحسین بن الفراء، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کی طرف سے حج کریں اور ان کے لئے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

3- حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میرا باپ فوت ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔

4- ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

5- حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! میری ماں فوت ہو گئی! اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں!

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى○

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (خود) سعی کرتا ہے۔

تو اس آیت کریمہ میں علماء کرام کے آٹھ اقوال ہیں:

1-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (طور:21)
''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔''
اس آیت کریمہ میں بتایا ہے کہ ماں باپ کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

2-عکرمہ نے کہا کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس امت کو اس کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے۔
اور ان کے لئے جو سعی کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

3-ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔

4-حسین بن فضل نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لئے جو سعی کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔

5-ابو وراق نے کہا۔ مَا سَعٰی کا معنیٰ ہے مانوی یعنی انسان کو صرف اس کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

6-ثعلبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزاء ملتی ہے آخرت میں اس کے لئے صرف سزا ہے۔

7-اس آیت میں لام بمعنی عَلٰی ہے یعنی انسان کو صرف اس کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔

8-علامہ ابن الزغوانی نے کہا انسان کو صرف اس کے عمل کی جزا ملتی ہے لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن مجید پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لئے قرآن مجید پڑھے یا دین کی خدمت کرے جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:119)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی کا قول

علامہ ہمام شیخ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ ہو یا کوئی اور نیک عمل جیسے حج اور قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار اور انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کی زیارت اور شہداء اور اولیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت اور مردوں کو کفن دینا اور تمام نیکی کے کام اسی طرح غایت لسروجی شرح ہدایہ میں ہے۔

(عالمگیری: ج:1، ص:257)

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی کا قول

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک انسان کے لئے اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچانا جائز ہے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا ان کے علاوہ کوئی اور عمل ہو۔ یہ چیز کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ رہا یہ کہ حدیث مبارکہ میں ہے کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی

کی طرف سے نماز پڑھنے سے اس کا فرض ساقط نہیں ہوگا اس میں ایصال ثواب کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب زندہ یا مردوں کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح بدائع میں ہے اور اس سے معلوم ہو گیا کہ زندہ اور مردہ دونوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے اور انسان فعل کے وقت اپنی نیت کرے یا اپنے غیر کی نیت کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ ہر حال میں دوسرے کو ثواب پہنچا سکتا ہے اور میں نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص اجرت لے کر ثواب پہنچائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور بظاہر یہ صحیح نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے جو علی الاطلاق ایصال ثواب کو جائز کہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ فرض اور نفل میں کوئی فرق نہ ہو پس جب کسی شخص نے فرض پڑھا اور اس کا ثواب غیر کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے لیکن فرض کا ثواب پہنچانے والے پر دوبارہ فرض پڑھنا لازم نہیں ہوگا کیونکہ ثواب پہنچانے والے کے لیے ثواب کا نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ثواب پہنچانے والے سے فرضیت ساقط نہ ہو لیکن میں نے اس کی نقل نہیں دیکھی۔ (البحر الرائق: جز:3، ص63 تا64)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی کا قول

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: امام دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھی اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیا تو اس شخص کو مردوں کے عدد کے برابر اجر دیا جائے گا۔ (مراقی الفلاح: ص:277)

علامہ احمد بن محمد طحطاوی حنفی کا قول

علامہ احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے زندہ یا مردہ کو پہنچا دے اور ثواب پہنچانے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی کیونکہ امام طبرانی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفلی صدقہ کرے تو وہ اپنے والدین کی طرف سے کرے اس کے والدین کو اجر ملے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:276)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصولی ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا اور رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کسی چیز کو ناجائز و ناروا کہہ دینا خدا اور رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرنا ہے ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:4، ص:195)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کریں اور مساکین کو دیں اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر محتاج ہے تو کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کے لئے حکم بھی دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایصال ثواب کیا اور آج تک کے

مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شرینی پر ایصال ثواب یہ سب جائز ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:4، ص:218)

ایک اور مقام پر راقم ہیں:

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے، اور یہ تعینات عرفیہ ہیں ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:4، ص:219)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غیر کی طرف سے صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور یہ احادیث مبارکہ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ٥ کی مخصص ہیں۔

جو شخص ایصال ثواب کرتا ہے اس کو بھی اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اگر کوئی شخص اجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتا ہے تو کیا تلاوت کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے ہمارے شیخ ابوعبداللہ کہتے ہیں ان دونوں کو اجر ملے گا اور اجرت لینے کی وجہ سے پڑھنے والے کا ثواب باطل نہیں ہوگا جس طرح کوئی شخص اجرت لے کر نماز پڑھاتا ہے تو جماعت کا ثواب امام اور نمازیوں دونوں کو ملتا ہے اور اجرت لینے کی وجہ سے امامت کا اجر باطل نہیں ہوتا اسی طرح تلاوت کی اجرت لینے سے قرآن پڑھنے والوں کا اجر باطل نہیں ہو گا۔ (اکمال اکمال المعلم، ج:4، ص:344 تا 345)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی کا قول

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کو نفع دیتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی اس سے نفع ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ٥ (نجم:39) ''انسان کو صرف اپنی کوشش کا اجر ملتا ہے۔'' اس کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس کے لئے ایصال ثواب کرے تو اس کو اس کا اجر نہیں ملے گا لیکن اس باب کی احادیث مبارکہ اس آیت کے عموم کے لئے مخصص ہیں مسلمانوں کا اس پر بھی اجماع ہے کہ وارث پر میت کی طرف سے صدقہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے البتہ اگر میت پر حقوق مالیہ ثابت ہوں اور اس نے مال چھوڑا ہو ان حقوق کو ادا کرنا واجب ہے خواہ میت نے ان کو ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ میت کے مال سے اللہ تعالیٰ کے قرض اور حقوق ادا کئے جائیں مثلاً زکوۃ، حج، نذر، کفارہ اور روزوں کا فدیہ، اسی طرح لوگوں کے قرض ادا کئے جائیں اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو ورثاء پر واجب نہیں ہے لیکن ورثاء اور دوسرے مسلمانوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی طرف سے تبرعاً میت کے حقوق مالیہ ادا کر دیں۔ (شرح للنواوی، ج:2، ص:41)

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی کا قول

علامہ عبداللہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جس شخص پر حج فرض ہو یا اس نے حج کی نذر مانی ہو اور وہ خروج حج کرنے پر

قادر ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا فرض، حج یا نذر مانا حج کسی سے کرائے اور نفلی حج کی دو صورتیں ہیں۔
1- اس نے حجۃ الاسلام نہیں کیا تو وہ نہ خود نفلی حج کر سکتا ہے نہ کسی سے نفلی حج کرا سکتا ہے۔
2- اس نے حجۃ الاسلام کر لیا ہے تو وہ کسی سے نفلی حج کرا سکتا ہو خواہ وہ خود حج کر سکتا ہو یا عاجز ہو۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اگر وہ شخص خود حج کرنے سے عاجز ہو یا بہت بوڑھا ہو تو وہ کسی اور شخص سے حج کرا سکتا ہے۔ (المغنی: ج:3، ص:93)
مزید راقم ہیں:
جس شخص کے ماں باپ فوت ہو چکے ہوں یا حج کرنے سے عاجز ہوں اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ ان کی طرف سے حج کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورزین کو یہ حکم دیا: "حج عن ابیك واعتمر" اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو، اور ایک عورت نے آپ سے سوال کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خواہ وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے فرض حج کرے یا حج نفل کرے۔
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے تو وہ حج اس کی طرف سے اور اس کے ماں باپ کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص نیکو کار لکھا جاتا ہے۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا قرض ادا کیا تو وہ قیامت کے دن نیکو کاروں میں اٹھایا جائے گا۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ یا اپنی ماں کی طرف سے حج کیا تو اس کا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ (المغنی: ج:3، ص:102)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی کا قول

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی 728ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے: "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝" (النجم:39)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب ابن آدم مر جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:1631)
کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے پاس نیک اعمال سے کوئی چیز نہیں پہنچتی؟
شیخ ابن تیمیہ نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ اس آیت کریمہ میں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بات نہیں ہے کہ میت کو مخلوق کی دعاؤں سے نفع نہیں پہنچتا اور نہ یہ بات ہے کہ اس کی طرف سے جو نیک عمل کئے جائیں وہ اس کو نہیں پہنچتے بلکہ اہل اسلام اس پر متفق ہیں کہ میت کو ان چیزوں سے نفع پہنچتا ہے اور اس پر کتاب، سنت اور اجماع ہے دلائل ہیں اور جو اس کی مخالفت کرے وہ اہل بدعت سے ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ

يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (المومن:8،7)

”عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور جو ان کے اردگرد ہیں اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کا اپنی مغفرت اور اپنے علم سے احاطہ کیا ہوا ہے سو تو ان کو بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی اتباع کریں اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! تو ان کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں بے شک تو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے لئے مغفرت کی، عذاب سے بچانے کی اور دخول جنت کی دعا کرتے ہیں اور فرشتوں کی یہ دعا بندہ کا عمل نہیں ہے اور اس سے بندہ کو نفع ہوتا ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ انسان کو اس کے غیر کے عمل سے نفع پہنچا۔

اسی طرح ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ حکم دیا:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ محمد(19)

آپ اپنے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت طلب کیجئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم:41)

اے میرے رب! میرے لئے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لئے اور مومنوں کے لئے جس دن حساب ہوگا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ (نوح:28)

”اے میرے رب! میرے لئے مغفرت فرما اور میرے والدین کے لئے اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے۔“

یہ نبیوں اور رسولوں کی دعائیں اپنی امت اور مومنوں کے لئے ہیں اور ان کی یہ دعائیں انسان کے اعمال کا غیر ہیں اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے گا اور ان۔ سے انسان کو نفع ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

سنن متواترہ سے دوسروں کے اعمال کا نفع آور ہونا ثابت ہے جن کا انکار کفر ہے مثلاً مسلمانوں کا میت کی نماز جنازہ پڑھنا اور نماز میں ان کے لئے دعا کرنا اسی طرح قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کا شفاعت کرنا کیونکہ ان کے ثبوت میں احادیث متواترہ ہیں بلکہ مرتکب کبائر کی شفاعت کا اہل بدعت کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا اور یہ ثابت ہے کہ آپ اہل کبائر کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس سے سوال کرنا ہے پس یہ امور اور ان کی امثال قرآن مجید اور سنن متواترہ سے ثابت ہیں اور ایسی چیزوں

کا منکر کافر ہے اور ایسی چیزیں احادیث صحیحہ سے بہ کثرت ثابت ہیں۔

1- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میری ماں کا انتقال ہو گیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس نے کہا۔ میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 669)

2- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو کچھ صدقہ کرتیں پس اگر ان میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا اس سے ان کو نفع ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1388)

3- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1630)

4- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

العاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ وہ سو اونٹ ذبح کرے گا اور ہشام بن العاص نے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے اور عمرو نے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا باپ توحید کا اقرار کرتا پھر اس کی طرف سے روزہ رکھتے یا صدقہ کرتے تو اس کو نفع ہوتا۔ (مسند احمد، ج: 2، ص: 182)

5- سنن دارقطنی میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ تھے میں زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرتا تھا اب میں ان کی وفات کے بعد کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب ان کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کے لئے صدقہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: 3، ص: 387)

6- امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے شروع میں ابواسحاق طالقانی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔ میں نے عبداللہ بن المبارک سے کہا۔ اے ابوعبدالرحمان حدیث مبارکہ میں ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لئے نماز پڑھو اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لئے روزہ رکھو۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا۔ اے ابواسحاق! یہ کس سے روایت ہے۔ میں نے کہا یہ شہاب بن خراش کی حدیث مبارکہ ہے۔ انہوں نے کہا۔ وہ ثقہ ہے۔ میں نے کہا وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ انہوں نے کہا۔ حجاج بن دینار سے۔ انہوں نے کہا وہ بھی ثقہ ہے، وہ کس سے روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، انہوں نے کہا اے ابواسحاق! حجاج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کئی سواریوں کی مسافت کو قطع کرنا ہے لیکن صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور واقعہ اسی طرح ہے جس طرح عبداللہ بن مبارک نے کہا۔ کیونکہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (مقدمہ مسلم، رقم الحدیث: 16)

اور ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ میت تک پہنچتا ہے اسی طرح عبادات مالیہ جیسے غلام آزاد کرنا، ان کا اختلاف صرف اسی چیز میں ہے کہ عبادات بدنیہ مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن مجید ان کو دوسرے کی طرف سے کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ صحیح حدیث میں ہے:

7-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1952)

8-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک عورت نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ نذر کے روزے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اس کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا تو کیا اس کی طرف سے وہ قرض ادا کیا جاتا؟ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1925)

9-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ میری بہن کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کر دیتیں؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کا حق ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1953)

10-حضرت عبداللہ بن بریدہ بن حبیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا۔ بے شک میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ اگر میں اس کی طرف سے یہ روزے رکھ لوں تو آیا اس کی طرف سے یہ روزے ادا ہو جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1149)

لہٰذا ان احادیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ میت کے ذمہ جو نذر کے روزے ہیں ان کو رکھا جائے گا اور وہ قرض کی ادائیگی کے مشابہ ہیں اور ائمہ کا اس میں اختلاف ہے اور جن کے پاس یہ احادیث مبارکہ پہنچ گئیں۔ انہوں نے اس میں اختلاف نہیں کیا اس مسئلہ میں ان ائمہ کرام کا اختلاف ہے جن کے پاس یہ احادیث مبارکہ نہیں پہنچیں۔ اور رہا حج تو وہ سب کے نزدیک دوسرے کی طرف سے ادا کرنا کافی ہے اور اس کے متعلق یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

11-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی ابھی اس نے حج نہیں کیا تھا کہ وہ فوت ہو گئی آیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی طرف سے حج کرو یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرو اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1852)

12-حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں فوت ہو گئی اور اس نے حج نہیں کیا۔ آیا اس کے لئے یہ کافی ہوگا کہ میں اس کی طرف سے حج ادا کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں

ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:ایک عورت نے کہا۔میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی آیا اس کے لئے میرا حج کرنا کافی ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ہاں!۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:6699)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج فرض ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح نذر مانے ہوئے حج کو بھی میت کی طرف سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی طرح فرض نمازوں کو بھی میت کی طرف سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کو حکم دیا ہے وہ بعض احادیث مبارکہ میں میت کی اولاد تھی اور بعض احادیث مبارکہ میں میت کا بھائی تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میت کے ذمہ قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور قرض ہر ایک کی طرف سے ادا کیا جا سکتا ہے اور یہ اس پر ایک دلیل ہے کہ یہ کام بھی ہر شخص کر سکتا ہے اور اس میں اولاد کی تخصیص نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث مبارکہ میں آپ نے بھائی کو بھی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب،سنت اور اجماع علماء سے یہ واضح ہو گیا کہ میت کی طرف سے عبادات کو ادا کرنا اور ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥" (النجم:39)اس کے خلاف نہیں ہے اسی طرح وہ حدیث مبارکہ بھی اس کے خلاف نہیں ہے جس میں یہ فرمایا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوا تین کے۔اور یہ حق ہے کہ بلکہ یہی حق ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ میں یہ نہیں ہے کہ اس کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہیں ہوگا جبکہ اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ اس کی اولاد کی دعا سے اس کو فائدہ ہوگا۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥ (النجم:39)کے متعدد جوابات ہیں۔

1-یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے۔

2-یہ حکم حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

3-یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

4-انسان کی سعی سے مراد اس کا سبب ہے اور اس کے غیر کے اعمال کا بھی وہ سبب ہوتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت باقی نصوص کے مخالف نہیں ہے اور اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ غیر کے عمل سے اس کو نفع نہیں پہنچے گا حدیث صحیح میں ہے۔

13-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی کے جنازہ پر گیا حتیٰ کہ اس کی نماز پڑھی اس کو ایک قیراط اجر ملے گا اور جو تدفین تک جنازہ کے ساتھ رہا اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔پوچھا گیا قیراط کیا ہیں؟انہوں نے کہا دو بڑے پہاڑوں کی مثل ہیں۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:1325)

اور اللہ تعالیٰ زندہ کی نماز پڑھنے سے میت پر رحم فرماتا ہے جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے۔

14-جو مسلمان بھی فوت ہو اور اس کی نماز جنازہ سو مسلمان پڑھیں ایک روایت میں ہے چالیس مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور ایک روایت میں ہے۔تین صفیں نماز پڑھیں اور وہ اس کے لئے دعا اور شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:948)

پس اللہ تعالیٰ اس سعی کرنے والے کو ایک قیراط اجر دے گا اور اس کی سعی سے اس میت پر رحم فرمائے گا اس کی دعا کے سبب سے اور

اس کی طرف سے صدقہ کرنے کے سبب سے اور اس کی طرف سے روزہ رکھنے کے سبب سے اور اس کی طرف سے حج کرنے کے سبب سے۔

15- حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص بھی اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کے ساتھ ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے اور جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تیرے لئے بھی ایسا ہو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2732)

پس یہ وہ سعی ہے جس سے مسلمان اپنے بھائی کو نفع پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جزاء دے اور اس پر رحم فرمائے۔

ہر وہ چیز جس سے میت کو نفع ہوتا ہے یا زندہ کو نفع ہوتا ہے اور اس پر رحم کیا جاتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نفع اس کی اپنی سعی سے ہو کیونکہ مومنین کے کم سن بچے اپنے آباء کے ساتھ بغیر اپنی کسی سعی کے داخل ہوں گے اور جس طرح کوئی انسان کسی شخص کا قرض اپنی طرف سے ادا کر دیتا ہے تو وہ بری ہو جاتا ہے اسی طرح جب کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کرے گا یا روزہ رکھ لے گا اس کا ذمہ بھی بری ہو جائے گا۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: ج: 24، ص 170 تا 174)

سوال

شیخ ابن تیمیہ حنبلی سے سوال کیا گیا۔

حسب ذیل مسائل میں ائمہ اور فقہاء کرام کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

میت پر قرآن مجید پڑھنے کا ثواب اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

تلاوت قرآن مجید کی اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟

مستحق کے لئے اہل میت کا طعام کھانا جائز ہے یا نہیں؟

قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب

شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کے جواب میں لکھا ہے: الحمد للہ رب العلمین! مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے احادیث صحیحہ مروی ہیں ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باحوالہ گزر چکی ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر لیں اسی طرح میت کو اس کی طرف سے حج کرنے، اس کی طرف سے قربانی کرنے، غلام آزاد کرنے اور دعا اور استغفار سے بھی نفع ہوتا ہے۔ اور رہا میت کی طرف سے نفل نماز پڑھنا اور روزے رکھنا اور تلاوت قرآن مجید کرنا تو اس میں علماء کرام کے دو قول ہیں:

1- امام احمد، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما اور بعض اصحاب شافعی وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔

2- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے میت کو نفع نہیں ہوتا۔

رہا تلاوت قرآن پر اجرت دینا اور اس کا ثواب پہنچانا اس میں ایک قول یہ ہے کہ دنیاوی مال کے عوض جو تلاوت کی گئی وہ قبول نہیں

ہوگی نہ اس کا ثواب ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فقیر اور تنگ دست کا تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینا جائز ہے اور غنی اور خوشحال کا اجرت لینا جائز نہیں ہے اور یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہے وہ کہتے ہیں کہ یتیم کا ولی جب فقیر ہو تو وہ یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے اور غنی کو اجتناب کرنا چاہئے اور یہ قول دوسرے قول سے زیادہ قوی ہے پس جب کوئی شخص اس مال کو مستحق پر خرچ کرے گا تو وہ صدقہ میت کو مل جائے گا اور جب وہ اس سے قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تعلیم پر اعانت کا قصد کرے گا تو یہ افضل اور احسن ہے کیونکہ قرآن مجید پر اعانت کرنا اعمال میں سے سب سے افضل عمل ہے اور قبروں پر دائماً تلاوت کرنا سلف میں معروف نہیں تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر روایات میں اس کو مکروہ کہا ہے اور متاخر روایت میں اس کی اجازت دی ہے جب ان کو یہ حدیث مبارکہ پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سورۂ بقرہ کی شروع اور آخر کی آیات تلاوت کی جائیں اور بعض انصار نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ تلاوت کی جائے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ: جز: 24، ص 175 تا 176)

سوال

شیخ ابن تیمیہ حنبلی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ستر ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو اس سے میت کی دوزخ سے نجات ہوگی یا نہیں اور یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور جب انسان "لا الٰہ الا اللہ" پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو میت کو اس کا ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

جواب

شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کے جواب میں کہا: جب کوئی انسان ستر ہزار بار یا اس سے کم یا زیادہ مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے گا اور میت کو اس کے ثواب کا ہدیہ کرے گا تو اس میت کو اس کا ثواب پہنچے گا اور یہ نہ کوئی حدیث صحیح ہے نہ ضعیف ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: جز: 24، ص: 180)

شیخ محمد قاسم نانوتوی دیوبندی متوفی 1297ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں: حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی اماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر یہ فرمایا: اس جوان کے کشف کی صحت تو مجھ کو اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوئی اور اس حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔ (تحذیر الناس: ص: 44)

شیخ ابوالعباس احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی 728ھ لکھتے ہیں: سنت صحیحہ کی تصریح کے مطابق میت کے لئے جو نیک اعمال کئے جاتے ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے روزے چھوٹے ہوئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے (یعنی روزوں کا فدیہ دے) اسی طرح حدیث صحیح میں نذر کے روزوں کے بارے میں ہے اور یہ مسئلہ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى o کے معارض نہیں ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں۔

1- پہلی وجہ یہ ہے کہ نصوص صریحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مومن کو ان اعمال کا اجر بھی ملتا ہے جو اس کی سعی سے حاصل نہیں ہوتے جیسے مسلمانوں کے لئے فرشتوں کی دعا اور استغفار۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

"حاملین عرش اور اس کے گردونواح کے فرشتے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں۔"

اور مسلمانوں کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں اور استغفار کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

وصل علیهم ان صلوتك سكن لهم

آپ ان کے لئے استغفار کیجئے آپ کی دعا اور استغفار ان کے لئے طمانیت کا موجب ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کا میت کے لئے نماز جنازہ میں دعا کرنا اور زائرین قبر کا قبر والوں کے لئے دعا کرنا۔

2- دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے انسان صرف اپنی کوشش سے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور یہ برحق ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے ذرائع اور اسباب سے اس تک نفع پہنچا دے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے جب بھی وہ دعا کرتا ہے فرشتہ آمین کہتا ہے۔

اسی طرح حدیث صحیح میں ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے اور جو دفن ہونے تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے اس کو دو قیراط اجر ملتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ میت کی دعا سے نماز جنازہ پڑھنے والے پر رحمت فرماتا ہے اور کبھی اس زندہ کی دعا سے میت پر رحم فرماتا ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی: ج:7، ص:498 تا 500)

دوسرے مولویوں کے اقوال سے ایصال ثواب کا ثبوت

غیر مقلد علماء کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میت کو ایصال ثواب پہنچانا جائز ہے اور اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

غیر مقلد نواب صدیق حسن قنوجی کا قول

شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ نے اکیس دلائل سے اس استدلال کو باطل کیا ہے کہ انسان کو دوسرے کے عمل سے نفع نہیں ہوتا اور قرآن وسنت کے اکیس دلائل سے یہ واضح کیا ہے کہ انسان کو دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے۔ (فتح البیان: ج:6، ص:466)

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی 1307ھ لکھتے ہیں: زندہ انسان، نماز، روزہ، تلاوت قرآن مجید، حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے اور زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کے لئے یہ عمل نیکی، احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ میت ہے جو تحت الثریٰ میں امین ہے اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہے پھر اپنے فوت شدہ بھائی کے لئے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے سو جو شخص میت کے لئے

ایک دن کے روزے یا قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لئے ہدیہ پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لئے ذخیرہ کرلے یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لئے کافی ہے یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لئے ایصال ثواب نہیں کیا کیونکہ اس قسم کے ایصال ثواب کے لئے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے اور ہمارے لئے ایصال ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصال ثواب کیا ہو یا نہ۔

شیخ ابن قیم نے ایصال ثواب کے دلائل میں سے دعاء استغفار اور نماز جنازہ کو پیش کیا ہے اور ان تمام کاموں کو سلف صالحین نے کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ کے لئے اذان کے بعد اور وسیلۃ کی دعا کی جائے اور آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور یہ قیامت تک مشروع ہے اور ہم نے اپنے مشائخ اور قرابت داروں کی دعاء تلاوت قرآن مجید اور صدقات کا ثواب پہنچایا اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اس پر ہمارا شکر ادا کیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے۔ عبدالحق نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پہلے ایصال ثواب کا انکار کرتے تھے جب انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا علم ہوا تو انہوں نے اس انکار سے رجوع کر لیا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حجاج بن دینار سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

تم اپنی نمازوں کے ساتھ ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کی طرف سے روزے رکھو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

حدیث مبارکہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو۔

اس کا ایک احتمال یہ ہے کہ انسان کی موت کے وقت پڑھو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی قبر پر پڑھو۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے فرمایا: یہ احادیث مرفوعہ اور صالحین کی خواب میں بشارتیں ایصال ثواب کے جواز پر اور میت کو اس سے نفع پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں۔

شیخ نے کہا: ہر چند کہ صرف صالحین کی بشارات دلیل نہیں بن سکتیں لیکن یہ کثرت بشارات اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تمہارے خوابوں سے اس کی موافقت ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔

(السراج الوہاج: جز: 4، ص: 55)

مولوی شیخ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزیہ کا قول

شیخ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمہ روزوں کی نذر ہے اور نذر پوری کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم اور اطلاق پر ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا: اس کی طرف سے نذر کے روزے رکھے جائیں نہ فرض روزے۔

اور ایک جماعت نے کہا: نذر کے روزے رکھے جائیں اور فرض روزے نہ رکھے جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب اور امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ فرض روزے نماز کے قائم مقام ہیں اور جس طرح کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے فرض نہیں پڑھ سکتا اسی طرح کوئی کسی کی طرف سے فرض روزے بھی نہیں رکھ سکتا اور نذر میں کسی چیز کو اپنے ذمہ لازم کرنا ہے پس وہ بہ منزلہ قرض ہے پس ولی جب نذر کی قضا کرے گا تو وہ قضا قبول کی جائے گی جس طرح اس کی طرف سے قرض کی ادائیگی قبول کی جاتی ہے اور صرف معذور شخص کی طرف سے حج کی ادائیگی قبول کی جائے گی اور کسی شخص کی دوسرے شخص کی طرف سے توبہ نفع نہیں دے گی نہ کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے اسلام لانا نفع دے گا نہ کسی اور فرض کا کسی کی طرف سے ادا کرنا نفع دے گا جس شخص نے ان فرائض کی ادائیگی میں تفریط کی حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

(اعلام الموقعین: ج:4،ص:323)

میں کہتا ہوں کہ جس شخص کے ذمہ فرض نمازیں ہوں یا فرض روزے ہوں اور وہ ان کی ادائیگی سے پہلے مر جائے تو اس کی طرف سے نہ نماز پڑھی جائے گی نہ روزہ رکھا جائے گا کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا جاتا کہ آیا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے روزے رکھے یا کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: کوئی کسی کی طرف سے روزے رکھے نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:688)

لیکن چونکہ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ جس شخص کے ذمہ فرض روزے ہوں اور اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ اس لئے فقہاء احناف کے نزدیک روزوں اور نمازوں کا فدیہ دیا جائے اور ایک روزے اور ایک نماز کا فدیہ دو کلو گرام گندم یا اس کی قیمت ہے اس کے روزوں اور نمازوں کا حساب کر کے اگر اس نے وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے فدیہ ادا کر دیا جائے ورنہ کوئی شخص یا کئی اشخاص مل کر اپنی طرف سے تبرع اور احسان کر کے اس کا فدیہ ادا کر دیں اگر فدیہ کی رقم بہت زیادہ ہو تو پھر حیلہ اسقاط کر لیا جائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مثلاً کل فدیہ کی رقم دس ہزار روپے ہے اور ولی کے پاس صرف ایک ہزار روپیہ ہے تو وہ ایک ہزار روپیہ فقیر کو دے دے اور میت کے ذمہ سے اتنی نمازیں ساقط کر دے اور یہ عمل دس بار دہرائیں تو میت کے ذمہ سے اتنی نمازیں ساقط ہو جائیں گی جن کا فدیہ دس ہزار روپے ہے یا دس آدمی بیٹھ جائیں میت کا ولی ان میں سے ایک کو ایک ہزار روپیہ صدقہ کرے اور وہ آدمی دوسرے شخص کو وہ ہزار روپیہ ہبہ کر دے اور وہ شخص اس رقم پر قبضہ کرے تیسرے آدمی پر صدقہ کر دے **علیٰ ھذا القیاس** ان دس آدمیوں میں سے ہر شخص اس ہزار روپے پر قبضہ کر کے میت کی طرف سے دوسرے شخص پر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ میت کی طرف سے اتنا فدیہ قبول فرمائے اور اس سے نمازیں ساقط کر دے یہ ایک حیلہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ وہ اس کو قبول فرمائے گا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علیٰ نور الایضاح و مراقی الفلاح: جز:2،ص:30 تا 32)

نواب وحید الزمان حیدر آبادی کا قول

نواب وحید الزمان حیدر آبادی متوفی 1338ھ لکھتے ہیں: اہل سنت کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مردوں کو زندوں کی سعی سے فائدہ پہنچتا ہے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جس ثواب کا سبب مردے نے اپنی زندگی میں مہیا کر دیا تھا اور دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان اس کے لئے دعا کریں اور استغفار کریں اور اس کی طرف سے صدقہ کریں اور حج کریں اور ہمارے اصحاب کا عبادات بدنیہ کے ایصال ثواب میں اختلاف ہے مثلاً تلاوت قرآن مجید کا ایصال ثواب اور اہل حدیث میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہر عبادت بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ میت کی طرف ہر عبادت کا ثواب پہنچتا ہے خواہ وہ عبادت صدقہ ہو، نماز ہو، حج ہو، اعتکاف ہو یا تلاوت قرآن مجید ہو یا ذکر ہو یا کوئی اور عبادت ہو اور وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo (النجم:39) ایمان پر محمول ہے یعنی کسی انسان کو دوسرے انسان کا ایمان لانا نفع نہیں پہنچا سکتا اگر وہ انسان خود ایمان نہ لایا ہو یا اس آیت میں انسان سے مراد ابو جہل یا عقبہ یا ولید بن مغیرہ ہے یا یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے اور وہ یہ ہے: "وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ" (الطور:21) اور اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور حاجات کو پورا کرنے والا ہے اور ہمارے شیخ ابن القیم نے کہا کہ قرآن مجید کی تلاوت بغیر اجرت کے کر کے اسے میت کو ہدیہ کرنے سے اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور یہ چیز ہر چند کہ متقدمین اور سلف صالحین میں معروف نہیں تھی لیکن دلیل کے تقاضے سے یہ جائز ہے کیونکہ جب حج، روزہ، دعا، استغفار اور صدقہ کا ثواب احادیث صحیحہ کی بناء پر میت کو پہنچتا ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کے ثواب کے پہنچنے سے کیا چیز مانع ہے ہاں! جب انسان نے اپنے لئے کوئی عمل کیا پھر بعد میں اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس کا ثواب دوسرے کو پہنچا دے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس میں بھی ان کے دو قول ہیں ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ بعض علماء (اسماعیل دہلوی) کا یہ کہنا باطل ہے کہ عبادات بدنیہ کا ایصال ثواب بدعت ہے ہاں! تلاوت قرآن مجید کے لئے جمع ہونا اور اس کے لئے دن معین کرنا بے شک بدعت ہے۔ (ہدیۃ المہدی: ص 107 تا 108)

دوسرے مولویوں کے اقوال سے ایصال ثواب کا ثبوت

دوسرے مولویوں کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے میت کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری کا قول

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں: میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا صدقات کرنا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں۔
(فیض الباری: ج: 3: ص: 413)

شیخ شبیر احمد عثمانی کا قول

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی 1369ھ نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے ایصال ثواب کے ثبوت میں احادیث مبارکہ بیان کیں اور اس کے بعد لکھا: ان احادیث اور آثار کے علاوہ بہ کثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں اور ان سے ایصال ثواب ثابت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی عبادت کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔
(فتح الملہم: ج: 3: ص: 39)

اعتراض

وفات یافتہ افراد کے لئے عہد رسالت یا عہد خلفاء راشدین میں ایصال ثواب کی کوئی محفل منعقد ہوئی یا اجتماعی دعا کی گئی جنگ یمامہ جیسے واقعات پیش آئے کیا کسی نے اپنا عمل دوسرے کو دیا کیا رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایصال ثواب کیا؟ ثبوت کیا ہے؟

الجواب

رسول اللہ ﷺ کے عمل سے زیادہ قوی آپ ﷺ کا قول ہے حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کے قول اور عمل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کے مقابلہ میں عمل ترک کر دیا جاتا ہے اور جبکہ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں آپ ﷺ کے صریح فرامین مقدسہ موجود ہیں فلاں کی طرف سے صدقہ کرو اور فلاں کی طرف سے حج کرو اور فلاں کی طرف سے روزے رکھو تو پھر اس سلسلہ میں آپ کے اور صحابہ کے اعمال کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ نیز اس پر تفکر کرنا چاہئے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام و تابعین عظام میں مساجد میں صرف فرض نمازیں پڑھی جاتی تھیں سنن اور نوافل صرف گھروں میں پڑھے جاتے تھے جبکہ اب مساجد میں سنن اور نوافل پڑھنے کا بھی رواج ہو گیا ہے کیا مخالفین یہ بتا سکتے ہیں کہ اس رواج کا ثبوت کس حدیث مبارکہ میں ہے۔

نیز عہد رسالت میں اور عہد صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم میں گھڑیوں کے حساب سے ایک معین وقت پر نمازیں نہیں پڑھی جاتی تھیں جب مسلمان جمع ہو جاتے تھے نماز پڑھ لیتے تھے ہم سے تیجے اور چالیسویں کی تعیین کا سوال کرنے والے مخالفین کیا بتا سکتے ہیں کہ گھڑیوں کے حساب سے معین وقت پر نماز پڑھنے کا ثبوت کس حدیث مبارکہ میں ہے۔ اور اگر آپ ﷺ کے صریح فرامین کے باوجود معترض کی تسکین آپ ﷺ کے علم سے ہوسکتی ہے تو ہم نے پیچھے کثیر احادیث مبارکہ مختلف کتب سے حوالہ جات کے ساتھ پیش کر دی ہیں اور یہ بھی بیان کر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور یہ دعا کی: اے اللہ عزوجل! اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔ اس کے علاوہ یہ بھی حدیث مبارکہ بیان کر چکے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔ اور اس سوال کا جواب ہم غیر مقلد نواب صدیق حسن خان اور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی ذکر کر چکے ہیں جس طرح کہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے کہا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لئے ہدیہ پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لئے ذخیرہ کرے یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لئے کافی ہے یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لئے ایصال ثواب نہیں کیا؟ کیونکہ اس قسم کے ایصال ثواب کے لئے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے اور ہمارے لئے ایصال ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصال ثواب کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(السراج الوہاج: جز: 2، ص: 55)

اوراعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت یہ ہے:

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے تھے یا بنوائے تھے یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بے شک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کیا منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔(فتاوی رضویہ: جز:4،ص:26)

نفل عبادات کے لئے اپنے اجتہاد سے کوئی بھی وقت معین کیا جاسکتا ہے لیکن یہ تعیین عرفی ہوتی ہے تعیین شرعی کی طرح نہیں جسے شارع نے مقرر کیا ہے اور مکلف اس کا پابند ہے اور اسی پر اجر کامل موقوف ہے دیکھئے ازروئے شرع نفلی روزہ ہر دن رکھا جاسکتا ہے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔(صحیح مسلم: رقم الحدیث:1162)

اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہر ہفتے کو مسجد قباء جایا کرتے تھے جبکہ مسجد قباء کی زیارت ایک نفلی عبادت ہے جسے ہر روز کیا جاسکتا ہے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتے کے دن کو اس کی زیارت کے لئے خاص کر لیا تھا چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قباء پیدل یا سواری پر جایا کرتے تھے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1193)

اعتراض

جس حدیث مبارکہ میں ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا وہ ایصال ثواب کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ انہوں نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا ان کی خواہش سے صدقہ کیا تھا۔

الجواب

یہ حدیث مبارکہ پر افتراء ہے کسی حدیث مبارکہ میں یہ نہیں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے مال سے صدقہ کیا تھا یا ان کی خواہش سے ان کی طرف سے ایسا کیا تھا اگر منکرین کے پاس ایسی حدیث مبارکہ ہے تو پیش کریں ورنہ جھوٹی حدیث گھڑنے سے باز آجائیں اور ان کا واضح قلع قمع اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نام کا کھجوروں کا باغ وہ ان پر صدقہ ہے۔(سنن الترمذی: رقم الحدیث:669)

اعتراض

قیامت کے دن اپنے اپنے اعمال کا حساب ہو گا یہ کہیں نہیں ہے کہ تمہارے اعمال میں ان ہدیوں کو بھی دیکھا جائے گا جو تمہیں

وفات کے بعد بھی وصول ہوئے ہیں قرآن مجید میں ہے: وَلَنَآ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۚ (البقرہ:139) اگر دوسرے کی نیکیاں بھی انسان کے اعمال میں ہوتیں تو قرآن مجید میں ان کا ذکر بھی ہوتا؟

الجواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم کے مرنے کے بعد تین کے سوا اس کے سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:1631)

اس نے اپنی زندگی میں جو اعمال از خود نہیں کئے تھے اس حدیث مبارکہ کی رو سے قیامت تک کی یہ نیکیاں اس کے اعمال میں داخل ہوں گی۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو ایجاد کیا اس کو اپنی نیکیوں کا بھی اجر ملے گا اور جن لوگوں نے اس نیکی پر عمل کیا ان کا اجر بھی اس کو ملے گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:1017)

سو جس نے اپنی اولاد کو نماز سکھائی اس کی نمازوں کا اجر اس کو ملے گا اور جس نے اپنی اولاد کو صدقہ و خیرات کرنا سکھایا ان کے صدقہ و خیرات کرنے کا بھی اجر اس کو ملے گا جس نے دینی مسائل سکھائے ان مسائل پر عمل کرنے والوں کا اجر اس کو ملے گا جس نے کوئی دینی کتاب لکھی اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرنے والوں کا اجر اس کو ملتا رہے گا جب تک دنیا میں وہ کتاب باقی رہے گی۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بنو سلمہ کے ایک شخص نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے ساتھ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! تم ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لئے مغفرت طلب کرو، ان کی وفات کے بعد ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، جن رشتہ داروں کے ساتھ وہ نیکی کرتے تھے ان کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے دوستوں کی تکریم کرو۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:3664)

اولاد کی ان نیکیوں سے بھی ماں باپ کو نفع ہوگا اور یہ نیکیاں ماں باپ کے اعمال نامے میں درج ہوں گی۔ ہم نے تین حدیثیں بیان کی ہیں جن کے اعتبار سے اولاد اور شاگردوں کی نیکیاں ماں باپ اور اساتذہ کے اعمال میں اور قارئین کی نیکیاں مصنفین کے اعمال ناموں میں درج ہوں گی تو کیا کسی حدیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ میزان پر کسی شخص کو وہ نیکیاں ملیں گی جو اس کے لیے دوسروں نے کی ہیں اور کیا کسی حدیث مبارکہ میں اعمال نامے میں درج تمام فعلی نیکیوں کا ذکر ہے حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ اس میں کسی شخص کی اپنی کی ہوئی نیکیوں کا تو ذکر ہے لیکن ان نیکیوں کا ذکر نہیں ہے جو کسی دوسرے نے اس کے لئے کی تھیں اور کیا ایصال ثواب کے ثبوت کے لئے رسول اللہ ﷺ کے وہ تمام فرامین کافی نہیں ہیں جن میں آپ نے کسی سے فرمایا: تم اپنی ماں کی طرف سے حج کرو۔ کسی سے فرمایا: تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ کسی سے فرمایا: تم اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرو اور کیا قرآن مجید میں یہ آیت مبارکہ نہیں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور:21)

اور جولوگ ایمان لائے اوران کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملادیں گے۔

لہٰذا اب یہ اعتراض ساقط ہوگیا کہ اگر دوسروں کی نیکیاں انسان کے کام آتیں تو قرآن مجید ان کو بھی ذکر کرتا۔

اور قرآن مجید میں یہ بھی ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (البقرہ:251)

اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی نیکیوں سے دوسرے بعض سے عذاب دور نہ کرتا تو زمین فاسد ہوجاتی۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ (الحج:40)

اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے شر کو بعض لوگوں کی خیر سے دور نہ فرماتا تو راہبوں کے معبد اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے ضرور گرادیئے جاتے۔

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ نے اول الذکر البقرہ: 251 کی تفسیر میں یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں ان ہی کی وجہ سے تم کورزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تم پر بارش ہوتی ہے۔(تفسیر ابن کثیر: ج:1،ص:346)

شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ اور نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی 1307ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والوں کے سبب سے بے نمازوں سے عذاب کو دور کردیتا ہے اور حج کرنے والوں کے سبب سے حج نہ کرنے والوں سے عذاب دور کردیتا ہے اور زکوٰۃ دینے والوں کے سبب سے ان سے عذاب دور کردیتا ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔
(فتح القدیر: ج:1،ص:460، فتح البیان: ج:1،ص:363)

اور وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ج (البقرہ:139) اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو شخص کسی کے تعلیم دینے یا اس کے نیک سلوک، اس کی پرورش اور اس کی محبت کی وجہ سے اس کی طرف سے نیک اعمال کرتا ہے وہ درحقیقت اسی کے اعمال ہوتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے کے نیک اعمال کا سبب ہوتا ہے۔

اعتراض

زندہ شخص کے لئے دعا کرنا جائز ہے تو زندہ شخص کے لئے ایصال ثواب کیوں نہیں کیا جاتا؟ زندہ شخص کے لئے ایصال ثواب کی ممانعت کہاں ہے؟

الجواب

زندہ شخص کے لئے ایصال ثواب کی ممانعت نہیں ہے اور زندہ شخص کے لئے بھی دوسرا شخص عبادات انجام دیتا ہے حج بدل کی احادیث مبارکہ اور اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی عبارات اس پر واضح دلیل ہیں:

علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ حنفی نے لکھا ہے کہ

حج بدل میں شرط یہ ہے کہ جس پر حج فرض ہو وہ معذور ہو اور موت تک دائمی عجز رہے اور حج نفل میں نیابت مطلقاً جائز ہے اور حالت قدرت میں بھی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں وسعت ہے۔

نیز صالح بن درہم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

ایام حج میں ہم سے ایک شخص نے کہا کیا تمہارے پہلو میں ابلۃ نام کی بستی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس شخص نے کہا تم میں سے کون شخص اس بات کا ضامن ہے کہ مسجد عشاء میں میرے لئے دو یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے کیونکہ میں نے اپنے خلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشاء سے ایسے شہداء کو اٹھائے گا جن کے ہم پلہ شہداء بدر کے سواء اور کوئی نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4308)

اعتراض

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات پندرہ ہجری میں ہوئی ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو بے نظیر مدلس ہیں ان کی وفات کے بعد تقریباً بائیس ہجری میں پیدا ہوئے۔ مؤطا امام مالک میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے یہ مرسلاً روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کرنے کا سوال کیا۔ سو یہ روایت مدلس ہے اور نا قابل اعتبار ہے تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال میں حسن بصری کے مدلس ہونے کا ذکر ہے۔

الجواب

ہم نے مؤطا امام مالک کی مرسل روایت سے استدلال نہیں کیا بلکہ صحیح بخاری کی متصل السند تین روایتیں پیش کی ہیں۔ پہلی روایت عن عبداللہ بن عبداللہ عن ابن عباس ان سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2761)

اور دوسری روایت "اخبرنی یعلی انه سمع عکرمه مولی ابن عباس یقول انبانا ابن عباس ان سعد بن عبادہ" سے شروع ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2762)

اور تیسری متصل روایت یہ ہے:

عن هشام عن ابیه عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2760)

ان تینوں روایات میں سے کسی روایت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہیں۔ نیز سنن ابوداؤد میں حضرت سعید بن مسیب اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما سے مرسل روایت ہے۔

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی 742ھ لکھتے ہیں: حضرت حسن بصری کا پورا نام ہے حسن بن ابی الحسن یسار بصری،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سالوں میں پیدا ہوئے ان کی ماں کا نام خیرہ تھا اور وہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں۔ بعض اوقات ان کی ماں گھر میں نہیں ہوتی تھیں اور یہ روتے تھے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے منہ میں اپنا پستان دے دیتی تھیں ان میں جو حکمت اور فصاحت تھی وہ اسی کی برکت سے تھی۔ (تہذیب الکمال: جز:4، ص:297)

نیز علامہ مزی نے لکھا ہے کہ

ان کی ماں ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعا کی: اے اللہ عزوجل! اس کو دین میں فقہ عطا فرما اور لوگوں کے نزدیک اس کو محبوب بنادے۔ (تہذیب الکمال: جز:4، ص:303)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رجب 110ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: اس وقت ان کی عمر اٹھاسی (88) سال تھی۔ (تہذیب الکمال: ج:4، ص:317)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی 748ھ لکھتے ہیں: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے اہل علم و عمل کے سردار تھے اور اہل بصرہ کے شیخ تھے۔

یحیٰی بن معین نے کہا ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مرسلاً احادیث مبارکہ روایت کی ہیں مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان سے ان کا سماع نہیں ہے اور نہ حضرت ابو موسیٰ اور نہ حضرت ابن سریع سے اور نہ عمر بن تغلب سے اور نہ حضرت عمران سے اور نہ حضرت ابو برزہ سے اور نہ حضرت اسامہ بن زید سے اور نہ حضرت ابن عباس سے اور نہ حضرت عقبہ بن عامر سے اور نہ حضرت ابو ثعلبہ سے اور نہ حضرت ابو بکرہ سے اور نہ حضرت ابو ہریرہ سے اور نہ حضرت جابر سے اور نہ حضرت ابو سعید سے اور دوسروں نے کہا ان کا حضرت سلمہ بن محبق، حضرت عباس اور حضرت ابی بن کعب سے بھی سماع نہیں ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کا کسی بدری صحابی سے سماع نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج:5، ص458 تا 459)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات میں جاتا تھا اس وقت میں بالغ ہو چکا تھا اور جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: ج:5، ص:461)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے جب بھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا دوسرے علماء سے تقابل کیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے افضل پایا۔

ابو ہلال نے کہا ہے کہ جب حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا وہ علم میں غوطہ زن تھے بلکہ وہ علم میں ہی پروان چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! خارجیوں کے سوا ان سے کوئی بغض نہیں رکھتا تھا۔

ہمام نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ زمین کبھی ایسے سات لوگوں سے خالی نہیں رہی جن کے سبب سے بارش ہوتی ہے اور جن کی برکت سے لوگوں سے مصائب دور کئے جاتے ہیں اور مجھے توقع ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سات میں سے ایک ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ج:5، ص:464)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں جنگ صفین کے ایک سال بعد بالغ ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کی عمر چودہ سال تھی انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ان سے سماع کیا اور ان سے احادیث مبارکہ روایت کیں اور انہوں نے حضرت عمران بن حصین، حضرت سمرہ بن جندب سے، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر سے، حضرت ابن عباس سے، حضرت عمرو بن تغلب سے، حضرت اسود بن سریع سے، جندب بن عبد اللہ سے اور صعصعہ بن معاویہ سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ اور حضرت بصری جامع، عالم، عالی، رفیع، فقیہ، ثقہ، مامون، عابد، ناسک، کبیر العلم، فصیح اور جمیل تھے ان کی جو روایات متصل ہیں اور ان سے روایت کی ہیں جن سے انہوں نے سماع کیا ہے وہ عمدہ اور حجت ہیں اور ان کی مرسل احادیث حجت نہیں ہیں۔ اہل مکہ نے ان کی تعظیم کی اور مجاہد، عطا، طاؤس اور عمرو بن شعیب نے کہا۔ ہم نے ان کی مثل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

(الطبقات الکبریٰ: ج: 7، ص: 115)

حافظ شمس الدین ذہبی متوفی 748ھ نے لکھا ہے:

یہ اپنے زمانہ میں بصرہ میں سیّد التابعین تھے یہ فی نفسہ ثقہ تھے علم اور عمل میں سردار تھے بہت عظیم القدر تھے اور بہت تدلیس کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال: ج: 2، ص: 281)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو مدلس کہنا صحیح نہیں دراصل یہ مرسل روایت بیان کرتے تھے اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ کا بھی ان کو مدلس کہنا صحیح نہیں ہے وہ لکھتے ہیں: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ثقہ اور فقیہ تھے ان کی مرسل روایات بہت ہیں اور وہ تدلیس کرتے تھے۔ (تقریب التہذیب: ص: 166)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: العجلی نے کہا: وہ تابعی ثقہ ہیں اور رجل صالح ہیں۔ ابن حبان نے ان کا الثقات میں ذکر کیا ہے انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ وہ تدلیس کرتے تھے وہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ فصیح تھے سب سے زیادہ حسین تھے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ (تہذیب التہذیب: ج: 2، ص: 248)

اور تدلیس کی تعریف یہ ہے: تدلیس کا لغوی معنیٰ ہے روشنی اور اندھیرے کا مختلط ہونا۔ بیچنے والے کا سودے کے عیب کو خریدار سے چھپانا، دھوکہ دینا۔ سند میں تدلیس یہ ہے کہ محدث نے جس شیخ سے حدیث سنی ہو اس شیخ کے کسی عیب کی وجہ سے اس کی طرف حدیث کا اسناد نہ کرے بلکہ اس سے اوپر کے شیخ کی طرف حدیث کا اسناد کرے جس کو اس نے دیکھا بھی ہو۔

تدلیس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: تدلیس الاسناد یہ ہے کہ محدث اپنے معاصر سے ایک حدیث روایت کرے جس سے اس نے اس حدیث کو نہ سنا ہو اور وہ یہ وہم ڈالے کہ اس نے اسی سے اس حدیث مبارکہ کو سنا ہے اور جس سے اس نے سنا ہے اس کے ضعیف یا اس کے کم عمر ہونے کی وجہ سے اس کی طرف اس حدیث کا اسناد نہ کرے تاکہ اس حدیث کی تحسین ہو۔ (تقریب النواوی مع تدریب الراوی: ج: 1، ص: 224)

اور حدیث مرسل کی تعریف یہ ہے: تابعی کبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے یہ کام کیا۔ (تقریب النواوی مع تدریب الراوی: ج: 1، ص: 195)

علامہ ابوالحجاج یوسف مزی متوفی 742ھ لکھتے ہیں: ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے تھے قال رسول اللہ ﷺ! کاش! آپ یہ بھی بیان کرتے کہ آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے شخص! نہ ہم نے جھوٹ بولا ہے نہ ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے ہمارے ساتھ سیدنا محمد ﷺ کے تین سو اصحاب تھے اور انہی میں سے ہمیں کوئی شخص نماز پڑھاتا تھا۔

یونس بن عبید نے کہا کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حالانکہ آپ نے ان کے زمانہ کو نہیں پایا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے بھتیجے! تم نے مجھ سے اس چیز کا سوال کیا ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں کیا اور اگر میرے نزدیک تمہاری وہ وقعت نہ ہوتی جو ہے تو میں تمہیں نہ بتاتا تم دیکھ رہے ہو کہ میں کس زمانہ میں ہوں اور یہ زمانہ حجاج کی عملداری کا تھا اور ہر وہ حدیث جس میں تم مجھ سے یہ سنتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے میں نے سنی ہوتی ہے لیکن میں اس زمانہ میں ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام زبان پر لانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (تہذیب الکمال: ج:4،ص:316)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابن مدینی نے کہا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات جب ان سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے تو وہ صحیح ہیں اور بہت کم ایسا ہو گا کہ ان میں سے کوئی حدیث ساقط الاعتبار ہو۔

اور امام ابوزرعہ نے کہا کہ ہر وہ حدیث جس میں حسن بصری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی اصل ثابت ہوئی سوا چار احادیث کے۔

اور امام محمد بن سعد نے کہا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، جامع، عالم، رفیع، فقیہ، ثقہ، مامون، عابد، ناسک، کثیر العلم، فصیح اور جمیل تھے۔ (تہذیب التہذیب: ج:2،ص:245)

ان اقوال سے واضح ہوا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا روایت حدیث میں کس قدر بلند مقام ہے اور منکرین حدیث نے ان کی بہ کثرت احادیث کو رد کرنے کے لئے یہ زہر پھیلایا ہے کہ وہ مدلس تھے اور ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر لگنے والے بہتانوں کو دور کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صالحین سے محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

باب: زیارت قبور کا بیان

1109- عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا اب تم ان کی

زیارت کرلیا کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 977، سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1054، سنن النسائی: رقم الحدیث: 2033، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1571، موطا: رقم الحدیث: 8، کنز العمال: رقم الحدیث: 42555، مشکوٰۃ: رقم الحدیث: 1769، مستدرک: جز: 1، ص: 376، سنن البیہقی: جز: 4، ص: 76)

1110- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ كَيْفَ اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُوْلِي السَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں کس طرح کہا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یوں کہا کرو: اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو ہم میں سے جو پہلے چلے گئے ہیں اور جو بعد میں جانے والے ہیں ساروں پر رب تعالیٰ کی رحمت ہو اور یقیناً انشاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ (احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 547، سنن الکبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: 2164، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 15315، جامع الاصول: جز: 11، ص: 154، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 432، سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 7003، کنز العمال: رقم الحدیث: 42564، مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 6722)

1111- وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَنْ يَقُوْلَ قَائِلُهُمُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا کرتے تھے کہ جس وقت وہ قبرستان کی جانب نکلا کریں تو ان میں کہنے والا یوں کہا کرے: اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! تمہارے اوپر سلامتی ہو اور یقیناً ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں ہم اپنے واسطے اور تمہارے واسطے عافیت کے طلب گار ہیں۔ (مسند الصحابۃ: رقم الحدیث: 975، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1620، بلوغ المرام: رقم الحدیث: 595، احکام الشرعیۃ الکبریٰ: جز: 2، ص: 547)

مذاہب فقہاء

زیارت قبور کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو کہ حسب ذیل ہے: علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے اس لئے منع کیا گیا تھا کہ وہ زمانہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے قریب تھا۔ پھر جب اسلام مستحکم ہوگیا اور لوگوں کے دلوں میں قوی ہوگیا اور قبروں کی عبادت اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمان مامون ہوگئے تو قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کردیا، کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں۔

(شرح ابن بطال: جز: 3، ص: 273)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: زیارت قبور میں علماء کا اختلاف ہے۔ علامہ حازمی نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے کا حکم عام ہے جیسے پہلے مردوں کی زیارت سے ممانعت عام تھی پھر جب یہ عام ممانعت منسوخ ہوگئی تو مردوں اور عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہوگیا۔ زیارت قبور کی اباحت اور جواز پر بہ کثرت احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

پہلی حدیث مبارکہ

امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔

دوسری حدیث مبارکہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ماں (رضی اللہ عنہا) کی قبر کی اجازت دے دی گئی ہے سو اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی لا دولاتی ہیں۔

تیسری حدیث مبارکہ

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا میں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

چوتھی حدیث مبارکہ

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا تھا پھر فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو اور کوئی بری بات نہ کہنا۔

پانچویں حدیث مبارکہ

امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی پھر آپ روئے اور جو اصحاب آپ کے گرد تھے وہ بھی روئے پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت طلب کی تھی مجھے یہ اجازت نہیں دی پھر میں نے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔

چھٹی حدیث مبارکہ

امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت حیان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو خطبہ دیا اور ان تین چیزوں کو حلال کردیا جن سے پہلے آپ کو منع فرمایا تھا ان کے لئے زیارت قبور، قربانی کے گوشت اور برتنوں کی اجازت دے دی۔

ساتویں حدیث مبارکہ

امام حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: قبر کی زیارت کرو اس سے تم کو آخرت یاد

آئے گی۔

آٹھویں حدیث مبارکہ

امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زیارت قبور کی اجازت دی ہے۔

نویں حدیث مبارکہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

دسویں حدیث مبارکہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف منہ کر کے ارشاد فرمایا: السلام علیکم۔

گیارہویں حدیث مبارکہ

امام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قبرستان گئے اور اہل قبور کو سلام کیا اور کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو انہیں سلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بارہویں حدیث مبارکہ

امام ابن عبدالبر سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور سا کو سلام کرتا تھا تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

تیرہویں حدیث مبارکہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ پھر کہا: بعض اہل علم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حدیث زیارت قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے اور جب نبی کریم ﷺ نے زیارت قبور کی رخصت دی تو اس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہو گئے۔ (عمدۃ القاری: جز:8، ص:69 تا 70)

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام کرتے تھے۔

نیز لکھتے ہیں: علامہ ملا علی قاری نے شرح اللباب میں آداب زیارت بیان کرتے ہوئے فرمایا: زائر میت کے پیروں کی جانب سے آئے تاکہ میت کو زائر کے دیکھنے میں دشواری نہ ہو اور السلام علیکم کہے پھر کھڑا ہو کر لمبی دعا مانگے اور اگر بیٹھے تو قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور زندگی میں بیٹھا کرتا تھا۔ (رد المحتار: جز:1، ص:843)

علامہ نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر میت کو ثواب پہنچائے نہ قبر کو چھوئے نہ بوسہ دے کیونکہ نصاریٰ کی عادت ہے البتہ ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ پھولوں اور خوشبودار چیزوں کو قبر پر رکھنا مستحسن ہے اور اگر ان کی قیمت کو صدقہ کر کے میت کو ثواب پہنچا دے تو یہ زیادہ افضل ہے۔(عالمگیری: ج:5،ص:350)

علامہ سیّد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: زیارت قبور مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہے سب میں افضل روز جمعہ وقت صبح ہے۔ اولیائے کرام کے مزارات طیبہ پر سفر کر کے جانا جائز ہے وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں اور اگر وہاں کوئی منکر شرعی ہو مثلاً عورتوں سے اختلاط تو اس کی وجہ سے زیارت ترک نہ کی جائے کہ ایسی باتوں سے نیک کام ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اسے برا جانے اور ممکن ہو تو بری بات زائل کرے۔(ردالمحتار: ج:3،ص:177)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور الم سے مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور امن الرسول آخر سورہ تک اور سورہ یٰسین اور تبارک الذی اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ایک ایک بار اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: جو گیارہ بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی کے برابر اسے ثواب ملے گا۔(درمختار و ردالمحتار: ج:3،ص:179)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: زیارت قبور سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سن لو، قبور کی زیارت کرو کہ وہ تمہیں دنیا میں بے رغبت کرے گی اور آخرت کی یاد دلائے گی۔"

خصوصاً زیارت مزارات اولیائے کرام کہ موجب ہزاراں ہزار برکت وسعادت ہے اس کو بدعت نہ کہے گا مگر وہابی نابکار، ابن تیمیہ کا فضلہ خوار وہاں جاہلوں نے جو بدعات مثل رقص ومزامیر ایجاد کر لئے ہیں وہ ضرور ناجائز ہیں مگر ان سے زیارت کہ سنت ہے بدعت نہ ہو جائے گی جیسے نماز میں قرآن شریف غلط پڑھنا، رکوع وسجود صحیح نہ کرنا، طہارت ٹھیک نہ ہونا عام عوام میں جاری وساری ہے اس سے نماز بری نہ ہو جائے گی۔(فتاویٰ رضویہ: ج:29،ص:282)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی 737ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے پہلے زیارت قبور سے روکا تھا پھر اجازت دے دی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو زیارت قبور سے روکتا تھا۔ سنو! اب قبروں کی زیارت کیا کرو اور وہاں فضول باتیں نہ کرنا اور ایک روایت میں فرمایا: قبروں کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ سلام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کہے:

السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات رحم الله المستقدمین منا والمتاخرین وانا ان شاء الله بکم لاحقون اسأل الله لنا ولکم العافیة ...... الخ

پھر یہ دعا کرے:

اللهم اغفرلنا ولهم۔

اور اس سے کم یا زیادہ کہنے کی بھی گنجائش ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان کے لئے دعا میں خوب کوشش کی جائے کیونکہ وہ لوگوں میں دعا کے سبب سے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ ان کے عمل کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے پھر میت کے قبلہ کی جانب بیٹھ جائے اور اسے اختیار ہے کہ میت کے پیروں کی جانب بیٹھے یا چہرہ کی جانب پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر جس قدر ہو سکے میت کے لئے دعا کرے اسی طرح جب بھی کسی شخص پر مسلمانوں پر کوئی افتاد یا مصیبت آ پڑے تو ان قبروں کے پاس آ کر دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور کر دے یہ عام قبروں کی زیارت کا طریقہ ہے اور اگر کسی مقبول بندے کا مزار ہو جس کی برکت کی امید ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس مزار کا وسیلہ پیش کرے بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کرے کیونکہ توسل میں سب سے عمدہ آپ کی ذات مقدسہ ہے آپ کا وسیلہ پیش کرنے کے بعد آپ کے تمام صالح پیروکاروں کا وسیلہ پیش کرے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کو پیش کیا اور دعا کی: اے اللہ عزوجل! پہلے ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کریم ﷺ کے عم محترم کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما تو مسلمانوں پر بارش ہو جاتی تھی۔ پھر اپنی حاجات کے پورا ہونے میں اور اپنے گناہوں کی مغفرت میں قبرستان کے صالح بزرگوں کا وسیلہ پیش کرے پھر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے، اپنے اساتذہ اور اپنے شیخ کے لئے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے اور اس قبرستان کے اموات کے لئے اور عام مسلمان اموات کے لئے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور اس قبرستان کے اموات کا بکثرت وسیلہ پیش کرے اور جس شخص کو کوئی کام درپیش ہو وہ قبرستان جائے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وہ واسطہ ہیں اور یہ چیز شریعت میں ثابت ہے اور تمام دنیاء اسلام میں شرق سے لے کر غرب تک تمام علماء اور اکابر مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے ظاہری اور باطنی طور پر فیض یاب ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ

شیخ ابو عبداللہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب **سفینة النجاء لاهل الالتجاء** میں فرمایا: صالحین کی قبروں کی حصول برکت کے لئے زیارت مستحب ہے کیونکہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہیں اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتی ہیں اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمہ دین اور علماء محققین کا معمول رہا ہے۔

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ

جس شخص کو صالحین کی قبروں کے پاس جانے کی ضرورت ہو وہ ان کے مقابر پر جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا سامان سفر نہ باندھا جائے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ کیونکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کے آداب سفر میں بیان کیا ہے کہ عبادات کے لئے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لئے اور اس کے بعد فرمایا:

اس میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں کے لئے سفر کرنا بھی داخل کرنا ہے اور ہر وہ شخص جس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کی زندگی میں سفر کرنا جائز ہے اس کی موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کے لئے بھی سفر کرنا جائز ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لئے سامان سفر نہ باندھا جائے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ

ہم نے جو یہ احکام بیان کئے ہیں یہ علماء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے احکام ہیں اور انبیاء اور رسل علیہم الصلوات والسلام کے احکام یہ ہیں انبیاء اور رسل علیہم السلام کی قبروں کی زیارت کرنے والا مسافت بعیدہ سے ان کی زیارت کا قصد متعین کر کے چلے اور جب ان کے مزار پر پہنچے تو انتہائی ذلت، عاجزی، فقر و فاقہ اور نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ آئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قلب کے ساتھ حاضر ہو اور سر کی آنکھ سے ان کا مشاہدہ نہ کرے دل کی آنکھ سے انہیں دیکھے کیونکہ ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ ہوتے ہیں نہ متغیر ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی وہ ثناء کرے جو اس کی شان کے لائق ہے پھر ان پر صلوات بھیجے پھر ان کے تمام اصحاب اور قیامت تک ان کے تمام تابعین کے لئے رضوان اور رحمت کی دعا کرے پھر اپنی حاجات کی تکمیل اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے پھر ان سے شفاعت طلب کرے اور اپنی حاجات ان پر پیش کرے اور ان کی برکت سے دعا کی مقبولیت پر یقین رکھے اور اس باب میں اپنا حسن ظن قوی رکھے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاری رہی ہے کہ وہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات مقدسہ تک نہ پہنچ سکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجات اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے ان سے شفاعت کی درخواست کرے کیونکہ وہ کریم بزرگ ہیں اور جو شخص کریموں سے سوال کرتا ہے یا ان کا وسیلہ پیش کرتا ہے یا ان کی پناہ میں آتا ہے یا ان کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کو مسترد نہیں کرتے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ

یہ گفتگو تو عام انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے مزارات مقدسہ کی زیارت سے متعلق تھی اور خصوصاً حضور سیّد الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے روضہ اطہر کی زیارت کے احکام یہ ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں حضور سیّد المرسلین کی قبر انور کی زیارت کے وقت یہ احکام دوگنے چوگنے ہو جائیں گے یعنی زائر جب حاضر ہو تو انتہائی ذلت، انکسار اور عاجزی سے حاضر ہو کیونکہ آپ شافع اور مشفع ہیں آپ کی شفاعت کبھی رد نہیں ہوتی اور جو شخص آپ کی زیارت کا قصد کرے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا نہ وہ شخص جو آپ کا مہمان ہو۔ نہ وہ جو آپ سے مدد اور شفاعت طلب کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ کمال کے مرکز ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مملکت کے عروس ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی o

آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں۔

ہمارے علماء نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی صورت مبارکہ کو دیکھا ہے اس لئے اس مملکت کے آپ ہی تاجدار ہیں لہٰذا

جو شخص آپ کا دامن پکڑتا۔ آپ سے توسل کرتا ہے آپ سے شفاعت طلب کرتا ہے یا آپ سے اپنی حاجات طلب کرتا ہے وہ کبھی ناکام اور نامراد نہیں ہوتا کیونکہ مشاہدہ اور آثار سے اسی طرح ثابت ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے آپ کی زیارت کا قاعدہ کلیہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی زیارت کرنے والا یہ سمجھے کہ وہ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہے کیونکہ آپ کی حیات اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی آپ اسی طرح امت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کے احوال، ان کی نیات، ان کے ارادوں اور دل میں آنے والے خیالوں کو جانتے ہیں اور بات بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو مسلمان بھی آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو وہ بالعموم زندوں کے احوال پر مطلع ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں اور خطائیں معاف ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی جو عظمت ہے اس کے مقابلہ میں کوئی گناہ عظیم نہیں ہے اس لئے زیارت کرنے والا خوش ہو۔ اے اللہ عزوجل! اپنے نبی کے توسل سے ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ کرنا اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ محروم ہے کیا اس نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا٥

جو شخص زیارت کے لئے آئے وہ دروازے پر کھڑا ہو اور آپ کا وسیلہ پیش کرے تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے جو آپ کے پاس آیا اور توبہ کی اور آپ سے شفاعت طلب کی اور آپ نے اس کی شفاعت کر دی تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اس بات کی حقانیت سے صرف وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا معاند ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

علامہ ابن الحاج کہتے ہیں کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب آپ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور دعا مانگے تو کعبہ کی طرف منہ نہ کرے بلکہ آپ کی طرف منہ کرے اور قبر کو ہاتھ سے نہ چھوئے۔ (مدخل: جز: 1 ص 211-217)

عورتوں کے قبور زیارت کے حکم میں مذاہب اربعہ

عورتوں کے قبور کی زیارت کے متعلق مذاہب اربعہ درج ذیل ہیں:

مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الخطاب المغربی المالکی متوفی 954ھ لکھتے ہیں: عالم کو چاہئے کہ عورتوں کو زیارت قبر کے لئے جانے سے منع کرے خواہ وہ اپنے عزیز کی قبر پر جائے۔ یہ اختلاف اس زمانہ کے فساد کی وجہ سے تھا لیکن اس زمانہ میں عورتوں کے متعلق معاذ اللہ کوئی عالم اس کا قول نہیں کر سکتا یا جس شخص میں بھی حمیت دینی ہو وہ زیارت قبور کے لئے عورتوں کے جانے کو جائز نہیں کہہ سکتا۔

(حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر للدردیر: جز: 1 ص: 564)

علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی 1219ھ لکھتے ہیں: مدخل میں عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق تین قول ذکر کیے گئے ہیں:

1۔ممنوع ہے۔

2۔جن عورتوں کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ شرعی حدود کے مطابق جائیں گی ان کے لئے جائز ہے آج اس کے برعکس معاملہ ہے۔

3۔بوڑھی عورتوں کے لئے جائز اور جوان عورتوں کے لئے منع ہے۔

علامہ ثعلبی نے بھی اس تیسرے قول پر اعتماد کیا ہے ان کی عبارت یہ ہے:

بوڑھی عورتوں کے لئے زیارت قبور مباح ہے اور وہ جوان عورتیں جن سے فتنہ کا خدشہ ہو ان کے لئے زیارت قبور کرنا منع ہے۔

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر: ج:1، ص:422)

شافعیہ کا مذہب

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: عورتوں کے لئے زیارت قبر میں اختلاف ہے اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اذن زیارت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں بشرطیکہ وہ فتنہ سے مامون ہوں اس کی تائید حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی۔وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبر پر بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کی تقریر حجت ہے۔

نیز امام حاکم نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے آئیں۔ان سے کہا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں۔آپ نے منع فرمایا تھا پھر آپ نے زیارت قبور کا حکم دیا۔دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اجازت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت نہیں ہے۔شیخ ابو اسحاق صاحب مہذب نے اسی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زوارات قبور پر لعنت کی ہے جو علماء مکروہ کہتے ہیں ان میں یہ اختلاف ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

زوارات مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنیٰ ہے "بہت زیادہ زیارت کرنے والیاں" اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عورت بہت زیادہ قبروں کی زیارت کے لئے جائے گی وہ اپنے خاوند کے حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہے گی اور ان سے بے صبری کا اظہار بھی ہوتا ہے اور جب یہ موانع نہ ہوں تو ان کو زیارت سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ مرد اور عورت دونوں کو موت کی یاد کی ضرورت ہے۔

(فتح الباری: جز:3، ص148 تا 149)

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں: عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔اللہ تعالیٰ زوارات قبور پر لعنت فرماتا ہے۔(المہذب مع شرح المہذب: ج:5، ص:309)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مصنف اور صاحب البیان نے یہ لکھا ہے کہ عورتوں کے لئے قبروں کی

زیارت کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے لیکن یہ مذہب شاذ ہے۔ جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ علامہ رویانی نے البحر میں دو قول ذکر کیئے ہیں:

1- مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے۔

2- بلا کراہت جائز ہے۔

میرے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے بہ شرطیکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو۔ صاحب المستجمر ری نے لکھا ہے: میرا یہ نظریہ ہے کہ اگر عورتیں غم تازہ کرنے کے لئے اور اپنی رسم اور رواج کے مطابق مردے کی خوبیاں کرنے اور نوحہ کرنے کے لئے قبروں پر جائیں تو وہ حرام ہے اور حدیث میں زیارت قبر کرنے والی عورتوں پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہے اور اگر مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور نوحہ کرنے کے بغیر وہ صرف اعتبار آخرت کے لئے قبروں پر جائیں تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے البتہ بوڑھی اور غیر مشتہات عورتوں کا جانا بلا کراہت جائز ہے۔ جس طرح جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے عورتوں کے مسجد میں جانے کا حکم ہے۔ علامہ رویانی کا یہ قول مستحسن ہے اس کے باوجود احتیاط اس میں ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے بوڑھی عورتیں بھی قبروں پر نہ جائیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس اجازت میں عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں ہمارے اصحاب کا مختار یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے ضمن میں داخل نہیں ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام نہیں ہے اس پر یہ دلیل ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو۔ اور اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیارت قبر سے منع نہیں فرمایا۔

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں قبر کی زیارت کروں تو کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ کہو: اهل الديار مومنوں اور مسلموں پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور بے شک ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔
(شرح المہذب: ج:5، ص:311)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: عورتوں کے لئے زیارت قبور کرنے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف روایات ہیں ایک روایت کراہت کی ہے کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ہم کو زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے اور ہم پر اس کی تاکید نہیں کی اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زوارات قبور پر لعنت فرماتا ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے اور یہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اور ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں اور عورتوں دونوں کو عام ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں کے ساتھ مخصوص ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مردوں کو زیارت قبور کی اجازت دینے کے بعد عورتوں پر لعنت فرمائی اس لئے عورتوں کی زیارت قبر کا معاملہ رخصت اور ممانعت کے درمیان دائر ہے اس لئے اس کا کم از کم حکم کراہت ہے نیز عورت صبر کم کرتی ہے

اور بے صبری اور بے قراری زیادہ کرتی ہے اور جب وہ قبر کی زیارت کرے گی تو اس کا غم جوش میں آئے گا اور موت کی یاد اس کے دل و دماغ میں تازہ ہو جائے گی اس لئے یہ اندیشہ ہے کہ عورت زیارت قبر کے وقت کسی ناجائز امر کا ارتکاب کرے گی اس کے برعکس مرد سے یہ خدشہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو بالخصوص نوحہ کرنے، بال نوچنے، گریبان پھاڑنے، مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور واویلا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد عام ہے ''میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو'' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے ممانعت کی گئی تھی اور پھر یہ ممانعت منسوخ کر دی گئی اور اس کے عموم میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں۔

اور ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ کہاں سے آ رہی ہیں۔ آپ نے کہا: اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر سے، میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے زیارت قبور سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں منع کیا تھا پھر آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اس کے جنازہ پر حاضر ہوتی تو اس کی زیارت نہ کرتی۔ (المغنی: ج:2، ص:226)

حنفیہ کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں صبر کم ہوتا ہے اور وہ بے صبری کا اظہار زیادہ کرتی ہیں۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت زیادہ زیارت قبور کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک قوم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زیارت قبور کی رخصت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو شامل نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حدیث بھی زیارت قبور کی رخصت سے پہلے کی ہو جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہیں میرے نزدیک ان کا نہ جانا مستحب ہے اور جوان عورتوں کا قبروں پر جانا فتنہ سے خالی نہیں ہے اور عورتوں کے لئے اپنے گھر کی چار دیواری میں لازم رہنے سے کوئی چیز بہتر نہیں ہے۔ بہت سے علماء نے نماز پڑھنے کے لئے عورتوں کے جانے کو بھی مکروہ کہا ہے تو قبرستان میں جانا تو بہ طریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔ عورتوں پر جمعہ کا پڑھنا جو فرض نہیں ہے تو میرے خیال میں اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے جو لوگ عورتوں کے لئے زیارت قبور کے جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دن قبرستان سے آ رہی تھیں میں نے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کہاں سے آ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں

اپنے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کر کے آرہی ہوں۔ میں نے عرض کیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے قبور کی زیارت سے منع نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ہاں پہلے حضور انور ﷺ نے منع فرمایا تھا بعد میں آپ نے زیارت قبر کا حکم فرمایا۔

بعض علماء نے بوڑھی اور جوان عورتوں میں فرق کیا ہے اور صرف زیارت اور مردوں سے اختلاط میں فرق کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

جوان عورتوں کا زیارت قبور کے لئے جانا حرام ہے اور رہیں بوڑھی عورتیں تو ان کا زیارت قبور کے لئے جانا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ مردوں سے اختلاط نہ کریں اور انشاء اللہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا۔

نیز علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

جامع ترمذی کی روایت میں زوارات پر لعنت فرمائی ہے اور زوارات مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنیٰ ہے جو بکثرت زیارت قبور کے لئے جاتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت نہیں ہے اور نہ ان کی ممانعت ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو بکثرت زیارت کرنے سے اس لئے منع کیا ہے کہ ان کے قبرستان میں زیادہ جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں ان کی پوشیدہ زینتوں کا اظہار ہوتا ہے اور عورتوں کا باہر نکلنا مشہور ہو جاتا ہے اور اس میں ان لوگوں کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے جو قبروں کی تعظیم کی وجہ سے قبروں کے ساتھ لازم رہتے ہیں اور عورتوں کے قبروں پر جانے سے ان کے رونے چلانے اور واویلا کرنے کا بھی خدشہ ہے اس کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں۔ اس اعتبار سے زائرات اور زوارات میں فرق کیا جاسکتا ہے۔ ”توضیح“ میں مذکور ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں زیارت قبور کی ممانعت کے منسوخ ہونے کی تصریح ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی اور نخعی کو اجازت کی احادیث نہیں پہنچیں اور شارع علیہ السلام سال کی ابتداء میں شہداء کی قبروں پر جاتے تھے اور فرماتے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ

تمہارے صبر کی وجہ سے تم پر سلام ہو اور دار آخرت کیا ہی اچھا ہے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت شارع علیہ السلام نے ایک ہزار اصحاب کے ساتھ فتح مکہ مکرمہ کے دن اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی۔

ابن ابی الدنیا نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے زیارت قبور کی اجازت روایت کی ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتے تھے وہاں ٹھہرتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔

اور امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور ان کی قبر مکہ مکرمہ میں تھی۔

ابن ابی حبیب نے کہا ہے کہ

قبروں کی زیارت کرنے، وہاں بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گزرتے وقت سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ افعال کئے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیارت قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے منع کیا تھا پھر اس کی اجازت دے دی سو اگر انسان ایسا کرے اور صرف نیک کلمات کہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے نیز توضیح میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کی زیارت کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی سفر سے آتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم پر آتے اور عرض کرتے:

السلام عليك يارسول الله، السلام عليك يا ابابكر، السلام عليك يا ابتاه

صرف ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بتوں کی عبادت اور قبروں پر سجدہ کرنے کا رواج قریب تھا اور لوگ نئے نئے اس عہد سے نکلے تھے۔ اور جب لوگوں کے دلوں میں اسلام مستحکم اور قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت کرنے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا خطرہ نہیں رہا تو آپ نے قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے اور طاؤس سے منقول ہے کہ دفن کے بعد لوگ سات دن تک قبر سے جدا نہ ہونے کو مستحب قرار دیتے تھے کیونکہ مردوں سے قبروں میں سات دن حساب اور آزمائش ہوتی ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے بلکہ اس زمانہ میں حرام ہے خصوصاً شہر کی عورتوں کا جانا حرام ہے کیونکہ وہ بطور فتنہ اور فساد نکلتی ہیں۔ زیارت قبور کی اجازت تو صرف اس لئے دی گئی ہے کہ لوگ آخرت کو یاد کریں، ماضی کی بداعمالیوں پر غور کر کے ان سے بچیں اور توبہ کریں اور دنیا سے دل نہ لگائیں۔ (عمدۃ القاری: ج:8، ص:69 تا 70)

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: عورتوں کا زیارت قبور کے لئے جانا حرام ہے۔ (البحر الرائق: ج:2، ص:195)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لئے بھی قبروں کی زیارت جائز ہے۔

اور شرح المنیۃ میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

علامہ خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر عورتیں غم کی تجدید، مردے کی خوبیاں بیان کرنے اور رونے اور واویلا کرنے کے لئے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے اور حدیث میں زوارات قبور پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہیں اور اگر رونے اور واویلا کرنے کے بجائے اعتبار آخرت اور میت پر دعا کرنے کے لئے جائیں یا صالحین کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لئے تو بوڑھی عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورتوں کے لئے جانا مکروہ ہے جس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے عورتوں کے مسجدوں میں جانے کا حکم ہے اور یہ بہت اچھی توفیق ہے۔ (ردالمحتار: ج:1، ص:843)

جب بھی قبرستان جائے تو قبرستان والوں کو سلام کرے۔ بلکہ قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور الم سے مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور امن الرسول آخر سورہ تک اور سورہ یٰسین اور تبارك الذی اور الهكم التكاثر ایک ایک بار اور قل هو الله بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

جو گیارہ بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی برابر سے ثواب ملے گا۔

(درمختار: ج:3، ص:189)

زیارت قبور کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی جانب سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو سرہانے سے نہ آئے کہ میت کے لئے باعث تکلیف ہے یعنی میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور یہ کہے:

السلام علیکم اھل دار قوم مومنین انتم لناسلف و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العفو والعافیۃ یرحم اللہ المستقدمین منا والمتاخرین اللھم رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ والعظام النخرۃ ادخل ھذہ القبور منک روحا وریحانا ومنا تحیۃ وسلاما

پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ سے بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں نزدیک یا دور جتنے فاصلہ پر بیٹھ سکتا تھا۔

(ردالمحتار: ج:3، ص:179)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِیْ زِیَارَةِ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب: نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کرنا

1112- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ۔ رَوَاہُ ابْنُ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ وَاٰخَرُوْنَ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے واسطے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ: رقم الحدیث: 2691، المؤطا: رقم الحدیث: 947، جامع الاحادیث: رقم الحدیث: 22304، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 5035، سنن دارقطنی: رقم الحدیث: 194، شعب الایمان: رقم الحدیث: 3862، کنز العمال: رقم الحدیث: 42583)

1113- وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ بِلَالًا رَاٰی فِیْ مَنَامِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ لَہٗ مَا ھٰذِہِ الْجَفْوَةُ یَا بِلَالُ اَمَا اٰنَ لَکَ اَنْ تَزُوْرَنِیْ یَا بِلَالُ فَانْتَبَہَ حَزِیْنًا وَّجِلًا خَآئِفًا فَرَکِبَ رَاحِلَتَہٗ وَقَصَدَ الْمَدِیْنَةَ فَاَتٰی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَبْکِیْ عِنْدَہٗ وَیُمَرِّغُ وَجْھَہٗ عَلَیْہِ فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَجَعَلَ یَضُمُّھُمَا وَیُقَبِّلُھُمَا فَقَالَا لَہٗ نَشْتَھِیْ نَسْمَعُ اَذَانَکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُؤَذِّنُ بِہٖ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَفَعَلَ فِعْلًا سَطْحَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ مَوْقَفَہُ الَّذِیْ کَانَ یَقِفُ فِیْہِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اِرْتَجَّتِ الْمَدِیْنَةُ فَلَمَّا اَنْ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِزْدَادَ رَجَّتُھَا فَلَمَّا اَنْ قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُوْرِھِنَّ وَقَالُوْا اَبُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاٰی یَوْمًا اَکْبَرَ بَاکِیًا وَّلَا بَاکِیَةً بِالْمَدِیْنَةِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِکَ

الْيَوْمِ . رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ وَقَالَ التَّقِيُّ السُّبْكِيُّ إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ .

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت خواب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے: اے بلال! یہ کیا بے وفائی ہے۔ کیا میری زیارت کرنے کا ابھی تک وقت نہیں آیا۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے اور اپنی سواری پر سوار ہوکر بجانب مدینہ منورہ چل پڑے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوئے تو روضہ انور کے پاس زاروقطار رونے لگے اور اپنے چہرہ کو روضہ انور پر ملنے لگ گئے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لے کر آئے تو انہیں مل کر لپٹ گئے اور ان کو بوسہ دینے لگ گئے۔ انہوں نے کہا: ہم آپ رضی اللہ عنہ سے اس اذان کو سننا چاہتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں دیتے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر اسی مقام پر کھڑے ہوگئے جس جگہ آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوا کرتے تھے سو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر ابھی کہا ہی تھا کہ مدینہ منورہ میں کہرام سا مچ گیا۔ جس وقت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو رونے کی آوازیں آنے لگ گئیں۔ جس وقت اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو دوشیزائیں پردوں سے باہر نکل آئیں اور لوگوں نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فگن ہوگئے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نے بھی مدینہ منورہ میں اس دن سے بڑھ کر بڑا دن رونے والوں اور رونے والیوں کا نہ دیکھا۔ (اسد الغابہ: ج:1، ص:131، مختصر تاریخ دمشق: ج:1، ص:487، تاریخ الاسلام: ج:17، ص:67، خلاصۃ الوفا: ج:1، ص:44، تاریخ مدینہ دمشق: ج:7، ص:137، احادیث یحتج بہا الشیعہ: ج:1، ص:446، الصارم المنکی فی الرد علی السبکی: ج:1، ص:236)

شیخ ابوالعباس احمد بن تیمیہ کا قول

شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی 728ھ لکھتے ہیں: جب کسی شخص کا سفر کرنے سے یہ ارادہ ہو کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرے گا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت نہ کی ہو تو یہ اکثر ائمہ اور علماء کے نزدیک ناجائز ہے اور نہ اس کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صرف تین مساجد کے لئے سامان سفر باندھا جائے مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ (مجموع الفتاویٰ: ج:27، ص:27)

شیخ ابن تیمیہ کا رد بلیغ

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنے میں اختلاف ہے جیسے زندہ اور فوت شدہ صالحین کی زیارت کرنے کے لئے سفر کرنا یا متبرک مقامات سے برکت حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا اور وہاں نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر کرنا۔

شیخ ابو محمد جوینی نے اس حدیث کے پیش نظر کہا کہ ان مساجد کے علاوہ شد رحال کرنا حرام ہے۔ قاضی حسین، قاضی عیاض اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بصرہ غفاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کوہ طور پر جانے کو برا جانا اور کہا: جانے سے پہلے آپ مجھے مل جاتے تو میں آپ کو نہ جانے دیتا۔ امام الحرمین اور دیگر شافعیہ ائمہ کے نزدیک یہ سفر حرام نہیں ہے اور انہوں

نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ مکمل فضیلت ان مساجد کے لئے شد رحال میں ہے اور ان مساجد کے غیر کے لئے شد رحال ہر چند کہ جائز ہے لیکن اس میں کامل فضیلت نہیں ہے اور اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے ہوتی ہے ان مساجد کے علاوہ سواری نہیں لے جانی چاہئے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی زیارت کے لئے نذر نہ مانے اگر اس نے نذر مان لی تو اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ان تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کے لئے شد رحال سے منع کیا ہے مطلقاً سفر سے منع نہیں کیا اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے شہر بن حوشب کی سند سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز پڑھنے کے ارادے سے نمازی کو مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علاوہ کسی مسجد کے لئے شد رحال نہیں کرنا چاہئے اور شہر بن حوشب میں اگرچہ کچھ ضعیف بھی ہے لیکن ان کی یہ حدیث حسن ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد میں اعتکاف کے لئے شد رحال نہ کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بویطی یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تین مساجد میں سے کسی مسجد میں جانے کی نذر مان لے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلق واجب نہیں ہے اس کے بعد فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں شام کے شہروں میں اس مسئلہ میں بہت مناظرے ہوئے ہیں اور جانبین سے رسالے لکھے گئے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کا اشارہ ان کتابوں کی طرف ہے جو شیخ تقی الدین سبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے رد میں لکھی ہیں اور ابن تیمیہ کی موافقت میں شمس الدین بن عبدالہادی نے لکھی ہیں۔ ہمارے شہروں میں یہ کتابیں مشہور ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان علماء نے ابن تیمیہ پر لازم کیا ہے کہ وہ حدیث شد رحال کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ناگوار صورت حال ہے دونوں جانب سے اس کے دلائل کے ذکر کرنے میں طوالت ہے اور ابن تیمیہ سے جو انتہائی مکروہ مسائل منقول ہیں یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے۔ (فتح الباری: ج3: ص 65 تا 66)

علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو نامراد کیا، اس کو گمراہ کیا، اس کو اندھا اور بہرہ کیا اور ذلیل و رسوا کیا اس کی تصریح ان ائمہ نے کی ہے جنہوں نے ابن تیمیہ کے احوال کو فاسد لکھا اور اس کے اقوال کا کذب بیان کیا اور جو شخص یہ جاننا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ شیخ ابوالحسن سبکی کی ان کتابوں کا مطالعہ کرے جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کی جلالت علمی پر سب کا اتفاق ہے اور وہ مرتبہ اجتہاد کے بزرگ ہیں اسی طرح ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی، امام عز بن جماعۃ اور دیگر شافعی مالکی اور حنفی علماء جو ان کے معاصر تھے ان سب نے ابن تیمیہ کی خرابیوں کو بیان کیا۔ ابن تیمیہ نے صرف متاخرین صوفیہ پر اعتراضات کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا کلام بے وزن اور پھینک دیئے جانے کے لائق ہے اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کرنے والا، جاہل اور دین میں غلو کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عدل کرے اور ہمیں اس کے عقیدہ، طریقہ اور فعل سے محفوظ رکھے۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ: ص:99)

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: ابن تیمیہ نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے فراط کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ زیارت کا عبادت ہونا ضرورت دینیہ سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے اور دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بطریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض: ج:3،ص:514)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: صالحین کے مزارات اور دیگر بابرکت مقامات کی زیارت کے لئے سفر جائز ہے۔(اکمال اکمال المعلم: ج:3،ص:438)

عبدالمصطفیٰ کی تحقیق

عبدالمصطفیٰ کے نزدیک زیارت روضہ انور ﷺ شفاعت کا موجب اور گناہوں سے معافی کا وسیلہ اور قریب بواجب ہے، اگر کوئی بدکار، سیاہ کار، مجرم، خطا کار، جس کے سر پر ہو گناہوں کا انبار اسے لے کر روضہ انور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کو وسیلہ بنا کر رب تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھ کر "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○" اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو رب تعالیٰ اپنے پیارے محبوب مکرم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے اس بدکار کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور جو بھی حاجت پیش کرے گا انشاء اللہ عزوجل پوری ہوگی۔ یارسول اللہ ﷺ! آج عبدالمصطفیٰ آپ ﷺ کے فرامین مقدسہ یعنی احادیث کی شرح لکھ کر آپ ﷺ کو شفیع بناتا ہے اور اپنے گناہوں کے معاف ہونے اور ایمان پر خاتمہ ہونے، مرتے وقت زیارت والضحیٰ ہونے، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ ہونے، حشر میں شفاعت نبی کریم ﷺ ہونے اور جنت الفردوس میں پڑوس رسول کریم ﷺ ہونے کا وسیلہ پیش کرتا ہے۔ یا اللہ عزوجل! تجھے تیرے محبوب مکرم ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں میری اس دعا کو قبول فرما کر دنیا و آخرت سنوار دے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

اظہارِ تشکر

الحمدللہ عزوجل! رب تعالیٰ کے متعدد احسانات میں سے یہ بھی ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھے اپنے پیارے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو لکھنے اور ان میں بیان ہونے والے حکم کو بیان کرنے کا شرف نصیب فرما کر پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت نصیب فرمائی۔ یقیناً میں اس قابل تو نہ تھا کہ اس عظیم کام کو انجام دے پاؤں گا مگر رب تعالیٰ کی اعانت نے مجھے آج یہ شرف عطا فرمایا: عبدالمصطفیٰ نے **آثار السنن** کی شرح کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیا اور میں نے اس کتاب کا نام انوارالسنن فی شرح آثارالسنن رکھا۔ کافی عرصہ تک اس سوچ و بچار میں تھا کہ میں اس کتاب کا نام کیا رکھوں کبھی سوچتا کہ اس کتاب کا نام "**اظہار السنن فی شرح السنن**" رکھوں اور کبھی سوچتا کہ اس کتاب کا نام "**بہار السنن فی شرح السنن**" رکھوں آخر کار کافی سوچ و بچار کے ساتھ میں نے اس کتاب کا نام "**انوار السنن فی شرح آثار السنن**" رکھ دیا اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے اور علماء، طلباء اور ساری امت مسلمہ کے لئے بروز حشر تک نافع بنائے اور ہم سب کی حتمی بخشش و مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حشر میں شفاعت شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت میں پڑوس رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ مغفرت و مدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ